شانِ حبیبِ کبریا علیہ التحیۃ والثناء

صحاحِ ستہ کی روشنی میں



علامہ عبدالرسول ارشد (گولڈ میڈلسٹ)

شانِ حبیبِ کبریا علیہ التحیۃ والثناء

صحاحِ ستہ کی روشنی میں



علامہ عبدالرسول ارشد (گولڈ میڈلسٹ)

نام کتاب : شان حبیب کبریا علیہ التحیۃ والثنا
صحاح ستہ کی روشنی میں

مصنف : علامہ عبدالرسول ارشد (گولڈ میڈلسٹ)

ناشر : ضیاء القرآن پبلی کیشنز

کمپیوٹر کوڈ : ST54

اشاعت : نومبر 2009ء

تعداد : ایک ہزار

قیمت : -/750 روپے

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا دربار روڈ، 042-37221953 فیکس:۔ 042-37238010
9۔ الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ 042-37247350-37225085
14۔ انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی
فون: 021-32630411-32212011 فیکس:۔ 021-32210212
E-mail:info@zia-ul-qruan.com
Visit our Website:
www.zia-ul-quran.com

انتساب

سیدی و مرشدی حضور ضیاء الامت علیہ الرحمۃ کی ذات سے وابستہ
ان حیات بخش یادوں کے نام جو اس ناچیز کی زندگی کا سرمایہ ہیں
اور جن کے سہارے یہ عصیاں کار زندگی کی پرخار وادی
میں سوئے منزل رواں دواں ہے

فہرست مضامین

عرضِ ناشر

موجودہ عالمی اور قومی حالات میں اتحاد امت کی ضرورت اور اہمیت پہلے سے بہت بڑھ گئی ہے۔ یہ اتحاد صرف اسی صورت ممکن ہے جب ہم تفسیر قرآن اور سیرت رسول میں ان روایات پر اعتماد کریں جو صحاح ستہ میں آئی ہیں، جو سب کے ہاں معتبر اور مسلم ہیں۔ جن کی صحت اور قبولیت پر سب کا اتفاق ہے۔ جو ہر طرح کے شک وشبہ سے بالاتر ہیں۔ ہر دور میں یکساں طور پر متداول رہی ہیں۔ جن کے رجال کی عدالت، ثقاہت، علمی مرتبت اور فنی جلالت کے سب معترف ہیں۔

یوں تو سیرت رسول پر بہت سا علمی وتحقیقی ہر موضوع پر کام ہوا ہے۔ مگر سیرت پر فی زمانہ ایسے کام کی ضرورت تھی جو صرف صحاح ستہ سے ماخوذ ہو۔ اس کا مصدر اور منبع صحاح ستہ کی روایات ہوں۔ جس کا مرجع اصحاب ستہ امام بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ کی بیان کردہ احادیث ہوں جنہیں تمام مکاتب فکر مانتے ہیں۔

محترم علامہ عبدالرسول ارشد نے اس ضرورت کو شدت سے محسوس کیا اور اس پر کام کرنے کی ٹھانی۔ علامہ صاحب حضرت ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری قدس سرہ العزیز کے مایہ ناز شاگرد ہیں۔ دیرینہ رفیق اور مخلص کارکن ہیں علم وفضل کے مالک ہیں۔ اردو، فارسی، عربی اور انگریزی پر مکمل عبور ہے۔ کسی مادر علمی کو اپنے جن سپوتوں پر فخر ہوتا ہے، آپ دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف کے اس گروہ کے سرخیل ہیں۔ حضرت ضیاء الامت کے معتمد خاص رہے۔ آغاز میں ضیاء القرآن پبلی کیشنز کیلئے آپ کی بےلوث خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ مستشرقین کی تاریخ پر گہری نظر اور وسیع مطالعہ ہے۔ ہم پہلے بھی ان کی کئی ایک کتب اور تراجم شائع کر چکے ہیں جو بڑے مقبول ہیں۔

علامہ صاحب نے بڑی گہرائی سے صحاح ستہ کا مطالعہ کیا، ایک ایک حدیث کو دیکھا اور بڑی عرق ریزی سے ان احادیث کو جمع کیا اور ترتیب دیا جن میں عظمت وشان مصطفیٰ ﷺ کا جلوہ نظر آیا یا کوئی پہلو دکھائی دیا اسے خوبصورت عنوان دے کر کتاب کی زینت بنایا اور بڑی حسن وخوبی سے کتاب مرتب کی۔ خوبصورت انداز اور دلآویز اسلوب بیان کہ قاری مطالعہ میں کھو کر رہ جائے۔

''شانِ حبیب کبریا ﷺ'' علامہ صاحب کی اسی محنت کا ثمر اور نتیجہ ہے۔ امید ہے علامہ صاحب کی یہ علمی وفکری کاوش جس سے ان کا ملت سے درد اور اخلاص جھلکتا ہے، رنگ لائے گی۔ اس سے بہت سے ایسے پہلو اور گوشے سامنے آئیں گے جو امت میں اتحاد، یگانگت اور یکجہتی کی راہ نکالنے میں ممد ومعاون ہوں گے۔

ہمیں خوشی ہے کہ اس اچھے اور اچھوتے کام کی اشاعت کی سعادت ہمارے حصے میں آئی۔ ادارہ کو بجا طور پر فخر ہے کہ وہ اسے دیدہ زیب ٹائٹل اور عمدہ گیٹ اپ کے ساتھ زیور طباعت سے آراستہ کر کے آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہے۔ امید ہے آپ اسے پسند کریں گے۔ اللہ تعالیٰ سب کا حامی وناصر ہو۔

طالبِ دعا

محمد حفیظ البرکات شاہ

شانِ حبیب کبریا علیہ التحیۃ والثناء

صحاحِ ستہ کی روشنی میں

پیش لفظ

اسلامی تاریخ کے جس دور کے ساتھ ہمارا تعلق ہے وہ اس ملت کی تاریخ کا دورِ زوال ہے۔ وہ ملت جس کی عظمت کے پھریرے صدیوں مشرق و مغرب کی فضاؤں میں لہراتے رہے اور جس کے سپوتوں کی ہیبت سے کبھی قیصر و کسریٰ کے ایوانوں پر لرزہ طاری رہتا تھا آج اسی ملت کے افراد کو اپنے گھروں میں بھی سکون کا سانس لینا نصیب نہیں ہے۔ آج دنیا میں جو قوم سب سے زیادہ کمزور، بے بس اور طاقت ور قوموں کے مظالم کا شکار ہے وہ امت مسلمہ ہے۔ دنیا میں جہاں بھی ظلم و عدوان کی داستانیں رقم ہو رہی ہیں وہاں مظالم کا نشانہ بننے والے مسلمان ہیں۔ فلسطین، کشمیر، افغانستان، ہندوستان، عراق، بوسنیا اور چیچنیا میں مسلمانوں کو اپنے جرم ضعیفی کی انتہائی عبرت ناک سزائیں مل رہی ہیں۔

اپنے اسلاف کی رفعتوں اور عظمتوں سے محروم ہوئے اس ملت کو اب چند صدیاں بیت چکی ہیں۔ تاریخ ہمیں بتاتی ہیں کہ اکثر یوں ہوتا ہے کہ کوئی عظیم قوم جب عظمتوں سے محروم ہوتی ہے تو پھر اسے صفحہ ہستی سے مٹتے دیر نہیں لگتی۔ امت مسلمہ کا معاملہ اس سے مختلف نظر آتا ہے۔ یہ ملت حقیقی عظمتوں اور رفعتوں سے محروم ہونے کے بعد بھی زندہ ہے اور ان طاقتور عالمی قوتوں کے نرغے میں زندہ ہے جنہیں اس ملت کی دشمنیاں ورثے میں ملی ہیں۔ یہودیت، نصرانیت، ہندومت، بدھ مت، سوشلزم اور کمیونزم یہ سب اسلام کے دشمن ہیں۔ ان ازموں کے پیروکار آج دنیا میں انتہائی طاقتور ہیں اور مسلمان انتہائی کمزور۔ وقت آنے پر یہ سب قومیں اسلام کے خلاف یکجا ہو جاتی ہیں لیکن مسلمان آپس میں بھی متحد نہیں ہو پاتے۔ ان تمام حقیقتوں کے باوجود آج تک ملت اسلامیہ زندہ ہے۔ آخر کیوں؟ اس عجیب و غریب حقیقت کی کوئی مادی توجیہ ممکن نہیں۔ اس کی ایک ہی روحانی توجیہ ہے اور وہ یہ کہ رب قدوس اپنے حبیب ﷺ کی امت کے نام و نشان کے مٹ جانے کو پسند نہیں فرماتا اور یہ کہ اسلام کی شمع کو رب قدوس نے ہمیشہ ضوفشاں رہنے کے لیے روشن کیا ہے، یہ کسی کی پھونکوں سے بجھ نہیں سکتی۔ جو خوش نصیب اس شمع فروزاں کے ساتھ اپنا دامن وابستہ کر لیتا ہے اس کا آفتاب اقبال، نصف النہار پر، پوری آب و تاب سے چمکتا ہے اور جو بدنصیب اس شمع فروزاں سے لاتعلق ہو جاتا ہے وہ مذلت کی اتھاہ گہرائیوں میں گر جاتا ہے۔

اسلام کی جس شمع کو محمد عربی ﷺ نے مکہ کی تاریک فضاؤں میں روشن کیا تھا اس کی روشنی سے سارا

عالم اسلام چمکا ہے اور آج بھی چمک رہا ہے لیکن مسلمان ہونے کا دعویٰ کرنے والوں نے اس شمع سے یا تو اپنے تعلق کو منقطع کر لیا ہے اور یا اس تعلق کو کمزور کر لیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج اسلام زندہ ہے اور مسلمان پٹ رہے ہیں۔ دنیا کی واحد سپر پاور، امریکہ، عراق اور افغانستان میں لاکھوں مسلمانوں کو خاک وخون میں تڑپا رہا ہے اور اس کے اپنے ملک میں کئی ''کلے'' محمد علی اور کئی ''مائیک ٹایسن'' کنگ عبدالعزیز بن رہے ہیں۔

اسلام کی فطرت کو قدرت نے لچک دی ہے ‏ اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دباؤ گے

اسلام کی تاریخ کا یہ خاصہ ہے کہ جب مسلمانوں کے کسی گروہ نے اعلائے کلمۃ الحق کے فریضے کی ادائیگی میں کوتاہی کا مظاہرہ کیا تو اس دین متین نے اپنی خدمت کا فریضہ کسی اور گروہ کے سپرد کر دیا اور نتیجہ یہ نکلا کہ اس دین کا جھنڈا پہلے سے بھی زیادہ آب وتاب کے ساتھ فضائے عالم میں لہراتا نظر آیا اور جن لوگوں نے اس دین کی طرف سے پہلوتہی کی تھی وہ خود قعر مذلت میں گر کر نشان عبرت بن گئے۔

آج پورے عالم اسلام کو یہ حقیقت بہت جلد سمجھ لینی چاہیے کہ دین اسلام اپنی رفعتوں کے لیے ان کی قربانیوں کا محتاج نہیں بلکہ وہ اپنی باوقار دنیوی زندگی اور دار آخرت کی کامیابیوں کے لیے اس دین کی غلامی کا پٹہ اپنی گردنوں میں ڈالنے پر مجبور ہیں۔ یہ وہی دین ہے کہ عرب کے شتر بانوں اور گلہ بانوں نے اس کا دامن تھاما تو قیصر وکسریٰ کی صدیوں پرانی سلطنتیں ان کے سامنے نہ ٹھہر سکیں۔ یہ وہی دین متین ہے جس نے عرب کے اجڈ بدوؤں کو اٹھایا اور انسانیت کی معراج پر پہنچا دیا۔ یہ وہی دین متین ہے جس نے انسانیت کو ان اعلیٰ انسانی قدروں سے روشناس کرایا جن پر عمل کر کے کوئی صدیق بن گیا، کسی کے سر پر فاروقیت کا تاج سجا، کوئی ذوالنورین بنا اور کسی کو حیدر کرار ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

آج کے مسلمان اپنی زبوں حالی کے اسباب جاننے کے لیے بڑے پریشان ہیں۔ ان اسباب کی تلاش کے لیے سیمینار اور کانفرنسیں منعقد ہوتی ہیں، مباحثے ہوتے ہیں، تحریر وتقریر کے ذریعے بڑے فلسفیانہ انداز میں مسلمانوں کی زبوں حالی کے اسباب پر روشنی ڈالی جاتی ہے، کبھی سائنسی تعلیم کی کمی کو موردالزام ٹھہرایا جاتا ہے، کبھی ملت اسلامیہ کے اتحاد کے فقدان کا رونا رویا جاتا ہے، کبھی مذہبی فکر رکھنے والوں کو موردالزام ٹھہرایا جاتا ہے کہ انہوں نے قوم کو قدامت پسندی کا خوگر بنا کر، اسے جدید ترقی کی دوڑ میں حصہ لینے کے قابل نہیں چھوڑا۔

ممکن ہے مسلمانوں کی زبوں حالی میں ان تمام عوامل کا بھی دخل ہو لیکن مسلمانوں کی زبوں حالی کا اصل سبب دین سے دوری ہے۔ اگر مسلمان اپنے دین سے وابستہ رہتے تو ان اسباب کے پیدا ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ اسلام نے اپنے پیروکاروں کو کائنات میں غور وفکر کرنے (یعنی سائنس)، کا

حکم سیکڑوں بار، اس زمانے میں دیا جب دنیا میں کوئی عملی سائنس کا نام بھی نہیں جانتا تھا۔ قرآن حکیم نے چودہ سو سال پہلے مسلمانوں کے ذوق جستجو کو یہ کہہ کہ مہمیز لگائی تھی کہ ''زمین و آسمان میں جو کچھ ہے وہ ہم نے تمہارے لیے مسخر کر دیا ہے''۔ اگر مسلمانوں نے دین اسلام سے حقیقی رابطہ منقطع نہ کیا ہوتا تو وہ سائنس کو ایک دینی فریضہ سمجھ کر پڑھتے اور اپنے اسلاف کی طرح، سائنس کی دنیا میں بھی اغیار کی قیادت کرتے۔ لیکن مسلمانوں نے اپنے دین کی تعلیمات کو یا تو یکسر نظر انداز کر دیا اور یا اس دین متین کی ہمہ جہت تعلیمات کو حرز جاں بنانے کے بجائے اسلامی ہدایت کو چند عبادات تک محدود کر دیا اور انفرادی اور اجتماعی زندگی کے باقی معاملات سے اسلام کو خارج کر دیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ سائنس کی تعلیم کو انہوں نے ایک سیکولر عمل سمجھا اور اس کو ایک مذہبی فریضہ سمجھ کر ادا کرنے سے محروم ہو گئے۔

مسلمانوں کو اس بات پر فخر ہونا چاہیے کہ دیگر مذاہب کے برعکس، دین اسلام کا سائنس کے ساتھ کوئی جھگڑا نہیں ہے۔ ماضی میں مذہب اور سائنس کے درمیان جو معرکہ آرائی رہی ہے اس سے اسلام کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ سائنس سے مخاصمت ان مذاہب کو تھی جن کی عقل سے متصادم، تعلیمات کو سائنس جھٹلاتی تھی۔ اسلام کی تعلیمات عقل سے متصادم نہیں ہیں بلکہ یہ دین فطرت ہے اور اس کی تعلیمات انسانی فطرت اور عقل سلیم کے عین مطابق ہیں۔ سائنس اسلام کی تعلیمات کو جھٹلاتی نہیں بلکہ ان کی صداقت اور افادیت کو اجاگر کرتی ہے۔ اس لیے سائنس دین اسلام کی خادمہ ہے اس کے مدمقابل نہیں ہے۔ مسلمان اگر دین کی روح سے وابستہ رہتے تو آج سائنس کی دنیا میں بھی ان ہی کی عظمت کے پھریرے لہراتے اور سائنسی ترقی، اسلام کی اخلاقی اور روحانی تعلیمات کے سائے میں، انسانیت کے لیے تباہی و بربادی کا سبب نہیں بلکہ اس دنیا کو رشک ارم بنانے کا سبب بنتی۔

اسلام دشمن طاقتیں آج سائنس کے میدان میں مسلمانوں کی پسماندگی کا ذمہ دار ان کے دین کو قرار دیتی ہیں۔ وہ مسلمانوں کو یہ وعظ کرتے ہیں کہ اگر تم نے سائنس اور ٹیکنالوجی کی دوڑ میں اقوام عالم کے قدم کے ساتھ قدم ملانا ہے تو تمہیں دین اسلام کی قیود سے آزادی حاصل کرنا ہوگی۔ ایسے مسلمان مفکرین جو دین اسلام کو سمجھنے کے لیے اسلامی ادب کا نہیں بلکہ مغربی ادب کا مطالعہ کرتے ہیں اور مغربی افکار و نظریات کو معیار بنا کر اسلامی تعلیمات کو اس پر پرکھنے کی کوشش کرتے ہیں وہ بھی، مغربی مفکرین کی نقالی کرتے ہوئے، دین اسلام کو مسلمانوں کی پسماندگی کا سبب قرار دیتے ہیں۔ مسلمانوں کے جدید تعلیم یافتہ طبقہ کی ایک معتد بہ تعداد اس قسم کے خیالات سے متاثر ہے جس کا نتیجہ یہ نکل رہا ہے کہ مسلمانوں کی اپنے دین سے دوری میں اضافہ ہو رہا ہے اور ہم آہستہ آہستہ اپنے دین کے متعلق اسی رویے کو اپنا رہے ہیں جو عیسائیوں نے اپنے مذہب کے متعلق اپنایا تھا۔ عیسائیوں نے اپنے مذہب کو،

ترقی کی راہ میں رکاوٹ سمجھ کر، اپنی قومی زندگی سے نکال کر چرچ میں بند کر دیا تھا اور اتوار کے دن چرچ جا کر چند رسومات ادا کر لینے کو ہی مذہب سمجھ لیا تھا۔ ہم بھی، عیسائیوں کی پیروی کرتے ہوئے، اپنے مذہب کو اپنی قومی زندگی سے نکال کر مسجد میں بند کر دینا چاہتے ہیں۔ ہم بھی چاہتے ہیں کہ ہم جمعہ یا عید کی نماز پڑھ لیں، افطاری کی بڑی بڑی دعوتوں میں شریک ہوں، سرکاری اخراجات پر حج کریں اور اپنی سخاوت اور دریا دلی کی خبریں اخبارات میں چھپوا کر مومن کامل قرار پائیں اور اپنی سیاسی، سماجی معاشی اور اجتماعی زندگی میں وہی کچھ کریں جو ترقی یافتہ قومیں کرتی ہیں اور ان معاملات میں مذہب کی مداخلت کو برداشت نہ کریں۔

ہم اس راستے پر بڑی تیزی سے دوڑ رہے ہیں۔ مسلمانوں کے خلاف کفار کی دوستی پر ہم مجبور ہیں۔ حرمت سود کے قرآنی حکم کو ہماری کمزور معیشت برداشت نہیں کرتی۔ دفتری اوقات میں نماز پڑھنے سے ہمارے کپڑوں پر سلوٹیں پڑ جاتی ہیں۔ زکوٰۃ کے حکم پر عمل کرنے سے ہمارے گھر کا بجٹ خراب ہوتا ہے۔ سچ بولنا ہماری معاشی اور سماجی حیثیت پر اثر انداز ہوتا ہے۔ پردے کے احکام پر عمل کریں تو اغیار کی نظروں میں ہم حقیر قرار پاتے ہیں۔ جہاد کا نام لینے سے ہمیں دہشت گردوں کی صف میں شامل کیے جانے کا خوف ہے۔ ان تمام حقائق کے باوجود ہم یہ گوارا نہیں کرتے کہ ہمارا تعلق اسلام سے منقطع ہو جائے۔ ہم اپنے دین کی خاطر اپنا سب کچھ لٹانے کے لیے بے قرار ہیں۔

معلوم نہیں اپنے اس رویے کے ذریعہ ہم کس کو دھوکا دینا چاہتے ہیں۔ ہم یہ کیوں نہیں سوچتے کہ جس رب سے ہمارا واسطہ ہے وہ دل کی گہرائیوں میں جنم لینے والے خیالات سے آگاہ ہے۔ ہم اس رب کے غضب سے کیوں نہیں ڈرتے جس کی پکڑ بڑی شدید ہوتی ہے۔ ہم خود فریبی کے اس رویے کو جتنی جلدی ترک کریں گے وہ ہمارے حق میں بہتر ہوگا۔

عیسائیوں نے اپنے مذہب کو ترقی کی راہ میں رکاوٹ سمجھ کر، اسے چرچ میں بند کیا تھا۔ وہ اپنے اس رویے میں حق بجانب تھے۔ کیونکہ ان کے مذہب کی تعلیمات فطرت اور عقل سلیم سے متصادم تھیں اور ان کے شکنجے میں جکڑی ہوئی کوئی قوم ترقی نہیں کر سکتی تھی۔ انہوں نے مذہب کو چھوڑا اور ترقی کی۔ لیکن مسلمانوں کا دین ترقی کی راہ میں رکاوٹ نہیں بلکہ اس راستے کا راہنما ہے۔ مسلمان اپنے دین کی راہنمائی میں ترقی کی وہ منازل طے کر سکتے ہیں جن تک پہنچنے کا کسی دوسری قوم نے خواب بھی نہیں دیکھا۔ اس لیے مسلمانوں کو ترقی کرنے کے لیے مذہب سے بیزاری نہیں بلکہ اس کی تعلیمات کو حرز جان بنانے کی ضرورت ہے کیونکہ ان کے اسلاف نے اسی راستے پر چل کر زندگی کے تمام شعبوں میں اقوام عالم کی امامت کا شرف حاصل کیا تھا۔

☆☆☆☆☆

مسلمانوں کی پسماندگی کا دوسرا سبب اتحاد کے فقدان کو قرار دیا جاتا ہے۔ یقیناً یہ مسلمانوں کی پسماندگی اور کمزوری کا بہت بڑا سبب ہے۔ اتحاد کے بغیر دنیا کی کوئی بھی قوم نہ ترقی کر سکتی ہے اور نہ زندہ رہ سکتی ہے۔ ہمیں بڑے ٹھنڈے دل سے ان عوامل پر غور کرنا چاہیے جو عوامل ہماری صفوں میں انتشار کا بیج بونے کے ذمہ دار ہیں اور پھر اس مرض کی صحیح تشخیص کر کے اس کے علاج کے لیے تمام وسائل کو بروئے کار لانے کی ضرورت ہے تاکہ جسد ملت کے اس ناسور کا قلع قمع ہو سکے اور ملت ایک بار پھر متحد ہو کر اپنی عظمت رفتہ کو حاصل کر سکے۔

ملت کی صفوں میں ایسے لوگوں کی کمی نہیں جو ملت میں اتحاد کے فقدان پر پریشان ہیں اور ملت کی صفوں میں اتحاد کا قیام ان کی زندگی کا بہت بڑا خواب ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ملت کا ہر فرد ملت کی صفوں میں انتشار پر نالاں ہے اور قوم کو متحد دیکھنا چاہتا ہے۔ لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ صرف خواہش کرنے سے کوئی مقصد حاصل نہیں ہوتا بلکہ کسی مقصد کو حاصل کرنے کے لیے انتہائی حکمت و دانائی کے ساتھ عملی جہد پیہم کی ضرورت ہوتی ہے اور مقصد جتنا عظیم ہو اس کی خاطر اتنی ہی عظیم قربانیاں درکار ہوتی ہیں۔

کسی بھی انسانی گروہ میں اتحاد کی بنیاد کوئی قدر مشترک ہوتی ہے جس کے ساتھ اس گروہ کے تمام افراد یکساں طور پر وابستہ ہوتے ہیں۔ کوئی انسانی گروہ رنگ کی بنیاد پر متحد ہوتا ہے، کوئی زبان کی بنیاد پر، کوئی وطن کی بنیاد پر اور کوئی مذہب کی بنیاد پر۔ ملت مسلمہ ایک ایسا انسانی گروہ ہے جس میں کئی رنگوں اور متعدد وطنوں سے تعلق رکھنے والے اور متعدد زبانیں بولنے والے لوگ ایک وحدت بناتے ہیں اور اس وحدت کا مرکز دین اسلام ہے۔ اس ملت کے افراد کی وابستگی اپنے دین کے ساتھ جس قدر مضبوط ہوگی ان کی صفوں کے درمیان اتحاد میں اسی نسبت سے اضافہ ہوگا۔ اور اس مرکز سے وابستگی جتنی کمزور ہوتی جائے گی ملت کی صفوں میں انتشار کی دراڑیں اسی قدر وسیع ہوتی جائیں گی اور اس کا اتحاد پارہ پارہ ہو جائے گا۔

آج ملت اسلامیہ دین سے بیزار ہو کر انتشار کا شکار ہے۔ رنگ، نسل اور وطن کے ساتھ ہماری وابستگی دین کے ساتھ وابستگی پر غالب ہے۔ اس طرح ہم اس قوت سے ہی محروم ہو چکے ہیں جو ہمیں متحد رکھ سکتی ہے۔ بلکہ معاملہ اس سے بھی زیادہ گھمبیر ہے۔ اب تو صورت حال یہ ہے کہ ایک ہی رنگ اور نسل سے تعلق رکھنے والے، ایک ہی زبان بولنے والے اور ایک ہی وطن سے تعلق رکھنے والے مسلمان بھی باہم متحد نہیں ہو پاتے اور دکھ کی بات یہ ہے کہ ان کے درمیان انتشار کا سبب وہی دین ہے جس دین نے مختلف رنگوں، نسلوں، زبانوں اور وطنوں سے تعلق رکھنے والے لوگوں کو سیسہ پلائی ہوئی

دیوار کی طرح یکجا کر کے ایک ایسی ملت تشکیل کی تھی جس کی عظمتوں کے سامنے دنیا کی کوئی طاقت ٹھہر نہیں سکی تھی۔ آج ہم دین کے نام پر باہم دست و گریبان ہیں۔ جو ہمارا مرکز اتحاد تھا ہم نے اسے وجہ نزاع بنا لیا ہے اور نتیجہ یہ نکلا کہ ہم سیکڑوں فرقوں میں بٹ کر ایک دوسرے کو مرتد قرار دینے کو ہی دین کی سب سے بڑی خدمت سمجھ رہے ہیں۔

یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کرشمہ ہے کہ قرآن حکیم میں چودہ صدیاں گزرنے کے باوجود کسی زبر یا زیر کی تبدیلی بھی نہیں ہوئی۔ قرآن حکیم آج بھی ایک ہے لیکن اس کی تعبیریں مختلف ہیں۔ ہر کوئی اپنی تعبیر کو حرف آخر سمجھتا ہے اور اس سے اتفاق نہ کرنے والوں کو اپنی تعبیر کا مخالف نہیں بلکہ قرآن حکیم کا مخالف قرار دے کر کافر اور مرتد قرار دے دیتا ہے۔ گویا ہر شخص قرآن کو نہیں بلکہ اپنی قرآنی تعبیر کو حرف آخر سمجھتا ہے اور اس کے متعلق کسی دوسرے کی بات سننے کے لیے تیار نہیں ہے۔

اگر ملت کے اہل علم حضرات ذرا وسیع النظری کا مظاہرہ کریں تو اس مرض کا علاج ناممکن نہیں ہے۔ قرآن حکیم کی آیات ایک دوسری کی تفسیر کرتی ہیں۔ حضور ﷺ کی تفسیری احادیث کا انتہائی قیمتی سرمایہ ہمارے پاس وافر مقدار میں موجود ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے تفسیری اقوال اور سلف صالحین کا علمی سرمایہ ہمارے پاس موجود ہے۔ ہم کسی قرآنی تعبیر کا اس علمی سرمائے کی روشنی میں جائزہ لے کر کسی متفقہ رائے پر پہنچ سکتے ہیں۔ مسئلہ صرف انانیت کا ہے۔ اگر انانیت راستے کی رکاوٹ نہ بنے تو اس علمی سرمائے کی موجودگی میں کسی متفقہ موقف پر پہنچنا ناممکن نہیں۔ لیکن جو لوگ انانیت کے مرض میں مبتلا ہیں اور اپنی ہی قرآنی تعبیر کو رواج پذیر دیکھنا چاہتے ہیں ان میں ایسے قسمت آزما بھی ہیں جنہوں نے اپنی تعبیر کے مقابلے میں احادیث طیبہ تک کو مسترد کرنے کی جسارت سے بھی دریغ نہیں کیا۔ ماضی میں بھی ایسے لوگوں کی کمی نہیں تھی جنہوں نے کسی مسئلے پر ملت کے سواد اعظم کے موقف سے ہٹ کر کوئی اور موقف اختیار کیا۔ ایسے بے شمار لوگ میدان میں آئے لیکن انہوں نے جو نظریات پیش کیے ملت کی اکثریت نے ان کو، دینی مزاج سے متصادم سمجھ کر، مسترد کر دیا اور آج تاریخ میں نہ کوئی ان لوگوں کا نام جانتا ہے اور نہ ہی ان کے نظریات کا۔ وجہ یہ تھی کہ مسلمان عوام اپنے دین کا اتنا علم رکھتے تھے کہ وہ غلط اور صحیح میں تمیز کر سکتے تھے۔ آج کے دور کا مسئلہ یہ ہے کہ عام مسلمان دینی تعلیم سے بے بہرہ ہیں۔ ایک شخص اٹھ کر کوئی ایسی بات کہہ دیتا ہے جو گزشتہ چودہ سو سال میں کسی مسلمان کے منہ سے نہیں نکلی اور دوسرا مسلمان اس کی رائے سے اختلاف کرتا ہے تو ہمارے عوام ان دونوں کو ایک ہی طرح کا مجرم قرار دیتے ہیں۔ اس طرح صحیح اور غلط میں تمیز نہیں ہو پاتی اور ہر نیا غلط نظریہ صحیح اسلامی نظریات کے ساتھ برابر کی حیثیت حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ اس مرض کا علاج قوم کو علم دین کے زیور سے

آراستہ کیے بغیر ممکن نہیں ہے۔

سب سے بڑی قوت جس نے ایک دوسرے کے خون کے پیاسے عربوں کو اخوت کی لڑی میں پرو دیا تھا وہ نبی آخر الزمان حضرت محمد ﷺ کی ذات بابرکات تھی۔ قرآن حکیم اور دیگر وہ تمام عظیم الشان نعمتیں جو انہیں دین اسلام کے حوالے سے ملی تھیں، ان سب نعمتوں کے لیے وہ حضور ﷺ کی ذات بابرکات کے مرہون منت تھے۔ جن لوگوں نے بدر و احد میں ایک دوسرے کے خلاف شمشیر زنی کے جوہر دکھائے تھے، حضور ﷺ کی مقناطیسی شخصیت نے ہی انہیں ایک دوسرے کا جاں نثار بنا دیا تھا۔ اسلام کے دامن میں پناہ لینے کے بعد اگر کبھی ان کی دفن شدہ جاہلی عصبیت نے کروٹ لینے کی کوشش کی تو اس کو دوبارہ دفن کرنے میں سب سے بڑا ہاتھ حضور ﷺ کی ذات بابرکات کا ہی ہوتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب تک حضور ﷺ حیات ظاہری کے ساتھ اس دنیا میں جلوہ گر رہے، ملت اسلامیہ کی صفوں میں کسی قسم کی جاہلی عصبیت کو سر اٹھانے کا موقع نہیں ملا۔

اس حقیقت میں شک نہیں کہ حضور ﷺ کی ذات سے وابستگی مسلمانوں کی قوت اور شان و شوکت کا سب سے بڑا سبب ہے۔ اسی وابستگی کے سبب وہ قرآن حکیم کی حیات بخش تعلیمات کو حرز جان بناتے ہیں اور اسی وابستگی کے سبب وہ زندگی کے ہر چیلنج کا مقابلہ بڑے صبر و استقامت سے کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ حضور ﷺ کی ذات سے یہی والہانہ وابستگی انہیں اتحاد کی لڑی میں پروتی ہے اور اسی میں ان کی قوت اور شان و شوکت کا راز مضمر ہے۔

دنیا میں ایسی قوموں کی کمی نہیں جن کو اسلام کی دشمنی ورثے میں ملی ہے۔ ان قوموں نے اسلام کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لیے ہر حربہ استعمال کیا ہے۔ انہوں نے بارہا جنگ کے میدانوں میں مسلمانوں کو للکارا ہے اور شکستوں پر شکستیں کھائی ہیں۔ اقوام کفر کی تاریخ عام طور پر اور یہود و نصاریٰ کی تاریخ خاص طور پر اسلام دشمنی کی داستانوں سے بھری پڑی ہے۔ ان اقوام نے ہر میدان میں مسلمانوں کے ہاتھوں ہزیمت اٹھانے کے بعد مسلمانوں کی قوت کا راز معلوم کرنے کی کوشش کی تو وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ محمد عربی ﷺ کی معجزانہ شخصیت سے والہانہ وابستگی ہی اس امت کی قوت کا اصل سبب ہے۔ اس راز کو پا لینے کے بعد انہوں نے مسلمانوں کو اس قوت سے محروم کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا ہے۔ حضرت علامہ اقبال نے بہت عرصہ پہلے دشمنان اسلام کی اس قسم کی تدبیروں کو ان الفاظ میں ابلیس کی زبان سے کہلوایا تھا ؎

یہ فاقہ کش جو موت سے ڈرتا نہیں کبھی روح محمد ﷺ اس کے بدن سے نکال دو

جسد ملت سے روح محمد ﷺ کو نکالنے کے لیے دشمنان اسلام نے بڑی طویل منصوبہ بندی کر رکھی

ہے۔ ہزاروں مستشرقین صدیوں سے اس مقصد کے لیے اپنے قلم کی جولانیاں دکھا رہے ہیں۔ انہوں نے اپنی تحریروں کے ذریعے حضور ﷺ کی ذات ستودہ صفات کو جمال و کمال کی ان تمام صفات سے بے بہرہ ثابت کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے جن کی وجہ سے ایک مومن کے دل میں آپ کی محبت کا جذبہ موجزن ہوتا ہے اور اس محبت کی قوت سے وہ پہاڑوں کے ساتھ ٹکرانے اور سمندروں میں کودنے کے جذبے سے بہرہ ور ہو جاتا ہے۔

اہل مغرب نے مسلمانوں کو اپنے رسول معظم ﷺ کی محبت سے محروم کرنے کے لیے آپ کی شخصیت کی انتہائی گھناؤنی تصویر کشی کی ہے۔ قرون وسطیٰ میں انہوں نے اس مقصد کے لیے ہزاروں کتابیں لکھی ہیں۔ ملعون سلمان رشدی کی Satanic Verses اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

موجودہ دور اہل مغرب کی ترقی کا دور ہے۔ انہوں نے سائنس کے میدان میں محیر العقول ترقی کی ہے۔ زندگی کی نت نئی آسائشوں کے حصول کے لیے آج دنیا ان کی دست نگر ہے۔ مسلم ممالک خاص طور پر اہل مغرب کی طرف دیکھنے پر مجبور ہیں کیونکہ انہوں نے سائنس کی دنیا میں اقوام عالم کے قدم کے ساتھ قدم ملا کر چلنے کے لیے کچھ نہیں کیا۔ آج مسلمان ہر چیز مغرب سے درآمد کر رہے ہیں۔ مغرب پرستی کے اس دور میں مسلمان اپنے دین اور اپنی تاریخ کا علم سیکھنے کے لیے بھی مغربی اساتذہ کے سامنے زانوئے ادب تہ کرنے کو باعث فخر سمجھتے ہیں۔ نتیجہ یہ نکلا ہے کہ حضور ﷺ کی ذات ستودہ صفات کے متعلق بھی ہمارے ذہنوں میں وہی تصور اجاگر ہو رہا ہے جو اہل مغرب کرنا چاہتے ہیں۔ اہل مغرب نے ہمیں بتایا کہ مسلمانوں نے اپنی جو تاریخ خود مرتب کی ہے وہ ان کے جوش عقیدت کی تاریخ ہے۔ ان کی اصل تاریخ وہ ہے جو اہل مغرب نے لکھی ہے اور جس میں تحقیق کے جدید اصولوں کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ انہوں نے ہمیں یہ بھی بتایا کہ نبی آخر الزماں ﷺ کی ذات کے متعلق جو باتیں تمہارے اسلاف نے لکھی ہیں وہ صحیح نہیں ہیں، ان کی شخصیت کی صحیح تصویر وہ ہے جو ہم تمہیں دکھا رہے ہیں۔

ہم موجودہ عالمی حالات کے تناظر میں اہل مغرب کی ان باتوں کو پڑھتے ہیں۔ ہمارا ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ ہمارے ہاں ان لوگوں کی بھی کمی نہیں جو اپنی تحریر و تقریر کے لیے کسی قسم کی تحقیق کو ضروری نہیں سمجھتے اور کئی ایسی باتیں کہہ جاتے ہیں جو تحقیق کی کسوٹی پر پوری نہیں اترتیں۔ حضور ﷺ کی عظمتوں کو بیان کرتے ہوئے بعض اوقات ایسی باتیں کہہ دی جاتی ہیں جو تحقیق کی کسوٹی پر پوری نہیں اترتیں۔

کسی حد تک اہل مغرب کے پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر اور کچھ اپنی بے احتیاطیوں کے سبب ہم نے اسی ذات ستودہ صفات کو وجہ نزاع بنا لیا ہے جو ہماری عقیدتوں، محبتوں اور جاں نثاریوں کا مرکز تھا اور ہے۔ مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے اکثر جھگڑے حضور ﷺ کی ذات کے متعلق ہیں۔

حضور ﷺ کی بشریت ونورانیت، آپ کا علم، آپ کے خداداد اختیارات اور آپ کی معجزانہ سیرت جیسے متعدد موضوعات ہیں جنہوں نے ہمیں ایک دوسرے کے مدمقابل لا کھڑا کیا ہے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ ہم نے اپنے ان باہمی اختلافات کو علمی اختلافات تک محدود نہیں رہنے دیا بلکہ ان ہی کی بنیاد پر ہم ایک دوسرے پر کفر وشرک کے فتوے لگانے میں مصروف ہیں۔

جب مسلمانوں کے مختلف فرقے ایک دوسرے کو مسلمان ہی نہیں سمجھیں گے تو ان کے درمیان اتحاد اور یکجہتی کا قیام کیسے ممکن ہے۔ گو بڑی تلخ سہی لیکن یہ ہے ایک ناقابل تردید حقیقت کہ آج ایک فرقہ سے تعلق رکھنے والے مسلمان دوسرے فرقہ سے تعلق رکھنے والے مسلمانوں کے ساتھ جتنی نفرت کرتے ہیں اتنی نفرت وہ یہود ونصاریٰ سے بھی نہیں کرتے۔

مسلمانوں کو باہمی اتحاد کی جتنی ضرورت آج ہے اتنی شاید پہلے کبھی نہیں تھی۔ اتحاد کے قیام کے لیے جو کام سب سے پہلے کرنے کا ہے وہ یہ ہے کہ ہم حضور ﷺ کی ذات ستودہ صفات کے متعلق باہمی اختلافات کو ختم کریں۔ اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ کوئی شخص حضور ﷺ کی ذات بابرکات کے متعلق کوئی ایسی بات نہ کہے جسے دوسرا مسلمان شان رسالت میں گستاخی سمجھے اور نہ آپ کے متعلق ایسی باتیں کی جائیں جو تحقیق کی کسوٹی پر پوری نہ اترتی ہوں۔

حقیقت یہ ہے کہ کسی روایت کے متعلق تحقیق کا جو معیار اسلامی ادب میں مدنظر رکھا گیا ہے اس کا تصور کسی دوسری قوم کے ادب میں موجود نہیں ہے۔ مسلمان محدثین نے احادیث کی تحقیق کے لیے جرح وتعدیل کے جو اصول اور ضابطے وضع کیے ہیں اور اس مقصد کے لیے لاکھوں انسانوں کے حالات کا ریکارڈ تیار کیا ہے اور ان کی روشنی میں ہر روایت کو پرکھا ہے، یہ صرف ان ہی کا کام ہے۔

اس میں شک نہیں کہ ملت اسلامیہ میں جہاں متعدد دیگر فتنوں نے جنم لیا وہاں وضع حدیث کے فتنہ نے بھی اس ملت کے وجود کو کھوکھلا کرنے کی کوشش کی لیکن رب قدوس کی ہزاروں رحمتیں ہوں ان نفوس قدسیہ پر جنہوں نے اس فتنے کو بہت جلد بھانپ لیا اور اس کو جڑ سے اکھیڑ پھینکنے میں کوئی وقت ضائع نہیں کیا۔ انہوں نے جرح وتعدیل کے ایسے جامع ضابطے وضع کیے کہ ان کی موجودگی میں کسی غلط بات کا حضور ﷺ کی طرف انتساب ناممکن ہو گیا۔ ان اصولوں کی روشنی میں علمائے ملت کسی روایت کے متعلق آسانی سے یہ فیصلہ کر سکتے تھے کہ اس روایت کی حیثیت کیا ہے۔ امام بخاری، امام مسلم اور کتب صحاح کے دیگر مؤلفین نے اس کام کو ملت کے ان افراد کے لیے بھی آسان بنا دیا جو اصول حدیث کی روشنی میں کسی روایت کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے تھے۔ انہوں نے احادیث کے مخصوص مجموعے تیار کیے جن میں صرف ایسی احادیث درج کیں جو صحت کے اصولوں پر پوری اترتی ہیں۔ ملت کے سواد اعظم نے

محدثین کی ان کوششوں کو انتہائی قدر کی نگاہ سے دیکھا اور احادیث طیبہ کے موضوع پر لکھی ہوئی ہزاروں کتابوں میں سے ان کتابوں ''صحاح ستہ'' کو ملت میں قبول عام حاصل ہوا اور ملت کے وہ تمام مکاتب فکر جو حدیث کی حجیت کو تسلیم کرتے ہیں، ان سب کے نزدیک یہ کتابیں معتبر ترین کتابیں قرار پائیں۔

حضور ﷺ کی ذات بابرکات کے متعلق ملت کے مختلف طبقوں کو یکجا کرنے کے لیے آپ کی شخصیت کی ایسی تصویر کشی وقت کا اہم تقاضا ہے جو ان احادیث طیبہ کی روشنی میں کی گئی ہو جن کی صحت ہر شک وشبہ سے بالاتر ہو اور جو ملت کے تمام مکاتب فکر کے نزدیک مستند ہوں۔ اسی ضرورت کے پیش نظر ''شان حبیب کبریا ﷺ صحاح ستہ کی روشنی میں'' کے نام سے ایک کتاب مرتب کرنے کا خیال دل میں پیدا ہوا۔ بنیادی طور پر یہ خیال حضور ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری قدس سرہ سے مستعار ہے۔ آپ نے ضیاء النبی جلد پنجم میں ایک باب باندھا ہے جس کا عنوان ہے: ''آیات بینات در ثنائے مصطفی ﷺ'' آپ نے اس باب میں قرآن حکیم کی وہ آیات طیبات اور ان کی تفسیر درج فرمائی ہے جو حضور ﷺ کی شان عالی کی جھلک دکھاتی ہیں۔

اس عاجز نے بھی حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کے اسی کام کو وسعت دینے کا ارادہ کیا ہے۔ اس مقصد کے لیے صحاح ستہ کی تمام کتابوں کا بالاستیعاب مطالعہ کیا گیا ہے۔ جہاں بھی کوئی ایسا جملہ ملا ہے جس میں جمال مصطفی علیہ التحیۃ والثناء کا عکس نظر آیا ہے اسے شان مصطفی ﷺ کے متعلقہ عنوان کے تحت درج کر لیا گیا ہے۔ آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ عظمت مصطفی ﷺ کے نقوش تلاش کرنے کے لیے صحاح ستہ کے ایک ایک لفظ کو دیکھا گیا ہے اور حاصل مطالعہ کو ایک حسین گلدستہ کی شکل میں آپ کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے۔

ایک مسلمان جب حضور ﷺ کی عظمت وشان کا کوئی نشان دیکھتا ہے تو اس کا ایمان تازہ ہو جاتا ہے اور اس کے دل میں حضور ﷺ کی محبت کے حسین گلشن کھلنے لگتے ہیں۔ اس کتاب سے ہمارا مقصد یہی ہے کہ مسلمانوں کے دل محبت رسول ﷺ کے حسین جذبوں سے آشنا ہوں اور یہ لازوال محبت تمام دنیوی محبتوں پر غالب آ کر انہیں سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح متحد کر دے۔ دعا ہے ہماری یہ کوشش ناتمام مسلمانوں کے ایمان میں تازگی اور ان کی صفوں میں اتحاد کا سبب بنے اور اللہ تعالیٰ ہماری اس کوشش کے سبب ہماری دنیوی اور اخروی زندگی کو اپنی بے پایاں رحمت کے دامن میں سمیٹ لے۔ آمین

بجاہ حبیبہ الکریم ﷺ

خاندانی شرافت

دنیا میں عام طور پر اور مشرقی تہذیبوں میں خاص طور پر کسی شخص کا معاشرتی مقام متعین کرنے میں اس کا خاندان بڑا اہم کردار ادا کرتا ہے۔ ایک اچھے خاندان سے تعلق رکھنے والا شخص اپنی بے شمار ذاتی خامیوں کے باوجود لوگوں کی نظر میں محترم ہوتا ہے اور کمزور خاندانی پس منظر رکھنے والا شخص اپنی بے شمار خوبیوں کے باوجود معاشرے میں وہ مقام حاصل نہیں کر پاتا جس کا وہ مستحق ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ علیم و خبیر اور علی کل شیء قدیر ہے۔ اس نے انسانوں کی راہنمائی کے لیے ہر زمانے میں نبی اور رسول مبعوث فرمائے ہیں اور جن ہستیوں کے سروں پر اس نے تاج نبوت سجایا ہے ان کو ان تمام نقائص سے محفوظ رکھا ہے جو انسانی معاشروں میں عیب شمار ہوتے ہیں۔ ایک کمزور خاندان سے تعلق بھی اکثر معاشروں میں عیب شمار ہوتا ہے، اس لیے اس نے جس امت کے پاس بھی کوئی نبی یا رسول مبعوث فرمایا اس کو اس خاندان سے منتخب فرمایا جو اس قوم میں معزز ترین شمار ہوتا تھا۔

خاندانی وجاہت کا احساس عربوں میں بڑا شدید تھا۔ وہ اپنی نسبی حیثیت پر فخر کرتے اور شعروں، قصیدوں اور خطبوں کے ذریعے اپنے نسب نامہ کی دوسروں کے نسب ناموں پر فوقیت ثابت کرنے کے لیے اپنی ساری صلاحیتوں کو استعمال کرتے تھے۔ طلوع اسلام سے پہلے کے عربی ادب کا بڑا حصہ اسی قسم کی تحریروں پر مشتمل ہے۔ اچھے خاندان سے تعلق ان کے نزدیک ایک انسانی کمال تھا اور کمزور قوم سے تعلق ان کی نظر میں ایک انسانی کمزوری تھی۔

ان عربوں کے پاس رب قدوس نے جس ہستی کو اپنا رسول بنا کر بھیجا، وہ بھی سنت خداوندی کے عین مطابق، عربوں کے معزز ترین قبیلہ اور خاندان سے تعلق رکھتی تھی۔

قریش کا خاندان پورے جزیرۂ عرب میں بڑا معزز و محترم تھا۔ جس زمانے میں لوٹ مار کو عرب ایک معزز کام سمجھتے تھے اس زمانہ میں بھی قریش کے تجارتی کارواں شام اور یمن کے سفر بے خوف و خطر کیا کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو اس معزز قبیلہ کی معزز ترین شاخ بنو ہاشم سے پیدا فرمایا۔ اہل مکہ نے اعلان نبوت کے بعد، حضور ﷺ کی ذات ستودہ صفات پر کیچڑ اچھالنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تھی لیکن آپ کی دشمنی میں تمام حدیں عبور کرنے کے باوجود انہوں نے آپ کی خاندانی شرافت کے متعلق کوئی

بات کہنے کی جرأت کبھی نہیں کی تھی۔ جو حضور ﷺ کے سب سے بڑے دشمن تھے وہ بھی آپ کی عالی نسبی کے گواہ تھے۔ ابوسفیان حضور ﷺ کا سب سے بڑا دشمن تھا۔ کفار مکہ نے اسلام کا نام و نشان مٹانے کے لیے مدینہ طیبہ پر جو حملے کیے تھے ان میں سے اکثر میں کفار کی قیادت ابوسفیان کے پاس تھی۔ اس ابوسفیان نے، قیصر روم کے دربار میں، قیصر روم کے درباریوں، عیسائی پادریوں اور کاروان قریش کے ارکان کی موجودگی میں، حضور ﷺ کی عالی نسبی کی گواہی دی تھی۔ یہ واقعہ صحاح ستہ کی مختلف کتب میں خود ابوسفیان کی زبان سے بیان ہوا ہے۔ بخاری شریف کی حدیث کا ترجمہ پیش خدمت ہے:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، آپ نے فرمایا: حضور ﷺ نے قیصر کو خط لکھا اور اس کے ذریعے اس کو اسلام کی دعوت دی۔ آپ نے حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو یہ خط دے کر قیصر کی طرف روانہ فرمایا۔ حضور ﷺ نے حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا کہ وہ یہ خط بصریٰ کے گورنر کے حوالے کر دیں تاکہ وہ یہ خط قیصر تک پہنچا دے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب اللہ تعالیٰ نے قیصر کو ایرانی فوجوں کے خلاف فتح عطا فرمائی تھی اور وہ اس آزمائش میں کامیابی پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے حمص سے بیت المقدس حاضر ہوا تھا۔ جب قیصر کو حضور ﷺ کا خط ملا تو اس نے خط پڑھ کر کہا: کسی ایسے آدمی کو تلاش کرو جس کا تعلق اس (محمد عربی ﷺ) کی قوم سے ہو، تاکہ میں اس سے اس رسول کے متعلق کچھ سوالات کر سکوں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: مجھے ابو سفیان نے بتایا کہ وہ اس وقت قریش کے کچھ دوسرے لوگوں کے ہمراہ شام میں تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب حضور ﷺ اور قریش کے درمیان معاہدہ تھا اور وہ اس معاہدہ کی مدت میں تجارت کی غرض سے شام آئے ہوئے تھے۔ ابوسفیان کہتے ہیں: قیصر کا ایلچی ہمیں شام کے کسی مقام پر ملا اور مجھے اور میرے ہمراہیوں کو اپنے ساتھ بیت المقدس لے گیا۔ ہمیں قیصر کے سامنے پیش کیا گیا۔ وہ اپنی مسند سلطنت پر بیٹھا تھا۔ تاج اس کے سر پر تھا اور اس کے گرد روم کے بڑے بڑے سردار بیٹھے تھے۔ اس نے اپنے ترجمان سے کہا: ان سے پوچھو کہ ان میں سے کون اس شخص کا قریبی رشتہ دار ہے جو نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ ابوسفیان کہتے ہیں: میں نے کہا: میں نسب میں ان سے قریب ترین ہوں۔ اس نے کہا: تمہارا ان کے ساتھ کیا رشتہ ہے؟ میں نے کہا: وہ میرے چچا زاد ہیں۔ (اس قافلے میں میرے بغیر کوئی شخص نہ تھا جو عبد مناف کے خاندان سے ہو) قیصر نے کہا: اس کو قریب لے آؤ۔ مجھے قریب لایا گیا اور اس کے حکم سے میرے ہمراہیوں کو میرے پیچھے کھڑا کر دیا گیا۔ اس نے اپنے ترجمان سے کہا: اس کے ہمراہیوں سے کہو کہ میں اس سے اس شخص کے بارے میں سوال کروں گا جو نبوت کا دعویٰ کرتا ہے۔ اگر یہ کوئی جھوٹی بات کہے تو تم اس کی تکذیب کرنا۔ ابوسفیان کہتے ہیں: خدا کی قسم اگر یہ خوف نہ

ہوتا کہ میرے ساتھی مجھے جھوٹا کہیں گے تو جب قیصر نے مجھ سے حضور ﷺ کے متعلق سوالات کیے تھے تو میں جھوٹ بولتا لیکن مجھے اس بات سے شرم آئی کہ میرے ساتھی مجھے جھوٹا کہیں گے۔ اس لیے میں نے وہاں ہر بات سچ سچ کہہ دی۔ پھر قیصر نے اپنے ترجمان سے کہا: ان سے پوچھو کہ اس شخص (حضور ﷺ) کا تمہارے درمیان نسب کیا ہے؟

میں نے کہا: وہ ہم میں عالی نسب ہیں۔

اس نے پوچھا: کیا اس قسم کا دعویٰ تمہاری قوم میں پہلے بھی کسی نے کیا ہے؟

میں نے کہا: نہیں۔

اس نے کہا: کیا اس دعویٰ سے پہلے بھی تم ان کو جھوٹا کہتے تھے؟

میں نے کہا: نہیں۔

اس نے پوچھا: کیا ان کے آباءواجداد میں کوئی بادشاہ تھا؟

میں نے کہا نہیں۔

اس نے پوچھا: کیا بااثر اور صاحب حیثیت لوگ ان کی پیروی کرتے ہیں یا کمزور لوگ؟

میں نے کہا: بلکہ کمزور لوگ۔

اس نے پوچھا: کیا ان لوگوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے یا کمی؟

میں نے کہا: ان کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔

اس نے پوچھا: کیا ان کے دین میں داخل ہونے کے بعد کوئی شخص ان کے دین سے متنفر ہو کر دین کو خیر باد بھی کہتا ہے؟

میں نے کہا: نہیں۔

اس نے پوچھا: کیا وہ عہد شکنی بھی کرتے ہیں؟

میں نے کہا: نہیں، البتہ اب ہمارا ان سے ایک معاہدہ ہوا ہے اور ہمیں ڈر ہے کہ وہ اس کی خلاف ورزی کریں گے۔ ابوسفیان کہتے ہیں: اس ایک بات کے سوا میں محمد (ﷺ) کی تنقیص میں کوئی لفظ نہ کہہ سکا کیونکہ مجھے اپنے ہمراہیوں کی طرف سے جھوٹا کہے جانے کا خوف تھا۔

پھر اس نے پوچھا: کیا تمہارے اور اس کے درمیان کبھی لڑائی بھی ہوئی ہے؟

میں نے کہا: ہاں۔

اس نے پوچھا: تمہاری لڑائی کا نتیجہ کیا نکلا؟

میں نے کہا: ہماری لڑائی کے نتائج بدلتے رہتے ہیں۔ کبھی وہ غالب آجاتے ہیں اور کبھی ہم۔

اس نے پوچھا: وہ کس چیز کا حکم دیتے ہیں؟

میں نے کہا: وہ ہمیں خدائے واحد کی عبادت کا حکم دیتے ہیں اور کسی شے کو اس کا شریک بنانے سے منع کرتے ہیں۔ وہ ہمیں ان چیزوں کی عبادت سے روکتے ہیں جن کی عبادت ہمارے آباء واجداد کیا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ وہ ہمیں نماز، زکوٰۃ، پاک دامنی، ایفائے عہد اور امانت داری کا حکم دیتے ہیں۔

میں نے یہ باتیں کہیں تو اس نے اپنے ترجمان سے کہا: اس سے کہو کہ میں نے اس کے نسب کے متعلق پوچھا تو تم نے کہا کہ وہ عالی نسب ہیں۔ اسی طرح تمام رسول اپنی قوم میں عالی ترین نسب سے تعلق رکھتے ہیں۔ میں نے تم سے پوچھا کہ تمہاری قوم میں اس سے پہلے بھی کسی نے یہ دعویٰ کیا تھا تو تم نے نفی میں جواب دیا۔ اگر تمہاری قوم میں اس سے پہلے بھی کسی نے یہ دعویٰ کیا ہوتا تو میں کہتا کہ یہ شخص ایک ایسا دعویٰ کر رہا ہے جو اس سے پہلے بھی اس کی قوم میں ہو چکا ہے۔ میں نے تم سے پوچھا کہ کیا اس دعویٰ سے پہلے بھی تم اس کو جھوٹا قرار دیتے تھے تو تم نے اس کا بھی نفی میں جواب دیا۔ اس سے مجھے یقین ہو گیا کہ یہ ممکن نہیں کہ ایک شخص انسانوں کے متعلق تو جھوٹ بولنا گوارا نہ کرے اور خدا کے متعلق جھوٹ بولنے لگے۔ میں نے تم سے پوچھا کہ کیا اس کے آباء واجداد میں کوئی بادشاہ تھا تو تم نے اس کا نفی میں جواب دیا۔ اگر اس کے آباء واجداد میں کوئی بادشاہ ہوتا تو میں سوچتا کہ یہ اس ذریعے سے اپنے اجداد کی حکومت دوبارہ حاصل کرنا چاہتا ہے۔ میں نے تم سے سوال کیا کہ کیا صاحب حیثیت لوگ ان کی پیروی کر رہے ہیں یا کمزور لوگ، تو تم نے جواب دیا کہ کمزور ان کے پیروکار ہیں۔ مجھے علم ہے کہ انبیاء و رسل کے پیروکار اسی قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ میں نے تم سے سوال کیا کہ ان کے پیروکار تعداد میں بڑھ رہے ہیں یا گھٹ رہے ہیں تو تم نے جواب دیا کہ بڑھ رہے ہیں۔ ایمان کی خوبی ہی یہ ہے کہ وہ بڑھتا رہتا ہے حتیٰ کہ کمال کو پہنچ جاتا ہے۔ میں نے تم سے سوال کیا کہ کیا کوئی شخص ان کے دین میں داخل ہونے کے بعد، دین سے متنفر ہو کر، مرتد بھی ہو جاتا ہے تو تم نے نفی میں جواب دیا۔ ایمان کی شان ہی یہ ہے کہ جب اس کی حلاوت سے دل آشنا ہو جاتے ہیں تو پھر کوئی اس سے متنفر نہیں ہوتا۔ میں نے پوچھا کہ کیا وہ عہد شکنی کرتے ہیں تو تم نے نفی میں جواب دیا۔ انبیاء کی شان یہی ہے کہ وہ عہد شکنی نہیں کرتے۔ میں نے تم سے پوچھا کہ کیا تم نے ان سے کبھی جنگ کی ہے تو تم نے جواب دیا کہ ہاں تم نے ان سے جنگیں کی ہیں اور ان جنگوں میں کبھی تم جیت جاتے ہو اور کبھی وہ غالب آ جاتے ہیں۔ انبیاء کی پہچان ہی یہ ہے کہ کبھی وہ آزمائش میں مبتلا ہوتے ہیں لیکن انجام کار فتح ان ہی کا مقدر بنتی ہے۔ میں نے تم سے پوچھا کہ وہ تمہیں کن کاموں کا حکم دیتے ہیں تو تم نے جواب دیا کہ وہ تمہیں خدائے واحد کی عبادت کا حکم دیتے ہیں اور

شرک سے منع کرتے ہیں اور ان چیزوں کی عبادت سے روکتے ہیں جن کی عبادت تمہارے آباء و اجداد کرتے تھے۔ مزیں برآں وہ تمہیں نماز، صدقات، پاک دامنی، ایفائے عہد اور امانت داری کا حکم دیتے ہیں۔ ایک نبی کی یہی صفات ہوتی ہیں۔ مجھے معلوم تھا کہ ایک رسول تشریف لانے والے ہیں لیکن میرا خیال یہ نہیں تھا کہ وہ تم میں سے ہوں گے۔ تم نے جو باتیں کہی ہیں اگر وہ سچ ہیں تو ایک روز ان کی حکومت اس جگہ پر بھی ہوگی جہاں میں بیٹھا ہوں۔ اگر مجھے ان سے ملاقات کا یقین ہوتا تو میں ان سے ملاقات کے لیے پوری کوشش کرتا اور اگر میں ان کے پاس ہوتا تو ان کے پاؤں دھوتا۔

ابوسفیان کہتے ہیں: پھر اس نے حضور ﷺ کا خط منگوا کر پڑھا۔ اس کے الفاظ یہ تھے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اللہ کے بندے اور رسول محمد ﷺ کی طرف سے ہرقل شاہ روم کے نام۔ سلامتی ہو اس پر جس نے ہدایت کو اختیار کیا۔ اما بعد: میں تمہیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں اسلام لے آؤ، سلامت رہو گے۔ اسلام لے آؤ اللہ تعالیٰ تمہیں دوہرا اجر عطا کرے گا اور اگر تم نے روگردانی کی تو مزارعین (یعنی تمہاری رعایا) کا بوجھ بھی تمہارے کندھوں پر ہوگا۔ اے اہل کتاب! آؤ اس بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے کہ ہم خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ بنائیں، اور خدا کے سوا ہم ایک دوسرے کو اپنا رب نہ بنائیں۔ پھر اگر وہ روگردانی کریں تو تم کہہ دو کہ گواہ رہنا کہ ہم مسلمان ہیں۔

ابوسفیان کہتے ہیں کہ جب قیصر نے بات ختم کی تو اس کے اردگرد بیٹھے ہوئے رومی سرداروں کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ انہوں نے بہت شور مچایا مگر مجھے معلوم نہیں کہ وہ کیا کہہ رہے تھے۔ پھر ہمیں دربار سے باہر لایا گیا۔ جب میں اپنے ہمراہیوں کے ساتھ باہر آیا تو میں نے خلوت میں اپنے ہمراہیوں سے کہا: ابن ابی کبشہ (محمد ﷺ) کا کام بن گیا ہے۔ رومیوں کا بادشاہ یہاں بیٹھا ان سے ڈر رہا ہے۔

ابوسفیان کہتے ہیں: خدا کی قسم اس کے بعد میں مسلسل ذلیل رہا۔ مجھے یقین تھا کہ ایک دن ضرور ان کا دین غالب آئے گا۔ اسی حالت میں اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اسلام داخل کر دیا۔ حالانکہ میں اس کو ناپسند کرتا تھا۔ (1)

یہ ایک طویل حدیث ہے۔ جس موضوع پر ہم بحث کر رہے ہیں اس کے ساتھ اس طویل حدیث کے ایک مختصر سے جملے کا تعلق ہے لیکن اس کے باوجود اس حدیث کو مکمل طور پر ہم نے یہاں نقل کرنا مناسب سمجھا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس حدیث پاک کا ایک ایک جملہ، دشمنوں کی زبانوں سے،

1۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری ''صحیح البخاری'' (قدیمی کتب خانہ کراچی 1961ء) جلد 1، صفحہ 413-412

حضور ﷺ کی عظمت کا اعلان کروا رہا ہے۔

قیصر کا دربار ہے جو اپنے وقت کا طاقت ور ترین بادشاہ ہے۔ یہ بادشاہ عیسائی ہے اور اپنی مذہبی کتاب ''بائبل'' کا عالم ہے۔ قیصر کو ایک امی عرب کی طرف سے خط موصول ہوتا ہے جو اپنے آپ کو خدا کا رسول کہتا ہے اور قیصر کو اپنا دین قبول کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ قیصر صورت حال کی تحقیق کے لیے کسی ایسے شخص کی تلاش کرنے کا حکم دیتا ہے جو رسالت کا دعویٰ کرنے والے اس شخص کا ہم قوم ہو۔ جو شخص اس مقصد کے لیے اس کے دربار میں لایا جاتا ہے وہ اس مدعی رسالت کا قریبی رشتہ دار بھی ہے اور جانی دشمن بھی۔ جو لوگ اس کے ہمراہ ہیں وہ بھی اس نبوت کا دعویٰ کرنے والے کے دشمن ہیں۔ جب یہ شخص قیصر کے دربار میں حاضر ہوتا ہے تو وہ تاج شاہی سر پر سجائے مسند سلطنت پر براجمان ہے۔ طاقت کے نشے میں مخمور رومی سردار اور علم کے نشے میں مست عیسائی پادریوں سے دربار پر ہے۔ اس پورے ماحول میں ایک شخص بھی ایسا نہیں جس کے دل میں اس رسول عربی (ﷺ) کے متعلق کوئی نرم گوشہ موجود ہو۔

اجنبیت کے اس ماحول میں قیصر سوال کر رہا ہے۔ رسول عربی کا سب سے بڑا دشمن جواب دے رہا ہے۔ جواب دینے والے کے ہمراہی اپنی خاموشی کے ذریعے اس کی تصدیق کر رہے ہیں اور قیصر کا پورا دربار اس کارروائی کا گواہ ہے۔ اس کارروائی میں کیا جانے والا ہر سوال اور اس کا جواب صفحات تاریخ پر عظمت مصطفی علیہ التحیۃ والثناء کے نقوش ثبت کر رہا ہے۔

سوال و جواب کی اس کارروائی کے اختتام پر قیصر اور ابوسفیان جن تاثرات کا اظہار کر رہے ہیں وہ اس حقیقت کا بین ثبوت ہے کہ یہ دونوں حق کی قوت قاہرہ کے سامنے اپنی گردنیں جھکا چکے ہیں۔ قیصر کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ ابوسفیان کے ساتھ گفتگو کے بعد اس کو کامل یقین ہو چکا ہے کہ یہ ہستی وہی ہے جس کا ذکر ان کو بائبل میں جا بجا ملتا ہے۔ ابوسفیان کو بھی یقین ہے کہ محمد عربی ﷺ حق کے علمبردار ہیں اور ان کی تعلیمات کا ہر لفظ حق ہے۔ وہ جانتا ہے کہ اگر وہ سچ بولے گا تو وہ قیصر اور اس کے درباریوں کے لیے محمد عربی ﷺ کی صداقت اور آپ کے دین کی حقانیت کا ثبوت ہو گا۔

یہ وہ زمانہ ہے جب عیسائیوں کی اسلام دشمنی کی تاریخ کا ابھی آغاز نہیں ہوا تھا۔ اس لیے آپ قیصر کو ایک غیر جانبدار شخص قرار دے سکتے ہیں جب کہ ابوسفیان اسلام کا پکا دشمن ہے۔

ایک غیر جانبدار عیسائی بھی حضور ﷺ کی رفعتوں کو تسلیم کر رہا ہے اور ایک جانی دشمن کو بھی یقین ہے کہ محمد عربی ﷺ کا مقابلہ کرنے سے اس کے حصے میں ذلتوں اور رسوائیوں کے بغیر کچھ نہیں آئے گا۔ تاریخ شاید ایسی مثال پیش نہ کر سکے جب غیر جانبدار مبصروں اور دشمنوں نے کسی عظیم ہستی کے سامنے یوں گردنیں جھکائی ہوں۔

سوال و جواب کی اس کارروائی میں قیصر نے ابوسفیان سے پہلا سوال ہی حضور ﷺ کے نسب کے بارے میں کیا تھا۔ اس کو یقین تھا کہ وہ سچ مچ نبی ہیں تو ان کا نسب اعلیٰ ہوگا۔ قیصر کے اس سوال کے جواب میں ابوسفیان نے کہا تھا: ''هُوَ فِيْنَا ذُوْ نَسَبٍ'' کہ آپ ہم میں عالی نسب کے مالک ہیں۔ ابوسفیان کے اس جواب کے بعد قیصر سمجھ گیا تھا کہ صورت حال کی تحقیق کے لیے اس نے اپنے ذہن میں جو معیار مقرر کیا تھا اس کی پہلی اور بہت بڑی شرط پوری ہو چکی ہے۔ ابوسفیان دشمن تھا لیکن اس کو حضور ﷺ کی نسبی حیثیت پر کوئی اعتراض نہ تھا۔ اس کے ہمراہی عرب بھی حضور ﷺ کی عالی نسبی کے معترف تھے۔ قیصر ایک غیر جانبدار شخص تھا۔ عربوں کی اس شہادت کے بعد کہ محمد عربی (ﷺ) کا تعلق عرب کے اعلیٰ ترین خاندان سے ہے، اس کے لیے بھی حضور ﷺ کی عالی نسبی کے متعلق شک و شبہہ کرنے کی کوئی گنجائش نہ تھی لیکن اس کے بعد آنے والے عیسائی اور یہودی مستشرقین جو غیر جانبداری کا لبادہ اوڑھ کر اور تعصب کی عینک لگا کر اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کی زندگی کا مطالعہ کرتے ہیں، ان کو حضور ﷺ کے نسب میں بھی خامیاں نظر آنے لگیں۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے محمد عربی ﷺ کے جد امجد حضرت اسماعیل علیہ السلام کے نسبی مقام کو گھٹانے کی کوششیں کیں۔ انہوں نے خاندان بنو ہاشم کو قریش کے دیگر خاندانوں سے کم تر قرار دیا۔ انہوں نے عبدالمطلب کے بعد ان کی اولاد کی سماجی حیثیت کو زوال پذیر قرار دیا۔ انہوں نے حضور ﷺ کو سماجی حیثیت اور معاشی حیثیت سے معاشرے کا ایک محروم فرد قرار دینے کی کوشش کی۔ منٹگمری واٹ، جو ایک انصاف پسند مستشرق سمجھا جاتا ہے، اس نے اس قسم کے مفروضوں کو ثابت کرنے کے لیے اپنا پورا زور قلم صرف کیا ہے۔

مستشرقین کے یہ تمام مفروضے اس قابل نہیں کہ ان کی تردید کے لیے وقت ضائع کیا جائے۔ ان کی توجہ ہم مذکورہ بالا حدیث کی طرف منعطف کرانے پر اکتفا کرتے ہیں جس میں حضور ﷺ کی عالی نسبی کا اعتراف آپ کا سب سے بڑا دشمن کر رہا ہے اور مسلمانوں کے ایمان کی تازگی کے لیے حضور ﷺ کی چند احادیث طیبہ پیش کرتے ہیں جن سے حضور ﷺ کے خانوادہ کی عظمت مترشح ہو رہی ہے۔

طلوع اسلام سے پہلے عربوں کی اجتماعی زندگی میں قبائلی نظام رائج تھا۔ کمزور قبیلے کا فرد کسی طاقتور قبیلے کے فرد کے ساتھ زیادتی کرتا تو اس کا اپنے جرم سے بھی کئی گنا بڑی سزا سے بچنا ممکن نہ تھا اور طاقتور قبیلے کا کوئی شخص کسی کمزور قبیلہ کے کسی شخص کے ساتھ زیادتی کرتا تو وہ اپنے قبیلہ کے زور پر سزا سے بچ جاتا تھا۔ ان کے ہاں کسی قبیلے کے طاقتور یا کمزور ہونے کا یہی معیار تھا۔ قبیلہ بنو ہاشم کو قبائل قریش میں کیا حیثیت حاصل تھی، اس کی ایک جھلک دکھانے کے لیے بخاری شریف کی ایک حدیث پاک پیش کی جاتی ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: زمانہ جاہلیت میں ''قسامہ'' (1) کا جو پہلا واقعہ پیش آیا اس کا تعلق ہمارے قبیلہ بنو ہاشم سے تھا۔ قبیلہ بنو ہاشم کے ایک شخص کو قریش کی کسی دوسری شاخ سے تعلق رکھنے والے ایک شخص نے اجرت پر حاصل کیا اور اسے لے کر اپنے اونٹوں کے پاس چلا گیا۔ اس ہاشمی کے پاس سے قبیلہ بنو ہاشم کا ایک اور شخص گزرا۔ اس شخص کی خرجین کا کاج ٹوٹ گیا تھا۔ اس نے اس ہاشمی سے خرجین باندھنے کے لیے رسی مانگی تاکہ اونٹوں کو بدکنے سے بچا سکے۔ اس نے اس کو رسی دے دی جس سے اس نے اپنی خرجین کو باندھ لیا۔ جب انہوں نے پڑاؤ کیا تو تمام اونٹوں کو باندھ دیا گیا سوائے ایک اونٹ کے۔ اونٹوں والے شخص نے اس ہاشمی اجیر سے اس اونٹ کو نہ باندھنے کی وجہ پوچھی تو اس نے جواب دیا کہ اس کو باندھنے کے لیے رسی نہیں ہے۔ اس نے پوچھا کہ رسی کہاں ہے اور ساتھ ہی اپنی چھڑی اس کی طرف پھینکی جو اس کے لیے جان لیوا ثابت ہوئی۔ (موت وحیات کی اس حالت میں) اس کے پاس سے ایک یمنی شخص گزرا۔ اس نے اس سے پوچھا کہ کیا وہ حج کے موسم میں مکہ جائے گا۔ اس نے جواب دیا کہ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ نہ جا سکے اور یہ بھی ممکن ہے کہ چلا جائے۔ اس نے پوچھا: کیا تم میری طرف سے زندگی میں کبھی میرا ایک پیغام پہنچا سکتے ہو؟ اس نے اثبات میں جواب دیا۔ اس نے کہا کہ تم جب حج کے موسم میں مکہ جاؤ تو قریش کو پکارنا۔ جب قریش تمہاری پکار پر لبیک کہیں تو ان میں سے بنو ہاشم کو پکارنا۔ جب وہ لبیک کہیں تو ابو طالب کے متعلق پوچھنا اور ان کو بتانا کہ فلاں شخص نے ایک رسی کے بدلے مجھے قتل کیا ہے۔ یہ بتانے کے بعد وہ اجیر مر گیا۔ جب وہ شخص، جس نے اس ہاشمی کو اجرت پر لیا تھا، مکہ واپس آیا تو ابو طالب اس کے پاس گئے اور پوچھا: ہمارا آدمی کہاں ہے؟ اس نے جواب دیا: وہ بیمار ہو گیا تھا۔ میں نے اس کی خوب دیکھ بھال کی اور جب وہ مر گیا تو اس کو دفن کر دیا۔ ابو طالب نے جواب دیا: وہ تمہاری طرف سے اسی سلوک کا مستحق تھا۔

کچھ عرصہ بعد وہ شخص جس کو اس مرنے والے ہاشمی نے پیغام پہنچانے کی وصیت کی تھی، مکہ آیا۔ اس نے قریش کو پکارا۔ جب اس کو بتایا گیا کہ یہ قریش ہیں تو اس نے بنو ہاشم کو پکارا۔ جب اس کو بتایا گیا کہ یہ بنو ہاشم ہیں تو اس نے پوچھا کہ ابو طالب کون ہیں۔ جب ابو طالب اس کے سامنے آئے تو اس نے بتایا کہ فلاں شخص نے مجھے تم تک یہ پیغام پہنچانے کی وصیت کی تھی کہ فلاں شخص نے مجھے ایک رسی کے عوض قتل کر دیا ہے۔ ابو طالب اس شخص کے پاس گئے اور کہا: تم نے ہمارے آدمی کو قتل کر دیا ہے۔ اب تم تین باتوں میں سے جو ایک بات چاہو اختیار کر لو: (۱) سو اونٹ بطور دیت ادا کرو (۲) تیری قوم

1۔ کسی جرم کو ثابت کرنے کے لیے یا مجرم کی بے گناہی ثابت کرنے کے لیے قبیلہ کے متعدد افراد کے قسم کھانے کے عمل کو ''قسامہ'' کہتے ہیں۔

کے پچاس شخص قسم کھا کر کہیں کہ تم نے اس کو قتل نہیں کیا (۳) اگر تم ان میں سے کسی کام کے لیے بھی تیار نہ ہو تو ہم تم کو قتل کر دیں گے۔ وہ شخص اپنی قوم کے پاس آیا تو انہوں نے کہا: ہم قسم کھائیں گے۔ بنو ہاشم کی ایک عورت، جو قاتل قبیلے کے کسی شخص کے عقد میں تھی اور اس سے اس کی اولاد بھی تھی، ابو طالب کے پاس آئی اور کہا: جن پچاس آدمیوں نے قسم دینی ہے ان میں سے ایک کی جگہ پر میرے اس بچے کی قسم شمار کر لیں اور اس کو قسم دینے پر مجبور نہ کریں۔ ابو طالب نے اس عورت کی درخواست قبول کر لی۔ اس قبیلے کا ایک اور شخص ابو طالب کے پاس آیا اور کہا: آپ نے سو اونٹوں کے بدلے پچاس آدمیوں کی قسم رکھی ہے۔ ہر آدمی کے حصے میں دو اونٹ آتے ہیں۔ آپ میری طرف سے یہ دو اونٹ قبول کر لیں اور مجھے قسم پر مجبور نہ کریں۔ ابو طالب نے اس کی درخواست بھی قبول کر لی اور دو اونٹ لے لیے۔ اڑتالیس آدمی آئے اور انہوں نے قسم کھالی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: خدا کی قسم ابھی ایک سال بھی نہ گزرا تھا کہ ان اڑتالیس میں سے کوئی ایک شخص بھی زندہ نہ بچا۔ (1)

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ بنو ہاشم کو قبائل قریش میں کوئی خاص حیثیت حاصل نہ تھی اور جن کا خیال ہے کہ عبد المطلب کے بعد ان کے بیٹے کم تر سماجی حیثیت پر قانع ہو گئے تھے، اس حدیث کے مطالعے کے بعد ان کی آنکھیں کھل جانی چاہئیں۔

مرنے والے ہاشمی کو یقین تھا کہ ابو طالب کی موجودگی میں اس کا خون رائیگاں نہیں جا سکتا۔ اسے یہ بھی یقین ہے کہ اس کے قبیلے بنو ہاشم میں اتنا دم خم ہے کہ وہ اس کے قاتل سے اس کا قصاص لے سکتے ہیں۔ ابو طالب، حقیقت حال سے پردہ اٹھتے ہی، اپنے قبیلے کے مقتول کا حساب چکانے کے لیے متحرک ہو جاتے ہیں۔ قاتل اور اس کے قبیلے کو یقین ہے کہ وہ بپھرے ہوئے ہاشمی خون کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اس لیے پچاس آدمی قسم کھانے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ رب قدوس کو بھی یہ گوارا نہیں کہ اس کے حبیب ﷺ کے قبیلے کے کسی شخص کا خون جھوٹی قسموں کی وجہ سے رائیگاں چلا جائے، اس لیے جو جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں وہ بھی کیفر کردار کو پہنچ جاتے ہیں۔

عربوں کے نزدیک جو باتیں کسی قبیلے کی شان و شوکت کا ثبوت تھیں، یہ واقعہ بتاتا ہے کہ وہ ساری باتیں قبیلہ بنو ہاشم میں موجود تھیں۔ اسی وجہ سے عربوں میں بنو ہاشم کا مقام مسلم تھا۔ جو لوگ مسلمانوں کے دلوں سے عظمت رسول کا احساس ختم کرنے کے لیے، دوسرے بے شمار حیلوں کی طرح، آپ کے قبیلے کا وزن گھٹانے کی بھی سازشیں کرتے ہیں، ان مذموم تدبیروں سے انہیں کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ اپنی شاطرانہ چالوں سے تاریخی حقائق کو جھٹلا نہیں سکتے۔

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 542

تاریخ میں ایسی مثال ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملے گی کہ کسی خاندان یا قبیلے کو اعلیٰ سماجی اور سیاسی حیثیت حاصل ہو اور وہ اپنی اس حیثیت کو مادی مفادات حاصل کرنے کے لیے استعمال نہ کرے۔ لیکن رسول معظم ﷺ کی برکت سے خانوادۂ رسول کو یہ یکتا مقام حاصل ہے کہ انہوں نے اپنی حیثیت کو مادی مفادات کے لیے استعمال کرنے کو اپنی شان کے لائق نہیں سمجھا۔ صدقات اور زکوٰۃ کی مد میں جتنا مال اکٹھا ہوتا تھا اس پر مسلمانوں کے ہر قبیلے کے فقراء کا حق تھا لیکن محمد ﷺ اور آل محمد ﷺ کو اس سے کچھ لینے کی اجازت نہ تھی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے صدقہ کی کھجوروں میں سے ایک کھجور منہ میں ڈال لی۔ حضور ﷺ نے ان کی اس حرکت پر ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا: اس کھجور کو منہ سے نکال کر پھینک دو، کیا تم جانتے نہیں ہو کہ ہم صدقہ نہیں کھایا کرتے۔(1)

حضرت ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے قبیلہ بنو مخزوم کے ایک شخص کو صدقات کا عامل مقرر فرمایا۔ اس شخص نے ابو رافع سے کہا: تم میرے ساتھ چلو کہ تمہیں بھی اس سے کچھ حصہ مل جائے۔ ابو رافع رضی اللہ عنہ نے کہا: میں پہلے حضور ﷺ سے اس کے متعلق پوچھوں گا۔ وہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس کے متعلق سوال کیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: کسی قبیلے کا مولیٰ اس قبیلے کا فرد سمجھا جاتا ہے اور ہمارے لیے صدقہ کا مال حلال نہیں ہے۔(2)

حضرت عبدالمطلب بن ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ان کے والد ربیعہ بن حارث اور عباس بن عبدالمطلب نے عبدالمطلب بن ربیعہ اور فضل بن عباس سے فرمایا: تم دونوں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضری دو اور عرض کرو: یا رسول اللہ! ﷺ آپ جانتے ہیں کہ ہم اب جوان ہو گئے ہیں اور ہم شادی کرنا چاہتے ہیں۔ یا رسول اللہ! ﷺ آپ صلہ رحمی فرمانے والے ہیں۔ ہمارے والدین کے پاس اتنا مال نہیں کہ وہ ہماری طرف سے مہر ادا کر سکیں۔ یا رسول اللہ! ﷺ ہمیں مال صدقات پر عامل مقرر فرما دیجئے۔ جتنا مال دیگر عمال آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں اتنا ہم بھی پیش کر دیں گے اور ہمیں بھی اس سے کچھ سہارا مل جائے گا۔ ہم اسی حال میں تھے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا: خدا کی قسم، حضور ﷺ تم میں سے کسی کو صدقات کا عامل مقرر نہیں فرمائیں گے۔ حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: آپ کا رویہ

1۔ امام مسلم بن حجاج بن مسلم القشیری، الصحیح لمسلم (قدیمی کتب خانہ کراچی 1956ء) جلد 1، صفحہ 44-343

2۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد (مکتبہ امدادیہ ملتان، س ن) جلد 1، صفحہ 240

ہمارے ساتھ یہ ہے جب کہ آپ کو حضور ﷺ کی دامادی کا شرف حاصل ہوا تو ہم نے آپ سے حسد نہیں کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی چادر نیچے ڈال دی اور لیٹ گئے۔ پھر فرمایا: میرا نام ابوالحسن ہے اور میں صاحب الرائے شخص ہوں۔ میں یہاں سے اس وقت تک نہیں ہٹوں گا جب تک تمہارے بیٹے حضور ﷺ کے پاس سے تمہارے سوال کا جواب لے کر لوٹ نہیں آتے۔ عبدالمطلب کہتے ہیں: میں اور فضل چل پڑے۔ جب ہم وہاں پہنچے تو ظہر کی نماز کھڑی ہو چکی تھی۔ ہم نے با جماعت نماز ادا کی پھر ہم تیزی سے حضور ﷺ کے حجرہ کے دروازہ کی طرف بڑھے۔ اس روز آپ کا قیام حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے پاس تھا۔ ہم دروازے پر کھڑے ہو گئے حتی کہ حضور ﷺ تشریف لے آئے۔ آپ نے ہم دونوں کے کان پکڑے اور فرمایا: تم نے جو کچھ اپنے سینوں میں چھپا رکھا ہے اسے ظاہر کر دو۔ آپ نے ہمیں اندر داخل ہونے کی اجازت مرحمت فرمائی اور ہم اندر داخل ہو گئے۔ تھوڑی دیر تو ہم بولنے کی ذمہ داری ایک دوسرے پر ڈالتے رہے پھر ہم میں سے ایک گویا ہوا اور اس نے وہ بات عرض کی جس کا حکم ہمیں بزرگوں نے دیا تھا۔ حضور ﷺ تھوڑی دیر خاموش رہے۔ پھر آپ نے اپنی نگاہ چھت کی طرف اٹھائی۔ طویل سکوت دیکھ کر ہم سمجھے کہ حضور ﷺ ہماری بات کا جواب نہیں دیں گے۔ اسی اثنا میں ہم نے دیکھا کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا، پردے کے پیچھے سے، ہاتھ کے اشارے کے ساتھ، ہمیں سمجھا رہی تھیں کہ جلدی نہ کرنا، حضور ﷺ تمہارے معاملے میں ہی غور فرما رہے ہیں۔ پھر حضور ﷺ نے اپنا سر مبارک نیچے کیا اور فرمایا: یہ صدقہ کا مال لوگوں کا میل ہے۔ یہ نہ تو محمد (ﷺ) کے لیے حلال ہے اور نہ آپ کی آل کے لیے۔ تم جاؤ اور نوفل بن حارث کو بلا لاؤ۔ نوفل کو آپ کے پاس بلا کر لایا گیا تو آپ نے ان سے فرمایا: تم اپنی بچی کا نکاح عبدالمطلب سے کر دو۔ انہوں نے مجھ سے اپنی بیٹی کا نکاح کر دیا۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا: محمیہ بن جزء کو بلا لاؤ۔ محمیہ کا تعلق بنو زبیدہ سے تھا اور حضور ﷺ نے ان کو مال خمس پر عامل مقرر فرما رکھا تھا۔ حضور ﷺ نے محمیہ سے فرمایا: تم اپنی بیٹی کا نکاح فضل سے کر دو۔ انہوں نے فضل سے اپنی بیٹی کا نکاح کر دیا۔ پھر حضور ﷺ نے ان سے فرمایا: مال خمس سے ان کا اتنا اتنا مہر ادا کر دو۔ عبداللہ بن حارث (راوی) نے مہر کی مقدار مقرر نہیں کی۔ (1)

زبیر بن عبدالمطلب کی بیٹی ام الحکم یا ضباعہ سے مروی ہے، فرماتی ہیں: حضور ﷺ کی تحویل میں کچھ لونڈیاں اور غلام آئے تو میں اور میری بہن فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں۔ ہم نے اپنی مشقت کی شکایت کی اور عرض کیا کہ آپ ہمیں خدمت کے لیے کوئی غلام عطا

1۔ سنن ابی داؤد، جلد 2۔ صفحہ 62

کرنے کے احکامات صادر فرمائیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اس معاملے میں تو وہ یتیم تم پر سبقت لے گئے ہیں جن کے باپ جنگ بدر میں شہید ہو گئے تھے۔ البتہ میں تمہیں ایسی چیز بتاؤں گا جو تمہارے حق میں اس سے کہیں بہتر ہے۔ تم ہر نماز کے بعد 33 مرتبہ اللہ اکبر، 33 مرتبہ سبحان اللہ، 33 مرتبہ الحمد للہ اور لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر پڑھا کرو۔ عیاش راوی کہتے ہیں: ام الحکم اور ضباعہ دونوں حضور ﷺ کی چچا زاد بہنیں تھیں۔ (1)

جرأت، بہادری، سخاوت اور دریا دلی ایسی صفات تھیں جن میں عرب قبائل ایک دوسرے سے مقابلہ کیا کرتے تھے۔ بنو ہاشم ان تمام صفات میں، زمانہ جاہلیت میں بھی کسی عرب قبیلے سے پیچھے نہ تھے، لیکن ان کے گھرانے میں جب خدا کا حبیب ﷺ جلوہ گر ہوا تو آپ کی جلوہ گری نے اس گھرانے کی عظمتوں کو چار چاند لگا دیے۔ ان میں سے جنہوں نے حبیب خدا ﷺ کی دعوت پر لبیک کہا، انہیں بتا دیا گیا کہ تم حبیب خدا ﷺ کا خاندان ہو، تمہارا کام مخلوق خدا کی خدمت ہے۔ امت مسلمہ کو قربانی کی ضرورت پڑے تو بنو ہاشم سب سے آگے ہوں اور جب امت مسلمہ کے مالی وسائل کی تقسیم کا وقت آئے تو بنو ہاشم دوسروں کو اپنی ذات پر ترجیح دیں۔ اموال زکوٰۃ و صدقات جو لوگوں کا میل ہیں، ان سے حبیب خدا ﷺ کی آل کے کسی شخص کو ایک کھجور تک منہ میں ڈالنے کی اجازت نہیں۔ خاندان بنو ہاشم کے جوانوں اور موالی کو اموال صدقات پر عامل مقرر کرنے سے پرہیز کیا جاتا ہے۔ خاندان بنو ہاشم کی بیبیاں مال غنیمت میں آنے والے غلاموں میں سے کچھ عطا کیے جانے کا سوال کرتی ہیں تو انہیں بتایا جاتا ہے کہ تم خاندان رسالت کی چشم و چراغ ہو تمہیں لونڈی غلام کی نہیں رب قدوس کی تسبیح و تحمید کی ضرورت ہے۔

خاندانی عظمت کی یہ شان جو بنو ہاشم کے حصے میں آئی، تاریخ عالم میں اس کی مثال ملنا ممکن نہیں ہے۔

اسلام کا پودا، جسے مدنی تاجدار ﷺ نے مکہ کی سرزمین پر لگایا تھا، اسے روز اول ہی سے تند و تیز طوفانوں سے واسطہ پڑا تھا۔ اس پودے کو حق کے متوالوں نے ہمیشہ خون جگر سے سینچا ہے۔ اس شجر طیبہ کی خاطر خون کا نذرانہ پیش کرنے والوں میں عربی بھی تھے اور عجمی بھی، قریش بھی تھے اور دیگر قبائل عرب کے لوگ بھی، اس کے خدام میں گورے بھی تھے اور کالے بھی۔ ہر کسی نے، بقدر حصہ، اس شجر طیبہ کی آبیاری خون جگر سے کی۔ قبیلہ بنو ہاشم کے سپوت وفا کی یہ داستان رقم کرنے میں بھی کسی سے پیچھے نہیں رہے۔ حضور ﷺ نے اعلان نبوت کے بعد جو عرصہ مکہ مکرمہ میں گزارا تھا، اس میں کفار مکہ

1۔ سنن ابی داؤد، جلد 1، صفحہ 63

نے کمزور مسلمانوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے لیکن بنو ہاشم کے انتقام کے خوف سے انہیں حضور ﷺ پر ہاتھ اٹھانے کی جرأت نہیں ہوئی۔

اسلام اور کفر کا پہلا معرکہ جو بدر کے میدان میں برپا ہوا، اس میں صنادید کفر کی طرف سے مبارز طلبی پر سپاہ اسلام سے جو جنگجو میدان میں نکلے تھے، وہ حمزہ، علی اور عبیدہ رضی اللہ عنہم تھے (1)۔ ان تینوں کا تعلق خاندان بنو ہاشم سے تھا۔ ایک حضور ﷺ کے چچا اور دو چچا زاد بھائی تھے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے میدان موتہ میں حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو شہادت کی سعادت سے بہرہ مند ہونے کے بعد دیکھا۔ وہ فرماتے ہیں: میں نے جعفر رضی اللہ عنہ کے جسم پر پچاس زخم شمار کیے۔ ان میں سے ایک زخم بھی ان کی پشت پر نہیں تھا۔ (2)

جنگ حنین میں جب قبیلہ بنو ہوازن کی تباہ کن تیر اندازی سے اسلامی سپاہ میں بھگدڑ مچی تو اس بھگدڑ کے عالم میں اگر کوئی ثابت قدم رہا تو وہ خدا کے رسول ﷺ تھے جو سفید خچر پر سوار تھے اور اس خچر کی باگ ایک ہاشمی جوان ابوسفیان بن حارث کے ہاتھوں میں تھی۔ (3)

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: غزوۂ خیبر میں، آشوب چشم کی وجہ سے، حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور ﷺ سے پیچھے رہ گئے۔ پھر انہوں نے اپنے دل میں کہا: میں حضور ﷺ کے ساتھ شریک جہاد نہ ہوں (یہ کیسے ممکن ہے؟) وہ روانہ ہو گئے اور حضور ﷺ کے ساتھ جا ملے۔ جس روز مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرمائی اس سے پہلی رات کو حضور ﷺ نے فرمایا: کل میں جھنڈا اس شخص کو دوں گا، یا جھنڈا وہ شخص پکڑے گا جس سے خدا اور خدا کا رسول ﷺ محبت کرتے ہیں۔ یا فرمایا: جو خدا اور خدا کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر فتح عطا فرمائے گا۔ حضور ﷺ کے اس ارشاد کے بعد ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا حالانکہ ہمیں ان کے آنے کی امید نہ تھی۔ لوگوں نے عرض کیا: (یا رسول اللہ! ﷺ) یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضور ﷺ نے جھنڈا انہیں عطا فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر فتح عطا فرمائی۔ (4)

دین کی خاطر خانوادۂ رسول اللہ ﷺ کی قربانیوں کی داستان بہت طویل ہے۔ ہم نے محض نمونے کی خاطر چند واقعات کی طرف اشارہ کرنے پر اکتفا کیا ہے۔

خانوادۂ رسول ﷺ وفا اور بہادری کی صفات کے علاوہ سخاوت کے وصف میں بھی کسی سے پیچھے نہ تھے۔ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ جنہوں نے میدان موتہ میں بہادری کی داستان رقم کرتے ہوئے پچاس سے زیادہ زخم کھائے تھے، ان کی شان سخاوت بھی دیدنی تھی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 694 2۔ ایضاً، صفحہ 611 3۔ ایضاً، صفحہ 617 4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 525

اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت جعفر رضی اللہ عنہ مساکین کے حق میں سب لوگوں سے اچھے تھے۔ آپ ہمیں اپنے ساتھ گھر لے جاتے اور گھر میں جو کچھ ہوتا ہمارے سامنے رکھ دیتے۔ یہاں تک کہ آپ گھی کی خالی کپی ہمارے سامنے رکھ دیتے اور ہم اس کو چاٹ لیتے۔(1)

حضرت سعید بن مرجانہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث سنی کہ حضور ﷺ کا یہ ارشاد ہے: جو مسلمان کسی مسلمان غلام کو آزاد کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس غلام کے ہر عضو کے بدلے میں اس مسلمان کے ہر عضو کو دوزخ سے نجات دے دیتا ہے۔ سعید بن مرجانہ کہتے ہیں: میں نے یہ حدیث حضرت علی بن حسین (زین العابدین) رضی اللہ عنہما کو سنائی تو انہوں نے فوراً ایک غلام آزاد کر دیا جس کی خاطر انہیں ابن جعفر نے دس ہزار درہم کی پیش کش کی تھی۔(2)

سطور بالا میں خانوادۂ رسالت کی بہادری، وفا اور سخاوت کی جو مثالیں پیش کی گئی ہیں وہ حضور ﷺ کے ان فرمودات کی تاریخی شہادت پیش کرتی ہیں جو حضور ﷺ نے اپنے خانوادہ کی عظمت کے متعلق ارشاد فرمائے تھے۔ اس سلسلے میں حضور ﷺ کے چند ارشادات ملاحظہ فرمائیں:

حضرت مطلب بن ابی وداعہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ کوئی بات سن کر حاضر ہوئے ہوں۔ (ان کی بات سن کر) حضور ﷺ منبر پر قیام فرما ہوئے اور فرمایا: میں کون ہوں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! (ﷺ) آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو مجھے اپنی بہترین مخلوق میں رکھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے دو حصے کیے تو ان میں سے جو حصہ اچھا تھا مجھے اس میں رکھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے دو حصے کیے تو ان میں سے جو حصہ اچھا تھا مجھے اس میں رکھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو قبائل میں تقسیم کیا تو مجھے بہترین قبیلے میں رکھا۔ پھر ان کے خاندان بنائے تو مجھے بہترین خاندان میں رکھا۔ لہٰذا میں اپنی ذات کے لحاظ سے بھی اور خاندان کے لحاظ سے بھی سب سے بہتر ہوں۔(3)

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا: اللہ تعالیٰ نے اولاد اسماعیل میں سے کنانہ کو منتخب فرمایا، کنانہ سے قریش کو چنا، قریش سے بنو ہاشم کو چنا اور بنو ہاشم سے مجھے منتخب فرمالیا۔(4)

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 526 2۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 495

3۔ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی، جامع الترمذی (فاروقی کتب خانہ، ملتان، س ن) جلد 2، صفحہ 201

4۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 245

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا: ہم بنو عبد المطلب جنتیوں کے سردار ہیں۔ میں، حمزہ، علی، جعفر، حسن، حسین اور مہدی (1) رضی اللہ عنہم۔

حضور ﷺ نے، شکرانِ نعمت کے طور پر ان عظمتوں اور رفعتوں کو بیان فرمایا جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اور آپ کی برکت سے آپ کے خاندان کو عطا فرمائی تھیں۔ آپ کے مقدس خانوادہ نے ان خداداد عظمتوں کی لاج رکھی اور زندگی کے ہر میدان میں اپنے عمل سے یہ ثابت کیا کہ واقعی وہ اس قابل تھے کہ ان کے سروں پر عظمتوں کے یہ تاج سجائے جاتے۔ دنیا میں تاریخ ان کی عظمتوں کا منہ بولتا ثبوت ہے اور قیامت والے دن مخلوقِ خدا اپنی آنکھوں سے ان کی عظمتوں کا مشاہدہ کرے گی۔

ان شاء اللہ العزیز

1۔ محمد بن یزید ابن ماجہ القزوینی، سنن ابن ماجہ (قدیمی کتب خانہ کراچی، س ن) صفحہ 300

جمالِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء

آؤ کہ حسن یار کی باتیں کریں۔

وَاَحْسَنَ مِنْكَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَيْنٌ وَاَجْمَلَ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَآئُ

خُلِقْتَ مُبَرَّأً مِنْ كُلِّ عَيْبٍ كَاَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَآئُ

''آپ ﷺ سے حسین تر کسی آنکھ نے کبھی نہیں دیکھا اور آپ ﷺ سے زیادہ جمیل شخص کسی ماں نے کبھی جنا ہی نہیں۔ آپ ﷺ کو ہر عیب سے پاک پیدا کیا گیا گویا آپ ﷺ کی تخلیق آپ کی اپنی مرضی کے مطابق ہوئی''۔

اللہ تعالیٰ کی یہ سنت رہی ہے کہ وہ جس ہستی کے سر پر تاج نبوت سجاتا ہے اسے کمالات نبوت کے علاوہ ہر قسم کے انسانی کمالات میں بھی امتیازی شان عطا فرماتا ہے۔ حسن ظاہری بھی انسانی کمالات میں بڑی اہم حیثیت رکھتا ہے۔ ایک حسین شخص اپنے حسن خداداد کی وجہ سے مخلوق کی آنکھیں کا تارا بن جاتا ہے اور لوگ اپنے دلوں میں اس کی طرف ایک مخصوص کشش محسوس کرتے ہیں۔ اس حسن ظاہری کے ساتھ اگر اخلاق و کردار کا حسن بھی شامل ہو جائے تو دشمن بھی راہوں میں آنکھوں بچھانے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

انبیائے کرام علیہم السلام کو مبعوث کرنے کا چونکہ بنیادی مقصد ہی یہ ہوتا ہے کہ بادیۂ ضلالت میں بھٹکتی ہوئی انسانیت ان مقدس ہستیوں کی صورت، سیرت، ظاہر و باطن اور اخلاق و کردار میں جھلکتے ہوئے حسن و جمال کا مشاہدہ کرے اور پھر اپنے اوہام واباطیل کے بتوں کو توڑ کر زندگی کی انہی راہوں پر اپنے راہوار زیست کو ڈال دے جو ان مقدس ہستیوں کے نقوش پا سے روشن ہیں، اس لیے رب قدوس ہر نبی کو حسن و جمال کی ان تمام اداؤں سے کماحقہ بہرہ ور فرماتا ہے جو مخلوق کے دلوں میں اس کی محبت کا دریا موجزن کر دیتی ہیں۔

نبی آخر الزمان حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ صرف عام انسانوں ہی کے نبی نہیں بلکہ آپ نبیوں اور رسولوں کے بھی نبی ہیں۔ آپ صرف زمینی مخلوق ہی کے نبی نہیں بلکہ آپ نورانی فرشتوں کے بھی نبی ہیں۔ آپ کی نبوت نہ زمانی قیود کی پابند ہے اور نہ مکانی حدود کی۔ جس ہستی کی نبوت کا دائرہ اتنا وسیع ہے، ظاہر ہے اس کے ظاہری و باطنی کمالات کی شان بھی وہ ہوگی جس کا انسانی پیمانوں سے اندازہ لگانا

ناممکن ہے۔

حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے دیگر انسانی کمالات کے ساتھ ساتھ حسن ظاہری کی بھی بے پناہ دولت عطا فرمائی تھی۔ آپ کو حسن و جمال کی وہ شان عطا ہوئی کہ مخلوق کا ہر فرد دل و جاں سے نثار ہو رہا ہے۔ آپ کو وہ حسن عطا ہوا جس پر صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما ہی نہیں جبرائیل و میکائیل بھی فریفتہ ہیں۔ آپ کے رب قدوس نے آپ کو حسن ظاہری کی دولت سے نوازا بھی اور حسن کے تذکروں کی سنت بھی قائم فرمائی۔ قرآن حکیم جس ہستی کے زلف و رخسار کی قسمیں کھا رہا ہو اس کے جمال کے متعلق انسان کا قلم کیا لکھے اور انسانی زبان کیا بیان کرے، لیکن حسن و جمال میں یہ قوت ہوتی ہے کہ وہ ہر کسی سے اپنی تعریف کروالیتا ہے۔

ہمارے ہاں اب یہ فیشن سا بن گیا ہے کہ جو بات اپنے مزاج کے مطابق نہ ہو اس پر بدعت کا لیبل چسپاں کر دیا جاتا ہے۔ حسن رسول اللہ ﷺ کے تذکروں پر فتوے لگتے ہیں اور جن محافل میں حسن رسول کے تذکرے ہوں ان کے انعقاد کو بدعت قرار دے کر، مسلمانوں کو ان سے روکنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی محفلیں حسن رسول کے تذکروں سے آباد ہوتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو احادیث طیبہ کے مطالعہ کا شوق عطا فرمائے، احادیث طیبہ کی کتب حضور ﷺ کے حسن و جمال کے تذکروں سے بھری پڑی ہیں۔

احادیث طیبہ میں حضور ﷺ کے حسن و جمال کے تذکروں کا موجود ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنی محافل میں ایک دوسرے کے سامنے، اپنے دل کی گہرائیوں میں جنم لینے والے ان جذبات عقیدت و محبت کا اظہار کیا کرتے تھے جو رخ مصطفی کی جلوہ سامانیاں ان کے دلوں میں پیدا کرتی تھیں۔ رواۃ حدیث نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے انہی جذبات کو ہم تک پہنچایا ہے۔ اس لیے حسن مصطفی ﷺ کا بیان بدعت نہیں سنت صحابہ ہے۔ صحاح ستہ میں جا بجا اس کی مثالیں موجود ہیں۔ قارئین کرام کے جذبات محبت کو چھیڑنے کے لیے بطور نمونہ چند احادیث طیبہ پیش کی جاتی ہیں۔ قارئین کرام ان احادیث طیبہ کا مطالعہ کرتے ہوئے یقیناً اس حقیقت کو محسوس کریں گے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حضور ﷺ کو جب بھی دیکھتے محبت کی آنکھ سے دیکھتے اور محبت کی آنکھ سے جسے دیکھا جاتا ہے، اس میں حسن و جمال کے علاوہ کچھ نظر ہی نہیں آتا۔ خدا کے حبیب ﷺ کو ایمان و محبت کی آنکھ سے دیکھنا ہی وہ عمل ہے جس نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو وہ مقام عطا کر دیا ہے کہ ملت کا کوئی اور فرد اس کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ دعا ہے رب کریم قارئین کرام کو توفیق ۱۱۱۱ء

فرمائے کہ وہ جمالِ حبیب کے اس تذکرے کو محبت کی آنکھ سے پڑھیں اور ان کے دلوں کی دنیا محبت حبیب خدا ﷺ کی تنویرات سے جگمگا اٹھے۔

دلربا رنگت

ظاہری حسن و جمال کا جہاں ذکر ہوتا ہے وہاں رنگت کو خاص اہمیت حاصل ہوتی ہے۔ اچھی رنگت نقش و نگار کی کمزوریوں کے باوجود انسان کو پرکشش بنا دیتی ہے اور جب حسین نقش و نگار دلربا رنگت کے ساتھ یکجا ہو جائیں تو دیکھنے والوں کے دلوں میں محبت کے طوفان امنڈنے لگتے ہیں۔ جس ہستی کو خدا کا محبوب ہونے کا شرف حاصل ہے، اس کے جمال کی ہر ادا کا بیان انسانی بساط سے باہر ہے۔ اس کے سراپے کی رنگت اتنی دلربا ہے کہ ہر وقت خدمت اقدس میں حاضر رہنے والے صحابی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب رنگت کا تذکرہ کرنے لگتے ہیں تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ انہیں اس کے بیان کے لیے کوئی لفظ موزوں نہیں لگ رہا۔ وہ حبیب خدا ﷺ کی رنگت کی دلربائی کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اَزْهَرَ اللَّوْنِ لَيْسَ بِاَبْيَضَ اَمْهَقَ وَلَا اٰدَمَ۔(1)

''آپ کی رنگت میں نکھار تھا۔ نہ بہت ہی زیادہ سفید اور نہ ہی بہت زیادہ گندم گوں''۔

حضرت سعید الجریری کا بیان ہے کہ حضرت ابو الطفیل رضی اللہ عنہ نے ان سے ذکر کیا کہ انہوں نے حضور ﷺ کی زیارت کی ہے۔ سعید نے عرض کی کہ حضور ﷺ کو تم نے کیسا پایا تو انہوں نے جواب دیا: كَانَ اَبْيَضَ مَلِيْحًا (2) یعنی آپ کی رنگت گوری تھی اور گوری بھی ایسی جس میں ملاحت اور خوبصورتی اپنے جوبن پر تھی۔

قارئین کرام نے محسوس فرمایا ہوگا کہ حضرت انس اور حضرت ابو الطفیل رضی اللہ عنہما دونوں اپنے آقا ﷺ کی رنگت کی دلربائی کا تذکرہ کرنا چاہتے ہیں۔ دونوں بیان کرتے ہیں کہ آپ کا رنگ گورا تھا اور پھر محسوس کرتے ہیں کہ یہ لفظ حضور ﷺ کی رنگت کے بیان کا حق ادا نہیں کر رہا، اس لیے دونوں اپنے بیان کی وضاحت کے لیے مزید الفاظ کا انتخاب کرتے ہیں۔ ان دونوں صحابہ علیہما الرضوان نے دل کی جن کیفیات کے ساتھ یہ احادیث بیان کی ہیں ان ہی کا نام محبت ہے۔ محبت کی ان احادیث کا مفہوم سمجھنے کے لیے محبت میں ڈوبی ہوئی آنکھیں اور دل نہ ہوں تو بات بن ہی نہیں سکتی۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حضور ﷺ کی محفل میں بیٹھتے تھے۔ انہوں نے حضور ﷺ کے

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 502 2۔ سنن ابی داؤد، جلد 2، صفحہ 320

ہر فعل، ہر قول اور ہر ادا کو محفوظ کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ وہ حضور ﷺ کی حرکات و سکنات کو بیان کرتے ہوئے جب یہ کہنا چاہتے ہیں کہ میری نظر حضور ﷺ کے جسد انور کے فلاں عضو پر پڑی تو وہ یہ نہیں کہتے کہ میں نے حضور ﷺ کے رخسار یا آپ کے بازوؤں کو دیکھا بلکہ وہ کہتے ہیں کہ انہیں آپ ﷺ کے بازوؤں کی چمک نظر آئی ہے۔ گویا ان کی نظر صرف جمال یار کا مشاہدہ کرتی ہے اور بس۔

حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی تدفین کے بعد حضور ﷺ نے ایک شخص کو ایک پتھر اٹھا کر لانے کا حکم دیا۔ وہ صحابی اس پتھر کو نہ اٹھا سکے۔ حضور ﷺ خود تشریف لے گئے۔ بازوؤں سے کپڑا پیچھے کیا اور پتھر کو خود اٹھا لائے۔ جس صحابی نے حضور ﷺ کے اس عمل کو روایت کیا، اس کے الفاظ یہ ہیں: كَأَنِّىْ اَنْظُرُ اِلٰى بَيَاضِ ذِرَاعَىْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (1) (گویا میں حضور ﷺ کے بازوؤں کی سفیدی کو اب بھی دیکھ رہا ہوں)۔

حضور ﷺ نے منبر پر خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے ہاتھوں کو بلند کیا۔ صحابی نے اس کیفیت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى رَأَيْنَا عُفْرَةَ اِبِطَيْهِ (2) (پھر آپ نے اپنے ہاتھ بلند کیے حتیٰ کہ ہم نے آپ کی بغلوں کی سفیدی کا مشاہدہ کیا)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے۔ آپ کے دائیں بائیں سلام پھیرنے کی کیفیت کو وہ ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں: كُنْتُ اَرٰى رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَلِّمُ عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَعَنْ يَّسَارِهٖ حَتّٰى اَرٰى بَيَاضَ خَدِّهٖ (3) (میں حضور ﷺ کو دائیں بائیں سلام پھیرتے ہوئے دیکھتا حتیٰ کہ مجھے آپ کے رخ انور کی سفیدی نظر آتی)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بھی آپ کے سلام پھیرنے کی کیفیت کو اسی سے ملتے جلتے الفاظ میں بیان کیا ہے، فرماتے ہیں: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَلِّمُ عَنْ يَمِيْنِهٖ حَتّٰى يَبْدُوَ بَيَاضُ خَدِّهٖ وَعَنْ يَّسَارِهٖ حَتّٰى يَبْدُوَ بَيَاضُ خَدِّهٖ (4) (حضور ﷺ دائیں جانب سلام پھیرتے حتیٰ کہ آپ کے رخساروں کی سفیدی ظاہر ہو جاتی اور آپ بائیں جانب سلام پھیرتے حتیٰ کہ آپ کے رخساروں کی سفیدی ظاہر ہو جاتی)

سطور بالا میں جو احادیث طیبہ بیان ہوئی ہیں ان کے مطالعہ سے انسان اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ ہر صحابی کو حضور ﷺ کے سراپے میں حسن و جمال کی جلوہ سامانیاں نظر آتی تھیں۔ ان کی نظر آپ کے جسد انور کے جس عضو پر پڑتی وہاں حسن و جمال اپنے کمال پر نظر آتا۔

1۔ سنن ابی داؤد، جلد 2، صفحہ 101 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 53 3۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 216

4۔ امام ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب بن علی بن بحر النسائی، ''سنن النسائی'' (قدیمی کتب خانہ کراچی، س ن) جلد 1، صفحہ 195

ہم نے یہاں صرف وہ احادیث طیبہ بیان کی ہیں جن میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور ﷺ کی رنگت کی دلربائی کو اپنے اپنے انداز میں بیان کیا ہے۔ آپ ﷺ کے حسن و جمال کی دیگر اداؤں کے بیان میں بھی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اسی رویہ کو اپنایا ہے جس کی جھلک قارئین کرام کو اپنے اپنے مقامات پر خود بخود نظر آ جائے گی۔

رخ انور کی تابانی

حضور ﷺ کا رخ انور اتنا تاباں اور درخشاں تھا کہ جو دیکھتا مسحور ہو کر رہ جاتا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپ کے رخ انور کو کبھی شمس وقمر سے تشبیہ دی۔ اور کبھی ان کو آپ کے رخ انور کی چمک میں تلوار یا سونے کی چمک نظر آئی۔ حالت سرور میں آپ ﷺ کے رخ انور کی تابانیوں میں ایک خاص رنگ نظر آتا۔ احادیث طیبہ میں جمال رخ مصطفی ﷺ کے پروانوں کے دلوں کی اس قسم کی کیفیات کی جھلک نظر آتی ہے۔ چند احادیث طیبہ ملاحظہ فرمائیں:

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے سراپے کا بیان کر رہے تھے کہ ایک صحابی نے عرض کیا: آپ کا رخ انور تلوار کی طرح چمک دار تھا"۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے فوراً ان سے اختلاف کیا اور فرمایا: لَابَلْ کَانَ مِثْلَ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ(1) (نہیں بلکہ آپ کا رخ انور شمس وقمر کی طرح روشن تھا)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے جمال جہاں آرا کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: مَا رَأَیْتُ شَیْئًا اَحْسَنَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَاَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِیْ فِیْ وَجْهِهٖ(2) (میں نے حضور ﷺ سے حسین تر کوئی چہرہ نہیں دیکھا۔ یوں محسوس ہوتا تھا گویا سورج آپ کے رخ انور میں رواں دواں ہے)

حضور ﷺ حالت سرور میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں داخل ہوئے تو حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس کیفیت کو ان الفاظ میں بیان فرمایا:

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَیَّ مَسْرُوْرًا تَبْرُقُ اَسَارِیْرُ وَجْهِهٖ (3) (حضور ﷺ حالت سرور میں میرے پاس تشریف لائے تو آپ کے چہرے کے خطوط چمک رہے تھے)

حضور ﷺ کو جب بذریعہ وحی کعب بن مالک رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء کی توبہ کی قبولیت کا علم ہوا تو اس لجپال آقا کی خوشی کا عالم قابل دید تھا۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ جب حضور ﷺ کے طلب کرنے پر حاضر خدمت ہوئے تو انہوں نے اپنے آقا کو جس حالت میں دیکھا، اس کا بیان ان

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 259 2۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 205 3۔ سنن النسائی، جلد 2، صفحہ 111

الفاظ میں کیا:

فَلَمَّا سَلَّمْتُ عَلٰی رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ یَبْرُقُ وَجْھُہٗ مِنَ السُّرُوْرِ وَکَانَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا سُرَّ اِسْتَنَارَ وَجْھُہٗ کَاَنَّہٗ قِطْعَۃُ قَمَرٍ وَکُنَّا نَعْرِفُ ذَالِکَ مِنْہُ(1) (جب میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں سلام عرض کیا، اس حال میں کہ آپ ﷺ کا رخ انور فرحت وانبساط سے جگمگا رہا تھا۔ حضور ﷺ جب بھی مسرور ہوتے، آپ ﷺ کا رخ انور یوں لگتا گویا وہ چاند کا ٹکڑا ہے۔ اور حضور ﷺ کی اس کیفیت سے ہم آشنا تھے)

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی خدمت میں اپنی ایک حاضری کا حال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: وَخَرَجَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی وَبِیْصِ سَاقَیْہِ (2) (پھر حضور ﷺ باہر تشریف لائے۔ گویا آپ کی پنڈلیوں کی سفیدی مجھے اب بھی نظر آ رہی ہے)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کے ایام علالت میں آپ کے دیدار کی کیفیت کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے: کَشَفَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سِتْرَ الْحُجْرَۃِ فَنَظَرَ اِلَیْنَا وَھُوَ قَائِمٌ کَاَنَّ وَجْھَہٗ وَرَقَۃُ مَصْحَفٍ (3) (حضور ﷺ نے حجرے کا پردہ اٹھایا اور کھڑے ہو کر ہماری طرف نظر فرمائی۔ یوں محسوس ہوتا تھا، گویا آپ کا رخ انور قرآن حکیم کا ورق ہو)

حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کو حالت انبساط میں دیکھا تو اس کیفیت کو ان الفاظ میں بیان کیا: رَأَیْتُ وَجْہَ رَسُوْلِ اللہِ یَتَھَلَّلُ کَاَنَّہٗ مُذْھَبَۃٌ(4) (میں نے حضور ﷺ کے رخ انور کو چمکتے ہوئے دیکھا گویا اس پر سونے کا پانی چڑھایا گیا ہو)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا محبت کی ایک یاد کو تازہ کرتے ہوئے فرماتی ہیں: کَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی وَبِیْصِ الطِّیْبِ فِیْ مَفَارِقِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (5) (گویا مجھے حضور ﷺ کی مانگ میں خوشبو کی چمک نظر آ رہی ہے)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رَأَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ لَیْلَۃٍ اِضْحِیَانٍ فَجَعَلْتُ اَنْظُرُ اِلٰی رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاِلَی الْقَمَرِ وَعَلَیْہِ حُلَّۃٌ حَمْرَآءُ فَاِذَا ھُوَ عِنْدِیْ اَحْسَنُ مِنَ الْقَمَرِ(6) (میں نے حضور ﷺ کو ایک ایسی رات میں دیکھا جب چاند کی چاندنی اپنے عروج پر تھی۔ میں کبھی حضور ﷺ کے رخ انور کی طرف دیکھتا اور کبھی ماہ منیر کی طرف۔ اس رات حضور ﷺ سرخ رنگ کے حلے میں ملبوس تھے۔ میری نظر میں حضور ﷺ چاند سے زیادہ حسین تھے۔

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 502 2۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 503 3۔ الصحیح لمسلم جلد 1، صفحہ 179
4۔ ''سنن النسائی'' جلد 1، صفحہ 356 5۔ ''صحیح البخاری''، جلد 2، صفحہ 877 6۔ ''جامع الترمذی'' جلد 2، صفحہ 104

ہم نے یہاں چند احادیث طیبہ کے متعلقہ جملے بغیر کسی تبصرے کے بیان کر دیے ہیں۔ ان کے مطالعہ سے قارئین کرام یہ اندازہ بآسانی لگا سکتے ہیں کہ جو شخص حضور ﷺ کو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی نظر سے دیکھتا ہے اس کو آپ ظاہری حسن و جمال کی کن بلندیوں پر نظر آتے ہیں۔

جسد انور کی ملایمت اور عطر بیزی

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو حسن ظاہری کے جو کرشمے عطا فرمائے تھے ان میں سے ایک آپ کے جسد انور کی ملایمت اور عطر بیزی تھی۔ جس خوش نصیب کو بھی حبیب خدا علیہ التحیۃ والثناء کے جسد انور کے لمس کی سعادت ارزانی ہوئی یا جس کو بھی اس مقدس ہستی کا جسمانی قرب نصیب ہوا، اس نے شہادت دی کہ آپ ﷺ کا جسد انور ہر چیز سے زیادہ نازک اور ملائم تھا اور آپ کے جسد انور سے جو مہکیں اٹھتی تھیں ان کا مقابلہ دنیا کی کوئی خوشبو نہیں کر سکتی۔ اس سلسلے میں چند احادیث طیبہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

خادم رسول حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حضرت حمید کے سوال پر حضور ﷺ کے معمولات بیان کیے اور آخر میں جمال مصطفی ﷺ کا بیان ان محبت بھرے الفاظ میں کیا:

وَلَا مَسِسْتُ خَزَّةً وَلَا حَرِيْرَةً اَلْيَنَ مِنْ كَفِّ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا شَمِمْتُ مِسْكَةً وَلَا عَنْبَرَةً اَطْيَبَ رَائِحَةً مِنْ رَائِحَةِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (1) (نہ کسی ایسے ریشم کو چھونے کا اتفاق ہوا ہے جو حضور ﷺ کی ہتھیلی سے زیادہ ملائم ہو اور نہ ہی کوئی ایسی خوشبو سونگھی ہے جو حضور ﷺ کی خوشبو سے زیادہ معطر ہو)

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے قرب میں گزری ہوئی مقدس ساعتوں کی یاد کو تازہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: وَقَامَ النَّاسُ فَجَعَلُوْا يَاْخُذُوْنَ يَدَيْهِ فَيَمْسَحُوْنَ بِهِمَا وُجُوْهَهُمْ قَالَ فَاَخَذْتُ بِيَدِهٖ فَوَضَعْتُهَا عَلٰى وَجْهِيْ فَاِذَا هِيَ اَبْرَدُ مِنَ الثَّلْجِ وَاَطْيَبُ رَائِحَةً مِنَ الْمِسْكِ (2) (نماز کے بعد لوگ اٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے حضور ﷺ کے دست انور کو پکڑ کر اپنے چہروں پر پھیرنا شروع کر دیا۔ (راوی) کہتے ہیں: میں نے بھی حضور ﷺ کے دست اقدس کو پکڑ کر اپنے چہرے پر رکھا۔ آپ کا دست اقدس برف سے زیادہ ٹھنڈا اور کستوری سے زیادہ خوشبودار تھا۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ، نماز فجر کے بعد، اپنے کاشانہ اقدس کی طرف روانہ ہوئے۔ میں بھی آپ ﷺ کی معیت میں چل دیا۔ راستے میں بچوں نے آپ کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ آپ ﷺ ایک ایک کر کے ان کے رخساروں پر دست اقدس پھیرتے جا

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 264 2۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 502

رہے تھے۔ آپ نے میرے رخساروں پر بھی دست اقدس پھیرا۔ میں نے آپ ﷺ کے دست اقدس میں ایسی ٹھنڈک اور خوشبو کو محسوس کیا گویا آپ نے اپنے دست اقدس کو ابھی عطار کی تھیلی سے نکالا ہو۔(1)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ ہمارے گھر تشریف لائے اور ہمارے ہاں قیلولہ فرمایا۔ قیلولے کے دوران حضور ﷺ کو پسینہ آیا۔ میری والدہ ایک شیشی لائیں اور حضور ﷺ کے عرق مبارک کو اس میں ڈالنا شروع کر دیا۔ حضور ﷺ کی آنکھ کھل گئی۔ آپ نے پوچھا: ام سلیم! یہ کیا کر رہی ہو؟ انہوں نے عرض کیا: هٰذَا عِرْقُكَ نَجْعَلُهُ فِيْ طِيْبِنَا وَهُوَ مِنْ اَطْيَبِ الطِّيْبِ(2) (یہ آپ کا پسینہ ہے، ہم اس کو خوشبو میں ملائیں گے۔ آپ کا یہ پسینہ تمام خوشبوؤں سے زیادہ خوشبودار ہے)

آواز کا حسن

حسن صوت بھی اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں میں سے ہے جو کسی انسان کو مخلوق خدا کی آنکھوں کا تارا بنا دیتی ہیں۔ حسن صوت انسان کے کلام میں رعب اور تاثیر پیدا کرتا ہے اور اس خوبی سے مالا مال انسان معاشرے میں ہر دل عزیز ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے انبیائے کرام علیہم السلام کو بھی اس نعمت سے کما حقہ مالا مال کرتا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کا یہ وصف ضرب المثل کی شکل اختیار کر چکا ہے۔ حضور ﷺ کو بھی اللہ تعالیٰ نے یہ وصف بڑی فیاضی سے عطا فرمایا تھا۔ خدا کا مقدس کلام جب حبیب خدا ﷺ کی پیاری آواز میں کسی کے کان میں پہنچتا تو دلوں کی دنیا میں انقلاب بپا ہو جاتا تھا۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی آواز کے حسن کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَئَ فِي الْعِشَآئِ بِالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنَ فَمَا سَمِعْتُ اَحَدًا اَحْسَنَ صَوْتًا مِنْهُ (3) (میں نے حضور ﷺ کو نماز عشاء میں سورۂ وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ پڑھتے ہوئے سنا۔ میں نے حضور ﷺ کی آواز سے زیادہ اچھی آواز کسی کی نہیں سنی۔

سرمگیں آنکھیں

حسن ظاہری میں خوبصورت آنکھوں کو بڑی خاص اہمیت حاصل ہوتی ہے۔ حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے حسن ظاہری کی یہ ادا بھی بدرجہ اتم عطا فرمائی تھی۔ لوگ آنکھوں کی خوبصورتی کے لیے سرمے کا استعمال کرتے ہیں لیکن آپ ﷺ کی چشمان مازاغ سرمہ لگائے بغیر سرمگیں نظر آتی تھیں۔ حضرت

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 256 2۔ ''الصحیح لمسلم''، جلد 2، صفحہ 257 3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 187

جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:

وَ كُنْتُ إِذَا نَظَرْتُ إِلَيْهِ قُلْتُ أَكْحَلَ الْعَيْنَيْنِ وَلَيْسَ بِأَكْحَلَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (1) (میں جب حضور ﷺ کے رخ انور کی زیارت کرتا تو مجھے یوں محسوس ہوتا جیسے آپ نے سرمہ لگا رکھا ہے حالانکہ آپ نے سرمہ استعمال نہیں کیا ہوتا تھا)۔ ﷺ

حسن صورت وسیرت کا حسین امتزاج

جمال ظاہری بھی رب قدوس کا بہت بڑا انعام ہے لیکن یہ اس وقت تک حقیقی انسانی کمال کی شکل اختیار نہیں کرسکتا جب تک اس کے ساتھ حسن سیرت کے جلوے بھی شامل نہ ہو جائیں۔ انبیائے کرام علیہم السلام گو جمال ظاہری میں بھی کسی سے کم نہیں ہوتے لیکن ان کا اصل کمال ان کی سیرت کا حسن ہوتا ہے۔ خاتم النبیین حضرت محمد مصطفی ﷺ کو جس نے بھی دیکھا، حسن صورت وسیرت کے حسین مرقع کی شکل میں دیکھا۔ آپ ﷺ کے ان ہی اوصاف نے دشمنوں کو آپ کا گرویدہ بنایا اور آپ ﷺ کی صورت وسیرت کے اسی حسن نے مردان عرب کو آپ کے اشارۂ ابرو پر گردنیں کٹوانے کا جذبہ عطا فرمایا۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْسَنَ النَّاسِ وَجْهًا وَأَحْسَنَهُمْ خُلُقًا (2) (حضور ﷺ کی صورت بھی تمام انسانوں سے زیادہ حسین تھی اور آپ کے اخلاق بھی سب انسانوں سے اچھے تھے)

حضرت انس رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے جمال صورت وسیرت کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْسَنَ النَّاسِ وَأَجْوَدَ النَّاسِ وَأَشْجَعَ النَّاسِ (3) (حضور ﷺ سب انسانوں سے زیادہ حسین، سب سے زیادہ سخی اور سب سے زیادہ بہادر تھے)

حسن بے مثال

حسن و جمال میں یہ قوت اور تاثیر ہوتی ہے کہ یہ دیکھنے والوں کے دل و دماغ کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔ کسی حسین وجمیل چیز کو دیکھنے والا اس چیز کے متعلق اپنے احساسات کو بیان کرنا چاہتا ہے اور اس کے لیے مختلف پیرائے استعمال کرتا ہے لیکن وہ محسوس کرتا ہے کہ وہ اپنے احساسات کو الفاظ کا جامہ پہنانے میں کماحقہ کامیاب نہیں ہو رہا۔ کبھی وہ خوبصورت الفاظ کا انتخاب کرتا ہے، کبھی تشبیہ کا سہارا لیتا ہے لیکن آخرکار وہ یہ کہہ کر بات ختم کرتا ہے: "میں نے اتنی خوبصورت چیز کبھی نہیں دیکھی"۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو حضور ﷺ کے جمال جہاں آرا کا دیدار کرنے کی سعادت بار بار نصیب ہوتی تھی۔ حبیب خدا ﷺ کے جمال جہاں آرا نے ان کے دلوں کو اپنی گرفت میں لے رکھا

1۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 205 2۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 502 3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 891

تھا۔ انہوں نے حضور ﷺ کے جمال جہاں آرا کو بیان کرنے کے لیے مختلف پیرائے اپنائے۔ کبھی آپ ﷺ کے رخ انور کی تابانیوں کا ذکر کیا، کبھی آپ کے چہرۂ انور کو شمس و قمر سے تشبیہ دی، کبھی ان کو آپ کا رخ انور بدر کامل سے تابندہ تر نظر آیا اور کبھی انہوں نے یہ کہہ کر اپنی بے بسی کا اعلان کر دیا کہ ہم نے حضور ﷺ سے حسین تر کوئی چیز کبھی نہیں دیکھی۔ صحاح ستہ میں بے شمار احادیث ایسی ہیں جن میں کسی صحابی نے جمال رسول ﷺ کو بیان کرنے کے لیے یہ پیرایہ اپنایا ہے۔ بطور نمونہ چند احادیث طیبہ پیش کی جاتی ہیں:

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے اپنی ایک حدیث میں حضور ﷺ کا حلیہ مبارک بیان کیا اور اپنے بیان کو ان الفاظ پر ختم کیا: رَأَيْتُهُ فِي حُلَّةٍ حَمْرَآئَ لَمْ اَرَ شَيْئًا قَطُّ اَحْسَنَ مِنْهُ (1) (میں نے حضور ﷺ کو سرخ حلہ زیب تن کیے ہوئے دیکھا۔ میں نے آپ ﷺ سے زیادہ حسین و جمیل کوئی شے کبھی نہیں دیکھی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے سراپے کا بیان کرتے ہوئے یہی بات ان الفاظ میں کہتے ہیں: لَمْ اَرَ قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ (2) (آپ ﷺ جیسا (حسین) نہ میں نے آپ سے پہلے دیکھا اور نہ آپ کے بعد)

حضور ﷺ، حالت مرض میں، تین دن باہر تشریف نہ لائے۔ تین دن کے بعد جب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نماز کے لیے صف بندی کر رہے تھے تو دلنواز آقا نے حجرے کا پردہ سرکا کر اپنے غلاموں کی طرف دیکھا۔ غلاموں کے لیے یہ منظر کتنا روح پرور تھا، حضرت انس رضی اللہ عنہ کی زبانی سنیے: فَلَمَّا وَضَحَ لَنَا وَجْهُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا نَظَرْنَا مَنْظَرًا قَطُّ كَانَ اَعْجَبَ اِلَيْنَا مِنْ وَجْهِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ وَضَحَ لَنَا (3) (جب حضور ﷺ کا رخ انور ہمارے سامنے جلوہ افروز ہوا تو یہ منظر اتنا روح پرور تھا کہ ہم نے اس منظر سے زیادہ حسین منظر کبھی دیکھا ہی نہیں)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث پہلے گزر چکی ہے۔ ایک دوسری جگہ انہوں نے اپنے احساسات کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے، فرماتے ہیں: مَا رَأَيْتُ مِنْ ذِي لِمَّةٍ اَحْسَنَ فِي حُلَّةٍ حَمْرَآئَ مِنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (4) (کسی زلفوں والے سرخ حلہ پوش کو میں نے اتنا خوبصورت نہیں دیکھا جتنا حضور ﷺ کو دیکھا ہے)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی اپنی ایک حدیث میں حضور ﷺ کے سراپے کا نقشہ کھینچتے ہیں اور آخر

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 502
2۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 876
3۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 179
4۔ صحیح المسلم، جلد 2، صفحہ 258

میں فرماتے ہیں: لَمْ اَرَ قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ (1) (میں نے آپ جیسا نہ آپ سے پہلے دیکھا اور نہ آپ کے بعد)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے ایک اور مقام پر اپنے احساسات محبت کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے، فرماتے ہیں: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ حَمْرَاءُ مُتَرَجِّلًا لَمْ اَرَ قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ اَحَدًا هُوَ اَجْمَلُ مِنْهُ (2) (میں نے حضور ﷺ کی زیارت کی، آپ ﷺ نے سرخ حلہ پہن رکھا تھا اور آپ نے اپنے مبارک بالوں میں کنگھی کی ہوئی تھی۔ میں نے نہ آپ سے پہلے اور نہ آپ کے بعد کسی ایسے شخص کو دیکھا ہے جو آپ ﷺ سے زیادہ خوبصورت ہو)

جمال رسول ﷺ اور بیان صحابہ رضی اللہ عنہم

عربوں کا زور بیان ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ کسی چیز کی تعریف کرنے یا کسی کی ہجو کرنے میں کوئی ان کا ثانی نہیں ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں بھی متعدد ہستیاں ایسی تھیں جن کی قادر الکلامی کو اپنے اور پرائے سب تسلیم کرتے ہیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اپنی محبوب ترین ہستی حضرت محمد مصطفی ﷺ کی عظمتوں کو بیان کرنے کے لیے اپنا پورا زور بیان صرف کیا ہے۔ انہوں نے آپ ﷺ کی روحانی عظمتوں کے بیان کے ساتھ ساتھ آپ کے جمال ظاہری کو بھی بڑے خوبصورت انداز میں بیان کیا ہے۔ متعدد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضور ﷺ کے حلیہ مبارک کی تصویر کشی الفاظ میں کی ہے۔ ہم نمونے کے طور پر صرف چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف سے بیان کردہ حلیہ رسول اللہ ﷺ کو یہاں تحریر کر رہے ہیں:

سراپائے رسول ﷺ بزبان انس رضی اللہ عنہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کا حلیہ مبارک بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: كَانَ رَبْعَةً مِّنَ الْقَوْمِ لَيْسَ بِالطَّوِيْلِ وَلَا بِالْقَصِيْرِ اَزْهَرَ اللَّوْنِ لَيْسَ بِاَبْيَضَ اَمْهَقَ وَلَا اٰدَمَ لَيْسَ بِجَعْدٍ قَطَطٍ وَلَا سَبِطٍ رَجِلٌ اُنْزِلَ عَلَيْهِ وَهُوَ ابْنُ اَرْبَعِيْنَ فَلَبِثَ بِمَكَّةَ عَشْرَ سِنِيْنَ يُنْزَلُ عَلَيْهِ وَبِالْمَدِيْنَةِ عَشْرَ سِنِيْنَ وَقُبِضَ وَلَيْسَ فِيْ رَاْسِهٖ وَلِحْيَتِهٖ عِشْرُوْنَ شَعْرَةً بَيْضَاءَ (3) (حضور ﷺ کا قد درمیانہ تھا۔ آپ نہ تو بہت زیادہ طویل القامت تھے اور نہ بہت زیادہ پست قد۔ آپ کا رنگ بڑا صاف تھا۔ آپ ﷺ کا رنگ نہ تو بہت زیادہ سفید تھا نہ ہی بہت زیادہ گندم گوں۔ آپ کے بال نہ تو بہت زیادہ گھنگریالے تھے اور نہ بہت زیادہ ہموار۔ چالیس سال کی عمر میں آپ ﷺ پر نزول وحی کا آغاز ہوا۔

1۔ صحیح المسلم، جلد 2، صفحہ 204 2۔ سنن النسائی، جلد 2، صفحہ 297 3۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 502

دس سال آپ مکہ میں تشریف فرما رہے۔اس عرصہ میں آپ ﷺ پر وحی نازل ہوتی رہی۔اور دس سال آپ مدینہ منورہ میں قیام فرما رہے۔جب آپ ﷺ کا انتقال ہوا تو آپ کے سر اور داڑھی مبارک میں بیس بال بھی سفید نہ تھے)۔

سراپائے رسول ﷺ بزبان علی رضی اللہ عنہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کا حلیہ ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں: لَيْسَ بِالطَّوِيْلِ الْمُمَّغِطِ وَلَا بِالْقَصِيْرِ الْمُتَرَدِّدِ وَكَانَ رَبْعَةً مِّنَ الْقَوْمِ وَلَمْ يَكُنْ بِالْجَعْدِ الْقَطِطِ وَلَا بِالسَّبِطِ كَانَ جَعْدًا رَجِلًا وَلَمْ يَكُنْ بِالْمُطَهَّمِ وَلَا بِالْمُكَلْثَمِ وَكَانَ فِي الْوَجْهِ تَدْوِيْرٌ اَبْيَضُ مُشْرَبٌ اَدْعَجَ الْعَيْنَيْنِ اَهْدَبَ الْاَشْفَارِ جَلِيْلَ الْمُشَاشِ وَالْكَتِدِ اَجْرَدُ ذُوْ مَسْرُبَةٍ شَثْنَ الْكَفَّيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ اِذَا مَشٰى تَقَلَّعَ كَاَنَّمَا يَنْحَطُّ فِيْ صَبَبٍ وَاِذَا الْتَفَتَ الْتَفَتَ مَعًا بَيْنَ كَتِفَيْهِ خَاتَمُ النُّبُوَّةِ وَهُوَ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ اَجْوَدُ النَّاسِ صَدْرًا وَاَصْدَقُ النَّاسِ لَهْجَةً وَاَلْيَنُهُمْ عَرِيْكَةً وَاَكْرَمُهُمْ عِشْرَةً مَنْ رَاٰهُ بَدِيْهَةً هَابَهٗ وَمَنْ خَالَطَهٗ مَعْرِفَةً اَحَبَّهٗ يَقُوْلُ نَاعِتُهٗ لَمْ اَرَ قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ، صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (1) (آپ ﷺ نہ تو بہت زیادہ طویل القامت تھے اور نہ بہت ہی زیادہ پست قد آپ کا قد درمیانہ تھا۔آپ کے بال نہ تو بہت ہی زیادہ گھنگریالے تھے اور نہ بالکل سیدھے بلکہ آپ کے بال کم گھنگریالے تھے۔آپ ﷺ کا چہرہ نہ تو گوشت سے خالی نظر آتا اور نہ ہی بہت زیادہ پر گوشت تھا۔آپ کا چہرہ گول اور گہرا سفید تھا۔آپ کی آنکھیں بڑی اور پلکیں لمبی تھیں۔آپ کی ہڈیوں کے سرے موٹے اور سینہ چوڑا تھا۔آپ کا اکثر جسم بالوں کے بغیر تھا اور سینہ سے پیٹ تک بال تھے۔آپ کی ہتھیلیاں اور قدمین مبارک موٹے تھے۔آپ چلتے تو آگے کی طرف جھک کر چلتے گویا آپ نشیب کی طرف چل رہے ہوں۔آپ جب کسی طرف توجہ فرماتے تو مکمل متوجہ ہوتے۔آپ ﷺ کے کندھوں کے درمیان مہر نبوت تھی اور آپ خاتم النبیین تھے۔آپ کا دل سب سے زیادہ سخی، لہجہ سب سے زیادہ راست گو، طبیعت سب سے زیادہ نرم اور آپ کی صحبت سب سے زیادہ کریمانہ تھی۔جو آپ کو اچانک دیکھتا اس پر ہیبت طاری ہوتی اور جو پہچان کر آپ کی صحبت میں بیٹھتا اس کا دل آپ کی محبت سے معمور ہو جاتا۔آپ ﷺ کا تعارف کرانے والا یہ کہنے پر مجبور ہو جاتا۔"میں نے آپ جیسا نہ آپ سے پہلے دیکھا اور نہ آپ کے بعد ﷺ"۔

1۔"جامع الترمذی"، جلد 2، صفحہ 5-204

حسن اخلاق کا مرقع زیبا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حسن وزیبائی کی جو بے شمار شانیں عطا فرمائی ہیں، ان میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق وکردار کے حسن کی شان ہی نرالی ہے۔ عرب کے سنگدل بدوؤں کا رافت ورحمت کا پیکر بن جانا، خون کے پیاسوں کا خدام اور جان نثاروں کے زمرے میں شامل ہو جانا، اپنی بچیوں کو زندہ درگور کرنے والوں کا شفقت پدری کا علمبردار بن جانا اور خاندانی تعصب کے مریضوں کا امن عالم کا پیامبر بن جانا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق وکردار کی قوت اور حسن ہی کا کرشمہ ہے۔

تاریخ عالم میں شاید ایسی مثال کہیں بھی نہ مل سکے کہ کسی داعی نے اپنی دعوت کی صداقت کے ثبوت کے طور پر اپنی ذات کو پیش کیا ہو لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب کروڑوں بتوں کے پجاریوں کے سامنے نعرۂ توحید بلند کیا تو اس نئی دعوت کی صداقت کا ثبوت طلب کیے جانے پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ذات کو بطور دلیل پیش کر دیا اور فرمایا کہ میرا ماضی تمہارے سامنے ہے۔ میں نے اپنا بچپن، لڑکپن اور جوانی تمہارے درمیان گزاری ہے۔ قوم کے اجتماعی معاشی اور معاشرتی معاملات میں میں تمہارا شریک کار رہا ہوں۔ اگر ماضی میں میرے دامن پر تمہیں کذب وافتراء کا کوئی دھبہ نظر آیا ہے تو آج بھی تم مجھ پر شک کرنے میں حق بجانب ہو لیکن اگر میرا ماضی تمہاری نظروں میں بھی ہر قسم کے داغ دھبوں سے پاک ہے اور تم خود میری صداقت وامانت کی گواہی دیتے رہے ہو تو آج یکایک میرے متعلق تمہارے رویے میں اتنی بڑی تبدیلی کا رونما ہو جانا انصاف کے تقاضوں کے خلاف ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلے مخاطب عرب تھے۔ عرب اپنے آباء واجداد سے ورثہ میں ملے ہوئے جن افکار ونظریات پر یقین رکھتے تھے، ان کے متعلق ان کا تعصب اتنا شدید تھا کہ نہ کوئی طاقت ان کو ان نظریات سے منحرف کرنے میں کامیاب ہو سکی تھی اور نہ کوئی لالچ ان کے سینوں سے ان افکار و نظریات کی محبت کو کم کر سکا تھا۔ یہود ونصاریٰ نے اپنے دور عروج میں ان کو اپنا ہمنوا بنانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا تھا۔ ایران کے آتش پرست بھی ان کے افکار ونظریات میں تبدیلی لانے کے لیے کوشاں رہے تھے لیکن ان کوششوں میں ان سب کو بری طرح ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا تھا، لیکن تاریخ شاہد ہے کہ مدنی تاجدار علیہ التحیۃ والثناء نے تیئس سال سے بھی کم عرصہ میں ان پتھروں سے تراشے ہوئے لاکھوں بتوں کے ساتھ ساتھ ان کی جاہلی عصبیت کے تمام بتوں کو بھی پاش پاش کر دیا اور چشم

فلک پیر نے یہ عجیب منظر بھی دیکھا کہ کل تک، جو لوگ کروڑوں بتوں کے سامنے سرنیاز جھکا رہے تھے آج وہ یک زبان ہو کر قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ! کا نعرہ لگا رہے ہیں۔ یہ ایک ایسا انقلاب تھا کہ دنیا کا کوئی انقلاب سرعت، ہمہ گیریت، گہرائی اور گیرائی میں اس انقلاب کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

اس انقلاب کی پشت پر نہ تو اقتدار کی قوت تھی، نہ سیم وزر کی چمک تھی اور نہ ہی حیوانی جذبات کو بھڑکا کر انسانی اعصاب کو ماؤف کرنے کا کوئی حربہ۔ اس انقلاب کی پشت پر یا تو قرآن حکیم کے نورانی اور معجزانہ بیانات تھے یا مدنی تاجدار ﷺ کی شفاف اور پاکیزہ سیرت تھی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے "كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْاٰن" (1) فرما کر ان دونوں چیزوں کو یکجا کر دیا ہے۔ عرب قرآن حکیم کے معجزانہ بیانات کو سنتے اور پھر قرآن کی نورانی تعلیمات کو محمد عربی ﷺ کے سراپے میں جلوہ گر دیکھتے تو ان کے جاہلی تعصب کی چٹان پاش پاش ہو جاتی اور وہ ماضی کے تمام اندھیروں کو جھٹک کر صبح نو کی آغوش میں پناہ لیتے اور لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا نعرۂ مستانہ بلند کر کے اپنے آپ کو دنیا کا خوش قسمت ترین انسان سمجھتے۔

عربوں نے حضور ﷺ کی سیرت طیبہ میں عفو و درگزر، عجز و انکسار، ایفائے عہد، عدل و انصاف، سخاوت، مروت، متانت، نرم دلی، صلہ رحمی، غریب پروری، مہمان نوازی، جانی دشمنوں سے حسن سلوک، اپنوں اور بیگانوں پر رحمت، حق گوئی و بے باکی اور حسن معاشرت کی انسانی خوبیوں کو اوج کمال پر دیکھا تو ان کو کسی قسم کا قومی یا دینی تعصب حضور ﷺ کی راہوں میں آنکھیں اور قدموں میں دل بچھانے سے نہ روک سکا۔ حقیقت یہ ہے کہ سیرت و کردار کی کوئی خوبی ایسی نہ تھی جو سیرت مصطفی علیہ التحیۃ والثناء میں اپنے کمال پر نہ تھی۔ اس باب میں ہم قارئین کرام کو حضور ﷺ کے حسن خلق کی اداؤں کی ایک جھلک، صحاح ستہ کی روشنی میں، دکھانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

عفو و درگزر

حضور ﷺ نے جس ماحول میں آنکھ کھولی تھی، اس ماحول میں عفو و درگزر کو انسانی خوبی نہیں بلکہ کمزوری اور بزدلی تصور کیا جاتا تھا۔ ان کے نزدیک زیادتی کرنے والے سے انتقام لینا شجاعت و مردانگی کی علامت تھی اور اسے معاف کر دینا بزدلی، بے بسی اور بے حمیتی کا نشان۔

حضور ﷺ نے عربوں کے اس غالب معاشرتی رویے کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اور ان کے سامنے عفو و درگزر کی ایسی محیر العقول مثالیں پیش کیں کہ عرب اپنی اس مقبول معاشی قدر کو تبدیل کیے بغیر نہ رہ سکے۔ صدیوں سے جو لوگ ایک دوسرے کے خلاف برسرپیکار تھے اور جن کے سینوں میں

1۔ آپ کے اخلاق قرآن حکیم کے احکامات کی عملی تعبیر تھی۔

ایک دوسرے کے خلاف نفرت وعداوت کے لاوے ابل رہے تھے، ان کے دلوں میں ایک دوسرے کے لیے محبت وجاں نثاری اور اخوت ومودت کے جذبات انگڑائیاں لینے لگے۔ انہوں نے ماضی کی، صدیوں پر محیط، تلخیوں کو بھلا دیا۔ جن لوگوں کے ہاتھوں سے ان کے پیارے خاک وخون میں غلطاں ہوئے تھے، ان کو انہوں نے سینے سے لگا لیا اور صفحات تاریخ پر عفو ودرگزر کی وہ مثالیں رقم کیں جنہیں کسی اور قوم کی تاریخ میں تلاش کرنا فضول ہے۔

حضور ﷺ کی ساری حیات طیبہ رافت ورحمت اور عفو ودرگزر کے واقعات سے عبارت ہے۔ چند مثالیں ہدیہ قارئین کی جاتی ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: (میرے والد ماجد) حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا۔ ان کے ذمہ (کافی) قرضہ تھا۔ میں نے حضور ﷺ سے مدد کی درخواست کی کہ آپ قرض خواہوں کو ارشاد فرمائیں کہ وہ کچھ قرض معاف کر دیں۔ حضور ﷺ نے قرض خواہوں سے قرض معاف کرنے کی سفارش کی لیکن انہوں نے قرض معاف نہ کیا۔(1)

دنیا کا کوئی حکمران یا کوئی اعلیٰ عہدیدار یہ گوارا نہیں کر سکتا کہ اس کی رعایا یا اس کے ماتحت اس کے کسی حکم کی تعمیل میں پس وپیش کریں۔ حضور ﷺ کے غلاموں نے آپ کی سفارش پر عمل نہ کر کے ایک غلطی کا ارتکاب کیا تھا۔ اگر حضور ﷺ ان سے معمولی سا اعراض بھی فرماتے تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کوئی بھی ان کے ساتھ ہم کلام ہونے کے لیے تیار نہ ہوتا اور وہ اپنے گھروں میں اپنے عزیزوں کے درمیان اجنبی بن کر رہ جاتے۔ لیکن حضور ﷺ نے ان کی اس غلطی سے درگزر فرما دیا۔ آپ ﷺ نے اپنے اس عمل سے اپنی امت کو یہ درس بھی دیا کہ کسی بڑے کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ کسی کو محض اس بنا پر سزا دے کہ اس کے کسی عمل سے اس کی ''انا'' کو ٹھیس پہنچی ہے یا اس کے مقام ومرتبہ کو نقصان پہنچا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک شخص نے حضور ﷺ سے قرض کی واپسی کا مطالبہ کیا اور اس مطالبے میں اس نے سختی کی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اسے اس کی گستاخی کی سزا دینے کا ارادہ کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا: دَعُوْهُ فَاِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالًا (اسے چھوڑ دو کیونکہ حق دار کو بات کرنے کا حق ہوتا ہے) حضور ﷺ نے صحابہ کرام کو حکم دیا کہ اس شخص کو اونٹ خرید کر دے دو۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ ہمیں اس کو دینے کے لیے جو اونٹ مل رہا ہے وہ اس کے اونٹ سے بہتر اور عمر میں بڑا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اسے وہی اونٹ

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 285

خرید کر دے دو کیونکہ تم میں سے بہتر وہ ہے جو قرض کی ادائیگی عمدگی سے کرتا ہے۔(1)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: غزوۂ حنین کے دن حضور ﷺ نے کچھ لوگوں کو مال غنیمت کی تقسیم میں ترجیح دی۔ آپ نے اقرع بن حابس کو سو اونٹ عطا کیے۔ عیینہ کو بھی اسی قدر مال عطا کیا۔ آپ ﷺ نے اس روز کچھ سر کردہ عربوں کو مال عطا فرمایا اور تقسیم میں ان کو ترجیح دی۔ (یہ دیکھ کر) ایک آدمی نے کہا: یہ ایسی تقسیم ہے جس میں انصاف نہیں کیا گیا یا جس میں رضائے خداوندی کو پیش نظر نہیں رکھا گیا۔ راوی کہتے ہیں: میں نے اپنے دل میں تہیہ کیا کہ قسم بخدا میں ضرور حضور ﷺ کو اس کی اطلاع دوں گا۔ میں نے وہ بات حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کر دی۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ انصاف نہیں کریں گے تو کون انصاف کرے گا؟ اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے، انہیں اس سے بھی زیادہ اذیت دی گئی لیکن انہوں نے صبر کیا۔(2)

حضور ﷺ نے خدا کی زمین پر عدل کی حکمرانی قائم کرنے کے لیے اپنی زندگی وقف کر رکھی تھی۔ آپ ﷺ کے عدل پر اعتراض آپ کے لیے انتہائی تکلیف دہ اور صبر آزما تھا لیکن آپ نے اس اعتراض کو انتہائی صبر و تحمل سے برداشت کیا اور صرف یہ کہہ کر اپنے دل کی تسکین کا سامان بہم پہنچایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے اولوالعزم رسول کو اپنی قوم کی طرف سے اس سے بھی زیادہ اذیتوں کا سامنا کرنا پڑا تھا اور انہوں نے اس پر صبر کیا تھا، لہٰذا ہم بھی اپنی قوم کی طرف سے پہنچنے والی اس اذیت پر صبر ہی کو ترجیح دیتے ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک روز حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ کی حیات طیبہ میں کیا کوئی روز ایسا بھی تھا جو احد کے دن سے بھی سخت تر ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے تمہاری قوم کی طرف سے بڑی بڑی اذیتوں کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ ان تمام اذیتوں سے بڑی اذیت وہ تھی جس کا مجھے عقبہ کے روز سامنا کرنا پڑا جب میں نے اپنے آپ کو ابن عبد یالیل بن عبد کلال کے سامنے پیش کیا لیکن اس نے میری دعوت کو قبول نہ کیا۔ میں انتہائی دکھ اور غم کے عالم میں وہاں سے چل پڑا۔ مجھے اس حالت سے جب قدرے افاقہ ہوا تو میں ''قرن الثعالب'' کے مقام پر تھا۔ میں نے اپنا سر اٹھایا تو مجھے ایک بادل نظر آیا جو مجھ پر سایہ کناں تھا۔ اس بادل میں مجھے جبریل امین علیہ السلام نظر آئے۔ وہ مجھ سے مخاطب ہوئے اور فرمایا: آپ کی قوم نے آپ سے جو کچھ کیا ہے اور آپ کی دعوت کا جو جواب دیا ہے، وہ آپ کے رب نے سن لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 321 2۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 446

خدمت میں پہاڑوں کے فرشتے کو بھیجا ہے کہ آپ ان لوگوں کے بارے میں جو چاہیں اس فرشتے کو حکم دیں۔ پھر پہاڑوں کا فرشتہ مجھ سے مخاطب ہوا۔ اس نے مجھے سلام کیا اور پھر کہا: اے محمد! ﷺ جبریل امین علیہ السلام نے جو کچھ عرض کیا ہے وہ حق ہے۔ اب آپ کی کیا منشاء ہے؟ اگر آپ چاہیں تو میں ان دونوں پہاڑوں ''ابوقبیس اور قعیقعان'' کو ان پر الٹ دوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: (نہیں) بلکہ میں تو یہ پسند کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی پشتوں سے ایسے لوگ پیدا فرمائے جو خدائے واحد کی عبادت کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں۔ (1)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے مجھے، ابو مرثد اور زبیر رضی اللہ عنہم کو ایک مہم پر بھیجا۔ ہم سب گھڑ سوار تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم روانہ ہو جاؤ اور ''روضۂ خاخ'' کے مقام پر پہنچو۔ وہاں تمہیں ایک مشرک عورت ملے گی جس کے پاس حاطب کی طرف سے مشرکین کے نام ایک خط ہوگا۔ (ہم روانہ ہو گئے) اور جس مقام پر حضور ﷺ نے فرمایا تھا اسی مقام پر ہمیں وہ عورت ملی، جو اپنے اونٹ پر سفر کر رہی تھی۔ ہم نے اس سے کہا: خط نکال دو۔ اس نے کہا: میرے پاس کوئی خط نہیں ہے۔ ہم نے اس کی اونٹنی کو بٹھایا اور خط تلاش کیا لیکن ہمیں خط نہ ملا۔ ہم نے کہا: حضور ﷺ کا قول جھوٹ نہیں ہو سکتا۔ (بہتر ہے) تم خط نکال دو ورنہ ہم تمہارے کپڑے اتار دیں گے۔ جب اس نے ہمارے عزم مصمم کو دیکھا تو اس نے اپنے نیفے کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ اس نے اپنی ازار کمر پر باندھ رکھی تھی اور وہاں سے اس نے خط نکال دیا۔ ہم اسے لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ اس (حاطب) نے اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور مومنوں سے خیانت کی ہے۔ آپ مجھے اجازت مرحمت فرمائیں، میں اس کی گردن اڑا دوں۔ حضور ﷺ نے (حاطب سے) فرمایا: تم نے یہ حرکت کیوں کی ہے؟ حاطب نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ حقیقت حال اس کے سوا کچھ نہیں کہ مجھے خدا اور رسول خدا ﷺ پر ایمان کامل حاصل ہے۔ میں نے محض یہ ارادہ کیا تھا کہ مشرکین مکہ پر میرا ایک احسان ہو جائے جس کو اللہ تعالیٰ میرے اہل وعیال اور مال کی حفاظت کا ذریعہ بنا دے۔ یارسول اللہ! ﷺ آپ کے باقی جتنے صحابہ کرام ہیں ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس کا مکہ میں خاندان نہ ہو جو اس کے اہل وعیال اور مال کی حفاظت کر سکے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: حاطب جو کچھ تم سے کہہ رہے ہیں وہ سچ ہے اس لیے تم ان کے متعلق کلمہ خیر کے سوا کچھ نہ کہنا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ اس نے خدا، رسول خدا ﷺ اور مومنین سے خیانت کی ہے۔ مجھے اجازت مرحمت فرمایئے

1۔ ''صحیح البخاری'' جلد 1، صفحہ 458

کہ میں اس کی گردن اتار دوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: کیا یہ اہل بدر میں سے نہیں ہے؟ یقیناً اللہ تعالیٰ اہل بدر کے اعمال سے آگاہ تھا اسی لیے اس نے فرمایا: تم جو چاہو کرو جنت تمہارے لیے واجب ہو چکی ہے اور میں نے تمہیں معاف فرما دیا ہے۔ (یہ سن کر) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ ہی زیادہ جاننے والے ہیں۔ (1)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ہم حضور ﷺ کی معیت میں غزوۂ نجد میں شریک ہوئے۔ حضور ﷺ جب بڑے بڑے خاردار درختوں سے پر ایک وادی میں پہنچے تو قیلولہ کا وقت ہو گیا۔ حضور ﷺ ایک درخت کے سائے میں اترے اور اپنی تلوار لٹکا دی۔ لوگ درختوں کے سائے میں آرام کرنے کے لیے ادھر ادھر بکھر گئے۔ ہم اسی حال میں تھے کہ حضور ﷺ نے ہمیں ندا دی۔ ہم حاضر خدمت ہوئے تو دیکھا کہ ایک اعرابی حضور ﷺ کے سامنے بیٹھا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: میں سو رہا تھا کہ یہ شخص میرے پاس آیا اور اس نے میری تلوار سونت لی۔ میری آنکھ کھلی تو وہ تلوار بے نیام کیے میرے سر پر کھڑا تھا۔ وہ کہنے لگا: تمہیں میرے ہاتھ سے کون بچائے گا؟ میں نے کہا: میرا اللہ۔ اس نے یہ سن کر تلوار میان میں رکھ دی اور بیٹھ گیا۔ اب وہ تمہارے سامنے بیٹھا ہے۔ حضور ﷺ نے سے اس اعرابی کو اس حرکت کی کوئی سزا نہ دی۔ (2)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں حضور ﷺ کی معیت میں چل رہا تھا۔ آپ ﷺ نے ایک نجرانی چادر زیب تن کر رکھی تھی جس کا حاشیہ بڑا سخت تھا۔ ایک اعرابی آیا اور اس چادر سے پکڑ کر آپ کو زور سے کھینچا (اس نے اس قدر زور سے کھینچا کہ) مجھے حضور ﷺ کے شانۂ انور پر اس چادر کے نشانات نظر آئے۔ پھر اس نے کہا: اے محمد! (ﷺ) تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کا جو مال ہے، اس سے مجھے کچھ عطا کرنے کا حکم دیجئے۔ حضور ﷺ اس کی طرف متوجہ ہونے، تبسم فرمایا اور پھر اس اعرابی کو مال عطا کرنے کا حکم دیا۔ (3)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: حضور ﷺ کو جب بھی دو کاموں میں اختیار دیا گیا تو آپ نے ان میں سے آسان تر کام کو اختیار فرمایا بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہوتا۔ اور اگر وہ گناہ ہوتا تو حضور ﷺ سب لوگوں سے زیادہ اس سے دور رہتے۔ اور حضور ﷺ نے کسی معاملے میں کبھی اپنی ذات کا انتقام نہیں لیا۔ ہاں اگر اللہ تعالیٰ کی حرمت کی خلاف ورزی ہوتی تو آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے لیے انتقام لیتے۔ (4)

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 567
2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 593
3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 864
4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 904

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: مجھے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ حضور ﷺ دراز گوش پر سوار ہوئے۔ اس پر پالان تھا جس کے نیچے فدک کا بنا ہوا مخملیں کپڑا تھا۔ حضور ﷺ نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو اپنے پیچھے سوار کر لیا۔ آپ قبیلہ بنو الحارث بن خزرج کے علاقے میں حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لیے تشریف لے جا رہے تھے۔ یہ واقعہ جنگ بدر سے پہلے کا ہے۔ آپ ﷺ کا گزر ایک مجلس کے پاس سے ہوا جس میں مسلمان، بت پرست اور یہودی ہر قسم کے لوگ موجود تھے۔ اس مجلس میں عبداللہ بن ابی ابن سلول بھی تھا۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ بھی اس مجلس میں موجود تھے۔ جب حضور ﷺ کی سواری کے پاؤں سے اٹھنے والی گرد اس مجلس تک پہنچی تو عبداللہ بن ابی نے اپنی ناک کو اپنی چادر سے ڈھانپ لیا اور کہا: ہمارے اوپر گرد و غبار نہ اڑاؤ۔ حضور ﷺ نے ان (اہل مجلس) کو سلام کیا۔ پھر آپ رکے، سواری سے اترے اور حاضرین کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی اور ان کو قرآن حکیم پڑھ کر سنایا۔ عبداللہ بن ابی بن سلول نے کہا: اے شخص! سب سے بہتر کام یہ ہے کہ جو کچھ آپ کہتے ہیں اگر وہ سچ ہے تو کم از کم آپ ہمیں ہماری مجلس میں پریشان نہ کیا کریں اور اپنے گھر لوٹ جائیں۔ ہم میں سے جو آپ کے پاس آئے اس کے سامنے اپنی دعوت پیش کریں۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ آپ ہماری مجالس میں تشریف لایا کریں، کیونکہ یہ بات ہمیں بہت پسند ہے۔ اس پر مسلمانوں، مشرکوں اور یہودیوں نے ایک دوسرے کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا اور قریب تھا کہ وہ ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑتے۔ حضور ﷺ مسلسل ان کو خاموش کرانے کی کوشش فرماتے رہے۔ پھر حضور ﷺ اپنی سواری پر سوار ہوئے اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا: اے سعد! کیا تم نے سنا نہیں، کہ ابو حباب یعنی عبداللہ بن ابی نے یہ یہ باتیں کی ہیں؟ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ آپ اسے معاف فرما دیں اور اس سے درگزر کریں۔ خدا کی قسم، اللہ تعالیٰ نے آپ کو مقام عالی عطا فرمایا ہے حالانکہ اس علاقے کے لوگوں نے عبداللہ بن ابی کو تاج پہنانے اور بادشاہ بنانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو مقام عطا فرمایا ہے، اس کی وجہ سے جب اس کی تاج پوشی کا معاملہ ٹھپ ہوا تو وہ حسد کی آگ میں جلنے لگا۔ جو حرکت اس نے کی ہے اس کا سبب یہی ہے۔ یہ سن کر حضور ﷺ نے عبداللہ بن ابی کو معاف فرما دیا۔ (1)

حضرت ثابت بنانی سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو اپنے اہل خانہ میں سے ایک عورت سے یہ کہتے ہوئے سنا ہے: کیا تم فلاں عورت کو جانتی ہو؟ اس نے

1۔ "صحیح البخاری"، جلد 2، صفحہ 924

کہا: ہاں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ عورت ایک قبر کے پاس کھڑی، رو رہی تھی کہ حضور ﷺ اس کے پاس سے گزرے اور فرمایا: خدا سے ڈرو اور صبر کرو۔ اس عورت نے کہا: آپ مجھ سے دور ہو جائیں، مجھے جس مصیبت کا سامنا ہے، تمہیں اس کا تجربہ نہیں ہے۔ حضور ﷺ وہاں سے تشریف لے گئے۔ ایک شخص اس عورت کے پاس سے گزرا اور اس سے پوچھا کہ حضور ﷺ نے اس سے کیا فرمایا تھا۔ وہ کہنے لگی: میں نے تو آپ ﷺ کو پہچانا ہی نہیں۔ اس شخص نے کہا: وہ حضور ﷺ تھے۔ وہ عورت حضور ﷺ کے در اقدس پر حاضر ہوئی۔ وہاں اسے کوئی دربان نظر نہ آیا۔ اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ میں نے آپ کو پہچانا نہیں تھا۔ حضور ﷺ نے (صرف) اتنا فرمایا: صبر وہ ہے جو صدمہ کے آغاز میں کیا جائے۔(1)

حضرت یحییٰ بن سعید سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے سنا کہ ایک اعرابی نے مسجد کے ایک کونے میں پیشاب کر دیا۔ لوگوں نے اس پر چیخنا شروع کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا: اسے چھوڑ دو۔ جب وہ فارغ ہوا تو حضور ﷺ نے پانی کا لوٹا لانے کا حکم دیا اور اس (گندگی) پر پانی بہا دیا۔(2)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے ایک گھڑ سوار دستہ سر زمین نجد کی طرف بھیجا جو بنو حنیفہ کے ایک شخص کو پکڑ لائے جس کا نام ثمامہ بن اثال تھا اور وہ اہل یمامہ کا سردار تھا۔ انہوں نے اسے مسجد کے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا۔ حضور ﷺ اس کے پاس تشریف لائے اور اس سے پوچھا: اے ثمامہ! تمہارا کیا خیال ہے؟ اس نے کہا: میرا خیال اچھا ہے۔ اگر آپ مجھے قتل کریں گے تو ایک ایسے شخص کو قتل کریں گے جس کا خون بڑا قیمتی ہے اور اگر آپ احسان کریں گے تو ایک ایسے شخص پر احسان کریں گے جو احسانات کا شکریہ ادا کرنا جانتا ہے۔ اور اگر آپ مال کے خواہشمند ہیں تو جتنا مال چاہیں مانگ لیں، آپ کو ادا کر دیا جائے گا۔ حضور ﷺ نے اس کو اسی حال پر چھوڑ دیا۔ دوسرے دن پھر حضور ﷺ نے اس سے فرمایا: ثمامہ! تمہارا کیا خیال ہے؟ اس نے کہا: میرا خیال وہی ہے جس کے بارے میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ آپ احسان کریں گے تو ایک شکر گزار شخص پر احسان کریں گے اور اگر آپ قتل کریں گے تو ایک ایسے شخص کو قتل کریں گے جس کا خون بڑا قیمتی ہے۔ اور اگر آپ مال چاہتے ہیں تو بتائیں، آپ جتنا مال مانگیں گے آپ کو ادا کر دیا جائے گا۔ حضور ﷺ نے (پھر) اس کو اس حال پر چھوڑ دیا۔ اگلا دن آیا تو پھر حضور ﷺ نے اس سے فرمایا: ثمامہ! تمہارا کیا خیال ہے؟ اس نے کہا: میرا خیال وہی ہے جو آپ کو بتا چکا ہوں کہ اگر آپ احسان کریں گے تو ایک شکر

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 1059
2۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 138

گزار شخص پر احسان کریں گے۔ اور اگر آپ قتل کریں گے تو ایک ایسے شخص کو قتل کریں گے جس کا خون بڑا قیمتی ہے۔ اور اگر آپ مال کے خواہش مند ہیں تو بتائیں، جتنا مال آپ مانگیں گے، آپ کو دے دیا جائے گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ثمامہ کو آزاد کر دو۔ ثمامہ مسجد کے قریب ایک باغ میں گئے، غسل کیا پھر مسجد میں داخل ہوئے اور پڑھا: اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمدا عبدہ و رسولہ۔ اے محمد! ﷺ پہلے روئے زمین پر کوئی چہرہ میرے لیے آپ کے چہرہ سے زیادہ مبغوض نہ تھا اور اب آپ کا چہرہ میرے لیے تمام چہروں سے زیادہ محبوب ہو گیا ہے۔ پہلے میرے لیے کوئی دین آپ کے دین سے زیادہ مبغوض نہ تھا اور اب آپ کا دین میرے لیے تمام دینوں سے زیادہ محبوب ہو گیا ہے۔ پہلے آپ کے شہر سے زیادہ کوئی شہر میرے لیے مبغوض نہ تھا اور اب آپ کا شہر میرے لیے تمام شہروں سے زیادہ محبوب ہو گیا ہے۔ یا رسول اللہ! ﷺ جب آپ کے گھڑ سواروں نے مجھے گرفتار کیا تھا اس وقت میں عمرہ کے لیے جا رہا تھا، اب آپ کا کیا حکم ہے؟ حضور ﷺ نے اسے بشارت دی اور اسے عمرہ کرنے کا حکم دیا۔ جب وہ مکہ آیا تو کسی شخص نے اس سے کہا: کیا تم اپنے آباء و اجداد کے دین سے پھر گئے ہو؟ اس نے کہا: نہیں، بلکہ میں حضور ﷺ پر ایمان لے آیا ہوں۔ اور سنو، خدا کی قسم، اب حضور ﷺ کی اجازت کے بغیر یمامہ سے گندم کا ایک دانہ بھی تمہارے پاس نہیں آ سکے گا۔ (1)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: فتح مکہ کے روز ہم حضور ﷺ کی معیت میں تھے۔ آپ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو لشکر کے دائیں پہلو کا اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لشکر کے بائیں پہلو کا کمانڈر مقرر کیا۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو پیادہ فوج اور بطن وادی کا کمانڈر مقرر فرمایا۔ حضور ﷺ نے (مجھے) حکم دیا: ابو ہریرہ! انصار کو میرے پاس بلاؤ۔ میں نے انصار کو آواز دی تو وہ دوڑتے ہوئے حاضر خدمت ہو گئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اے انصار! کیا تم ان قریشی کھلنڈروں کو دیکھ رہے ہو؟ انہوں نے عرض کیا: ہاں، یا رسول اللہ! ﷺ۔ آپ نے فرمایا: دیکھو، کل جب ان سے آمنا سامنا ہو تو ان کو کاٹ کر رکھ دینا۔ آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ (آستین سے) نکالا اور بایاں ہاتھ دائیں ہاتھ پر رکھ کر فرمایا: صفا کے مقام پر تم سے ملاقات ہو گی۔ (راوی) کہتے ہیں: اس روز جو شخص بھی انصار کے سامنے آیا، اسے انہوں نے سلا دیا۔ راوی کہتے ہیں: حضور ﷺ کوہ صفا پر تشریف لے گئے۔ انصار حاضر ہوئے اور انہوں نے صفا کا طواف کیا۔ ابو سفیان حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ قوم قریش کا بڑا حصہ ہلاک کر دیا گیا ہے۔ آج کے بعد قریش کا نام و نشان بھی نہیں رہے گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: جو ابو سفیان کے گھر داخل ہو جائے اس کے

1۔ صحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 94-93

لیے امان ہے۔ جو ہتھیار ڈال دے اس کے لیے امان ہے، جو اپنے گھر کا دروازہ بند کر دے اس کے لیے بھی امان ہے۔ انصار کہنے لگے: اس شخص (حضور ﷺ) پر اپنے خاندان اور شہر کی محبت غالب آ گئی ہے۔ (اسی حال میں) حضور ﷺ پر وحی نازل ہوئی۔ پھر آپ نے فرمایا: تم کہتے ہو کہ اس شخص پر اپنے خاندان اور شہر کی محبت غالب آ گئی ہے۔ دیکھو، میرا نام کیا ہے۔ آپ ﷺ نے تین مرتبہ یہ سوال دہرایا۔ پھر آپ نے خود ہی فرمایا: میں محمد (ﷺ) ہوں، اللہ تعالیٰ کا بندہ اور رسول، میں نے ہجرت کی خدا کی طرف اور تمہاری طرف۔ اب زندگی بھی تمہارے ساتھ ہے اور موت بھی تمہارے ساتھ۔ انصار کہنے لگے: یا رسول اللہ! ﷺ ہم نے یہ بات محض اس لیے کہی ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ اور آپ کی ذات کے متعلق کسی کو اپنی ذات پر ترجیح نہیں دے سکتے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول تمہاری اس بات کی تصدیق کرتے ہیں۔(1)

اس حدیث پاک میں حضور ﷺ کی شان عفو و درگزر بام عروج پر نظر آ رہی ہے۔ یہاں عفو و درگزر کے دو حیران کن مظاہرے رسول رافت و رحمت ﷺ کی عظمتوں کا اعلان کر رہے ہیں۔ ایک طرف ان لوگوں کی عام معافی کا اعلان ہو رہا ہے جنہوں نے تیئیس چوبیس سال کا طویل عرصہ آپ ﷺ پر اور آپ کی جماعت پر جور و ستم کے پہاڑ توڑے تھے، اور دوسری طرف اپنے جاں نثار خادموں کی لغزشوں کو بڑی محبت اور رحمت کے ساتھ معاف کیا جا رہا ہے۔ عفو و درگزر کے یہ مظاہرے اسی ذات سے صادر ہو سکتے ہیں جس کے سر پر رب قدوس نے رحمۃ للعالمین کا تاج سجایا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: جب عبداللہ بن ابی فوت ہوا تو اس کا بیٹا عبداللہ ابن عبداللہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضور ﷺ سے گزارش کی کہ آپ اپنی قمیص اسے عطا فرمائیں تاکہ وہ اس میں اپنے باپ کو کفن دے سکے۔ آپ ﷺ نے اپنی قمیص اس کو عطا فرما دی۔ پھر عبداللہ نے عرض کیا کہ اس کے والد کی نماز جنازہ پڑھائیں۔ حضور ﷺ اس کی نماز جنازہ پڑھانے کے ارادے سے اٹھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کا ہاتھ پکڑ لیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! ﷺ کیا آپ اس کی نماز جنازہ پڑھائیں گے حالانکہ اللہ نے آپ کو ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے اختیار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ تم ان کے لیے استغفار کرو یا نہ کرو، اگر تم ان کے لیے ستر مرتبہ بھی استغفار کرو گے...... الایہ۔ میں تو ستر سے بھی زیادہ مرتبہ اس کے لیے استغفار کروں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ وہ منافق ہے۔ (بہرحال) حضور ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ان میں

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 104-103

سے جو مر جائے آپ اس کی نماز جنازہ کبھی نہ پڑھیں اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں۔(1)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ پر ایک یہودی نے جادو کر دیا۔ اس کی وجہ سے چند روز حضور ﷺ کو تکلیف کا سامنا کرنا پڑا۔ پھر حضرت جبریل امین علیہ السلام آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: ایک یہودی شخص نے آپ پر جادو کر دیا ہے۔ اس نے (کسی چیز پر) گرہیں لگا کر اس کو فلاں کنوئیں میں رکھ دیا ہے۔ حضور ﷺ نے کچھ لوگوں کو بھیجا جو اس چیز کو نکال کر لے آئے۔ جب وہ آئے تو حضور ﷺ یوں ہشاش بشاس اٹھ کھڑے ہوئے جیسے کسی چیز کو بندش سے آزاد کیا جاتا ہے۔ حضور ﷺ نے نہ تو اس یہودی کے سامنے (اس کی) اس شرارت کا کبھی ذکر کیا اور نہ ہی اس یہودی نے حضور ﷺ کے چہرۂ انور پر کبھی اس کی وجہ سے ناراضگی کے آثار دیکھے۔(2)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ہم مسجد میں حضور ﷺ کی معیت میں بیٹھا کرتے تھے۔ جب حضور ﷺ اٹھتے تو ہم بھی اٹھ جاتے۔ ایک روز حضور ﷺ اٹھے۔ ہم بھی آپ کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے۔ جب آپ ﷺ مسجد کے وسط میں پہنچے تو ایک شخص نے پیچھے سے آپ کی چادر کو پکڑ کر زور سے کھینچا۔ چادر کھردری تھی جس نے آپ کی گردن کو سرخ کر دیا۔ اس شخص نے کہا: اے محمد! (ﷺ) میرے ان دونوں اونٹوں پر مال لاد دو کیونکہ آپ اپنے اور اپنے باپ کے مال سے تو نہیں دیتے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: استغفر اللہ، میں تو اس وقت تک تمہیں مال نہیں دوں گا جب تک تم مجھے میری گردن کو کھینچنے کا بدلہ نہیں دے دیتے۔ اعرابی نے کہا: نہیں، خدا کی قسم میں تمہیں بدلہ نہیں دوں گا۔ حضور ﷺ نے اپنی یہ بات تین مرتبہ دہرائی۔ اعرابی ہر بار یہی کہتا: نہیں، خدا کی قسم میں تمہیں بدلہ نہیں دوں گا۔ جب ہم نے اعرابی کی بات سنی تو ہم تیزی سے اس کی طرف بڑھے۔ حضور ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: جو شخص میری بات سن رہا ہے میں اس کو قسم دیتا ہوں کہ وہ میری اجازت کے بغیر اپنی جگہ سے نہ ہلے۔ پھر حضور ﷺ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ اس اعرابی کو ایک اونٹ پر جو اور ایک اونٹ پر کھجوریں لاد کر دے دے۔ پھر حضور ﷺ نے لوگوں کو لوٹ جانے کا حکم دیا۔(3)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ کی خدمت میں جب بھی کوئی ایسا معاملہ پیش کیا گیا جس میں قصاص لاگو ہوتا تھا تو آپ ﷺ نے معاف کر دینے کا مشورہ دیا۔(4)

نوٹ: حضور ﷺ کے فرائض منصبی میں سے ایک اہم ترین فریضہ قیام عدل تھا۔ حضور ﷺ کی ذات

1۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 368
2۔ سنن النسائی، جلد 2، صفحہ 171
2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 244
4۔ سنن ابی داؤد، جلد 2، صفحہ 270

بابرکات سے یہ تو ممکن نہیں تھا کہ آپ قصاص کے راستے میں رکاوٹ بنتے، البتہ آپ عفو و درگزر کو قصاص پر ترجیح دیتے تھے اور متعلقہ فریق کو یہ مشورہ دیتے تھے کہ اگر وہ قصاص کے بجائے عفو و درگزر پر عمل کریں تو یہ ان کے حق میں بہتر ہے۔ مذکور بالا حدیث میں لفظ ''امر'' کا ترجمہ ''مشورہ'' اسی حقیقت کے پیش نظر کیا گیا ہے۔

گزشتہ صفحات میں ہم نے صحاح ستہ کی احادیث کے حوالے سے حضور ﷺ کی شان عفو و درگزر کی جھلک دکھانے والے چند واقعات قارئین کرام کی خدمت میں پیش کر دیے ہیں۔ ان واقعات کا تجزیہ کرنے والا شخص آسانی سے اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ حضور ﷺ کے دامن عفو و درگزر نے ہر چیز کو احاطے میں لے رکھا تھا۔ آپ ﷺ نے اپنوں کی لغزشوں کو معاف کیا۔ جاہلوں کی جاہلانہ حرکات سے درگزر کیا۔ اجڈ بدوؤں کی درشتیاں برداشت کیں اور دشمنوں کی دشمنیاں عین اس وقت بھلا دیں جب رب قدوس نے آپ کو ان پر قابو عطا فرمایا۔ اگر کسی مخلص صحابی سے بشری تقاضوں کے تحت کوئی لغزش سرزد ہو گئی تو حضور ﷺ نے اس کی بڑی سے بڑی خطا کو کمال محبت اور شفقت سے معاف فرما دیا۔ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ سے جو خطا سرزد ہوئی تھی وہ عسکری نقطہ نگاہ سے بڑی سنگین غلطی تھی اور دنیا کا کوئی کمانڈر اپنے کسی لشکری کی ایسی خطا کو معاف نہیں کر سکتا تھا لیکن حضور ﷺ نے ان کی خطا کو بھی معاف کر دیا اور اس انداز سے معاف کیا کہ حاضرین کی نظروں میں حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کا سابقہ مقام بحال ہو گیا۔ اگر کسی شخص سے جہالت کی وجہ سے کوئی جرم سرزد ہوا تو حضور ﷺ اس کے لیے ایک شفیق معلم بن گئے اور اس کی غلطی کی معافی کے ساتھ ساتھ اس کی اصلاح بھی فرما دی۔ آپ ﷺ نے اجڈ بدوؤں کے ہتک آمیز رویے کو بھی ہمیشہ صبر و تحمل سے برداشت کیا اور ان کو کبھی ان کے اجڈ پن پر نہ سخت سست کہا اور نہ سزا دی۔

حضور ﷺ جس ماحول میں زندگی بسر فرما رہے تھے اس ماحول میں آپ کے بدخواہوں کی کمی نہ تھی۔ وہ لوگ آپ کو دکھ پہنچانے، آپ کے راستے میں رکاوٹیں کھڑی کرنے اور آپ ﷺ کے خلاف سازشیں کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے، لیکن آپ کا دامن عفو و درگزر ان کے لیے بھی کبھی تنگ نہیں ہوا۔ تلوار سونت کر للکارنے والے مشرک کو معاف کر دینا، عبداللہ بن ابی کی نت نئی شرارتوں پر ایکشن لینے سے اعراض کرنا، مشرکین مکہ کے بائیس، تیئیس سالہ مظالم پر ان کے خلاف کوئی کارروائی نہ کرنا ایسے واقعات ہیں جن کی کوئی توجیہ انسانی پیمانوں سے ممکن نہیں ہے۔ عفو و درگزر کے ان محیر العقول واقعات کی ایک ہی توجیہ ممکن ہے اور وہ یہ کہ عفو و درگزر کے یہ مظاہرے اس ذات ستودہ صفات سے سرزد ہوئے جس کے سر پر رب قدوس نے رحمۃ للعالمین کا تاج سجایا تھا اور یہی رویہ اس

عظیم ہستی کے شایان شان تھا۔ ﷺ

بیگانوں سے حسن سلوک

حضور سرور عالم ﷺ کے اخلاق عالیہ کی ہر ادا دل ربا اور روح پرور تھی لیکن آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کا سب سے حیران کن پہلو آپ کا وہ حسن سلوک ہے جس سے وہ لوگ بہرہ ور ہوئے جن کے سینے آپ ﷺ کی عداوت سے ابل رہے تھے۔ اپنوں کے ساتھ تو ہر شریف آدمی حسن سلوک کا مظاہرہ کرتا ہے۔ عام انسانوں کے ساتھ بھی اچھا سلوک کرنے والوں کی کمی نہیں لیکن گالیاں دینے والوں کو دعا دینا، بدخواہی کا جواب خیر خواہی سے دینا، راستے میں کانٹے بچھانے والوں کی ہدایت کے لیے گڑگڑا کر دعائیں کرنا اور مظالم کے پہاڑ توڑنے والوں پر قابو پا کر ان کی عام معافی کا اعلان کرنا کسی عام انسان کے بس کی بات نہیں۔ یہ کام وہی ہستی کر سکتی ہے جس کی تادیب رب قدوس نے خود فرمائی ہے اور خوب فرمائی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ دعوت اسلام کے بہت تیزی سے پھیلنے کی ایک بہت بڑی وجہ حضور ﷺ کی سیرت طیبہ کی یہی حسین ادا تھی۔ حضور ﷺ نے ہر ایک کے ساتھ خیر خواہی کی۔ آپ ﷺ کی ساری تگ و دو اور تمام جدوجہد محض اس لیے تھی کہ اولاد آدم جہنم کی ہولناکیوں کا لقمہ بننے سے بچ جائے۔ آپ کی ساری زندگی اپنے لیے نہیں بلکہ مخلوق خدا کے لیے گزر رہی تھی۔ آپ ﷺ کی جدوجہد میں خلوص تھا۔ اسی لیے جو لوگ آپ کی دعوت کو ٹھکراتے تھے اور اس دعوت کے راستے میں روڑے اٹکاتے تھے، ان کے خلاف بھی آپ ﷺ کے سینہ انور میں نفرت کے نہیں بلکہ ہمدردی کے جذبات انگڑائیاں لیتے تھے۔ آپ نے مکہ والوں کے مظالم کے خلاف کبھی بارگاہ خداوندی میں دست سوال دراز نہیں کیا۔ طائف والوں کی ستم ظریفی پر ساکنان عرش تو طیش میں آئے لیکن خدا کے رحمۃ للعالمین رسول ﷺ نے ان کے لیے بھی دعائے ہدایت ہی کی۔ عبداللہ بن ابی اسلام کے شجرہ طیبہ کی بیخ کنی کے لیے کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتا تھا لیکن حضور ﷺ نے اس کے متعلق بھی کبھی نفرت کے جذبات کو سینے میں جنم لینے نہیں دیا۔

عرب بڑے ضدی تھے، بڑے اجڈ تھے لیکن حضور ﷺ کے اس بے مثال رویے کے سامنے ان کی کوئی ضد اور کوئی ہٹ دھرمی نہ ٹھہر سکی۔ وہ گالی کا جواب گالی سے دینے والوں سے تو نپٹنا جانتے تھے لیکن گالی کا جواب دعاؤں سے دینے والے سے نپٹنا ان کے بس کی بات نہ تھی۔ ابوسفیان، عکرمہ بن ابی جہل، عمرو بن العاص، خالد بن ولید اور ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہم جیسے لوگ اسی تیر محبت کا شکار ہوئے تھے۔

ذیل میں ہم حضور ﷺ کے بے گانوں سے حسن سلوک کی چند مثالیں قارئین کرام کی خدمت

میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں:

حضور ﷺ نے خیبر کے مقام پر لوگوں کو جمع کر کے ایک خطبہ ارشاد فرمایا۔ اس خطبے میں آپ ﷺ کے یہ الفاظ بھی شامل تھے: بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے اہل کتاب کے گھروں میں بلا اجازت داخل ہونے، ان کی عورتوں کو مارنے اور ان کے پھل کھانے کو حلال نہیں کیا، جب تک وہ تمہارا حق تمہیں ادا کرتے رہیں۔(1)

حضرت صفوان بن سلیم متعدد ابنائے صحابہ سے اور وہ اپنے آباء رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: خبردار! جس نے کسی ذمی پر ظلم کیا یا اس کے حق میں کمی کی یا اس کو وہ کام کرنے کا حکم دیا جو اس کی طاقت سے باہر ہو یا اس کی رضامندی کے بغیر اس سے کوئی چیز حاصل کی تو میں قیامت کے روز اس کے ساتھ جھگڑا کروں گا۔(2)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک یہودی لڑکا حضور ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا۔ وہ بیمار پڑ گیا تو حضور ﷺ اس کی عیادت کے لیے اس کے گھر تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ اس کے سرہانے بیٹھ گئے اور اس سے فرمایا: اسلام قبول کر لو۔ اس کا باپ بھی اس کے پاس بیٹھا تھا۔ اس نے باپ کی طرف دیکھا تو باپ نے اس سے کہا: ابو القاسم ﷺ کے حکم کی تعمیل کرو۔ وہ لڑکا مسلمان ہو گیا اور حضور ﷺ یہ فرماتے ہوئے وہاں سے باہر تشریف لائے، تمام تعریفیں اس ذات کے لیے ہیں جس نے اس لڑکے کو آگ سے نجات دی ہے۔(3)

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: جس زمانے میں قریش نے حضور ﷺ کے ساتھ معاہدہ کر رکھا تھا، اس زمانے میں میری ماں، جو ابھی مشرکہ تھی، اپنے باپ کے ساتھ میرے پاس آئی۔ میں نے حضور ﷺ سے فتویٰ پوچھا اور عرض کیا کہ میری ماں میرے پاس آئی ہے، وہ میری طرف سے صلہ رحمی کی توقع لے کر آئی ہے، (کیا میں اس کے ساتھ صلہ رحمی کروں؟) تو حضور ﷺ نے فرمایا: ہاں، اپنی ماں کے ساتھ صلہ رحمی کا سلوک کرو۔(4)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں ایک سفر میں حضور ﷺ کے ہمراہ تھا۔ ہم رات بھر سفر کرتے رہے اور جب صبح ہونے کو تھی تو ہم نے پڑاؤ کیا۔ نیند ہم پر غالب آ گئی (اور ہم محو خواب رہے) حتیٰ کہ سورج طلوع ہو گیا۔ راوی کہتے ہیں: ہم میں سے سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی آنکھ کھلی۔ ہمارا معمول یہ تھا کہ ہم حضور ﷺ کو اس وقت تک نہیں

1۔ سنن ابی داؤد، جلد 2، صفحہ 77-76
2۔ ایضاً
3۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 181
4۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 884

جگاتے تھے جب تک کہ آپ خود بیدار نہ ہو جاتے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیدار ہوئے اور حضور ﷺ پاس کھڑے ہو کر بلند آواز سے تکبیر کہنے لگے۔ حتیٰ کہ حضور ﷺ بیدار ہو گئے۔ جب حضور ﷺ نے سر مبارک اٹھایا اور دیکھا کہ سورج طلوع ہو گیا ہے تو آپ نے کوچ کا حکم دیا۔ آپ ﷺ ہمیں ساتھ لے کر چلتے رہے۔ جب سورج سفید ہو گیا تو آپ نے قیام کیا اور ہمیں نماز فجر پڑھائی۔ ہم میں سے ایک شخص الگ ہو گیا اور اس نے ہمارے ساتھ نماز نہیں پڑھی۔ جب حضور ﷺ فارغ ہوئے تو اس شخص سے پوچھا کہ اس نے جماعت کے ساتھ نماز کیوں ادا نہیں کی۔ اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ مجھے جنابت لاحق ہو گئی تھی۔ حضور ﷺ نے اسے تیمم کرنے کا حکم دیا۔ اس نے مٹی سے تیمم کیا اور نماز ادا کی۔ پھر حضور ﷺ نے مجھے ایک جماعت کے ہمراہ پانی کی تلاش میں آگے بھیج دیا۔ ہمارا شدت پیاس سے برا حال تھا۔ ہم چل رہے تھے کہ ہماری نظر ایک عورت پر پڑی (جو اونٹنی پر سوار تھی) اور اس نے اپنے پاؤں دو مشکوں کے درمیان لٹکا رکھے تھے۔ ہم نے اس سے پوچھا: تمہارے ڈیرے اور پانی کے درمیان کتنی مسافت ہے؟ اس نے جواب دیا: ایک دن رات کی۔ ہم نے کہا: تم رسول اللہ ﷺ کے پاس چلو۔ اس نے پوچھا: رسول اللہ (ﷺ) کون ہیں؟ ہم نے اسے اپنے متعلق از خود کوئی فیصلہ کرنے کا موقع نہ دیا اور اسے لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ حضور ﷺ نے اس سے سوالات کیے تو اس نے آپ کو بھی وہی باتیں بتائیں جو اس نے ہمیں بتائی تھیں۔ اس نے حضور ﷺ کو یہ بھی بتایا کہ وہ یتیم بچوں کی ماں ہے اور اس کے یتیم بچے ہیں۔ حضور ﷺ نے اس کی اونٹنی کو بٹھانے کا حکم دیا۔ اونٹنی بٹھا دی گئی۔ حضور ﷺ نے دونوں مشکوں کے بالائی دہانوں میں آب دہن ڈالا۔ پھر آپ نے اس کی اونٹنی کو اٹھا دیا، ہم نے پانی پیا۔ ہم چالیس آدمی تھے جو سخت پیاسے تھے۔ ہم نے سیر ہو کر پانی پیا اور ہمارے پاس جتنے برتن یا مشکیں تھیں، ان کو ہم نے پانی سے بھر لیا۔ ہم نے اپنے (جنبی) ساتھی کو غسل بھی کرایا۔ البتہ ہم نے اونٹوں کو پانی نہیں پلایا۔ (اس کے باوجود) اس کی مشکیں پانی سے لبالب بھری ہوئی تھیں۔ پھر حضور ﷺ نے حکم دیا کہ جو کچھ تمہارے پاس ہے لے آؤ۔ ہم نے اس کے لیے (طعام کے) ٹکڑے اور کھجوریں جمع کیں۔ حضور ﷺ نے اس کو ایک تھیلی بھر کر دی اور فرمایا: یہ تھیلی لے جاؤ اور اپنے اہل و عیال کو کھلاؤ، اور دیکھو ہم نے تمہارے پانی میں کوئی کمی نہیں کی۔ جب وہ عورت اپنے اہل خانہ میں پہنچی تو اس نے کہا: میری ملاقات سب سے بڑے جادوگر کے ساتھ ہوئی ہے۔ وہ نبی ہیں جیسے ان کا اپنا خیال ہے اور ان کی یہ یہ صفات ہیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے ایک پوری جماعت کو ایک عورت کی وجہ سے ہدایت عطا فرمائی۔ اس عورت نے

اسلام قبول کیا تو اس کی پوری جماعت مشرف با سلام ہو گئی۔(1)

حضرت ابن شہاب سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے غزوۂ فتح یعنی فتح مکہ میں شرکت فرمائی۔ پھر (فتح مکہ کے بعد) آپ ﷺ مسلمانوں کی معیت میں روانہ ہوئے اور حنین کے مقام پر جنگ کی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو اور مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی۔ اس روز حضور ﷺ نے صفوان بن امیہ کو سو اونٹ عطا فرمائے۔ پھر سو اونٹ (دوبارہ) عطا کیے اور پھر سو اونٹ (تیسری بار) عطا فرمائے۔ ابن شہاب فرماتے ہیں: مجھے سعید بن مسیب نے بتایا کہ صفوان نے کہا: خدا کی قسم حضور ﷺ نے جب مجھے مال عطا فرمایا تھا تو آپ میری نظر میں تمام انسانوں سے زیادہ ناپسندیدہ تھے۔ آپ ﷺ مجھے مسلسل عطا فرماتے رہے، حتیٰ کہ آپ میرے لیے تمام انسانوں سے زیادہ محبوب بن گئے۔(2)

گزشتہ صفحات میں ہم نے غیر مسلموں اور بے گانوں کے ساتھ حضور ﷺ کے حسن سلوک کی چند مثالیں قارئین کرام کی خدمت میں پیش کی ہیں۔ حضور ﷺ نے عبداللہ بن ابی جیسے کھلے دشمن کی موت کے وقت اس کے لیے جس ہمدردی کا اظہار کیا تھا اور ثمامہ بن اثال کو جس حسین رویے کے ذریعے آپ ﷺ نے اپنی محبت کا اسیر بنایا تھا اس کا ذکر گزشتہ باب میں ہو چکا ہے۔ اس قسم کے واقعات کو یکجا کر کے جب انسان ان کا بغور جائزہ لیتا ہے اور ان واقعات میں حضور ﷺ کی جس وسیع الظرفی، بلند نگاہی، للّٰہیت، لاغرضی اور مخلوق خدا کے لیے ہمدردی کا اظہار ہو رہا ہے اس کا موازنہ تاریخ انسانی کے دیگر عظیم کرداروں سے کرتا ہے تو وہ یہ کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ خدا کا حبیب ﷺ ہے تو بشر لیکن وہ یقیناً ایک بے مثل بشر ہے۔ ﷺ

صلہ رحمی

اعلیٰ اخلاقی قدروں میں صلہ رحمی کا مقام بہت بلند ہے۔ اللہ تعالیٰ نے صلبی رشتوں میں تقدس، ایثار، محبت، خلوص اور بے غرضی کی جو کیفیات ودیعت فرما رکھی ہیں، ان پر انسان جتنا غور کرتا ہے اتنا ہی حیرت کے سمندر میں ڈوبتا چلا جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صلہ رحمی کے جذبے کو انسانی معاشرے کی بنیاد بنایا ہے۔ گھر، کنبے، خاندان، قبیلے اور قوم کے افراد میں جو باہمی کشش ہوتی ہے اس کی بنیاد یہی جذبہ ہے۔ یہ جذبہ زندہ رہے تو معاشرے کی بنیاد ایثار، محبت اور اخوت کے جذبات پر استوار ہوتی ہے اور معاشرے کے ہر فرد کو زندگی ایک عظیم نعمت معلوم ہوتی ہے۔ اور اگر یہ جذبہ مفقود ہو جائے تو معاشرے کی بنیاد خود غرضی اور مطلب پرستی پر استوار ہوتی ہے اور مفادات کا ٹکراؤ ہر ایک کے لیے زندگی کو عذاب بنا کر رکھ دیتا ہے۔

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 240
2۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 254

اللہ تعالیٰ نے ملت اسلامیہ کے ذمہ یہ مقدس فریضہ لگایا ہے کہ وہ خدا کی زمین سے باطل کے ہر نقش کو مٹا کر وہاں توحید خداوندی کے پھریرے بلند کرے۔ ہر زمانے کے فرعونوں، نمرودوں، ہامانوں، قارونوں اور ابوجہلوں سے ٹکر لینا ملت اسلامیہ کا بنیادی فریضہ ہے۔ اس کٹھن فریضہ سے کما حقہ عہدہ برآ ہونے کے لیے ضروری ہے کہ پوری ملت اسلامیہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح متحد اور یکجان ہو۔ ملت کی صفوں میں اتحاد کی یہ قوت پیدا کرنے کے لیے اسلام نے صلہ رحمی پر بہت زور دیا ہے اور قطع رحمی سے سختی سے منع فرمایا ہے۔ حضور ﷺ نے اپنے قول و عمل سے صلہ رحمی کی اہمیت کو اجاگر کیا ہے اور آپ ﷺ نے صلہ رحمی کی ایسی ایسی مثالیں بھی قائم فرمائی ہیں کہ انسان ان کو دیکھ کر آپ ﷺ کی عظمتوں اور رفعتوں کو سلام کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس باب میں صلہ رحمی کے حوالے سے حضور ﷺ کی احادیث طیبہ کا ایک گلدستہ قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا۔ جب تخلیق کا کام مکمل ہوا تو ''رحم'' کھڑی ہوگئی اور دامن رحمن پکڑ کر عرض کرنے لگی: (اے پروردگار عالم!) یہ وہ مقام ہے جہاں کھڑا ہونے والا قطع رحمی سے تیری پناہ مانگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا تو اس بات پر خوش نہیں کہ جو تجھے جوڑے (صلہ رحمی کرے) میں اس کو جوڑوں اور جو تجھے قطع کرے (قطع رحمی کرے) میں اس کو کاٹ کر رکھ دوں؟ رحم نے عرض کیا: ہاں، (پروردگار عالم!) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ایسا ہی ہوگا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اگر تم چاہو تو (اس کی تصدیق کے لیے) یہ آیت کریمہ بھی پڑھ سکتے ہو: فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوٓا أَرْحَامَكُمْ (محمد: 22) (1) (پھر تم سے یہی توقع ہے کہ اگر تم کو حکومت مل جائے تو تم فساد برپا کرو گے زمین میں اور قطع کرو گے اپنی قرابتوں کو)

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیجئے جو مجھے جنت میں داخل کر دے۔ لوگ اس شخص کے سوال پر (از راہ حیرت) کہنے لگے: اس کو کیا ہو گیا ہے؟ اس کو کیا ہو گیا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: اس کو کیا ہوا ہے، یہ حاجت مند ہے۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ، نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو اور صلہ رحمی کیا کرو۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اب اپنی سواری کو جانے دو۔ گویا وہ شخص (وقت سوال) سواری پر سوار تھا۔ (2)

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 716 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 885

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: قطع رحمی کرنے والا شخص جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا۔(1)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ اس کے رزق میں فراخی ہو اور اس کی موت مؤخر ہو تو اس کو چاہیے کہ صلہ رحمی کیا کرے۔(2)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک طویل حدیث میں احوال آخرت کا بیان ہے۔ اس حدیث میں یہ الفاظ بھی ہیں: پھر امانت اور رحم کو بھیجا جائے گا اور وہ پل صراط کے دونوں جانب دائیں بائیں کھڑی ہوں گی...... الحدیث۔(3)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! (ﷺ) میرے کچھ رشتہ دار ہیں۔ میں ان سے رشتہ جوڑتا ہوں اور وہ اسے منقطع کرتے ہیں۔ میں ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتا ہوں اور وہ میرے ساتھ بدسلوکی کرتے ہیں۔ میں ان کے ساتھ بردباری کا رویہ اختیار کرتا ہوں اور وہ میرے ساتھ جاہلانہ سلوک کرتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: جو کچھ تم کہہ رہے ہو، اگر حقیقت حال یہی ہے تو تم ان کے مونہوں میں گرم راکھ ڈال رہے ہو۔ اور جب تک تم اپنا یہ سلوک برقرار رکھو گے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے ساتھ ایک مددگار موجود رہے گا۔(4)

حضرت زینب زوجہ عبداللہ (ابن مسعود) رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتی ہیں: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے عورتو! صدقہ کرو خواہ تمہیں اپنا زیور ہی دینا پڑے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں لوٹ کر عبداللہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئی اور کہا: آپ معاشی طور پر کمزور ہیں اور حضور ﷺ نے ہمیں صدقہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ (اس لیے) آپ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ ﷺ سے پوچھیں کہ (کیا میرا آپ کو صدقہ دینا صحیح ہے یا نہیں) اگر میرا آپ کو صدقہ دینا جائز ہو تو ٹھیک ہے ورنہ میں صدقہ دوسرے لوگوں کو دے دوں۔ زینب کہتی ہیں: حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے: تم ہی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضری دو۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں چل پڑی اور دیکھا کہ ایک انصاری عورت حضور ﷺ کے دروازے پر کھڑی ہے اور اس کی حاضری کا مقصد بھی وہی ہے جو میری حاضری کا مقصد تھا۔ راویہ کہتی ہیں: حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے بڑا رعب عطا فرما رکھا تھا۔ فرماتی ہیں: حضرت بلال رضی اللہ عنہ ہمارے پاس باہر آئے تو ہم نے ان سے کہا: حضور ﷺ کی خدمت میں جاؤ اور عرض کرو کہ باہر دو عورتیں کھڑی ہیں اور پوچھ رہی ہیں کہ کیا ان کا اپنے خاوندوں اور زیر کفالت

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 885 2۔ ایضاً 3۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 112 4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 315

یتیموں کو صدقہ دینا جائز ہے۔ اور حضور ﷺ کو یہ نہ بتانا کہ ہم کون ہیں۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے یہ مسئلہ پوچھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ عورتیں کون ہیں؟ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ایک انصاری عورت ہے اور دوسری زینب۔ حضور ﷺ نے پوچھا: کون سی زینب؟ انہوں نے عرض کیا: حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی زوجہ۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ان دونوں کو دوہرا اجر ملے گا۔ حق قرابت ادا کرنے کا اجر اور صدقے کا اجر۔(1)

حضرت سلمان بن عامر اپنی سند کو حضور ﷺ تک پہنچاتے ہوئے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: تم میں سے جب کوئی شخص روزہ افطار کرے تو کھجور سے کرے کیونکہ اس میں برکت ہے۔ اور اگر کھجور میسر نہ ہو تو پانی سے افطار کرے کیونکہ پانی پاک کرنے والا ہے۔ پھر فرمایا: صدقہ مسکین کو دیا جائے تو وہ (محض) صدقہ ہے اور کسی ذی رحم رشتہ دار کو دیا جائے تو وہ دو (نیکیاں) ہیں۔ صدقہ اور صلہ رحمی (2)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: اپنے نسب کا علم حاصل کرو تا کہ تم صلہ رحمی کر سکو کیونکہ صلہ رحمی سے اہل خانہ میں محبت پیدا ہوتی ہے، مال میں فراخی آتی ہے اور عمر طویل ہوتی ہے۔(3)

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ ایک شخص ان کے پاس آیا اور پوچھا: میری ایک بیوی ہے اور میری والدہ مجھے اس کو طلاق دینے کا حکم دیتی ہے۔ (اب میرے لیے کیا حکم ہے؟) حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: باپ جنت کا وسطی دروازہ ہے، اب چاہو تو اس دروازے کو ضائع کر دو اور چاہو تو اس کی حفاظت کرو۔(4)

حضور ﷺ نے نہ صرف ذی رحم رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے بلکہ ان لوگوں کے ساتھ بھی اچھا برتاؤ کرنے کی تاکید کی ہے جن کے اس کے رشتہ داروں کے ساتھ تعلقات ہوں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ انسان اپنے باپ کے دوست احباب کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔(5)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: میں ہجرت پر آپ کی بیعت کرنے کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 323 2۔ جامع الترمذی، جلد 1، صفحہ 83 3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 19
4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 12 5۔ ایضاً

ہوں اور میں اپنے والدین کو روتا ہوا چھوڑ آیا ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ان (اپنے والدین) کے پاس واپس جاؤ اور جیسے ان کو رلایا ہے اسی طرح ان کو ہنساؤ۔(1)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک آدمی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ کون شخص میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ مستحق ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: تیری ماں۔ اس نے عرض کیا: پھر کون؟ حضور ﷺ نے فرمایا: تیری ماں۔ اس نے عرض کیا: پھر کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تیری ماں۔ اس نے عرض کیا: پھر کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تیرا باپ۔(2)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک شخص نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا: (میری خواہش ہے کہ) میں جہاد کروں۔ حضور ﷺ نے اس سے پوچھا: کیا تیرے والدین زندہ ہیں؟ اس نے عرض کیا: ہاں، یا رسول اللہ! ﷺ۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تو پھر انہی کے متعلق جہاد کرو(3) (یعنی ان کی خدمت کرو اور اس میں پوری محنت کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں جہاد کا ثواب دے گا)

گزشتہ صفحات میں جو احادیث طیبہ بیان کی گئی ہیں ان میں حضور ﷺ کی ایسی تعلیمات کا ذکر ہے، جو مسلمانوں کو صلہ رحمی پر ابھارتی ہیں اور قطع رحمی سے روکتی ہیں۔ ترغیب و ترہیب کی ان احادیث طیبہ کے علاوہ شارع علیہ السلام نے بعض ایسے قوانین بھی وضع فرمائے ہیں جو قطع رحمی سے بچنے اور صلہ رحمی پر عمل کرنے کے سبب بنتے ہیں۔ مثلاً ذی رحم عورتوں کو اسلام نے ایک آدمی کے نکاح میں جمع کرنے سے منع فرما دیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سوکنوں کے باہمی تعلقات میں جذبہ رقابت کے بھڑکنے کے امکانات بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ اور جن عورتوں میں رحم کی رشتہ داری ہو، ان کو اگر ایک شخص کی زوجیت میں جمع کر دیا جائے تو ان کے باہمی تعلقات بگڑنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اس لیے اسلام نے قطع تعلقی کے اس امکان کا راستہ ہی بند کر دیا ہے اور ذی رحم رشتہ دار عورتوں کو ایک آدمی کی زوجیت میں جمع کرنے کی ممانعت کر دی ہے۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! (ﷺ) آپ میری بہن دختر ابوسفیان کو اپنی زوجیت میں قبول فرما لیں۔ آپ نے فرمایا: کیا یہ بات تمہیں پسند ہے؟ میں نے عرض کیا: ہاں، کیونکہ یہ تو ممکن نہیں کہ آپ کی زوجیت کا شرف، بلاشرکت غیر، مجھے حاصل رہے۔ اس لیے میں چاہتی ہوں کہ اس سعادت میں میری شریک میری بہن ہو۔ آپ ﷺ نے

1۔ سنن النسائی، جلد 2، صفحہ 181　　2۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 883　　3۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 312

فرمایا: یہ تو میرے لیے حلال ہی نہیں ہے۔ میں نے عرض کیا: یہ بات ہمارے درمیان چلتی رہتی ہے کہ آپ درہ بنت ابی سلمہ سے نکاح کرنا چاہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ام سلمہ کی بیٹی؟ میں نے عرض کیا: ہاں، یارسول اللہ! (ﷺ) آپ نے فرمایا: وہ میرے زیر کفالت نہ ہوتی تو بھی میرے لیے حلال نہیں تھی کیونکہ وہ میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے۔ مجھے اور ابو سلمہ رضی اللہ عنہ دونوں کو ثویبہ نے دودھ پلایا ہے۔ اس لیے تم اپنی بیٹیوں اور بہنوں کو (نکاح کے لیے) مجھ پر پیش نہ کیا کرو۔ (1)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: کسی عورت اور اس کی پھوپھی کو ایک شخص کے نکاح میں جمع نہ کیا جائے اور نہ کسی عورت کو اس کی خالہ کے ساتھ ایک شخص کے نکاح میں جمع کیا جائے۔ (2)

اسلام نے قسم پوری کرنے کی بڑی شدت سے تاکید کی ہے مگر کوئی شخص اگر ایسی قسم کھالے جس کو پورا کرنے کی شکل میں قطع رحمی کا اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں اسلام نے صلہ رحمی کو قسم پوری کرنے پر ترجیح دی ہے اور حضور ﷺ نے ایسی قسم کھانے والے شخص کو حکم دیا ہے کہ وہ قسم کا کفارہ ادا کرے اور قطع رحمی نہ کرے۔

حضرت ابوالاحوص اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ ذرا میرے مسئلہ پر غور فرمایئے۔ میرا ایک چچازاد بھائی ہے۔ میں اس کے پاس جاتا ہوں اور اس سے کوئی سوال کرتا ہوں تو وہ نہ مجھے کچھ دیتا ہے اور نہ میرے ساتھ صلہ رحمی کرتا ہے۔ پھر اس کو میری ضرورت پڑتی ہے تو میرے پاس آکر مجھ سے مانگتا ہے۔ میں نے قسم کھائی ہے کہ میں اس کو کچھ نہیں دوں گا اور نہ اس کے ساتھ صلہ رحمی کے ساتھ پیش آؤں گا۔ حضور ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں وہ کام کروں جو اچھا ہے (یعنی صلہ رحمی کروں) اور قسم کا کفارہ ادا کردوں۔ (3)

اسلام نے مشرکین کو مسلمانوں کا دشمن قرار دیا ہے اور مسلمانوں کو ان کے ساتھ تعلقات مودت و محبت رکھنے اور ان کو اپنا راز دار بنانے سے سختی سے منع کیا ہے۔ لیکن اسلام نے صلہ رحمی کو اتنی اہمیت دی ہے کہ اگر کسی مسلمان کا کوئی ذی رحم رشتہ دار مشرک بھی ہو تو اسلام نے اس کے ساتھ بھی صلہ رحمی کرنے کی تاکید کی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ انہوں نے مسجد کے دروازے کے پاس ایک دھاری دار ریشمی حلہ فروخت ہوتے ہوئے دیکھا اور حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ (کتنا اچھا ہو اگر) آپ یہ حلہ نماز جمعہ اور وفود کی آمد کی خاطر خرید لیں۔ حضور ﷺ نے

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 766 2۔ ایضاً 3۔ سنن النسائی، جلد 2، صفحہ 144

فرمایا: ایسے حلے وہ شخص پہنتا ہے جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہ ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: بعد میں حضور ﷺ کے پاس اسی قسم کے کچھ حلے آئے تو آپ نے مجھے ان میں سے ایک حلہ عطا فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ آپ نے مجھے یہ حلہ عطا فرمایا ہے حالانکہ پہلے آپ نے اس قسم کے حلوں کے متعلق یہ یہ فرمایا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: میں نے یہ حلہ تمہیں اس لیے نہیں دیا کہ تم اس کو پہنو بلکہ میں نے تو یہ حلہ تمہیں اس لیے عطا کیا ہے تم یہ کسی اور (عورتوں وغیرہ) کو پہناؤ یا اس کو بیچ دو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ حلہ ماں کی طرف سے اپنے ایک بھائی کو دے دیا جو مشرک تھا۔(1)

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتی ہیں: عہد رسالت میں میری ماں، جو مشرکہ تھی، میرے پاس آئی۔ میں نے حضور ﷺ سے پوچھا: (میری ماں میرے پاس آئی ہے) اور مجھ سے حسن سلوک کی توقع رکھتی ہے۔ یا رسول اللہ! کیا میں اپنی مشرکہ ماں سے حسن سلوک کروں؟ حضور ﷺ نے فرمایا: ہاں، اپنی ماں کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔(2)

قرآن حکیم نے واضح طور پر مسلمانوں کو تاکید کی ہے اگر تمہارے والدین مشرک ہوں اور تمہیں شرک پر مجبور کریں تو اس بات میں ان کا حکم مت مانو مگر دنیوی زندگی میں ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ۔

وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰۤى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۙ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا (لقمان:15)

''اور اگر وہ دباؤ ڈالیں تم پر کہ تو میرا شریک ٹھہرائے اس کو جس کا تجھے علم نہیں تو ان کا یہ کہنا نہ مان۔ البتہ گزران کر وان کے ساتھ دنیا میں خوبصورتی سے''۔

حضور ﷺ نے مسلمانوں کو یہ ہدایت کی ہے کہ وہ صدقات دیتے وقت اپنے قرابت داروں کو ترجیح دیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک صاحب حیثیت شخص کی امداد کے سب سے زیادہ مستحق اس کے عزیز اور رشتہ دار ہوتے ہیں۔ اگر کسی شخص کی عمدہ مالی حیثیت سے عام مسلمان تو مستفید ہوتے رہیں اور اس کے اپنے عزیز اس سے محروم رہیں تو یہ صلہ رحمی کے تقاضوں کے خلاف ہے۔ اس لیے اسلام نے مسلمانوں کو ہدایت کی ہے کہ وہ پہلے اپنوں کی ضروریات کو پورا کریں اور اگر پھر بھی کچھ بچ جائے تو وہ عام مسلمانوں پر خرچ کریں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: سب

1۔ سنن النسائی، جلد 2، صفحہ 295
2۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 357

سے بہتر صدقہ وہ ہے کہ دینے والا اس کے بعد بھی غنی رہے یا جو صدقہ غنا کو برقرار رکھ کے کیا جائے۔ اور (صدقے کا) آغاز ان لوگوں سے کرو جو تمہارے زیر کفالت ہیں۔(1)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّحَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ (آل عمران:92) ''ہرگز نہ پاسکو گے تم کامل نیکی (کا مرتبہ) جب تک نہ خرچ کرو (راہ خدا میں) ان چیزوں سے جنہیں تم عزیز رکھتے ہو''۔ تو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے: میرا خیال ہے (اس آیت کریمہ کے ذریعہ) رب قدوس ہمیں اپنا مال خرچ کرنے کا حکم دے رہا ہے۔ یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کو گواہ بنا کر اعلان کرتا ہوں کہ میں نے اپنا ''بیر حاء'' نامی قطعہ زمین راہ خدا میں دے دیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اپنی زمین کا یہ قطعہ اپنے اقرباء کو عطا کرو۔ تو انہوں نے وہ زمین (اپنے رشتہ داروں) حسان بن ثابت اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہما کو دے دی۔(2)

حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: کہ انہوں نے عہد رسالت میں ایک لونڈی کو آزاد کیا۔ میں نے اس کا ذکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کیا تو آپ نے فرمایا: اگر تم یہ لونڈی اپنے ماموؤں کو دے دیتیں تو تمہیں زیادہ ثواب ملتا۔(3)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتوں کی ایک بہت بڑی دلیل یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو جو کام بھی کرنے کا حکم دیا ہے، پہلے خود اس پر عمل کر کے دکھایا ہے۔ قرآن و حدیث میں جتنی تعلیمات ہیں وہ سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں عملاً نظر آتی ہیں۔ صلہ رحمی کے سلسلہ میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف قانون سازی اور ترغیب و ترہیب تک بات کو محدود نہیں رہنے دیا بلکہ ان تعلیمات پر خود اس شان سے عمل کر کے دکھایا کہ آپ کے رشتہ دار جو آپ کی جان کے دشمن تھے وہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن سلوک سے محروم نہ رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جن لوگوں کی بہت دور کی رشتہ داری تھی وہ بھی آپ کے حسن سلوک کے مستحق قرار پائے۔ عربوں میں ہر قسم کے لوگ تھے۔ دوست بھی دشمن بھی، مسلمان بھی کافر بھی لیکن ان سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت کا فیض پہنچا۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے سلمان! مجھ سے بغض نہ رکھنا ورنہ دین سے ہاتھ دھو بیٹھو گے۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ سے بغض کیسے رکھ سکتا ہوں جب کہ پروردگار عالم نے مجھے آپ کی وساطت سے ہدایت عطا فرمائی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم عربوں سے بغض رکھو گے تو یہ میرے ساتھ بغض ہوگا۔(4)

1۔ سنن ابی داؤد، جلد 1، صفحہ 243
2۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 323
3۔ ایضاً
4۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 232

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے عربوں کو دھوکا دیا نہ وہ میرے حلقہ شفاعت میں داخل ہو سکے گا اور نہ اسے میری محبت (کی سعادت) نصیب ہوگی۔(1)

حضور ﷺ نے اپنی صلہ رحمی کے دامن کو اپنی قوم (عرب) تک محدود نہیں رکھا بلکہ آپ کے جدامجد حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ ماجدہ حضرت ہاجرہ اور حضور ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم کی والدہ حضرت ماریہ چونکہ مصر سے تعلق رکھتی تھیں، اس لیے مصر والے بھی حضور ﷺ کی صلہ رحمی سے مستفید ہوئے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: تم مصر کو فتح کرو گے۔ یہ ایک ایسی جگہ ہے جہاں ''قیراط'' کا لفظ عام مستعمل ہے۔ جب تم اس ملک کو فتح کرو تو اس کے باسیوں سے اچھا سلوک کرو کیونکہ ان کا تمہارے ساتھ ذمی ہونے اور قرابت دار ہونے کا تعلق ہے۔ یا فرمایا: ذمی ہونے اور سسرال ہونے کا تعلق ہے۔(2)

حضور ﷺ کی حیات طیبہ میں آپ کے مشن کی سب سے زیادہ مخالفت قریش مکہ نے کی۔ انہوں نے آپ ﷺ کی شمع حیات کو بجھانے کے لیے بھی کوششیں کیں اور آپ کے دین کی شمع کو گل کرنے کے لیے بھی اپنے تمام وسائل کو استعمال کیا لیکن جب ان پر کڑا وقت آیا تو ان کو اپنے تمام کرتوتوں کے باوجود حضور ﷺ کی صلہ رحمی کا یقین تھا، ان کا سب سے بڑا لیڈر ابوسفیان عالم بے بسی میں، اپنی تمام نخوتوں کو بھلا کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر ملتجی ہوا اور حضور ﷺ کے سب سے بڑے دشمن بھی آپ کی شان کریمی سے مستفید ہوئے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ...... حضور ﷺ نے جب لوگوں (قریش مکہ) کی (دین میں) روگردانی دیکھی تو آپ ﷺ نے دعا کی: اے اللہ تعالیٰ! ان کو حضرت یوسف علیہ السلام کے سات سالہ قحط کی طرح قحط میں مبتلا فرما۔ ان کو شدید قحط نے آلیا جس نے ہر چیز کو ختم کر دیا حتی کہ وہ بھوک کی شدت کی وجہ سے کھالیں اور مردار کھانے پر مجبور ہو گئے۔ آدمی آسمان کی طرف نظر اٹھاتا تو اسے دھواں سا دکھائی دیتا۔ ابوسفیان حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اے محمد! (ﷺ) آپ، لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور صلہ رحمی کی تعلیم دینے آئے ہیں۔ آپ کی قوم تو برباد ہوتی جارہی ہے، آپ ان کے لیے دعا کریں......(3)

جس ہستی کی صلہ رحمی سے وہ لوگ بھی محروم نہیں ہوئے جن کا آپ کے ساتھ کوئی دور کا تعلق تھا،

1۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 232 2۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 311 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 373

اس ہستی کی صلہ رحمی سے اپنے کیسے محروم رہ سکتے تھے۔ قریش آپ کا قبیلہ تھا، بنو ہاشم آپ کا خاندان تھا، بنوعبدالمطلب آپ کا گھرانہ تھا۔ قریش، بنو ہاشم اور بنوعبدالمطلب کو آپ ﷺ نے اتنا نوازا ہے کہ جو ان نوازشوں کو دیکھتا ہے، آپ کی عظمتوں کو سلام کرتا ہے۔ آپ کے قبیلے، خاندان اور گھرانے کے ہر فرد کو آپ کی صلہ رحمی سے حظ وافر ملا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے دعا کی: اے اللہ تعالیٰ! تو نے پہلے زمانے کے قریش کو مبتلائے عذاب کیا، بعد میں آنے والے قریش کو اپنی نعمتوں سے نواز۔(1)

حضور ﷺ کی صلہ رحمی کی ایک خوبصورت مثال یہ حدیث پاک ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: جب یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی: وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ (شعراء:214) (اور ڈراؤ اپنے قریبی عزیزوں کو) تو حضور ﷺ نے قریش کو دعوت دی۔ وہ جمع ہو گئے تو حضور ﷺ نے ان میں سے بعض کو عام خطاب سے نوازا اور بعض سے خاص نام لے کر مخاطب ہوئے۔ آپ نے فرمایا: اے بنوکعب بن لوی! اے بنومرہ بن کعب! اے بنوعبدشمس! اے بنوعبدمناف! اے بنو ہاشم! اے بنوعبدالمطلب! اپنے آپ کو آگ کے عذاب سے بچاؤ۔ اے فاطمہ! اپنے آپ کو عذاب سے بچاؤ۔ میں تمہیں عذاب خداوندی سے بچانے پر (از خود) قدرت نہیں رکھتا۔ ہاں، میری تمہارے ساتھ قرابت داری ہے اور میں اس کی لاج ضرور رکھوں گا۔(2)

مادہ پرستی کے اس دور میں، مادے کی محبت نے، قریبی رشتوں میں دراڑیں ڈال دی ہیں۔ چچا اور بھتیجے کے رشتوں کے درمیان بہت ساری محبتیں حائل ہو کر اس مقدس رشتے کو مکدر کر رہی ہیں، لیکن آیئے دیکھیں کہ حضور ﷺ کا اپنے چچوں اور ان کی اولاد کے ساتھ تعلق کیسا تھا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو زکوٰۃ کی وصولی پر عامل مقرر فرمایا۔ حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ ابن جمیل، خالد بن ولید اور حضور ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہم نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ابن جمیل تو اس غصے میں ہے کہ وہ فقیر تھا اور رب قدوس نے اس کو غنی کر دیا ہے۔ جہاں تک خالد کا معاملہ ہے تو تم خالد پر زیادتی کر رہے ہو، اس نے تو اپنی زرہیں بھی راہ خدا کے لیے وقف کر رکھی ہیں۔ رہے عباس، تو ان کا جو صدقہ ہے وہ اور اتنا مزید میرے ذمہ ہے۔ پھر فرمایا: اے عمر! کیا تم نہیں جانتے کہ چچا باپ کی مثل ہوتا ہے۔(3)

1۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 230　2۔ سنن النسائی، جلد 2، صفحہ 131　3۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 316

حضرت عبدالمطلب بن ربیعہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ، غصے کی حالت میں، بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا۔ حضور ﷺ نے ان سے پوچھا: آپ غصے میں کیوں ہیں؟ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ قریش کے ہمارے ساتھ رویہ کو ملاحظہ فرمائیں۔ جب وہ آپس میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو خندہ روئی سے ملتے ہیں اور جب ہم سے ملتے ہیں تو ان کا انداز اور ہوتا ہے۔ راوی کہتے ہیں: (یہ سن کر) حضور ﷺ کو غصہ آ گیا حتی کہ آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ پھر فرمایا: خدا کی قسم، جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، کسی شخص کے دل میں ایمان اس وقت تک داخل نہیں ہو سکتا جب تک وہ تم سے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی خاطر، محبت نہ کرے۔ پھر فرمایا: اے لوگو! جس نے میرے چچا کو تکلیف پہنچائی اس نے مجھے اذیت دی کیونکہ آدمی کا چچا اس کے باپ کی مثل ہوتا ہے۔(1)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: جب پیر کی صبح ہو تو آپ اور آپ کے بچے میرے پاس آئیں تاکہ میں ان کے لیے ایسی دعا کروں جس سے اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کے بچوں کو فائدہ پہنچائے۔ لہٰذا (مذکور صبح کو) ہم آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور ﷺ نے ہمارے اوپر ایک کپڑا ڈال دیا اور دعا کی: اے اللہ تعالیٰ! عباس اور ان کے بچوں کی مغفرت فرما۔ ایسی مغفرت جو ظاہر بھی ہو اور باطن بھی ہو اور جو کسی گناہ کو باقی نہ چھوڑے۔ اے اللہ تعالیٰ! ان کی ان کے بچوں کے معاملات میں حفاظت فرما۔(2)

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: چچا جان! کیا میں آپ سے صلہ رحمی نہ کروں؟ کیا میں آپ کو کچھ عطا نہ کروں؟ کیا میں آپ کو کچھ فائدہ نہ پہنچاؤں؟ انہوں نے عرض کیا: کیوں نہیں، یا رسول اللہ! ﷺ حضور ﷺ نے فرمایا: چچا جان! آپ چار رکعت نماز (نفل) ادا کیا کریں۔ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد ایک سورت پڑھیں۔ جب قراءت ختم ہو تو رکوع سے پہلے پندرہ مرتبہ اللہ اکبر، والحمد للہ و سبحان اللہ پڑھیں۔ پھر رکوع کریں اور رکوع میں یہ کلمات دس مرتبہ پڑھیں۔ پھر رکوع سے سر اٹھائیں اور ان کلمات کو دس مرتبہ پڑھیں۔ پھر سجدہ کریں اور ان کلمات کو دس مرتبہ پڑھیں۔ پھر سجدہ سے سر اٹھائیں اور ان کلمات کو دس مرتبہ پڑھیں۔ پھر سجدہ کریں اور ان کلمات کو دس مرتبہ پڑھیں۔ پھر سجدہ سے سر اٹھائیں اور ان کلمات کو، کھڑا ہونے سے پہلے، دس مرتبہ پڑھیں۔ یہ ہر رکعت میں پچھتر تسبیحات ہیں اور چار رکعتوں میں تین سو تسبیحات بنتی ہیں۔ اگر آپ کے گناہ اتنے بھی ہوئے جتنے ریت کے ٹیلوں میں ریت کے ذرات ہوتے

1۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 217 2۔ ایضاً

ہیں تو بھی اللہ تعالیٰ (اس کی برکت سے) ان کو معاف فرما دے گا۔ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ کس میں ہمت ہے کہ وہ یہ نماز روزانہ ادا کرے؟ آپ نے فرمایا: اگر ہر روز یہ نماز نہ پڑھ سکو، تو ہفتے میں ایک روز پڑھ لیا کرو۔ اگر ہفتے میں ایک بار بھی نہ پڑھ سکو تو مہینے میں ایک بار پڑھ لیا کرو۔ آپ یوں ہی فرماتے رہے حتی کہ آپ نے فرمایا: سال میں ہی ایک بار پڑھ لیا کرو۔(1)

حضرت ابن مسیب اپنے والد ماجد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: جب ابو طالب کی موت کا وقت قریب آیا تو حضور ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے۔ اس وقت ابو جہل بھی ان کے پاس تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: چچا جان! آپ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھ لیں۔ یہ وہ کلمہ ہے کہ اگر آپ یہ کلمہ پڑھ لیں گے تو میں بارگاہ خداوندی میں آپ کی بخشش کے لیے التجا کر سکوں گا۔ ابو جہل اور عبد اللہ بن ابی امیہ ان سے کہنے لگے: اے ابو طالب! کیا آپ عبد المطلب کے دین کو چھوڑ دیں گے؟ وہ مسلسل ابو طالب سے باتیں کرتے رہے حتی کہ انہوں نے ان سے جو آخری بات کہی وہ یہ تھی: میں عبد المطلب کے دین پر ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: میں اس وقت تک آپ کی بخشش کے لیے التجائیں کرتا رہوں گا جب تک مجھے ایسا کرنے سے منع نہ کر دیا گیا۔ اس وقت یہ آیہ کریمہ نازل ہوگئی: مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ...... الایہ (توبہ:113)(2) (نبی ﷺ اور مومنوں کے لیے جائز نہیں کہ وہ مشرکوں کے لیے دعائے مغفرت کریں......)۔

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کی چچا زاد بہن تھیں۔ حضور ﷺ نے ان کی عزت افزائی جس انداز میں فرمائی اس کے متعلق بخاری شریف کی ایک حدیث پاک ملاحظہ کیجئے:

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: میں فتح مکہ کے سال حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اس وقت حضور ﷺ غسل فرما رہے تھے اور آپ کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کو پردہ کیے ہوئے تھیں۔ میں نے سلام عرض کیا تو آپ ﷺ نے پوچھا: کون ہے؟ میں نے عرض کیا: ام ہانی بنت ابی طالب ہوں۔ آپ نے فرمایا: ام ہانی کو خوش آمدید۔ جب آپ غسل سے فارغ ہو گئے تو آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور آپ ﷺ نے ایک ہی کپڑا لپیٹ کر آٹھ رکعتیں ادا کیں۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ میری ماں جائے (بھائی) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ وہ اس شخص کو قتل کر دیں گے جس کو میں نے پناہ دی ہے اور وہ ہبیرہ کا فلاں بیٹا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ام ہانی! جس کو تو نے پناہ دی ہے اس کو ہم نے بھی پناہ دی ہے۔ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: یہ چاشت کے وقت کی بات ہے۔(3)

1۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 63 2۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 548 3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 549

حضور ﷺ کے چچازاد بھائی حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ جنگ موتہ میں شجاعت و بسالت کی ایک تاریخ رقم کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔ حضور ﷺ نے ان کی شہادت پر جن جذبات ترحم ومودت کا اظہار فرمایا، ان کی ایک جھلک ملاحظہ ہو:

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے اہل وعیال کو تین دن تک (سوگ منانے) کی مہلت دی اور ان کے پاس تشریف نہیں لائے۔ پھر آپ ان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا: آج کے بعد میرے بھائی پر مت رونا۔ پھر فرمایا: میرے بھائی کے بچوں کو میرے پاس لاؤ۔ ہمیں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر کیا گیا، اس حال میں کہ (کمسنی اور غم واندوہ کی وجہ سے) ہم پرندوں کے بچوں کی طرح تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: حجام کو میرے پاس بلالاؤ۔ پھر حضور ﷺ نے ہمارے سر کے بال کاٹنے کا حکم دیا۔ (1)

حضور ﷺ اپنے قرابت داروں کی معاشی اور معاشرتی ضروریات کا بھی خیال رکھتے تھے اور آپ یہ بھی گوارا نہیں کرتے تھے کہ ان کا وقار مجروح ہو یا ان کی عزت نفس کو ٹھیس پہنچے۔ اس کریم آقا کا اپنے قرابت داروں کو نوازنے کا ایک حسین انداز ملاحظہ کیجئے:

حضرت عبدالمطلب بن ربیعہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ربیعہ بن حارث اور عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما میرے اور فضل بن عباس کے متعلق کہنے لگے: اگر ہم ان دونوں لڑکوں کو حضور ﷺ کی خدمت میں بھیجیں، وہ حضور ﷺ سے التماس کریں اور آپ ﷺ ان کو صدقات کا عامل مقرر فرمادیں۔ جس طرح دوسرے (عمال کچھ مال) حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں اور کچھ مال خود ان کو مل جاتا ہے، اسی طرح یہ بھی کچھ مال حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیں اور کچھ مال خود ان کو مل جایا کرے (تو کتنا اچھا ہو) راوی کہتے ہیں: جب وہ دونوں حضرات یہ باتیں کر رہے تھے تو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ وہاں تشریف لے آئے۔ آپ ان کے پاس رکے تو انہوں نے اس بات کا ذکر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم ایسا نہ کرو، حضور ﷺ ان کو عامل زکوٰۃ مقرر نہیں کریں گے۔ حضرت ربیعہ بن حارث رضی اللہ عنہ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: آپ یہ بات محض ہمارے ساتھ حسد کی بنا پر کہہ رہے ہیں۔ خدا کی قسم، آپ کو حضور ﷺ کی دامادی کا شرف حاصل ہوا تو بھی ہم نے آپ سے حسد نہیں کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو پھر ان کو بھیج دو۔ وہ دونوں (بارگاہ رسالت میں حاضری کے لیے) روانہ ہو گئے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہیں لیٹ گئے۔ راوی کہتے ہیں: جب حضور ﷺ نے ظہر کی نماز

1۔ سنن النسائی، جلد 2، صفحہ 291

ادا کی تو وہ دونوں آپ سے پہلے آپ کے حجرہ شریف کے پاس پہنچ گئے اور وہاں کھڑے ہو گئے۔ راوی کہتے ہیں: حضور ﷺ تشریف لائے، آپ نے ہمیں کانوں سے پکڑا پھر فرمایا: جو کچھ تم نے (اپنے سینوں میں) چھپا رکھا ہے اسے ظاہر کر دو۔ پھر حضور ﷺ اندر داخل ہوئے اور ہم بھی آپ کی خدمت میں اندر چلے گئے۔ اس روز حضور ﷺ کا قیام حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے ہاں تھا۔ ابتدا میں تو ہم دونوں نے بات کرنے کی ذمہ داری ایک دوسرے پر ڈالنے کی کوشش کی۔ آخر ہم میں سے ایک نے بات کی اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ آپ تمام انسانوں سے زیادہ حسن سلوک کرنے والے اور سب سے زیادہ صلہ رحمی فرمانے والے ہیں۔ یا رسول اللہ! ﷺ ہم نکاح کی عمر تک پہنچ گئے ہیں۔ ہم اس لیے حاضر خدمت ہوئے ہیں کہ آپ ہمیں صدقات کا عامل مقرر فرما دیں۔ جس طرح دیگر لوگ آپ کی خدمت میں مال پیش کرتے ہیں، ہم بھی پیش کر دیا کریں اور جس طرح دیگر لوگوں کو کچھ مل جاتا ہے ہمیں بھی کچھ مل جایا کرے۔ راوی کہتے ہیں: حضور ﷺ کافی دیر خاموش رہے حتیٰ کہ ہم نے دوبارہ بات کرنے کا ارادہ کیا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا، پردے کے پیچھے سے، ہمیں اشارے سے فرماتی رہیں کہ ہم کچھ نہ بولیں۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا: صدقے کا مال تو آل محمد کے لیے جائز نہیں کیونکہ یہ لوگوں کا میل ہے۔ تم محمیہ کو میرے پاس بلا لاؤ۔ محمیہ خمس پر نگران مقرر تھے اور نوفل بن حارث بن عبدالمطلب کو بھی بلا لاؤ۔ راوی کہتے ہیں: وہ دونوں حاضر خدمت ہوئے تو آپ نے محمیہ سے فرمایا: تم اس لڑکے فضل بن عباس کے ساتھ اپنی بیٹی کا نکاح کر دو۔ انہوں نے نکاح کر دیا۔ اور نوفل بن حارث سے (میرے متعلق) فرمایا: تم اس لڑکے سے اپنی بیٹی کا نکاح کر دو۔ انہوں نے مجھ سے اپنی بیٹی کا نکاح کر دیا۔ پھر محمیہ سے فرمایا: مال خمس سے ان کا اتنا اتنا مہر ادا کر دو۔ زہری کہتے ہیں: راوی نے مجھ سے اس (مہر) کی مقدار بیان نہیں کی۔ (1)

حضور ﷺ جس طرح قریب کے رشتہ داروں کو نوازتے تھے، اس طرح دور کے رشتہ داروں کو بھی اپنی کرم نوازیوں سے محروم نہیں رکھتے تھے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا تعلق چونکہ حضور ﷺ کی والدہ ماجدہ کے قبیلے بنو زہرہ سے تھا اس لیے حضور ﷺ انہیں اپنا ماموں قرار دیتے ہیں اور ان پر فخر بھی کرتے ہیں۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضرت سعد رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ میرے ماموں ہیں، اگر کسی کا ماموں ایسا ہو تو پیش کرے۔ (2)

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 344　2۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 216

حضور ﷺ رضاعی رشتہ داروں کے ساتھ عزت و احترام کا وہی سلوک فرماتے تھے جو سلوک آپ ﷺ خون کے رشتہ داروں سے فرماتے تھے۔

حضرت ابوالطفیل سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں حضور ﷺ کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ ایک خاتون حاضر خدمت ہوئیں۔ حضور ﷺ نے اپنی چادر ان کے لیے بچھا دی اور وہ اس پر بیٹھ گئیں۔ جب وہ خاتون چلی گئی تو لوگوں نے کہا: اس خاتون نے حضور ﷺ کو دودھ پلایا تھا۔(1)

حضرت عمر بن سائب سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ان تک یہ بات پہنچی کہ ایک روز حضور ﷺ تشریف فرما تھے کہ آپ کے رضاعی باپ تشریف لے آئے۔ حضور ﷺ نے ان کے لیے اپنے کپڑے کا کچھ حصہ بچھا دیا اور وہ اس پر بیٹھ گئے۔ پھر آپ ﷺ کی رضاعی ماں تشریف لائیں تو آپ نے ان کے لیے اپنے کپڑے کی دوسری جانب بچھا دی اور وہ اس پر بیٹھ گئیں۔ پھر آپ ﷺ کے رضاعی بھائی آئے تو آپ نے کھڑے ہو کر ان کا استقبال کیا اور ان کو اپنے سامنے بٹھایا۔(2)

حضور ﷺ کی صلہ رحمی کی شان تو یہ ہے کہ جس کسی کا تعلق آپ کے کاشانہ انور سے ایک بار پیدا ہو گیا آپ ﷺ نے اس تعلق کو کبھی ٹوٹنے نہیں دیا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: مجھے جتنی غیرت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پر آتی تھی اتنی حضور ﷺ کی ازواج مطہرات میں سے کسی اور پر نہیں آتی تھی حالانکہ میں نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا زمانہ نہیں پایا تھا۔ اور اس کی وجہ محض یہ تھی کہ حضور ﷺ کثرت سے ان کا ذکر کیا کرتے تھے۔ آپ بکری ذبح کرتے اور پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں کو تلاش کر کے انہیں گوشت کا تحفہ عطا فرمایا کرتے تھے۔(3)

حضور ﷺ کی بے مثال صلہ رحمی کا ایک بہت بڑا ثبوت یہ ہے کہ مال فے جس کو اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی ذات کے لیے خاص کیا تھا آپ نے اس مال میں بھی اپنے قرابت داروں کو اپنے ساتھ شریک رکھا۔

بخاری شریف میں حضرت مالک بن اوس بن حدثان النصیری سے ایک طویل حدیث مروی ہے۔ حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما مال فے کی تقسیم کا مقدمہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دربار میں پیش کرتے ہیں۔ اس مقدمہ کی سماعت کے دوران حضرت عمر رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: میں تمہیں اس معاملے (مال فے) کے متعلق بتاتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اس مال فے کا کچھ حصہ حضور ﷺ کے لیے خاص کر دیا تھا اور اس میں سے کسی اور کو کچھ نہیں دیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

1۔ جامع الترمذی، جلد 1، صفحہ 138 2۔ سنن ابی داؤد، جلد 2، صفحہ 353 3۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 228

تھا: وَمَاۤ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَاۤ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ...... الآیہ (حشر: 6)
(اور جو مال پلٹا دیے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی طرف ان سے لے کر تو نہ تم نے اس پر گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ بلکہ اللہ تعالیٰ تسلط بخشتا ہے اپنے رسولوں کو جس پر چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے)۔ (اس آیت کریمہ کی رو سے) یہ اموال حضور ﷺ کی ذات کے لیے خاص تھے لیکن (اس کے باوجود) حضور ﷺ نے تمہیں چھوڑ کر نہ تو ان اموال کو اپنے پاس جمع کیا اور نہ ان کو اپنے لیے خاص کیا بلکہ آپ نے یہ اموال تمہیں عطا کیے اور تمہارے درمیان تقسیم کیے......۔ (1)

حضور ﷺ کی یہی کرم نوازیاں تھیں جن کی وجہ سے آپ کے اپنوں نے کھل کر آپ کی صلہ رحمی کا نہ صرف اعتراف کیا ہے بلکہ یہ بھی اعلان کیا ہے کہ صلہ رحمی کے معاملے میں کوئی آپ کا ہمسر نہیں ہے۔

حضرت عبدالمطلب بن ربیعہ بن حارث کی حدیث گزشتہ صفحات میں گزر چکی ہے کہ عبدالمطلب بن ربیعہ اور فضل بن عباس رضی اللہ عنہما اپنی ایک گزارش لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے اپنی گفتگو کا آغاز جن کلمات سے کیا وہ یہ تھے۔

یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنْتَ اَبَرُّ النَّاسِ وَ اَوْصَلُ النَّاسِ...... (2) (اے اللہ کے رسول! ﷺ آپ سب لوگوں سے زیادہ حسن سلوک کرنے والے اور سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والے ہیں)۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کی صلہ رحمی کی شہادت اس وقت دی تھی جب کہ آپ نے ابھی اپنی نبوت کا اعلان بھی نہیں فرمایا تھا اور انہوں نے بڑے وثوق سے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی بے آبرو نہیں ہونے دے گا کیونکہ آپ میں بے شمار انسانی صفات عالیہ موجود ہیں جن میں سے ایک صلہ رحمی بھی ہے۔

بخاری شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک طویل حدیث مروی ہے جس میں حضور ﷺ پر وحی کے نزول کے آغاز کا ذکر ہے۔ حضور ﷺ وحی کے آغاز کے حیران کن تجربات سے گزرنے کے بعد گھر تشریف لاتے ہیں اور اپنی پریشانی کا ذکر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کرتے ہیں تو وہ عرض کرتی ہیں: كَلَّا اَبْشِرْ فَوَاللّٰهِ لَا يُخْزِيْكَ اللّٰهُ اَبَدًا فَوَاللّٰهِ اِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَصْدُقُ الْحَدِيْثَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَ تَقْرِى الضَّيْفَ وَتُعِيْنُ عَلٰى نَوَائِبِ الْحَقِّ۔ (3)

"ہرگز نہیں (یا رسول اللہ! ﷺ) آپ کو مبارک ہو۔ خدا کی قسم اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی بے آبرو نہیں ہونے دے گا۔ قسم بخدا! آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، (ہمیشہ) سچی بات کرتے ہیں، کمزوروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، ناداروں کو مال عطا کرتے ہیں، مہمانوں کی دیکھ بھال کرتے ہیں اور راہ حق میں پیش

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 76-575 2۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 344 3۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 740

آنے والے مصائب پر مدد فرماتے ہیں......"۔

حضور ﷺ نے اپنے اقوال طیبہ میں صلہ رحمی پر جو زور دیا تھا اور اپنے عمل سے صلہ رحمی کی جو خوبصورت مثالیں قائم کی تھیں، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ان تعلیمات کے رنگ میں اپنی زندگیوں کو رنگ لیا تھا۔ کتب احادیث میں جس طرح حضور ﷺ کی صلہ رحمی کے بے شمار واقعات ملتے ہیں اسی طرح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے واقعات بھی جا بجا ملتے ہیں۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما اپنی ایک طویل حدیث میں فرماتے ہیں: جب میں نے حضور ﷺ سے اجازت طلب کی تو آپ نے پوچھا: کیا تم نے کنواری عورت سے شادی کی ہے یا ثیبہ (1) سے؟ میں نے عرض کیا: میں نے ثیبہ سے شادی کی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے کنواری عورت سے شادی کیوں نہیں کی کہ تم اس سے دل لگی کرتے اور وہ تم سے دل لگی کرتی؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ میرے والد ماجد کا انتقال ہو گیا ہے یا عرض کیا کہ شہید ہو گئے ہیں اور میری چھوٹی چھوٹی بہنیں ہیں۔ مجھے یہ بات پسند نہیں آئی کہ ان جیسی ایک کم عمر کی عورت سے شادی کر لوں جو نہ تو ان کی تربیت کر سکے اور نہ ان کی دیکھ بھال کر سکے۔ اس لیے میں نے ثیبہ سے شادی کی ہے جو ان کی تربیت بھی کرے اور ان کی دیکھ بھال بھی کرے......۔(2)

حضرت سعید بن مسیب سے مروی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: مملوک بندہ جو نیک ہو اس کے لیے دوہرا اجر ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں ابو ہریرہ کی جان ہے، اگر جہاد فی سبیل اللہ، حج اور ماں کی فرماں برداری جیسی نیکیاں نہ ہوتیں تو میں غلامی کی حالت میں مرنا پسند کرتا۔ راوی کہتے ہیں کہ یہ بات بھی ہم تک پہنچی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنی والدہ کے انتقال سے پہلے، ان کی خدمت کی وجہ سے، (نفلی) حج نہیں کرتے تھے۔(3)

دین اسلام نے اسلامی معاشرے کو جو خاندانی نظام عطا کیا ہے، دیگر اقوام اس کو رشک کی نظروں سے دیکھتی ہیں۔ اس خاندانی نظام کی ساری برکتیں اور رونقیں صلہ رحمی کی انہی مذکورہ تعلیمات کی وجہ سے ہیں۔ بدقسمتی سے مسلمان اغیار کی نقالی میں اپنے قیمتی معاشرتی ورثوں سے بھی محروم ہوتے جا رہے ہیں۔ ہم نے اقوام مغرب میں صلہ رحمی کا فقدان دیکھا تو اسے اپنے معاشرے سے بھی فارغ کرنے کو ضروری سمجھا۔ کاش! مسلمان آنکھیں کھولیں اور ان معاشرتی رویوں کے خلاف بغاوت سے باز رہیں جن میں ان کی عظمت و سطوت کا راز مضمر ہے۔

1۔ ایسی عورت جس کا پہلے بھی نکاح ہو چکا ہو
2۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 416
3۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 53

ایفائے عہد

جو اخلاقی خوبیاں انسانیت کا حقیقی زیور ہیں، ان میں سے ایک خوبی ایفائے عہد کی بھی ہے۔ اگر ایک معاشرے کے افراد ایک دوسرے سے کیے ہوئے وعدوں کا پاس نہ رکھیں تو معاشرے کی فضا اعتماد کی دولت سے محروم ہو جائے گی اور بے اعتمادی کے ماحول میں انفرادی اور اجتماعی زندگی ایک عذاب سے کم نہیں ہوگی۔

اسلام نے اسلامی معاشرے میں اعتماد کی فضا قائم کرنے اور اسے بحال رکھنے کے لیے ایفائے عہد پر بہت زور دیا ہے۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا (بنی اسرائیل: 34) "اور پورا کیا کرو اپنے عہد کو بے شک ان وعدوں کے بارے میں تم سے پوچھا جائے گا"۔ حضور ﷺ نے اپنے متعدد ارشادات میں ایفائے عہد کی اہمیت کو اجاگر کیا ہے اور اپنے پیروکاروں کو اپنے وعدے پورے کرنے کا حکم دیا ہے، خواہ وہ وعدے انفرادی نوعیت کے ہوں یا اجتماعی نوعیت کے، اپنوں سے کیے گئے ہوں یا بیگانوں سے۔ حضور ﷺ نے وعدہ خلافی کو منافقت کی نشانی قرار دیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: چار خصلتیں ایسی ہیں کہ وہ جس میں پائی جائیں وہ پکا منافق ہے۔ ایسا شخص کہ جو بات کرے تو جھوٹ بولے، وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے، معاہدہ کرے تو عہد شکنی کرے اور جھگڑا کرے تو فحش گوئی سے کام لے۔ اور جس شخص میں ان میں ایک خصلت ہوگی اس میں منافقت کی ایک خصلت موجود ہوگی حتی کہ وہ اس سے چھٹکارا حاصل کرلے۔

مذکورہ حدیث میں دو خصلتیں ایسی ہیں جن کا تعلق ایفائے عہد سے ہے: وعدہ خلافی اور عہد شکنی۔ یہ دونوں ایفائے عہد کے حکم پر عمل نہ کرنے کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ گویا منافقت میں بہت بڑا حصہ وعدے وفا نہ کرنے کا ہوتا ہے۔

اکثر مہذب قومیں اپنے باہمی معاملات میں تو ایفائے عہد کی اہمیت پر بڑا زور دیتی ہیں اور عملاً اس پر عمل پیرا بھی ہوتی ہیں لیکن اغیار خصوصاً اپنے دشمنوں کے معاملہ میں عہد شکنی ان کے نزدیک معمول کی بات ہوتی ہے۔ حضور ﷺ نے اس سلسلہ میں بھی مثالی طرز عمل پیش کیا ہے اور جس طرح اپنے باہمی معاملات میں ایفائے عہد کی اہمیت پر زور دیا ہے بالکل اسی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ شدت کے ساتھ اپنے دشمنوں کے ساتھ کیے ہوئے وعدوں کو پورا کرنے کی تاکید کی ہے۔ اس سلسلے میں چند احادیث صحیحہ ملاحظہ فرمائیں:

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: قریش نے مجھے حضور ﷺ کی خدمت میں (سفیر بنا کر) بھیجا۔ جب میں نے حضور ﷺ کو دیکھا تو میرے دل میں اسلام کی لگن پیدا ہوگئی۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ خدا کی قسم، میں ان (قریش) کے پاس لوٹ کر کبھی نہیں جاؤں گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: میں عہد شکنی نہیں کرتا اور نہ سفیروں کے بارے میں دغابازی کرتا ہوں۔ تم اب لوٹ جاؤ اور تمہارے دل میں جو بات ہے اگر وہ موجود رہے تو لوٹ آنا۔ راوی کہتے ہیں: میں واپس لوٹ گیا۔ پھر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور مشرف باسلام ہوگیا...... الحدیث۔ (1)

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میرے جنگ بدر میں شامل نہ ہونے کی وجہ محض یہ تھی کہ میں اور میرے والد حسیل (2) روانہ ہوئے تو قریش نے ہمیں پکڑ لیا اور ہم سے کہا: تم محمد (ﷺ) کے پاس جانا چاہتے ہو۔ ہم نے کہا: ہم ان کے پاس نہیں بلکہ ہم تو صرف مدینہ جانا چاہتے ہیں۔ انہوں نے ہم سے عہد لیا کہ ہم مدینہ لوٹ جائیں گے اور حضور ﷺ کے ساتھ مل کر شامل جہاد نہیں ہوں گے۔ ہم حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا ماجریٰ عرض کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا: تم لوٹ جاؤ ہم ان سے کیے ہوئے وعدے کو پورا کریں گے اور ان کے خلاف خدا سے مدد مانگیں گے۔ (3)

حضرت صفوان بن سلیم متعدد ابنائے صحابہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: خبردار! جس نے معاہد پر ظلم کیا، اس کے حق میں کمی کی یا اس کو وہ کام کرنے پر مجبور کیا جو اس کی طاقت سے باہر ہو تو قیامت کے روز میں اس کے ساتھ جھگڑا کروں گا۔ (4)

حضرت سلیم بن عامر حمیری سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور رومیوں کے درمیان معاہدہ تھا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ رومیوں کے شہروں کی طرف سفر کر رہے تھے کہ جب عہد کی مدت ختم ہو تو ان سے قتال کریں۔ ایک آدمی گھوڑے یا خچر پر سوار ہو کر آیا۔ وہ کہہ رہا تھا: اللہ اکبر اللہ اکبر، عہد کو پورا کرو اور عہد شکنی نہ کرو۔ لوگوں نے دیکھا تو وہ حضرت عمرو بن عنبسہ رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کی خدمت میں آدمی بھیج کر پوچھا کہ وہ کیا کہنا چاہتے ہیں تو انہوں نے فرمایا: میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس شخص کا کسی کے ساتھ معاہدہ ہو تو جب تک اس معاہدے کی مدت ختم نہ ہو وہ شخص (یکطرفہ طور پر) اپنی طرف سے اس معاہدے میں کوئی تبدیلی نہ کرے۔ وہ چاہے تو فریق مخالف کو بتادے کہ ان کے درمیان جو معاہدہ تھا وہ ختم ہو چکا

1۔ سنن ابی داؤد، جلد 2، صفحہ 23 — 2۔ حسیل حضرت حذیفہ کے والد کا نام ہے اور یمان ان کا لقب ہے۔

3۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 106 — 4۔ سنن ابی داؤد، جلد 2، صفحہ 77

ہے۔ یہ سن کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ واپس لوٹ گئے۔(1)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جس شخص نے معاہد کو قتل کیا وہ جنت کی ہوا تک نہیں سونگھ سکے گا حالانکہ جنت کی ہوا چالیس سال کی مسافت سے بھی آجاتی ہے۔(2)

حضور ﷺ نے اپنے ارشادات میں بھی ایفائے عہد کی اہمیت پر زور دیا اور اپنے عمل سے بھی ایفائے عہد کی عظیم مثالیں قائم کیں۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: جب حضور ﷺ نے عمرہ کرنے کا ارادہ فرمایا تو آپ ﷺ نے اہل مکہ کے پاس، مکہ میں داخل ہونے کی اجازت لینے کے لیے آدمی بھیجا۔ انہوں نے آپ کے (مکہ میں داخل ہونے کے) لیے یہ شرط لگائی کہ آپ مکہ میں تین روز سے زیادہ نہیں ٹھہریں گے، ہتھیاروں کو نیام میں رکھیں گے اور اہل مکہ میں سے کسی کو (اپنے ساتھ جانے کی) دعوت نہیں دیں گے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان شرائط کو لکھنا شروع کیا۔ آپ نے لکھا یہ وہ معاہدہ ہے جو محمد رسول اللہ نے کیا۔ اہل مکہ کہنے لگے: اگر ہم یہ تسلیم کرتے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو ہم آپ کو مکہ میں داخل ہونے سے نہ روکتے بلکہ آپ کی بیعت کر لیتے۔ اس کی جگہ آپ یہ لکھیں: یہ وہ معاہدہ ہے جو محمد بن عبداللہ نے کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: خدا کی قسم، میں محمد بن عبداللہ ہوں اور خدا کی قسم، میں اللہ کا رسول ہوں۔ راوی کہتے ہیں: آپ لکھا نہیں کرتے تھے اس لیے آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: رسول اللہ کے کلمات مٹا دو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: خدا کی قسم، میں تو ان کلمات کو کبھی نہیں مٹاؤں گا۔ آپ نے فرمایا: تو پھر مجھے دکھاؤ۔ انہوں نے وہ کلمات دکھائے تو حضور ﷺ نے اپنے دست پاک سے انہیں مٹایا۔ جب حضور ﷺ مکہ میں داخل ہوئے اور مقررہ دن گزر گئے تو اہل مکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے: اب اپنے صاحب سے کہو کہ وہ یہاں سے چلے جائیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ بات حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کی تو آپ نے فرمایا: ہاں۔ پھر آپ روانہ ہو گئے۔(3)

حضور ﷺ کی سیرت طیبہ میں ایفائے عہد کا ایک واقعہ ایسا بھی ہے جو ہر سننے والے کو محو حیرت کر دیتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن حمساء سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے بعثت نبوی سے پہلے حضور ﷺ سے ایک سودا کیا۔ آپ کی کچھ رقم میرے ذمہ باقی رہ گئی۔ میں نے آپ سے وعدہ کیا کہ وہ رقم میں اس

1۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 23　　2۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 448　　3۔ ایضاً، صفحہ 452

جگہ پر لے کر آپ کے پاس آتا ہوں۔ میں یہ بات بھول گیا اور تین روز بعد مجھے یہ بات یاد آئی۔ میں اس جگہ پر گیا تو آپ وہیں موجود تھے۔ آپ نے فرمایا: جوان! تم نے مجھے تکلیف دی ہے میں تین روز سے یہاں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔(1)

حضور ﷺ نے اپنی حیات طیبہ میں ایفائے عہد پر اتنا زور دیا کہ آپ ﷺ کے اس جہان فانی سے تشریف لے جانے کے بعد خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے یہ اہتمام ضروری سمجھا کہ حضور ﷺ کا کوئی وعدہ وفا ہونے سے رہ نہ جائے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا تھا: بحرین سے مال آیا تو تمہیں اتنا مال عطا کروں گا۔ پھر حضور ﷺ کا انتقال ہو گیا (اس کے بعد) بحرین سے مال آیا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ نے اعلان فرمایا: جس کسی سے حضور ﷺ نے کوئی وعدہ فرما رکھا ہو، وہ میرے پاس آئے۔ میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا تھا: بحرین سے مال آیا تو میں تمہیں اتنا عطا کروں گا۔ انہوں (حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ) نے مجھ سے فرمایا: (اس مال سے) مٹھی بھر لو۔ میں نے مٹھی بھر لی تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کو گنتی کرو۔ میں نے گنتی کی تو یہ پانچ سو تھے۔ آپ نے مجھے پندرہ سو عطا کیے۔(2)

ایفائے عہد کا حکم قرآن حکیم نے دیا۔ حضور ﷺ نے اپنے قول و عمل سے اس کی اہمیت کو اجاگر کیا اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس حکم پر عمل کر کے اسلامی معاشرہ کو امن و اتحاد کا گہوارہ بنا دیا۔ آج بدقسمتی سے مسلمانوں کے نزدیک اس حکم کی اہمیت کم ہوتی جا رہی ہے۔ معاشرے سے اعتماد کی دولت معدوم ہوتی جا رہی ہے اور بے اعتمادی نے اجتماعی زندگی کو عذاب بنا دیا ہے۔ کاش! مسلمان ایفائے عہد کی اہمیت کو سمجھیں اور اس پر عمل کر کے ملت کو بے اعتمادی کی دلدل سے باہر نکالیں۔

حضور ﷺ کی شان جود وسخا

انسانی کمالات میں سخاوت کا درجہ بہت بلند ہے۔ حضور ﷺ کا جس طرح دیگر اخلاقی خوبیوں میں کوئی ثانی نہیں اسی طرح سخاوت میں بھی آپ کی شان بے مثال ہے۔ جن لوگوں نے آپ ﷺ کی سخاوت کے سمندر کو موجزن دیکھا تھا انہوں نے آپ کے متعلق اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے آپ کو صرف سخی نہیں کہا بلکہ "اجود الناس" (سب انسانوں سے زیادہ سخی) قرار دیا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ سب انسانوں سے

1۔ سنن ابی داؤد، جلد 2، صفحہ 234 2۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 448

زیادہ سخی تھے اور رمضان کے مہینہ میں جب جبریل امین آپ سے ملاقات کرتے تو اس وقت آپ کی شان سخاوت میں مزید اضافہ ہو جاتا تھا۔ اور جبریل امین رمضان کی ہر رات میں آپ سے ملاقات کرتے تھے اور آپ کے ساتھ قرآن کا دور کرتے تھے۔ (ان ایام میں) حضور ﷺ خیرات (تقسیم کرنے میں) ہوا سے بھی زیادہ سخی ہوتے تھے جس سے ہر کسی کو نفع پہنچتا ہے۔(1)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ سب انسانوں سے زیادہ حسین تھے۔ آپ ﷺ سب انسانوں سے زیادہ سخی تھے اور آپ سب انسانوں سے زیادہ بہادر تھے...... الحدیث۔(2)

جن لوگوں نے حضور ﷺ کے متعلق ان تأثرات کا اظہار کیا ہے، انہوں نے محض جوش عقیدت کی بنا پر یہ بات نہیں کہی بلکہ حضور ﷺ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ ان کے اس بیان کی صداقت کی دلیل ہے۔ آپ جب خداداد مال کو تقسیم کرنے پر آتے تھے تو اس مال سے کچھ بچا کر رکھنا آپ کی شان سخاوت کو گوارا نہ تھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ کی خدمت میں بحرین سے مال آیا۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس کو مسجد میں پھیلا دو۔ یہ حضور ﷺ کی خدمت میں آنے والا سب سے زیادہ مال تھا۔ حضور ﷺ نماز کے لیے باہر تشریف لائے اور آپ نے اس مال کی طرف توجہ نہیں فرمائی۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو اس مال کے پاس آکر بیٹھ گئے۔ آپ کو جو بھی نظر آتا آپ اس کو مال عطا کرتے۔ اسی اثناء میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے۔ آپ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ مجھے بھی عطا فرمایئے کیونکہ میں نے (جنگ بدر کی اسیری سے رہائی کے لیے) اپنا فدیہ بھی ادا کیا ہے اور عقیل کا فدیہ بھی ادا کیا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: لے لو۔ انہوں نے اپنے ہاتھ سے اپنے کپڑے میں مال ڈالا۔ پھر اس کو اٹھانے کی کوشش کی تو نہ اٹھا سکے۔ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ کسی کو حکم دیجئے کہ وہ یہ مال اٹھانے میں میری مدد کرے۔ آپ نے فرمایا: نہیں۔ انہوں نے عرض کیا: پھر آپ خود ہی یہ مال مجھے اٹھوا دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ پھر انہوں نے اس میں سے کچھ مال نکالا۔ پھر اس کو اٹھا کر کندھے پر ڈالا اور تشریف لے گئے۔ حضور ﷺ ان کی حرص پر حیران ہو کر ان کی طرف دیکھتے رہے حتیٰ کہ وہ اوجھل ہو گئے۔ حضور ﷺ اس وقت تک وہاں سے نہیں اٹھے جب تک وہاں ایک درہم بھی موجود تھا۔(3)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یمن

1۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 4 2۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 426 3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 60

سے، رنگے ہوئے چمڑے میں کچھ سونا بھیجا۔ اس سونے کو ابھی مٹی سے خالص نہیں کیا گیا تھا۔ آپ ﷺ نے یہ سارا سونا ان چار اشخاص میں تقسیم کر دیا۔ عیینہ بن بدر، اقرع بن حابس، زید الخیل اور چوتھے علقمہ بن علاثہ تھے یا عامر بن طفیل رضی اللہ عنہم...... الحدیث۔(1)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ سے کسی نے اسلام لانے پر جو چیز بھی طلب کی آپ نے اسے وہ چیز عطا فرما دی۔ آپ فرماتے ہیں: ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے دو پہاڑوں کے درمیان جتنی بکریاں موجود تھیں سب اس کو عطا فرما دیں۔ وہ شخص لوٹ کر اپنی قوم کے پاس گیا اور ان سے کہا: اے میری قوم! اسلام قبول کر لو کیونکہ محمد ﷺ اتنا عطا فرماتے ہیں کہ پھر فاقے کا اندیشہ نہیں رہتا۔(2)

حضور ﷺ سے جب کچھ مانگا جاتا تو آپ صرف عطا فرمانے اور یہ کہنے پر اکتفا نہیں فرماتے تھے کہ میں تمہیں عطا کروں گا بلکہ آپ ﷺ یہ فرماتے تھے کہ میرے پاس جو کچھ آئے گا اس میں سے کچھ بھی نہیں روکوں گا بلکہ سب کچھ تمہارے درمیان ہی تقسیم کروں گا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: انصار کے کچھ لوگوں نے حضور ﷺ سے سوال کیا۔ آپ ﷺ نے ان کو عطا کیا۔ انہوں نے پھر سوال کیا۔ آپ نے ان کو پھر عطا فرمایا حتی کہ آپ کے پاس جو مال تھا وہ ختم ہو گیا۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا: میرے پاس جو مال بھی ہو گا وہ میں تم سے بچا کر ذخیرہ نہیں کروں گا۔ (ہاں البتہ) جو شخص سوال کرنے سے بچنے کی کوشش کرے اللہ تعالیٰ اس کو سوال کرنے سے بچا لیتا ہے اور جو اپنے غنی ہونے کا اثر دے اللہ تعالیٰ اس کو غنی کر دیتا ہے۔ اور جو تکلف سے صبر کرنے کی کوشش کرے اللہ تعالیٰ اس کو صبر کی توفیق عطا فرما دیتا ہے۔ اور کسی شخص کو بھی صبر کی دولت سے بہتر دولت عطا نہیں ہوئی۔(3)

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ وہ حضور ﷺ کی حنین سے واپسی پر آپ کے ساتھ تھے۔ آپ کے ساتھ کچھ اور لوگ بھی تھے (اس اثناء میں) کچھ اعرابی حضور ﷺ کے ساتھ چمٹ گئے اور آپ سے سوال کرنے لگے۔ انہوں نے حضور ﷺ کو کیکر کے ایک درخت کی طرف جانے پر مجبور کیا اور آپ کی چادر مبارک اچک لی۔ حضور ﷺ رک گئے اور فرمایا: میری چادر مجھے دے دو۔ اگر ان درختوں کے برابر چوپائے میرے پاس ہوں تو میں وہ سب تمہارے درمیان تقسیم کر دوں اور تم مجھے نہ تو بخیل پاؤ نہ دروغ گو اور نہ بزدل۔(4)

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 341
2۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 253
3۔ صحیح بخاری، جلد 1، صفحہ 199
4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 446

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک عورت ایک چادر (بردہ) لے کر حاضر خدمت ہوئی۔ تم جانتے ہو بردہ کسے کہتے ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا: ہاں۔ بردہ اس بڑی چادر کو کہتے ہیں جس کے حاشیہ میں بنائی کی گئی ہو۔ اس عورت نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ میں نے اس کی بنائی اپنے ہاتھ سے کی ہے تاکہ میں یہ آپ کو پہناؤں۔ حضور ﷺ نے وہ چادر لے لی، آپ کو اس کی ضرورت بھی تھی۔ پھر حضور ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے تو آپ نے وہی چادر بطور تہبند پہن رکھی تھی۔ لوگوں میں سے ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ یہ چادر مجھے عطا فرما دیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ٹھیک ہے۔ حضور ﷺ کچھ دیر مجلس میں تشریف فرما رہے۔ پھر آپ واپس تشریف لے گئے اور چادر کو لپیٹ کر اس آدمی کی طرف بھیج دیا۔ لوگوں نے اس شخص سے کہا: تم نے اچھا نہیں کیا۔ تم نے حضور ﷺ سے (آپ کی ضرورت کی) وہ چادر مانگ لی حالانکہ تمہیں علم ہے کہ حضور ﷺ کسی سوالی کے سوال کو رد نہیں فرماتے۔ اس شخص نے کہا: خدا کی قسم! میں نے تو یہ چادر حضور ﷺ سے محض اس لیے مانگی ہے کہ جب میں مروں تو یہ چادر میرا کفن بنے۔ حضرت سہل فرماتے ہیں: اور (سچ مچ) وہ چادر اس شخص کا کفن بنی۔ (1)

حضور ﷺ کی سخاوت کا ایک انداز یہ بھی تھا کہ آپ کسی سے کچھ لیتے تو واپسی کے وقت جو لیا ہوتا اس سے زیادہ عطا فرماتے تھے۔ حق دار کو اس کے حق سے زیادہ عطا کرنے کے متعدد واقعات حضور ﷺ کی حیات طیبہ میں ملتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک شخص کا، حضور ﷺ کے ذمہ، ایک مخصوص عمر کا اونٹ تھا۔ وہ شخص آپ ﷺ کی خدمت میں آیا اور اپنے اونٹ کا مطالبہ کرنے لگا۔ حضور ﷺ نے صحابہ کرام کو حکم دیا کہ اس شخص کو (مطلوبہ) اونٹ دے دو۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس عمر کا اونٹ تلاش کیا جس کا وہ شخص حق دار تھا لیکن ان کو صرف وہی اونٹ ملا جو عمر کے اعتبار اس کے اونٹ سے بہتر تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اس کو یہی اونٹ دے دو۔ وہ شخص کہنے لگا۔ آپ نے مجھے کامل ادائیگی کی ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو زیادہ عطا فرمائے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: تم میں سے سب سے بہتر وہ ہے جو (دوسروں کے حقوق) بہتر انداز میں ادا کرتا ہے۔ (2)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ کے ذمہ میرا کچھ قرض تھا۔ آپ نے مجھے وہ قرض واپس لوٹایا تو قرض سے بھی زیادہ مجھے عطا فرمایا۔ میں مسجد میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھے دو رکعت نماز پڑھنے کا حکم دیا۔ (3)

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 281 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 309 3۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 248

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: (دوران سفر) حضور ﷺ میرے پاس تشریف لائے۔ میرا اونٹ تھک چکا تھا۔ حضور ﷺ نے اس کو کچوکا لگایا تو وہ اچھلنے لگا۔ اس کے بعد میں اس کی مہار کھینچتا تھا کہ حضور ﷺ کے ارشادات سن سکوں لیکن ایسا نہیں کر سکتا تھا۔ حضور ﷺ مجھے پیچھے سے آ کر ملے تو فرمایا: یہ اونٹ میرے ہاتھ بیچ دو۔ میں نے پانچ اوقیہ کے عوض اونٹ حضور ﷺ کو فروخت کر دیا۔ میں نے عرض کیا: میں اونٹ اس شرط پر بیچ رہا ہوں کہ مدینہ طیبہ پہنچنے تک میں اس پر سواری کروں گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: تم مدینہ تک اس پر سواری کر سکتے ہو۔ مدینہ پہنچنے کے بعد میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے مجھے مقررہ قیمت سے ایک اوقیہ (چاندی) زیادہ عطا فرمائی اور پھر اونٹ بھی مجھے عنایت فرما دیا۔ ﷺ (1)

حضور ﷺ کی سخاوت کا ایک خوبصورت انداز یہ بھی تھا کہ آپ دوسروں کی ذمہ داریاں اپنے مبارک کندھوں پر لے لیا کرتے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ کے زمانہ پاک میں ایک شخص نے دس درہم قرض کے عوض اپنے مقروض کو پکڑ لیا۔ وہ شخص کہنے لگا: میرے پاس تجھے دینے کے لیے کچھ نہیں۔ وہ (قرض خواہ) کہنے لگا: نہیں، خدا کی قسم، میں اس وقت تک تجھ سے علیحدہ نہیں ہوں گا جب تک تو مجھے میرا قرض ادا نہیں کرتا یا کوئی ضامن پیش نہیں کرتا۔ وہ اس شخص کو کھینچ کر حضور ﷺ کی خدمت میں لے آیا۔ حضور ﷺ نے اس شخص سے پوچھا: تم اس کو کتنی مہلت دے سکتے ہو؟ اس نے عرض کیا: ایک مہینا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: تو میں اس کی ضمانت دیتا ہوں۔ وہ شخص مقررہ وقت پر (مال لے کر) حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ حضور ﷺ نے اس سے پوچھا: تمہیں یہ مال کہاں سے ملا ہے؟ اس نے عرض کیا: کان سے۔ حضور نے فرمایا: اس (مال) میں کوئی بھلائی نہیں۔ پھر حضور ﷺ نے اس شخص کا قرض اپنے پاس سے ادا کر دیا۔ (2)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: کچھ لوگ (انصاری) کھجوروں کے کچھ درخت حضور ﷺ کے استعمال کے لیے وقف کر دیا کرتے تھے۔ جب بنو قریظہ اور بنو نضیر کے اموال فتح ہوئے تو میرے اہل خانہ نے مجھے حکم دیا کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضری دوں اور عرض کروں کہ انہوں نے حضور ﷺ کی خاطر جو درخت مختص کیے تھے، وہ سارے یا ان میں سے کچھ ان کو عطا فرما دیں۔ حضور ﷺ نے وہ درخت حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کو عطا فرما دیے تھے۔ ام ایمن رضی اللہ عنہا آئیں اور میری گردن میں کپڑا ڈال کر کہنے لگیں: ہرگز نہیں، اس ذات کی قسم جس کے سوا

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 29
2۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 173

کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ حضور ﷺ ان سے فرماتے تھے: تمہیں ان درختوں کے بدلے اتنا مال دیا جائے گا تو وہ کہتی تھیں: ہرگز نہیں، خدا کی قسم۔ راوی کہتے ہیں: (یہ سلسلہ جاری رہا) حتیٰ کہ حضور ﷺ نے ان کو میرے خیال میں، ان درختوں سے دس گنا عطا فرما دیا۔(1)

حضور ﷺ کی بے مثال سخاوت، امتیوں سے بے لوث تعلق، فقر غیور اور دوسروں کے بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھانے کے متعلق ایک جامع حدیث ملاحظہ ہو:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں ہر مومن سے، سب انسانوں سے زیادہ قریب ہوں، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اگر تم چاہو تو (اس کی تصدیق کے لیے یہ آیت کریمہ پڑھ لو: اَلنَّبِیُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ (احزاب: 6) ”نبی ﷺ مومنوں سے ان کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہیں“۔ جو مومن مال چھوڑ کر مرے تو اس کے رشتہ دار، جو بھی ہوں، اس کے وارث ہوں گے۔ اور اگر کوئی مومن قرض یا بے بس اہل و عیال چھوڑ کر مرے تو (متعلقہ شخص) میرے پاس آئے۔ اس میت کا ولی میں ہوں۔(2)

حضور ﷺ کی جود و سخا کی یہ وہ شان ہے جس کی مثال تاریخ عالم میں ملنا ممکن نہیں۔

حضور ﷺ کی عطاؤں سے وہ لوگ بھی محروم نہ رہے جنہوں نے آپ سے مانگتے ہوئے بھی گستاخانہ لہجہ استعمال کیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ہم حضور ﷺ کے ساتھ مسجد میں بیٹھا کرتے تھے۔ جب حضور ﷺ اٹھتے تو ہم بھی اٹھ جاتے۔ ایک روز حضور ﷺ اٹھے۔ ہم بھی آپ کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے۔ جب آپ ﷺ مسجد کے وسط میں پہنچے تو ایک آدمی آپ کے پاس آیا۔ اس نے پیچھے سے آپ کی چادر پکڑ کر آپ کو کھینچا۔ آپ کی چادر کھردری تھی جس نے آپ کی گردن مبارک کو سرخ کر دیا۔ اس شخص نے کہا: اے محمد! (ﷺ) مجھے میرے یہ دو اونٹ مال سے لاد دو۔ کیونکہ تم نہ تو اپنے مال سے دیتے ہو اور نہ اپنے باپ کے مال سے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: نہیں، میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہوں۔ میں تمہیں اونٹوں پر مال لدوا کر نہیں دوں گا جب تک تم مجھے گردن سے کھینچنے کا قصاص نہیں دیتے۔ اعرابی کہنے لگا: نہیں۔ خدا کی قسم، میں آپ کو قصاص نہیں دوں گا۔ حضور ﷺ نے یہ بات تین مرتبہ فرمائی۔ وہ ہر بار کہتا: نہیں، خدا کی قسم، میں قصاص نہیں دوں گا۔ جب ہم نے اعرابی کی بات سنی تو ہم تیزی سے اس کی طرف بڑھے۔ حضور ﷺ نے ہماری طرف توجہ فرمائی اور فرمایا: جو شخص میری بات سن رہا ہو میں اس کو قسم دیتا ہوں کہ جب تک میں اجازت نہ دوں، وہ اپنی جگہ سے نہ ہلے۔ پھر

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 891 2۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 705

حضور ﷺ نے ایک شخص کو حکم دیا: اس اعرابی کو ایک اونٹ پر جو اور دوسرے اونٹ پر کھجوریں لا دو۔ پھر آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو لوٹ جانے کا حکم دیا۔(1)

جن لوگوں نے حضور ﷺ کے سایۂ عاطفت میں زندگی کی قیمتی ساعتیں گزاری ہیں، جو سفر و حضر میں آپ کے ساتھ رہے ہیں، جنہوں نے خدا کے حبیب ﷺ کے بحر سخا کو موجزن دیکھا ہے، ان کا تجربہ اور مشاہدہ یہ کہتا ہے کہ کسی مانگنے والے کے سوال کے جواب میں مدنی تاجدار ﷺ کی زبان پاک سے کبھی ''لا'' یعنی ''نہیں'' کا لفظ نہیں نکلا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: کبھی ایسا نہیں ہوا کہ حضور ﷺ سے کوئی چیز مانگی گئی ہو اور آپ ﷺ نے اس کے جواب میں ''نہیں'' فرمایا ہو۔(2)

جو لوگ حضور ﷺ کی جود و سخا سے مستفیض ہوتے رہے اور جن پر خدائی نعمتوں کو تقسیم کرنے والی ہستی کا ابر کرم گھٹا بن کر برستا رہا، انہوں نے آپ کی بے مثال سخاوتوں کا اعتراف بڑے نرالے انداز میں کیا ہے۔ چند اعترافات ملاحظہ فرمائیے:

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ہم اشعر قبیلہ کے کچھ لوگ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ہم نے گزارش کی کہ ہمیں اونٹوں پر کچھ مال لدوا دیا جائے۔ حضور ﷺ نے ہمیں مال دینے سے انکار فرما دیا۔ ہم نے پھر مال لدوا دینے کی گزارش کی تو آپ ﷺ نے قسم کھا کر فرمایا کہ آپ ہمیں مال نہیں دیں گے۔ تھوڑی دیر گزری تھی کہ حضور ﷺ کی خدمت میں مال غنیمت کے کچھ اونٹ آئے۔ آپ نے ہمیں پانچ اونٹنیاں عطا کیں۔ جب ہم نے اونٹنیاں لے لیں تو ہم نے (آپس میں ایک دوسرے سے) کہا: حضور ﷺ نے ہمیں کچھ عطا نہ کرنے کی جو قسم کھائی تھی، ہم نے اس قسم سے آپ کی توجہ پھیر دی ہے۔ اس طرح تو ہم کبھی فلاح نہیں پا سکتے۔ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ آپ نے ہمیں کچھ عطا نہ کرنے کی قسم کھائی تھی۔ بعد میں آپ نے ہمیں اونٹنیاں دے دی ہیں۔ آپ نے فرمایا: ہاں، لیکن میں کوئی قسم کھاتا ہوں اور پھر دوسرے کام کو اچھا سمجھتا ہوں تو وہ کام کرتا ہوں جو اچھا ہو۔(3)

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضور ﷺ سے سوال کیا تو آپ نے مجھے (مال) عطا فرمایا۔ میں نے پھر سوال کیا۔ آپ نے مجھے پھر عطا فرمایا۔ میں نے پھر سوال کیا۔ آپ نے مجھے پھر عطا فرمایا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ مال تر و تازہ بھی ہے اور میٹھا بھی۔ جو یہ مال اپنی عزت نفس کو برقرار رکھ کر حاصل کرتا ہے اس کے لیے اس میں برکت ڈال

1۔ سنن النسائی، جلد 2، صفحہ 244 2۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 253 3۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 630

دی جاتی ہے اور جو اپنے نفس کو ذلیل کر کے مال بٹورتا ہے اس کے لیے اس میں برکت نہیں رکھی جاتی۔ ایسا شخص اس آدمی کی طرح ہوتا ہے جو کھاتا تو ہے لیکن سیر نہیں ہوتا اور دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے بہتر ہوتا ہے۔(1)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک شخص نے حضور ﷺ سے سوال کیا کہ ان دو پہاڑوں کے درمیان جو بکریاں ہیں وہ اسے عنایت فرما دیں۔ حضور ﷺ نے وہ سب بکریاں اس کو دے دیں۔ وہ شخص اپنی قوم کے پاس آیا اور کہنے لگا: اے میری قوم! ایمان لے آؤ، کیونکہ محمد ﷺ اتنا مال عطا فرماتے ہیں کہ پھر فاقے کا اندیشہ نہیں رہتا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: (اکثر ایسا ہوتا تھا) کہ کوئی شخص محض حصول دنیا کی خاطر اسلام قبول کرتا۔ لیکن جب وہ اسلام قبول کر لیتا تو اس کے دل میں اسلام دنیا اور دنیا کی ہر چیز سے زیادہ محبوب ہو جاتا تھا۔(2)

گزشتہ صفحات میں ہم نے جو احادیث طیبہ ذکر کی ہیں، یہ حضور ﷺ کے ابر جود و کرم کے برسنے کی ایک دھندلی سی تصویر ہے۔ ورنہ جس ہستی کو رب قدوس نے اپنی نعمتوں کا تقسیم کنندہ بنایا ہے، اس کی سخاوتوں کا بیان الفاظ کے ذریعے کیسے ممکن ہے۔

حیا اور سیرت کی پاکیزگی

حیا ایک بہت بڑی اخلاقی خوبی ہے اور بے حیائی ایک بہت بڑا اخلاقی مرض۔ انسان حیا کی دولت سے محروم ہو جائے تو اس میں اور حیوانوں میں کوئی فرق باقی نہیں رہتا۔ حیا ایک ایسی قوت ہے جو انسان کو ہر قسم کے اخلاقی عیوب سے محفوظ رکھتی ہے۔ جن قباحتوں سے انسان کو باز رکھنے کے لیے نہ کوئی قانون کام آتا ہے اور نہ سزا کا کوئی خوف، ان قباحتوں سے انسان حیا کی بدولت محفوظ رہ سکتا ہے۔ سائنسی ترقی کے اس دور میں جن ترقی یافتہ قوموں نے حیا سے چھٹکارا حاصل کر کے مادر پدر آزادی کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا ہے، ان کی نسلیں بداخلاقی کی دلدل میں یوں پھنستی جا رہی ہیں کہ وہاں سے نکلنے کا کوئی راستہ کسی کو نظر نہیں آ رہا۔

ہر الہامی دین کا بنیادی مقصد انسانیت کی اصلاح کر کے اسے رب قدوس کے حضور جھکانا ہوتا ہے۔ اسی لیے ہر الہامی دین میں حیا کی اہمیت پر سخت زور دیا گیا ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ انبیائے سابقین کے کلام میں سے جو باتیں لوگوں تک پہنچی ہیں ان میں سے ایک یہ فرمان بھی ہے۔ اِذَا لَمْ تَسْتَحْیِ فَاصْنَعْ مَاشِئْتَ(3) ''اگر تم حیا کی دولت سے بے بہرہ ہو تو جو چاہو کرتے رہو''۔

اسلام اللہ تعالیٰ کا آخری دین ہے اور محمد عربی ﷺ اس آخری دین کے پیغمبر اور خدا کے آخری

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 332 2۔ الصحیح لمسلم، جلد 3، صفحہ 253 3۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 308

رسول ہیں۔ اس دین کی تعلیمات میں دیگر ادیان سے بھی زیادہ حیا پر زور دیا گیا ہے اور اس رسول معظم ﷺ کی سیرت طیبہ، جن کی تادیب رب قدوس نے خود فرمائی ہے، حیا کے زیور سے یوں آراستہ نظر آتی ہے کہ کسی اخلاقی مرض کا کوئی شائبہ کسی دشمن کو بھی نظر نہیں آتا۔ حضور ﷺ نے حیا کی اہمیت پر بہت زور دیا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ہر دین کی ایک سیرت ہوتی ہے اور دین اسلام کی سیرت حیا ہے (1)۔ گویا حیا ہی دین اسلام کی روح ہے۔، اگر یہ نہ ہو تو دین کی محض صورت رہ جاتی ہے جو اس جسم کی مانند ہوتی ہے جس میں جان نہ ہو۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: حیا ایمان میں سے ہے اور ایمان انسان کو جنت میں لے جاتا ہے۔ اور بے حیائی ظلم ہے اور ظلم کا انجام دوزخ ہے۔(2)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: بے حیائی جس چیز میں ہو اس کو معیوب بنا دیتی ہے اور حیا جس چیز میں بھی ہو اسے خوبصورت بنا دیتی ہے۔(3)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: حیا کا انجام ہمیشہ اچھا ہوتا ہے (اس پر) بشر بن کعب نے کہا: حکمت کی کتابوں میں مکتوب ہے کہ حیا میں وقار بھی ہے اور تمکنت بھی۔ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: میں تمہیں حضور ﷺ کی حدیث سناتا ہوں اور تم مجھے اپنی کتابیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہو۔(4)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ ایک شخص کے پاس سے گزرے جسے حیا کے بارے میں عتاب کیا جا رہا تھا۔ (کہنے والا) اس سے کہہ رہا تھا: تم حیا کرتے ہو حتیٰ کہ اس سے تمہیں نقصان بھی ہو جاتا ہے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس کو کچھ نہ کہو کیونکہ حیا ایمان کا حصہ ہے۔(5)

حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری رسول ہیں۔ آپ ہر زمانے کے انسانوں کی راہنمائی کے لیے تشریف لائے ہیں۔ آپ کا قول و عمل، رہتی دنیا تک، ہر انسان کے لیے حجت ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کی تادیب خود فرمائی ہے اور آپ ﷺ کی ذات مقدسہ کو ہر قسم کے انسانی عیوب سے پاک رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو بعثت سے پہلے بھی اور بعثت کے بعد بھی ہر قسم کی اخلاقی خامیوں سے محفوظ رکھا۔ اپنے حبیب ﷺ کے دامن کو ہر قسم کے عیوب سے پاک رکھنے کی خاطر اللہ تعالیٰ نے آپ

1۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 308 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً 4۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 903 5۔ ایضاً

کو حیا کی وہ بے مثال قوت عطا فرمائی تھی کہ اس کی موجودگی میں آپ کی ذات سے کسی ناپسندیدہ قول یا فعل کا صدور ناممکن ہو گیا تھا۔ آپ ﷺ کا بچپن اور لڑکپن، مکہ کی سرزمین پر، اس دور میں گزرا جب شہر مکہ میں جہالت اپنے عروج پر تھی۔ اخلاقیات کا جنازہ نکل چکا تھا اور انسانیت دم توڑ رہی تھی۔ اس دور کی مکی زندگی میں رہ کر بھی حضور ﷺ کا دامن ہر اخلاقی عیب سے پاک رہا ہے۔ اس دور میں حضور ﷺ کی متاعِ حیا کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے کس طرح فرمائی، ایک واقعہ ملاحظہ فرمائیے:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: جب کعبہ کو تعمیر کیا گیا تو حضور ﷺ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ پتھر اٹھا کر لانے لگے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے فرمایا: اپنی چادر (ازار) اپنے کندھوں پر ڈال لو (حضور ﷺ نے ایسا کیا) تو آپ زمین پر گر گئے اور آپ ﷺ کی نگاہیں آسمان کی طرف اٹھ گئیں۔ آپ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: مجھے میری چادر پکڑا دَ۔ پھر انہوں نے چادر آپ کو پہنا دی۔ (1)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث مسلم شریف میں بھی موجود ہے۔ وہاں ان الفاظ کا اضافہ بھی ہے: فَمَا رُؤِیَ بَعْدَ ذَالِكَ الْیَوْمِ عُرْیَانًا (2) ''حضور ﷺ کو اس دن کے بعد کبھی عریاں نہیں دیکھا گیا''۔

ہم جب حضور ﷺ کی حیاتِ طیبہ کا بغور مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں حضور ﷺ کے اقوال و افعال میں کسی ایسی چیز کا سراغ نہیں ملتا جس سے جبینِ حیا پر پسینے کے قطرے نمودار ہوں۔ قوتِ حیا نے حضور ﷺ کی سیرتِ طیبہ کو اتنی پاکیزگی عطا کر دی ہے کہ قربان ہونے کو جی چاہتا ہے۔ آپ ﷺ کی سیرتِ طیبہ میں کوئی ایسی چیز تلاش کرنا ممکن ہی نہیں جسے انسانی عیب شمار کیا جا سکے۔ آپ خدا سے حیا کرتے ہیں، اس لیے آپ کی ذات سے کسی ایسے کام کا صدور نہیں ہوتا جو بارگاہِ خداوندی میں ناپسندیدہ ہو۔ آپ خدا کے بندوں سے بھی حیا کرتے ہیں اس لیے آپ نہ کوئی ایسا کام کرتے ہیں اور نہ کوئی ایسی بات کہتے ہیں جو کسی خدا کے بندے کو ناگوار گزرے۔ آپ کے حیا کی اسی قوت اور آپ ﷺ کی سیرت کی اسی پاکیزگی کو دیکھتے ہوئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضور ﷺ کے متعلق ان تاثرات کا اظہار کیا ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ اس کنواری لڑکی سے بھی زیادہ حیادار تھے جو اپنی پردہ گاہ میں ہوتی ہے۔ جب آپ ﷺ کی نظر کسی ناپسندیدہ چیز پر پڑتی تھی تو ناپسندیدگی کے آثار ہمیں آپ کے چہرے پر نظر آ جاتے تھے۔ (3)

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 215 2۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 154 3۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 901

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نہ بدخو تھے اور نہ بد کلام۔ آپ فرمایا کرتے تھے: تم میں سب سے بہتر وہ ہیں جن کے اخلاق سب سے اچھے ہوں۔(1)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نہ گالیاں دینے والے تھے، نہ بدخو تھے اور نہ لعنت کرنے والے۔ جب آپ ہم میں سے کسی پر غصہ ہوتے تو (صرف) یہ فرماتے تھے: اس کی جبین خاک آلود ہو، اسے کیا ہو گیا ہے۔(2)

حضور ﷺ معلم بن کر تشریف لائے تھے۔ مردوں اور عورتوں سب کو زیورِ علم دین سے آراستہ کرنا آپ کے فرائضِ نبوت میں شامل تھا۔ آپ ﷺ نے اپنے اس فریضہ کی ادائیگی کے لیے راتوں کی نینداور دنوں کا چین سب کچھ قربان کر دیا تھا۔ آپ گالیاں دینے والوں اور پتھر مارنے والوں کو بھی علم دین کے زیور سے آراستہ کرنے کے لیے کوشاں تھے۔ اس فریضے کی ادائیگی کے دوران بھی ایسے مواقع آجاتے کہ حیا کا جو نور آپ کے سینہ انور میں مستور تھا اس کی جھلک چہرۂ انور پر نظر آنے لگتی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: ایک عورت نے حضور ﷺ سے سوال کیا کہ حیض والی عورت حیض کے بعد کس طرح غسل کرے۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے اس عورت کو غسل کا طریقہ سکھایا اور پھر فرمایا کہ (اس طرح غسل کرنے کے بعد) وہ کستوری سے معطر روئی وغیرہ کا ٹکڑا لے اور اس کے ذریعے طہارت حاصل کرے۔ عورت کہنے لگی: اس روئی کے معطر ٹکڑے سے میں کس طرح طہارت حاصل کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا سبحان اللہ، اس سے طہارت حاصل کرو۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے اپنا چہرہ چھپا لیا۔ سفیان بن عیینہ نے (یہ روایت بیان کرتے ہوئے) اپنا ہاتھ اپنے چہرے پر رکھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے اس عورت کو اپنی طرف کھینچا۔ میں سمجھ گئی تھی کہ حضور ﷺ کیا فرمانا چاہتے ہیں۔ میں نے اس عورت سے کہا: اس معطر ٹکڑے کو ان جگہوں پر لگاؤ جہاں خون لگا تھا۔(3)

اس حدیث پاک کے ذریعے اس بات کا بھی پتا چلتا ہے کہ کس حکمت کے تحت اللہ تعالیٰ نے عام امتیوں کے برعکس حضور ﷺ کو چار سے زیادہ عورتوں کو نکاح میں جمع کرنے کی اجازت دی تھی۔ حضور ﷺ کی ازواج نے امت مسلمہ کے آدھے حصہ کی تعلیم و تربیت کا فریضہ سرانجام دیا ہے۔ اگر یہ اجازت نہ ہوتی تو بے شمار مواقع ایسے آتے جب حضور ﷺ وفورِ حیا کی وجہ سے عورتوں کے سامنے مسائل کی توضیح نہ کر سکتے اور وہ الہامی علم جو صنفِ نازک کے متعلق تھا اس کا کثیر حصہ تشنۂ تبلیغ رہ جاتا۔

حضور ﷺ کے کامل الحیا ہونے کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے کہ آپ کی جلوت و خلوت کا

1۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 503 2۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 891 3۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 150

مشاہدہ کرنے والے آپ کے متعلق یہ شہادت دیتے ہیں کہ آپ نے زندگی بھر کسی غیر محرم عورت کے ہاتھ کو نہیں چھوا۔

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے عورتوں کی بیعت کے متعلق فرمایا: حضور ﷺ نے اپنے دست مبارک سے کسی (غیر محرم) عورت کو کبھی نہیں چھوا۔ آپ ان سے محض عہد لیتے تھے اور جب وہ عہد کر لیتی تھیں تو آپ ان سے فرماتے تھے: جاؤ، میں نے تمہیں بیعت کر لیا ہے۔ (1)

حضرت امیمہ بنت رقیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: میں کچھ انصاری عورتوں کے ساتھ، بیعت کے لیے، حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ ہم اس بات پر آپ سے بیعت کرتی ہیں کہ ہم کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کا شریک نہیں بنائیں گی، چوری نہیں کریں گی، بدکاری نہیں کریں گی، ہم اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان (یعنی حمل کے متعلق) کوئی جھوٹا الزام گھڑ کر نہیں لگائیں گی اور نیکی کے کاموں میں آپ کی نافرمانی نہیں کریں گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جتنا تمہارے بس اور قدرت میں ہوا۔ ہم نے عرض کی: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ ہم پر زیادہ رحم فرمانے والے ہیں۔ پھر ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ (اپنا دست مبارک نکالیے) تا کہ ہم آپ سے بیعت کریں۔ آپ نے فرمایا: میں (غیر محرم) عورتوں سے مصافحہ نہیں کیا کرتا۔ میرا بذریعہ کلام سو عورتوں سے (بیعت کرنا) بھی ایسا ہی ہے جیسے ایک عورت سے بیعت کرنا۔ (2)

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی ذات میں حیا کی وہ قوت پیدا فرما دی تھی کہ، گناہ سے بچنا تو بہت دور کی بات ہے، آپ اس حیا کی بدولت روزمرہ کے معاملات میں ہر ایسے قول و فعل سے اجتناب فرماتے جس سے کسی انسان کا دل دکھنے کا امکان ہوتا یا جس سے کسی کی عزت نفس کو ٹھیس پہنچتی۔ جو لوگ حضور ﷺ کی خدمت میں ہمہ وقت رہتے تھے اور جنہوں نے حضور ﷺ کے سایہ عاطفت میں زندگی کی قیمتی ساعتیں گزاری ہیں، انہوں نے اس قسم کے متعدد واقعات بیان کیے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے کبھی کھانے میں عیب نہیں نکالا۔ اگر کھانا پسند ہوتا تو تناول فرما لیتے اور ناپسند ہوتا تو چھوڑ دیتے تھے۔ (3)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: اگر حضور ﷺ کو کسی شخص کی کسی (ناپسندیدہ) بات کا پتا چلتا تو آپ یہ نہیں فرماتے تھے کہ فلاں شخص کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ یہ کہتا ہے بلکہ آپ ﷺ فرماتے تھے: لوگوں کو کیا ہوا ہے کہ وہ یہ کہتے ہیں۔ (4)

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 131
2۔ سنن النسائی، جلد 2، صفحہ 183
3۔ سنن ابن داؤد، جلد 2، صفحہ 172
4۔ سنن ابی داؤد، جلد 2، صفحہ 312

حقیقت یہ ہے کہ حیا کی خداداد قوت نے حضور ﷺ کی سیرت طیبہ کو اتنا پاکیزہ اور بے عیب بنا دیا تھا کہ نہ کسی ہمہ وقت حاضر باش غلام کو اس کے دامن پر کوئی دھبہ نظر آیا اور نہ کوئی بدخواہ دشمن اس پاک دامن پر کسی آلودگی کی نشاندہی کر سکا۔

خُلِقْتَ مُبَرَّءً مِّنْ کُلِّ عَیْبٍ کَاَنَّکَ قَدْ خُلِقْتَ کَمَا تَشَآءُ

متانت اور سنجیدگی

حضور ﷺ نے جس ماحول میں آنکھ کھولی تھی اور جس معاشرے میں اپنا لڑکپن اور جوانی گزاری تھی اس معاشرے کے رویوں کے بالکل برعکس حضور ﷺ کی سیرت ہر قسم کے چھچھورے پن سے ہمیشہ محفوظ رہی۔ آپ ﷺ کا ہر قول، ہر فعل اور ہر حرکت متانت اور سنجیدگی کے رنگ میں رنگی ہوئی تھی۔ حضور ﷺ کی متانت اور سنجیدگی کا عالم یہ تھا کہ کسی نے آپ کو کبھی قہقہہ لگاتے ہوئے نہیں دیکھا۔ لوگ قہقہے لگاتے تھے اور خدا کے حبیب ﷺ کے لبوں پر، ان کی شان عالی کے عین مطابق، مسکراہٹ جلوے بکھیرتی تھی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: میں نے حضور ﷺ کو کبھی بھرپور انداز میں ہنستے ہوئے نہیں دیکھا جس سے آپ کے حلق کا پارۂ گوشت نظر آتا۔ آپ ﷺ تو محض تبسم فرمایا کرتے تھے۔(1)

حضرت سماک بن حرب سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا آپ حضور ﷺ کی مجلس میں بیٹھا کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: ہاں، اکثر ایسا ہوتا تھا۔ حضور ﷺ جس جگہ صبح کی نماز ادا کرتے اس جگہ سے اس وقت تک نہیں اٹھتے تھے جب تک سورج طلوع نہ ہو جاتا۔ جب سورج طلوع ہوتا تو آپ اس جگہ سے اٹھتے تھے۔ (اس مجلس میں) لوگ باتیں کرتے تھے۔ وہ زمانۂ جاہلیت کے امور پر گفتگو کرتے تھے اور ہنستے تھے لیکن حضور ﷺ محض تبسم فرمایا کرتے تھے۔(2)

حضرت حارث بن عبداللہ بن جزء سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ کی ہنسی محض تبسم تک محدود تھی۔(3)

جس ہستی نے زندگی بھر قہقہہ لگانے سے بھی احتراز کیا ہو اور محفل میں بیٹھے ہوئے احباب کو ہنستے دیکھ کر بھی محض تبسم پر اکتفا کیا ہو، اس کی متانت اور سنجیدگی کے بیان کے لیے مزید کچھ کہنے کی حاجت ہی نہیں رہتی۔

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 900 2۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 255 3۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 205

حبیب خدا ﷺ کی نرم دلی

نرم دلی ایک بہت بڑا انسانی وصف ہے۔ نرم دل انسان کی مثال پھول جیسی ہے کہ جو بھی قریب آتا ہے بوئے گل سے اس کے مشام جان معطر ہوتے ہیں۔ پروردگار عالم نے حضور ﷺ کو اس وصف میں بھی امتیازی شان عطا فرمائی تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر وہ خوبی جو پروردگار عالم کو پسند تھی وہ اپنے حبیب کو اتنی عطا فرمائی کہ کوئی دوسرا اس میں آپ کا ثانی نہیں ہے۔ نرمی بھی اللہ تعالیٰ کو پسند تھی۔ حضور ﷺ نے ایک موقع پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا: یَا عَائِشَةُ اِنَّ اللهَ عَزَّوَجَلَّ یُحِبُّ الرِّفْقَ فِی الْاَمْرِ کُلِّهٖ(1) ''اے عائشہ! اللہ تعالیٰ کو ہر معاملہ میں نرمی پسند ہے''۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے سراپے کو نرمی کا مرقع بنا دیا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے متعدد مواقع پر حضور ﷺ کے اس وصف کی شہادت دی ہے۔

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ہم حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ہم نوجوان تھے اور ہماری عمریں ایک جیسی تھیں۔ ہم نے حضور ﷺ کی خدمت میں بیس راتیں قیام کیا۔ حضور ﷺ بڑے رحیم اور نرم دل تھے۔ آپ نے خیال فرمایا کہ ہم اپنے اہل خانہ کے لیے ترس گئے ہوں گے۔ آپ نے ہم سے پوچھا کہ ہم اپنے اہل خانہ میں سے کن کن لوگوں کو پیچھے چھوڑ کر آئے ہیں۔ ہم نے بتایا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنے اہل خانہ کے پاس لوٹ جاؤ، ان کے درمیان رہو، انہیں علم سکھاؤ اور (نیکیوں کا) حکم دو۔ اور جب نماز کا وقت آئے تو تم میں سے ایک شخص اذان کہے اور جو تم میں سے بڑا ہو وہ تمہاری امامت کرائے۔(2)

نرم دلی کا یہ وصف حضور ﷺ کی فطرت ثانیہ بن چکا تھا۔ حالات جیسے بھی ہوتے حضور ﷺ کا رویہ کسی کو کبھی نرمی سے خالی نظر نہیں آیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: مجھے دس سال تک حضور ﷺ کی خدمت کرنے کا شرف حاصل رہا۔ (ان دس سالوں میں) آپ نے مجھے کبھی ''اف'' تک نہیں فرمایا۔ جو کام میں کرتا اس کے متعلق کبھی یہ نہیں فرمایا کہ ایسے کیوں کیا ہے اور جو کام میں نے چھوڑ دیا اس کے متعلق کبھی یہ نہیں فرمایا کہ اسے چھوڑا کیوں ہے۔ حضور ﷺ تمام انسانوں سے زیادہ خوش خلق تھے۔ میں نے ریشم یا کسی دوسری ایسی چیز کو نہیں چھوا جو حضور ﷺ کی ہتھیلی سے زیادہ نرم ہو اور نہ میں نے کوئی کستوری یا عطر ایسا سونگھا ہے جو حضور ﷺ کے پسینے سے زیادہ خوشبودار ہو۔(3)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: حضور ﷺ نے کسی خادم یا کسی

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 214
2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 236
3۔ جامع الترمذی، جلد 1، صفحہ 22

عورت کو کبھی نہیں پیٹا۔(1)

کبھی کبھی ایسی صورت حال پیش آ جاتی ہے کہ نرم دل سے نرم دل انسان بھی کسی قدر سختی پر مجبور ہو جاتا ہے لیکن حضور ﷺ اس قسم کے حالات میں بھی نرم دلی کا مظاہرہ کیا کرتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ہم مسجد میں حضور ﷺ کی معیت میں بیٹھے تھے کہ ایک اعرابی آیا اور کھڑے ہو کر مسجد میں پیشاب کرنے لگا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اسے (زور زور سے) کہنے لگے: رک جا، رک جا۔ راوی کہتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: اس کے پیشاب کا سلسلہ منقطع نہ کرو۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اسے چھوڑ دیا حتیٰ کہ وہ پیشاب سے فارغ ہو گیا۔ پھر حضور ﷺ نے اس (اعرابی) سے فرمایا: یہ پیشاب اور گندگی وغیرہ ان مساجد کی شایان شان نہیں۔ یہ مسجدیں تو ذکر خداوندی، نماز اور قرآن حکیم کی تلاوت کے لیے ہیں۔ یا جو الفاظ حضور ﷺ نے فرمائے۔ پھر حضور ﷺ نے ایک شخص کو حکم دیا۔ وہ پانی کا ڈول لایا اور اسے اس (پیشاب) پر بہا دیا۔(2)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک اعرابی کھڑا ہوا اور اس نے مسجد میں پیشاب کر دیا۔ لوگوں نے اس کو پکڑ لیا۔ حضور ﷺ نے ان سے فرمایا: اس کو چھوڑ دو اور اس کے پیشاب پر پانی کا ڈول بہا دو کیونکہ تم آسانی پیدا کرنے والے بنا کر بھیجے گئے ہو، تنگی پیدا کرنے والے بنا کر نہیں۔(3)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک شخص نے حضور ﷺ سے (قرض کی واپسی کا) مطالبہ کیا اور اس مطالبہ میں سخت رویہ اپنایا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے (اسے پکڑنے کا) ارادہ کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا: اسے چھوڑ دو کیونکہ حق دار بولنے کا حق رکھتا ہے۔ تم اس کے لیے اونٹ خرید دو اور اس کے حوالے کر دو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ ہمیں صرف وہی اونٹ مل رہا ہے جو عمر میں اس کے اونٹ سے بہتر ہے۔ آپ نے فرمایا: وہی اونٹ خرید کر اس کو دے دو کیونکہ تم میں سے بہتر وہ ہے جو ادائیگی اچھے طریقے سے کرتا ہے۔(4)

اگر کوئی شخص حضور ﷺ کی موجودگی میں حدود اللہ کو توڑتا تو وہ غضب رسول کو دعوت دیتا تھا اور اس حالت میں خدا کے رحیم و کریم رسول کے چہرۂ انور پر بھی رعب و جلال کی کیفیات نمودار ہوتی تھیں لیکن اگر کسی شخص سے بے خبری یا لاعلمی میں بڑی سے بڑی غلطی سرزد ہو جاتی تو خدا کا رحمۃ للعالمین رسول

1۔ سنن ابی داؤد، جلد 2، صفحہ 312
2۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 138
3۔ سنن النسائی، جلد 1، صفحہ 20
4۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 321

اسے اپنے دامنِ رحمت میں لے لیتا اور انتہائی نرمی اور محبت سے اس کی اصلاح فرماتا۔

حضرت معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ مجھے جاہلیت کی تاریکیوں سے نکلے تھوڑا ہی عرصہ ہوا ہے۔ اب اللہ تعالیٰ اسلام کو لے آیا ہے۔ (اب بھی) ہم میں کچھ لوگ ہیں جو بدفال لیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: یہ ایک ایسی چیز ہے جس کو وہ اپنے دلوں میں محسوس کرتے ہیں۔ البتہ یہ بدفالی انہیں کسی کام سے نہ روکے۔ (میں نے عرض کیا) اور کچھ لوگ کاہنوں کے پاس جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: تم ان کے پاس نہ جایا کرو۔ اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ ہم میں سے کچھ لوگ (علم رمل کی) لکیریں کھینچتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: خدا کے ایک رسول لکیریں کھینچتے تھے، اگر کسی کی لکیریں ان کی لکیروں سے مشابہ ہو جائیں تو یہ ٹھیک ہے۔ راوی کہتے ہیں: جب میں حضور ﷺ کے ساتھ شریک نماز تھا، نمازیوں میں سے ایک شخص کو چھینک آئی۔ میں نے کہا: یَرْحَمُكَ اللهُ۔ لوگوں نے مجھے گھورنا شروع کر دیا۔ میں نے (جی میں) کہا: میری ماں مجھے روئے، تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ میری طرف (یوں) دیکھ رہے ہو۔ راوی کہتے ہیں: لوگوں نے (فرط کراہت سے) اپنے ہاتھ اپنی رانوں پر مارنا شروع کر دیے۔ جب میں نے دیکھا کہ وہ مجھے خاموش کرانا چاہتے ہیں (تو میں نے ان سے تکرار کا ارادہ کیا) لیکن پھر خاموش ہو گیا۔ جب حضور ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے مجھے (اپنے پاس) بلایا۔ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، آپ نے نہ تو مجھے مارا، نہ جھڑکا اور نہ گالی دی۔ میں نے آپ سے بہتر استاد نہ آپ سے پہلے دیکھا نہ آپ کے بعد۔ آپ نے فرمایا: ہماری اس نماز میں کسی قسم کے انسانی کلام کی گنجائش نہیں ہے۔ نماز تو تسبیح و تکبیر اور تلاوت قرآن کا نام ہے...... الحدیث (1)

حضور ﷺ کی اسی نرم دلی کا ثمرہ تھا کہ عرب کے بادیہ نشین اپنی تمام ہٹ دھرمیوں اور نخوتوں کے بتوں کو توڑ کر حضور ﷺ کے حلقۂ ارادت میں شامل ہوتے گئے اور اپنی دنیا اور آخرت کو سنوار گئے۔ اس حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام مقدس میں بھی بیان فرما دیا ہے: فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ (آل عمران: 159) ''پس (صرف) اللہ تعالیٰ کی رحمت سے آپ نرم ہو گئے ہیں ان کے لیے۔ اور اگر ہوتے آپ تندمزاج، سخت دل تو یہ لوگ منتشر ہو جاتے آپ کے آس پاس سے۔ تو آپ درگزر فرمایئے ان سے اور بخشش طلب کیجئے ان کے لیے اور صلاح مشورہ کیجئے ان سے اس کام میں''۔

1۔ سنن النسائی، جلد 1، صفحہ 180

ہزاروں سلام ہوں اس رحمۃ للعالمین رسول پر جس کو رب کریم نے اپنے غلاموں کے لیے نرم دل بنایا ہے اور جس کی رحم دلی کو اپنی رحمت کا نتیجہ قرار دیا ہے۔

حلم رسول اللہ ﷺ

کسی انسان کے اشتعال انگیز رویہ پر اس کے خلاف، قدرت کے باوجود، انتقامی کارروائی نہ کرنے کو حلم کہا جاتا ہے۔ حلم ایک بہت بڑی اخلاقی خوبی ہے۔ حضور ﷺ نے اس اخلاقی خوبی کی بہت تعریف فرمائی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے الاشجع العصری سے فرمایا: تمہارے اندر دو خصلتیں ایسی ہیں جن سے اللہ تعالیٰ محبت فرماتا ہے، ایک حلم اور دوسری حیا۔(1)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جس گھونٹ کا اجر اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ ہے وہ غصے کا گھونٹ ہے جو خدا کا بندہ خدا (کی رضا) کے لیے پی جاتا ہے۔(2)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جو شخص غصے کو پی جائے، حالانکہ وہ غصہ نکالنے پر قادر ہو، قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اسے ساری مخلوق کے سامنے دعوت دیں گے کہ وہ آئے اور جس حور کو چاہے چن لے۔(3)

حلم کی خوبی جس کی احادیث طیبہ میں انتہائی تعریف کی گئی ہے، اس میں بھی حضور ﷺ کا کوئی ثانی نہیں ہے۔ آپ نے جس دور میں آنکھ کھولی تھی اس دور کا نام ہی دور جاہلیت ہے۔ حضور ﷺ کا فرض منصبی سر سے پاؤں تک جہالت میں پھنسی ہوئی مخلوق خدا کو جہالت کی تاریکیوں سے نکال کر ایمان کی روشنی سے بہرہ ور کرنا تھا۔ آپ ﷺ نے اپنی حیات طیبہ کا ایک ایک لمحہ اسی فریضہ کی ادائیگی کی خاطر کوششیں کرتے ہوئے گزارا۔ جن لوگوں کو آپ دنیا اور آخرت کی تباہیوں سے بچانے کے لیے کوشاں تھے، وہ آپ ﷺ کو اپنا دشمن سمجھتے تھے اور ان کی طرف سے قدم قدم پر آپ کو انتہائی تکلیف دہ اور صبر آزما رویے کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔

عرب جاہل بھی تھے اور اجڈ بھی۔ اس پر مستزاد یہ کہ وہ کروڑوں خداؤں کی پوجا کے عادی تھے اور حضور ﷺ انہیں ان سب جھوٹے خداؤں کی خدائی کا انکار کر کے خدائے واحد کے سامنے جبیں سائی کی تبلیغ کر رہے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ حضور ﷺ کی دعوت اسلام کے مقابلے میں ان کا رویہ انتہائی جاہلانہ بھی تھا اور انتہائی معاندانہ بھی۔ کوئی عام سا مبلغ تو ایسے ماحول میں ایک دن بھی تبلیغ کا کام جاری

1۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 308 2۔ ایضاً، صفحہ 309 3۔ ایضاً، صفحہ 308

نہ رکھ سکتا لیکن جس ہستی کو ان اجڈ عربوں کی اصلاح کے لیے بھیجا گیا تھا، اس کی اس کام کے لیے خصوصی تربیت، رب قدوس نے خود فرمائی تھی۔ ان حالات میں تبلیغ دین کا فریضہ سرانجام دینے کے لیے حضور ﷺ کو رب قدوس نے حلم و بردباری کی وہ قوت عطا فرمائی تھی کہ نہ عربوں کا اجڈ پن کبھی آپ کو اپنے مشن کے تقاضوں سے چشم پوشی پر مجبور کر سکا اور نہ کسی قسم کا اشتعال آپ ﷺ کے رویے کو متانت سے محروم کر سکا۔

مکی زندگی میں مکہ کے کافروں نے حضور ﷺ اور آپ کے پیروکاروں پر مظالم کے پہاڑ توڑے۔ مدنی زندگی میں قریش مکہ کے علاوہ مدینہ طیبہ کے یہودی، عیسائی اور منافقین آپ کے درپئے آزار رہے۔ طائف والوں نے دعوت حق کا جواب پتھروں سے لہولہان کر کے دیا۔ مکہ والوں نے، حالت نماز میں، جسد اطہر پر گندگی پھینکی۔ انبیائے سابقین نے اس قسم کے حالات میں اپنی قوموں کے خلاف، بارگاہ خداوندی سے مدد طلب کی اور ان کی قومیں مختلف قسم کے عذابوں میں مبتلا ہو کر تباہ و برباد ہوئیں لیکن خدا کے اس حلیم رسول کی زبان سے، قوم کے ان ظالمانہ اور جاہلانہ رویوں کے خلاف بھی، صرف دعا ہی نکلی۔ یہ آپ ﷺ کے حلم کا کمال ہے۔ حضور ﷺ کی حیات طیبہ کے عمومی جائزہ سے بھی آپ کی صفت حلم پورے عروج پر نظر آتی ہے۔ آپ ﷺ کی حیات طیبہ سے حلم و بردباری کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں حضور ﷺ کے ساتھ چل رہا تھا۔ آپ نے ایک نجرانی چادر اوڑھ رکھی تھی جس کا حاشیہ بڑا سخت تھا۔ ایک اعرابی آ کر آپ سے ملا اور آپ کو آپ کی چادر سے پکڑ کر زور سے کھینچا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے حضور ﷺ کے کندھے کو دیکھا تو اس پر زور سے کھینچنے کی وجہ سے چادر کے نشانات پڑ گئے تھے۔ پھر اس اعرابی نے کہا: اے محمد! ﷺ آپ کے پاس اللہ تعالیٰ کا جو مال ہے اس میں سے کچھ مال مجھے دینے کے احکامات صادر فرمائیے۔ حضور ﷺ اس اعرابی کی طرف متوجہ ہوئے، تبسم فرمایا اور اس کو مال عطا کرنے کے احکامات صادر فرمائے۔(1)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: کچھ آدمی حضور ﷺ کی خدمت میں آئے اور کہا: السام علیك یا ابا القاسم۔ (جس کا معنی ہے اے ابوالقاسم! آپ کو موت آئے) حضور ﷺ نے جواباً فرمایا: وعلیکم (یعنی وہی موت تمہارا مقدر بنے) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: (یہودیوں کی یہ بات سن کر) میں نے کہا: وعلیکم السام والذام (یعنی موت اور رسوائی

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 900

تمہارا مقدر بنے) اس پر حضور ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! حد سے بڑھنے والی نہ بنو۔ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ آپ نے سنا نہیں کہ وہ کیا کہہ رہے تھے؟ آپ نے فرمایا: انہوں نے جو کہا تھا کیا میں نے ان کی طرف لوٹا نہیں دیا۔ میں نے ان کے جواب میں ''وعلیکم'' کہہ دیا تھا۔(1)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حنین سے واپسی پر، جعرانہ کے مقام پر حضور ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا۔ اس وقت حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے کپڑے میں چاندی تھی اور حضور ﷺ اس سے چاندی لے کر لوگوں کو عطا فرما رہے تھے۔ اس (آنے والے) شخص نے کہا: اے محمد! ﷺ انصاف کرو۔ حضور ﷺ نے فرمایا: تیرا ستیاناس ہو، میں عدل نہیں کروں گا تو کون عدل کرے گا۔ اگر میں عدل نہ کروں تو میں تو سراسر گھاٹے اور خسارے میں ہوں۔ (اس پر) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ مجھے اجازت دیجئے، میں اس منافق کو قتل کر دوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: میں اس بات سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں کہ لوگ یہ باتیں کریں کہ میں اپنے ساتھیوں کو قتل کر دیتا ہوں۔ یہ شخص اور اس کے رفقاء قرآن تو پڑھتے ہیں لیکن وہ ان کے گلے سے نیچے نہیں اترتا۔ یہ دین سے اسی طرح نکل جاتے ہیں جیسے تیر شکار سے پار ہو جاتا ہے۔(2)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک دن حضور ﷺ نے مال تقسیم فرمایا۔ ایک انصاری شخص نے کہا: یہ ایسی تقسیم ہے جس میں خدا کی رضا کو پیش نظر نہیں رکھا گیا۔ راوی کہتے ہیں: میں نے (اپنے دل میں) کہا: خدا کی قسم میں ضرور حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں گا (اور اس بات کا ذکر کروں گا) میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کچھ لوگوں کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ میں نے چپکے سے وہ بات آپ کی خدمت میں عرض کی۔ آپ غضب ناک ہو گئے حتی کہ آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ پھر آپ ﷺ نے (صرف) اتنا فرمایا: حضرت موسیٰ علیہ السلام پر خدا کی رحمتیں نازل ہوں، آپ کو اس سے بھی زیادہ ستایا گیا لیکن آپ نے صبر کیا۔(3)

جو لوگ حضور ﷺ کے اعلانیہ مخالف تھے یا جنہوں نے دشمنی کو دوستی کے پردوں میں چھپا رکھا تھا وہ تو ارادۃً حضور ﷺ کو پریشان کرنے کے لیے الٹی سیدھی حرکتیں کرتے رہتے تھے لیکن جو لوگ پکے مومن تھے اور جن کے دل خدا اور رسول کی محبت سے آباد تھے، ان سے بھی، بشری کمزوریوں کی بنا پر کبھی کوئی ایسی غلطی سرزد ہو جاتی تھی جو حضور ﷺ کے لیے سخت تکلیف دہ ہوتی تھی لیکن حضور ﷺ دشمنوں کی اذیتوں کو بھی اور اپنوں کی غلطیوں کو بھی اپنے حلم کی چادر میں چھپا لیتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ اپنوں کا جذبۂ جاں نثاری عروج پر پہنچ جاتا تھا اور دشمنوں کے پتھر دل آپ کے حلم سے نرم

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 214 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 340 3۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 931

ہو جاتے تھے۔ ﷺ

حبیبِ خدا علیہ التحیۃ والثنا کا صبر اور استقامت

یہ دنیا مصیبتوں کا گھر ہے۔ دنیوی زندگی کے سفر میں انسان کو قدم قدم پر مصائب و آلام سے واسطہ پڑتا ہے۔ زندگی کے ان آلام و مصائب کا کامیابی سے مقابلہ کرنے کا واحد ذریعہ صبر ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے جس بندے کو عظمتیں اور رفعتیں عطا فرمانا چاہتا ہے۔ اس کو صبر کی بے مثال دولت عطا فرما دیتا ہے۔ صبر کی اس عظیم دولت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اپنے ان بندوں کو مصائب و آلام کی بھٹی سے کندن بنا کر نکالتا ہے۔ خدا کے وہ بندے جو مصائب و آلام کی بھٹی سے، صبر کی خداداد طاقت کے ذریعے، کندن بن کر نکلتے ہیں، وہ جب اس دنیا کے معرکے میں قدم رکھتے ہیں تو حالات کے دھارے کے ساتھ بہتے چلے جانا ان کے لیے ممکن نہیں ہوتا بلکہ وہ حالات کے دھارے کو اپنی پسند کے مطابق موڑنے کا حوصلہ رکھتے ہیں۔ یہ لوگ محض تاریخ کا حصہ نہیں ہوتے بلکہ تاریخ ساز ہوتے ہیں۔ خصوصاً اللہ تعالیٰ اپنے جن بندوں کو اپنے دین کی خدمت اور اعلائے کلمۃ الحق کے فریضہ کے لیے منتخب فرماتا ہے، انہیں اس مقصد کے لیے خصوصی طور پر تیار فرماتا ہے۔ ایسے لوگوں کے لیے پروردگار عالم پھولوں کی سیج نہیں بلکہ مصائب و آلام کے پہاڑوں کو پسند فرماتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب ایک شخص نے حضور ﷺ کی خدمت میں یہ کہا کہ وہ نہ تو بیماریوں کو جانتا ہے اور نہ کبھی بیمار ہوا ہے، تو حضور ﷺ نے اس سے فرمایا تھا: قُمْ عَنَّا وَلَسْتَ مِنَّا(1) ''تم ہماری محفل سے اٹھ جاؤ کیونکہ تم ہم میں سے نہیں ہو''۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کو، دنیا کے اندر، مصائب میں مبتلا فرماتا ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو سزا دینا چاہتا ہے تو، اس کے گناہوں کے سبب، اس کا دنیوی عذاب روک دیتا ہے تا کہ قیامت کے روز اس کو پورا پورا عذاب دے۔ اسی سند سے حضور ﷺ کا یہ ارشاد بھی مروی ہے: مصیبتیں جتنی بڑی ہوں ثواب اتنا ہی عظیم ہوتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کسی قوم سے محبت فرماتا ہے تو ان کو مصیبتوں میں مبتلا کر دیتا ہے۔ ان میں سے جو لوگ (اس قضائے خداوندی پر) راضی ہوں ان کو خدا کی خوشنودی عطا ہوتی ہے اور جو لوگ (اس قضائے خداوندی کو) ناپسند کریں وہ خدا کی ناراضگی کا شکار ہوتے ہیں۔(2)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ سخت ترین مصیبتیں کن لوگوں پر نازل ہوتی ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا: انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر۔ پھر جو (درجات میں) ان سے قریب ہوں۔ پھر جو ان سے قریب ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

1۔ سنن ابی داؤد، جلد 2، صفحہ 84
2۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 62

آدمی کی آزمائش اس کے دین کے مطابق ہوتی ہے۔ اگر اس کے دین میں قوت ہو تو اس کی مصیبتیں سخت ہو جاتی ہیں اور اگر اس کے دین میں کمزوری ہو تو اس کی آزمائش اس کے دین کے مطابق ہوتی ہے۔ بندے پر مصیبتیں آتی رہتی ہیں حتیٰ کہ وہ اس کو اس حال میں پہنچا دیتی ہیں کہ وہ زمین پر چل رہا ہوتا ہے اور اس (کے دامن) پر گناہ کا کوئی داغ نہیں ہوتا۔ (1)

حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کے محبوب ترین بندے ہیں۔ آپ کے ذمہ بارگاہ ربوبیت سے جو فریضہ لگایا گیا وہ مشکل ترین فریضہ تھا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو آزمائشوں اور ان آزمائشوں پر صبر کی وہ شان عطا فرمائی کہ اس میں کوئی آپ کا ثانی نہیں ہے۔

حضور ﷺ کی دنیوی زندگی کا آغاز ہی ابتلا سے ہوا۔ اس دنیا پر قدم رنجہ فرمانے سے پہلے ہی آپ کے والد ماجد کا انتقال ہو چکا تھا۔ یتیمی کے اس زخم پر مرہم رکھنے والی ہستیاں والدہ ماجدہ اور جد امجد بھی، بچپن ہی کے مرحلے میں، داغ مفارقت دے گئے۔ دنیا کے کفر گڑھ کو کفر وشرک سے پاک کر کے وہاں توحید خداوندی کے جھنڈے لہرانے کے خداداد فریضہ کی ادائیگی کے لیے کام کا آغاز کیا تو مشفق چچا اور جان نثار رفیقہ حیات کو قدم قدم پر اپنے ساتھ پایا لیکن جب سارا مکہ خون کا پیاسا ہو گیا تو ان دونوں مونس و غمخوار ہستیوں کی جدائی کا صدمہ بھی برداشت کرنا پڑا۔ مکہ جیسے مقدس شہر کو چھوڑا، بیت اللہ الحرام سے جدائی کے داغ کو سینے میں چھپایا، گھر بار، قبیلہ اور خاندان چھوڑا۔ نہ صرف کفار مکہ سے بلکہ ابتدا میں پورے عرب کے کفار سے اور پھر دنیا کے جابر ترین بادشاہوں کے خلاف، مٹھی بھر جاں نثاروں کی معیت میں، جنگیں لڑیں۔ ان میں سے ہر لمحہ صبر آزما تھا لیکن خدا کے حبیب ﷺ نے ہر حال میں صبر کی وہ مثالیں پیش کیں جن کے تصور سے ہی انسان حیرت کے سمندر میں ڈوب جاتا ہے۔

حضور ﷺ کی زندگی کا ہر لمحہ صبر سے عبارت ہے۔ صرف نمونے کے طور پر چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں کہ قارئین کرام ان کے مطالعہ سے اپنے دلوں میں اپنے پیارے آقا ﷺ کی عظمتوں کے تصور کو جاگزین کر سکیں اور زندگی کی آزمائشوں میں حبیب خدا ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کر کے دنیا اور آخرت کی عظمتوں سے بہرہ ور ہو سکیں:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ (حج کے موقع پر) عرفات کے میدان میں اپنے آپ کو لوگوں کے سامنے پیش کرتے اور فرماتے: ہے کوئی شخص جو مجھے (تبلیغ اسلام کی خاطر) اپنی قوم کے پاس لے جائے، کیونکہ قریش نے مجھے اپنے رب کے پیغام کی تبلیغ سے روک دیا ہے۔ (2)

1۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 62 1۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 116

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ سجدہ فرما رہے تھے اور آپ کے اردگرد قریش کے لوگ کھڑے تھے کہ عقبہ بن ابی معیط ذبح شدہ اونٹ کی جھلی لایا اور اسے حضور ﷺ کی پشت پر ڈال دیا۔ حضور ﷺ نے سجدے سے سر نہیں اٹھایا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں۔ انہوں نے اس جھلی کو حضور ﷺ کی پشت سے ہٹایا اور جن لوگوں نے یہ حرکت بد کی تھی ان کے خلاف دعا کی۔ حضور ﷺ نے (بارگاہ خداوندی میں) دعا کی: اے رب! ان قریشی سرداروں کا معاملہ تیرے سپرد ہے۔ ابوجہل بن ہشام، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، امیہ بن خلف یا ابی بن خلف شعبہ راوی کو شک ہے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے دیکھا کہ یہ مذکور تمام سردار جنگ بدر میں قتل ہوئے اور ان سب کو ایک کنویں میں پھینک دیا گیا سوائے امیہ یا ابی کے کہ اس کے جسم کے جوڑ الگ ہو گئے اور اس کو کنویں میں نہیں ڈالا گیا۔ (1)

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے عرض کیا: مجھے بتایئے کہ مشرکین نے حضور ﷺ کے ساتھ جو سب سے بڑی سختی کی تھی وہ کیا تھی؟ انہوں نے فرمایا: حضور ﷺ خانہ کعبہ کے مقام حجر میں نماز پڑھ رہے تھے کہ عقبہ بن ابی معیط آیا۔ اس نے اپنا کپڑا حضور ﷺ کی گردن میں ڈال کر شدت سے آپ کا گلہ گھونٹا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ انہوں نے عقبہ کو کندھوں سے پکڑ کر حضور ﷺ سے علیحدہ کیا اور یہ آیت پڑھی: اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ (مومن: 28) (2) ''کیا تم ایک شخص کو محض اس وجہ سے قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے''۔

حضور ﷺ کو جن مصائب سے واسطہ پڑا اور جن پر آپ نے اور آپ کے لواحقین نے کمال صبر کا مظاہرہ کیا: ان میں مصائب و آلام کے وہ تین سال بھی ہیں جو حضور ﷺ نے بنوہاشم کے ساتھ شعب ابی طالب میں گزارے تھے۔ اس واقعہ کا ذکر بخاری شریف کی اس حدیث میں مختصراً آیا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے، یوم النحر سے اگلے دن، جب کہ آپ منیٰ میں تشریف فرما تھے، فرمایا: کل ہم انشاء اللہ خیف بنی کنانہ میں اتریں گے۔ جہاں (قریش و کنانہ نے) کفر پر حلف اٹھایا تھا۔ اس (خیف بنی کنانہ) سے آپ کی مراد محصب تھی۔ اور (اس واقعہ کی تفصیل) یہ ہے کہ قریش اور بنو کنانہ نے بنوہاشم اور بنوعبدالمطلب یا بنوالمطلب کے خلاف معاہدہ کیا تھا کہ وہ ان کے ساتھ نہ نکاح کا رشتہ قائم کریں گے اور نہ ان کے ساتھ خرید و فروخت کریں گے جب تک کہ وہ نبی ﷺ کو ان کے حوالے نہ کر دیں...... الحدیث۔ (3)

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 543 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 544 3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 216

یاد رہے کہ حضور ﷺ کے ساتھ قریش کے اس سلوک کا سبب سوائے اس کے کچھ نہ تھا کہ آپ ان کو بتوں کی پوجا چھوڑ کر خدائے واحد کی عبادت کی دعوت دیتے تھے اور بنو ہاشم اور بنو المطلب کا قصور محض یہ تھا کہ وہ حضور ﷺ کو کفار مکہ کے رحم و کرم پر چھوڑنے کے لیے آمادہ نہ تھے۔

حضور ﷺ کی حیات طیبہ کے صبر آزما لمحات میں وہ مشکل ترین وقت بھی ہے جو آپ نے، تبلیغ دین کی خاطر، طائف کی گلیوں میں، اپنی راہ گم کردہ قوم کے مظالم سہتے ہوئے گزارا اور ان مظالم پر صبر کا وہ انداز اختیار کیا جو صرف آپ ہی کا حصہ ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں کہ انہوں نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ کیا آپ پر (زندگی میں) کوئی ایسا دن بھی آیا ہے جو یوم احد سے سخت تر ہو؟ حضور ﷺ نے فرمایا: مجھے تمہاری قوم کی طرف سے بڑے مصائب کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ اور مجھے ان کی طرف سے جن مظالم کا سامنا کرنا پڑا ان میں سب سے سخت عقبہ کا دن تھا جب میں نے اپنے آپ کو عبد یا لیل بن عبد کلال کے سامنے پیش کیا تھا۔ اس نے میری دعوت کو قبول نہ کیا۔ میں نے انتہائی دکھ اور پریشانی میں اسی طرف چلنا شروع کر دیا جدھر میرا رخ تھا۔ جب مجھے کچھ افاقہ محسوس ہوا تو میں ''قرن الثعالب'' کے مقام پر تھا۔ میں نے سر اٹھایا تو مجھے ایک بادل نظر آیا جو مجھ پر سایہ کناں تھا۔ میں نے دیکھا تو اس (بادل) میں جبریل امین موجود تھے۔ انہوں نے مجھے ندا دی اور فرمایا: آپ کی قوم نے آپ کے ساتھ جو گفتگو کی ہے اور انہوں نے آپ کی دعوت کا جو جواب دیا ہے، اسے اللہ تعالیٰ نے سن لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کے فرشتے کو آپ کی خدمت میں بھیجا ہے تاکہ آپ اسے، ان کے بارے میں جو چاہیں حکم دیں۔ پھر پہاڑوں کے فرشتے نے مجھے ندا دی، اس نے مجھے سلام کیا پھر کہا: اے محمد! ﷺ (جبریل امین نے جو فرمایا ہے) یہ حق ہے۔ اب آپ کی منشا کیا ہے؟ اگر آپ کی خواہش ہو تو میں ان پہاڑوں (ابوقبیس اور قعیقعان) کو ان پر الٹ دوں۔ (اس پر) حضور ﷺ نے فرمایا: (میں ان کی ہلاکت کا خواہش مند نہیں) بلکہ میں یہ امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشتوں سے ایسے لوگ پیدا کرے گا جو خدائے واحد کی عبادت کریں گے اور کسی کو اس کا شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔(1)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک دن حضرت جبریل امین حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت حضور ﷺ تشریف فرما تھے۔ آپ کا دل بہت دکھی تھا اور آپ ﷺ کا جسم لہولہان تھا۔ مکہ کے کسی شخص نے آپ کو مضروب کیا تھا۔ حضرت جبریل امین نے عرض کیا:

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 458

آپ کو کیا تکلیف پہنچی ہے؟ آپ نے فرمایا: ان لوگوں نے میرے ساتھ یہ یہ سلوک کیا ہے۔ جبریل امین نے عرض کیا: کیا آپ پسند فرماتے ہیں کہ میں آپ کو نشانی دکھاؤں؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ انہوں نے وادی کی دوسری طرف ایک درخت کی طرف دیکھا اور حضور ﷺ سے عرض کیا: آپ اس درخت کو بلائیے۔ آپ ﷺ نے اس درخت کو بلایا تو وہ چلتا ہوا آپ کے پاس آیا حتیٰ کہ آپ کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔ جبریل امین نے عرض کیا: اس کو لوٹ جانے کا حکم دیجیے۔ حضور ﷺ نے اسے حکم دیا تو وہ لوٹ گیا حتیٰ کہ اپنی جگہ پر پہنچ گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: میری تسلی کے لیے یہ کافی ہے۔ (1)

راہ حق میں حضور ﷺ کو جن مصائب سے گزرنا پڑا، ان کی شدت کا اندازہ اس حقیقت سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ جب حضور ﷺ نے، باذن خداوندی، اپنے فریضہ کی ادائیگی کے لیے، اپنا گھر بار، عزیز رشتہ دار اور مال و اسباب سب کچھ چھوڑ کر مکہ سے نکل جانے کا ارادہ فرمایا تو دشمنان دین نے اس راستے میں بھی رکاوٹیں کھڑی کیں۔ وہ نعرۂ توحید کو نہ مکہ میں بلند ہوتے سن سکتے تھے اور نہ ان کو یہ گوارا تھا کہ خدا کی زمین کے کسی خطے میں خدا کا نام لیا جائے۔ حضور ﷺ نے جن حالات میں، بلد حرام سے جدائی کے صدمے کو اپنے سینے سے لگایا اس کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عازب رضی اللہ عنہ (براء کے والد) سے ایک پالان خریدا۔ میں اس پالان کو اٹھا کر ان کے ساتھ چل دیا۔ راوی کہتے ہیں: حضرت عازب رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے حضور ﷺ کے سفر (ہجرت) کے متعلق پوچھا۔ انہوں نے فرمایا: ہمارے اوپر پہرہ بٹھا دیا گیا تھا۔ لہٰذا ہم رات کو (مکہ سے) نکلے۔ ہم نے ساری رات اور سارا دن سفر جاری رکھا حتیٰ کہ دوپہر اپنے شباب پر پہنچ گئی۔ پھر ایک چٹان ہمارے سامنے ظاہر ہوئی۔ ہم اس کے پاس گئے۔ اس کا کچھ سایہ تھا۔ میرے پاس چمڑے کا ایک ٹکڑا تھا۔ میں نے اسے حضور ﷺ کی خاطر زمین پر بچھا دیا۔ پھر حضور ﷺ آرام فرما ہو گئے اور میں حضور ﷺ کے اردگرد کی جگہ کو صاف کرنے لگا۔ اسی اثنا میں مجھے ایک چرواہا نظر آیا جو ایک چھوٹے سے ریوڑ کے ساتھ وہاں آیا۔ وہ بھی اس چٹان سے وہی فائدہ حاصل کرنا چاہتا تھا جو ہمارے پیش نظر تھا۔ میں نے اس سے پوچھا: تو کس کا (خادم) ہے؟ اس نے جواب دیا: فلاں شخص کا۔ میں نے اس سے پوچھا: کیا تمہارے ریوڑ میں دودھ (والی بکری) ہے؟ اس نے کہا: ہاں۔ میں نے اس سے پوچھا: کیا تجھے بکری دوہنے کی اجازت ہے؟ اس نے جواب دیا: ہاں۔ اس نے اس ریوڑ میں سے ایک بکری کو پکڑا تو میں نے اس سے کہا: تھیری کو صاف کر لو۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

1۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 291

میں نے پیالہ بھر دودھ نکالا۔ میرے پاس پانی کا ایک برتن تھا جس کے اوپر ایک کپڑا تھا۔ میں نے پانی کا یہ برتن حضور ﷺ کی خاطر ساتھ رکھ لیا تھا۔ میں نے دودھ پر پانی ڈالا حتی کہ اس کا نیچے والا حصہ ٹھنڈا ہو گیا۔ پھر میں وہ (دودھ) لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ یہ نوش فرما لیجئے۔ حضور ﷺ نے دودھ نوش فرمایا حتی کہ میرا دل خوش ہو گیا۔ پھر ہم نے کوچ کیا اور ہماری تلاش میں آنے والے لوگ ہمارے پیچھے پیچھے آ رہے تھے...... الحدیث۔ (1)

سب کچھ مکہ میں چھوڑ کر مدینہ طیبہ میں آباد ہو جانے کے بعد بھی حضور ﷺ کی ابتلاؤں میں کمی نہیں آئی بلکہ ان میں اضافہ ہی ہوتا گیا۔ حضور ﷺ کی مدنی زندگی کے مطالعہ سے تو یوں نظر آتا ہے جیسے سارا عالم کفر پورے طمطراق کے ساتھ حق کی شمع کو بجھانے کے درپے ہے اور خدا کا حبیب ﷺ مٹھی بھر جاں نثاروں کے ساتھ، ان کے مقابلے میں صبر کا پہاڑ بن کر کھڑا ہے۔ اور لطف کی بات یہ ہے کہ ان جفا کاریوں کے باوجود حبیب خدا ﷺ کے دل میں ان خون کے پیاسوں کے لیے جذبۂ ہمدردی پوری آب و تاب کے ساتھ موجزن نظر آتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: جنگ احد کے دن حضور ﷺ کے سامنے کا دانت مبارک شہید ہو گیا اور آپ کے سر پر زخم آئے۔ خون بہہ کر آپ ﷺ کے چہرے پر آنے لگا۔ حضور ﷺ اپنے چہرے سے خون صاف کر رہے تھے اور فرما رہے تھے: وہ قوم کیسے فلاح پا سکتی ہے جنہوں نے اپنے نبی کے چہرے کو خون سے رنگین کیا ہے جب کہ وہ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دے رہا ہے۔ اسی وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیۂ کریمہ نازل فرمائی: لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ (آل عمران:128) (2)

حضرت ابوحازم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہما سے حضور ﷺ کے زخم کے بارے پوچھا گیا تو انہوں نے انہیں یہ فرماتے ہوئے سنا: خدا کی قسم، مجھے معلوم ہے کہ کون حضور ﷺ کے زخم کو دھو رہا تھا اور کون اس پر پانی انڈیل رہا تھا اور حضور ﷺ (کے زخم) کا علاج کس چیز سے کیا گیا تھا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کے زخم کو دھو رہی تھیں۔ حضرت علی رضی اللہ ڈھال کے ساتھ اس پر پانی ڈال رہے تھے۔ جب فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ پانی سے خون میں اضافہ ہو رہا ہے تو آپ نے چٹائی کا ایک ٹکڑا لیا، اسے جلایا اور اس کو زخم پر چپکا دیا، اس سے خون رک گیا۔ اس روز حضور ﷺ کے سامنے کا دانت شہید ہوا، چہرہ مبارک زخمی ہوا اور خود آپ کے سر پر ٹوٹ گیا۔ (3)

حیرت انگیز بات یہ ہے کہ حضور ﷺ جب سارے عالم کفر کے خلاف برسرپیکار تھے اس وقت

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 557 2۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 291 3۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 584

آپ ﷺ کے پاس نہ مال وزر کے انبار تھے اور نہ سامان حرب کی بہتات تھی بلکہ ایسا بھی ہوتا تھا کہ مدینے کا تاجدار مسجد نبوی میں بیٹھا ہوتا تھا اور اس نے کئی دنوں سے کچھ کھایا نہیں ہوتا تھا بلکہ میدان جنگ میں دشمن سے لڑتے ہوئے بھی بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر بندھے ہوتے تھے لیکن زبان سے کبھی شکوے کا کوئی لفظ نہیں نکلتا تھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا سے فرمایا: میں نے حضور ﷺ کی آواز کو سنا ہے جس میں کمزوری تھی۔ مجھے اس میں بھوک کے آثار نظر آئے ہیں۔ کیا تمہارے پاس (کھانے کی) کوئی چیز ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں۔ انہوں نے جو کی کچھ روٹیاں نکالیں پھر اپنا دوپٹہ لیا اور اس کے کچھ حصہ میں روٹیوں کو لپیٹا اور کچھ حصہ مجھے اوڑھا دیا۔ پھر انہوں نے مجھے حضور ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ راوی کہتے ہیں: میں وہ روٹیاں لے کر گیا اور حضور ﷺ کو، لوگوں کے ساتھ، مسجد میں بیٹھے پایا۔ میں ان کے پاس کھڑا ہو گیا۔ حضور ﷺ نے مجھ سے پوچھا: تمہیں ابوطلحہ نے بھیجا ہے؟ میں نے عرض کیا: ہاں، یارسول اللہ! ﷺ۔ حضور ﷺ نے اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے لوگوں سے فرمایا: اٹھو۔ راوی کہتے ہیں: حضور ﷺ اور دوسرے لوگ چل دیے۔ میں ان کے آگے آگے چل دیا حتی کہ میں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا اور ان کو سارا ماجرئی بتا دیا۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ام سلیم! حضور ﷺ لوگوں کے ساتھ تشریف لے آئے ہیں اور ہمارے پاس انہیں کھلانے کے لیے کچھ نہیں۔ انہوں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ ہی بہتر جاننے والے ہیں۔ راوی کہتے ہیں: حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ چل پڑے اور (راستے میں) حضور ﷺ سے جا کر ملے۔ پھر حضور ﷺ ان کے ساتھ تشریف لائے اور گھر میں داخل ہوئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ام سلیم! جو کچھ تمہارے پاس ہے لے آؤ۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے وہ روٹیاں پیش کر دیں۔ حضور ﷺ کے حکم سے ان روٹیوں کے ٹکڑے بنائے گئے اور حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے ان پر گھی کا ڈبہ نچوڑ کر ان کو تر کر دیا۔ پھر حضور ﷺ نے اس (کھانے) پر پڑھا جو خدا کو منظور تھا، پھر فرمایا: دس آدمیوں کو اندر آنے کی اجازت دو۔ ان کو اجازت دی گئی۔ انہوں نے سیر ہو کر کھانا کھایا، پھر باہر نکل گئے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: دس مزید آدمیوں کو اندر آنے دو، انہیں اندر بلایا گیا۔ انہوں نے سیر ہو کر کھایا، پھر باہر نکل گئے۔ آپ نے فرمایا: دس اور کو بلا لو، حتی کہ سب لوگوں نے سیر ہو کر کھایا۔ ان لوگوں کی تعداد ستر یا اسی تھی۔ (1)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: جب خندق کھودی جا رہی تھی تو مجھے حضور

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 9-178

ﷺ پر بھوک کے آثار نظر آئے۔ میں لوٹ کر (اپنے گھر میں) اپنی اہلیہ کے پاس گیا اور اس سے کہا: کیا تمہارے پاس (کھانے کی) کوئی چیز ہے کیونکہ میں نے حضور ﷺ پر بھوک کے شدید آثار دیکھے ہیں۔ اس نے چمڑے کی ایک تھیلی نکال کر میرے سامنے رکھی جس میں صاع بھر جو تھے۔ ہمارے پاس بکری کا ایک چھوٹا سا گھریلو بچہ تھا۔ میں نے اس کو ذبح کیا اور میری بیوی نے جو پیسے۔ میں نے اپنا کام ختم کیا تو میری بیوی بھی فارغ ہوگئی۔ میں نے گوشت کاٹ کر ہنڈیا میں ڈالا اور پھر حضور ﷺ کی طرف واپس چل دیا۔ میری بیوی نے کہا مجھے حضور ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کے سامنے رسوا نہ کرنا۔ راوی کہتے ہیں: میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سرگوشی کے انداز میں آپ سے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ ہم نے اپنا بکری کا ایک چھوٹا بچہ ذبح کیا ہے اور ہمارے پاس صاع بھر جو تھے، انہیں میری بیوی نے پیسا ہے۔ اس لیے آپ چند صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ ہمارے گھر تشریف لے چلیے۔ (یہ سن کر) حضور ﷺ نے باآواز بلند فرمایا: اے اہل خندق! جابر نے تمہارے لیے کھانا تیار کیا ہے، اس لیے چلو۔ حضور ﷺ نے (مجھ سے) فرمایا: میرے آنے سے پہلے نہ اپنی ہنڈیا اتارنا اور نہ آٹے کی روٹیاں پکانا۔ میں آیا اور حضور ﷺ بھی لوگوں کے آگے آگے تشریف لے آئے۔ میں اپنی بیوی کے پاس آیا۔ (اسے حقیقت حال سے آگاہ کیا تو) اس نے مجھے سخت سست کہا۔ میں نے کہا: میں نے وہی کچھ کیا ہے جو کچھ تم نے کہا تھا۔ میں نے آٹا حضور ﷺ کے سامنے رکھ دیا۔ آپ ﷺ نے اس میں لعاب دہن ڈالا اور برکت کی دعا کی۔ پھر آپ ﷺ ہماری ہنڈیا کی طرف متوجہ ہوئے۔ اس میں لعاب دہن ڈالا اور برکت کی دعا کی۔ آپ ﷺ نے میری بیوی سے فرمایا: ایک روٹیاں پکانے والی عورت کو بلالو جو تمہارے ساتھ روٹیاں پکائے۔ اپنی ہنڈیا سے سالن نکالتے رہو لیکن اس کو چولھے سے نہ اتارنا۔ (حضور ﷺ کے ساتھ جو لوگ آئے تھے) ان کی تعداد ایک ہزار تھی۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ان سب لوگوں نے سیر ہو کر کھایا اور کھانے سے ہاتھ کھینچ لیے اور ہماری ہنڈیا حسب سابق لبریز تھی اور ہمارا آٹا بھی اسی طرح پڑا تھا اور اس سے روٹیاں پکائی جا رہی تھیں۔ (1)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک دن یا رات کو حضور ﷺ گھر سے باہر تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ کی ملاقات حضرات ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما سے ہوئی۔ آپ نے ان سے پوچھا: اس وقت تمہیں اپنے گھر سے کس چیز نے نکالا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ بھوک نے۔ آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، مجھے بھی اسی چیز نے گھر سے نکالا ہے جس نے تمہیں نکالا ہے، لہٰذا اٹھو۔ وہ دونوں آپ کے ساتھ ہو لیے۔

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 178

آپ ﷺ ایک انصاری کے گھر تشریف لے گئے۔ وہ انصاری اپنے گھر پر نہیں تھے۔ جب ان کی بیوی نے ان (معزز مہمانوں) کو دیکھا تو انہیں خوش آمدید کہا۔ حضور ﷺ نے (اس انصاری کا نام لے کر) پوچھا کہ وہ کہاں ہیں۔ عورت نے بتایا کہ وہ میٹھا پانی لینے کی خاطر گئے ہیں۔ اسی اثناء میں وہ انصاری بھی آ گئے۔ انہوں نے حضور ﷺ اور آپ کے دونوں صحابیوں کو دیکھا تو کہا: الحمدللہ، آج کوئی شخص ایسا نہیں جس کے ہاں ایسے مہمان تشریف لائے ہوں جو میرے مہمانوں سے زیادہ معزز و محترم ہوں۔ راوی کہتے ہیں: وہ انصاری گئے اور کھجور کا ایک خوشہ لے آئے جس میں نیم پختہ اور پختہ (ملی جلی) کھجوریں تھیں۔ انہوں نے عرض کیا: یہ کھجوریں تناول فرمائیے۔ انہوں نے چھری پکڑی تو حضور ﷺ نے فرمایا: شیر دار بکری ذبح نہ کرنا۔ انہوں نے ان مہمانوں کے لیے جانور ذبح کیا۔ ان (معزز ہستیوں نے) بکری کا گوشت کھایا۔ کھجور کے خوشے سے کھجوریں کھائیں اور (ٹھنڈا) پانی پیا۔ جب وہ سیر اور سیراب ہو گئے تو حضور ﷺ نے حضرات ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا: اس ذات کی قسم، جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، قیامت کے دن تم سے ان نعمتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ تم بھوک کی وجہ سے گھر سے نکلے تھے اور تم اس وقت تک اپنے گھروں کو نہیں لوٹے جب تک اللہ تعالیٰ نے تمہیں یہ نعمتیں عطا نہیں فرمائیں۔ (1)

حقیقت تو یہ ہے کہ حضور ﷺ کی حیات طیبہ میں محض چند مواقع ایسے نہیں آئے جب آپ کو بھوک کے تجربے سے گزرنا پڑا ہو بلکہ آپ ﷺ اور آپ کے اہل خانہ کو زندگی بھر اس قسم کے تلخ تجربات سے واسطہ رہا لیکن صبر کا دامن اس عظیم کنبے نے کبھی نہیں چھوڑا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ اور آپ کے اہل خانہ مسلسل کئی راتیں فاقے کی حالت میں گزارتے تھے اور انہیں کھانے کو کچھ میسر نہ ہوتا تھا اور آپ ﷺ کی خوراک اکثر جو کی روٹی ہوتی تھی۔ (2)

حضور ﷺ کو صرف ان مشکلات ہی پر صبر نہیں کرنا پڑا جو تبلیغ حق کی راہ میں آپ کو پیش آئیں بلکہ حضور ﷺ کو ان تمام مشکلات سے واسطہ پڑا جو اس دارالمحن میں انسانوں کا مقدر بنتی ہیں۔ حضور ﷺ کو مرض کی شدت سے بھی واسطہ پڑا اور اپنے جگر کے ٹکڑوں کی جدائی کے صدمے بھی آپ نے سہے اور ہر حال میں صبر کا عظیم نمونہ قائم کر کے اپنی امت کو جینے کے انداز سکھائے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں حضور ﷺ کی بیماری کی حالت میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے آپ کے جسد انور کو اپنے ہاتھ سے مس کیا تو میں

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 177 2۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 59

نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ آپ کو شدید بخار ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ہاں، مجھے (تنہا) بخار کی اتنی شدت برداشت کرنی پڑتی ہے جتنی شدت تم میں سے دو آدمی برداشت کرتے ہیں۔ میں نے عرض کیا: اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کو دوہرا اجر ملتا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا: جس مسلمان کو بھی مرض یا کوئی اور مصیبت پہنچتی ہے، اس مصیبت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو یوں مٹا دیتا ہے جیسے درختوں کے پتے گرتے ہیں۔(1)

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ کی ایک صاحبزادی نے آپ کے پاس پیغام بھیجا۔ اس وقت حضور ﷺ کی خدمت میں اسامہ، سعد اور میرے والد یا ابی بیٹھے تھے (پیغام یہ تھا) کہ میرا بیٹا قریب الموت ہے اس لیے آپ ہمارے ہاں تشریف لائیں۔ حضور ﷺ نے جواباً پیغام بھیجا کہ ان کو میرا اسلام کہو اور کہو کہ اللہ تعالیٰ جو دے وہ بھی اسی کا ہے اور جو لے لے وہ بھی اسی کا ہے اور اس کے ہاں ہر چیز کا وقت مقرر ہے۔ انہیں (صاحبزادی) کو چاہیے کہ صبر کریں اور اس (صدمے پر) اللہ تعالیٰ سے اجر کی امید رکھیں۔ انہوں نے آدمی پھر بھیجا اور حضور ﷺ کو قسم دے کر تشریف لانے کی درخواست کی۔ حضور ﷺ (جانے کے لیے) اٹھے۔ ہم بھی اٹھ کر (ساتھ ہو لیے)۔ (صاحبزادی کے گھر پہنچ کر) جب حضور ﷺ بیٹھے تو بچہ آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ آپ ﷺ نے اس کو اپنی گود میں بٹھایا۔ بچے کی سانس اکھڑ رہی تھی۔ (یہ دیکھ کر) حضور ﷺ کی آنکھیں آنسوؤں سے شرابور ہوگئیں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ یہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ رحمت ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جن کے دلوں میں چاہتا ہے، رکھ دیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے ان بندوں پر رحم فرماتا ہے جو رحم کرنے والے ہوتے ہیں۔(2)

حضور ﷺ کی ایک حدیث طیبہ پیش کر کے ''صبر رسول'' کے موضوع کو ختم کیا جاتا ہے۔ یہ حدیث پاک مصائب و آلام پر حضور ﷺ کے ردِ عمل کا بیان بھی ہے اور زندگی کی پرخار وادی میں محوسفر امتیوں کے لیے نمونہ عمل بھی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: آج میرے ہاں ایک بچے کی ولادت ہوئی ہے جس کا نام میں نے اپنے جدامجد کے نام پر ابراہیم رکھا ہے۔ راوی نے حدیث بیان کی۔ حضرت انس فرماتے ہیں: میں نے ابراہیم (بن رسول اللہ ﷺ) کو حضور ﷺ کے سامنے حالت نزع میں دیکھا۔ حضور ﷺ کی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہوگئیں اور آپ نے فرمایا: آنکھیں اشکبار ہیں، دل دکھی ہے مگر ہماری زبان وہی کہتی ہے جس سے ہمارا رب راضی ہو۔ اے

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 845　2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 5-984

ابراہیم! ہمارا دل تمہاری موت پر بہت دکھی ہے۔(1)

رسول معظم ﷺ کا عجز وانکسار

عجز و نیاز بندگی کی علامت، بندے کی پہچان اور اس کی عظمتوں کا نشان ہے۔ کبریائی کو رب قدوس نے صرف اپنی چادر قرار دیا ہے اور بندے کی جو چیز اس کی بارگاہ میں سب سے زیادہ پسند ہے، وہ اس کا عجز وانکسار ہے۔

حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کے مقرب ترین، معظم ترین اور محبوب ترین بندے ہیں، اسی لیے حضور ﷺ عجز و نیاز کے پیکر جمیل بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو وہ عظمتیں، وہ رفعتیں اور وہ شانیں عطا فرمائی ہیں کہ ساری مخلوق آپ کی عظمتوں کو سلام کرتی ہے۔ لیکن حضور ﷺ ان تمام شانوں کے باوجود، عجز و نیاز میں ڈوب کر، اپنے متعلق یوں فرماتے ہیں:

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک آدمی حضور ﷺ کی خدمت میں آیا اور آپ سے گفتگو کی۔ (دوران گفتگو) خوف کی وجہ سے اس کے سینے اور کندھے کا درمیانی گوشت کانپنے لگا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اپنے آپ کو پرسکون رکھو۔ میں کوئی بادشاہ نہیں ہوں، میں تو ایک ایسی عورت کا بیٹا ہوں جو خشک گوشت کے ٹکڑے کھایا کرتی تھی۔(2)

اس حدیث پاک میں حضور ﷺ نے اپنے قول سے جس عاجزی اور انکساری کا اظہار فرمایا ہے، آپ ﷺ کی پوری حیات طیبہ عملاً بھی عاجزی کے اسی رنگ میں رنگی ہوئی ہے۔ حضور ﷺ کی عظمتوں کا اعلان انبیائے سابقین نے کیا ہے۔ ساری سماوی کتب آپ ﷺ کی رفعتوں کے تذکروں سے بھری پڑی ہیں۔ خداوند کریم کا مقدس کلام جا بجا آپ کی شان محبوبیت کا اعلان فرما رہا ہے۔ صدیق و فاروق اور عثمان و حیدر رضی اللہ عنہم جیسی ہستیوں نے آپ کی خوشنودی کی خاطر زندگیاں وقف کر دی تھیں۔ خالد اور ابو عبیدہ جیسے جرنیل آپ کے اشارۂ ابرو پر اپنی تلواروں کے جوہر دکھانے کے لیے بے تاب تھے۔ مدینہ کا بچہ بچہ آپ کی رضا کے لیے سب کچھ کرنے کو تیار تھا۔ حد یہ ہے کہ آپ ﷺ کے خون کے پیاسے بھی آپ کو صادق اور امین کہتے تھے۔

جس شخص کے پاس کچھ نہ ہو، عاجزی اس کی مجبوری ہوتی ہے لیکن اتنی عظیم شانیں حاصل ہونے کے باوجود عاجزی کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنانا خدا کے حبیب ﷺ ہی کی شان ہو سکتی ہے۔

حضور ﷺ نے نہ بادشاہوں کے طمطراق سے زندگی گزاری ہے اور نہ آپ نے کبھی اپنے متعلق مافوق البشر ہستی ہونے کا تأثر دیا ہے بلکہ آپ نے ہمیشہ اپنے آپ کو ایک عام انسان ظاہر کیا ہے اور

1۔ سنن ابی داؤد، جلد 2، صفحہ 90　2۔ سنن ابی ماجہ، صفحہ 238

آپ کی عملی زندگی بالکل عام انسانوں کی طرح گزری ہے۔

بڑے لوگ گھر کے کام کاج کے لیے ملازموں اور خادمین کا سہارا لیتے ہیں لیکن خدا کے عظیم ترین بندے کا معمول یہ تھا۔

حضرت اسود بن یزید سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: جب حضور ﷺ گھر میں داخل ہوتے تھے تو کیا کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: اپنے اہل خانہ کی خدمت میں مصروف رہتے تھے اور جب نماز کا وقت آتا تو آپ ﷺ اٹھتے اور نماز ادا فرماتے تھے۔(1)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میرے بھائی کی ولادت ہوئی تو میں اسے لے کر گھٹی ڈلوانے کے لیے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت حضور ﷺ بکریوں کے باڑے میں بکریوں کو نشانات لگا رہے تھے۔ راوی کہتے ہیں: میرا گمان ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور ﷺ بکریوں کے کانوں پر نشان لگا رہے تھے۔(2)

عوامی اور اجتماعی نوعیت کے کاموں میں حضور ﷺ محض ہدایات دینے پر اکتفا نہیں کرتے تھے بلکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ مل کر آپ خود بھی کام کیا کرتے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کے سفر ہجرت کی طویل حدیث میں فرماتی ہیں:

وَطَفِقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَنْقُلُ مَعَهُمُ اللَّبِنَ فِي بُنْيَانِهٖ ...... الحدیث۔(3)

''اور حضور ﷺ صحابہ کرام کے ساتھ، مسجد کی تعمیر کے لیے، اینٹیں اٹھا اٹھا کر لانے لگے''۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ ہماری اس مسجد میں تشریف لائے۔ آپ کے دست مبارک میں کھجور کی ایک ٹہنی تھی۔ آپ نے دیکھا تو آپ کو قبلہ کی طرف رینٹ نظر آئی۔ آپ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کو اس ٹہنی کے ساتھ کھرچ دیا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کون یہ پسند کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے اعراض فرمالے؟ پھر آپ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص جب نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو وہ اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہے اس لیے وہ نہ تو اپنے سامنے کی طرف تھوکے اور نہ دائیں طرف بلکہ بائیں جانب اپنے بائیں پاؤں کے نیچے تھوکے۔ اگر جلدی کرنے پر مجبور ہو تو اپنے کپڑے سے یوں کرلے۔ آپ نے اپنا کپڑا منہ پر رکھا اور اسے مل دیا۔ پھر فرمایا: مجھے خوشبو پکڑاؤ۔ محلے کا ایک نوجوان دوڑتا ہوا گیا اور اپنی ہتھیلی پر خلوق (ایک قسم کی خوشبو) لے کر آ گیا۔ حضور ﷺ نے اس خوشبو کو پکڑا، اسے کھجور کی ٹہنی کے سرے پر رکھا اور اس کو اس جگہ پر لگا دیا جہاں رینٹ کا اثر تھا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: تم مساجد میں جو خلوق

1۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 72 2۔ سنن ابی داؤد، جلد 1، صفحہ 353 3۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 555

استعمال کرتے ہو اس کی اصل یہی ہے۔(1)

حضور ﷺ اپنے دست مبارک سے کام کرتے بھی تھے اور کبھی یہ اثر بھی نہیں دیتے تھے کہ کام کرنا آپ کے شایانِ شان نہیں بلکہ آپ ﷺ نے اپنے بکریاں چرانے کا ذکر اس انداز میں کیا کہ سننے والے کو یقین ہو جاتا ہے کہ بکریاں چرانا دنیا کا معزز ترین کام ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جس نبی کو بھی مبعوث فرمایا اس نے بکریاں چرائیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ آپ نے بھی بکریاں چرائی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، میں چند قیراط کے عوض مکہ والوں کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔(2)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ہم حضور ﷺ کی معیت میں مرالظہر ان کے مقام پر تھے۔ ہم پیلو چن رہے تھے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ان میں سے صرف سیاہ پیلو چننا۔ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ گویا آپ بکریاں چراتے رہے ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ اور کیا کوئی ایسے نبی بھی تھے جنہوں نے بکریاں نہ چرائی ہوں؟ یا حضور ﷺ نے اس سے ملتی جلتی بات فرمائی۔(3)

حضور ﷺ کی نشست و برخاست اور کھانا پینا سب کچھ عام انسانوں جیسا تھا۔ ہر چیز سے عاجزی ٹپکتی تھی اور کہیں خود پسندی یا کبر و نخوت کا نام و نشان تک نہ تھا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ کی خدمت میں میرے روزوں کا ذکر ہوا تو آپ میرے پاس تشریف لائے۔ میں نے آپ کی خاطر ایک تکیہ بچھایا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ حضور ﷺ زمین پر بیٹھ گئے اور وہ تکیہ آپ ﷺ کے اور میرے درمیان رہ گیا۔(4)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ کو کبھی تکیہ لگا کر کھانا کھاتے ہوئے نہیں دیکھا گیا اور نہ کبھی دو آدمی آپ کے پیچھے پیچھے چلے۔(5)

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ کی خدمت میں بکری تحفۃً پیش کی گئی۔ حضور ﷺ گھٹنوں کے بل بیٹھ کر اسے تناول فرمانے لگے۔ ایک اعرابی نے کہا: یہ بیٹھنے کا کون سا انداز ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: رب قدوس نے مجھے ایک اچھا بندہ بنایا ہے اس نے

1۔ سنن ابی داؤد، جلد 1، صفحہ 76 2۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 301 3۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 182
4۔ سنن النسائی، جلد 1، صفحہ 326 5۔ سنن ابی داؤد، جلد 2، صفحہ 173

مجھے جابر اور سرکش نہیں بنایا۔(1)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ، ایک شدید گرمی کے دن، بقیع الغرقد کی طرف تشریف لے جارہے تھے۔ لوگ آپ کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ جب حضور ﷺ نے (اپنے پیچھے) قدموں کی آواز سنی تو آپ نے اس کو اپنے دل میں محسوس کرلیا اور بیٹھ گئے حتی کہ لوگوں کو آگے گزر جانے دیا تا کہ (اس طرح لوگوں کے پیچھے چلنے سے) آپ کے دل میں کبر کا شائبہ تک پیدا نہ ہو۔(2)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: جب حضور ﷺ چلتے تھے تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ کے آگے آگے چلتے تھے اور آپ کی پشت کو ملائکہ کے لیے (خالی) چھوڑ دیتے تھے۔(3)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے کبھی کھانے میں عیب نہیں نکالا، پسند ہوتا تو کھا لیتے ورنہ چھوڑ دیتے۔(4)

حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوق سے ممتاز بنایا تھا اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو آپ کی غلامی پر ناز تھا۔ لیکن آپ ﷺ ان تمام شانوں کے باوجود صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی محفلوں میں اپنی امتیازی حیثیت کے اظہار کو پسند نہیں فرماتے تھے بلکہ محفل میں آپ ایک عام آدمی کی طرح تشریف رکھتے تھے اور کسی اجنبی کے لیے آپ کو پہچاننا مشکل ہوتا تھا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان بیٹھا کرتے تھے۔ کوئی اجنبی شخص آتا تو اس کو پتا نہیں چلتا تھا کہ حضور ﷺ کون ہیں۔ ہم نے حضور ﷺ کی خدمت میں گزارش کی کہ ہمیں اجازت دی جائے کہ ہم آپ کے لیے ایک مخصوص نشست گاہ بنادیں تا کہ کوئی اجنبی حاضر خدمت ہو تو وہ آپ کو پہچان سکے۔ (اجازت ملنے پر) ہم نے آپ کی خاطر مٹی کا ایک چبوترہ بنادیا۔ آپ اس پر تشریف رکھتے تھے اور ہم آپ کے اردگرد بیٹھتے تھے۔(5)

بزرگوں کا احترام حضور ﷺ کی تعلیمات میں شامل ہے۔ انصار کے سردار حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے آنے پر حضور ﷺ نے انصار کو ان کی تعظیم کے لیے کھڑا ہونے کا حکم دیا تھا لیکن اپنے لیے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے تعظیماً کھڑا ہونے کو از راہ تواضع آپ ﷺ نے پسند نہیں فرمایا۔

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ عصا کے سہارے

1۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 235　2۔ ایضاً، صفحہ 22　3۔ ایضاً
4۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 503　5۔ سنن ابی داؤد، جلد 2، صفحہ 298

ہمارے پاس تشریف لائے۔ جب ہم نے حضور ﷺ کو دیکھا تو ہم (تعظیماً) کھڑے ہو گئے۔ (اس پر) آپ ﷺ نے فرمایا: تم وہ کام نہ کیا کرو جو اہل فارس اپنے سرداروں کے ساتھ کرتے ہیں۔ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ اگر آپ ہمارے لیے دعا فرمائیں (تو کتنا اچھا ہو۔) آپ نے یہ دعا کی: اے اللہ تعالیٰ! ہماری مغفرت فرما، ہم پر رحم فرما، ہم سے راضی ہو جا، ہماری عبادات قبول فرما، ہمیں جنت میں داخل فرما اور ہمیں آگ سے بچا اور ہمارے تمام معاملات کی اصلاح فرما دے۔ راوی کہتے ہیں: گویا ہم چاہتے تھے کہ آپ ہمارے لیے مزید دعا فرمائیں تو آپ نے فرمایا: کیا (اس دعا میں) میں نے تمہارے معاملات کو جمع نہیں کر دیا۔ (1)

جس طرح حضور ﷺ کے کھانے پینے اور نشست و برخاست پر تواضع و عاجزی کا رنگ غالب ہوتا تھا اسی طرح آپ کا سفر بھی عاجزی کا عمدہ نمونہ ہوتا تھا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ مریض کی عیادت فرماتے تھے، جنازے کے ساتھ تشریف لے جاتے تھے، غلاموں کی دعوت قبول فرماتے تھے اور دراز گوش پر سواری کرتے تھے۔ قریظہ اور نضیر کے خلاف کارروائی کے موقع پر آپ دراز گوش پر سوار تھے اور خیبر کے دن بھی آپ دراز گوش پر سوار تھے جس کی لگام کھجور کی چھال کی رسی سے بنی ہوئی تھی اور آپ کے نیچے کھجور کی چھال کا بنا ہوا پالان تھا۔ (2)

حجۃ الوداع کے موقع پر سارا عرب حضور ﷺ کے زیر نگین ہو چکا تھا۔ قریش مکہ کی نخوت کا جنازہ نکل چکا تھا۔ یثرب کے یہودی اپنے کروفر اور رعب و دبدبہ سے محروم ہو چکے تھے۔ دنیا کی عظیم طاقت سلطنت روم مجاہدین اسلام کی جرأت و بہادری کی جھلک دیکھ چکی تھی۔ اسلامی دنیا کے طول و عرض سے کلمہ گووں کا جم غفیر حضور ﷺ کی معیت میں حج کی سعادت حاصل کرنے کی خاطر حضور ﷺ کے ساتھ محو سفر تھا۔ اس تاریخی سفر میں حضور ﷺ کا انداز ملاحظہ فرمایئے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے ایک بوسیدہ کجاوے اور ایک ایسی مخملی چادر میں حج کیا جس کی قیمت، ممکن ہے، چار درہم ہو یا شاید اس کی اتنی قیمت بھی نہ ہو۔ پھر آپ نے دعا کی: اے میرے اللہ! ایسے حج کی توفیق عطا فرما جس میں ریاء اور شہرت (کی خواہش) کا شائبہ بھی نہ ہو۔ (3)

دنیوی بادشاہوں اور عظما تک رسائی عام آدمی کے لیے ایک خواب کی حیثیت رکھتی ہے جو کم ہی شرمندہ تعبیر ہوتا ہے لیکن جس ہستی کی خاطر ساری کائنات کو وجود ملا ہے اور جس کی عظمتوں کو فرشتے بھی

1۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 272 2۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 308 3۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 307

سلام کرتے ہیں، اس کے دروازے پر نہ کوئی دربان تھا اور نہ اس تک رسائی کوئی مسئلہ تھا بلکہ عام سے عام آدمی بھی جہاں چاہتا، جو چاہتا آپ ﷺ سے گفتگو کر سکتا تھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں، ایک عورت حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ میں آپ کی خدمت میں اپنی حاجت عرض کرنا چاہتی ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اے ام فلاں! تم جس گلی کے کونے پر چاہو مجھے بٹھا سکتی ہو۔ پھر حضور ﷺ اس عورت کے ساتھ تشریف فرما ہوئے اور اس نے اپنی حاجت عرض کی...... الحدیث۔(1)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: مدینہ طیبہ کی کوئی لونڈی حضور ﷺ کے دست اقدس کو پکڑ لیتی تھی اور آپ اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے نہیں چھڑاتے تھے حتی کہ وہ اپنی ضرورت پوری کرنے کے لیے مدینہ کے جس حصہ میں چاہتی آپ کو لے جاتی۔(2)

انسان کے دل کو جو بیماریاں لاحق ہوتی ہیں ان میں سے ایک بڑی مہلک بیماری انانیت کی بیماری ہے۔ انسان کی "میں" مجروح ہو تو وہ کسی بھی حد تک جانے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔ لیکن جو برگزیدہ ہستی بنی نوع انسان کو خدا کے لیے زندہ رہنے اور خدا کی خاطر مرنے کا درس دینے کے لیے آئی تھی، اس نے اپنی حیات طیبہ میں، اپنے معاملات میں کبھی انانیت کو دخل اندازی کی اجازت نہیں دی۔ آپ ﷺ کے ہر کام سے محض خدا کی رضا مقصود تھی اور بس۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں۔ حضور ﷺ کو جب بھی دو کاموں میں اختیار دیا گیا تو آپ نے ان میں سے جو کام آسان تھا اسے پسند فرمایا بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہوتا۔ اور اگر وہ گناہ ہوتا تو حضور ﷺ اس سے سب لوگوں سے زیادہ دور بھاگنے والے تھے۔ اور حضور ﷺ نے کبھی اپنی ذات کا انتقام نہیں لیا۔ ہاں، اگر حدود اللہ کی بے حرمتی ہوتی تو آپ اس پر خدا کے لیے انتقام لیتے تھے۔(3)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ کی ایک اونٹنی تھی جس کا نام عضبا تھا۔ وہ (دوڑ میں) کبھی پیچھے نہیں رہتی تھی۔ ایک اعرابی اپنے نوجوان اونٹ پر آیا۔ وہ اونٹ عضبا سے آگے نکل گیا۔ مسلمانوں کو اس سے بہت دکھ پہنچا اور وہ کہنے لگے: عضبا پیچھے رہ گئی ہے۔ حضور ﷺ نے (ان کی تسلی کے لیے) فرمایا: (افسوس کی کوئی بات نہیں) خداوند کریم کی سنت ہی یہ ہے کہ دنیا کی جو چیز (از خود) بلندی کی طرف مائل ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اسے پست کر دیتا ہے۔(4)

1۔ سنن ابی داؤد، جلد 2، صفحہ 315 | 2۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 308
3۔ سنن ابی داؤد، جلد 2، صفحہ 312 | 4۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 962

اللہ تعالیٰ اپنے ہر نبی کو معجزانہ شانیں عطا فرماتا ہے۔ حضور ﷺ تو امام الانبیاء والرسل ہیں۔ آپ خالق کائنات کے حبیب ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو بڑی معجزانہ شانیں عطا فرمائی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی ان بے پایاں نعمتوں کے اعتراف کے باوجود آپ ﷺ اپنے آپ کو معاشرے کا ایک عام فرد ظاہر کرنا پسند فرماتے تھے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے نماز ادا فرمائی۔ ابراہیم (راوی نے) یہ الفاظ بھی روایت کیے کہ آپ نے نماز میں کمی یا زیادتی کر دی۔ جب آپ نے سلام پھیرا تو آپ سے عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! ﷺ کیا نماز میں کسی تبدیلی کا حکم نازل ہوا ہے؟ آپ نے فرمایا: تمہارا کیا مطلب ہے؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: آپ نے اس طرح نماز ادا فرمائی ہے۔ راوی کہتے ہیں: آپ نے اپنے پاؤں دوہرے کیے، قبلہ کی طرف رخ کیا، دو سجدے کیے اور پھر سلام پھیر دیا۔ پھر آپ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اگر نماز میں کسی تبدیلی کا حکم نازل ہوا ہوتا تو میں ضرور تم کو باخبر کر دیتا۔ لیکن میں بھی بشر ہوں اور بھول جاتا ہوں جیسے تم بھول جاتے ہو۔ اس لیے اگر میں بھول جاؤں تو مجھے یاد دلا دیا کرو۔ اور اگر تم میں سے کسی کو نماز میں شک پڑ جائے تو غور و فکر سے یہ معلوم کرنے کی کوشش کرے کہ صحیح کیا ہے اور پھر اس کے مطابق اپنی نماز کو مکمل کرے اور پھر دو سجدے کرے۔(1)

حضرت خالد بن ذکوان، حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: میری شب زفاف کو حضور ﷺ ہمارے ہاں تشریف لائے۔ آپ میرے کمرے میں داخل ہوئے اور میرے بستر پر اسی طرح تشریف فرما ہوئے جیسے تم بیٹھے ہو۔ ہماری کچھ بچیاں دف بجا رہی تھیں اور میرے جو بزرگ جنگ بدر میں شہید ہوئے تھے ان کا ذکر کر رہی تھیں۔ حتیٰ کہ ان میں سے ایک بچی نے یہ کہا: اور ہمارے درمیان ایک ایسے عظیم الشان نبی جلوہ افروز ہیں جو جانتے ہیں کہ آئندہ کل کیا ہوگا۔ حضور ﷺ نے اس بچی سے فرمایا: یہ بات جو تم نے اب کہی ہے، اس سے خاموش رہو اور پہلے جو کچھ کہہ رہی تھیں وہ کہتی رہو۔(2)

اللہ تعالیٰ نے انبیاء و رسل کو ایک دوسرے پر فضیلتیں عطا فرمائی ہیں اور حضور ﷺ کو افضل الانبیاء والرسل بنایا ہے۔ آپ امام الانبیاء ہیں۔ ہر نبی اور رسول نے اپنے فریضۂ نبوت کی ادائیگی کے دوران اپنی امت کو یہ تاکید کی تھی کہ اگر ان کی زندگی میں محمد ﷺ کا ظہور ہو تو ان پر ضرور ایمان لانا۔ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء و رسل سے آپ ﷺ پر ایمان لانے کا عہد لیا تھا۔ اس حقیقت کے باوجود آپ نے اپنی

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 212 2۔ جامع الترمذی، جلد 1، صفحہ 129

حیات طیبہ میں کبھی اپنے صحابہ کرام کو یہ اجازت نہیں دی کہ وہ آپ کا دیگر انبیاء کرام سے موازنہ کر کے آپ کو ان سے افضل قرار دیں بلکہ آپ ﷺ نے ہمیشہ دیگر انبیائے کرام کی شان بیان کرنے پر زیادہ زور دیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: دو شخص، ایک مسلمان اور ایک یہودی، آپس میں جھگڑ پڑے۔ مسلمان نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے حضرت محمد ﷺ کو تمام جہانوں سے منتخب فرمایا ہے۔ یہودی نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تمام جہانوں سے منتخب فرمایا ہے۔ اس پر مسلمان نے اپنا ہاتھ اٹھایا اور یہودی کو چہرے پر تھپڑ رسید کر دیا۔ یہودی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کے اور مسلمان کے درمیان جو ماجریٰ پیش آیا تھا وہ عرض کر دیا۔ حضور ﷺ نے اس مسلمان کو طلب فرمایا اور اس سے اس واقعہ کے متعلق دریافت فرمایا۔ مسلمان نے سارا ماجرا عرض کیا تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے موسیٰ علیہ السلام پر فضیلت نہ دو کیونکہ قیامت والے دن لوگوں پر غشی طاری ہوگی۔ مجھ پر بھی لوگوں کے ساتھ غشی طاری ہوگی۔ سب سے پہلے میں ہوش میں آؤں گا تو میری نظر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر پڑے گی جو جانب عرش کو مضبوطی سے پکڑے ہوں گے۔ میں (از خود) نہیں جانتا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی ان لوگوں میں سے تھے جن پر غشی طاری ہوئی اور آپ مجھ سے پہلے ہوش میں آ گئے تھے یا اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے ہوشی سے مستثنیٰ کر دیا تھا۔ (1)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ معزز کون ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: جو ان میں سے سب زیادہ پرہیزگار ہو۔ لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ ہم آپ سے اس کے متعلق تو نہیں پوچھ رہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تو (معزز ترین) خدا کے نبی یوسف علیہ السلام ہیں جو نبی اللہ ابن خلیل اللہ کے بیٹے ہیں۔ صحابہ نے عرض کیا: ہم اس کے متعلق بھی نہیں پوچھ رہے۔ آپ نے فرمایا: تو پھر تم عربوں کی اصلوں کے متعلق پوچھ رہے ہو۔ ان میں سے جو زمانہ جاہلیت میں افضل تھے وہ زمانہ اسلام میں بھی افضل ہیں، بشرطیکہ وہ دین کی سمجھ سے بہرہ ور ہوں۔ (2)

اس حدیث پاک کے الفاظ اور سوال و جواب کا انداز بتا رہا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنے سوال کے جواب میں حضور ﷺ کی زبان پاک سے آپ کا نام نامی سننے کے خواہش مند تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ حضور ﷺ فرمائیں کہ میں تمام انسانوں سے معزز ترین ہوں لیکن حضور ﷺ نے تواضع کی بنا پر اپنے آپ کو معزز ترین قرار دینا اور اپنے آپ کو دیگر انبیاء سے افضل قرار دینا

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 324
2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 473

مناسب نہ سمجھا۔ ﷺ

حضور ﷺ کی حیات طیبہ اعمال حسنہ سے عبارت تھی۔ دن خدا کی مخلوق کو خدا کی طرف بلاتے اور دشمنان خدا کے خلاف جہاد کرتے ہوئے گزرتے تھے اور راتیں اپنے مالک و معبود کے حضور سجدوں کی سوغات پیش کرتے گزرتی تھیں۔ نہ کوئی اخلاق حسنہ میں آپ کا ثانی تھا اور نہ حسن معاملہ میں کوئی آپ کا مقابلہ کرسکتا تھا۔ آپ کی زندگی کا ہر قدم خدا کی رضا کے لیے اٹھا۔ آپ ﷺ نے زندگی کی ہر لذت اور خواہش کو اپنے رب کی رضا کے لیے ٹھکرا دیا تھا۔ لیکن اس کے باوجود آپ کا بھروسا اپنے اعمال پر نہ تھا بلکہ اپنے رب کی رحمت و مغفرت پر تھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ سے روایت کرتی ہیں کہ آپ نے فرمایا: راہ راست اور میانہ روی اختیار کرو اور خوش خبری سناؤ۔ بے شک کسی شخص کو جنت میں اس کا عمل داخل نہیں کرے گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ کیا آپ کو بھی؟ فرمایا: ہاں۔ مجھے بھی (میرا عمل جنت میں داخل نہیں کرے گا) جب تک میرا رب مجھے اپنی رحمت اور مغفرت (کے دامن) میں نہ لے لے۔ (1)

حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں۔ بیت المقدس کی بجائے کعبہ کو قبلہ بنانے کی خواہش آپ کے دل میں پیدا ہوتی ہے اور آپ اپنی خواہش کو لبوں پر لائے بغیر آسمان کی طرف نگاہیں بلند کرتے ہیں تو پروردگار عالم قبلہ کی تبدیلی کا حکم نازل فرما دیتا ہے۔ طائف والوں کے ظلم سے آپ کا دل دکھی ہوتا ہے تو پہاڑوں کا فرشتہ بحکم خداوندی حاضر خدمت ہو کر عرض کرتا ہے کہ حکم ہو تو ان ظالموں پر پہاڑوں کو الٹ دوں۔ محبوبیت اور استجابت کی ان شانوں کے باوجود عجز و انکسار کا یہ عالم ہے کہ اپنے غلاموں سے دعاؤں کی اپیل کی جارہی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ سے میرے لیے وسیلہ کی دعا کیا کرو۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ وسیلہ کیا چیز ہے؟ فرمایا: وسیلہ جنت کے اعلیٰ ترین درجے کا نام ہے جسے صرف ایک (خوش نصیب) شخص حاصل کر سکے گا۔ مجھے امید ہے کہ وہ (خوش نصیب) شخص میں ہی ہوں گا۔ (2)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضور ﷺ سے عمرے کی اجازت طلب کی۔ آپ نے مجھے عمرے کی اجازت مرحمت فرمائی اور فرمایا: چھوٹے بھیا! ہمیں اپنی دعاؤں

1۔ ''صحیح البخاری''، جلد 2، صفحہ 957
2۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 201

میں فراموش نہ کرنا۔ اور آپ ﷺ نے مجھ سے وہ بات فرمائی کہ مجھے اس کے بدلے میں یہ بھی پسند نہیں کہ ساری دنیا مجھے مل جائے۔ شعبہ راوی کہتے ہیں: بعد میں عاصم سے مدینہ میں میری ملاقات ہوئی۔ میں نے ان سے اس حدیث کا ذکر کیا تو انہوں نے حدیث کے یہ الفاظ بیان کیے: چھوٹے بھیا! ہمیں اپنی دعاؤں میں شامل رکھنا۔ (1)

جس ہستی نے عجز و نیاز کا یہ نمونہ امت کے سامنے پیش کیا ہے، اس کے امتیوں میں اگر عجز و نیاز کے بجائے انانیت اور نخوت کے آثار نظر آئیں تو یہ اپنے ہادی و مرشد ﷺ کے نمونہ عمل سے انحراف کا ثبوت ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو زندگی کے ہر شعبے میں اپنے حبیب ﷺ کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

رسول معظم ﷺ کی مروت و دلنوازی

مروت ایک ایسا لفظ ہے جس نے اپنے دامن میں بے شمار انسانی صفات اور مردانہ کمالات کو سمیٹ رکھا ہے۔ ہم یہاں اس لفظ کو جس معنی میں استعمال کر رہے ہیں، وہ یہ ہے کہ انسان اپنے رویے میں اس بات کو ملحوظ خاطر رکھے کہ اس کے کسی فعل یا کسی قول سے کسی دوسرے انسان کا نہ تو دل رنجیدہ ہو اور نہ اس کی عزت نفس کو ٹھیس پہنچے۔ اس مفہوم کے لحاظ سے اگر ہم حضور ﷺ کی حیات طیبہ میں مروت کے حسن کا مشاہدہ کرنا چاہیں تو ہمیں آپ کی ساری زندگی مروت کے رنگ میں رنگی ہوئی نظر آئے گی۔

حضور ﷺ جس مشن کے ساتھ اس دنیا میں جلوہ گر ہوئے تھے اس مشن کا تعلق براہ راست خدا کے بندوں کے دلوں کے ساتھ تھا۔ آپ ایمان کی سوغات بانٹنے کے لیے تشریف لائے تھے اور ایمان کا پودا دل کی دنیا میں کاشت کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ نے ہمیشہ وہی رویہ اپنایا جو دلوں کو موہنے والا تھا اور آپ ﷺ نے دل شکنی کے رویے کو کبھی اپنے نزدیک نہیں آنے دیا۔

اپنوں کے لیے تو آپ ﷺ ایک مشفق آقا تھے ہی، بیگانوں اور خون کے پیاسوں کے لیے بھی آپ کا دل ہمدردی اور خیر خواہی کے جذبے سے لبریز تھا۔ یہی وجہ ہے کہ نہ آپ نے کسی کے خلاف نفرت کو اپنے دل میں پیدا ہونے دیا اور نہ کبھی آپ ﷺ کے قول و عمل سے اس کا اظہار ہوا۔

جن لوگوں نے خدا اور خدا کے رسول کی نافرمانی کی ان کے خلاف آپ نے کارروائی بھی کی، غصے کا اظہار بھی کیا لیکن آپ کے دل کی دنیا میں ہمیشہ وہی نورانی جذبات موجزن رہے جو سفر طائف میں طائف والوں کے مظالم کے وقت تھے، جب آپ نے خدا کے بھیجے ہوئے، پہاڑوں کے فرشتے کی پیشکش کے جواب میں فرمایا تھا: میں ان کی ہلاکت نہیں چاہتا بلکہ امید رکھتا ہوں کہ ان کی پشتوں سے وہ

1۔ سنن ابی داؤد، جلد 1، صفحہ 217

لوگ پیدا ہوں گے جو خدائے واحد کی عبادت کریں گے اور کسی کو اس کا شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔

حضور ﷺ کا قلب انور چونکہ ہر ایک کے متعلق ہر قسم کے بغض و عناد، نفرت و عداوت اور کینہ کے جذبات سے پاک تھا اس لیے آپ نے ہر ایک کے ساتھ وہی رویہ اپنایا جو اس کے دل کو آپ سے دور کرنے کا نہیں بلکہ قریب کرنے کا باعث بنا اور اس رویے نے خون کے پیاسوں کو آپ ﷺ کا جاں نثار بنا دیا۔ حضور ﷺ کی مروت کی چند مثالیں پیش خدمت ہیں:

خوشبو کا تحفہ کبھی نہیں لوٹایا

تحائف کا تبادلہ دلوں کو ایک دوسرے کے قریب کرنے کا سبب بنتا ہے خصوصاً خوشبو کا تحفہ تو اظہار محبت کا ذریعہ ہے۔ حضور ﷺ نے خوشبو کے محبت بھرے تحفے کو ہمیشہ بڑے پیار سے قبول فرمایا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ کی خدمت میں جب خوشبو پیش کی جاتی تو آپ اسے مسترد نہیں فرماتے تھے۔(1)

حضور ﷺ نے خود بھی کبھی خوشبو کا تحفہ مسترد نہیں فرمایا اور آپ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بھی یہ تلقین فرمائی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس کو ریحان (خوشبودار چیز) پیش کی جائے وہ اسے مسترد نہ کرے کیونکہ اس کو اٹھانا آسان ہے لیکن اس کی خوشبو بہت اچھی ہے۔(2)

دوسروں کے جذبات کی رعایت

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: ایک آدمی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت میں حضور ﷺ کے پاس بیٹھی تھی۔ آپ نے فرمایا: یہ شخص بہت برا ہے۔ پھر حضور ﷺ نے اس شخص کو اندر آنے کی اجازت مرحمت فرمائی اور اس کے ساتھ بڑے نرم لہجہ میں گفتگو فرمائی۔ جب وہ شخص چلا گیا تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ آپ نے اس شخص کے متعلق یہ یہ باتیں فرمائی تھیں، پھر بھی آپ نے اس کے ساتھ گفتگو کے وقت نرم لہجہ اختیار فرمایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! سب سے برا شخص وہ ہے جس کی فحش گوئی کی وجہ سے لوگ اسے چھوڑ جائیں۔(3)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: جب کوئی شخص حضور ﷺ سے ملتا اور آپ سے مصافحہ کرتا تو آپ اپنے دست پاک کو مصافحے سے اس وقت تک پیچھے نہیں کھینچتے تھے جب تک کہ وہ شخص اپنے ہاتھوں کو پیچھے کھینچ نہ لیتا اور نہ آپ اس کی طرف سے اپنے چہرۂ انور کو پھیرتے جب تک کہ

1۔ سنن النسائی، جلد 2، صفحہ 293　2۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 239　3۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 20

وہ اپنے چہرے کو پھیر نہ لیتا اور نہ کبھی آپ کو اس حالت میں دیکھا گیا کہ آپ نے اپنے گھٹنے اپنے ہمنشین کے سامنے پھیلا رکھے ہوں۔(1)

غلطی کرنے والے کی پردہ پوشی

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: جب حضور ﷺ کو کسی شخص کی کوئی شکایت پہنچتی تو آپ (اس شخص کا نام لے کر) یہ نہیں فرمایا کرتے تھے کہ فلاں شخص کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ یہ باتیں کرتا ہے بلکہ اس کے برعکس آپ یہ فرمایا کرتے تھے: لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ ایسی ایسی باتیں کرتے ہیں۔(2)

بن بلائے مہمان کی قبیح حرکت کا جواب کمال مروت سے

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: حضور ﷺ اپنے چھ سات صحابہ کی معیت میں کھانا تناول فرما رہے تھے کہ ایک اعرابی آیا اور دو لقموں میں سارا کھانا چٹ کر گیا۔ (اس کی اس حرکت پر) حضور ﷺ نے صرف یہ فرمایا: اگر یہ اعرابی کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھ لیتا تو یہ کھانا تم سب کے لیے کافی ہوتا۔ تم میں سے جب کوئی شخص کھانا شروع کرے تو بسم اللہ پڑھ لیا کرے۔ اور اگر ابتدا میں بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو یہ الفاظ کہہ لے: بِسْمِ اللّٰهِ اَوَّلَهٗ وَاٰخِرَهٗ۔(3)

فقیر صحابہ کے گھٹنے سرور کائنات ﷺ کے گھٹنوں پر

مکہ کے چند متکبر سرداروں نے حضور ﷺ سے مطالبہ کیا تھا کہ اگر آپ ہماری آمد کے وقت اپنے ان غریب ساتھیوں کو اپنی محفل سے اٹھ جانے کا حکم دیں تو ہم آپ کی محفل میں آ سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو ان کافروں کے اس مطالبہ کو تسلیم کرنے سے منع فرما دیا۔ اس واقعہ کی طرف قرآن حکیم میں بھی اشارہ موجود ہے۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے اپنی ایک طویل حدیث میں اس واقعہ کو روایت کیا ہے۔ اس حدیث پاک میں حضرت خباب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: فَدَنَوْنَا مِنْهُ حَتّٰى وَضَعْنَا رُكَبَنَا عَلٰى رُكْبَتِهٖ۔(4) "ہم (فقرا صحابہ) حضور ﷺ کے قریب ہوئے حتی کہ ہم نے اپنے گھٹنے آپ ﷺ کے گھٹنوں کے اوپر رکھ دیے"۔ یقیناً مروت کا یہ وہ بے مثال انداز ہے جس کی نظیر دنیوی حکمرانوں کے رویہ میں تلاش کرنا عبث ہے۔

رحمۃ للعالمین ﷺ کی موانست اور دلجوئی

تاریخ اسلام کے مطالعہ سے انسان پر یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ جو شخص بھی حضور ﷺ کے

1۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 72
2۔ سنن ابی داؤد، جلد 2 صفحہ 312
3۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 235
4۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 304

دامن رحمت سے وابستہ ہو گیا اس کے لیے آپ سے جدا ہونا ممکن نہ رہا۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ غریب الوطنی کی حالت میں آپ کے دامن سے وابستہ ہوئے۔ ان کے والد اور بھائی تلاش بسیار کے بعد ان تک پہنچنے میں کامیاب ہوئے اور انہیں اپنے ساتھ اپنے گھر لے جانے کی خواہش کا اظہار کیا تو حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے گھر بار، عزیز، رشتہ دار سب کچھ چھوڑنا گوارا کر لیا لیکن مدنی تاجدار ﷺ سے جدائی کو گوارا نہ کر سکے۔ حقیقت یہ ہے کہ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دلوں کی کیفیات وہی تھیں جو حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے دل کی کیفیت تھی۔ اس کی وجہ صرف اور صرف حضور ﷺ کی دل کو موہ لینے والی شخصیت، آپ کا محبت اور شفقت سے لبریز رویہ اور آپ کی کشادہ دلی اور عالی ظرفی تھی۔

حضور ﷺ کے اس رویے کی کچھ مثالیں گزشتہ صفحات میں مختلف عنوانات کے تحت گزر چکی ہیں۔ اس بادشاہ سے دوری کون گوارا کرے گا جسے شہر کی کوئی عام سی لونڈی شہر میں کسی جگہ پر بٹھا کر اپنی حاجت عرض کر سکتی ہو۔ اس بادشاہ کے لیے رعایا کے دل محبت و جانفروشی کے جذبات سے کیسے لبریز نہیں ہوں گے جو کسی عام شخص کے تحفے کو بھی بڑی محبت سے قبول کرتا ہو۔ حضور ﷺ کی دلجوئی اور موانست کے واقعات سے تاریخ کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ محض نمونے کے طور پر چند احادیث طیبہ پیش کی جاتی ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ کی خدمت میں ریشم کی کچھ قبائیں پیش کی گئیں جن کو سونے کے بٹن لگے ہوئے تھے۔ حضور ﷺ نے ان قباؤں کو کچھ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں تقسیم کر دیا اور ان میں سے ایک قبا حضرت مخرمہ رضی اللہ عنہ کے لیے علیحدہ کر لی۔ جب حضرت مخرمہ رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے تو حضور ﷺ نے ان سے فرمایا: یہ (قبا) میں نے تمہارے لیے چھپا رکھی تھی۔ الحدیث (1)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے ہمیں عصر کی نماز پڑھائی۔ جب آپ فارغ ہوئے تو بنو سلمہ کا ایک شخص حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! ہم (دعوت کے لیے) اونٹ ذبح کرنا چاہتے ہیں اور ہماری خواہش ہے کہ آپ اونٹ ذبح کرنے کے موقع پر موجود ہوں۔ آپ نے فرمایا: ٹھیک ہے۔ پھر حضور ﷺ روانہ ہوئے اور ہم بھی آپ کے ساتھ چل دیے۔ ہم نے دیکھا کہ اونٹوں کو ابھی ذبح نہیں کیا گیا تھا۔ پھر اونٹوں کو ذبح کیا گیا۔ ان کا گوشت کاٹا گیا، اسے پکایا گیا اور پھر غروب آفتاب سے پہلے ہم نے ان کا گوشت کھایا۔ (2)

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 905 2۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 225

حضرت سماک بن حرب سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا آپ حضور ﷺ کی مجلس میں بیٹھا کرتے تھے؟ آپ نے فرمایا: جی ہاں، اکثر ایسے ہوتا تھا۔ حضور ﷺ جس جگہ فجر کی نماز ادا فرماتے تھے اس جگہ سے طلوع آفتاب سے پہلے نہیں اٹھتے تھے۔ اور جب سورج طلوع ہوتا تو آپ اس جگہ سے اٹھتے تھے۔ (اس مجلس میں) صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین باتیں کرتے تھے اور زمانۂ جاہلیت میں پیش آنے والے واقعات پر گفتگو کرتے تھے اور ہنستے تھے۔ حضور ﷺ (صحابہ کرام رضوان علیہم اجمعین کو باتیں کرتے اور ہنستے دیکھ کر) صرف مسکراتے تھے۔(1)

حضرت ابورفاعہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت آپ خطبہ ارشاد فرمارہے تھے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ ایک مسافر حاضر خدمت ہوا ہے۔ وہ دین کے بارے میں پوچھنے آیا ہے، اسے کچھ خبر نہیں کہ اس کا دین کیا ہے۔ (اس پر) حضور ﷺ میری طرف متوجہ ہوئے۔ آپ نے خطبہ چھوڑ دیا اور میرے پاس تشریف لے آئے۔ آپ کی خدمت میں کرسی پیش کی گئی۔ میرے خیال میں اس کرسی کے پائے لوہے کے تھے۔ راوی کہتے ہیں: حضور ﷺ اس کرسی پر بیٹھ گئے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے جو علم عطا فرمایا تھا اس میں سے مجھے بھی تعلیم فرمانے لگے۔ پھر آپ خطبے کے لیے تشریف لے گئے اور خطبے کو مکمل کیا۔(2)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا: اے میرے بیٹے!(3)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: دجال کے متعلق حضور ﷺ سے کسی نے مجھ سے زیادہ سوالات نہیں کیے۔ حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا: اے میرے بیٹے! تجھے اس سے پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے؟ وہ تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ میں نے عرض کیا: لوگوں کا خیال ہے کہ پانی کی نہریں اور روٹی کے پہاڑ اس کے ساتھ ہوں گے۔ آپ نے فرمایا: وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس سے حقیر تر ہے۔(4)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ جب اپنے صحابہ میں سے کسی شخص سے ملتے تو اس سے مصافحہ کرتے اور اس کو دعا دیتے۔ ایک روز میں نے آپ کو صبح سویرے دیکھا تو میں (راستے سے) ایک طرف پھر گیا۔ پھر جب دن چڑھ آیا تو میں حضور ﷺ کی خدمت میں

1۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 235
2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 287
3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 210
4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 210

حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا: میں نے تمہیں دیکھا تھا اور تم ایک جانب پھر گئے تھے۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ میں حالت جنابت میں تھا اور مجھے ڈر تھا کہ آپ مجھے ہاتھ لگائیں گے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: مومن نجس نہیں ہوتا۔(1)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک سحری کے وقت حضور ﷺ نے فرمایا: انس! میں روزہ رکھنا چاہتا ہوں، مجھے کوئی چیز کھلا دو۔ میں نے کھجوروں اور پانی کا ایک برتن حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان دے چکے تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: انس! کوئی آدمی ڈھونڈو جو میرے ساتھ شریک طعام ہو۔ میں نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو بلایا۔ انہوں نے عرض کیا: میں نے ستو پیے ہیں اور میں روزہ رکھنا چاہتا ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: میں بھی روزے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ سو آپ ﷺ نے ان کے ساتھ سحری کھائی۔ پھر آپ نے اٹھ کر دو رکعتیں ادا کیں۔ پھر نماز کے لیے تشریف لے گئے۔(2)

حضور ﷺ کا حسن معاشرت

انسان کے اچھے یا برے اخلاق سے سب سے زیادہ اس کا اپنا گھرانہ متاثر ہوتا ہے۔ جس شخص کا سلوک اپنے اہل خانہ کے ساتھ مودت ومحبت اور شفقت وایثار کا نہ ہو، ایسا شخص اپنے ہی گھر کو دوزخ کا نمونہ بنا دیتا ہے۔ اور جس شخص کا سلوک اپنے اہل خانہ کے ساتھ محبت وایثار کا ہو وہ پورے گھرانے کے لیے سراپا رحمت ثابت ہوتا ہے۔

اپنے اہل خانہ کے ساتھ حسن سلوک میں کوئی شخص حضور ﷺ کا ہمسر نہیں ہو سکتا۔

اپنے اہل خانہ کے ساتھ لوگ دو مختلف قسم کے سلوک کرتے ہیں۔ کچھ لوگ اپنے گھر والوں پر بے جا سختی کرتے ہیں اور ان کے جائز حقوق بھی ادا نہیں کرتے اور کچھ ایسے ہوتے ہیں جو اپنے اہل خانہ کی ناز برداریوں میں تمام حدوں کو عبور کر جاتے ہیں اور اس راستے میں حلت وحرمت کے ضابطوں کی بھی پروا نہیں کرتے۔ لیکن حضور ﷺ کا عمل اس سلسلہ میں بڑا مثالی ہے۔ آپ ﷺ کے کاشانہ اقدس میں متعدد ازواج مطہرات تھیں۔ حضور ﷺ کا کمال یہ ہے کہ آپ نے ان کے ساتھ محبت بھی بانداز کمال کی ہے اور ساتھ ہی ان کی تربیت اور راہنمائی بھی اس خوبصورت انداز میں کی ہے کہ ان کے پاک قدم کبھی صراط مستقیم سے ادھر ادھر نہیں ہٹے۔

کیا یہ کمال کی بات نہیں ہے کہ ایک گھر میں آٹھ نو بیبیاں ہوں۔ سربراہ خانہ کے اشاروں پر ہزاروں انسان گردنیں کٹوانے کے لیے بے تاب ہوں لیکن اس گھرانے میں تین تین مہینے آگ نہ جلے

1۔ سنن نسائی، جلد 1، صفحہ 52 2۔ سنن النسائی، جلد 1، صفحہ 305

اور اس گھر کے افراد کبھی دو وقت جو کی روٹی بھی سیر ہو کر نہ کھائیں۔ اور لطف کی بات یہ ہے کہ اس گھر کے افراد اس فقیرانہ زندگی پر نہ افسوس کرتے ہوں نہ اس حالت میں تبدیلی کے خواہاں ہوں بلکہ وہ اس فقیرانہ زندگی کے مقابلہ میں تخت شاہی کو ٹھکرانے کا حوصلہ بھی رکھتے ہوں۔ یہ بلند نگاہی اور قناعت، نتیجہ تھا حضور ﷺ کے حسن معاشرت کا۔

حضور ﷺ کے انداز معاشرت میں محبت بھی ہے اور تربیت بھی۔ اور ایک کامیاب گھریلو زندگی کا راز اسی دو طرفہ رویے میں مضمر ہے۔ آیئے حضور ﷺ کے حسن معاشرت کی چند مثالیں ملاحظہ کریں:

حضرت اسود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: حضور ﷺ جب اپنے اہل خانہ کے ساتھ ہوتے تو کیا کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: آپ اپنے اہل خانہ کی خدمت میں مصروف رہتے تھے اور جب وقت آتا تھا تو نماز کے لیے تشریف لے جاتے تھے۔(1)

بات بات پر اہل خانہ کے خلاف ڈنڈا استعمال کرنے والے حضرات ذرا حضور ﷺ کے اس رویہ کا جائزہ لیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ایک طویل حدیث مروی ہے۔ جس میں یہ الفاظ بھی ہیں ...... حضرت زینب بنت جحش حاضر ہوئیں اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ آپ کی ازواج مطہرات نے مجھے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے۔ وہ آپ سے مطالبہ کر رہی ہیں کہ آپ ابی قحافہ کی بیٹی (عائشہ رضی اللہ عنہا) کے بارے میں ان سے انصاف فرمائیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: پھر وہ مجھ پر برس پڑیں اور مجھے خوب سخت سست کہا۔ میں حضور ﷺ کی طرف دیکھتی رہی۔ میری نظر آپ کی نگاہوں پر تھی کہ کیا آپ مجھے ان کا جواب دینے کی اجازت دیتے ہیں۔ زینب رضی اللہ عنہا بولتی رہیں حتی کہ مجھے معلوم ہو گیا کہ حضور ﷺ میرے ان سے انتقام لینے کو ناپسند نہیں فرمائیں گے۔ پھر جب میں ان پر برسی تو میں نے ان کو مہلت ہی نہ دی حتی کہ میں ان پر غالب آ گئی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: حضور ﷺ نے (ہماری لڑائی دیکھ کر) مسکراتے ہوئے فرمایا: یہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی بیٹی ہے۔(2)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو کمسنی میں خانوادۂ رسالت کا فرد بننے کی سعادت نصیب ہوئی۔ اپنی اس کمسن زوجہ کے ساتھ حضور ﷺ کے حسن سلوک کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائیں:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: میں حضور ﷺ کے ہاں گڑیوں

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 892　2۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 285

سے کھیلا کرتی تھی۔ اور حضور ﷺ میری سہیلیوں کو میرے پاس بھیجتے تھے جو میرے ساتھ کھیلا کرتی تھیں۔ (1)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: حضور ﷺ نے میرے ساتھ دوڑ لگائی اور میں آپ سے آگے نکل گئی۔ (2)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: میں حالت حیض میں، ہڈی سے دانتوں کے ذریعے گوشت کھاتی تھی۔ پھر حضور ﷺ اس ہڈی کو پکڑتے اور ہڈی کی اس جگہ پر اپنا منہ رکھتے جہاں میں نے اپنا منہ رکھا تھا۔ اور میں برتن سے پانی پیتی پھر حضور ﷺ اس برتن کو پکڑتے اور اس جگہ پر اپنا منہ رکھتے جہاں میں نے منہ رکھا تھا درآنحالیکہ میں حالت حیض میں ہوتی۔ (3)

حضور ﷺ نے خود بھی اپنے اہل خانہ سے حسن سلوک کا بہترین نمونہ دنیا کے سامنے پیش کیا اور آپ نے اپنی امت کو بھی اپنے اہل خانہ سے حسن سلوک کی تاکید کی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سب سے بہتر وہ ہے جس کا سلوک اپنے اہل خانہ کے ساتھ سب سے اچھا ہو۔ اور میرا سلوک اپنے اہل خانہ کے ساتھ تم سب سے اچھا ہے۔ (4)

حمایت حق

کسی بھی انسانی معاشرے میں امن وسکون، محبت و پیار اور اتحاد و یکجہتی برقرار رکھنے کا بنیادی تقاضا یہ ہے کہ معاشرے کا ہر فرد اپنی ذمہ داریوں کو بطریق احسن پورا کرے اور کسی شخص کو اس کے جائز معاشرتی اور معاشی حقوق کے حصول میں کوئی دشواری پیش نہ آئے۔

اچھے شہری نہ اپنے فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی کرتے ہیں اور نہ وہ کسی کو اس کے حقوق سے محروم کرنے کے روادار ہوتے ہیں۔ لیکن معاشرے کے سب لوگ ایک جیسے نہیں ہوتے۔ بے شمار لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو رضا کارانہ طور پر نہ تو اپنے فرائض ادا کرتے ہیں اور نہ دوسرے لوگوں کے حقوق ادا کرنے پر آمادہ ہوتے ہیں۔ کوئی معاشرہ اس قسم کے لوگوں کو کھلی چھٹی نہیں دے سکتا کیونکہ ایسا کرنے سے معاشرہ نظم وضبط کی دولت سے محروم ہو کر انتشار کا شکار ہو جاتا ہے۔

ایسے لوگوں کو معاشرتی ضابطوں کا پابند بنانے کے لیے مختلف طریقے اپنائے جاتے ہیں لیکن ان میں سے کامیاب ترین اور مؤثر ترین طریقہ معاشرے کے اخلاقی دباؤ کا ہے۔ جس معاشرے میں ایسے لوگ موجود ہوں جو صحیح کو صحیح کہنے کا حوصلہ رکھتے ہوں اور غلط کو غلط کہنے میں وہ کسی قسم کے نتائج کی

1۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 142 2۔ ایضاً، صفحہ 142 3۔ ایضاً، صفحہ 47 4۔ ایضاً، صفحہ 142

پروانہ کرتے ہوں، ایسے معاشرے میں بدی پنپ نہیں سکتی۔

اسلام نے اس بات پر زور دیا ہے کہ جو حق پر ہو اس کی حمایت کرو اور جس نے باطل رویہ اپنایا ہو اس کی حمایت سے ہاتھ کھینچ لو۔ قرآن حکیم کا ارشاد گرامی ہے: وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۖ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (المائدہ:2) ''اور ایک دوسرے کی مدد کرو نیکی اور تقویٰ (کے کاموں) میں اور باہم مدد نہ کرو گناہ اور زیادتی پر''۔

حضور ﷺ نے اپنی حیات طیبہ میں ہمیشہ حق کی حمایت کی ہے۔ حمایت حق کے راستہ سے آپ کو نہ کوئی لالچ روک سکا ہے اور نہ کوئی خوف۔ آپ کو حق جہاں نظر آیا ہے آپ نے اس کو حق کہا ہے اور باطل جہاں نظر آیا ہے آپ نے اس کے باطل ہونے کا اعلان کیا ہے۔ آپ نے خود بھی ہر حال میں حق کی حمایت کی ہے اور اپنی امت کو بھی اسی راستے پر چلنے کی تاکید کی ہے۔ ذیل کی سطور میں حضور ﷺ کی حیات طیبہ سے حمایت حق کے چند واقعات بطور نمونہ درج کیے جاتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: شاعروں کے کلام میں سب سے سچا کلام لبید کا یہ شعر ہے: اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مَا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلٌ ''خبردار! اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا ہر شے فانی ہے''۔ اور قریب تھا کہ امیہ بن ابی الصلت مسلمان ہو جاتا۔(1)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ کی ایک اونٹنی تھی جس کا نام عضبا تھا۔ وہ دوڑ میں کبھی ہارتی نہیں تھی۔ ایک اعرابی اپنے نوجوان اونٹ پر آیا۔ وہ اونٹ عضبا پر سبقت لے گیا۔ مسلمانوں پر یہ بات شاق گزری اور لوگ کہنے لگے: عضبا دوڑ میں پیچھے رہ گئی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: (غم کی کوئی بات نہیں ہے) سنت خداوندی یہ ہے کہ جو چیز (از خود) بلند ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اس کو پست کر دیتا ہے۔(2)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک شخص کا حضور ﷺ کے ذمہ کچھ قرض تھا۔ اس شخص نے سختی سے قرض کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس (کو اس کی گستاخی کی سزا دینے) کا ارادہ کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا: حق دار کو بولنے کا حق ہوتا ہے۔ پھر آپ نے صحابہ کرام سے فرمایا: اس کو اس کے اونٹ کی عمر کا اونٹ خرید کر دے دو۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: ہمیں صرف وہی اونٹ مل رہا ہے جو اس کے اونٹ سے بہتر عمر کا ہے۔ آپ نے فرمایا: اس کو وہی اونٹ خرید کر دے دو کیونکہ تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو ادائیگی عمدگی سے کرتا ہے۔(3)

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 908 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 962 3۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 30

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک غلام آیا اور اس نے حضور ﷺ کے دست پاک پر ہجرت کی بیعت کی۔ حضور ﷺ کو اس بات کا احساس نہ ہوا کہ وہ ایک غلام ہے۔ پھر اس غلام کا مالک حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور ﷺ نے اس کے مالک سے فرمایا: یہ غلام میرے ہاتھ بیچ دو۔ آپ نے اس غلام کو دو سیاہ فام غلاموں کے بدلے خرید لیا۔ اس کے بعد آپ کسی سے اس وقت تک بیعت نہیں لیتے تھے جب تک اس سے پوچھ نہیں لیتے تھے کہ وہ غلام تو نہیں۔(1)

محمد بن اسحاق سے مروی ہے کہ مسیلمہ نے حضور ﷺ کو ایک خط لکھا تھا۔ راوی کہتے ہیں: محمد بن اسحاق نے قبیلہ اشجع کے ایک سردار سعد بن طارق سے، انہوں نے سلمہ بن نعیم بن مسعود اشجعی سے، انہوں نے اپنے باپ نعیم سے یہ روایت پہنچائی ہے، وہ فرماتے ہیں: میں نے حضور ﷺ کو سنا، جب آپ نے مسیلمہ کا خط پڑھا تو آپ نے مسیلمہ کے دونوں سفیروں سے فرمایا: تم دونوں کیا کہتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا: ہم وہی کہتے ہیں جو مسیلمہ کہتا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: قسم بخدا! اگر سفیروں کو قتل نہ کرنے کی روایت نہ ہوتی تو میں تمہاری گردنیں اڑا دیتا۔(2)

حضرت ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ان کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی اور درخت کی ایک شاخ جو آپ کے ہاتھ میں تھی، اس سے ان کو مارنے لگے۔ جب حضور ﷺ کی توجہ دوسری طرف ہوئی تو انہوں نے وہ انگوٹھی پھینک دی۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ہمارا خیال ہے کہ ہم نے تمہیں تکلیف بھی پہنچائی ہے اور تمہیں نقصان بھی پہنچایا ہے۔(3)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہما حضور ﷺ کی معیت میں ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر داخل ہوئے۔ وہ ہمارے لیے دودھ کا ایک برتن لے آئیں۔ حضور ﷺ نے دودھ نوش فرمایا۔ میں آپ کی دائیں جانب بیٹھا تھا اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ آپ کی بائیں جانب تھے۔ آپ نے فرمایا: دودھ پینے پر حق تو تمہارا ہے لیکن اگر تم چاہو تو میں خالد کو ترجیح دے دوں؟ میں نے عرض کیا: میں آپ کے جوٹھے میں کسی کو اپنی ذات پر ترجیح دینے والا نہیں ہوں...... الحدیث۔(4)

حضور ﷺ نے حق کی حمایت کے جو عمدہ نمونے ہمارے لیے یادگار چھوڑے ہیں، اگر قوم کے با اثر افراد خود بھی ان کو خضر راہ بنائیں اور عام مسلمانوں کو بھی اسی رنگ میں رنگنے کی کوشش کریں تو ہمارا معاشرہ احساس محرومی کے عذاب سے چھٹکارا پا کر محبت و ایثار کا گہوارہ بن سکتا ہے۔

1۔ جامع الترمذی، جلد 1، صفحہ 193
2۔ سنن ابی داود، جلد 2، صفحہ 24
3۔ سنن النسائی، جلد 2، صفحہ 287
4۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 183

حبیب خدا ﷺ کا جذبۂ ایثار و بے غرضی

پوری انسانی تاریخ اس حقیقت کی گواہ ہے کہ قوموں کی زمام اقتدار جن لوگوں کے ہاتھ میں آتی ہے، ان کی اکثریت قومی وسائل کو پہلے اپنی اور اپنے متعلقین کی ضروریات، خواہشات اور تمناؤں کو پورا کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں اور عوام کی فلاح و بہبود ان کے ہاں محض نعرے سے زیادہ کچھ حیثیت نہیں رکھتی۔ لیکن جو لوگ خدا کی طرف سے خدا کی مخلوق کی ہدایت کے لیے مبعوث ہوتے ہیں، ان کا رویہ خدا کی مخلوق کے ساتھ اس مذکور رویے سے قطعاً مختلف ہوتا ہے۔ وہ خدا کی رضا کے طالب ہوتے ہیں اور خدا کی رضا انہیں اس کی مخلوق کی خدمت میں پنہاں نظر آتی ہے۔

حضور ﷺ سید الانبیاء والرسل ہیں۔ آپ کی حیات طیبہ کے مطالعہ سے انسان کو اس بات کا یقین ہو جاتا ہے کہ آپ نے اپنی زندگی اپنی خاطر نہیں بلکہ خدا کی مخلوق کی خاطر گزاری ہے۔ اور قیامت والے دن، اولین و آخرین کے بے مثال اجتماع میں تو آپ وہ واحد ہستی ہوں گے جن کو اپنی نہیں بلکہ اپنی امت کی فکر دامن گیر ہوگی۔

حضور ﷺ کا اسوۂ حسنہ اس حقیقت کا گواہ ہے کہ جب دین و ملت کو قربانیوں کی ضرورت محسوس ہوئی تو حضور ﷺ نے اپنی ذات کو اور اپنے اہل خاندان کو سب سے مقدم رکھا۔ جنگ بدر کی مبارزت طلبی میں حضور ﷺ نے جن مسلمان بہادروں کو دعوت مبارزت دینے والوں کے مقابلے کا حکم دیا تھا وہ تینوں ہاشمی تھے اور آپ کے کنبے کے چشم و چراغ تھے۔ لیکن جب قومی وسائل سے استفادے کا وقت آتا تو حضور ﷺ اپنے کنبے کے جوانوں کو ارشاد فرماتے تھے کہ تم خاندان نبوت کے چشم و چراغ ہو۔ تمہارا کام دین کی خدمت کرنا اور اس کی خاطر قربانیاں دینا ہے۔ دین سے دنیوی فوائد حاصل کرنا تمہاری شان کے شایان نہیں ہے۔ ذیل میں حضور ﷺ کی حیات طیبہ سے چند ایسے واقعات پیش کیے جا رہے ہیں جن میں حضور ﷺ نے انتہائی احتیاج کے باوجود دوسروں کو اپنی ذات پر اور اپنے اقربا پر ترجیح دی:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کی قسم، جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، میں بھوک کی وجہ سے اپنا پیٹ زمین پر رکھتا تھا اور (کبھی) میں بھوک کی وجہ سے اپنے پیٹ پر پتھر باندھتا تھا۔ ایک روز میں لوگوں کے راستے پر بیٹھا جس سے وہ باہر آتے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وہاں سے گزرے۔ میں نے آپ سے قرآن حکیم کی ایک آیت کے متعلق پوچھا۔ ان سے آیت کے متعلق پوچھنے کا مقصد یہ تھا کہ وہ مجھے (کچھ کھلا کر) سیر کر دیں۔ انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ میرے پاس سے گزرے۔ ان سے (بھی) میں نے قرآن

حکیم کی آیت کے متعلق پوچھا۔ ان سے بھی آیت کے متعلق پوچھنے کا مقصد یہ تھا کہ وہ مجھے سیر کر دیں۔ وہ بھی گزر گئے اور انہوں نے میری حاجت کو پورا نہ کیا۔ پھر حضرت ابو القاسم ﷺ میرے پاس سے گزرے۔ آپ نے مجھے دیکھا تو تبسم فرمایا: میرے اندر (بھوک کی) جو شدت تھی آپ اس کو سمجھ گئے اور آپ نے میرے چہرے کے آثار کو بھی بھانپ لیا۔ پھر آپ نے فرمایا: ابو ہریرہ! میں نے عرض کیا: لبیک یا رسول اللہ! ﷺ۔ آپ نے فرمایا: میرے ساتھ آؤ۔ آپ چل پڑے اور میں آپ کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ آپ نے گھر میں داخل ہونے کے لیے اذن طلب کیا۔ مجھے بھی اجازت مرحمت فرمائی اور اندر داخل ہوئے۔ آپ کو ایک پیالے میں دودھ نظر آیا۔ آپ نے فرمایا: یہ دودھ کہاں سے آیا ہے؟ انہوں (اہل خانہ) نے عرض کیا: یہ دودھ فلاں شخص نے بطور ہدیہ آپ کی خدمت میں پیش کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: ابو ہریرہ! میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! حاضر ہوں۔ آپ نے فرمایا: اصحاب صفہ کے پاس جاؤ اور انہیں میرے پاس لاؤ۔ اہل صفہ اسلام کے مہمان ہیں۔ وہ اہل و عیال اور مال و دولت سے آزاد ہیں۔ اگر حضور ﷺ کی خدمت میں صدقہ کا مال آتا تو آپ وہ سارا مال ان کے پاس بھیج دیتے اور خود اس سے کچھ بھی نہ لیتے تھے۔ اور اگر آپ کے پاس کچھ مال بطور ہدیہ آتا تو آپ اس مال میں سے کچھ ان کی طرف بھیج دیتے اور کچھ خود بھی لے لیتے تھے۔ مجھے یہ بات ناگوار سی گزری۔ میں نے (اپنے دل میں) کہا: اہل صفہ اتنے سے دودھ کو کیا کریں گے۔ میں خود اس کا زیادہ مستحق تھا کہ یہ دودھ مجھے عطا فرمایا جاتا، تاکہ میں اس کو پی کر قوت حاصل کرتا۔ حضور ﷺ تشریف لائیں گے اور آپ مجھے حکم دیں گے کہ میں اصحاب صفہ کی خدمت میں دودھ پیش کروں۔ اس صورت میں شاید ہی اس دودھ سے مجھے کوئی گھونٹ ملے۔ بہر حال، خدا اور رسول خدا ﷺ کے اس ارشاد کی تعمیل کے بغیر چارہ نہ تھا۔ میں اصحاب صفہ کے پاس گیا اور ان کو بلا لایا۔ وہ آئے اور حاضری کے لیے اجازت طلب کی۔ آپ نے ان کو اجازت مرحمت فرمائی۔ وہ کاشانۂ اقدس میں اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھ گئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ابو ہریرہ! میں نے عرض کیا: لبیک یا رسول اللہ! ﷺ آپ نے فرمایا: دودھ کا پیالہ پکڑو اور ان اصحاب کو پیش کرو۔ میں نے پیالہ پکڑا اور اس کو ان کی خدمت میں پیش کرنے لگا۔ میں ایک شخص کو دودھ کا پیالہ دیتا، وہ دودھ پیتا تھا حتیٰ کہ سیراب ہو جاتا اور پیالہ مجھے لوٹا دیتا۔ پھر میں دوسرے شخص کو پیالہ دیتا، وہ دودھ پیتا تھا حتیٰ کہ سیراب ہو جاتا اور پیالہ مجھے لوٹا دیتا۔ حتیٰ کہ میں حضور ﷺ تک پہنچا جب کہ سب لوگ سیراب ہو چکے تھے۔ حضور ﷺ نے پیالہ پکڑا۔ اسے اپنے دست اقدس پر رکھا پھر میری طرف دیکھا اور تبسم فرمایا۔ آپ نے فرمایا: ابو ہریرہ! میں نے عرض کیا: لبیک یا رسول اللہ! ﷺ آپ نے فرمایا: اب میں اور آپ باقی رہ گئے ہیں۔ میں نے عرض کیا: یا رسول

اللہ! ﷺ آپ سچ فرما رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: بیٹھو اور دودھ پیو۔ میں بیٹھا اور میں نے دودھ پیا۔ آپ نے فرمایا: اور پیو۔ میں نے اور پیا۔ آپ مسلسل فرماتے رہے پیو، حتی کہ میں نے عرض کیا: اس ذات کی قسم، جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، میں مزید پینے کی گنجائش نہیں پا رہا۔ آپ نے فرمایا: پیالہ مجھے دو۔ میں نے پیالہ آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے خدا کی حمد و ثنا کی اور بسم اللہ پڑھ کر بچا ہوا دودھ نوش فرما لیا۔(1)

جب آدمی خود پیاس کی شدت سے نڈھال ہو رہا ہو تو وہ پانی کے ایک ایک گھونٹ کے لیے سب کچھ کرنے کو تیار ہوتا ہے لیکن حضور ﷺ نے ایسی صورت حال میں اپنی امت کے لیے ایک نرالا نمونہ چھوڑا ہے۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا اور دوران خطبہ آپ نے ارشاد فرمایا: تم شام کو بھی اور رات کو بھی سفر جاری رکھو گے اور ان شاء اللہ کل صبح تم پانی تک پہنچو گے۔ لوگ چل پڑے کسی کی کسی کی طرف توجہ نہ تھی۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور ﷺ کا سفر جاری تھا کہ آدھی رات کا وقت ہو گیا۔ میں حضور ﷺ کے پہلو میں تھا۔ حضور ﷺ کو اونگھ آئی اور آپ اپنی سواری سے ایک طرف جھک گئے۔ میں آپ ﷺ کے پاس آیا اور بغیر بیدار کیے آپ کو سہارا دیا اور آپ اپنی سواری پر سیدھے بیٹھ گئے۔ آپ چلتے رہے حتی کہ رات کا اکثر حصہ گزر گیا۔ آپ پھر اپنی سواری سے ایک طرف جھکے۔ میں نے آپ کو جگائے بغیر سہارا دیا اور آپ سواری پر سیدھے ہو گئے۔ آپ پھر چلنے لگے حتی کہ وقت سحر اپنے آخری لمحات کو پہنچ گیا۔ آپ پھر سواری سے ایک طرف جھکے۔ اس بار کا جھکاؤ پہلے دونوں بار کے جھکاؤ سے سخت تھا اور قریب تھا کہ آپ سواری سے نیچے آ جاتے۔ میں آپ کے پاس گیا اور آپ کو سہارا دیا۔ آپ نے سر اقدس اٹھایا اور فرمایا: کون ہے؟ میں نے عرض کیا: ابوقتادہ ہوں۔ آپ نے فرمایا: تم کب سے اس طرح میرے ساتھ چل رہے تھے؟ میں نے عرض کیا: میں رات سے مسلسل اسی طرح آپ کے ساتھ چلتا رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی حفظ و امان میں رکھے، تمہارے اس فعل کے عوض کہ تم نے خدا کے نبی ﷺ کی حفاظت کی ہے۔ پھر آپ نے فرمایا: کیا تمہارا خیال ہے کہ ہم لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہو گئے ہیں؟ پھر آپ نے پوچھا: کیا تمہیں کوئی شخص نظر آ رہا ہے؟ میں نے عرض کیا: یہ ایک سوار ہے۔ پھر میں نے عرض کیا: یہ ایک سوار اور ہے، حتی کہ ہم اکٹھے ہو گئے۔ ہم سات سوار تھے۔ راوی کہتے ہیں: حضور ﷺ راستے سے ایک طرف ہٹ کر استراحت فرما ہو گئے۔ پھر آپ نے فرمایا: ہماری نماز کا خیال رکھنا۔ سب سے پہلے جس

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 956

کی آنکھ کھلی وہ خود حضور ﷺ ہی تھے اور اس وقت سورج طلوع ہو چکا تھا۔

راوی کہتے ہیں: ہم خوفزدہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: سوار ہو جاؤ۔ ہم سوار ہوئے اور چل پڑے حتی کہ جب سورج بلند ہو گیا تو حضور ﷺ سواری سے اترے۔ پھر آپ ﷺ نے وضو کا برتن منگوایا۔ وہ برتن میرے پاس تھا اور اس میں تھوڑا سا پانی تھا۔ راوی کہتے ہیں: حضور ﷺ نے وضو فرمایا جو آپ کے معمول کے وضو سے کم تھا۔ راوی کہتے ہیں: اس برتن میں تھوڑا سا پانی بچ گیا، پھر آپ ﷺ نے ابو قتادہ سے فرمایا: وضو کے اس برتن کو سنبھال کر رکھنا، عنقریب اس سے ایک عجیب بات ظاہر ہو گی۔ پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان پڑھی۔ پھر حضور ﷺ نے دو رکعتیں ادا فرمائیں۔ پھر آپ نے نماز فجر ادا کی اور اس طرح ادا کی جس طرح روزانہ ادا کیا کرتے تھے۔ راوی کہتے ہیں: پھر حضور ﷺ سوار ہوئے اور آپ کی معیت میں ہم بھی سوار ہو گئے۔

راوی کہتے ہیں کہ ہم ایک دوسرے سے سرگوشی کرنے لگے کہ نماز کے معاملہ میں ہم سے جو تفریط ہوئی ہے، اس کا کفارہ کیا ہے۔ پھر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تمہارے لیے میری ذات میں عمدہ نمونہ نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا: نیند کے سبب نماز فوت ہونے میں تفریط نہیں ہے، تفریط تو یہ ہے کہ انسان (بلا عذر) نماز ادا نہ کرے حتی کہ اگلی نماز کا وقت داخل ہو جائے۔ جس کی اس طرح نماز رہ جائے، اس کی جب آنکھ کھلے تو اس نماز کو ادا کر لے اور جب اگلا دن آئے تو نماز کو اس کے اصلی وقت میں ادا کرے۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے کہ لوگوں نے کیا کیا ہو گا پھر آپ نے خود ہی فرمایا: جب صبح ہوئی تو لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کو موجود نہ پایا۔ ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: حضور ﷺ تمہارے پیچھے ہیں۔ حضور ﷺ کی ذات سے یہ ممکن نہیں کہ وہ تمہیں پیچھے چھوڑ کر خود آگے نکل جائیں۔ (کچھ) لوگوں کا کہنا تھا کہ حضور ﷺ آگے تشریف لے گئے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ لوگ اگر ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی اطاعت کریں گے تو حقیقت کو پالیں گے۔

راوی کہتے ہیں، ہم لوگوں کے پاس اس وقت پہنچے جب دن کی روشنی ہر سو پھیل گئی تھی اور ہر شے گرم ہو چکی تھی۔ لوگ کہہ رہے تھے: یا رسول اللہ! ﷺ ہم پیاس کی شدت کی وجہ سے ہلاک ہو رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: تم ہلاک نہیں ہو گے۔ پھر آپ نے فرمایا: ایک چھوٹا سا پیالہ لاؤ۔ پھر حضور ﷺ نے آب وضو کا برتن منگوایا۔ حضور ﷺ اس برتن سے پانی انڈیلتے رہے اور حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ لوگوں کو پانی پلاتے رہے۔ جب لوگوں نے وضو کے برتن میں پانی دیکھا تو اس پر ٹوٹ پڑے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: حسن عمل کا مظاہرہ کرو، تم سب سیراب ہو کر پیو گے۔ راوی کہتے ہیں: لوگوں نے حضور ﷺ کے ارشاد کی تعمیل کی۔ حضور ﷺ پانی انڈیلتے رہے اور میں لوگوں کو پانی پلاتا رہا حتی کہ

حضور ﷺ کے اور میرے سوا کوئی باقی نہ بچا۔ راوی کہتے ہیں: پھر حضور ﷺ نے پانی ڈالا اور مجھے فرمایا: پیو۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ جب تک آپ نوش نہیں فرمائیں گے، میں پانی نہیں پیوں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جو ساقی ہوتا ہے وہ سب سے آخر میں پیا کرتا ہے۔ راوی کہتے ہیں: میں نے پانی پیا۔ پھر حضور ﷺ نے پانی پیا۔(1)

مسلم شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث مروی ہے جس میں حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کی دعوت کا ذکر ہے۔ اس حدیث پاک کا کچھ حصہ ملاحظہ فرمائیے:

......حضور ﷺ نے اس کھانے پر ہاتھ رکھا اور بسم اللہ پڑھی۔ پھر فرمایا: دس آدمیوں کو بلا لاؤ، انہیں بلایا گیا، وہ اندر داخل ہوئے۔ آپ نے فرمایا: بسم اللہ پڑھو اور کھاؤ۔ انہوں نے کھانا کھایا حتی کہ اسی آدمیوں کو آپ نے اسی طرح کھانا کھلایا۔ پھر اس کے بعد حضور ﷺ نے اور اہل خانہ نے کھانا کھایا اور کچھ جوٹھا بچ گیا۔(2)

حضور ﷺ نے اپنی پوری حیات طیبہ میں ہمیشہ اپنے خادموں کی ضروریات کو اپنی اور اپنے اہل خانہ کی ضروریات پر مقدم رکھا۔ حالات کی کوئی سنگینی اور کسی قسم کی مجبوری آپ کو اپنے اس رویے میں تبدیلی پر مجبور نہ کر سکی۔ یہی وجہ ہے کہ جن لوگوں کی ضروریات کو آپ نے اپنی ضروریات پر مقدم رکھا وہ اپنا سب کچھ آپ کے اشارۂ ابرو پر قربان کرنے کے لیے ہمہ وقت تیار رہتے تھے۔ جو لوگ لوگوں کی قیادت کا شوق رکھتے ہیں اور انہیں اپنے پروگرام کے مطابق لے کر چلنے کے متمنی ہیں اور پھر ان لوگوں کی حسرتوں کے کھنڈرات پر اپنی خواہشات کے محلات تعمیر کرنے کی کوشش کرتے ہیں، انہیں حضور ﷺ کے اسوۂ حسنہ سے سبق سیکھنا چاہیے۔

مدنی تاجدار ﷺ کی احسان شناسی

احسان شناسی ایک بہت بڑی اخلاقی خوبی ہے اور احسان فراموشی ایک بہت بڑا اخلاقی عیب ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ احسان شناسی کا جذبہ ہی انسان کو رب قدوس کا شکر گزار بندہ بناتا ہے۔ بندہ جب اپنے خالق و مالک کی بے پایاں نعمتوں کا تصور کرتا ہے تو اس کا جذبۂ احسان شناسی اسے اپنے کریم آقا کے سامنے سر نیاز جھکانے پر مجبور کر دیتا ہے۔

عرب جن کو اللہ تعالیٰ نے دیگر بے شمار انسانی خوبیوں سے نوازا تھا وہاں ان کو احسان شناسی کی خوبی بھی بدرجہ کمال عطا فرمائی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ جب تک وہ رب قدوس کی ان گنت نعمتوں کے ادراک سے محروم رہے، ان کی گردنیں پتھروں کے سامنے جھکتی رہیں لیکن جب مدنی تاجدار ﷺ نے

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 9-238 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 179

ان کو خدائے واحد کے تصور سے روشناس کرایا اوران کو بتایا کہ اس رب واحد نے ان کو کتنی نعمتوں سے نوازا ہے تو رب قدوس کی عظمتوں اور نعمتوں کے عرفان سے بہرہ مند ہوتے ہی انہوں نے اس کی رضا کے لیے اپنا سب کچھ داؤ پر لگا دیا۔ انہوں نے اپنے ہاتھوں سے ان بتوں کو توڑا جن کے سامنے وہ اپنی زمانہ جاہلیت کی ساری زندگی سجدہ کناں رہے تھے۔ ان کے کریم آقا کی رضا کے راستے میں جو چیز حائل ہوئی، اسے انہوں نے اپنے پاؤں سے روند دیا۔ وطن کی محبت رضائے خداوندی کے راستے میں حائل ہوئی تو انہوں نے وطن کو خیر باد کہہ دیا۔ گھر بار اور اہل و عیال اس راستے میں حائل ہوئے تو انہوں نے ان سب کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیا۔

عربوں کی یہی خوبیاں تھیں جن کی وجہ سے پروردگار عالم نے اپنے حبیب ﷺ کی بعثت کے لیے ان کو منتخب فرمایا تھا۔ حضور ﷺ جو ہر اخلاقی اور انسانی خوبی میں نسل انسانی کے مقتدیٰ اور راہنما ہیں، آپ میں بھی احسان شناسی کی خوبی بدرجہ اتم موجود تھی۔ حضور ﷺ کی احسان شناسی کی چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

عبداللہ بن ابی، رئیس المنافقین، حضور ﷺ کا سب سے بڑا دشمن تھا۔ مدنی زندگی میں حضور ﷺ اور آپ کے جاں نثاروں کو جن مسائل سے واسطہ پڑتا تھا، ان میں اس رئیس المنافقین کا ہاتھ کسی نہ کسی طریقے سے ضرور ہوتا تھا۔ اس نے اور اس کے چیلوں نے اسلام کی شمع کو گل کرنے کے لیے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا تھا لیکن حضور ﷺ کے جذبۂ احسان شناسی نے اس کے معمولی سے احسان کو بھی فراموش کرنا گوارا نہ کیا اور وقت آنے پر اس کے احسان کا بدلہ چکا دیا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: جنگ بدر کے دن جنگی قیدیوں کو لایا گیا۔ عباس (حضور ﷺ کے چچا) کو لایا گیا تو ان پر کپڑا نہ تھا۔ حضور ﷺ نے ان کے لیے قمیص حاصل کرنے کی کوشش کی تو عبداللہ بن ابی کی قمیص ان کے لیے پوری نکلی۔ حضور ﷺ نے وہ قمیص عباس کو پہنائی۔ یہی وجہ تھی کہ (جب عبداللہ بن ابی فوت ہوا) تو حضور ﷺ نے اپنی قمیص اتار کر اس کو پہنادی۔ ابن عیینہ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن ابی کا حضور ﷺ پر ایک احسان تھا اور حضور ﷺ نے پسند فرمایا کہ اس احسان کا اسے اس دنیا میں ہی بدلہ دے دیں۔ (1)

حضور ﷺ نے مطعم بن عدی کے متعلق جن تاثرات کا اظہار فرمایا تھا، ان سے بھی آپ کے جذبۂ احسان شناسی کا پتا چلتا ہے۔

حضرت محمد بن جبیر بن مطعم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے جنگ بدر کے

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 422

اسیروں کے متعلق فرمایا: اگر مطعم بن عدی زندہ ہوتا اور مجھ سے ان پلیدوں کی سفارش کرتا تو میں اس کی خاطر ان کو چھوڑ دیتا۔

مطعم بن عدی حالت کفر میں مرا تھا لیکن اس کے متعلق بھی حضور ﷺ نے ان احساسات کا اظہار فرمایا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس نے اپنی زندگی میں کچھ ایسے کام کیے تھے جن سے حضور ﷺ کو فائدہ پہنچا تھا۔ سفر طائف سے واپسی پر مکہ میں داخلے کے وقت اس نے حضور ﷺ کو پناہ دی تھی اور کفار نے بنو ہاشم سے مقاطعہ کی خاطر جو معاہدہ تحریر کیا تھا اور جس کی وجہ سے حضور ﷺ کو اپنے خاندان سمیت، تین سال شعب ابی طالب میں گزارنے پڑے تھے، اس معاہدے کو ختم کرانے میں بھی مطعم بن عدی کی کوششوں کا دخل تھا۔ حضور ﷺ مطعم بن عدی کے احسانات شمار کرتے تھے اور آپ کی خواہش تھی کہ کاش اس کے احسانات کا بدلہ اس دنیا میں چکانے کا موقع میسر آ جاتا۔

دشمنوں اور بے گانوں کے متعلق جس ہستی کا رویہ یہ رہا ہو، اس کا اپنے غلاموں کے متعلق رویہ کیسا ہوگا، اس کا قارئین کرام خود اندازہ کر سکتے ہیں۔

احسان شناسی کا یہ جذبہ حضور ﷺ کی پوری حیات طیبہ میں کارفرما نظر آتا ہے۔ آپ کی مساعی جمیلہ سے یہی جذبہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے کردار کی پہچان بنا۔ حضور ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مقدس زندگیوں سے راہنمائی حاصل کرنے والے خوش نصیب بھی احسان شناسی کے اس جذبہ سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔ یہ جذبہ جس انسان کے اعمال کا محرک ہو وہ انسان خدا کی ان گنت نعمتوں پر اظہار تشکر کے لیے زندگی کا ہر قدم خدا کی رضا کے لیے اٹھاتا ہے اور خدا کی مخلوق میں سے جو بھی اس کے لیے کسی نعمت کا سبب بنتا ہے وہ اس کے لیے بھی اپنی نگاہیں فرش راہ کرتا ہے۔ ایسا شخص اپنے والدین، اساتذہ، مشائخ، اسلاف ملت اور معاشرے کے بزرگوں کے لیے سراپا احترام ہوتا ہے۔ جو معاشرہ اس قسم کے افراد سے ترتیب پاتا ہے وہ معاشرہ اس دنیا میں جنت کی بہاروں کا عکس پیش کرتا ہے۔

تعلیم اخلاق

حضور ﷺ کی ذات اقدس خود بھی اخلاق حسنہ کا خوبصورت مرقع تھی اور آپ نے اپنی امت کو بھی زیور اخلاق سے مزین کرنے کے لیے بھرپور کوشش فرمائی ہے۔ آپ ﷺ نے اپنی تعلیمات میں قدم قدم پر اخلاق حسنہ کو مدنظر رکھا ہے۔ جو کام اخلاق حسنہ کے زمرے میں شمار ہوتے ہیں حضور ﷺ نے بڑے خوبصورت انداز میں اپنے امتیوں کو ان پر کاربند ہونے کی ترغیب دی ہے اور جو کام بد اخلاقی کے زمرے میں شمار ہوتے ہیں، آپ نے اپنے امتیوں کو ان سے بچنے کی زبردست تاکید کی

ہے۔ امتیوں کے دلوں میں اخلاق حسنہ کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لیے حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: کامل ترین ایمان والے ایمان دار وہ ہیں جن کے اخلاق اچھے ہوں اور جن کا رویہ اپنے اہل خانہ کے ساتھ لطف وکرم کا ہو۔(1)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے ہمیں سات کام کرنے کا حکم دیا اور سات کاموں سے منع فرمایا۔ آپ نے ہمیں مریض کی عیادت کرنے، جنازے کے ساتھ جانے، چھینکنے والے کے لیے یَرْحَمُكَ اللهُ، کے الفاظ سے دعا کرنے، قسم پوری کرنے، مظلوم کی مدد کرنے، دعوت کو قبول کرنے اور سلام کو عام کرنے کا حکم دیا ہے...... الحدیث۔(2)

نرم دلی ایک ایسا انسانی وصف ہے جو نہ صرف خود ایک اعلیٰ اخلاقی خوبی ہے بلکہ جو خوش نصیب انسان اس صفت سے متصف ہو وہ خوش خلقی کی دیگر متعدد خوبیوں سے بھی بہرہ ور ہوتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے کہ حضور ﷺ کس خوبصورتی سے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو نرم دلی کی تعلیم فرما رہے ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: یہودیوں کے ایک گروہ نے حضور ﷺ سے حاضری کی اجازت طلب کی اور یہ الفاظ کہے: ''السام علیك''(3) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ان کے جواب میں فرمایا: تم پر ہلاکت اور اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ حضور ﷺ نے اس پر فرمایا، اے عائشہ! اللہ تعالیٰ تمام معاملات میں نرمی کو پسند فرماتا ہے۔ حضرت صدیقہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ کیا آپ نے سنا نہیں کہ وہ کیا کہہ رہے تھے؟ آپ نے فرمایا: میں نے ان کے جواب میں ''وعلیکم''(4) کہہ دیا تھا۔(5)

معاشرے کے دیگر افراد کے جذبات اور احساسات کو پیش نظر رکھ کر ان سے معاملہ کرنا خوش اخلاقی کا بنیادی عنصر ہے۔ حضور ﷺ کی تعلیمات میں اس بات پر بہت زور دیا گیا ہے کہ کوئی مسلمان کوئی ایسا کام نہ کرے جس سے دوسرے لوگوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچے۔ اس کی ایک خوبصورت مثال ملاحظہ فرمائیے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جس شخص کو ریحان (خوشبودار پودا) کا تحفہ پیش کیا جائے وہ اس کو قبول کرنے سے انکار نہ کرے کیونکہ اس کا وزن کم ہوتا ہے اور اس کی خوشبو بہت زیادہ ہوتی ہے۔(6)

1۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 85 2۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 188 3۔ یعنی تم کو موت آجائے
4۔ یعنی وہی موت تمہارا بھی مقدر ہے 5۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 214 6۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 239

باپ اور بیٹے کا رشتہ ہر قسم کے تکلف اور بناوٹ سے پاک ہوتا ہے۔ باپ کے دل کی گہرائیوں سے یہ خواہش اٹھتی ہے کہ کاش وہ اپنے بیٹے کے دامن کو دنیا اور آخرت کی ہر نعمت سے بھرا ہوا دیکھ سکے۔ حضور ﷺ نے اپنے امتیوں کو تعلیم دی ہے کہ تم اپنے بیٹوں کو جو سب سے بہترین تحفہ دے سکتے ہو وہ یہ ہے کہ تم ان کو حسن اخلاق کی تربیت دو۔

حضرت ایوب بن موسیٰ اپنے باپ سے، وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: والد اپنے بیٹے کو کوئی ایسا تحفہ نہیں دے سکتا جو حسن تربیت سے بہتر ہو۔ (1)

حضور ﷺ کی موجودگی میں اگر کسی صحابی سے کوئی ایسی حرکت سرزد ہو جاتی جو حسن اخلاق کے تقاضوں کے خلاف ہوتی تو آپ فوراً اس صحابی کی اصلاح فرمایا کرتے تھے۔ ایک مثال ملاحظہ فرمائیے:

حضرت سہل بن ابی حثمہ اور رافع بن خدیج سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن سہل بن زید اور محیصہ بن زید گھر سے روانہ ہوئے۔ خیبر پہنچ کر وہ ایک دوسرے سے علیحدہ ہو گئے۔ پھر محیصہ نے عبداللہ بن سہل کو اس حالت میں پایا کہ وہ قتل ہو چکے تھے۔ وہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ خویصہ بن مسعود اور عبدالرحمن بن سہل بھی ان کے ساتھ تھے۔ عبدالرحمن ان تینوں میں سب سے چھوٹے تھے۔ عبدالرحمن نے اپنے ساتھیوں سے پہلے گفتگو کا آغاز کرنے کا ارادہ کیا۔ حضور ﷺ نے ان سے فرمایا: بڑوں کا احترام کرو۔ اس پر وہ خاموش ہو گئے اور ان کے ساتھیوں نے گفتگو کی۔ (2)

اخلاق رسول کا بیان زبان رسول اللہ ﷺ سے

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو جن بے پایاں نعمتوں سے نوازا ہے، حضور ﷺ نے تحدیث نعمت کے طور پر ان نعمتوں کا تذکرہ بھی فرمایا ہے اور ان نعمتوں پر اپنے رب قدوس کے حضور ہدیہ تشکر بھی پیش کیا ہے۔ حضور ﷺ نے متعدد احادیث طیبہ میں اپنے اخلاق عالیہ کا تذکرہ بھی فرمایا ہے اور اس کو اپنے رب کا فضل عمیم قرار دیا ہے۔ ذیل میں ہم چند ایسی مثالیں پیش کر رہے ہیں جس سے قارئین کو پتا چل سکے گا کہ حضور ﷺ نے اپنے اخلاق عالیہ کو خود کس انداز میں بیان فرمایا ہے:

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: سفر حنین سے واپسی پر میں حضور ﷺ کی معیت میں سفر کر رہا تھا کہ بدوؤں نے حضور ﷺ کو گھیر لیا اور آپ سے سوال کرنے لگے۔ انہوں نے حضور ﷺ کو ایک درخت کے پاس جانے پر مجبور کر دیا۔ حضور ﷺ کی چادر بھی انہوں نے لے لی۔ حضور ﷺ کھڑے ہو گئے اور فرمایا: میری چادر مجھے لوٹا دو۔ اگر میرے پاس اتنی تعداد میں اونٹ ہوں جتنی تعداد میں یہ درخت ہیں تو میں وہ سب تمہارے درمیان تقسیم کر دوں گا اور پھر تم مجھے نہ

1۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 17
2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 170

بخیل پاؤ گے، نہ دروغ گو اور نہ بزدل۔(1)

حضور ﷺ نے اس حدیث پاک میں اپنے اخلاق عالیہ کو بڑی عمدگی سے بیان فرمایا ہے۔ علمائے امت نے اس حدیث کو جوامع الکلم میں سے قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ حلم، کرم اور شجاعت اخلاق عالیہ کی اصل ہیں اور حضور ﷺ نے ان تینوں کو اس حدیث پاک میں بیان کر دیا ہے۔

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر (بالفرض) میں کسی شخص کو اپنی عورت کے ساتھ دیکھ لوں تو میں اس پر تلوار کے وار کروں گا، تلوار کے پہلو سے نہیں بلکہ اس کی دھار سے۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا: کیا تمہیں سعد کی غیرت پر تعجب ہو رہا ہے؟ میں سعد سے بھی زیادہ غیرت والا ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے بھی زیادہ غیرت والا ہے۔(2)

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: قریش نے مجھے حضور ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ جب میری نظر حضور ﷺ پر پڑی تو میرے دل میں اسلام کی محبت پیدا ہو گئی۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ میں کبھی ان کے پاس لوٹ کر نہیں جاؤں گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: میں نہ عہد شکنی کرتا ہوں اور نہ سفیروں کے متعلق مروج ضابطہ کی خلاف ورزی کرتا ہوں۔ تم اب لوٹ جاؤ اور تمہارے دل میں جو بات ہے اگر وہ برقرار رہے تو واپس آ جانا۔ راوی کہتے ہیں: میں چلا گیا۔ پھر میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسلام قبول کر لیا۔(3)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: حضور ﷺ کے دو قطری کپڑے تھے جو بہت موٹے تھے۔ حضور ﷺ جب بیٹھتے اور آپ کو پسینہ آتا تو وہ کپڑے بھاری ہو جاتے۔ شام سے فلاں یہودی کا کپڑا آیا تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ کتنا ہی اچھا ہو اگر آپ اس یہودی کے پاس آدمی بھیج کر اس سے دو کپڑے خرید لیں اور حالات بہتر ہونے پر ادائیگی کا وعدہ فرما لیں۔ حضور ﷺ نے اس یہودی کے پاس آدمی بھیجا تو اس نے کہا: مجھے معلوم ہے کہ وہ (محمد ﷺ) کیا چاہتے ہیں۔ وہ میرا مال یا میرا روپیہ ہڑپ کرنا چاہتے ہیں۔ (حضور ﷺ تک اس کی بات پہنچی تو) آپ نے فرمایا: وہ جھوٹ بولتا ہے۔ اسے علم ہے کہ میں ان سب سے زیادہ پرہیزگار اور سب سے زیادہ امانتوں کو ادا کرنے والا ہوں۔(4)

مدنی تاجدار ﷺ کی خوش خلقی پر غلاموں اور اہل خانہ کی شہادت

حضور ﷺ کی صداقت اور عظمت کی ایک بہت بڑی دلیل یہ ہے کہ بعثت کے بعد جب اہل مکہ

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 396
2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 786
3۔ سنن ابی داؤد، جلد 2، صفحہ 23
4۔ جامع الترمذی، جلد 1، صفحہ 146

نے آپ کو جھٹلانا شروع کیا تو آپ نے ان کے سامنے اپنی صداقت کے ثبوت کے طور پر کسی خارجی دلیل کا سہارا نہیں لیا بلکہ اس مقصد کے لیے آپ نے ان کے سامنے اپنی ذات کو اور اپنے ماضی کے کردار کو پیش کر دیا۔ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: میں تمہارے لیے کوئی اجنبی تو ہوں نہیں۔ میری ولادت تمہارے درمیان ہوئی ہے۔ میرا بچپن، لڑکپن اور جوانی تمہاری آنکھوں کے سامنے گزری ہے۔ تم جانتے ہو کہ میں نے اپنی نجی اور اجتماعی زندگی کس رنگ میں گزاری ہے۔ اگر ماضی میں تمہیں میرے کردار پر کوئی دھبہ نظر آتا ہے تو تم آج مجھے جھٹلانے میں حق بجانب ہو، لیکن اگر میرا ماضی تمہارے نزدیک بھی پاک اور شفاف ہے تو آج تم میری تکذیب کس دلیل کی بنا پر کر رہے ہو۔

حضور ﷺ کے اس استدلال کا کوئی جواب نہ تھا۔ وہ دل کی گہرائیوں سے آپ کو سچا سمجھتے تھے۔ آپ کی صداقت پر ان کا تجربہ شاہد تھا۔ خدا کے اس سچے رسول کی تکذیب کے لیے وہ صرف ہٹ دھرمی کا سہارا لے سکتے تھے اور ہٹ دھرمی ان کے اپنے عمر بھر کے تجربے کے سامنے نہیں ٹھہر سکتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ان میں سے جو ازلی بدبخت تھے وہ توفیق ہدایت ملنے سے پہلے واصل جہنم ہو گئے اور جو بچ گئے انہوں نے حضور ﷺ کی غلامی کا طوق اپنے گلے میں ڈالنے میں زیادہ دیر نہیں لگائی۔

جو لوگ حضور ﷺ کی جلوت و خلوت کے شریک تھے، جن سے حضور ﷺ کا کوئی ظاہری فعل پوشیدہ نہیں تھا، انہوں نے حضور ﷺ کی تصدیق کرنے میں ذرا دیر نہیں لگائی۔ جن لوگوں کو سب سے پہلے کلمہ پڑھنے کا شرف نصیب ہوا، وہ وہی لوگ تھے جن سے آپ کی کوئی بات پوشیدہ نہ تھی۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ، حضرت صدیق اکبر، حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم، سب اسی قسم کے لوگ تھے۔ آپ کی جلوت و خلوت کے یہی شریک آپ کی خوش خلقی کے سب سے بڑے گواہ ہیں۔ آیئے خلق رسول پر اہل خانہ اور خادموں کی چند شہادتیں ملاحظہ فرمائیں:

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے ساتھ حضور ﷺ کا تعلق بعثت سے پہلے کا تھا۔ ابتدا میں حضور ﷺ ان کی تجارت کی نگرانی فرماتے رہے۔ پچیس سال کی عمر میں حضور ﷺ نے ان کو اپنی زوجیت کا شرف عطا کیا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی زندگی میں حضور ﷺ نے کسی اور عورت کو عقد نکاح میں نہیں لیا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کو سب سے زیادہ جانتی تھیں اس لیے انہوں نے حضور ﷺ کی دعوت توحید کو ایک لمحے کے لیے بھی شک کی نظر سے نہیں دیکھا بلکہ حضور ﷺ نے اپنی نبوت کا اعلان فرمایا تو ان کی بصیرت کا فیصلہ یہ تھا کہ جو بات محمد عربی ﷺ جیسے صادق و امین کی زبان سے نکلے وہ کبھی جھوٹ نہیں ہو سکتی۔ اپنی بصیرت کے اسی فتویٰ پر انہوں نے فوراً کلمہ توحید پڑھ کر اسلام کو گلے سے لگا لیا۔

حضرت خدیجہ الکبری رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ پر نزول وحی کا سلسلہ شروع ہوتے ہی، آپ کے اخلاق عالیہ کی جو تصویر کھینچی ہے اس کی ایک جھلک ملاحظہ فرمایئے:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ پر نزول وحی کے آغاز کے متعلق ایک طویل حدیث روایت فرمائی ہے۔ اس حدیث کے کچھ الفاظ مندرجہ ذیل ہیں:

......ان آیات کی ہیبت کے سبب حضور ﷺ واپس لوٹے تو آپ کا قلب انور مضطرب تھا۔ آپ حضرت خدیجہ بنت خویلد کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: مجھے کمبل اوڑھا دو، مجھے کمبل اوڑھا دو۔ انہوں نے آپ پر کمبل ڈال دیا حتی کہ آپ کا اضطراب دور ہو گیا۔ آپ ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو سارا ماجری سنایا اور فرمایا: مجھے تو اپنی جان کا خوف لاحق ہو گیا تھا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ہرگز نہیں، خدا کی قسم، اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی بے آبرو نہیں کرے گا۔ آپ صلہ رحمی فرماتے ہیں، ضعیف کا بوجھ اٹھاتے ہیں، محتاج کی مالی اعانت فرماتے ہیں، مہمانوں کی ضیافت فرماتے ہیں اور راہ حق میں پیش آنے والی مصیبتوں پر صبر فرماتے ہیں۔ الحدیث (1)

ایک اور روایت میں اس حدیث میں ان الفاظ کا اضافہ بھی ہے: اور آپ سچ بولتے ہیں۔ (2)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی وہ خوش نصیب خاتون ہیں جن کو حبیب خدا ﷺ کا اتنا قرب نصیب تھا جتنے قرب کا کوئی اور دعویٰ نہیں کر سکتا۔ انہوں نے حضور ﷺ کے اخلاق عالیہ کی بڑے پیارے انداز میں شہادت دی ہے:

حضرت سعد بن ہشام بن عامر بیان فرماتے ہیں، ہم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرف روانہ ہوئے۔ ہم نے اجازت طلب کی۔ آپ نے ہمیں اجازت مرحمت فرمائی۔ ہم آپ کے پاس حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا: کیا یہ حکیم ہیں؟ آپ نے حکیم کو پہچان لیا تھا۔ انہوں نے عرض کیا: ہاں۔ آپ نے فرمایا: تمہارے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے عرض کیا، سعد بن ہشام ہیں۔ آپ نے فرمایا: کون سے ہشام؟ انہوں نے عرض کیا: ہشام بن عامر۔ آپ نے ان کے لیے دعائے رحمت کی اور ان کے حق میں کلمات خیر فرمائے۔ قتادہ کہتے ہیں: حضرت عامر رضی اللہ عنہ جنگ احد میں شہید ہوئے تھے۔ راوی کہتے ہیں: میں نے عرض کیا: اے ام المومنین! ہمیں حضور ﷺ کے اخلاق کے متعلق بتایئے۔ آپ نے فرمایا: کیا تم قرآن حکیم کی تلاوت نہیں کرتے؟ میں نے عرض کیا: (ام المومنین!) کیوں نہیں؟ آپ نے فرمایا: تو پھر قرآن حکیم ہی حضور ﷺ کے اخلاق عالیہ کا صحیح بیان ہے...... الحدیث۔ (3)

یہ حدیث پاک سنن ابی داؤد اور سنن نسائی میں بھی موجود ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 3 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 740 3۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 256

حضور ﷺ کے امتیوں کو بتا رہی ہیں کہ اخلاق حسنہ کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جس کو قرآن حکیم نے بیان نہ کیا ہو۔ اور قرآن حکیم نے جن اخلاق حسنہ کی تعلیم دی ہے حضور ﷺ کی سیرت پاک ان تعلیمات کی عملی تفسیر ہے۔ جس نے حضور ﷺ کے اخلاق کے متعلق معلوم کرنا ہو وہ قرآن حکیم کی آیات کا مطالعہ کرے اور جس کی خواہش ہو کہ وہ قرآن حکیم کی اخلاقی تعلیمات کے عملی نمونے کا مشاہدہ کرے وہ حضور ﷺ کی سیرت طیبہ کا مشاہدہ کر لے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے دیگر کئی احادیث طیبہ میں بھی حضور ﷺ کے اخلاق کی تصویر کشی کی ہے۔

ابو عبداللہ جدلی سے روایت ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حضور ﷺ کے اخلاق کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: آپ نہ تو طبعاً فحش گو تھے اور نہ تکلف سے فحش گوئی کرتے تھے۔ آپ بازاروں میں شور و شغب کرنے والے نہ تھے۔ آپ برائی کا بدلہ برائی سے نہ دیتے تھے بلکہ معافی اور درگزر سے کام لیتے تھے۔ (1)

حضرت اسود بن یزید سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: حضور ﷺ گھر پر کیا کرتے تھے؟ آپ نے فرمایا: اہل خانہ کے کاموں میں مصروف رہتے تھے اور جب نماز کا وقت آتا تو اٹھتے اور نماز ادا فرماتے تھے۔ (2)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کا شمار ان صحابہ کرام میں ہوتا ہے جو اپنے علم کی وجہ سے مشہور تھے۔ انہوں نے حضور ﷺ کے اخلاق عالیہ کی شہادت ان الفاظ میں دی ہے:

مسروق سے روایت ہے، فرماتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ کوفہ آئے تو ہم ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ (دوران گفتگو) حضور ﷺ کا ذکر خیر ہوا تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ نہ تو طبعاً فحش گو تھے اور نہ بطور تکلف فحش گوئی کرتے تھے۔ انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ حضور ﷺ فرماتے تھے: تم میں سب سے بہتر وہ ہے جن کے اخلاق اچھے ہیں۔ (3)

حضرت انس رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے خادم اور پیارے صحابی ہیں۔ انہوں نے اپنی زندگی کے کئی سال حضور ﷺ کی خدمت کرتے ہوئے گزارے۔ سفر و حضر میں انہیں حضور ﷺ کی معیت کا شرف حاصل رہا۔ انہوں نے حضور ﷺ کی نجی زندگی کا بھی مشاہدہ کیا اور آپ ﷺ کو اپنوں اور بیگانوں کے ساتھ معاملہ کرتے ہوئے بھی اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ اس خادم رسول کو اخلاق رسول کا جو

1۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 22 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 72 3۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 891

رنگ نظر آیا اس کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائیے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں، حضور ﷺ سب سے زیادہ خوبصورت تھے۔ آپ سب سے زیادہ سخی تھے اور آپ ﷺ سب لوگوں سے زیادہ بہادر تھے۔ ایک رات مدینہ کے لوگ (ایک آواز کی وجہ سے) خوفزدہ ہوگئے۔ لوگ اس آواز کی طرف چلے تو حضور ﷺ انہیں اس طرف سے واپس تشریف لاتے ہوئے ملے۔ آپ دیگر لوگوں سے پہلے اس آواز کی طرف تشریف لے گئے تھے۔ آپ فرما رہے تھے: ڈرو نہیں، ڈرو نہیں...... الحدیث۔ (1)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے، مدینہ طیبہ میں، دس سال حضور ﷺ کی خدمت کا شرف حاصل کیا۔ اس وقت میں بچہ تھا اور یہ ممکن نہ تھا کہ میرے سارے کام حضور ﷺ کی مرضی کے مطابق ہوتے لیکن اس کے باوجود (اتنی طویل مدت میں) آپ نے مجھے کبھی اف تک نہیں فرمایا۔ جو کام میں نے کیا اس کے متعلق کبھی یہ نہیں فرمایا کہ تم نے یہ کام کیوں کیا ہے اور جو کام میں نے نہیں کیا اس کے متعلق یہ کبھی نہیں فرمایا کہ تم نے یہ کام کیوں نہیں کیا۔ (2)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ سب لوگوں سے زیادہ خوش اخلاق تھے۔ کبھی کبھی ایسا ہوتا کہ حضور ﷺ ہمارے گھر میں تشریف فرما ہوتے اور (نفل) نماز کا وقت ہو جاتا تو آپ کے حکم سے چٹائی کو جھاڑ کر اور پانی چھڑک کر صاف کیا جاتا۔ پھر حضور ﷺ امامت فرماتے اور ہم آپ کے پیچھے کھڑے ہوتے اور آپ ہمیں نماز پڑھاتے۔ راوی کہتے ہیں: ان کی چٹائی کھجور کی شاخوں کی تھی۔ (3)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ کے سامنے جب کوئی آدمی آتا اور آپ سے مصافحہ کرتا تو آپ اپنے ہاتھ کو پیچھے نہیں کھینچتے تھے حتیٰ کہ وہ آدمی اپنے ہاتھ کھینچ لیتا۔ اور نہ آپ اپنا رخ انور اس کی طرف سے پھیرتے حتیٰ کہ وہ اپنا چہرہ پھیر لیتا۔ حضور ﷺ کو کبھی اس حال میں نہیں دیکھا گیا کہ آپ نے اپنے گھٹنے اپنے ہمنشین کے سامنے پھیلا رکھے ہوں۔ (4)

حضرت سائب رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے صحابی بھی تھے اور زمانہ جاہلیت میں آپ کے شریک کار بھی رہے تھے۔ وہ حضور ﷺ کے حسن اخلاق کی شہادت ان الفاظ میں دیتے ہیں:

حضرت سائب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ لوگ میرے متعلق تعریفی کلمات کہنے لگے اور میرا ذکر کرنے لگے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: میں اس

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 891
2۔ سنن ابی داؤد، جلد 2، صفحہ 310
3۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 344
4۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 72

(سائب) کو تم سے زیادہ جانتا ہوں۔ میں نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، آپ سچ فرما رہے ہیں۔ آپ میرے شریک کار تھے اور آپ (واقعی) بہت ہی اچھے شریک کار تھے۔ آپ نہ تو مجھے دھوکا دیتے تھے اور نہ میرے ساتھ جھگڑا کرتے تھے۔(1)

مندرجہ بالا سطور میں ہم نے حضور ﷺ کے اخلاق عالیہ پر آپ کے اہل خانہ اور آپ کے خادموں کی صرف چند شہادتیں پیش کی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ حضور ﷺ کے اردگرد صحابہ کرام کا جو جم غفیر تھا وہ سب آپ کے اخلاق عالیہ کے جلووں کے اسیر تھے اور ان میں سے جو جتنا زیادہ آپ کے قریب تھا وہ اتنا ہی زیادہ آپ کے اخلاق سے متاثر تھا اور خلق نبوی کے اسی حسن نے انہیں حبیب خدا ﷺ کا ایسا گرویدہ بنا رکھا تھا کہ وہ آپ کے اشارۂ ابرو پر اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لیے ہمہ وقت تیار رہتے تھے۔

حبیب خدا علیہ التحیۃ والثناء کے اخلاق حسنہ پر بیگانوں کی گواہی

حضور ﷺ سے تعلق رکھنے والا ہر شخص اس بات کا گواہ ہے کہ آپ ﷺ انتہائی اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے۔ جن لوگوں نے حضور ﷺ کی غلامی کا طوق زیب گلو کیا تھا، انہوں نے آپ کے مکارم اخلاق کی تعریف کی اور یہ قدرتی بات تھی کہ وہ انہی مکارم اخلاق سے متاثر ہو کر آپ ﷺ کے حاشیہ نشین ہوئے تھے لیکن حضور ﷺ کے مکارم اخلاق کا کمال یہ ہے کہ آپ کے حسن اخلاق کی تصدیق ان لوگوں نے بھی کی ہے جو حضور ﷺ کی مخالفت کو اور آپ کے دین کی شمع کو بجھانے کو اپنی زندگی کا سب سے بڑا مقصد سمجھتے تھے۔ آپ کے اعلیٰ اخلاقی اوصاف سے متصف ہونے کا یہ ایک ایسا ثبوت ہے جس سے انکار کی کوئی جرأت نہیں کر سکتا۔ دشمن کو دشمن کی سیرت و کردار میں نقائص و عیوب نظر آیا کرتے ہیں، حسن اور خوبیاں نہیں۔ اور جس شخص کا کردار اس کے دشمنوں کو بھی اچھا لگے یقیناً وہ حسن کردار کے اس درجے پر فائز ہوتا ہے جو کسی کسی کا مقدر ہوتا ہے۔

آیئے اخلاق نبوی کے حسن و جمال پر بیگانوں کی چند شہادتیں ملاحظہ فرمائیں:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ اپنے اسلام لانے سے پہلے کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ انہیں جب حضور ﷺ کے اعلان نبوت کا پتا چلا تو انہوں نے اپنے بھائی سے کہا: وادئ مکہ میں جاؤ اور سنو کہ جس شخص نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے وہ کیا کہتے ہیں۔ وہ (ان کا بھائی) واپس آیا تو اس نے کہا: میں نے ان کو دیکھا وہ مکارم اخلاق کی تعلیم دیتے ہیں۔(2)

یہ شخص جو حضور ﷺ کو مکارم اخلاق کا معلم قرار دے رہا ہے وہ نہ اس شہادت کے وقت مشرف با

1۔ سنن ابی داؤد، جلد 2، صفحہ 317 2۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 891

سلام ہوا تھا اور نہ اسے ابھی اسلام کی تعلیمات کے متعلق زیادہ معلومات حاصل تھیں۔ اس نے مختصر سا وقت، حضور ﷺ کے حالات کا مشاہدہ کرنے کے لیے، آپ کے ساتھ گزارا اور وہ اس نتیجے پر پہنچ گیا کہ حضور ﷺ کی تعلیمات میں بنیادی حیثیت حسن اخلاق کی تعلیم کو حاصل ہے۔ اس شخص نے جو تبصرہ کیا تھا وہ حضور ﷺ کے اس ارشاد کے عین مطابق تھا کہ آپ کو مکارم اخلاق کی تکمیل کے لیے مبعوث کیا گیا ہے۔

یہ شخص تو اپنی شہادت کے وقت غیر جانبدار تھا۔ اس کا شمار نہ حضور ﷺ کے خادموں میں ہوتا تھا اور نہ دشمنوں میں۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ جو دشمن تھے، انہوں نے آپ کے اخلاق عالیہ کی تصدیق کن الفاظ میں کی ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ (شعراء) (1) تو حضور ﷺ کوہ صفا پر تشریف لے گئے۔ آپ قبیلہ قریش کی شاخوں کے نام لے لے کر پکارنے لگے۔ اے بنو فہر! اے بنو عدی! حتی کہ سب لوگ جمع ہو گئے۔ جو خود نہ جا سکا اس نے اپنی جگہ آدمی بھیجا کہ معلوم کرے کہ ماجرٰی کیا ہے۔ ابولہب بھی آیا اور قریش کے دیگر لوگ بھی آ گئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اگر میں تمہیں یہ بتاؤں کہ وادی میں ایک لشکر ہے جو تم پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو کیا تم اس بات میں میری تصدیق کرو گے؟ سب نے (یک زبان ہو کر) کہا: ہاں، کیونکہ ہم نے تمہاری ذات سے صرف سچائی کا ہی مشاہدہ کیا ہے...... الحدیث۔ (2)

ابوسفیان حضور ﷺ کا سب سے بڑا دشمن تھا۔ کفار مکہ نے حضور ﷺ کے خلاف جو جنگیں لڑی تھیں ان میں سے اکثر کی قیادت ابوسفیان کے ہاتھ میں تھی۔ حضور ﷺ کے اخلاق و کردار کی قوت ملاحظہ کیجیے کہ آپ ﷺ کی عظمت کردار اور آپ کے حسن اخلاق کی گواہی آپ کے اس سب سے بڑے دشمن نے دی اور وہ بھی کسی عام مقام پر نہیں بلکہ دربار ہرقل میں دی جو اپنے دور کی سب سے طاقتور سلطنت کا سربراہ تھا۔

جس حدیث پاک میں اخلاق مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء پر ابوسفیان کی شہادت کا ذکر ہے۔ وہ حدیث کافی طویل ہے۔ اس کتاب کی ابتدا میں اس حدیث کا مکمل بیان بھی ہو چکا ہے، اس لیے یہاں اس حدیث کے صرف متعلقہ حصے لکھنے پر اکتفا کریں گے۔

اس حدیث کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت فرمایا ہے۔ وہ فرماتے ہیں: اس حدیث کو میں نے خود ابوسفیان کی زبان سے سنا ہے۔ ابوسفیان دربار ہرقل میں حاضر ہے اور حضور ﷺ کے

1۔ اپنے قبیلے کے قریبی لوگوں کو ڈرائیے 2۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 702

متعلق ہرقل کے سوالوں کے جوابات دے رہا ہے۔ ابوسفیان خود بتا رہا ہے کہ اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ میرے ہم قوم مجھے جھوٹا ہونے کا طعنہ دیں گے تو میں دربارِ ہرقل میں محمد (ﷺ) کے متعلق جھوٹ بولتا لیکن اس خوف نے مجھے سچ کہنے پر مجبور کر دیا۔

ہرقل ابوسفیان سے سوال کرتا ہے: انہوں (یعنی محمد ﷺ) نے اب جو دعویٰ کیا ہے، ان کے اس دعویٰ سے پہلے بھی تم ان کو جھوٹا کہتے تھے؟ ابوسفیان جواب دیتا ہے: نہیں۔ ہرقل سوال کرتا ہے: کیا وہ کبھی وعدہ خلافی بھی کرتے ہیں؟ ابوسفیان جواب دیتا ہے نہیں، البتہ اب ہم نے ان سے ایک معاہدہ کیا ہے، معلوم نہیں وہ کیا کریں گے۔ (1)

حضور ﷺ کی بلندیٔ اخلاق کی اس سے بڑی شہادت اور کیا ہو سکتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضور ﷺ حسن اخلاق کے اس مقام پر فائز تھے کہ آپ کے اخلاق کے جلووں سے اپنوں اور بیگانوں سب کی نگاہیں خیرہ ہو رہی تھیں اور ہر کوئی آپ کے حسن اخلاق کی شہادت دینے پر مجبور تھا۔

مدنی تاجدار ﷺ کی شانِ عدالت

انسانی معاشرہ کو جو چیز جنگلی زندگی سے ممتاز کرتی ہے وہ عدل ہے۔ جنگل میں طاقت کو ہی قانون کی حیثیت حاصل ہوتی ہے لیکن انسانی معاشرے میں قانون سب سے بڑی طاقت ہوتی ہے اور دیگر تمام قوتیں اس کے سامنے سرنگوں ہونے پر مجبور ہوتی ہیں۔ اگر انسانی معاشرہ عدل کے زیور سے محروم ہو جائے اور اس میں بھی ''جس کی لاٹھی اس کی بھینس'' کو قانون کی حیثیت حاصل ہو جائے تو انسان خونخواری میں درندوں سے بھی آگے نکل جاتا ہے اور انسانی معاشرہ اس فتور اور ابتلاء کا شکار ہوتا ہے کہ ''الامان والحفیظ''۔

تمام انبیاء کرام انسانوں کو انسانیت کے زیور سے آراستہ کرنے، انہیں اپنی ذات اور اپنے خالق کا عرفان عطا کرنے اور انسانی معاشرہ کو حقیقی انسانی معاشرہ بنانے کے لیے تشریف لاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی تعلیمات میں عدل کو بنیادی حیثیت حاصل ہوتی ہے اور ان کی اپنی پوری زندگی عدل کے رنگ میں رنگی ہوئی ہوتی ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انبیائے کرام کو اپنی کٹھن ذمہ داریوں کو نبھانے کے لیے جو خصوصی نعمتیں عطا فرماتا ہے، ان میں ایک عدل قائم کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِیْزَانَ لِیَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ (الحدید:25)

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 653

''یقیناً ہم نے بھیجا ہے اپنے رسولوں کو روشن دلیلوں کے ساتھ اور ہم نے اتاری ہے ان کے ساتھ کتاب اور میزان (عدل) تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں''۔

مندرجہ بالا آیت کریمہ میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ میزان یعنی عدل ایک ایسی چیز ہے جو انبیائے کرام پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوتی ہے۔ جو لوگ انبیائے کرام کی تعلیمات کو حرز جان بناتے ہیں اور آسمانی ہدایت کی پیروی کرتے ہیں وہ عدل سے پہلو تہی نہیں کر سکتے اور جو آگ آسمانی ہدایت کو ٹھکرا دیتے ہیں ان کی انفرادی اور اجتماعی زندگیاں عدل کے زیور سے محروم ہو جاتی ہیں۔

حضور ﷺ سید الانبیاء والرسل ہیں۔ آپ کی شریعت تاقیامت باقی رہنے والی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی تعلیمات میں عدل و انصاف کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ اور آپ کی سیرت طیبہ عدل و انصاف کا ایک خوبصورت نمونہ ہے۔ حضور ﷺ کا کمال یہ ہے کہ آپ نے امت کو جس مشکل سے مشکل کام کا حکم دیا، پہلے خود اس پر عمل کر کے دکھایا۔ آپ ﷺ نے کبھی اپنی ذات کو یا اپنے اہل خانہ کو قانون سے بالاتر قرار نہیں دیا بلکہ آپ نے قانون کو پہلے اپنی ذات پر اور اپنے لواحقین پر نافذ کیا اور پھر اس کے دائرے کو امت تک وسیع کیا۔ ذیل میں حضور ﷺ کی شان عدل کی ایک جھلک قارئین کرام کو دکھانے کی کوشش کی جا رہی ہے:

حضور ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع میں مسلمانوں کو دعوت دی کہ وہ زمانہ جاہلیت میں ہونے والے خون کے انتقام سے دستبردار ہو جائیں اور زمانہ جاہلیت کا سود معاف کر دیں تو آپ نے اس مشکل ترین کام کا آغاز اپنے خاندان سے کیا اور فرمایا: خبردار! جاہلیت کے تمام معاملات کو میں نے اپنے پاؤں کے نیچے ڈال دیا ہے۔ زمانہ جاہلیت کے خون کے انتقام کو باطل کر دیا ہے اور سب سے پہلے جس خون کے انتقام کو باطل کیا جا رہا ہے وہ ہمارا اپنا خون ربیعہ بن حارث بن عبد المطلب کا خون ہے جو بنو سعد میں ایام رضاعت گزار رہا تھا اور اسے ہذیل نے قتل کر دیا۔ میں زمانہ جاہلیت کے تمام سود باطل کرتا ہوں اور سب سے پہلے جس سود کو باطل کیا جا رہا ہے وہ عباس بن عبد المطلب کا سود ہے جو سارے کا سارا باطل کیا جا رہا ہے۔(1)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: قریش کو اس مخزومی عورت کے معاملہ میں تشویش کا سامنا تھا جس سے چوری کا جرم سرزد ہوا تھا۔ وہ کہنے لگے: اس کے متعلق حضور ﷺ کی خدمت میں کون گزارش کرے گا؟ کہنے لگے: اس کی جرأت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے سوا کون کر سکتا ہے جو حضور ﷺ کے لاڈلے ہیں۔ اسامہ رضی اللہ عنہ نے عرض داشت پیش کی تو حضور

1۔ سنن ابی داؤد، جلد 1، صفحہ 270

ﷺ نے فرمایا: (اسامہ!) کیا تم اللہ تعالیٰ کی حدوں میں سے ایک حد کے متعلق سفارش کر رہے ہو؟ پھر حضور ﷺ اٹھ کھڑے ہوئے اور خطبہ ارشاد فرمایا: آپ نے فرمایا: تم سے پہلی قوموں کو اسی بات نے ہلاک کیا تھا کہ ان میں سے اگر کوئی معزز شخص چوری کرتا تو اس کو چھوڑ دیتے اور اگر کوئی کمزور شخص چوری کرتا تو اس پر حد نافذ کرتے تھے۔ خدا کی قسم! اگر (بفرضِ محال) فاطمہ بنت محمد رضی اللہ عنہا بھی چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کٹوا دیتا۔(1)

یہ حدیث پاک عدل اسلامی کی حقیقت کو سمجھنے اور اس کی اہمیت کا اندازہ لگانے میں بڑی معاون ثابت ہوسکتی ہے۔ حضور ﷺ عدل سے پہلوتہی کو قوموں کے زوال کا سبب قرار دے رہے ہیں۔ عدل کے راستے میں اپنے محبوب ترین صحابی کی سفارش کو ٹھکرا رہے ہیں اور اعلان فرما رہے ہیں کہ عدل کے قیام کے متعلق یہ ٹھوس موقف ہر حال میں قائم رہے گا خواہ اس کی زد کسی پیاری سے پیاری شخصیت پر بھی پڑتی ہو۔

جو چیزیں عدل کے راستے میں حائل ہوتی ہیں، حضور ﷺ نے تقریباً ان تمام کی طرف اشارہ فرما کر اعلان فرما دیا ہے کہ حالات کچھ بھی ہوں، عدل کے قیام میں کوتاہی نہیں ہونی چاہیے کیونکہ عدل کے قیام میں کوتاہی ملت کے زوال کا سبب بن سکتی ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ مال تقسیم فرما رہے تھے کہ ایک شخص آیا اور حضور ﷺ کے اوپر جھک گیا۔ حضور ﷺ کے دست مبارک میں ایک ٹہنی تھی۔ آپ نے وہ ٹہنی اس شخص کو چبھوئی جس سے اس کا چہرہ زخمی ہوگیا۔ حضور ﷺ نے اس شخص سے فرمایا: آؤ اور اپنا انتقام لے لو۔ اس شخص نے عرض کیا: نہیں، یا رسول اللہ! ﷺ، بلکہ میں نے معاف کر دیا ہے۔(2)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضور ﷺ کو اپنی ذات سے انتقام دیتے دیکھا ہے۔(3)

عرب قوم، جس نے مرجانا سیکھا تھا اور کسی کے سامنے جھکنا سیکھا ہی نہیں تھا، اس کے افراد حضور ﷺ کے عدل و احسان کی انہی قوتوں کے سامنے جھکنے پر مجبور ہوئے تھے۔

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اپنے تنازعات لے کر میرے پاس آتے ہو۔ ممکن ہے تم میں سے ایک شخص دوسرے شخص سے زیادہ بہتر انداز میں اپنی دلیل پیش کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ (یاد رکھو) جس شخص کو میں اس کے (مسلمان) بھائی کا حق دینے کا فیصلہ کر دوں، اس کی باتوں کو صحیح قرار دے کر، تو وہ اس کو نہ لے۔ کیونکہ

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 494 2۔ سنن ابی داؤد، جلد 2، صفحہ 276 3۔ سنن النسائی، جلد 2، صفحہ 244

اس طرح میں اس کے لیے آگ کے ٹکڑے کا فیصلہ کرتا ہوں۔(1)

جو لوگ مختلف حیلوں سے عدالتی فیصلے کو اپنے حق میں کروانے کی کوشش کرتے ہیں، مذکور حدیث سے ان کی آنکھیں کھل جانی چاہئیں۔

حضور ﷺ کو رب قدوس نے رحمۃ للعالمین بنا کر مبعوث فرمایا تھا۔ آپ کی سیرت طیبہ میں شان رحمت کے جلوے ہر سو عیاں نظر آتے ہیں لیکن آپ نے رحمت کے اس پاکیزہ جذبہ کو بھی کبھی قیام عدل کے راستے میں حائل نہیں ہونے دیا بلکہ جب وقت آیا، عدل کو پوری قوت کے ساتھ نافذ فرمایا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: قبیلہ عرینہ کے کچھ لوگ مدینہ طیبہ حاضر ہوئے۔ مدینہ طیبہ کی آب و ہوا ان کو راس نہ آئی۔ حضور ﷺ نے ان کو اجازت مرحمت فرمادی کہ وہ اس جگہ جا کر قیام کریں جہاں صدقات کے اونٹ ہیں اور ان کا دودھ اور پیشاب پیا کریں۔ ان لوگوں نے اونٹوں کے چرواہے کو قتل کر دیا اور اونٹوں کو ہانک کر لے گئے۔ حضور ﷺ نے ان کے تعاقب میں آدمی بھیجے جو ان کو پکڑ کر لے آئے۔ حضور ﷺ نے (بطور قصاص) ان کے ہاتھ پاؤں کٹوا دیے، ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھروا دیں اور ان کو پتھریلی زمین پر پھینکوا دیا جہاں وہ پتھروں کو اپنے مونہوں سے نوچتے تھے۔ الحدیث۔(2)

حضور ﷺ روزمرہ زندگی میں بھی اس بات کا خیال رکھتے تھے کہ کوئی شخص آپ کے رویے سے یہ محسوس نہ کرے کہ وہ جس سلوک کا مستحق تھا اس کے ساتھ وہ سلوک روا نہیں رکھا گیا، بلکہ آپ عام معاملات میں بھی ہر شخص کو اس کا حق دلوانے کی کوشش فرماتے، یہی دراصل عدل کی بنیاد ہے۔

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ انہیں مروان اور مسور بن مخرمہ نے بتایا کہ جب ہوازن قبیلہ کا وفد مسلمان ہو کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور انہوں نے آپ سے درخواست کی کہ ان کے اموال اور ان کے جن لوگوں کو لونڈی غلام بنالیا گیا ہے، ان کو واپس کر دیا جائے۔ تو حضور ﷺ اٹھے اور فرمایا: تم لوگ میرے ہمراہیوں کو دیکھ رہے ہو۔ اور مجھے بات وہی اچھی لگتی ہے جو سچ ہو۔ تم ان دونوں میں سے ایک چیز کا انتخاب کر لو، یا مال کا اور یا غلاموں کا۔ میں اس سے پہلے تمہارا انتظار کرتا رہا ہوں۔ اور (درحقیقت) حضور ﷺ نے طائف سے واپسی پر تقریباً دس راتوں سے زیادہ ان کا انتظار فرمایا تھا۔ جب ان لوگوں پر یہ بات واضح ہو گئی کہ حضور ﷺ ان دونوں میں سے صرف ایک چیز ہی ان کو واپس کریں گے تو انہوں نے عرض کیا: ہمارے جو لوگ لونڈی غلام بنائے گئے ہیں، ہم ان کی واپسی کو اختیار کرتے ہیں۔ اس پر حضور ﷺ مسلمانوں کے درمیان

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 368 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 203

کھڑے ہوئے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی پھر فرمایا: تمہارے یہ بھائی تائب ہو کر ہمارے پاس آئے ہیں۔ میری رائے ہے کہ ان کے جو لوگ لونڈی غلام بنائے گئے ہیں وہ ان کو واپس کر دو۔ تم میں سے جو شخص اپنی خوشی سے (اپنے حصے کے) غلام واپس کر سکتا ہے وہ ایسا کر دے اور جو اپنے حصے پر قائم رہنا چاہے وہ (سر دست ان غلاموں کو آزاد کر دے) اور اس کے عوض ہم اس کو سب سے پہلے حاصل ہونے والے مال فے سے مال ادا کر دیں گے۔ سب لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ ہم سب خوش دلی سے اپنے حق سے دستبردار ہوتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اس طرح ہم پر بات واضح نہیں ہوتی کہ تم میں سے کس نے خوش دلی سے ہمیں غلام واپس کرنے کی اجازت دی ہے اور کس نے ایسا نہیں کیا۔ اب تم واپس چلے جاؤ اور پھر تمہارے نمائندے ہمارے پاس آئیں اور تمہارا معاملہ ہمارے سامنے پیش کریں۔ لوگ واپس چلے گئے۔ ان کے نمائندوں نے ان سے گفتگو کی۔ پھر نمائندے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بتایا کہ سب لوگوں نے خوش دلی سے ایسا کرنے کی اجازت دے دی ہے۔ الحدیث (1)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہما حضور ﷺ کی معیت میں ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں داخل ہوئے۔ آپ ایک برتن میں ہمارے لیے دودھ لے آئیں۔ حضور ﷺ نے برتن سے دودھ پیا۔ میں حضور ﷺ کی دائیں جانب بیٹھا تھا اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ آپ کی بائیں جانب بیٹھے تھے۔ حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا: اب دودھ پینے کی باری تو تمہاری بنتی ہے لیکن اگر تم چاہو تو اپنی ذات پر خالد کو ترجیح دے دو۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ آپ کے جوٹھے کے معاملے میں، میں کسی کو اپنی ذات پر ترجیح دینے والا نہیں ہوں۔ (2)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ کی خدمت میں پانی ملا دودھ پیش کیا گیا۔ آپ کی دائیں جانب ایک اعرابی بیٹھا تھا اور آپ کی بائیں جانب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیٹھے تھے۔ آپ نے دودھ نوش فرمایا اور پھر دودھ کا برتن (دائیں طرف بیٹھے) اعرابی کو دے دیا۔ اور فرمایا: دائیں جانب بیٹھنے والا حق دار ہے اور پھر جو اس کے دائیں جانب بیٹھا ہو۔ (3)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک اعرابی حضور ﷺ کے پاس قرض کی واپسی کا مطالبہ کرنے کے لیے آیا جو اس کا حضور ﷺ کے ذمہ تھا۔ اس نے قرض کی واپسی کے مطالبے میں سختی کا رویہ اپنایا حتی کہ اس نے کہا: اگر تم نے میرا قرض واپس نہ کیا تو تمہیں تنگی میں ڈال

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 618 2۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 183 3۔ سنن ابی داؤد، جلد 2، صفحہ 168

دوں گا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے اس کو جھڑکا اور کہا: تم جانتے نہیں کہ کس ہستی سے گفتگو کر رہے ہو؟ وہ شخص کہنے لگا: میں اپنا حق مانگ رہا ہوں۔ اس پر حضور ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا: کیوں نہ تم نے حق دار کا ساتھ دیا۔ پھر حضور ﷺ نے حضرت خولہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کے پاس آدمی بھیجا اور فرمایا کہ اگر تمہارے پاس کھجوریں ہوں تو ہمیں بطور قرض دے دو، جب ہمارے پاس کھجوریں آئیں گی تو ہم تمہیں واپس کر دیں گے۔ (حضور ﷺ کا پیغام پہنچنے پر) انہوں نے عرض کیا: ہاں، یا رسول اللہ! ﷺ۔ انہوں نے کھجوریں بطور قرض دیں اور حضور ﷺ نے اس اعرابی کا قرض لوٹا دیا۔ پھر آپ ﷺ نے اس کو کھانا کھلایا۔ اس نے عرض کیا: آپ نے میرا حق ادا کر دیا ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو بہت عطا کرے...... الحدیث۔ (1)

حضور ﷺ کی عدالت کا یہ انداز انتہائی سبق آموز ہے کہ آپ نے ہر شخص کو قانون کا پابند قرار دیا۔ آپ ﷺ نے عام دنیوی حکمرانوں کے برعکس اپنے عمال اور حکومتی کارندوں کو بھی کبھی کھل کھیلنے کی اجازت نہیں دی اور ان کا کوئی فعل اگر کسی کے لیے نقصان دہ ثابت ہوا تو ان کے ساتھ قانون کے مطابق سلوک کیا گیا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: حضور ﷺ نے ابو جہم بن حذیفہ رضی اللہ عنہ کو صدقات کی وصولی کے لیے بھیجا۔ ایک شخص نے صدقے کے معاملے میں ان سے جھگڑا کیا تو ابو جہم نے اس کو مارا اور زخمی کر دیا۔ وہ لوگ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ ہم اس بات کا قصاص لینا چاہتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: تم اس کے بدلے اتنا مال قبول کر لو۔ وہ راضی نہ ہوئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: پھر اتنا لے لو۔ وہ راضی ہو گئے۔ حضور ﷺ نے ان سے فرمایا: میں لوگوں سے خطاب کروں گا اور ان کے سامنے تمہارے معاملے کی وضاحت کروں گا اور بتاؤں گا کہ تم قصاص کے بدلے اتنا مال لینے پر راضی ہو گئے ہو۔ انہوں نے عرض کیا: ٹھیک ہے...... الحدیث۔ (2)

یہ حدیث پاک حضور ﷺ کی سیاسی بصیرت کا بھی ثبوت ہے اور آپ کی عدالت کا بھی۔ آپ نے مدعی پارٹی کو بھی مطمئن کر دیا اور سرکاری عامل کو بھی اس سلوک سے بچا لیا جس کی وجہ سے عوام کی نظروں میں سرکاری عمال کی حیثیت کے متاثر ہونے کا خطرہ تھا۔ آپ کی یہی دوشانیں ''سنن ابی داؤد'' کی ایک اور حدیث پاک میں بھی نظر آ رہی ہے جس میں ایک شخص دن دہاڑے مقتول پایا گیا۔ آپ نے بغیر ثبوت کے ملزموں کو سزا دلوانے کو خلاف عدل سمجھا اور مدعی پارٹی کے دعویٰ کو مسترد کرنے کو سیاسی

1۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 5-174　　2۔ ایضاً، صفحہ 190

بصیرت کے خلاف قرار دیا اس لیے ان کے مقتول کی دیت اپنے پاس سے ادا کر دی۔(1)

حضور ﷺ بڑے لجپال تھے اور جن لوگوں نے آپ کے مشن کے لیے ہر موقع پر اپنی جانوں کے نذرانے پیش کیے تھے وہ لوگ آپ کو انتہائی عزیز تھے لیکن عدل کے معاملے میں آپ نے نہ کسی اپنے کی محبت کو حائل ہونے دیا اور نہ کسی بیگانے کی نفرت کو۔ بلکہ آپ نے اپنے اور بیگانے کی تمیز کے بغیر عدل کے معاملے میں ہر ایک کے ساتھ برابر کا سلوک کیا اور کوئی شخص حضور ﷺ کی نظروں میں بلند حیثیت حاصل ہونے کے سبب قانون کی گرفت سے محفوظ نہ رہ سکا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ربیع بنت نضر نے ایک نوجوان عورت کے دانت توڑ دیے۔ اس عورت کی قوم نے ربیع کے قبیلے سے دیت ادا کرنے کا مطالبہ کیا۔ انہوں نے ان سے معاف کر دینے کی درخواست کی۔ انہوں نے انکار کر دیا اور حضور ﷺ کی خدمت میں (فیصلے کے لیے) حاضر ہو گئے۔ حضور ﷺ نے قصاص کا فیصلہ فرما دیا۔ انس بن نضر نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ کیا ربیع کے دانت توڑ دیے جائیں گے؟ ہرگز نہیں، یا رسول اللہ! ﷺ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، اس کے دانت نہیں توڑے جائیں گے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اے انس! قصاص کا حکم خدا کا نازل کردہ ہے۔ پھر اس عورت کا قبیلہ راضی ہو گیا اور انہوں نے ربیع کو معاف کر دیا۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا: خدا کے کچھ بندے وہ بھی ہیں کہ اگر وہ قسم کھا لیں تو خدا اس کو پورا کر دیتا ہے۔(2)

حضور ﷺ نے عدل کے اس معیار کو مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان فیصلے فرماتے ہوئے بھی قائم رکھا اور آپ نے کبھی مذہب کو قیام عدل کے راستے میں حائل نہیں ہونے دیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک یہودی اپنا مال فروخت کے لیے پیش کر رہا تھا۔ اس کو اس مال کے عوض کچھ رقم کی پیشکش ہوئی جس کو اس نے ناپسند کیا یا اس پر راضی نہ ہوا۔ (شک راوی عبدالعزیز کو لاحق ہوا ہے) اس پر اس یہودی نے کہا: نہیں اس خدا کی قسم جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو انسانوں سے منتخب فرمایا ہے۔ راوی کہتے ہیں: اس کی اس بات کو ایک انصاری نے سنا۔ اس نے اس کے چہرے پر تھپڑ رسید کیا اور کہا: تو کہتا ہے: اس ذات کی قسم جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تمام انسانوں سے منتخب فرمایا ہے جب کہ حضور ﷺ ہمارے درمیان موجود ہیں۔ راوی کہتے ہیں: وہ یہودی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور عرض کیا: اے ابوالقاسم! میں ذمی اور معاہد ہوں۔ اور کہا: فلاں شخص نے میرے چہرے پر تھپڑ مارا ہے۔ حضور ﷺ نے اس انصاری سے پوچھا: تو نے

1۔ سنن ابی داؤد، جلد 2، صفحہ 273 2۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 372

اس کے چہرے پر تھپڑ کھینچ مارا۔ اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ یہ کہتا ہے کہ اس ذات کی قسم جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تمام انسانوں سے منتخب کیا جبکہ آپ ہمارے درمیان موجود ہیں۔ راوی کہتے ہیں: یہ سن کر حضور ﷺ غضبناک ہوگئے، اتنے کہ غضب کے آثار آپ کے رخ انور پر ظاہر ہونے لگے۔ پھر آپ نے فرمایا: نبیوں کے درمیان کسی کو دوسرے پر فضیلت نہ دیا کرو کیونکہ جب صور پھونکا جائے گا تو آسمان اور زمین میں جو چیزیں ہیں سب بے ہوش ہو جائیں گی۔ پھر جب دوبارہ صور پھونکا جائے گا تو جو شخص بے ہوشی سے سب سے پہلے نکلے گا وہ میں ہوں گا۔ اور میں دیکھوں گا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرش کو پکڑ رکھا ہوگا۔ میں (یقینی طور پر) نہیں جانتا کہ وہ طور کی بے ہوشی ان کے لیے آئی کی بے ہوشی کا بدلہ بن گئی یا وہ مجھ سے بھی پہلے نکالے گئے تھے...... الحدیث (1)

مدنی ریاست میں غیر مسلموں کے حقوق کے تحفظ کے لیے حضور ﷺ نے بعض ایسے قانونی ضابطے وضع فرمائے ہیں جو عدل اجتماعی کی ایک عمدہ مثال قائم کرتے ہیں۔ حضور ﷺ نے ذمیوں کے مال کو مسلمانوں کے لیے ناجائز قرار دے دیا ہے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضور ﷺ کے ساتھ غزوہ خیبر میں شرکت کی۔ یہودی حضور ﷺ کی خدمت میں آئے اور لوگوں کا شکوہ کیا کہ لوگ ان کے مویشیوں کے باڑوں کی طرف جلدی جلدی چلے گئے ہیں۔ (اس پر) حضور ﷺ نے فرمایا: معاہد لوگوں کے اموال کو حق کے بغیر حاصل کرنا حلال نہیں ہے...... الحدیث (2)

اسی طرح حضور ﷺ نے ذمیوں کی دیت کو مسلمانوں کی دیت کے برابر قرار دے کر عدل کی ایک عمدہ مثال قائم فرمائی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے عامریوں کو مسلمانوں کی دیت کے برابر دیت دلوائی۔ ان کے ساتھ حضور ﷺ کا معاہدہ تھا...... الحدیث (3)

عدل کے قیام کے راستے میں ایک بہت بڑی رکاوٹ یہ ہوتی ہے کہ معاشرے کے سب لوگ اپنے اثر و رسوخ کے لحاظ سے برابر نہیں ہوتے۔ کچھ لوگ مالی طور پر بھی کمزور ہوتے ہیں اور ان کا خاندان اور کنبہ بھی کمزور ہوتا ہے۔ کچھ لوگ طاقتور اور بااثر ہوتے ہیں۔ ایسی صورت میں طاقتور اور بااثر لوگ عدالتی نظام پر اثر انداز ہو کر اپنے حق میں فیصلہ کروا لیتے ہیں اور کمزور شخص ان کے مقابلے میں عدل کے حصول سے محروم رہتا ہے۔ حضور ﷺ نے قیام عدل کے راستے کی اس رکاوٹ کو یکسر ختم کر دیا ہے۔ فاطمہ مخزومیہ کے چوری کے کیس میں گزر چکا ہے کہ حضور ﷺ نے پہلی امتوں کی ہلاکت کا

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 267　　2۔ سنن ابی داؤد، جلد 2، صفحہ 177　　3۔ جامع الترمذی، جلد 1، صفحہ 168

سبب اسی بات کو قرار دیا تھا کہ وہ طاقتور مجرم کو چھوڑ دیتے تھے اور کمزور مجرم پر حد نافذ کرتے تھے۔

حضور ﷺ نے قانون کی نظر میں کمزور اور طاقتور، غلام اور آزاد، غریب اور امیر سب کو برابر قرار دیا ہے۔ اس سلسلے میں حضور ﷺ کا یہ ارشاد گرامی بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: اس وقت سے پہلے کہ بے سینگ بکری کو سینگ والی بکری سے قصاص دلوایا جائے، حق داروں کو ان کے حقوق ادا کر دیے جائیں۔ (1)

حضور ﷺ کی اس حدیث پاک میں طاقتور اور بااثر لوگوں کے لیے تنبیہ ہے کہ وہ اپنی حیثیت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کسی کا جو حق ماریں گے وہ لوٹانا پڑے گا اور اس دن لوٹانا پڑے گا جب کسی پر کوئی زیادتی نہیں ہوگی۔ عدل ہی عدل ہوگا اور ہر کوئی مالک الملک کے فیصلے کے سامنے سر تسلیم خم کرنے پر مجبور ہوگا۔

غلاموں کا طبقہ معاشرے کا کمزور ترین طبقہ ہوتا ہے۔ حضور ﷺ نے ان کے ساتھ سلوک میں بھی عدل کو پیش نظر رکھنے کی تاکید فرمائی ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: ایک شخص حضور ﷺ کے سامنے آکر بیٹھا اور کہنے لگا: یا رسول اللہ! ﷺ میرے کچھ غلام ہیں، وہ مجھ سے جھوٹ بولتے ہیں، میرے ساتھ خیانت کرتے ہیں اور میری نافرمانی کرتے ہیں۔ اس پر میں ان کو گالیاں دیتا ہوں اور مارتا بھی ہوں۔ ان کے ساتھ میرے اس سلوک کا کیا حکم ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: ان کے جھوٹ، خیانت اور تیری نافرمانی کا تیری سزا سے موازنہ کیا جائے گا جو تو ان کو دیتا ہے۔ اگر تیری طرف سے ان کو دی جانے والی سزا ان جرموں کے برابر ہوگی تو معاملہ برابر ہو جائے گا، تجھے اس کا ثواب ہوگا نہ عقاب۔ اور اگر تیری سزا ان کے جرموں سے کم ہوئی تو یہ بات تیرے لیے باعث ثواب ہوگی۔ اور اگر ان کو تو نے جو سزا دی وہ ان کے جرموں سے زیادہ ہوئی تو جتنی سزا زیادہ ہوگی ان کا ان کو تم سے قصاص دلوایا جائے گا۔ راوی کہتے ہیں: وہ شخص پیچھے ہٹ گیا اور رونے اور چلانے لگا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: کیا تم اللہ کا یہ قول تلاوت نہیں کرتے: قیامت کے روز ہم میزان عدل قائم کریں گے اور کسی جان پر بھی ظلم نہیں ہوگا، الآیہ۔ اس شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ میرے خیال میں میرے لیے اور ان (میرے غلاموں) کے لیے اس سے بہتر کوئی بات نہیں کہ میں ان سے علیحدہ ہو جاؤں، میں آپ کو اپنے اس فیصلے پر گواہ بناتا ہوں کہ وہ سب آزاد ہیں...... الحدیث (2)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک یہودی نے ایک لونڈی کو

1۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 64
2۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 144

اس کے چاندی کے زیورات چھیننے کی خاطر قتل کر دیا۔ اس نے اس لونڈی کو پتھر سے قتل کیا تھا۔ اس لونڈی کو حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ اس میں ابھی زندگی کی کچھ رمق باقی تھی۔ حضور ﷺ نے ایک شخص کا نام لے کر فرمایا: کیا تمہیں اس نے قتل کیا ہے؟ اس نے اشارے سے کہا: نہیں۔ حضور ﷺ نے دوسرے آدمی کا نام لے کر پوچھا تو اس نے اشارے سے جواب دیا: نہیں۔ حضور ﷺ نے تیسری بار سوال کیا تو اس نے ہاں میں جواب دیا۔ حضور ﷺ نے اس (یہودی) کو بطور قصاص، دو پتھروں کے درمیان قتل کروا دیا۔ (1)

حضور ﷺ کی شانِ عدل کا ایک خوبصورت ترین پہلو یہ ہے کہ آپ نے کسی شخص کو سزا دینے میں انتہائی احتیاط کو ملحوظ رکھا ہے۔ صرف مدعی کے دعویٰ کو بنیاد بنا کر کسی کو سزا دینے کا فیصلہ نہیں سنایا بلکہ معاملے کے ہر پہلو کو بغور دیکھنے کے بعد اس بات کا فیصلہ کیا ہے کہ آیا ملزم واقعی سزا کا مستحق ہے یا نہیں۔ آپ نے کسی کے خلاف اس کے دشمن کی گواہی کو نا قابلِ اعتبار قرار دیا، تفتیش کے لیے عقوبت سے منع فرمایا، کسی کو اس کے باپ کے جرم پر سزا دینے کی اجازت نہیں دی اور مستغیث اگر اپنے اوپر زیادتی کا ذمہ دار خود تھا تو اس کے دعویٰ کو مسترد کر دیا۔

حضرت عبدالرحمن بن اعرج سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: دشمنی والے شخص کی شہادت جائز نہیں۔ (2)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ قبیلہ بنو کلاع کے کچھ لوگوں کو ان کی خدمت میں پیش کیا گیا کہ ان لوگوں نے بافندوں کا سامان چوری کیا ہے۔ آپ نے ان کو کچھ دن قید رکھا اور پھر ان کو چھوڑ دیا۔ مدعی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا: آپ نے ان کو تفتیش اور مار پیٹ کے بغیر چھوڑ دیا ہے؟ نعمان نے فرمایا: تم کیا چاہتے ہو؟ اگر تم چاہتے ہو تو میں ان کو مار پیٹ کروں گا۔ اگر اللہ تعالیٰ نے تمہارا مال ان سے برآمد کروا دیا تو ٹھیک ورنہ میں ان کی مار کا بدلہ تم سے لوں گا۔ انہوں نے کہا: کیا یہ آپ کا فیصلہ ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ اللہ جل مجدہ اور اس کے رسول ﷺ کا فیصلہ ہے۔ (3)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے بعد کفر کی طرف نہ لوٹ جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے لگو۔ کسی شخص کو اس کے باپ یا بھائی کے جرم کی وجہ سے نہیں پکڑا جائے گا۔ (4)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: باپ کو بیٹے

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 58
2۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 54
3۔ سنن النسائی، جلد 2، صفحہ 254
4۔ سنن النسائی، جلد 2، صفحہ 176

کے بدلے قتل نہیں کیا جائے گا۔(1)

حضرت صفوان بن یعلیٰ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: میں حضور ﷺ کی معیت میں میں غزوۂ عسرت (تبوک) میں شریک ہوا۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت یعلیٰ فرمایا کرتے تھے، یہ غزوہ میری نظر میں میرے تمام اعمال سے زیادہ قابل اعتبار ہے۔ راوی عطا صفوان سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضرت یعلیٰ نے فرمایا: میرا ایک خادم تھا۔ اس نے ایک شخص کے ساتھ لڑائی کی۔ ان میں سے ایک نے دوسرے کو دانتوں سے کاٹا۔ راوی عطا کہتے ہیں: کہ مجھے صفوان نے بتایا تھا کہ ان میں سے کس نے دوسرے کو کاٹا تھا لیکن میں بھول گیا ہوں۔ راوی کہتے ہیں: جس شخص کو کاٹا گیا تھا اس نے کاٹنے والے کے منہ سے اپنا ہاتھ جھٹکے کے ساتھ کھینچا تو اس کا ایک سامنے کا دانت باہر آ گیا۔ دونوں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور ﷺ نے اس کے دانت کے قصاص کو باطل کر دیا۔ عطا راوی کہتے ہیں: میرے خیال میں حضرت یعلیٰ نے یہ الفاظ بھی روایت کیے تھے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: تیرا کیا خیال ہے کہ وہ اپنے ہاتھ کو تیرے منہ میں رہنے دیتا اور تو اس کو اسی طرح کاٹتا رہتا جیسے اونٹ کسی چیز کو کاٹتا ہے۔(2)

اسلام نے ملت اسلامیہ میں قانون کی حکمرانی قائم کرنے کے لیے زیادہ زور، طاقت کے استعمال پر نہیں دیا بلکہ پند و موعظت کا سہارا لیا ہے۔ اسلام پند و موعظت کے ذریعے مسلمانوں کے دلوں میں خدا خوفی کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔ یہ جذبہ جس مسلمان کے دل میں پیدا ہو جائے اس کو کسی غلط کام سے روکنے کے لیے صرف اتنی بات کافی ہوتی ہے کہ اس کو بتا دیا جائے کہ ایسا کرنے سے خدا ناراض ہوتا ہے۔ شراب خور عربوں نے مدینہ طیبہ کی گلیوں میں شراب کے مٹکے اسی جذبے کے تحت توڑے تھے۔ مسلمانوں کو قصاص جیسے مشکل حکم کی تعمیل پر آمادہ کرنے کے لیے بھی اسلام نے اس خوبصورت طریقے کو اپنایا ہے۔ پہلے قرآن حکیم نے مسلمانوں کو بتایا کہ تمہارے لیے قصاص میں زندگی کا پیغام ہے اور پھر حضور ﷺ نے مسلمانوں کو قصاص کے راستے میں حائل ہونے سے یہ کہہ کر ڈرایا:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما مرفوعاً روایت کرتے ہیں، فرمایا: جو حالت بلوئی میں پتھر، کوڑے یا لاٹھی سے مارا جائے اس کی دیت قتل خطا کے برابر ہے۔ جس کو عمداً قتل کیا جائے اس کے قصاص کا حکم ہے۔ اور جو قصاص کے راستے میں رکاوٹ بنے اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہو۔ ایسے شخص کی نہ توبہ قبول ہوگی اور نہ فدیہ۔(3)

حضور ﷺ نے اپنی ریاست میں مقیم غیر مسلموں کے بارے میں فیصلہ کرتے ہوئے عدل کے

1۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 191 2۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 634 3۔ سنن النسائی، جلد 2، صفحہ 246

تقاضوں کو ہمیشہ پیش نظر رکھا ہے۔ مدینہ طیبہ میں یہودیوں کے متعدد قبائل آباد تھے۔ ان میں سے کچھ طاقتور تھے اور کچھ کمزور۔ ان قبائل کے باہمی تنازعات کے فیصلے بھی ان کی سیاسی اور معاشی حیثیت کے مطابق ہوتے تھے لیکن حضور ﷺ نے ان کے باہمی تنازعات میں فیصلہ فرماتے ہوئے اس فرق کو ختم کر دیا اور قانون کی نظر میں سب کو برابر قرار دیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: جب یہ آیۃ کریمہ نازل ہوئی، ''اگر وہ آئیں آپ کی خدمت میں (فیصلے کے لیے) تو آپ چاہیں تو ان کے درمیان فیصلہ فرما دیں اور چاہیں تو ان سے اعراض فرمائیں۔ اور اگر آپ ان سے اعراض فرمائیں تو یہ ہرگز آپ کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔ اور اگر آپ ان کے درمیان فیصلہ فرمائیں تو ان کے درمیان انصاف سے فیصلہ فرمائیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ راوی کہتے ہیں: بنونضیر اگر بنوقریظہ کے کسی شخص کو قتل کرتے تو ان کو نصف دیت ادا کرتے اور اگر بنوقریظہ والے بنونضیر کے کسی شخص کو قتل کر دیتے تو وہ ان کو پوری دیت ادا کرتے۔ حضور ﷺ نے ان کی باہمی دیت کو برابر قرار دے دیا۔(1)

حضور ﷺ نے عدل کو محض شہریوں کے باہمی معاملات تک محدود نہیں رکھا بلکہ ریاست اور شہریوں کے باہمی معاملات میں بھی عدل کے تقاضوں سے پہلوتہی نہیں کی گئی۔ آپ نے ریاست کو یہ حق نہیں دیا کہ وہ شہریوں سے اپنے حقوق تو طاقت کے زور پر حاصل کرے اور ان کے حقوق کو ادا کرتے وقت کوتاہی کا مظاہرہ کرے۔ بلکہ حضور ﷺ نے ریاست کو ہدایت کی ہے کہ وہ شہریوں پر کوئی ایسا بوجھ نہ ڈالے جس کو برداشت کرنا ان کے لیے مشکل ہو۔ حضور ﷺ نے زکوٰۃ وصول کرنے والوں کو حکم دیا ہے کہ وہ صدقات وصول کرتے وقت عوام پر زیادتی نہ کریں اور نہ ان کے مال میں سب سے قیمتی مال پر ہاتھ رکھیں بلکہ ریاست کے مفاد کو بھی پیش نظر رکھیں اور زکوٰۃ دینے والوں کے مفاد کو بھی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: زکوٰۃ وصول کرتے وقت حد سے تجاوز کرنے والا (گناہ میں) اس شخص کے برابر ہے جو زکوٰۃ دینے سے انکار کر دے۔(2)

ناانصافی کی ایک بہت بری شکل یہ ہوتی ہے کہ جو چیزیں پوری قوم کی ملکیت ہوتی ہیں، بعض لوگ اپنی طاقت اور اثر و رسوخ کے بل بوتے پر ان چیزوں سے خود اپنے حصے سے کہیں زیادہ وصول کر لیتے ہیں اور بے شمار حق داروں کو ان کے حصے سے محروم کر دیتے ہیں۔ حضور ﷺ نے اس رجحان کو بڑی سختی سے روک دیا ہے اور ناانصافی کے اس امکان کو بالکل ختم کر دیا ہے۔

مالِ غنیمت، تقسیم سے پہلے، پوری جماعت کی ملکیت ہوتا ہے۔ تقسیم سے پہلے اس میں کسی قسم کے

1۔ سنن ابی داؤد، جلد 2، صفحہ 149 2۔ جامع الترمذی، جلد 1، صفحہ 82

تصرف کو حضور ﷺ نے جس سختی سے منع فرمایا وہ قابل غور ہے۔

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ہم تہامہ میں ذوالحلیفہ کے مقام پر حضور ﷺ کے ساتھ تھے۔ ہمیں کچھ بکریاں اور اونٹ (بطور غنیمت) حاصل ہوئے۔ کچھ لوگوں نے جلد بازی کی اور ان (کے گوشت) سے ہنڈیاں ابال دیں۔ حضور ﷺ نے حکم دیا اور وہ ہنڈیاں الٹ دی گئیں۔(1)

حضور ﷺ نے عوامی دلچسپی کے مسائل میں عوام کی رائے کا احترام کرنے کی تاکید کی ہے اور ان کے اجتماعی مسائل کو ان کی رائے کے مطابق حل کرنے کا حکم دیا ہے۔

امامت ایک ایسا عہدہ ہے جس کے ساتھ ہر مسلمان کا براہ راست تعلق ہے۔ مومن اپنی نماز کو ہر چیز سے زیادہ اہمیت دیتا ہے اور کسی ایسی چیز کو گوارا نہیں کرسکتا جس سے اس کی نماز میں خلل واقع ہونے کا خدشہ ہو۔ امام کا ہر مقتدی کی نماز سے براہ راست تعلق ہوتا ہے اس لیے مقتدی کے دل میں امام کے احترام کا موجود ہونا اور امام کے متعلق اس کے دل کا ہر قسم کے شکوک وشبہات سے پاک ہونا ضروری ہے۔ اسی لیے حضور ﷺ نے کسی کو یہ اجازت نہیں دی کہ وہ نمازیوں کی مرضی کے خلاف ان کا امام بن بیٹھے۔ آپ نے اسی شخص کو امامت کا اہل قرار دیا ہے جس کی امامت پر نمازیوں کی اکثریت کو اعتراض نہ ہو۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے تین قسم کے لوگوں پر لعنت کی ہے۔ ایک وہ شخص جو کسی قوم کی امامت کرے اور وہ اس سے ناخوش ہوں...... الحدیث۔(2)

احمد اور اسحاق اس کے متعلق فرماتے ہیں: اگر اس کی امامت کو ایک یا دو یا تین اشخاص ناپسند کریں تو اس میں حرج نہیں حتیٰ کہ نمازیوں کی اکثریت اس کو ناپسند کرے۔(3)

حضور ﷺ نے اپنی امت کے افراد کے درمیان بھی عدل کو قائم فرمایا، دیگر اقوام کے باہمی معاملات کو بھی عدل وانصاف سے طے فرمایا، مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان بھی عدل کا قیام ہی آپ کے پیش نظر رہا اور اپنے کاشانۂ اقدس میں اپنی ازواج مطہرات کے درمیان بھی آپ نے عدل کی وہ مثالیں قائم کیں جو آپ ہی کا کام ہے۔

حضور ﷺ سفر پر تشریف لے جاتے تو رفاقت سفر کا اعزاز عطا کرنے کے لیے ازواج مطہرات میں سے کسی کو کسی پر ترجیح نہیں دیتے تھے بلکہ قرعہ اندازی کے ذریعے جس کے نام قرعہ نکل آتا اس کو

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 157 2۔ جامع الترمذی، جلد 1، صفحہ 47 3۔ جامع الترمذی، جلد 1، صفحہ 47

سفر میں معیت کا شرف حاصل ہوتا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: حضور ﷺ جب سفر کا ارادہ فرماتے تو اپنی ازواج (مطہرات) کے درمیان قرعہ اندازی فرماتے۔ جس کے نام قرعہ نکل آتا حضور ﷺ اس کو سفر میں اپنے ساتھ لے جاتے...... الحدیث۔(1)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ امہات المومنین میں سے ایک گھر میں تشریف فرما تھے کہ ایک دوسری ام المومنین نے آپ کی خدمت میں ایک پیالہ بھیجا جس میں کھانا تھا۔ (صاحبہ خانہ) ام المومنین نے اس شخص کے ہاتھ پر مارا جس کے ہاتھ کھانا بھیجا گیا تھا جس کی وجہ سے پیالہ گرا اور ٹوٹ گیا۔ حضور ﷺ نے پیالے کے دونوں ٹکڑوں کو پکڑا اور انہیں ایک دوسرے سے جوڑ دیا۔ پھر آپ وہ کھانا اس پیالے میں جمع کرنے لگے اور فرمانے لگے۔ تمہاری ماں کو غیرت آگئی ہے۔ تم کھانا کھاؤ۔ لوگوں نے کھانا کھایا حتی کہ وہ ام المومنین اپنا پیالہ لائیں جن کے گھر میں حضور ﷺ تشریف فرما تھے۔ حضور ﷺ نے صحیح پیالہ اس شخص کو دے دیا جو کھانا لے کر آیا تھا اور ٹوٹا ہوا پیالہ ان کے گھر میں رہنے دیا۔(2)

حضور ﷺ کی حیات طیبہ کے عمیق مطالعہ سے انسان پر یہ حقیقت منکشف ہو جاتی ہے کہ آپ کی ذات سے کبھی کسی ایسے فعل کا صدور نہیں ہوا جس میں ناانصافی کا ذرا بھی شائبہ ہو۔ نہ ریاست مدینہ کے سربراہ کی حیثیت سے کبھی آپ سے عدل کے خلاف کسی فعل کا صدور ہوا۔ نہ کافر اور غیر مسلم آپ کے کسی فعل کو ناانصافی کہہ سکے۔ نہ آپ کے لاکھوں صحابہ کرام میں سے کسی کو کبھی یہ شکوہ پیدا ہوا کہ اس کے ساتھ ناانصافی ہوئی ہے اور نہ متعدد ازواج مطہرات سے کسی کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اس کے ساتھ حضور ﷺ نے جو سلوک کیا ہے وہ عدل کے تقاضوں کے خلاف ہے۔ عدل کے معاملے میں حضور ﷺ کی احتیاط کی ایک خوبصورت مثال ملاحظہ فرمائیں:

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میرے والد نے مجھے عطیہ دیا۔ راویوں میں سے اسماعیل بن سالم کہتے ہیں کہ ایک غلام ان کو بطور عطیہ دیا تھا۔ نعمان فرماتے ہیں: میری والدہ عمرہ بنت رواحہ نے میرے والد سے کہا: حضور ﷺ کی خدمت میں جاؤ اور اس عطیے پر آپ کو گواہ بناؤ۔ وہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کی خدمت میں اس بات کا ذکر کیا۔ انہوں نے عرض کیا: میں نے اپنے بیٹے نعمان کو عطیہ دیا ہے اور عمرہ نے مجھ سے کہا ہے کہ میں اس عطیے پر آپ کو گواہ بناؤں۔ آپ نے پوچھا: کیا تمہارے اس کے سوا اور بیٹے بھی ہیں؟ انہوں نے عرض

1۔ صحیح مسلم، جلد 2، صفحہ 364

2۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 168

کیا: ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم نے ان تمام کو اسی قسم کے عطیات دیے ہیں جس قسم کا عطیہ تم نے نعمان کو دیا ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ بعض راوی کہتے ہیں: آپ نے فرمایا: یہ ظلم ہے۔ اور بعض راوی کہتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: یہ مجبوری میں کیا ہوا وہ کام ہے جس کا ظاہر باطن کے خلاف ہے تم اس بات پر میرے سوا کسی اور کو گواہ بناؤ...... الحدیث۔ (1)

ہم نے گزشتہ صفحات میں قارئین کرام کی خدمت میں عدل رسالت کی چند خوبصورت جھلکیاں پیش کی ہیں۔ حضور ﷺ کی پوری حیات طیبہ عدل کے اسی رنگ میں رنگی ہوئی ہے۔ اسی عدل کی بدولت عرب کے ریگ زاروں سے وہ قوم اٹھی تھی جس کے افراد ایک دوسرے کی خاطر اپنی جان قربان کرنے کو اعزاز سمجھتے تھے اور دنیا کی کوئی طاقت جن کا راستہ روکنے میں کامیاب نہ ہو سکی تھی۔ آج بھی ملت اسلامیہ کو عدل کے اسی سبق کو یاد کرنے کی ضرورت ہے ورنہ کفر کے طوفان سے مسلمانوں کے بچنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔

1۔ سنن ابن داؤد، جلد 2، صفحہ 143

اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ

یہ دنیا بنی نوع انسان کے لیے امتحان گاہ ہے۔ پروردگار عالم نے حضرت انسان کو اشرف المخلوقات بنا کر اس دنیا میں بھیجا۔ مفید اور مضر میں فرق کرنے کے لیے اس کو عقل کی نعمت سے سرفراز کیا۔ انسان کو اس کا مقصد زیست سمجھانے اور زیست کے انجام کے متعلق خبردار کرنے کے لیے انبیاء و رسل بھیجے اور ان کو اس کی راہنمائی کے لیے کتابیں عطا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی فلاح دارین کے راستے کو اتنا واضح، روشن اور صاف کر دیا کہ کسی کے لیے غلط فہمی یا شک و شبہہ کی کوئی گنجائش باقی نہ رہنے دی۔ پھر انسانوں کے امتحان کے لیے شیطان کو ان کو گمراہ کرنے کے لیے قیامت تک کی مہلت دے دی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت انسان کے سراپے میں نفس کو تخلیق کیا اور اس میں ہزاروں خواہشیں ودیعت فرما دیں۔ یہ خواہشیں انسان کو اس راستے سے دور لے جانے کی کوشش کرتی ہیں جو راستہ پروردگار عالم کا متعین کردہ ہے۔ یہی خواہشات نفسانی انسان کو گمراہ کرنے کے لیے شیطان کا سب سے بڑا ہتھیار ہیں اور یہی انسان کی سب سے بڑی کمزوری ہیں۔ انسان کا امتحان یہی ہے کہ کیا وہ عقل سلیم اور الہامی ہدایت کی روشنی میں عزم و ہمت کے ساتھ، صراط مستقیم پر گامزن رہتا ہے یا نفس و شیطان کے فریب میں آ کر صراط مستقیم کو چھوڑ کر بادیہ ضلالت میں گم ہو جاتا ہے۔

اس امتحان میں انسان ہر زمانے میں دو گروہوں میں تقسیم رہے ہیں۔ ایک طرف وہ تھے جو ہدایت ربانی کی روشنی میں اپنی زیست کے لمحات گزارنے کی کوشش کرتے تھے اور دوسرے وہ تھے جن کے اعمال و افعال ان کی خواہشات کی مضبوط گرفت میں تھے۔

خواہشات کے راستے پر چلنے والوں نے، اپنی خواہشات کی تکمیل کے لیے، اس دنیا کو ہمیشہ جہنم زار بنایا۔ انہوں نے اپنی ذات کے عیش و آرام کے لیے لاکھوں انسانوں کے سکون اور چین برباد کیے۔ انہوں نے اپنا پیٹ بھرنے کے لیے کروڑوں انسانوں کو فاقوں کی سختی میں مبتلا کیا۔ انہوں نے اپنی حیوانی خواہشات کی تکمیل کے لیے کروڑوں عصمتوں کو لوٹا۔ انہوں نے اپنا رعب و جلال ظاہر کرنے کے لیے لاکھوں انسانوں کے خون سے ہولی کھیلی۔ انہوں نے اپنے عشرت خانے سجانے کے لیے لاکھوں گھروندوں کو برباد کیا۔ نمرود، قارون اور فرعون جیسے لوگ اسی طبقے کی نمائندگی کرتے ہیں۔

دوسری طرف وہ لوگ تھے جن کی زیست کی راہنما ان کی عقل سلیم اور الہامی ہدایت تھی۔ ان لوگوں نے اپنی فطری خواہشات کو ایک لمحے کے لیے بھی بے قابو نہیں ہونے دیا۔ ان لوگوں نے اپنے

پیٹ بھرے لیکن کسی کے منہ سے لقمہ چھین کر نہیں۔ انہوں نے اپنی جنسی خواہش کو پورا کیا لیکن کسی کی عصمت لوٹ کر نہیں۔ انہوں نے اپنے گھر آباد کیے لیکن کسی کا گھر اجاڑ کر نہیں۔ انہوں نے انسانوں پر حکومت بھی کی لیکن ظلم وعدوان سے نہیں بلکہ عدل وانصاف سے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو انسانیت کا فخر اور اس دنیا کی زینت ہیں۔ اس طبقے میں سب سے آگے خدا کے مقدس رسول اور انبیاء ہیں اور ان کے بعد وہ لوگ ہیں جو ان کے نقوش پا پر چل کر زندگی کی ساعتیں بسر کرتے ہیں۔ انہی لوگوں کا راستہ صراط مستقیم ہے اور یہی راستہ اپنے پیروکاروں کے لیے دنیوی اور اخروی فلاح کی ضمانت فراہم کرتا ہے۔

جو لوگ اس راستے کو اختیار کرتے ہیں ان کے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ ان کی خواہشات ہوتی ہیں۔ جو لوگ اپنی خواہشات پر قابو پالیتے ہیں اور اپنی خواہشات کو عقل سلیم اور الہامی ہدایت کا تابع بنانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں وہی صراط مستقیم پر قائم رہ سکتے ہیں۔

تاریخ انسانی کے مطالعہ سے انسان ایسے بے شمار لوگوں سے متعارف ہوتا ہے جو اپنی اخروی فلاح کے لیے اپنی خواہشات سے برسر پیکار نظر آتے ہیں۔ انبیاء ورسل کی زندگیوں کا فقیرانہ رنگ اسی حکمت کے پیش نظر تھا۔ اولیائے کرام نے انبیاء ورسل کی پیروی میں اسی غرض سے زندگی کا وہ انداز اپنایا جس میں خواہشات کا کوئی عمل دخل نہ تھا۔

حضور ﷺ ساری نسل انسانی کا فخر ہیں۔ آپ سید الانبیاء والرسل ہیں۔ آپ ساری کائنات کے رسول ہیں اور آپ کی حیات طیبہ پوری نسل انسانی کے لیے نمونہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی پوری حیات طیبہ میں آپ کا کوئی فعل ایسا نظر نہیں آتا جس کا محرک آپ کی کوئی نفسانی خواہش ہو بلکہ آپ ﷺ نے ہمیشہ اپنی نفسانی خواہشات کو اپنے قابو میں رکھا۔ آپ نے بادشاہ ہو کر فقیری کی۔ خدا کے لامتناہی خزانوں کا تقسیم کنندہ ہو کر اپنے اہل خانہ کو فاقوں کے تلخ تجربات سے گزارا۔ زمین وآسمان کی کنجیاں حاصل ہونے کے باوجود بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھے۔ آئیں حضور ﷺ کی فقیرانہ زندگی کی چند جھلکیاں ملاحظہ فرمائیں:

دو جہاں ملک اور جو کی روٹی غذا　　اس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام

تاجدار مدینہ ﷺ کے گھر کی حالت

خادم رسول حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ وہ حضور ﷺ کی خدمت میں جو کی روٹی اور پگھلی ہوئی باسی چربی لے کر حاضر ہوئے۔ حضور ﷺ نے مدینہ طیبہ میں اپنی زرہ ایک یہودی کے پاس گروی رکھی تھی اور اس کے عوض اس سے اپنے اہل خانہ کے لیے جو حاصل کیے تھے۔

راوی قتادہ کہتے ہیں: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ حضور ﷺ کے گھر

میں کبھی صاع (1) بھر گیہوں یا صاع بھر اناج نے رات نہیں گزاری حالانکہ آپ کے زیر کفالت نو بیبیاں تھیں۔(2)

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ان سے فرمایا: بھانجے! ہم ایک چاند دیکھتے، پھر دوسرا اور پھر تیسرا۔ دو مہینوں میں تین چاند دیکھتے تھے اور اس عرصہ میں حضور ﷺ کے گھروں میں سے کسی گھر میں آگ نہیں جلتی تھی۔ میں نے عرض کیا: خالہ خان! آپ کی گزر کس چیز پر ہوتی تھی؟ آپ نے فرمایا: دو سیاہ چیزوں، کھجوروں اور پانی پر۔ ہاں البتہ حضور ﷺ کے کچھ انصار پڑوسی تھے۔ ان کے پاس دودھ دینے والے جانور تھے۔ وہ ان کا دودھ حضور ﷺ کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کرتے تھے اور آپ ہمیں وہ دودھ پلا دیتے تھے۔(3)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: جب خیبر فتح ہوا تو ہم نے (ایک دوسرے سے) کہا: اب ہم سیر ہو کر کھجوریں کھایا کریں گے۔(4)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضرت محمد مصطفی ﷺ کے اہل خانہ نے کبھی (مسلسل) تین روز تک سیر ہو کر نہیں کھایا یاحتیٰ کہ آپ اس دنیا سے رحلت فرما گئے...... الحدیث۔(5)

حضرت ابو حازم سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ حضور ﷺ نے کبھی چھنا ہوا باریک آٹا تناول فرمایا؟ انہوں نے فرمایا: حضور ﷺ نے اس وقت سے لے کر جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث فرمایا، اس وقت تک، جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس دار دنیا سے بلا لیا، کبھی چھنا ہوا باریک آٹا نہیں دیکھا۔ راوی کہتے ہیں: میں نے عرض کیا: کیا زمانہ نبوی میں تمہارے پاس چھلنیاں ہوا کرتی تھیں؟ انہوں نے جواب دیا: حضور ﷺ نے اپنی بعثت سے انتقال تک چھلنی نہیں دیکھی۔ راوی کہتے ہیں: میں نے پوچھا: پھر آپ ان چھنے جو کیسے کھایا کرتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: ہم جوؤں کو پیستے تھے، اس پر پھونک مارتے تھے۔ جو اڑ جاتا وہ اڑ جاتا اور جو باقی بچتا ہم اس کو تر کر کے کھا لیتے تھے۔(6)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ آپ کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے۔ ان کے سامنے بھنی ہوئی بکری رکھی تھی۔ انہوں نے آپ کو (شریک طعام ہونے کی) دعوت دی۔ آپ نے ان کے ساتھ کھانے سے انکار کر دیا اور فرمایا: حضور ﷺ اس دنیا سے تشریف لے گئے

1۔ تقریباً چار کلوگرام
2۔ صحیح البخاری: جلد 1، صفحہ 278
3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 349
4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 609
5۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 809
6۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 815

جب کہ آپ نے کبھی جو کی روٹی بھی سیر ہو کر نہیں کھائی۔(1)

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ہم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ آپ کا نانبائی کھڑا ہوتا اور آپ فرماتے: تم کھانا کھاؤ۔ مجھے معلوم نہیں کہ حضور ﷺ نے کبھی باریک وسیع روٹی دیکھی ہوحتی کہ آپ اللہ تعالیٰ سے جا ملے اور نہ آپ نے اپنی آنکھ سے کبھی بھنی ہوئی بکری دیکھی۔(2)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے: حضور ﷺ کے اہل خانہ جب سے مدینہ آئے، آپ کبھی تین راتیں مسلسل گیہوں کی روٹی سے سیر نہیں ہوئے حتیٰ کہ حضور ﷺ کا انتقال ہو گیا۔(3)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: حضور ﷺ کے اہل خانہ نے اگر کبھی ایک دن میں دو وقت کا کھانا کھایا تو ایک وقت کا کھانا کھجوروں پر مشتمل ہوتا۔(4)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں، ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ میں بھوک سے لاچار ہوں۔ آپ ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات میں سے ایک کے پاس پیغام بھیجا تو انہوں نے جواباً عرض کیا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، میرے ہاں پانی کے سوا کچھ نہیں۔ پھر آپ نے ایک دوسری زوجہ مطہرہ کے پاس پیغام بھیجا تو انہوں نے بھی وہی جواب دیا۔ حتیٰ کہ تمام ازواج مطہرات نے یہی جواب دیا کہ ان کے پاس پانی کے سوا کچھ نہیں۔ پھر آپ نے (مسلمانوں سے) فرمایا: آج رات کے لیے کون اس شخص کو اپنا مہمان بنائے گا؟ اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے۔ انصار میں سے ایک شخص اٹھا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ میں (اس کو مہمان بناؤں گا)...... الحدیث۔(5)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، حضور ﷺ کے اہل خانہ کے کھانے کے بعد جو کی فالتو روٹی بچتی نہ تھی۔(6)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ کئی راتیں خالی پیٹ گزارتے تھے اور آپ کے اہل خانہ کو شام کا کھانا میسر نہ ہوتا تھا۔ اور ان کا کھانا اکثر جو کی روٹی پر مشتمل ہوتا تھا۔(7)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ آئندہ کل کے لیے کوئی چیز ذخیرہ نہیں کرتے تھے۔(8)

1۔ صحیح بخاری، جلد 2، صفحہ 815	2۔ ایضاً	3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 956	4۔ ایضاً
5۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 183	6۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 59	7۔ ایضاً	8۔ ایضاً

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: کیا تمہیں اپنی خواہش کے مطابق کھانا پینا میسر نہیں؟ میں نے تمہارے نبی ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ کو پیٹ بھرنے کے لیے ردی کھجور بھی میسر نہیں ہوتی تھی۔(1)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: حضور ﷺ نے ایک یہودی سے کھانا ادھار لیا اور اس کے پاس اپنی زرہ گروی رکھی۔(2)

حضرت عبدالرحمٰن بن عابس رضی اللہ عنہما اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا، کیا حضور ﷺ قربانی کا گوشت تین دن کے بعد کھانے سے منع فرماتے تھے؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ لوگ تنگی میں مبتلا ہو گئے تھے اور حضور ﷺ چاہتے تھے کہ مال دار لوگ غریبوں کو کھلائیں۔ پھر آپ نے فرمایا: میں نے حضور ﷺ کو بکری کا گوشت، پندرہ دن کے بعد کھاتے دیکھا ہے۔ میں نے عرض کیا، اس کا سبب کیا تھا؟ آپ مسکرائیں اور فرمایا: حضور ﷺ کے اہل خانہ کبھی سالن لگی روٹی سے (مسلسل) تین روز تک سیر نہیں ہوئے حتیٰ کہ حضور ﷺ اپنے رب سے جا ملے۔(3)

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: میں نے آٹے کو چھانا اور اس سے حضور ﷺ کے لیے روٹی بنائی۔ آپ نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا، یہ کھانا ہے جو ہم اپنے علاقے میں بناتے ہیں۔ میں نے چاہا کہ اس سے آپ کے لیے روٹی بناؤں۔ آپ نے فرمایا: چھان کو آٹے میں واپس ملاؤ اور پھر اس کو گوندھو۔(4)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک روز حضور ﷺ نے فرمایا: کتنا اچھا ہو اگر ہمارے پاس سرخ گندم کی سفید روٹی ہو جس کو گھی سے نرم کیا گیا ہو اور ہم اس کو تناول فرمائیں۔ راوی کہتے ہیں: حضور ﷺ کی اس بات کو ایک انصاری نے سنا۔ انہوں نے اس قسم کی روٹی بنوائی اور حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کی۔ حضور ﷺ نے پوچھا: یہ گھی کس قسم کے برتن میں تھا؟ انہوں نے عرض کیا: سوسمار (گوہ) کی کھال سے بنی ہوئی ڈبیہ میں۔ حضور ﷺ نے اس روٹی کو کھانے سے انکار فرما دیا۔(5)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضور ﷺ کے شکم مبارک کو دن کے وقت، بھوک کی وجہ سے، کروٹیں لیتے دیکھا ہے۔ آپ کو پیٹ بھرنے کے لیے ردی

1۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 60 2۔ سنن النسائی، جلد 2، صفحہ 229 3۔ سنن النسائی، جلد 2، صفحہ 208
4۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 239 5۔ ایضاً

کھجور بھی میسر نہ تھی۔(1)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ کی خدمت میں ایک روز گرم کھانا پیش کیا گیا۔ آپ نے کھانا تناول فرمایا۔ جب فارغ ہوئے تو فرمایا: الحمد للہ، اتنے دنوں سے میرے پیٹ میں گرم کھانا داخل نہیں ہوا تھا۔(2)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: حضور ﷺ کا بستر چمڑے کا تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔(3)

حضرت ابو قلابہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے کسی عزیز سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: حضور ﷺ کا بچھونا اتنا ہی وسیع تھا جتنی قبر میں میت کو رکھنے کی جگہ ہوتی ہے اور آپ ﷺ کی جائے نماز آپ کے سرہانے کے پاس تھی۔(4)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ایک چٹائی پر تشریف فرما تھے۔ فرماتے ہیں: میں بیٹھ گیا۔ میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ نے صرف ایک تہ بند زیب تن فرما رکھا تھا۔ اس کے علاوہ آپ پر کوئی کپڑا نہ تھا اور آپ کے پہلو پر چٹائی کے نشانات تھے۔ میں نے دیکھا کہ تھوڑے سے جو پڑے تھے جو تقریباً چار سیر کے برابر ہوں گے۔ کمرے میں ایک طرف شجر مغیلاں کے کچھ پتے پڑے تھے اور ایک چمڑا لٹک رہا تھا۔ (یہ دیکھ کر) میری آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے۔ آپ نے فرمایا: ابن خطاب! روتے کیوں ہو؟ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! ﷺ مجھے رونا کیوں نہ آئے، جب کہ آپ کے پہلو پر چٹائی کے نشانات پڑے ہیں اور آپ کی پونجی یہ ہے جس کے سوا مجھے کچھ نظر نہیں آ رہا۔ ادھر قیصر و کسریٰ ہیں جو پھلوں اور نہروں میں (عیش کر رہے) ہیں اور آپ اللہ تعالیٰ کے نبی اور بندۂ مختار ہیں اور آپ کی پونجی یہ ہے۔ آپ نے فرمایا: اے ابن خطاب! کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ دنیا ان کا مقدر بنے اور آخرت ہمارے حصے میں آئے؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ کیوں نہیں۔(5)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے اون کا لباس پہنا اور پیوند لگے ہوئے جوتے پہنے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ حضور ﷺ نے بشع (کڑوا کسیلا کھانا) کھایا اور کھردرا لباس پہنا۔ حسن سے پوچھا گیا کہ ''بشع'' سے کیا مراد ہے تو انہوں نے فرمایا: موٹے جو جن کو پانی کے گھونٹ کے بغیر نگلنا محال ہو۔(6)

1۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 306 2۔ ایضاً 3۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 956
4۔ سنن ابی داؤد، جلد 2، صفحہ 340 5۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 306 6۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 240

حضور ﷺ کے برادر نسبتی ام المومنین حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کے بھائی حضرت عمرو بن حارث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا: حضور ﷺ نے اپنے وصال کے وقت نہ کوئی درہم چھوڑا، نہ دینار، نہ لونڈی نہ غلام اور نہ کوئی اور چیز سوائے آپ کے سفید خچر اور ہتھیاروں کے۔ اور زمین کو آپ نے صدقہ کر دیا تھا۔(1)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: حضور ﷺ کا انتقال ہوا تو آپ کی زرہ تیس صاع جو کے عوض ایک یہودی کے پاس گروی رکھی ہوئی تھی۔(2)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: حضور ﷺ کا انتقال ہوا تو میرے گھر میں کوئی ایسی چیز نہ تھی جسے کوئی جاندار چیز کھا سکے سوائے کچھ جوؤں کے، جو ایک طاقچے میں پڑے تھے۔ میں کافی عرصہ ان جوؤں کو کھاتی رہی حتیٰ کہ ایک روز میں نے ان کو ماپ لیا اور وہ ختم ہو گئے۔(3)

حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ایک کھردری چادر اور ایک موٹا کپڑا جس کو ملبدہ کہتے تھے، لے آئیں اور قسم کھا کر فرمایا۔ حضور ﷺ کا انتقال ان دو کپڑوں میں ہوا تھا۔(4)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: حضور ﷺ نے ورثے میں نہ کوئی درہم چھوڑا، نہ دینار، نہ بکری اور نہ اونٹ۔ اور نہ آپ نے کسی چیز کی وصیت فرمائی۔(5)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ مریض کی تیمارداری فرماتے، جنازے میں شریک ہوتے، گدھے پر سوار ہوتے اور غلاموں کی دعوت قبول کرتے۔ آپ غزوۂ بنو قریظہ کے دن گدھے پر سوار تھے جس کی لگام کھجور کے پتوں کی تھی اور اس کا پالان بھی کھجور کے پتوں کا تھا۔(6) یہی حدیث پاک سنن ابن ماجہ میں بھی ہے جہاں یہ الفاظ بھی ہیں کہ آپ بنو نضیر اور خیبر کے معرکوں میں گدھے پر سوار تھے۔(7)

فقر اختیاری

ہم نے سطور بالا میں حضور ﷺ کے کاشانۂ انور کے فقیرانہ رنگ کی چند جھلکیاں قارئین کرام کی خدمت میں پیش کی ہیں۔ یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ حضور ﷺ کے کاشانۂ انور کی یہ حالت اور آپ ﷺ کی زندگی کا یہ رنگ اضطراری اور کسی قسم کی مجبوری پر مبنی نہ تھا بلکہ یہ وہ رنگ تھا

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 382 2۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 409 3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 437
4۔ سنن ابی داؤد، جلد 2، صفحہ 204 5۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 193 6۔ جامع الترمذی، جلد 1، صفحہ 121
7۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 308

جس کو آپ نے اپنی خداداد حکمت سے اپنے، اپنے اہل خانہ اور جملہ متعلقین کے لیے پسند فرمایا۔ آپ خدا کے حبیب تھے۔ آپ شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ سے زندگی گزار سکتے تھے۔ آپ کو جو کی روٹی پر گزارا کرنے، کھردرا لباس پہننے یا گدھے پر سواری کرنے کی کوئی مجبوری نہ تھی بلکہ آپ ﷺ نے اپنی پوری توجہ اخروی زندگی کو سنوارنے پر مرکوز رکھی اور اس فانی دنیا کے فنا پذیر مال و متاع کو اپنی شان کے قابل نہ سمجھا۔ اس لیے اس کو اپنی ذات سے دور رکھا۔ آپ نے اس مال و متاع سے محض اتنا استفادہ کیا جو اس عالم اسباب میں رشتۂ حیات قائم رکھنے کے لیے ضروری تھا۔ اس حقیقت کی وضاحت کے لیے چند احادیث طیبہ پیش خدمت ہیں:

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا...... اللہ تعالیٰ نے مجھے پیشکش فرمائی کہ سرزمین مکہ کو میرے لیے سونا بنا دے۔ میں نے عرض کیا: اے میرے پروردگار! نہیں، بلکہ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ ایک روز سیر ہو کر کھاؤں اور ایک روز بھوکا رہوں...... جب بھوک کا احساس ہو تو تیرے حضور عجز و نیاز کا اظہار کروں اور تجھے یاد کروں اور جب سیر ہو کر کھاؤں تو تیرا شکر کروں اور تیری حمد کروں...... الحدیث۔(1)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: اگر میرے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا ہو تو مجھے یہ بات پسند نہیں کہ تین دن گزرنے تک اس میں سے کوئی چیز میرے پاس باقی ہو، سوائے اس کے جس کو میں ادائیگیٔ قرض کے لیے رکھ لوں۔ الحدیث۔(2)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں حضور ﷺ کے ساتھ مدینہ کی پتھریلی زمین پر چل رہا تھا کہ احد پہاڑ ہمیں سامنے نظر آیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اے ابوذر! مجھے یہ بات پسند نہیں کہ احد پہاڑ میرے لیے سونا بن جائے اور ایک رات یا فرمایا تین راتیں گزر جائیں اور اس سونے سے کوئی چیز میرے پاس بچ جائے سوائے اس دینار کے جس کو میں ادائیگیٔ قرض کے لیے رکھ لوں اور میں اس مال کو خدا کے بندوں میں اس طرح (ہاتھ کے اشارے سے فرمایا) تقسیم کر دوں۔ پھر آپ نے فرمایا: ابوذر! میں نے عرض کیا: حاضر ہوں، یا رسول اللہ! ﷺ فرمایا: جن کے پاس مال کی کثرت ہے وہی ثواب میں کمتر ہیں سوائے ان مال داروں کے جو اپنا مال خدا کے بندوں میں اس طرح تقسیم کر دیتے ہیں۔(3)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا: ایک بندے کو اللہ نے اختیار دیا ہے کہ وہ چاہے تو اسے اس کی مرضی کے مطابق دنیوی

1۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 58   2۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 321   3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 927

مال و متاع عطا کر دیا جائے اور اگر وہ ان (لازوال) نعمتوں کو اختیار کرے جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں تو اسے ان سے نوازا جائے تو اس بندے نے ان نعمتوں کو چن لیا جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رو دیے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ الحدیث (1)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: غزوۂ خندق کے دوران ہم حضور ﷺ کے ساتھ تھے۔ کچھ لوگ خندق کھود رہے تھے اور ہم اپنی پشتوں پر لاد کر مٹی ہٹا رہے تھے (اس وقت) حضور ﷺ نے فرمایا: زندگی تو بس آخرت کی زندگی ہے۔ اے اللہ تعالیٰ! مہاجرین اور انصار کی مغفرت فرما۔ (2)

مکہ مکرمہ حضور ﷺ کا آبائی شہر تھا۔ آپ سردار مکہ عبدالمطلب کے پوتے تھے لیکن ہجرت کے بعد جب مکہ مکرمہ میں آپ فاتحانہ شان سے داخل ہوئے تو آپ نے اپنے آباء و اجداد کی کسی شے پر دعویٰ نہیں کیا۔ بلکہ آپ ﷺ نے کسی شے کو اس قابل ہی نہیں سمجھا کہ آپ اس پر اپنا حق جتاتے۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ انہوں فتح مکہ کے ایام میں عرض کیا، یا رسول اللہ! ﷺ کل آپ کا قیام کہاں ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا عقیل نے ہمارا کوئی گھر باقی چھوڑا ہے؟ پھر آپ نے فرمایا: نہ مومن کافر کا وارث ہے نہ کافر مومن کا۔ الحدیث (3)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے اور گھر کے اندر داخل نہ ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ گھر تشریف لائے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ نے ان سے اس بات کا ذکر کیا۔ انہوں نے حضور ﷺ کی خدمت میں اس کا تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا: میں نے ان کے دروازے پر لکیر دار پردہ دیکھا اور آپ نے یہ بھی فرمایا: (اس فانی) دنیا سے میرا کیا واسطہ؟...... الحدیث۔ (4)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں، حضور ﷺ ایک چٹائی پر استراحت فرما ہوئے۔ جب آپ اٹھے تو آپ کے پہلو پر چٹائی کے نشانات پڑے ہوئے تھے۔ ہم نے عرض کیا، یا رسول اللہ! ﷺ اگر اجازت ہو تو ہم آپ کے لیے بستر بنالیں۔ آپ نے فرمایا: میرا دنیا سے کیا واسطہ؟ دنیا میں میری مثال اس شخص جیسی ہے جو کسی درخت کے سائے میں تھوڑی دیر سستاتا ہے اور پھر اس کو چھوڑ کر چلا جاتا ہے۔ (5)

1۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 552 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 588 3۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 614
4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 356 5۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 60

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا: اگر میرے ساتھ الحاق چاہتی ہو تو مال دنیا سے محض اسی قدر کو اپنے لیے کافی سمجھو جتنا ایک مسافر کا زادِ راہ ہوتا ہے۔ امیروں کی ہم نشینی سے بچو اور کسی کپڑے کو اس وقت تک پرانا قرار دے کر ترک نہ کرو جب تک اس میں پیوند نہ لگالو۔ (1)

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک شخص نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ مجھے آپ سے محبت ہے۔ آپ نے فرمایا: سوچ لو تم کیا کہہ رہے ہو؟ اس نے عرض کیا: خدا کی قسم مجھے آپ سے محبت ہے۔ اس نے یہ بات تین بار دوہرائی۔ آپ نے فرمایا: اگر تم مجھ سے محبت کرتے ہو تو تنگ دستی کا مقابلہ کرنے کا سامان تیار کر لو کیونکہ جو مجھ سے محبت کرتا ہے اس کی طرف تنگ دستی اس سے بھی زیادہ تیز رفتار سے آتی ہے جس رفتار سے سیلاب اپنی منزل کی طرف جاتا ہے۔ (2)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے ان الفاظ سے دعا کی: اے اللہ تعالیٰ! مجھے مسکینی کی حالت میں زندہ رکھ، مسکینی کی حالت میں مجھے موت عطا فرما اور قیامت کے روز میرا حشر مساکین کے ساتھ فرما۔ اس پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ اس دعا کا سبب کیا ہے؟ آپ نے فرمایا، (اس کا سبب یہ ہے کہ) مسکین امیروں سے چالیس سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ اے عائشہ! مسکین کو (خالی ہاتھ) نہ لوٹاؤ خواہ اسے ایک کھجور ہی دے دو۔ اے عائشہ! مسکینوں سے محبت کیا کرو اور انہیں اپنے قریب کیا کرو کیونکہ اس طرح قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمہیں اپنا قرب عطا فرمائے گا۔ (3)

حضور ﷺ کو اپنی لختِ جگر، خاتونِ جنت حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے جو محبت تھی اسے کون نہیں جانتا۔ آپ نے اپنی لختِ جگر کے لیے جس دولت کو پسند فرمایا وہ دولتِ فقر تھی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: فاطمہ نے میرے سامنے شکایت کی کہ چکی پیسنے کی وجہ سے ان کے ہاتھ پر آبلے پڑ گئے ہیں۔ میں نے ان سے کہا: کتنا اچھا ہو اگر تم اپنے والد گرامی کی خدمت میں حاضر ہو کر خادم کی درخواست کرو۔ (ہماری طرف سے خادم کی گزارش پر) آپ نے فرمایا: کیا تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں جو تمہارے لیے خادم سے کہیں بہتر ہے۔ جب تم سونے کے لیے بستر پر جاؤ تو تینتیس مرتبہ الحمد للہ کہا کرو، تینتیس مرتبہ سبحان اللہ کہا کرو اور چونتیس مرتبہ اللہ اکبر پڑھا کرو۔ الحدیث (4)

1۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 210　2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 58
3۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 58　4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 177

حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اس کو دنیا سے اسی طرح محفوظ رکھتا ہے جس طرح تم اپنے مریضوں کو پانی سے بچاتے ہو۔(1)

حضور ﷺ نے نہ صرف دنیوی مال و متاع پر فقر کو ترجیح دی بلکہ آپ نے دنیوی مال و متاع سے بیزاری کا بھی اظہار فرمایا۔

حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضور ﷺ کی اقتداء میں عصر کی نماز ادا کی۔ حضور ﷺ نے سلام پھیرا تو جلدی سے اٹھے اور ازواج مطہرات میں سے ایک کے حجرے میں تشریف لے گئے۔ پھر آپ واپس تشریف لے آئے۔ آپ نے لوگوں کے چہروں پر، اپنے اس فعل کی وجہ سے، تعجب کے آثار دیکھے تو فرمایا: دوران نماز مجھے یاد آ گیا کہ ہمارے گھر میں ایک ڈلی پڑی ہے۔ میں نے اس بات کو پسند نہ کیا کہ وہ سونا رات بھر ہمارے گھر میں پڑا رہے۔ اس لیے میں نے اس کو تقسیم کرنے کا حکم دیا ہے۔(2)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مسجد کے دروازے پر ایک دھاری دار حلہ دیکھا۔ آپ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ کتنا اچھا ہو اگر آپ یہ حلہ خرید لیں اور جمعہ کے دن اور وفود کی آمد پر اس کو زیب تن فرمایا کریں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اس قسم کے حلے وہ شخص پہنے جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہ ہو۔ الحدیث۔(3)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ کی خدمت میں بطور ہدیہ ریشم کی قبا پیش کی گئی۔ آپ نے وہ قبا پہن کر نماز ادا فرمائی۔ جب آپ فارغ ہوئے تو آپ نے اس قبا کو سختی سے جھٹک کر اتار دیا گویا وہ آپ کو ناپسند ہو۔ پھر آپ نے فرمایا: یہ لباس پرہیزگار لوگوں کے لیے مناسب نہیں۔(4)

حضرت عبداللہ الہوزنی سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میری ملاقات حلب میں مؤذن رسول حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ میں نے ان سے عرض کیا: اے بلال! رضی اللہ عنہ مجھے بتایئے کہ حضور ﷺ کے اخراجات کیسے چلتے تھے۔ انہوں نے فرمایا: حضور ﷺ کے پاس کچھ نہ تھا۔ آپ کے اخراجات کا انتظام میرے ذمہ تھا۔ اور میری یہ ذمہ داری آپ ﷺ کی بعثت سے آپ کے وصال تک قائم رہی۔ حضور ﷺ کے پاس جب کوئی شخص اسلام قبول کر کے حاضر ہوتا اور آپ دیکھتے کہ اس پر

1۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 24
2۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 163
3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 122
4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 863

کپڑے نہیں ہیں تو آپ مجھے حکم فرماتے۔ میں جاتا، کسی سے قرض لیتا اور اس شخص کے لیے چادر خریدتا، اسے پہناتا اور اسے کھانا کھلاتا۔ (یہ سلسلہ چلتا رہا) حتی کہ ایک مشرک مجھ سے ملا اور کہا: اے بلال! میرے پاس مال کی کثرت ہے۔ تم میرے سوا کسی سے قرض نہ لیا کرو۔ میں اس کی بات مان گیا اور اس سے قرض لینے گیا۔ ایک دن میں نے وضو کیا اور ارادہ کیا کہ نماز پڑھوں کہ مشرک کچھ تاجروں کے ساتھ آ گیا۔ جب اس نے مجھے دیکھا تو کہا: او ئے حبشی! میں نے اس کو جواب دیا کہ میں یہاں موجود ہوں۔ وہ میرے ساتھ ترش روئی سے پیش آیا اور میرے ساتھ انتہائی سخت لہجے میں بات کی۔ اس نے کہا: تم جانتے ہو مہینا ختم ہونے میں کتنا عرصہ باقی ہے؟ میں نے کہا: مہینا ختم ہونے کے قریب ہے۔ اس نے کہا: مہینا ختم ہونے میں صرف چار دن باقی ہیں۔ (وقت آنے پر) میں تمہیں اس قرض کے عوض پکڑ لوں گا اور تجھے واپس اس حالت تک لوٹا دوں گا کہ تم پہلے کی طرح بکریاں چرا رہے ہو گے۔ یہ سن کر میرے دل میں غم واندوہ کی وہ کیفیت پیدا ہوئی جو اس قسم کی صورتحال میں لوگوں کے دلوں میں پیدا ہوتی ہے۔ حتی کہ جب میں نے عشاء کی نماز ادا کر لی اور حضور ﷺ اپنے کاشانہ اقدس کی طرف واپس تشریف لے گئے تو میں نے حاضری کی اجازت طلب کی۔ آپ ﷺ نے مجھے اذن حضوری عطا فرمایا۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، جس مشرک سے میں قرض لیا کرتا تھا اس نے مجھ سے یہ باتیں کہی ہیں۔ میرے اس قرض کو ادا کرنے کے لیے نہ آپ کے پاس کوئی مال ہے اور نہ ہی میرے پاس کوئی شے ہے۔ وہ مشرک مجھے رسوا کرے گا۔ آپ نے مجھے اجازت عطا فرمائی کہ جو قبائل مسلمان ہوئے ہیں، میں ان میں سے کسی کے پاس جاؤں تاکہ اللہ تعالیٰ اتنا مال عطا فرما دے کہ میں یہ قرض ادا کر سکوں۔ میں وہاں سے باہر آیا حتی کہ میں اپنے گھر پہنچا۔ میں نے اپنی تلوار، تھیلا، جوتے اور ڈھال اپنے سرہانے رکھے۔ جب صبح اول کی روشنی ظاہر ہوئی تو میں نے روانگی کا ارادہ کیا کہ ایک شخص دوڑتا ہوا آیا اور کہا: اے بلال! حضور ﷺ کی خدمت میں حاضری دو۔ میں چل پڑا، آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ چار اونٹنیاں بیٹھی ہیں اور ان پر سامان لدا ہے۔ میں نے حاضری کی اجازت طلب کی تو حضور ﷺ نے فرمایا: مبارک ہو، اللہ تعالیٰ نے تمہارے قرض کی ادائیگی کا سامان کر دیا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا: تم نے چار اونٹنیاں بیٹھی دیکھی ہیں؟ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! ﷺ دیکھی ہیں۔ فرمایا: یہ اونٹنیاں اور ان پر جو سامان ہے وہ تمہارا ہے۔ ان پر کپڑے اور کھانے کا سامان ہے جو فدک کے سردار نے میرے پاس بطور ہدیہ بھیجا ہے۔ یہ لے لو اور اپنا قرض ادا کرو۔ پس میں نے قرض ادا کیا ...... پھر میں مسجد گیا تو حضور ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ میں نے سلام عرض کیا تو آپ نے پوچھا: تمہارے پاس جو مال تھا اس کا کیا بنا؟ میں نے عرض کیا: رسول اللہ ﷺ کے ذمہ جتنا قرض تھا وہ اللہ

تعالیٰ نے ادا فرما دیا ہے اور اس میں سے کوئی شے بھی باقی نہیں ہے۔ آپ نے پوچھا: کیا کوئی مال بچا ہے؟ میں نے عرض کیا: ہاں یا رسول اللہ! ﷺ۔ آپ نے فرمایا: دیکھو، مجھے اس مال سے سبکدوش کر دو کیونکہ جب تک تم مجھے اس مال سے سبکدوش نہیں کرو گے میں اپنے اہل خانہ میں سے کسی کے پاس نہیں جاؤں گا۔ حضور ﷺ جب عشاء کی نماز سے فارغ ہوئے تو مجھے طلب فرمایا اور پوچھا: تمہارے پاس جو مال تھا اس کا کیا بنا؟ میں نے عرض کیا: وہ میرے پاس ہی ہے کوئی (لینے والا) آیا ہی نہ تھا۔ حضور ﷺ نے وہ رات مسجد میں ہی گزاری...... جب آپ نے دوسرے روز عشاء کی نماز ادا کر لی تو آپ نے مجھے طلب فرمایا اور پوچھا: تمہارے پاس جو مال تھا اس کا کیا بنا؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس مال سے راحت عطا فرما دی ہے۔ اس پر آپ نے تکبیر کہی اور اللہ تعالیٰ کی حمد کی۔ آپ نے مال کے متعلق یہ رویہ اس لیے اپنایا تھا کہ آپ بات سے ڈرتے تھے کہ آپ کو موت آئے اور وہ مال آپ کے پاس موجود ہو۔ الحدیث۔ (1)

حضرت کعب بن عیاض رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا: ہر امت کے لیے کوئی فتنہ (آزمائش) ہوتا ہے اور میری امت کا فتنہ مال ہے۔ (2)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: لعنت ہو اس پر جو دنیا کا بندہ ہے اور لعنت ہو اس پر جو درہم کا بندہ ہے۔ (3)

حضرت کعب بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: دو بھوکے بھیڑیے، جن کو بھیڑوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیا جائے، وہ ان بھیڑوں کے لیے اس سے زیادہ تباہ کن نہیں جتنی تباہ کن انسان کے دین کے لیے اس کی مال و جاہ کی حرص ہے۔ (4)

دنیوی مال و متاع سے حضور ﷺ کی بیزاری کی ایک بہت بڑی دلیل یہ ہے کہ آپ بارگاہ خداوندی میں ہاتھ پھیلا کر اپنے، اپنے اہل خانہ اور اپنے متعلقین کے لیے فقر کی دولت مانگا کرتے تھے۔

حضرت عمرو بن غیلان ثقفی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے دعا کی: اے میرے اللہ! جو مجھ پر ایمان لائے، میری تصدیق کرے اور یقین رکھے کہ جو دین میں تیری طرف سے لے کر آیا ہوں وہ حق ہے، اے اللہ! اس شخص کے مال اور اولاد میں کمی کر، اس کے دل میں اپنی ملاقات کی تڑپ پیدا فرما دے اور اس کو جلدی موت عطا فرما۔ اور جو شخص مجھ پر ایمان نہ لائے، نہ میری تصدیق کرے اور نہ اس پیغام کو حق یقین کرے جو میں تیری طرف سے لے کر آیا ہوں، تو اے

1۔ سنن ابی داؤد، جلد 2، صفحہ 78
2۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 57
3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 60
4۔ ایضاً۔ جلد 2، صفحہ 60

اللہ! اس کو مال و دولت کی کثرت عطا فرما اور اس کو دراز عمر عطا کر۔(1)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے ان الفاظ میں دعا کی:

اے میرے اللہ! محمد ﷺ کی آل کا رزق اتنا مقدر فرما جس سے ان کا رشتہ حیات قائم رہ سکے۔(2)

فقراء کی شان مدنی تاجدار ﷺ کی نظر میں

حضور ﷺ نے اپنی ذات کے لیے، اپنے اہل خانہ کے لیے اور اپنے متعلقین کے لیے فقر کی دولت کو پسند فرمایا۔ اس کے علاوہ حضور ﷺ نے فقراء کے متعلق مختلف مواقع پر جن تأثرات کا اظہار فرمایا اور فقراء کو آپ نے جس سلوک کا مستحق قرار دیا اس کے پیش نظر اسلامی معاشرے میں فقراء کو انتہائی بلند مقام حاصل ہوا۔ ذیل میں ہم احادیث طیبہ کے حوالے سے قارئین کرام کو یہ دکھانے کی کوشش کر رہے ہیں کہ حضور ﷺ نے فقراء کی عزت افزائی کس انداز میں فرمائی:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: فقراء مہاجرین نے حضور ﷺ کی خدمت میں شکایت کی کہ اللہ تعالیٰ نے اغنیاء کو ان پر فضیلت عطا فرمائی ہے۔ (ان کے جواب میں) آپ ﷺ نے فرمایا: اے گروہ فقراء! کیا میں تمہیں اس بات کی بشارت نہ دوں کہ نادار مومن دولت مند مومنوں سے نصف یوم یعنی پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ اس کے بعد موسیٰ راوی نے یہ آیت تلاوت کی: اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک دن تمہارے ہزار سال کے برابر ہے۔(3)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: نادار مسلمان دولت مند مسلمانوں سے چالیس سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔(4)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ہم حضور ﷺ کی معیت میں مسجد میں بیٹھے تھے کہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ آتے نظر آئے۔ ان کے اوپر ایک پیوند لگی چادر کے سوا کچھ نہ تھا۔ جب حضور ﷺ نے ان کی طرف دیکھا تو وہ، اپنے ماضی کی فارغ البالی اور زمانہ حال کی تنگ دستی کا تصور کر کے، رونے لگے۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا: تمہارا وہ وقت کیسا ہوگا جب تم صبح ایک لباس میں ملبوس ہو گے اور شام کے وقت دوسرے لباس میں۔ اور تمہارے سامنے ایک ڈش رکھی جائے گی اور دوسری اٹھائی جائے گی۔ اور تم اپنے گھروں پر اسی طرح پردے لٹکاؤ گے جس طرح کعبہ پر پردے لٹکائے جاتے ہیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ ہم آج کے دور کی نسبت اس وقت زیادہ بہتر حالت میں ہوں گے۔ کیونکہ ہمیں عبادت کے لیے

1۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 305 2۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 957
3۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 304 4۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 58

فراغت میسر آئے گی اور ہمیں مشقت کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ حضور ﷺ نے فرمایا: نہیں، بلکہ اس وقت کی نسبت آج تم بہتر حال میں ہو۔(1)

حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں، حضور ﷺ کے سامنے سے ایک شخص گزرا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اس شخص کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ اس کے بارے میں صحیح رائے تو وہی ہے جو آپ کی رائے ہے، البتہ ہمارے خیال میں یہ ایک معزز ترین شخص ہے۔ یہ شخص اس قابل ہے کہ اگر کہیں پیغام نکاح دے تو اس کے پیغام کو قبول کیا جائے۔ اگر کسی کی سفارش کرے تو اس کی سفارش قبول کی جائے اور اگر گفتگو کرے تو اس کی بات کو سنا جائے۔ اس پر حضور ﷺ خاموش ہو گئے۔ پھر ایک دوسرا شخص آپ ﷺ کے پاس سے گزرا۔ آپ نے پوچھا: تم اس شخص کے متعلق کیا کہتے ہو؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ ہمارا خیال ہے کہ یہ نادار مسلمانوں میں سے ایک ہے۔ یہ اس لائق ہے کہ اگر کہیں پیغام نکاح بھیجے گا تو اس کے ساتھ نکاح نہیں کیا جائے گا۔ اگر یہ سفارش کرے گا تو اس کی سفارش قبول نہیں کی جائے گی اور اگر وہ بات کرے گا تو اس کی بات کو سنا نہ جائے گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اس مال دار شخص جیسے لوگوں سے زمین بھری ہو تو بھی یہ اکیلا فقیر ان سب سے بہتر ہے۔(2)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بیٹھے حضور ﷺ کا انتظار کر رہے تھے۔ راوی کہتے ہیں: حضور ﷺ باہر تشریف لائے۔ جب آپ ان کے قریب پہنچے تو آپ نے ان کو گفتگو کرتے ہوئے سنا۔ آپ نے ان کی باتیں سنیں۔ کسی نے حیرت سے کہا: اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق سے اپنا خلیل بنایا ہے اور اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل ہونے کا شرف عطا فرمایا ہے۔ کسی نے کہا: اس سے بڑی حیرت کی بات کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کلام فرمایا ہے۔ کسی اور نے کہا: اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے کلمہ اور اس کی روح ہیں۔ کسی نے کہا: حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے چن لیا ہے۔ حضور ﷺ ان کے پاس تشریف لائے۔ آپ نے انہیں سلام کیا اور فرمایا: میں نے تمہاری گفتگو سنی ہے اور تمہاری حیرت پر مطلع ہوا ہوں۔ بے شک حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں، وہ ایسے ہی ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نجی اللہ ہیں اور وہ یقیناً ایسے ہی ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں اور یقینی طور پر یہی ان کی شان ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے چنا ہے اور یقیناً یہی

1۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 70 2۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 303

ان کا مقام ہے۔ اور سنو، میں اللہ تعالیٰ کا حبیب ہوں۔ اور یہ بات میں بطور فخر نہیں کہہ رہا۔ قیامت کے دن لواء الحمد کو اٹھانے والا میں ہوں گا اور یہ بات بطور فخر نہیں کہہ رہا۔ سب سے پہلے میں شفاعت کروں گا اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول ہو گی۔ اور یہ بات میں بطور فخر نہیں کہہ رہا۔ میں سب سے پہلے جنت کے حلقے کو حرکت دوں گا اور اللہ تعالیٰ میری خاطر جنت کا دروازہ کھولے گا اور مجھے جنت میں داخل کرے گا۔ اور میرے ساتھ فقیر مومن ہوں گے اور میں یہ بات بطور فخر نہیں کہہ رہا۔ اور میں اولین و آخرین میں سب سے زیادہ معزز ہوں اور یہ بات میں بطور فخر نہیں کہہ رہا۔ (1)

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا: اگر مجھے تلاش کرنا ہو تو تم میں سے جو کمزور (نادار) ہیں، مجھے ان میں تلاش کیا کرو، کیونکہ ان کمزوروں کی برکت سے ہی تمہیں رزق ملتا ہے اور انہی کی برکت سے تمہیں برکت حاصل ہوتی ہے۔ (2)

گزشتہ صفحات میں ہم نے صحاح ستہ کے حوالے سے جو احادیث طیبہ قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے ان کے مطالعہ سے انسان بغیر کسی تکلف کے اس نتیجے پر پہنچ جاتا ہے کہ حضور ﷺ نے انتہائی فقیرانہ زندگی بسر فرمائی۔ آپ نے اپنے لیے، اپنے اہل خانہ اور متعلقین کے لیے مال و دولت کی فراوانی کو نہیں بلکہ فقر کی دولت کو پسند کیا۔ آپ نے دنیوی مال و متاع کو کبھی حسرت کی نگاہ سے نہیں دیکھا بلکہ آپ کی سیرت طیبہ کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کی نگاہوں میں سونا چاندی پتھروں سے زیادہ حیثیت نہ رکھتے تھے۔ آپ نے معاشرے میں ہمیشہ فقراء کو اغنیاء کی نسبت بلند مقام عطا کیا اور خوش خبری دی کہ آخرت میں بھی فقراء کا مقام ہی بلند ہو گا۔

ہمیں مدنی تاجدار ﷺ کے مذکورہ اسوۂ حسنہ کی روشنی میں اپنی معاشرت کا جائزہ لینا ہے اور دیکھنا ہے کہ کہیں ہمارا طرز حیات حضور ﷺ کے نمونۂ عمل کے بالکل برعکس تو نہیں ہے۔ کیا ہم نے اپنی ڈائننگ ٹیبل پر درجنوں ڈشیں سجاتے ہوئے کبھی سوچا ہے کہ جس ہستی کو ہم اپنا آقا مانتے ہیں اور جن کی محبت کا دم بھرتے ہیں، ان کے گھروں میں تو مہینوں آگ نہیں جلتی تھی۔ کیا ہم نے شاندار لباس زیب تن کرتے ہوئے کبھی اس سلسلہ میں حضور ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی طرف دیکھنے کی کوشش کی ہے۔

ہمیں یہ حقیقت ہر وقت پیش نظر رکھنی چاہیے کہ حضور ﷺ نے دنیوی مال و متاع کو اپنی امت کا سب سے بڑا فتنہ قرار دیا ہے۔

1۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 202
2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 203

حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ بندگی

بندے کا کمالِ حسن بندگی میں مضمر ہے۔ بندے کی بندگی میں جس قدر نکھار آتا جاتا ہے، اپنے خالق و مالک کی نظر میں اس کا مقام بلند سے بلند تر ہوتا چلا جاتا ہے۔ عظمت و کبریائی، قہاریت و جباریت، صمدیت و وحدانیت اللہ تعالیٰ کی شانیں ہیں۔ بندے کا کام پروردگارِ عالم کی ان صفاتِ عالیہ کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنا اور اپنے عجز و انکسار، اپنی بے بسی اور بے کسی اور اپنے احتیاج کا اظہار کرنا ہے۔ انسان اپنے خالق و مالک کی عظمتوں، رفعتوں اور قدرتوں پر جس قدر غور کرتا ہے، اس کے دل میں اپنی بے کسی و بے بسی کا احساس اسی قدر قوت پکڑتا ہے۔ ربِ قدوس کی عظمت و کبریائی کے سامنے اپنی بے کسی اور بے بسی کا احساس اور اس کا اظہار بندگی ہے۔ یہ احساس جس قدر مضبوط ہوتا ہے بندگی میں اسی قدر نکھار آتا ہے اور جب بندہ ربِ قدوس کی عظمت و کبریائی کے احساس سے محروم ہو جائے تو وہ اپنی بے بسی کے احساس سے بھی محروم ہو جاتا ہے۔ یہی وہ کیفیت ہے جب انسان کے دل میں کبر و نخوت کے جذبات جنم لیتے ہیں۔ نفس و شیطان کے حیلوں سے یہ جذبات پروان چڑھتے ہیں اور انسان اس مقام پر پہنچ جاتا ہے جب وہ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰی (1) (نازعات:24) کہہ کر بندگی کے اوصاف سے یکسر محروم ہو جاتا ہے اور خدا کے غضب کا نشانہ بن جاتا ہے۔

اس کارگاہِ حیات میں نفس و شیطان انسان کے دل میں انانیت کے جذبات کو ابھار کر اسے احساسِ بندگی سے محروم کرنے میں مصروف ہیں اور رحمن و رحیم پروردگار نے انسان کو نفس و شیطان کے فریب میں آ کر تباہ ہونے سے بچانے کے لیے انبیاء و رسل مبعوث فرمائے ہیں اور انسان کی ہدایت کے لیے ان کو کتابیں عطا فرمائی ہیں۔ تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے اپنی تعلیمات کے ذریعے اور اپنی مثالی زندگیوں کے ذریعے انسانوں کو درسِ بندگی دیا ہے۔

ابلیس از راہِ تکبر حکمِ خداوندی کا انکار کر کے بندگی کے اوصاف سے مبرا ہوا تو حضرت آدم علیہ السلام نے ایک نسیان کی معافی کے لیے کئی صدیاں بارگاہِ خداوندی میں گڑگڑا کر اپنی ذریت کو بتا دیا کہ راہِ بندگی کیا ہے۔ نمرود اور فرعون کو دنیوی جاہ و حشمت ملی تو وہ اپنی خدائی کا دعویٰ کر کے گمراہ ہوئے اور داؤد و سلیمان علیہما السلام کو شان و شوکت ملی تو وہ اظہارِ تشکر کے لیے بارگاہِ خداوندی میں سربسجود ہو گئے اور اولادِ آدم کو بتا دیا کہ راہِ بندگی کیا ہے۔

1۔ میں تمہارا رب اعلیٰ ہوں۔ (یہ بات فرعون نے اپنی قوم سے کہی تھی)

متاعِ بے بہا ہے درد و سوز و آرزو مندی مقامِ بندگی دے کر نہ لوں شانِ خداوندی

تمام انبیاء ورسل علیہم السلام کو کسی نہ کسی جابر وسرکش سے واسطہ پڑا۔ یاد رکھنے کی بات یہ ہے کہ ان جابر اور سرکش لوگوں کے دعوؤں کے مقابلے میں انبیاء ومرسلین علیہم السلام کا اپنی ذات کے متعلق کبھی کوئی دعویٰ نہ تھا۔ ان کا دعویٰ صرف اور صرف اپنے خالق و مالک کی کبریائی و جبروت کا تھا اور اس سچے دعویٰ کو ثابت کرنے میں وہ کبھی ناکام نہیں ہوئے۔ ابراہیم علیہ السلام نے آگ کے شعلوں میں بے خطر کود کر اپنے رب کی کبریائی کے دعوے کو ثابت کیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے بھرے دربار میں فرعون کے دعویٔ خدائی کی دھجیاں اڑائیں اور دنیا پر ثابت کر دیا کہ خدا وہ ہے جس کے سامنے کسی کو دم مارنے کی مجال نہیں۔

انبیائے کرام کا انداز حیات انسان کو یہ سبق دیتا ہے کہ بندگی اپنی بے بسی اور خداوند کریم کی عظمت و جبروت کے احساس کا نام ہے۔ یہی بندگی انسانوں کا زیور ہے۔ اسی بندگی سے انسان کی دنیا بھی سنورتی ہے اور آخرت بھی۔

حضرت محمد مصطفی ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری رسول اور قیامت تک ساری انسانیت کے ہادی و راہبر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی حیات طیبہ کو انسانوں کے لیے اسوۂ حسنہ قرار دیا ہے۔ حضور ﷺ نے انسانیت کے سامنے زندگی کا جو عملی نمونہ پیش کیا ہے وہ بندگانہ زندگی کا نمونہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو بے پناہ شانیں عطا فرمائی ہیں۔ ان شانوں میں خدا کے حبیب ﷺ کی شان بندگی کا ایک خاص مقام ہے۔ آپ ﷺ کی حیات طیبہ کی ہر حرکت میں بندگی کی شان جھلک رہی ہے۔

اس باب میں ہم قارئین کرام کے سامنے مدنی تاجدار ﷺ کی شان بندگی کی کچھ جھلکیاں پیش کرنے کی سعادت حاصل کریں گے:

مدنی تاجدار ﷺ کا عجز وانکسار

تواضع اور عجز وانکسار بندگی کی علامت ہے۔ انسان جوں جوں اپنے خالق و مالک کی عظمت و کبریائی کے عرفان سے بہرہ ور ہوتا جاتا ہے، اس کے دل میں اپنی بے بسی کا احساس شدید سے شدید تر ہوتا جاتا ہے۔ تمام انبیائے کرام علیہم السلام کو اپنے پروردگار کی ذات وصفات کا کامل عرفان حاصل ہوتا ہے لیکن حبیب خدا علیہ التحیۃ والثناء کو رب قدوس نے معرفت کی جو دولت عطا فرمائی ہے اس میں کوئی آپ کا شریک نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ کی زندگی کے ہر شعبہ میں عجز وانکسار اپنے عروج پر نظر آتا ہے۔ ہم نے حضور ﷺ کے اخلاق عالیہ کا تذکرہ کرتے ہوئے بھی آپ کی عاجزی کا ذکر کیا تھا لیکن آپ ﷺ کی شان بندگی کا بیان بھی آپ کی اس خوبی کے ذکر کے بغیر مکمل نہیں ہوتا۔

اس لیے اس باب میں بھی آپ کی شان بندگی کے اظہار کے لیے آپ کے عجز و انکسار کی چند مثالیں ذکر کرنا ضروری ہے۔

حضور ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوا۔ انہی ایام میں سورج کو گرہن لگ گیا لوگوں نے اس گرہن کا سبب حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال کو قرار دیا۔ آپ ﷺ نے اپنی اس تعریف پر خوش ہونے کی بجائے لوگوں کی اس سوچ کی اصلاح کو ضروری سمجھا اور اپنے بارے میں اس قسم کے اعتقادات رکھنے کی تاکید فرمائی جس سے آپ کی شان بندگی کا اظہار ہوتا ہو۔

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: شمس و قمر کو لوگوں میں سے کسی کی موت کی وجہ سے گرہن نہیں لگتا بلکہ یہ دونوں (یعنی سورج گرہن اور چاند گرہن) اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں۔ جب تم ان کا مشاہدہ کرو تو اٹھو اور نماز میں مشغول ہو جاؤ۔(1)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں، خیبر فتح ہوا ہی تھا کہ ہم (حضور ﷺ کے صحابہ) اس سبزی یعنی لہسن پر ٹوٹ پڑے۔ لوگ بھوکے تھے۔ ہم نے اس سبزی کو خوب کھایا۔ پھر ہم مسجد گئے تو حضور ﷺ نے بو کو محسوس کیا اور فرمایا: جو اس ناپسندیدہ سبزی سے کچھ کھائے وہ ہمارے پاس مسجد میں نہ آئے۔ لوگ کہنے لگے: یہ سبزی حرام ہو گئی ہے، حرام ہو گئی ہے۔ یہ بات حضور ﷺ تک پہنچی تو آپ نے فرمایا: لوگو! یہ میرا کام نہیں ہے کہ جن چیزوں کو خدا نے حلال کیا ہے ان کو حرام قرار دوں۔ البتہ یہ ایک ایسا درخت ہے جس کی بو مجھے ناپسند ہے۔(2)

حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا: میں بوڑھا اور نابینا ہوں۔ میرا گھر (مسجد سے) دور ہے اور ایسا کوئی شخص نہیں جو نرمی کے ساتھ میری راہنمائی کرے۔ کیا آپ میرے لیے (مسجد سے غیر حاضر رہنے کی) اجازت پاتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: کیا تم اذان کی آواز سنتے ہو؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں۔ فرمایا: مجھے تیرے لیے رخصت کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔(3)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے نماز پڑھی۔ ابراہیم راوی کہتے ہیں کہ نماز کی رکعتوں میں آپ نے کمی یا زیادتی کی۔ جب آپ نے سلام پھیرا تو عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! ﷺ کیا نماز میں کوئی تبدیلی ہو گئی ہے؟ فرمایا: کیا مطلب؟ صحابہ کرام نے عرض کیا: آپ نے نماز کی اتنی رکعتیں پڑھی ہیں۔ راوی کہتے ہیں: آپ نے پاؤں بچھائے، روبقبلہ ہوئے اور دو سجدے

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 142 2۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 209 3۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 57

کیے اور پھر سلام پھیر دیا۔ پھر آپ نے رخ انور ہماری طرف پھیرا اور فرمایا: اگر نماز میں کسی تبدیلی کا حکم نازل ہوا ہوتا تو میں تمہیں بتا دیتا۔ البتہ میں بھی ایک انسان ہوں، جیسے تم بھول جاتے ہو ایسے ہی میں بھی بھول جاتا ہوں۔ اگر میں بھول جاؤں تو مجھے یاد دلا دیا کرو۔ اور اگر تم میں سے کسی کو نماز میں شک لاحق ہو جائے تو وہ غور کرے کہ صحیح کیا ہے، پھر اس کے مطابق نماز مکمل کرے اور پھر دو سجدے کرے۔ (1)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ کی خدمت میں میرے روزوں (کے معمول) کا ذکر ہوا، آپ میرے ہاں تشریف لائے۔ میں نے آپ کی خدمت میں چمڑے کا ایک تکیہ پیش کیا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ آپ (تکیہ پر بیٹھنے کی بجائے) زمین پر بیٹھ گئے اور تکیہ آپ کے اور میرے درمیان آ گیا۔......الحدیث (2)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جس نبی کو بھی مبعوث فرمایا اس نے بکریاں چرائیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ آپ نے بھی؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ میں چند قیراط کے عوض اہل مکہ کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔ (3)

حضرت خالد بن زکوان حضرت ربیع بنت معوذ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: میری شب زفاف حضور ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور جس طرح تم میرے بستر پر بیٹھے ہو اسی طرح میرے بستر پر تشریف فرما ہو گئے۔ ہماری کچھ نوعمر بچیاں دف بجا رہی تھیں اور میرے جو آباء جنگ بدر میں شہید ہوئے تھے ان کی شان میں قصیدے گا رہی تھیں۔ اسی دوران ان میں سے ایک بچی نے کہا: ہمارے درمیان وہ عظیم الشان نبی موجود ہیں جو جانتے ہیں کہ کل کیا ہوگا۔ اس پر حضور ﷺ نے اس بچی سے فرمایا: یہ جملے رہنے دو اور جو کچھ تم پہلے کہہ رہی تھیں وہ کہتی رہو۔ (4)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ اپنے اصحاب کے درمیان بیٹھتے تھے۔ کوئی اجنبی آتا تو اس کو پتا نہ چلتا کہ ان لوگوں میں سے رسول خدا کون ہیں۔ اس لیے اس کو آپ کے متعلق پوچھنا پڑتا۔ ہم نے آپ سے اس بات کی اجازت طلب کی کہ ہم آپ کے بیٹھنے کی ایسی جگہ بنا دیں کہ کوئی اجنبی آئے تو وہ آپ کو پہچان لے۔ راوی کہتے ہیں: (اجازت ملنے پر) ہم نے آپ کے لیے مٹی کا ایک چبوترہ بنا دیا۔ اس پر آپ تشریف فرما ہوتے اور ہم آپ کے اطراف میں بیٹھا کرتے تھے۔ (5)

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 12-211 2۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 266 3۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 301
4۔ جامع الترمذی، جلد 1، صفحہ 129 5۔ سنن ابی داؤد، جلد 2، صفحہ 298

حضور ﷺ کی شان تواضع کا ایک رنگ یہ بھی تھا کہ آپ اپنے غلاموں کو اس بات کی اجازت نہیں دیتے تھے کہ وہ آپ کا دیگر انبیائے کرام سے موازنہ کر کے، آپ کو ان سے افضل قرار دیں، یا آپ کی تعریف ایسے الفاظ میں کریں جن سے دیگر انبیائے کرام کی شان میں کمی کا گمان ہوتا ہو بلکہ آپ کے سامنے جب بھی فضائل انبیاء کی بات ہوئی آپ نے دیگر انبیائے کرام کے فضائل بیان کرنے پر اکتفا فرمایا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک آدمی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یا خیر البریہ! (اے تمام مخلوق سے افضل!) آپ نے فرمایا: یہ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا لقب ہے۔(1)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرمایا: عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! ﷺ تمام لوگوں سے زیادہ معزز کون ہے؟ فرمایا: جو سب سے زیادہ متقی ہو۔ لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ ہم اس کے متعلق تو نہیں پوچھ رہے۔ فرمایا: پھر معزز ترین انسان خدا کے نبی یوسف علیہ السلام ہیں جو نبی اللہ بن خلیل اللہ کے صاحبزادے ہیں۔ لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ ہمارا پوچھنے کا مقصد یہ بھی نہیں۔ فرمایا: پھر تم عربوں کی اصلوں کے متعلق سوال کر رہے ہو؟ ان میں سے جو زمانہ جاہلیت میں افضل تھے، زمانہ اسلام میں بھی وہی افضل ہیں بشرطیکہ دین کی سمجھ سے بہرہ ور ہوں۔(2)

حضور ﷺ کو پروردگار عالم نے جو عظمتیں اور رفعتیں عطا فرمائی ہیں ان کا انکار کسی صاحب ایمان کے لیے ممکن نہیں لیکن ان تمام عظمتوں اور رفعتوں کے باوجود آپ ہمیشہ اپنے آپ کو ایک بندۂ عاجز کے طور پر ہی ظاہر فرماتے تھے۔ قیامت کے دن شفاعت کبریٰ کا عظیم منصب آپ ﷺ کو عطا ہوگا اور آپ کی امت کے بے شمار گناہگاروں کی بخشش آپ کی شفاعت کے وسیلہ سے ہوگی لیکن اس حقیقت کے باوجود آپ نے اپنے عزیز ترین رشتہ داروں کو یہ تاکید فرمائی:

حضرت موسیٰ بن طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے بنو عبد مناف! اپنی جانوں کو (ایمان اور اعمال صالحہ کے ذریعہ) اپنے رب سے خرید لو۔ اگر (اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب دینے کا ارادہ فرمائے گا تو) میں تمہیں اس کے عذاب سے نہیں بچا سکوں گا۔ اے بنو عبد المطلب! اپنی جانوں کو اپنے رب سے خرید لو، میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں بچا سکوں گا۔ ہاں البتہ میرے درمیان اور تمہارے درمیان رحم کا جو رشتہ ہے میں اس کو قائم رکھوں گا۔(3)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی یہ حدیث مروی ہے۔ اس حدیث پاک کے مطابق آپ

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 265 3۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 268 3۔ سنن النسائی، جلد 2، صفحہ 131

نے اپنی پھوپھی حضرت صفیہ اور اپنی لختِ جگر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما کو بھی انہی الفاظ سے خبردار فرمایا۔(1)

حضرت محمد بن عبدالرحمن بن سعد بن زرارہ انصاری سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے اپنا چچا یحییٰ، جن جیسا آدمی مجھے اور کوئی نظر نہیں آتا، کو لوگوں کو یہ بتاتے سنا کہ اسعد بن زرارہ جو محمد کے نانا تھے، ان کے حلق میں درد اٹھا جس کو "ذبح" کہتے تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: میں ابوامامہ کے علاج میں اتنی کوشش کروں گا کہ کسی کو علاج کی کمی کا شکوہ نہ رہے گا۔ آپ نے اپنے دستِ مبارک سے ان کو داغ لگایا تو ان کی موت واقع ہوگئی۔ آپ نے فرمایا: یہ موت ناپسندیدہ ہے کیونکہ اس پر یہودیوں کو یہ کہنے کا موقع ملے گا کہ محمد ﷺ اپنے صحابی کی جان نہیں بچا سکے، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ (خدا کی عطا کے بغیر) میں اس کے لیے یا اپنے لیے کسی نفع نقصان کا مالک نہیں۔(2)

حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے بندگانہ رفعتیں عطا فرمائی تھیں جن کی بنیاد تواضع وانکسار پر تھی۔ آپ کے کسی قول یا کسی فعل میں تکبر ونخوت کے آثار تلاش کرنا ممکن نہیں۔ تکبر اور غرور سے بچنے کے معاملے میں حضور ﷺ کی احتیاط کا اندازہ ملاحظہ فرمائیں:

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک شدید گرمی والے دن حضور ﷺ بقیع الغرقد کی طرف تشریف لے جا رہے تھے۔ لوگ آپ کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ جب آپ نے اپنے پیچھے قدموں کی چاپ سنی اور اس کا اثر اپنے جی میں محسوس فرمایا تو آپ بیٹھ گئے اور لوگوں کو آگے کر دیا تاکہ نفس میں کبر کا کوئی شائبہ پیدا ہونے کا امکان باقی نہ رہے۔(3)

حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں حضور ﷺ کی معیت میں تھا کہ ہم ایک کھجوروں کے باغ سے گزرے۔ آپ نے کچھ لوگوں کو دیکھا جو کھجوروں کو پیوند لگا رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: یہ لوگ کیا کر رہے ہیں؟ عرض کیا: یہ نر کھجور کے خوشے لے کر انہیں مادہ کھجور میں لگا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: میرا نہیں خیال کہ ان کو اس سے کوئی فائدہ ہوگا۔ ان لوگوں تک حضور ﷺ کا یہ فرمان پہنچا تو انہوں نے پیوندکاری کا عمل ترک کر دیا جس سے ان کی پیداوار پہلے کی نسبت کم ہوگئی۔ یہ بات حضور ﷺ تک پہنچی تو آپ نے فرمایا: یہ بات میں نے اپنے گمان کے مطابق کہی تھی۔ اگر اس عمل سے تمہیں فائدہ پہنچتا ہے تو اسے جاری رکھو۔ جس طرح تم انسان ہو میں بھی انسان ہوں۔ گمان میں کبھی غلطی ہو جاتی ہے اور کبھی وہ صحیح ثابت ہوتا ہے۔ البتہ جس بات کے متعلق میں یہ کہوں کہ یہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے تو یقیناً میں اللہ تعالیٰ پر جھوٹ نہیں بولوں گا۔(4)

1۔ سنن النسائی، جلد 2، صفحہ 131 2۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 249 3۔ ایضاً، صفحہ 22 4۔ ایضاً، صفحہ 178

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے ایک بوسیدہ کجاوے اور ایک مخملی چادر میں حج کیا جس کی قیمت چار درہم کے برابر تھی یا اس سے بھی کم۔ پھر آپ نے دعا کی: اے اللہ تعالیٰ! اس حج کو ایسا حج بنادے جس میں دکھاوے اور شہرت طلبی کا کوئی شائبہ نہ ہو۔ (1)

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ کی خدمت میں ایک بکری بطور ہدیہ پیش کی گئی۔ آپ ﷺ گھٹنوں کے بل بیٹھے اور اس کو تناول فرمانے لگے۔ ایک اعرابی نے کہا: بیٹھنے کا یہ کون سا انداز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک باوقار بندہ بنایا ہے۔ اس نے مجھے جابر و سرکش نہیں بنایا۔ (2)

حضرت ابومسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے بات کی تو اس کے سینے اور کندھے کا درمیانی گوشت کانپنے لگا۔ آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: حوصلہ کرو، میں کوئی بادشاہ نہیں ہوں۔ میں تو ایک ایسی عورت کا بیٹا ہوں جو سوکھے گوشت کے ٹکڑے کھایا کرتی تھی۔ (3)

حضرت ابوامامہ الباہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ ایک لاٹھی پر ٹیک لگائے ہمارے پاس تشریف لائے۔ جب ہم نے آپ کو دیکھا تو ہم کھڑے ہو گئے۔ آپ نے فرمایا: اہل فارس اپنے اکابر کے ساتھ جو کرتے تھے تم ایسے نہ کیا کرو۔ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ کتنا اچھا ہو اگر آپ ہمارے لیے دعا فرمائیں۔ آپ نے دعا کی: اے اللہ تعالیٰ! ہماری مغفرت فرما، ہم پر رحم فرما، ہم سے راضی ہو جا، ہماری نیکیوں کو قبول فرما، ہمیں جنت میں داخل فرما، ہمیں (دوزخ کی) آگ سے نجات عطا فرما اور ہمارے معاملات کی اصلاح فرما۔ راوی کہتے ہیں: گویا ہماری خواہش یہ تھی کہ آپ ہمارے لیے مزید دعا فرمائیں۔ حضور ﷺ نے (ہماری خواہش کو بھانپ کر) فرمایا: کیا میں نے تمہارے لیے ایسی دعا نہیں کر دی جس میں ساری دعائیں جمع ہو گئی ہیں۔ (4)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: مدینے کی کوئی لونڈی حضور ﷺ کے دست اقدس کو پکڑ لیتی تو آپ اپنا دست مبارک اس کے ہاتھ سے نہ چھڑاتے تھے کہ وہ اپنے کام کی خاطر مدینہ میں جہاں چاہتی آپ کو لے جاتی۔ (5)

حضور ﷺ کی بندگانہ رفعتوں کی جھلک آپ کے ہر عمل میں نظر آتی ہے۔ آپ ﷺ کی عظمت یہ ہے کہ آپ کے ہر فعل اور ہر قول میں بندگی کا پہلو عیاں ہے۔ آپ نے دنیوی عظماء کی برعکس خورد و نوش

1۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 207 2۔ ایضاً، صفحہ 235 3۔ ایضاً، صفحہ 238
4۔ ایضاً، صفحہ 272 5۔ ایضاً، صفحہ 308

کے متعلق زندگی بھر جس انداز کو اپنائے رکھا وہ آپ کے ایک صحابی کے بقول درج ذیل ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے کبھی کھانے میں عیب نہیں نکالا۔ اگر چاہا تو تناول فرمالیا ورنہ چھوڑ دیا۔(1)

دنیادار ان لوگوں کو عظیم سمجھتے ہیں جن کے ہاں خدام کی کثرت ہو اور وہ اپنے ذاتی کام بھی خود کرنے میں عار محسوس کرتے ہوں لیکن ان کے برعکس حضور ﷺ کی بندگانہ شان یہ تھی:

بخاری شریف میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ایک طویل حدیث مروی ہے جس میں حضور ﷺ کے سفر ہجرت کا بیان ہے۔ اس حدیث کے آخر میں یہ الفاظ ہیں: ...... پھر حضور ﷺ اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے اور لوگ آپ کے ساتھ ساتھ چلنے لگے حتی کہ آپ کی اونٹنی مدینہ میں اس جگہ آکر بیٹھ گئی جہاں اب مسجد نبوی ہے۔ وہاں اس وقت کچھ مسلمان نماز پڑھا کرتے تھے۔ یہ جگہ دو یتیم لڑکوں سہیل اور سہل جو حضرت سعد بن زرارہ کے زیر کفالت تھے، کی کھجوریں خشک کرنے کا میدان تھی۔ جب اونٹنی بیٹھی تو حضور ﷺ نے فرمایا: انشاء اللہ، یہی جگہ ہماری منزل ہے۔ پھر حضور ﷺ نے ان لڑکوں کو بلایا اور ان سے کھجوریں خشک کرنے کی اس جگہ کا سودا کیا تا کہ اس جگہ مسجد تعمیر فرمائیں۔ ان دونوں لڑکوں نے عرض کیا، یارسول اللہ! ﷺ ہم یہ جگہ بیچنے کے بجائے آپ کو ہبہ کرتے ہیں۔ حضور ﷺ نے ان سے وہ جگہ بطور ہبہ لینے سے انکار کر دیا اور اس جگہ کو خرید لیا۔ پھر آپ نے اس جگہ مسجد بنائی۔ حضور ﷺ صحابہ کرام کے ساتھ تعمیر مسجد کے دوران اینٹیں اٹھا اٹھا کر لاتے تھے اور اینٹیں اٹھاتے ہوئے آپ یہ فرما رہے تھے: اے ہمارے رب! یہ بوجھ نہ کہ خیبر سے لایا جانے والا (کھجوروں اور دیگر اجناس کا) بوجھ ہی زیادہ باعث ثواب اور پاک صاف ہے۔ آپ یہ بھی فرمارہے تھے۔ اے اللہ تعالیٰ! اجر تو آخرت کا اجر ہی ہے۔ اے اللہ تعالیٰ! تو مہاجرین وانصار پر رحم فرما...... الحدیث۔(2)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ ہمارے پاس ہماری اس مسجد میں تشریف لائے۔ آپ کے ہاتھ میں ابن طاب کھجور کی ایک ٹہنی تھی۔ آپ نے دیکھا تو آپ کو مسجد کے قبلہ کی طرف رینٹ نظر آئی۔ آپ اس کی طرف تشریف لے گئے اور اس شاخ کے ساتھ اس کو کھرچ دیا۔ پھر فرمایا، تم میں سے کون چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے اعراض فرمائے۔ پھر آپ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص جب نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ (کا جلال و جمال) اس کے سامنے ہوتا ہے۔ لہٰذا اسے چاہیے کہ وہ نہ تو سامنے کی طرف تھوکے اور نہ ہی داہنی طرف بلکہ بائیں طرف اپنے بائیں پاؤں کے نیچے تھوکے۔ اور اگر انتہائی جلدی ہو تو اپنے کپڑے کے ساتھ یوں کر دے۔ حضور ﷺ

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 503 2۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 555

نے یہ فرماتے ہوئے اپنا کپڑا اپنے دہن مبارک پر رکھا اور پھر اسے مل دیا۔ پھر آپ نے فرمایا: مجھے عبیر (خوشبو) لادو۔ محلے کا ایک نوجوان بھاگتا ہوا گیا اور اپنی ہتھیلی پر خلوق (خوشبو) لے آیا۔ حضور ﷺ نے وہ خلوق لے کر کھجور کی ٹہنی کے سرے پر رکھی اور اسے رینٹ کے نشان پر مل دیا۔ الحدیث (1)

خوف خدا اور رحمت خداوندی کی امید

ایک سچا بندہ ہونے کی علامت یہ ہے کہ دل ہر وقت خوف خدا سے معمور بھی ہو اور رحمت خداوندی کا امیدوار بھی۔ حضور ﷺ راہ بندگی کے مسافروں کے سرخیل ہیں اور خوف و رجا کی ان دونوں کیفیتوں میں بھی کوئی آپ کا ثانی نہیں۔ احادیث طیبہ سے حضور ﷺ کے خوف خدا اور رحمت خدا کی امید کی چند مثالیں پیش خدمت ہیں:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: جس دن تیز ہوا ہوتی یا بادل ہوتے تو اس کے اثرات حضور ﷺ کے چہرۂ انور پر نظر آتے۔ آپ کبھی آگے جاتے اور کبھی پیچھے۔ اگر بارش برستی تو آپ خوش ہو جاتے اور آپ کی مذکورہ کیفیت ختم ہو جاتی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے آپ ﷺ سے اس کا سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا، مجھے یہ خوف لاحق ہوا کہ کہیں یہ عذاب نہ ہو جسے میری امت پر مسلط کیا گیا ہو۔ اور جب آپ بارش دیکھتے تو فرماتے: یہ رحمت ہے۔ (2)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ہم حضور ﷺ کی معیت میں مقام حجر (3) سے گزرے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جن لوگوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا ان کی قیام گاہوں میں داخل نہ ہونا مگر روتے ہوئے، اس خوف سے کہ جو عذاب ان پر آیا تھا وہ تمہیں بھی نہ آ لے۔ پھر آپ نے اپنی سواری کو ڈانٹا اور تیزی سے چلے حتی کہ حجر کا علاقہ پیچھے رہ گیا۔ (4)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: میں نعمتوں پر خوشی کیسے مناؤں جب کہ بگل بجانے والے نے بگل کو اپنے منہ میں لے رکھا ہے۔ اس نے پیشانی جھکا رکھی ہے، اور کانوں کو سننے کے لیے متوجہ کر رکھا ہے۔ وہ انتظار کر رہا ہے کہ اسے صور پھونکنے کا حکم ملے تو وہ صور پھونک دے۔ مسلمانوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ (وہ وقت آ جائے) تو ہم کیا کہیں؟ فرمایا: کہو: حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ تَوَكَّلْنَا عَلَى اللّٰهِ (5)۔ الحدیث (6)

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں، حضور ﷺ کے زمانے میں

1۔ سنن ابی داؤد، جلد 1، صفحہ 76　2۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 294　3۔ قوم ثمود کا علاقہ

4۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 411　5۔ ہمیں اللہ تعالیٰ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے ہم اللہ تعالیٰ پر بھروسا کرتے ہیں۔

6۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 156

سورج کو گرہن لگا۔ حضور ﷺ نماز کے لیے کھڑے ہوئے۔ اتنا طویل قیام فرمایا کہ محسوس ہوتا تھا کہ آپ رکوع نہیں کریں گے۔ پھر آپ نے رکوع کیا۔ اتنا طویل رکوع کیا کہ سر اٹھاتے نظر نہ آتے تھے۔ پھر آپ نے رکوع سے سر اٹھایا اور اتنا طویل عرصہ اٹھائے رکھا کہ لگتا تھا کہ سجدہ نہیں کریں گے۔ پھر سجدہ کیا اور اتنا طویل سجدہ کیا کہ لگتا تھا کہ سجدے سے سر نہیں اٹھائیں گے۔ پھر سجدے سے سر اٹھایا اور اتنی دیر جلسے میں رہے کہ لگتا تھا کہ دوسرا سجدہ نہیں کریں گے۔ پھر سجدہ کیا اور اتنا طویل سجدہ کیا کہ لگتا تھا کہ سر نہیں اٹھائیں گے۔ پھر آپ نے سجدے سے سر اٹھایا اور دوسری رکعت میں بھی ایسا ہی کیا۔ پھر آپ نے نماز کے آخر میں پھونک ماری اور اف اف کے الفاظ آپ کی زبان سے نکلے۔ پھر آپ نے عرض کیا: اے میرے رب! کیا تو نے مجھ سے وعدہ نہیں فرما رکھا کہ تو ان کو عذاب نہیں دے گا جب کہ میں ان کے درمیان موجود ہوں۔ کیا تو نے مجھ سے یہ وعدہ نہیں فرما رکھا کہ تو ان کو عذاب نہیں دے گا جب کہ وہ اپنے گناہوں کی معافی مانگ رہے ہوں۔ (راوی کہتے ہیں:) حضور ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو سورج صاف ہو چکا تھا۔ (1)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: میں نے کبھی حضور ﷺ کو بھرپور طریقے سے ہنستے ہوئے نہیں دیکھا، اتنا کہ آپ کے دہن مبارک کا بالائی حصہ نظر آتا۔ آپ محض تبسم فرماتے تھے اور آپ جب بادل یا تیز ہوا دیکھتے تو اس کے آثار آپ کے چہرۂ انور پر نظر آجاتے۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ لوگ جب بادل دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں، اس امید پر کہ اس میں بارش ہوگی اور میں دیکھتی ہوں کہ آپ جب بادل دیکھتے ہیں تو آپ کے رخِ انور پر کراہت کے آثار نظر آتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اے عائشہ! کون سی چیز مجھے اس بات سے امن کی ضمانت دے سکتی ہے کہ اس میں عذاب ہو۔ پہلے ایک قوم کو آندھی کا عذاب آچکا ہے۔ ایک اور قوم کو عذاب آتا نظر آیا تو وہ کہنے لگے: یہ بادل ہے جو ہم پر بارش برسانے والا ہے۔ (2)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے ایک طویل حدیث مروی ہے جس میں یہ الفاظ بھی ہیں:

حضور ﷺ جب قیامت کا ذکر فرماتے تو آپ کے رخساروں کا بالائی حصہ سرخ ہو جاتا، آواز بلند ہو جاتی اور غضب کی کیفیت شدید ہو جاتی گویا آپ کسی لشکر کی آمد سے ڈرا رہے ہوں کہ وہ صبح کو تم پر حملہ کرنے والا ہے یا شام کو۔ الحدیث (3)

خوفِ خداوندی کی یہ وہ کیفیات تھیں جن کی بنا پر حضور ﷺ کثرت سے استغفار کیا کرتے تھے اور مختلف فتنوں اور عذاب کی شکلوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگا کرتے تھے اور اپنے امتیوں کو ان

1۔ سنن ابی داؤد، جلد 1، صفحہ 176 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 348 3۔ سنن النسائی، جلد 1، صفحہ 234

چیزوں سے خدا کی پناہ مانگنے کی تاکید کیا کرتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا: خدا کی قسم! میں ایک دن میں ستر سے زیادہ مرتبہ اللہ تعالیٰ سے مغفرت کا سوال کرتا ہوں اور اس کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔(1)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے یہ روایت بھی بیان کی ہے کہ میں ایک دن میں اللہ تعالیٰ سے سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔(2)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ہم شمار کرتے تھے کہ حضور ﷺ ایک مجلس میں سو مرتبہ یہ دعا مانگتے تھے: اے میرے پروردگار! میری مغفرت فرما اور میری توبہ قبول کر، بے شک تو توبہ قبول کرنے والا اور رحمت فرمانے والا ہے۔(3)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ان الفاظ سے دعا مانگا کرتے تھے: اے اللہ! میری خطائیں معاف فرما، میری لاعلمی پر مغفرت فرما، اپنے معاملے میں میرے حد سے تجاوز کرنے کو معاف فرما، اور ان چیزوں کو بھی معاف فرما جن کو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے۔ اے اللہ! جو کام میں نے سنجیدگی سے کیے ان کی بھی مغفرت فرما اور جو غیر سنجیدگی سے کیے ان کو بھی معاف فرما۔ جو کام جان بوجھ کر کیے ان کو بھی معاف فرما اور جو بھولے سے ہو گئے ان کو بھی معاف فرما۔ اور میرے ہاں اس قسم کی ساری چیزیں موجود ہیں۔ اے اللہ! تعالیٰ جو کام میں نے پہلے کیے ان سے بھی درگزر فرما اور جو بعد میں کیے ان سے بھی درگزر فرما۔ جو چھپ کر کیے ان کو بھی معاف فرما اور جو اعلانیہ کیے ان کو بھی معاف فرما۔ اور ان کو بھی معاف فرما جن کو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے۔ تو ہی مقدم ہے، تو ہی مؤخر ہے اور تو ہی ہر چیز پر قادر ہے۔(4)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضور ﷺ نماز میں ان الفاظ سے دعا کرتے تھے: اے اللہ تعالیٰ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں عذاب قبر سے اور تیری پناہ مانگتا ہوں مسیح دجال کے فتنے سے اور تیری پناہ مانگتا ہوں زندگی اور موت کے فتنے سے۔ اے اللہ تعالیٰ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں گناہوں سے اور قرض سے...... الحدیث۔(5)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: تم میں سے جب کوئی تشہد پڑھے تو چار چیزوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے۔ یوں کہے: اے اللہ تعالیٰ! میں

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 933　2۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 158　3۔ سنن ابی داؤد، جلد 1، صفحہ 219
4۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 349　5۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 217

تیری پناہ مانگتا ہوں دوزخ کے عذاب سے، قبر کے عذاب سے، زندگی اور موت کے فتنے سے اور مسیح دجال کے فتنے کے شر سے۔(1)

خدا کے شکر گزار بندے

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر نعمتوں کی بارشیں برساتا ہے۔ بندے کا فرض یہ ہے کہ وہ اپنے رحیم و کریم رب کی ان گنت نعمتوں پر اس کا شکر کرتا رہے۔

حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے جن نعمتوں سے نوازا ہے ان کا بھی شمار نہیں اور حضور ﷺ نے اپنے خالق و مالک کی بے پایاں نعمتوں پر اس کا جس انداز میں شکر ادا کیا ہے وہ بھی آپ ہی کی شان ہے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے نماز ادا کی (اور اتنا طویل قیام فرمایا) کہ آپ کے پاؤں مبارک سوج گئے۔ آپ کی خدمت میں عرض کیا گیا: آپ نماز میں اتنا تکلف کرتے ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اگلے پچھلے تمام الزامات سے بری ہونے کی نوید سنا رکھی ہے۔ آپ نے فرمایا: کیا میں (اپنے رب کا) شکر گزار بندہ نہ بنوں؟(2)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے مجھے ارشاد فرمایا: مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ۔ میں نے عرض کیا: میں آپ کو قرآن پڑھ کر سناؤں جب کہ یہ آپ پر ہی نازل ہوا ہے؟ آپ نے فرمایا: میں کسی دوسرے کی زبان سے قرآن حکیم سننا پسند کرتا ہوں۔ میں نے آپ کو سورۃ النساء پڑھ کر سنائی۔ جب میں اس آیت پر پہنچا: فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هٰٓؤُلَآءِ شَهِيدًا (النساء) تو آپ نے فرمایا: رک جاؤ، دیکھا تو آپ کی آنکھیں اشکبار تھیں(3) (یہ آنسو رحمت خداوندی پر شکر گزاری کے تھے)

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ کے پاس جب کوئی خوش کن خبر آتی تو آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے شکر کے طور پر سجدے میں گر جاتے۔(4)

تسلیم و رضا

خدا کی مرضی کے سامنے سر تسلیم خم کر دینا بندگی کی معراج ہے۔ بندگی کی اس شان میں بھی کوئی حبیب خدا علیہ التحیۃ والثناء کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ کی اونٹنی تھی جس کا نام عضباء تھا۔ وہ مقابلے میں کبھی ہارتی نہ تھی۔ ایک دفعہ ایک اعرابی اپنے نوجوان اونٹ پر سوار ہو کر آیا۔

1۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 217 2۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 377

3۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 659 4۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 100

اس کا اونٹ دوڑ میں عضباء سے جیت گیا۔ مسلمانوں کو یہ بات ناگوار گزری اور وہ (بڑے دکھ سے) کہنے لگے: عضباء ہار گئی ہے۔ (اس پر) حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی سنت یہ ہے کہ دنیا کی جو چیز بھی (از خود) بلند ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اس کو پست کر دیتا ہے۔ (1)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ کی کسی بیٹی کا لخت جگر حالت نزع میں تھا۔ انہوں نے حضور ﷺ کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ ان کے ہاں تشریف لے آئیں۔ آپ نے جواب میں ان کے پاس یہ پیغام بھیجا: بے شک سب کچھ اللہ تعالیٰ کا ہے، جو لے لے وہ بھی اور جو عطا فرمائے وہ بھی۔ اور ہر ایک کو، ایک مقررہ وقت تک زندہ رہنا ہے۔ اس لیے انہیں چاہیے کہ (بیٹے کی موت پر) صبر کریں اور اس صدمے پر اللہ تعالیٰ سے اجر کی امید رکھیں۔ انہوں نے دوبارہ پیغام بھیجا اور قسم دے کر حضور ﷺ سے تشریف لانے کی درخواست کی: حضور ﷺ کھڑے ہوئے۔ میں، معاذ بن جبل، ابی بن کعب اور عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہم بھی آپ کے ساتھ ہو لیے۔ جب ہم اندر داخل ہوئے تو انہوں نے بچہ حضور ﷺ کے حوالے کیا۔ اس وقت ان کی سانس ان کے سینے میں مضطرب تھی۔ میرا خیال ہے کہ راوی نے یہ الفاظ بھی کہے: گویا وہ ایک چھوٹی مشک ہو۔ اس پر حضور ﷺ نے گریہ فرمایا۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ عرض کرنے لگے: یا رسول اللہ! ﷺ کیا آپ رو رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اپنے ان بندوں پر رحم فرماتا ہے جو رحم دل ہوں۔ (2)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا: آج رات میرے ایک بچے کی پیدائش ہوئی ہے اور اس کا نام میں نے اپنے جدامجد ابراہیم علیہ السلام کے نام پر رکھا ہے۔ پھر حضور ﷺ نے اس صاحبزادے کو ام سیف کے حوالے کیا جو ابو سیف نامی ایک آہن گر کی بیوی تھی۔ حضور ﷺ اس کے ہاں جانے کے لیے روانہ ہوئے۔ میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے چل دیا۔ ہم ابو سیف کے پاس پہنچے۔ وہ اپنی بھٹی میں (دھونکنی سے) پھونک مار رہا تھا اور اس نے گھر کو دھوئیں سے بھر رکھا تھا۔ میں حضور ﷺ کے آگے آگے تیزی سے چلتا ہوا گیا اور کہا: اے ابو سیف! رک جاؤ، حضور ﷺ تشریف لے آئے ہیں۔ وہ رک گیا۔ حضور ﷺ نے بچے کو طلب فرمایا۔ اسے سینے سے لگایا اور جو خدا کو منظور تھا وہ پڑھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے دیکھا کہ وہ (بچہ) حضور ﷺ کے ہاتھوں میں، اپنی جاں جان آفرین کے سپرد کر رہا تھا۔ (اس پر) حضور ﷺ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: آنکھیں اشک بہاتی ہیں۔ دل مبتلائے غم ہے۔ لیکن ہم زبان سے وہی کچھ کہتے ہیں جس سے ہمارا رب راضی ہوتا ہے۔ اے ابراہیم! خدا کی قسم ہمیں

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 962　　2۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 1110

(تمہارے انتقال پر) بڑا صدمہ ہے۔(1)

توکل

بندۂ کامل کی نشانیوں میں ایک نشانی یہ ہے کہ اس عالم اسباب میں رہتے ہوئے بھی اس کی نظر اسباب پر نہیں بلکہ مسبب الاسباب پر ہوتی ہے۔ حالات کتنے ہی سنگین ہوں اسے کوئی پریشانی نہیں ہوتی کیونکہ اس کا بھروسا اپنے عظیم وقدیر رب پر ہوتا ہے جس کی اجازت کے بغیر کوئی پتہ بھی حرکت نہیں کرسکتا۔ حضور ﷺ کی شان توکل بھی اپنی مثال آپ ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ فرمائیے:

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ طاعون عذاب ہے جس کو ان لوگوں پر مسلط کیا گیا تھا جو تم سے پہلے تھے۔ یا فرمایا: بنو اسرائیل پر مسلط کیا گیا تھا۔ اگر طاعون کسی قصبے میں ہو تو اس بیماری سے ڈر کر اس قصبے سے نہ نکلو۔ اور اگر یہ کسی دوسرے قصبے میں ہو تو تم اس میں داخل نہ ہو۔(2)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ہم حضور ﷺ کے ساتھ نجد کی جانب ایک غزوے میں شریک ہوئے۔ ہم نے حضور ﷺ کو ایک ایسی وادی میں پایا جس میں کانٹے دار درختوں کی بہتات تھی۔ حضور ﷺ نے ایک درخت کے نیچے قیام فرمایا اور آپ نے اپنی تلوار اس درخت کی ایک ٹہنی کے ساتھ لٹکا دی۔ راوی کہتے ہیں: لوگ درختوں کے سائے کی تلاش میں وادی میں پھیل گئے۔ (بعد میں) حضور ﷺ نے بتایا: ایک شخص میرے پاس آیا، اس حال میں کہ میں سو رہا تھا۔ اس نے تلوار پکڑی، میں بیدار ہو گیا۔ وہ میرے سر پر کھڑا تھا۔ میں نے غور سے دیکھا تو بے نیام تلوار اس کے ہاتھ میں تھی۔ وہ مجھ سے کہنے لگا: تمہیں میرے ہاتھ سے کون بچائے گا؟ آپ فرماتے ہیں؟ میں نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ۔ آپ نے فرمایا: اس نے تلوار نیام میں ڈال لی اور دیکھو وہ یہاں بیٹھا ہے۔ پھر حضور ﷺ نے اس کو کچھ بھی نہیں کہا۔(3)

عبادات کا شوق

حضور ﷺ کی زندگی کی ہر حرکت بندگی کے رنگ میں رنگی ہوئی تھی۔ وہ اعمال جن کو پروردگار عالم نے بندوں کے ذمہ فرض کیا ہے، ان کے ساتھ حضور ﷺ کو عشق تھا۔ آپ کو اپنی بندگی کے اظہار میں ہی سکون ملتا تھا اور بندگی ہی سے آپ کی آنکھوں کو ٹھنڈک میسر آتی تھی۔ نماز، جو شب معراج آپ کو اپنی امت کے لیے بطور انعام ملی تھی، اس کے ساتھ آپ کی وابستگی کا عالم یہ تھا:

حضرت سالم بن ابی الجعد سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک شخص نے، جو راوی کے گمان کے

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 254 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 228 3۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 247

مطابق بنوخزاعہ سے تھا، کہا: کاش میں نماز میں مشغول ہوتا اور اس سے مجھے راحت ملتی۔ لوگوں نے گویا اس کے قول کو معیوب سمجھا تو اس نے کہا: میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: اے بلال! نماز کے لیے اقامت کہو اور اس طرح ہمیں راحت پہنچاؤ۔ (1)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ہم رات (کے کسی حصہ) میں حضور ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھنا چاہتے تو نماز پڑھتے دیکھ سکتے تھے اور اگر آپ کو ہم (رات کے کسی حصہ میں) سوتے دیکھنا چاہتے تو سوتے بھی دیکھ سکتے تھے۔ (2)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: متاعِ دنیا میں سے عورتوں اور خوشبو کو میرے لیے محبوب بنایا گیا ہے۔ اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے۔ (3)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: خیبر سے واپسی پر حضور ﷺ نے رات بھر سفر جاری رکھا۔ جب نیند محسوس ہوئی تو آپ نے پڑاؤ کیا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے بلال! ہمارے لیے رات پر نظر رکھنا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے جتنے مقدر میں تھے، نوافل پڑھے اور حضور ﷺ اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سو گئے۔ جب فجر کا وقت قریب ہوا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اپنی سواری کے ساتھ ٹیک لگائی۔ ان کا رخ اس طرف تھا جس طرف سے فجر کے آثار ظاہر ہونے کا امکان تھا۔ وہ اسی طرح سواری کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھے کہ نیند نے غلبہ کیا اور وہ سو گئے۔ نہ حضور ﷺ کی آنکھ کھلی، نہ بلال کی اور نہ کسی اور کی، حتی کہ ان کو سورج کی تپش محسوس ہوئی۔ حضور ﷺ سب سے پہلے بیدار ہوئے۔ حضور ﷺ اس صورتِ حال پر خوفزدہ ہوگئے اور فرمایا: اے بلال! حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ جس چیز (نیند) نے آپ پر غلبہ پایا تھا وہی مجھ پر بھی غالب آگئی تھی۔ آپ نے فرمایا: اپنی سواریوں کو چلاؤ۔ لوگوں نے تھوڑی دور تک اپنی سواریوں کو چلایا۔ پھر حضور ﷺ نے وضو کیا اور بلال کو اقامت کہنے کا حکم دیا۔ انہوں نے اقامت کہی اور حضور ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو فجر کی نماز پڑھائی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: تم میں سے جو نماز کو بھول جائے، وہ اسے پڑھ لے جب اسے یاد آئے کیونکہ ارشادِ خداوندی ہے: اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکۡرِیۡ (طٰہٰ: 14) یعنی جب میری یاد آئے تو نماز پڑھ لیا کرو۔ راوی یونس کہتے ہیں: ابن شہاب اس آیت کو یوں پڑھتے تھے: اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِلذِّکۡرٰی یعنی جب یاد آئے تو نماز پڑھ لیا کرو۔ (4)

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 238
2۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 152
3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 271
4۔ سنن ابی داؤد، جلد 2، صفحہ 333

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ قیام فرماتے تھے، (یا فرمایا) نماز پڑھتے تھے حتی کہ آپ کے قدم مبارک یا پنڈلیاں سوج جایا کرتی تھیں۔ آپ کی خدمت میں اس صورت میں حال کے متعلق کچھ عرض کیا جاتا تو آپ ﷺ فرماتے: کیا میں (اللہ تعالیٰ کا) شکر گزار بندہ نہ بنوں۔(1)

حضور ﷺ کی حیات طیبہ کے تمام ایام اللہ تعالیٰ کی بندگی میں گزرتے تھے لیکن کچھ مبارک ساعتیں ایسی بھی آجاتی تھیں جب آپ کا شوق بندگی اپنی انتہا کو پہنچ جاتا تھا اور ان ساعتوں میں آپ اپنی معمول کی عبادات میں کئی گنا اضافہ کر دیا کرتے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: جب (رمضان کا) آخری عشرہ شروع ہوتا تھا تو حضور ﷺ (عبادت کے لیے) کمر کس لیتے تھے۔ آپ رات بھر جاگتے تھے اور اہل خانہ کو بھی جگاتے تھے۔(2)

حضور ﷺ کی نظر میں نماز کی جو اہمیت تھی اس کا اندازہ لگانے کے لیے اس حدیث طیبہ کا غور سے مطالعہ فرمایئے:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: حضور ﷺ کے مرض میں اضافہ ہو گیا تو آپ نے فرمایا: کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟ ہم نے عرض کیا: نہیں یا رسول اللہ! ﷺ وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: میرے لیے ایک لگن میں پانی رکھو۔ ہم نے حکم کی تعمیل کی۔ آپ نے غسل فرمایا۔ پھر اٹھنے لگے تو آپ پر غشی طاری ہو گئی۔ پھر آپ کو افاقہ محسوس ہوا تو فرمایا: کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ نہیں وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: میرے لیے لگن میں پانی رکھو۔ ہم نے حکم کی تعمیل کی۔ آپ نے غسل فرمایا۔ پھر اٹھنے لگے تو آپ پر غشی طاری ہو گئی۔ پھر آپ کو افاقہ محسوس ہوا تو فرمایا: کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟ ہم نے عرض کیا: نہیں، یا رسول اللہ! ﷺ وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: میرے لیے لگن میں پانی رکھو۔ ہم نے پانی رکھا، آپ نے غسل کیا۔ پھر اٹھنے لگے تو آپ پر غشی طاری ہو گئی۔ پھر افاقہ محسوس ہوا تو فرمایا: کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟ ہم نے عرض کیا: نہیں، یا رسول اللہ! ﷺ وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: (اس دوران) لوگ مسجد میں بیٹھے تھے اور عشاء کی نماز کے لیے حضور ﷺ کا انتظار کر رہے تھے۔ حضور ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ

1۔ سنن النسائی، جلد 1، صفحہ 242 2۔ سنن النسائی، جلد 2، صفحہ 93

عنہ کی طرف پیغام بھیجا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ قاصد ان کے پاس آیا اور کہا: حضور ﷺ آپ کو حکم دیتے ہیں کہ آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ اس پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، جو ایک نرم دل آدمی تھے، فرمایا: اے عمر! رضی اللہ عنہ، آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ اس (امامت) کے زیادہ حق دار ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ان ایام میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ لوگوں کو نماز پڑھاتے رہے۔ پھر حضور ﷺ نے قدرے افاقہ محسوس فرمایا تو دو آدمیوں کے سہارے، جن میں ایک عباس رضی اللہ عنہ تھے، ظہر کی نماز کے لیے باہر تشریف لے گئے۔ اس وقت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے۔ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کو دیکھا تو آپ پیچھے ہٹنے لگے۔ حضور ﷺ نے اشارے سے ان کو حکم دیا کہ پیچھے نہ ہٹیں۔ آپ نے ان دونوں اشخاص کو حکم دیا: مجھے ابو بکر کے پہلو میں بٹھا دو۔ انہوں نے آپ کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پہلو میں بٹھا دیا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر حضور ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھ رہے تھے۔ لوگ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اقتدا کر رہے تھے۔ اور حضور ﷺ بیٹھے ہوئے تھے۔ الحدیث۔ (1)

دوران نماز حضور ﷺ کی کیفیات بھی آپ کی شان بندگی کی جھلک دکھاتی ہیں، ملاحظہ فرمائیے:

حضرت مطرف اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نماز پڑھ رہے تھے اور آپ کے سینے سے ایسی آواز آ رہی تھی جیسے ہنڈیا کے ابلنے کی آواز آتی ہے۔ یعنی آپ رو رہے تھے۔ (2)

حضور ﷺ کا ذاتی سکون و قرار تو نماز میں تھا ہی، آپ دوسرے انسانوں کو بھی حالت نماز میں دیکھ کر سکون و قرار محسوس فرماتے تھے۔ ایسا کیوں نہ ہوتا کہ خدا کے بندوں کو خدا کے سامنے جھکانے کا فریضہ ہی آپ کے سپرد ہوا تھا اور جتنے زیادہ لوگ خدا کے حضور جھکتے تھے حضور ﷺ کو اسی قدر خوشی ہوتی تھی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: مسلمان فجر کی نماز پڑھ رہے تھے کہ اچانک حضور ﷺ نے حجرۂ عائشہ کا پردہ اٹھایا۔ آپ نے مسلمانوں کو دیکھا۔ وہ (نماز کے لیے) صفوں میں کھڑے تھے۔ حضور ﷺ نے یہ صورت حال دیکھ کر تبسم فرمایا...... الحدیث۔ (3)

حضور ﷺ جس طرح بکثرت خداوند کریم کے حضور رکوع و سجود سے اپنی بندگی کا اظہار کیا کرتے

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 78-177　2۔ سنن النسائی، جلد 1، صفحہ 179　3۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 104

تھے، دیگر عبادات میں بھی آپ کا معمول یہی تھا۔ روزہ اسلامی عبادات میں ایک خاص مقام رکھتا ہے۔ اس کے متعلق حضور ﷺ کا معمول یہ تھا:

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ آپ (کبھی) روزہ رکھنا شروع کرتے ہیں تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ آپ روزوں کا سلسلہ ختم نہیں کریں گے۔ اور (کبھی) آپ افطار کرتے ہیں تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ آپ دوبارہ روزے شروع نہیں کریں گے، سوائے دو دنوں کے، کہ اگر وہ آپ کے معمول کے روزوں کے درمیان آ جائیں تو ٹھیک ورنہ آپ ان ایام میں ضرور روزہ رکھتے ہیں۔ فرمایا: وہ دن کون سے ہیں؟ میں نے عرض کیا: پیر کا دن اور جمعرات کا دن۔ فرمایا: یہ دونوں دن ایسے ہیں جن میں اعمال بارگاہ خداوندی میں پیش کیے جاتے ہیں۔ اور میں چاہتا ہوں کہ میرے اعمال جب بارگاہ خداوندی میں پیش ہوں تو اس وقت میں روزے کی حالت میں ہوں۔ (1)

خدا کے راستے میں مال خرچ کرنا بھی اسلام کی پسندیدہ ترین عبادات میں سے ہے۔ اس عبادت میں حضور ﷺ کی شان ہی نرالی تھی۔ آپ ﷺ نے اموال دنیا میں سے کسی چیز کو کبھی اپنے کاشانۂ انور میں جگہ نہیں دی۔ جو آیا راہ خدا میں خرچ کر دیا۔ ایک حدیث پاک ملاحظہ فرمائیے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں، بنو نضیر سے حاصل ہونے والے اموال ایسے تھے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو بطور غنیمت عطا فرمائے تھے اور مسلمانوں نے ان کے لیے جنگ نہیں لڑی تھی۔ یہ اموال خاص حضور ﷺ کی ملکیت تھے۔ آپ ان اموال سے اپنے اہل خانہ کے سال بھر کے اخراجات لیتے تھے اور جو بچ جاتا تھا اسے راہ خدا میں ہتھیاروں اور زمین کی خریداری کے لیے خرچ کر دیتے تھے۔ (2)

حضور ﷺ کی عبادات کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ آپ کسی عبادت کو کبھی کبھی کرنے پر اکتفا نہیں فرماتے تھے بلکہ عبادات پر مداومت فرماتے تھے اور جو عمل خیر شروع فرماتے، اس کا سلسلہ منقطع نہیں ہونے دیتے تھے۔

حضرت مسروق سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: حضور ﷺ کو کون سا عمل محبوب تھا؟ فرمایا: ایسا عمل جس پر مداومت کی جائے۔ عرض کیا: حضور ﷺ کب بیدار ہوتے تھے؟ فرمایا: جب مرغ سحر کی آواز سنتے تھے۔ (3)

حضور ﷺ کی زندگی کے شب و روز عبادت میں گزرتے تھے، اس کے باوجود مزید عبادات اور

1۔ سنن النسائی، جلد 1، صفحہ 322 2۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 725 3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 957

نیکیوں کی تمنا، ہمہ وقت، آپ کے دل میں انگڑائیاں لیتی رہتی تھی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ آپ کی صبح کیسے گزری ہے؟ فرمایا: خیر و عافیت سے، (یہ بات ایک ایسا انسان کہہ رہا ہے) جس کی صبح نہ روزے کی حالت میں گزری اور نہ اس نے کسی بیمار کی عیادت کی۔(1)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا: اگر لوگ میرے (غزوہ پر جانے کے) بعد مدینہ میں پیچھے رہ جانے کو ناپسند نہ کرتے اور یہ مسئلہ درپیش نہ ہوتا کہ میرے پاس ان کو سواری مہیا کرنے کے لیے کچھ نہیں، تو میں کسی غزوے سے پیچھے نہ رہتا۔ اور میں اس بات سے محبت رکھتا ہوں کہ راہ خدا میں قتل کیا جاؤں۔ پھر مجھے زندہ کیا جائے، پھر قتل کیا جاؤں، پھر مجھے زندہ کیا جائے، پھر قتل کیا جاؤں۔ پھر مجھے زندہ کیا جائے اور پھر قتل کیا جاؤں۔(2)

بندگی کا تقاضا یہ ہے کہ بندہ ہمہ وقت اپنے خالق و مالک کی بندگی میں مصروف رہے لیکن اس کے باوجود، اپنی نجات کے لیے، اس کی نظر اپنے اعمال حسنہ اور اپنی نیکیوں پر نہیں بلکہ رحمت خداوندی پر ہو۔ حضور ﷺ نے اس میدان میں بھی راہ وفا کے مسافروں کے لیے ایک عمدہ نمونہ چھوڑا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: کوئی شخص ایسا نہیں ہے جس کو اس کے اعمال جنت میں داخل کر سکیں۔ عرض کیا گیا: یارسول اللہ! ﷺ کیا آپ بھی نہیں؟ فرمایا: میں بھی اپنے اعمال سے جنت میں داخل نہیں ہو سکتا، سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی رحمت (کی چادر) سے ڈھانپ لے۔(3)

دعا کا شوق

بندہ اپنے آپ کو عاجز و بے بس مخلوق سمجھتا ہے اور اپنے خالق و مالک کو علی کل شیء قدیر مانتا ہے۔ مصیبت کا وقت آجائے تو بھی اس کے ہاتھ بارگاہ خداوندی میں دعا کے لیے اٹھ جاتے ہیں اور دل میں کوئی آرزو انگڑائی لے تو اس وقت بھی وہ دعا کا سہارا لیتا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے رب کو راضی کرنے کے لیے، حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی کنارے لگوانے کے لیے، حضرت ایوب علیہ السلام نے مصائب و آلام سے نجات کے لیے اور حضرت یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ سے زندہ باہر آنے کے لیے دعا ہی کا سہارا لیا تھا۔ حضور ﷺ کی زندگی کا لمحہ لمحہ بھی دعا سے عبارت ہے۔ آپ کو دعا کا جو پیرایہ پسند آیا آپ نے اس پیرائے میں دعا کی۔ حد تو یہ ہے کہ کسی صحابی نے خواب میں کسی درخت کو دعا کرتے سنا تو حضور ﷺ اس درخت کے الفاظ کے ساتھ بھی دعا کرنے کو پسند فرماتے۔

1۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 263　　2۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 1073　　3۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 377

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک آدمی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ آج رات کو میں نے ایک خواب دیکھا۔ میں نے دیکھا کہ میں ایک درخت کے نیچے نماز پڑھ رہا ہوں۔ میں نے سجدہ کیا تو درخت نے بھی میرے ساتھ سجدہ کیا۔ میں نے اس درخت کو یہ کہتے سنا: اے اللہ تعالیٰ! اس سجدے کے بدلے میرے لیے اپنے ہاں اجر کو لکھ لے۔ اس کے سبب میرے گناہ معاف فرما اور اسے اپنے ہاں میرے لیے ذخیرہ فرمالے۔ اور میرے اس سجدے کو اسی طرح قبول فرما جیسے تو نے اپنے بندے داؤد علیہ السلام کے سجدے کو قبول فرمایا تھا...... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے آیت سجدہ تلاوت فرمائی پھر سجدہ کیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میں نے حضور ﷺ کو انہی الفاظ کے ساتھ دعا کرتے سنا جن الفاظ میں اس درخت کو دعا کرتے ہوئے اس شخص نے بیان کیا تھا۔ الحدیث۔ (1)

حضور ﷺ کی شان بندگی کا ایک رنگ یہ بھی تھا کہ آپ خود بھی ہمہ وقت دست بدعا رہتے اور اپنے غلاموں سے بھی اپنے لیے دعا کرنے کی خواہش کا اظہار فرماتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے (صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے) فرمایا: اللہ تعالیٰ سے میرے لیے وسیلہ کی دعا کیا کرو۔ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ وسیلہ کیا ہے؟ فرمایا: وسیلہ جنت کا اعلیٰ ترین درجہ ہے جو صرف ایک شخص کو حاصل ہوگا۔ اور مجھے امید ہے کہ وہ (خوش نصیب شخص) میں ہی ہوں گا۔ (2)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرمایا: میں نے حضور ﷺ سے عمرہ کی اجازت طلب کی۔ آپ نے مجھے اجازت دی اور فرمایا: بھیا! ہمیں اپنی دعاؤں میں فراموش نہ کرنا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ نے ایسی بات فرمائی (یعنی مجھے بھیا کہہ کر مخاطب فرمایا) کہ مجھے اس کے بدلے میں ساری دنیا ملے تو میں اس کو بھی پسند نہ کروں...... الحدیث۔ (3)

حضور ﷺ کی ساری زندگی عبادت کے کیف و سرور میں گزری اور آپ کی شان بندگی کے کمال کا مشاہدہ مخلوق خدا اس روز کرے گی جب آپ شفاعت کبریٰ کے لیے سربسجود ہوں گے اور حمد و ثناء کے ان کلمات سے اپنے رب قدیر کی حمد و ثناء کریں گے جو آپ کا رب اس روز خاص طور پر آپ کو تعلیم فرمائے گا۔ (4)

حضور ﷺ نے اپنے عمل سے اپنی امت کو یہ خوبصورت سبق دیا ہے کہ بندے کا کمال بندگی کے

1۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 180
2۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 201
3۔ سنن ابی داؤد، جلد 1، صفحہ 217
4۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 1108

کمال میں مضمر ہے۔ بندہ اپنے رب کے حضور جس قدر زیادہ عاجزی کا اظہار کرتا ہے، رب قدوس اس کو اسی قدر عظمتیں عطا فرماتا ہے۔

شہادت کی تمنا

حضور ﷺ کی بندگی کی تمام ادائیں نرالی ہیں لیکن آپ کا جذبہ بندگی اس وقت کمال پر نظر آتا ہے جب آپ اپنی اس تمنا کا اظہار کرتے ہیں کہ کاش میری کئی جانیں ہوں اور انہیں اپنے محبوب حقیقی کی خاطر قربان کر کے اپنے دل کی حسرت پوری کرسکوں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا: اس ذات پاک کی قسم، جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، اگر ایسے ایمان دار نہ ہوتے، جو میرے ساتھ غزوہ میں شریک ہونے سے محروم رہ جانے کو پسند نہیں کرتے اور نہ میرے پاس ان کو اسباب سفر مہیا کرنے کی گنجائش ہے (اگر ان مومنوں کی دل شکنی کا خوف نہ ہوتا) تو میں راہ خدا میں جہاد کے لیے جانے والے کسی لشکر میں شامل ہونے سے باز نہ آتا۔ اس ذات کی قسم، جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، مجھے یہ بات پسند ہے کہ راہ خدا میں جان دوں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر جان دوں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر جان دوں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر جان دوں، پھر زندہ کیا جاؤں۔ (1)

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 392

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خداداد حکمت وفراست

انسان کو اللہ تعالیٰ نے بے شمار قوتیں عطا کی ہیں۔ ان قوتوں میں ایک قوت عقل کی ہے جس میں مومن و کافر سب مشترک ہیں۔ انسان ہر زمانے میں ایسے لوگوں کو اپنا مقتدیٰ اور رہنما تسلیم کرتا رہا ہے جو عقل کی قوت میں دوسرے انسانوں پر واضح برتری رکھتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے عبد مختار حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قیامت تک ساری نسل انسانی کی ہدایت کا فریضہ سونپا ہے اس لیے اس گراں فریضہ کو ادا کرنے اور اپنے تمام فرائض منصبی کی کما حقہ ادائیگی کے لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو عقل وخرد اور حکمت وفراست کی ان بے نظیر صلاحیتوں سے نوازا ہے جن میں کوئی آپ کا ثانی نہیں ہے۔

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دو چیزوں یعنی کتاب اور حکمت کو نازل کرنے کا ذکر فرمایا ہے۔ کتاب یعنی قرآن حکیم صرف علوم انسانی ہی کا نہیں بلکہ جملہ علوم کائنات کا بحر زخار ہے۔ اس بحر کی گہرائیوں اور وسعتوں کے متعلق کچھ کہنا کسی انسان کے بس کی بات نہیں ہے۔ قرآن حکیم میں کوزے میں سمندر کو بند کرنے کے مصداق جو علوم سموئے گئے ہیں ان کی تفصیلات کا علم حکمت کی شکل میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عقل کی بے پناہ قوت عطا ہوئی اور پھر اس قوت کو کتاب وحکمت کی الہامی تعلیمات کے ذریعہ اس مقام تک پہنچا دیا گیا کہ آپ کی زبان پاک سے نکلنے والا ایک ایک جملہ دنیا کے حکیموں، فلسفیوں اور دانشوروں کو ورطہ حیرت میں ڈال رہا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث طیبہ کے مطالعہ سے انسان اس حقیقت سے آگاہی حاصل کرتا ہے کہ انسانی زندگی کے ہر شعبے کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایسے فرامین موجود ہیں جن کے مفاہیم کی گہرائی اور گیرائی کو دیکھ کر اس شعبے کے ماہرین کی عقلیں بھی دنگ ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو انفرادی اور اجتماعی زندگی میں بے شمار مسائل سے واسطہ پڑا۔ آپ نے اپنی زندگی کا آغاز ایک یتیم بچے کے طور پر کیا۔ بچپن کی حدوں سے گزرنے سے پہلے ہی مشفق دادا اور غمخوار والدہ کی جدائی کے صدمے کو برداشت کرنا پڑا۔ فرائض نبوت کی ادائیگی کے لیے پہلے اپنی قوم سے اور پھر ساری دنیا سے نبرد آزما ہونا پڑا۔ آپ کو اپنے اور اپنے بے کس و بے بس پیروکاروں پر ہونے والے مظالم کا سامنا کرنا پڑا۔ کفار مکہ جیسے ظالم اور یہودان یثرب جیسے عیار دشمنوں سے واسطہ پڑا۔ آپ نے وہ وقت بھی دیکھا جب جزیرۂ عرب کی تمام قوتیں متحد ہو کر اسلام کے شجرۂ طیبہ کو جڑ سے اکھیڑ پھینکنے کے

لیے مدینہ طیبہ پر حملہ آور ہوئیں۔

حضور ﷺ کو اپنی حیات طیبہ میں جس قسم کے حالات سے گزرنا پڑا، اس قسم کے حالات میں بڑے بڑے بہادروں کا پتہ پانی ہو جاتا ہے اور بڑے بڑے حکیموں کی عقلیں ماؤف ہو جاتی ہیں لیکن خدا کے حبیب ﷺ نے اپنے خالق و مالک کی مدد سے اس قسم کے تمام حالات کا مقابلہ اس فراست اور حکمت کے ساتھ کیا کہ آپ کی پوری حیات طیبہ میں آپ ﷺ کے کسی ایسے کام کی نشاندہی نہیں کی جا سکتی جو حکمت و فراست کے تقاضوں سے متصادم نظر آتا ہو۔

آپ نے اپنے پیروکاروں کو انفرادی اور اجتماعی زندگی کو کامیابی سے گزارنے کے گر سکھائے، گھروں کو جنت کا نمونہ بنانے کے اصول بتائے، آپ نے صدیوں سے ایک دوسرے کے خون سے ہولی کھیلنے والوں کو ایک جھنڈے تلے جمع کیا اور ان کے تمام قومی تعصبات کے باوجود ان کی صفوں میں پھوٹ نہیں پڑنے دی۔ آپ نے مصائب و آلام کے طوفانوں میں گھرے ہوئے مسلمانوں کی نہ صرف دلجوئی کی بلکہ ان کے حوصلوں کو اس حد تک بلند رکھا کہ وہ ہمہ وقت پہاڑوں سے ٹکر لینے کے لیے تیار رہے۔ آپ نے علمی، دینی اور سیاسی تقاضوں کے پیش نظر بیک وقت متعدد عورتوں کو اپنی زوجیت میں رکھا اور ان کی نسوانی غیرت کو کبھی گھر کا ماحول پراگندہ کرنے کا موقع نہیں دیا۔ آپ نے بڑی حکمت و فراست سے جہالت کی دلدل میں پھنسے ہوئے لوگوں کو علم کا رسیا بنایا اور قتل و غارت کے خوگروں کو امن و آشتی کا دلدادہ بنایا۔ سنگدلوں کو رحمدلی کا درس دیا اور حد یہ ہے کہ اپنی جان کے دشمنوں کو اپنی محبت کا اسیر بنا دیا۔

حضور ﷺ کے کارہائے نمایاں کی اس طویل فہرست کا اصل اور بنیادی سبب تو نصرت خداوندی اور تائید ایزدی کے سوا کچھ نہ تھا لیکن ان محیر العقول کارناموں کا ظاہری سبب حضور ﷺ کی حکمت اور فراست ہی تھا۔ حضور ﷺ نے مشکل سے مشکل چیلنج کا بڑی حکمت و فراست سے مقابلہ کیا۔ اعلان نبوت سے پہلے تعمیر کعبہ کے عمل کے دوران حجر اسود کی تنصیب کے تنازعے پر قریش مکہ کی تلواریں بے نیام ہوئیں تو حضور ﷺ کی فراست نے ان بے نیام تلواروں کو نیاموں میں واپس لوٹنے پر مجبور کر دیا۔ یہ ایک واقعہ نہیں، حضور ﷺ کی پوری حیات طیبہ آپ ﷺ کی حکمت و فراست کے اس قسم کے کارناموں سے بھری پڑی ہے۔ آیئے آپ کو فراست نبوی کی چند جھلکیاں دکھاتے ہیں۔

انسانی نفسیات اور رویوں کا ادراک

حضور ﷺ نے کسی یونیورسٹی سے سائیکالوجی کی ڈگری نہیں لی تھی لیکن اس تلمیذ الرحمن ﷺ کو انسانی نفسیات اور رویوں پر جو آگاہی حاصل تھی اس کا مقابلہ دنیا کا کوئی سائیکالوجسٹ (ماہر نفسیات) نہ کر سکتا ہے اور نہ کر سکے گا۔ چند فرامین رسول ﷺ ملاحظہ فرمایئے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو، وہ جب کوئی کام دیکھے تو یا تو اچھی بات کہے اور یا خاموش رہے۔ عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کرو، بے شک عورت کی تخلیق پسلی سے ہوئی ہے اور پسلی کا جو حصہ سب سے زیادہ ٹیڑھا ہے وہ اس کا بالائی حصہ ہے۔ اگر تم اس کو سیدھا کرنے کی کوشش کرو گے تو اسے توڑ بیٹھو گے اور اگر اسے چھوڑ دو گے تو وہ اسی طرح ٹیڑھا رہے گا۔ عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کیا کرو۔(1)

حضور ﷺ کے ارشاد گرامی کا مفہوم یہ ہے کہ ٹیڑھا پن عورت کی فطرت کا حصہ ہے۔ اس ٹیڑھے پن کو سیدھا کرنے کی کوشش کرنا عورت کو اس کی فطرت کے خلاف چلانے کی کوشش ہے جو تباہی کا سبب بن سکتی ہے۔ اس لیے عقل مندی یہ ہے کہ مرد عورت کی اخلاقی اور عقلی کجیوں کے ساتھ نباہ کرتے ہوئے ان ان گنت نعمتوں سے متمتع ہونے کی کوشش کرے جو قدرت نے عورت کے وجود میں ودیعت فرما رکھی ہیں اور اس کی کجی کو دور کرنے کے چکر میں پڑ کر گھر کے سکون کو برباد کرنے کی غلطی نہ کرے۔

حضرت عکرمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: لوگوں کو ہر ہفتے میں ایک بار وعظ کرو۔ اگر تم اس پر راضی نہ ہو تو دو بار وعظ کرو۔ اور اگر اس سے بھی زیادہ کرنا چاہو تو (ہفتے میں) تین بار وعظ کرو اور لوگوں کو قرآن پاک سے بے زار نہ کرو۔ اور میں تمہیں اس حالت میں نہ پاؤں کہ تم لوگوں کے گروہ کے پاس جاؤ، وہ اپنی باتوں میں مشغول ہوں اور تم ان کی قطع کلامی کر کے ان کو اپنی باتیں سنانے لگو بلکہ تم خاموش رہو اور اگر وہ تم سے بات کرنے کی فرمائش کریں تو ان کو اپنی باتیں سناؤ۔ جب کہ ان کے دلوں میں تمہاری باتیں سننے کی خواہش موجود ہو۔ اور دعا میں مقفّٰی کلام سے پرہیز کرو کیونکہ میں نے دیکھا ہے کہ حضور ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین یوں ہی کیا کرتے تھے۔(2)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: کفر کی اصل جانب مشرق میں ہے۔ فخر و تکبر گھوڑوں اور اونٹوں کو چرانے والے دیہاتی چرواہوں میں ہے اور وقار بکریاں پالنے والوں میں ہے۔(3)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جو جنگل میں بسیرا کرتا ہے وہ سنگ دل بن جاتا ہے۔ جو شکار کا پیچھا کرتا ہے وہ غفلت کا شکار ہو جاتا ہے اور جو سلاطین کے دروازوں کے چکر لگاتا ہے وہ فتنے میں مبتلا ہو جاتا ہے۔(4)

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 475 — 2۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 938
3۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 53 — 4۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 50

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ہر شے کی ایک حرص ہوتی ہے اور ہر حرص میں وقفہ آتا ہے۔ اگر اس (حرص) کا شکار شخص راہ راست کو اپنائے اور میانہ روی اختیار کرے تو اس سے (بھلائی کی) امید رکھو اور اگر اس کی طرف انگلیوں سے اشارے کیے جائیں تو اسے کچھ نہ سمجھو...... الحدیث۔(1)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: انسان کے لیے محض اتنی ہی برائی کافی ہے کہ دین یا دنیا کے بارے میں اس پر انگلیاں اٹھائی جائیں۔ سوائے اس (خوش نصیب) شخص کے جس کو اللہ تعالیٰ بچالے۔(2)

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: عقل مند وہ ہے جو اپنے نفس کو قابو میں رکھے اور موت سے بعد کی زندگی کے لیے عمل کرے۔ اور عاجز وہ ہے جو اپنے نفس کی خواہشات کی پیروی کرے اور اللہ تعالیٰ سے (اس کے فضل وکرم کی) آرزو کرے...... الحدیث۔(3)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: آدمی بوڑھا ہو جاتا ہے اور اس کی دو چیزیں جوان ہو جاتی ہیں، مال کی خواہش اور زندگی کی تمنا۔(4)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں یہ نہ بتاؤں کو تمہارے کون سے حکام اچھے ہیں اور کون سے برے ہیں؟ ان میں سے اچھے وہ ہیں جن سے تم محبت کرتے ہو اور وہ تم سے محبت کرتے ہیں۔ تم ان کے لیے دعائیں کرتے ہو اور وہ تمہارے لیے دعائیں کرتے ہیں۔ اور تمہارے برے حکام وہ ہیں جن سے تم بغض رکھتے ہو اور وہ تم سے بغض رکھتے ہیں۔ تم ان پر لعنت بھیجتے ہو اور وہ تم پر لعنت بھیجتے ہیں...... الحدیث۔(5)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: حاکم جب عوام پر اعلانیہ شک کرنے لگے تو وہ انہیں فساد میں مبتلا کر دیتا ہے۔(6)

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا: اللہ تعالیٰ نے جس نبی کو بھی مبعوث فرمایا اور جو بھی ان کے بعد خلیفہ بنا، اس کے ساتھ دو راز دان ہوتے ہیں: ایک راز دان اسے نیکی کا حکم دیتا ہے اور برائی سے روکتا ہے اور دوسرا راز دان اسے نقصان پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتا۔ پس جو اس برے راز دان کے شر سے محفوظ رہے وہ بچ جاتا ہے۔(7)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے لوگوں سے خطاب

1۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 68 — 2۔ ایضاً — 3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 69
4۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 335 — 5۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 51 — 6۔ سنن ابی داؤد، جلد 2، صفحہ 322
7۔ سنن النسائی، جلد 2، صفحہ 186

فرمایا اور انہیں وعظ و نصیحت کی۔ پھر فرمایا: اے عورتوں کی جماعت! تم (کثرت سے) صدقہ کرو کیونکہ دوزخ میں اکثریت تمہاری ہوگی۔ ان میں سے ایک عورت نے کہا: یا رسول اللہ! ﷺ ایسے کیوں؟ فرمایا: تمہارے کثرت سے لعن طعن کرنے اور خاوند کی ناشکری کرنے کی وجہ سے۔ پھر فرمایا: میں نے تم عقل و دین میں کمی والیوں سے زیادہ کسی کو اصحابِ عقل و رائے پر غالب نہیں دیکھا۔ ان میں سے ایک عورت نے عرض کیا: اس (عورت) کے عقل و دین میں کمی کیا ہے؟ فرمایا: عقل میں کمی یہ ہے کہ تم میں سے دو عورتوں کی شہادت ایک مرد کی شہادت کے برابر ہوتی ہے۔ اور دین میں کمی حیض ہے کہ تم میں سے ایک عورت تین یا چار روز تک بغیر نماز کے رہتی ہے۔ (1)

موقع کی نزاکت کا احساس

حضور ﷺ سے بڑا اصول پسند کوئی نہیں۔ آپ ﷺ نے کبھی مصلحت کے نام پر نہ کوئی ایسا کام کیا اور نہ کوئی ایسی بات کہی جسے حق کے خلاف کہا جا سکے لیکن اس حقیقت کے باوجود آپ کا رویہ ہٹ دھرمی کے عیب سے قطعاً پاک تھا۔ آپ موقع کی نزاکت کو دیکھ کر اپنے پروگرام میں اس قسم کی بے ضرر تبدیلیاں کر دیا کرتے تھے جن سے بہتر نتائج کی توقع ہوتی تھی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: میں نے حضور ﷺ سے حجر (2) کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا: وہ خانہ کعبہ کا حصہ ہے۔ میں نے عرض کیا: قریش نے اس کو خانہ کعبہ میں شامل کیوں نہیں کیا؟ فرمایا: سرمائے کی کمی نے ان کو مجبور کر دیا تھا۔ میں نے پوچھا: کیا وجہ ہے کہ خانہ کعبہ کا دروازہ (زمین سے) اٹھا ہوا ہے اور سیڑھی کے بغیر اس تک چڑھا نہیں جا سکتا؟ فرمایا: تمہاری قوم نے ایسا اس لیے کیا تھا کہ جسے چاہیں خانہ کعبہ میں داخل کریں اور جسے چاہیں روک دیں۔ اور اگر تمہاری قوم زمانہ کفر سے قریب نہ ہوتی تو میں اس میں تبدیلی پر غور کرتا اور خانہ کعبہ کا جو حصہ کم کیا گیا تھا اس کو خانہ کعبہ میں شامل کرتا اور اس کے دروازے کو زمین کی سطح کے برابر کر دیتا۔ (3)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: جنگ بدر میں حضور ﷺ کے ساتھ شرکت کی تو مال غنیمت میں مجھے ایک بڑی عمر کی اونٹنی ملی۔ اس کے علاوہ حضور ﷺ نے مجھے ایک اونٹنی اور عطا فرمائی۔ میں نے ان دونوں کو ایک انصاری کے دروازے کے پاس بٹھایا۔ میں چاہتا تھا کہ ان پر اذخر لاد کر لاؤں اور اسے بیچ دوں۔ میرے ساتھ بنو قینقاع کا ایک زرگر بھی تھا۔ میں اس کی آمدنی سے فاطمہ کے ولیمہ میں مدد حاصل کرنا چاہتا تھا۔ حضرت حمزہ بن عبد المطلب اسی گھر کے اندر شراب نوشی کر

1۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 86　2۔ خانہ کعبہ کا وہ حصہ جو اب خانہ کعبہ سے باہر ہے۔ اس کو حطیم بھی کہتے ہیں۔
3۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 212

رہے تھے۔(1)۔ان کے ساتھ ایک گانے والی تھی جوان کو گانا سنا رہی تھی۔اس نے (گاتے ہوئے) کہا: حمزہ! دیکھو کتنی موٹی اونٹنیاں ہیں۔حضرت حمزہ تلوار لیے ان اونٹنیوں کی طرف جھپٹے۔انہوں نے ان کی کوہانیں بھی کاٹ دیں اور پہلو بھی کاٹ دیے اوران کے جگر نکال لیے......حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے ایک ایسا منظر دیکھا جس نے مجھے خوفزدہ کر دیا۔میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بھی آپ کے پاس تھے۔میں نے ساری روداد آپ کی خدمت میں عرض کر دی۔آپ روانہ ہوئے۔حضرت زید رضی اللہ عنہ بھی آپ کے ساتھ ہو لیے۔میں بھی آپ کے ساتھ روانہ ہوا۔آپ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے اوران پر غصے کا اظہار فرمایا۔حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے نگاہ اٹھائی اور فرمایا: کیا تم میرے آباء واجداد کے غلام ہی نہیں ہو؟ (یہ سن کر) حضور ﷺ الٹے پاؤں چلنے لگے حتی کہ اس گھر سے باہر نکل آئے۔(2)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: حضور ﷺ جب اعتکاف کا ارادہ فرماتے تو صبح کی نماز کے بعد اپنی جائے اعتکاف میں داخل ہو جاتے۔(ایک بار) جب آپ نے رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کا ارادہ فرمایا تو آپ نے خیمہ نصب کرنے کا حکم دیا جو نصب کر دیا گیا۔حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے بھی اپنا خیمہ نصب کرنے کا حکم دیا۔وہ بھی نصب کر دیا گیا۔ازواج النبی ﷺ میں سے کسی اور نے بھی اپنا خیمہ نصب کرنے کا حکم دیا، وہ بھی نصب کر دیا گیا۔جب حضور ﷺ نے فجر کی نماز پڑھی تو دیکھا کہ (کئی) خیمے لگے ہیں۔فرمایا: کیا یہ نیکی کا ارادہ رکھتی ہیں؟ پھر آپ ﷺ نے حکم دیا اور آپ کا خیمہ منہدم کر دیا گیا۔آپ نے (اس) ماہ رمضان میں اعتکاف ترک فرما دیا حتی کہ آپ نے شوال کے پہلے عشرے میں اعتکاف فرمایا۔(3)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: ایک آدمی نے حضور ﷺ سے حاضری کے لیے اجازت طلب کی۔آپ نے فرمایا: اس کو اجازت دو یہ اپنے قبیلے کا بہت برا شخص ہے۔جب وہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اس کے ساتھ بڑی نرمی سے گفتگو فرمائی۔حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ آپ نے اس شخص کے متعلق یہ بات فرمائی تھی اور پھر آپ نے اس کے ساتھ نرمی سے کلام فرمایا؟ آپ نے فرمایا: عائشہ! قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ہاں بدترین شخص وہ ہوگا جس کو لوگ اس کی فحش گوئی کی وجہ سے ترک کر دیں۔(4)

1۔یہ شراب نوشی کی حرمت نازل ہونے سے پہلے کی بات ہے۔
2۔الصحیح لمسلم، جلد 3، صفحہ 161
3۔ایضاً، جلد 1، صفحہ 371
4۔الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 322

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: شاید تم ایسے لوگوں کو پاؤ گے جو نماز کو اس کے (صحیح) وقت میں ادا نہیں کریں گے۔ اگر تم اس قسم کے لوگوں کو پاؤ تو تم اپنی نماز صحیح وقت میں ادا کرنا اور پھر ان کے ساتھ بھی نماز پڑھ لینا اور اس کو نفل بنا دینا۔(1)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ رات کے وقت میرے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے، ہمیں نماز کے لیے جگایا اور پھر اپنے گھر کی طرف لوٹ گئے۔ آپ رات کا کافی حصہ نماز پڑھتے رہے لیکن آپ کو ہماری طرف سے کسی قسم کی حس و حرکت محسوس نہ ہوئی۔ آپ پھر ہمارے پاس تشریف لائے، ہمیں جگایا اور فرمایا: اٹھو اور نماز پڑھو۔ فرماتے ہیں: میں بیٹھ گیا۔ میں اپنی آنکھیں مل رہا تھا اور کہہ رہا تھا: خدا کی قسم، ہم اسی قدر نماز پڑھ سکتے ہیں جتنی نماز ہمارے مقدر میں ہے۔ ہماری جانیں اللہ تعالیٰ کے دست (قدرت) میں ہیں۔ اگر وہ ہمیں جگانے کا ارادہ فرمائے تو اٹھا دیتا ہے۔ فرماتے ہیں: حضور ﷺ واپس تشریف لے گئے۔ آپ اپنی رانوں پر ہاتھ مار رہے تھے اور فرما رہے تھے۔ ''ہم اتنی ہی نماز پڑھتے ہیں جتنی اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے مقدر کر دی ہے''۔ انسان بڑا ہی جھگڑالو ہے۔(2)

ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں کہ وہ حضور ﷺ کی زیارت کے لیے حاضر ہوئیں۔ آپ رمضان کے آخری عشرے میں معتکف تھے۔ رات کا کچھ حصہ حضور ﷺ سے گفتگو کی پھر واپسی کے لیے اٹھیں۔ حضور ﷺ انہیں واپس چھوڑنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔ جب وہ مسجد کے اس دروازے کے پاس پہنچیں جو ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کے پاس تھا تو ان کے پاس سے دو انصاری گزرے۔ انہوں نے حضور ﷺ کی خدمت میں سلام عرض کیا اور آگے بڑھ گئے۔ حضور ﷺ نے ان سے فرمایا: رک جاؤ۔ یہ صفیہ بنت حیی ہیں۔ ان پر یہ بات ناگوار گزری اور عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! سبحان اللہ، (کیا ہم آپ کے متعلق کسی غلط بات کو دل میں جگہ دے سکتے ہیں؟) (اس پر) حضور ﷺ نے فرمایا: شیطان انسان کے جسم میں گردش خون کی طرح رواں دواں رہتا ہے۔ مجھے خوف لاحق ہوا کہ کہیں وہ تمہارے دلوں میں کوئی بات ڈال نہ دے۔(3)

پیچیدہ صورت حال میں حکیمانہ رویہ

حضور ﷺ کو اپنی حیات طیبہ میں بے شمار پیچیدگیوں سے واسطہ پڑا لیکن آپ نے ہمیشہ پیچیدگیوں کا مقابلہ انتہائی حکمت و فراست سے کیا۔ چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: یہودیوں کا ایک گروہ حضور ﷺ

1۔ سنن النسائی، جلد 1، صفحہ 126 2۔ سنن النسائی، جلد 1، صفحہ 240 3۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 127

کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: اَلسَّامُ عَلَیْکُمْ (1)۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں ان کی بات سمجھ گئی اور میں نے کہا: تم کو موت آئے اور تم پر لعنت ہو۔ فرماتی ہیں: (اس پر) حضور ﷺ نے فرمایا: عائشہ! ٹھہرو، اللہ تعالیٰ ہر معاملے میں نرمی کو پسند فرماتا ہے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ آپ نے سنا نہیں، انہوں نے کیا کہا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: میں نے (اس کے جواب میں) کہہ دیا تھا کہ تم پر بھی وہی چیز نازل ہو۔(2)

یہودیوں کی یہ شرارت حضور ﷺ کے اخلاق و کردار اور آپ کے حلم کا بہت بڑا امتحان تھی لیکن آپ نے کمال فراست سے ان کی شرارت کا باران پر لوٹا دیا اور اپنی عظمت کردار پر داغ نہ آنے دیا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: بنوزریق کے ایک یہودی نے، جس کا نام لبید بن اعصم تھا، حضور ﷺ پر جادو کیا حتی کہ حضور ﷺ کو کسی کام کے متعلق یہ گمان گزرتا کہ آپ نے وہ کام کیا ہے حالانکہ (درحقیقت) آپ نے وہ کام نہ کیا ہوتا۔ آپ فرماتی ہیں: ایک دن یا ایک رات کو حضور ﷺ نے دعا کی، پھر دعا کی، پھر دعا کی۔ پھر فرمایا: اے عائشہ! کیا تم نے محسوس کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے میں نے جس چیز پر آگاہی کا سوال کیا تھا، اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر آگاہ فرمادیا ہے۔ دو آدمی میرے پاس آئے۔ ان میں سے ایک میرے سرہانے بیٹھ گیا اور دوسرا میرے پاؤں کے پاس بیٹھا۔ پھر اس شخص نے جو میرے سرہانے بیٹھا تھا، اس شخص سے جو میرے پاؤں کے پاس بیٹھا تھا، یا پاؤں کے پاس بیٹھنے والے نے سرہانے بیٹھنے والے سے کہا: اس شخص کو کیا تکلیف ہے؟ اس (دوسرے نے) کہا: ان پر جادو کیا گیا ہے۔ دوسرے نے کہا: جادو کس نے کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: لبید بن اعصم نے۔ اس نے سوال کیا: کس چیز میں؟ اس نے جواب دیا: کنگھی، کنگھی سے گرنے والے بالوں اور نر کھجور کے گابھے کے غلاف میں۔ اس نے پوچھا: وہ کہاں ہے؟ اس نے جواب دیا: ذی اروان کنویں میں۔ آپ فرماتی ہیں: حضور ﷺ کچھ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ وہاں تشریف لے گئے۔ پھر آپ واپس تشریف لائے تو فرمایا: اے عائشہ! اس کنویں کا پانی ایسا تھا گویا اس میں مہندی بھگوئی گئی ہو اور اس کے کھجور (کے گابھے) ایسے تھے گویا وہ شیاطین کے سر ہوں۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ آپ نے اس کو آگ نہیں لگادی؟ فرمایا: جہاں تک میرا تعلق ہے، اللہ تعالیٰ نے مجھے شفا عطا فرمادی ہے۔ اور میں نے اس بات کو پسند نہ کیا کہ اس کی وجہ سے لوگوں پر فساد کو ہوا دوں۔ پھر آپ کے حکم سے اس (جس چیز کے ذریعہ جادو کیا گیا تھا) کو دفن کردیا گیا۔(3)

1۔ اس کا مطلب ہے آپ کو موت آئے۔ 2۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 890 3۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 253

حضرت ابوامامہ بن سہل بن حنیف سے روایت ہے کہ انہیں انصار میں سے ایک صحابی رسول ﷺ نے بتایا کہ ان کا ایک آدمی بیمار پڑ گیا حتی کہ وہ شدت ضعف سے یوں ہو گیا جیسے ہڈی پر سوائے چمڑے کے کچھ نہ ہو۔ ان میں سے ایک کی لونڈی اس کے پاس آئی۔ اس نے اس کے ساتھ ملایمت کا اظہار کیا اور پھر اس کے ساتھ بدکاری کی۔ جب اس کی قوم کے لوگ تیمارداری کی خاطر، اس کے پاس آئے تو اس نے ان کو اس (حرکت) کے متعلق بتایا اور کہا: میرے بارے میں حضور ﷺ سے حکم پوچھو کیونکہ میں نے ایک لونڈی کے ساتھ جو میرے پاس آئی تھی، مجامعت کی ہے۔ انہوں نے اس کا ذکر حضور ﷺ سے کیا اور عرض کیا: یہ شخص جتنی تکلیف میں مبتلا ہے، اتنی تکلیف میں مبتلا ہم نے کوئی شخص نہیں دیکھا۔ اگر ہم اس کو آپ کی خدمت میں لانے کی کوشش کریں تو اس کی ہڈی ہڈی علیحدہ ہو جائے۔ وہ محض ہڈیوں کا ڈھانچہ ہے۔ حضور ﷺ نے اس کے بارے میں حکم صادر فرمایا: اس کی خاطر ایک سو شاخیں لو اور ان سے اس پر ایک ضرب لگا دو۔(1)

کامیاب زندگی کے زریں اصولوں کے معلم

حضور ﷺ نے ہدایت کی جو شمع روشن فرمائی اس کی تنویرات کا دائرہ کسی خاص زمانے یا علاقے تک محدود نہیں بلکہ آپ ہادی امم اور ہادی الرسل ہیں۔ آپ نے دنیوی اور اخروی زندگی کی کامیابی کے لیے ایسے زریں اصول تعلیم فرمائے ہیں کہ ان اصولوں کی روشنی میں زندگی گزارنے والے افراد اور قومیں کبھی ناکامی سے دو چار نہیں ہو سکتیں۔ چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: حضور ﷺ نماز میں یہ دعا مانگا کرتے تھے: اے اللہ تعالیٰ! میں عذاب قبر سے تیری پناہ مانگتا ہوں، میں مسیح دجال کے فتنہ سے تیری پناہ مانگتا ہوں، میں زندگی اور موت کی آزمائشوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں، میں گناہ اور قرض کے فتنہ سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ آپ فرماتی ہیں: ایک شخص نے آپ سے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ آپ قرض سے کس قدر زیادہ اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: آدمی جب مقروض ہو جاتا ہے تو وہ بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے اور وعدہ کرتا ہے تو اس کی خلاف ورزی کرتا ہے۔(2)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: تنہائی کے جن مسائل کو میں جانتا ہوں اگر لوگ ان کو جان لیں تو کوئی سوار رات کو تنہا سفر نہ کرے۔(3)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: عورت سے

1۔ سنن ابی داؤد، جلد 2، صفحہ 266 2۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 217 3۔ جامع الترمذی، جلد 1، صفحہ 201

تین چیزوں، اس کے دین، اس کے مال اور اس کے حسن، کی وجہ سے نکاح کیا جاتا ہے۔ تم ایسی عورت کا انتخاب اپنے اوپر لازم سمجھنا جو دین دار ہو، تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں۔(1)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جب ایسا شخص تمہارے پاس پیغام نکاح بھیجے جس کے دین اور اخلاق سے تم مطمئن ہو تو اس کے ساتھ نکاح کر دو۔ اگر ایسا نہیں کرو گے تو زمین پر فتنہ اور شدید فساد برپا ہو جائے گا۔(2)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرمایا: راستہ (کی چوڑائی) سات ہاتھ رکھا کرو۔(3)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جو شخص ایسے آدمی کو دیکھے جس کو تخلیق میں اور رزق میں اس پر فوقیت حاصل ہے تو اسے چاہیے کہ وہ ان لوگوں کو بھی دیکھے جو تخلیق اور رزق میں اس سے کمتر ہیں، جن پر اس کو فضیلت بخشی گئی ہے، کیونکہ اس طرح وہ خدا کی نعمتوں کو حقیر سمجھنے (کی غلطی سے) بچ سکتا ہے۔ اور عون بن عبداللہ بن عتبہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے امیروں کی صحبت اختیار کی تو مجھے ایسا کوئی شخص نظر نہ آتا تھا جو مجھ سے زیادہ پریشان ہو۔ مجھے ان کی سواری اپنی سواری سے اور ان کا لباس اپنے لباس سے اچھا نظر آتا تھا۔ (اور یہ بات میرے لیے پریشانی کا باعث تھی) اور جب میں نے فقیروں کی صحبت اختیار کی تو مجھے (ان پریشانیوں سے) نجات مل گئی۔(4)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: دروازہ بند کر دیا کرو، مشک کا منہ باندھ دیا کرو، برتن کو الٹ دیا کرو یا اسے ڈھانپ دیا کرو اور چراغ بجھا دیا کرو کیونکہ شیطان نہ بند (دروازہ) کھولتا ہے، نہ (مشک کا) بندھا ہوا منہ کھولتا ہے اور نہ برتن کا ڈھکن ہٹاتا ہے۔ اور بے شک چھوٹا فاسق (یعنی چوہا) اہل خانہ پر ان کے گھر کو آگ لگا دیتا ہے۔(5)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: شام کا کھانا (ضرور) کھایا کرو خواہ مٹھی بھر خشک انگور ہی کھالو کیونکہ شام کا کھانا چھوڑ دینا بڑھاپے کا باعث بن جاتا ہے۔(6)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کی والدہ نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے فرمایا: بیٹے! رات کو زیادہ نہ سویا

1۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 128　2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 128　3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 161
4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 210　5۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 3　6۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 7

کرو کیونکہ رات کو زیادہ سونا، قیامت کے دن، آدمی کو غریب بنا دے گا۔(1)

حضرت عمرو بن فغواء خزاعی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: مجھے حضور ﷺ نے طلب فرمایا، آپ فتح مکہ کے بعد، مجھے مال دے کر ابوسفیان کے پاس بھیجنا چاہتے تھے تاکہ ابوسفیان اس مال کو قریش مکہ میں تقسیم کردیں۔ آپ نے فرمایا: اپنے لیے کسی ہمراہی کو تلاش کرو۔ راوی کہتے ہیں: عمرو بن امیہ ضمری میرے پاس آیا اور کہا: مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم سفر پر جانا چاہتے ہو اور کسی ہم سفر کی تلاش میں ہو؟ میں نے جواب دیا: ہاں۔ اس نے کہا: میں تیرا ہم سفر بنوں گا۔ راوی کہتے ہیں: میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: مجھے ہم سفر مل گیا ہے۔ آپ نے پوچھا: کون؟ میں نے عرض کیا: عمرو بن امیہ ضمری۔ آپ نے فرمایا: جب تم اس کی قوم کے علاقے میں پہنچو تو ہوشیار رہنا کیونکہ کسی کہنے والے نے کہا ہے: اپنے بکری ساتھی سے اپنے آپ کو محفوظ نہ سمجھنا۔ ہم سفر پر روانہ ہو گئے۔ جب ہم ابواء کے مقام پر پہنچے تو وہ کہنے لگا: میں ودان میں اپنے قبیلے کے پاس کسی کام کے لیے جانا چاہتا ہوں، تم میرے لیے کچھ وقت رک جانا۔ میں نے کہا: ٹھیک ہے۔ جب وہ چلا گیا تو مجھے حضور ﷺ کا ارشاد یاد آ گیا۔ میں نے اپنے اونٹ پر پالان کسا اور اسے تیز دوڑاتے ہوئے چل پڑا۔ جب میں ''اصافر'' کے مقام پر پہنچا تو دیکھا کہ وہ کچھ لوگوں کے ساتھ چلنے میں میرا مقابلہ کر رہا تھا۔ راوی کہتے ہیں: میں نے اپنی سواری کو تیز دوڑایا اور اس سے آگے نکل گیا۔ جب انہوں نے دیکھا کہ میں اس کے ہاتھ سے نکل گیا ہوں تو وہ لوٹ گئے۔ وہ میرے پاس آیا اور کہا: مجھے اپنی قوم میں کوئی کام تھا۔ میں نے کہا ٹھیک ہے۔ ہم چل دیے حتیٰ کہ مکہ پہنچ گئے اور میں نے مال ابوسفیان کے حوالے کر دیا۔(2)

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: کسی شے کی محبت تمہیں اندھا اور بہرہ کر دیتی ہے۔(3)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: تم امارت (حکمرانی) کی خواہش کرو گے لیکن یہ قیامت کے دن پشیمانی اور حسرت بن جائے گی۔ یہ جب تک دودھ پلاتی رہے (یعنی قائم رہے) بڑی اچھی ہے لیکن جب دودھ چھڑا دے (یعنی ختم ہو جائے) تو بہت بری ہے۔(4)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: اے ابو ہریرہ! پرہیزگار بن جاؤ، تم تمام لوگوں سے زیادہ عبادت گزار بن جاؤ گے، قناعت اختیار کرو، تم سب

1۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 94
2۔ سنن ابی داؤد، جلد 2، صفحہ 319
3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 352
4۔ سنن النسائی، جلد 2، صفحہ 303

لوگوں سے زیادہ شکر گزار بن جاؤ گے۔ جو اپنے لیے پسند کرتے ہو وہی لوگوں کیلئے پسند کرو، تم مومن بن جاؤ گے۔ پڑوسی سے حسن سلوک کرو، تم مسلم بن جاؤ گے، کم ہنسا کرو کیونکہ زیادہ ہنسنا دل کو مار دیتا ہے۔(1)

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: میں ایک آیت کو جانتا ہوں کہ اگر تمام لوگ اس پر عمل پیرا ہو جائیں تو وہ سب کے لیے کافی ہو جائے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ وہ کون سی آیت ہے؟ فرمایا: وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا (طلاق: 1) یعنی جو تقویٰ اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے (ہر مشکل سے نکلنے کا) راستہ پیدا فرما دیتا ہے۔(2)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، راوی کہتے ہیں: میرے خیال میں انہوں نے اس حدیث کو مرفوعاً روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: اپنے دوست کے ساتھ درمیانے درجے کی محبت کرو، شاید کسی روز وہ تمہارا بدخواہ بن جائے اور اپنے دشمن سے درمیانے درجے کی دشمنی کرو، شاید کسی روز وہ تمہارا دوست بن جائے...... الحدیث۔(3)

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: حلیم وہی ہوتا ہے جس کو لغزشوں سے واسطہ پڑا ہو اور حکیم وہی ہوتا ہے جو تجربہ کار ہو...... الحدیث۔(4)

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: مومن کے لیے مناسب نہیں کہ اپنے آپ کو ذلیل کرے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ کوئی شخص اپنے آپ کو کیسے ذلیل کرتا ہے؟ فرمایا: یوں کہ وہ اپنے آپ کو ایسی آزمائش میں ڈال دے جو اس کی طاقت سے باہر ہو۔(5)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تک تمہارے حکمران وہ لوگ ہوں جو تم سب سے اچھے ہوں، تمہارے دولت مند تم سب سے زیادہ سخی ہوں اور تمہارے معاملات باہمی مشورے سے طے پاتے ہوں تو تمہارے لیے زمین کا ظاہر اس کے باطن سے بہتر ہے۔ یعنی تمہارے لیے زندگی موت سے بہتر ہے۔ اور جب تمہارے حکمران وہ لوگ ہوں جو تم سب سے زیادہ برے ہوں اور تمہارے دولت مند بخیل ترین ہوں اور تمہارے معاملات عورتوں کے ہاتھوں میں آ جائیں تو تمہارے لیے موت زندگی سے بہتر ہے...... الحدیث۔(6)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: سات

1۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 311　2۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 311　3۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 21

4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 24　5۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 50　6۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 51

چیزوں سے پہلے اعمال (صالحہ) کرلو۔ کیا تم ان چیزوں ہی میں سے کسی کا انتظار نہیں کر رہے؟ ایسی تنگ دستی کا جو (سب کچھ) فراموش کر دے، یا ایسی دولت مندی کا جو سرکش بنا دے، یا ایسے مرض کا جو (جسمانی و عقلی قوتوں کو) برباد کر دے یا ایسے بڑھاپے کا جو عقل کو ماؤف کر دے، یا موت کا جو کام تمام کر دے اور یا دجال کا۔ سو تم کسی ان دیکھے شر کا انتظار کر رہے ہو اور یا قیامت کا۔ اور قیامت بڑی تلخ اور مصیبت میں مبتلا کرنے والی ہے...... الحدیث۔ (1)

حضرت ابو کبشہ انماری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: میں تین چیزوں کے متعلق تمہارے سامنے قسم کھاتا ہوں اور تمہیں ایک حدیث سناتا ہوں اسے یاد رکھنا: (۱) کسی شخص کا مال صدقے سے کم نہیں ہوتا (۲) جس شخص پر ظلم کیا جائے اور وہ اس پر صبر کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی عزت میں اضافہ کر دیتا ہے (۳) جو شخص (انسانوں سے) سوال کرنے کا دروازہ کھولتا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر تنگ دستی کا دروازہ کھول دیتا ہے، یا آپ ﷺ نے اسی جیسے الفاظ فرمائے (اور فرمایا) میں تمہیں ایک حدیث سناتا ہوں اسے یاد رکھنا: دنیا چار قسم کے لوگوں کے لیے ہے: ایک وہ بندۂ (خدا) جسے اللہ تعالیٰ نے دولت بھی عطا فرمائی ہے اور علم بھی۔ پس وہ اپنی دولت میں اللہ سے ڈرتا ہے، اس کے ذریعہ صلہ رحمی کرتا ہے اور یہ ایمان رکھتا ہے کہ اس دولت میں اللہ تعالیٰ کا حق بھی ہے تو (اس بندے کا درجہ) اعلیٰ ترین درجہ ہے۔ دوسرا وہ بندہ جس کو اللہ تعالیٰ نے علم عطا فرمایا اور دولت عطا نہیں فرمائی۔ اس شخص کی نیت سچی ہے اور وہ کہتا ہے: اگر اللہ تعالیٰ مجھے مال عطا فرماتا تو میں فلاں (نیک) شخص جیسے اعمال کرتا۔ ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ اس کی نیت کے مطابق ثواب عطا فرماتا ہے اور یہ دونوں قسم کے بندے اجر میں برابر ہیں۔ تیسرا وہ بندہ جس کو اللہ تعالیٰ نے مال عطا فرمایا اور علم نہیں دیا۔ وہ اپنے مال میں بغیر علم کے ٹامک ٹوئیاں مارتا ہے۔ نہ اس میں خدا سے ڈرتا ہے، نہ صلہ رحمی کرتا ہے اور نہ اس میں حقوق اللہ کو تسلیم کرتا ہے، تو اس بندے کا درجہ سب سے گھٹیا اور بدترین ہے۔ اور چوتھا وہ بندہ جس کو اللہ تعالیٰ نے نہ علم دیا اور نہ دولت عطا فرمائی۔ وہ کہتا ہے: اگر اللہ تعالیٰ مجھے مال دیتا تو میں فلاں (بدکار شخص) جیسے اعمال کرتا۔ اس شخص کو اس کی نیت کے مطابق جزا مل جاتی ہے اور یہ دونوں (یعنی تیسرا اور چوتھا) عذاب میں برابر ہیں۔ (2)

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: زہد یہ نہیں کہ آدمی حلال کو حرام قرار دے یا اپنے مال کو ضائع کرے بلکہ زہد یہ ہے کہ جو مال تیرے ہاتھ میں ہے اس پر تیرا اعتماد اس مال سے زیادہ نہ ہو جو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اور مصیبت پر ثواب کا تمہیں اتنا

1۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 54 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 56

یقین ہو کہ جب مصیبت آجائے تو تم تمنا کرو کہ کاش یہ باقی رہے...... الحدیث۔(1)

حضرت مطرف اپنے والد ماجد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ وہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ اَلۡهٰكُمُ التَّكَاثُرُ (تکاثر:1) پڑھ رہے تھے۔ آپ فرما رہے تھے: انسان کہتا ہے: یہ میرا مال ہے۔ یہ میرا مال ہے۔ (اے انسان!) کیا تیرا مال اس کے سوا کچھ ہے جس کو تو نے صدقہ کر کے (آخرت کے لیے) آگے بھیج دیا یا کھا کر ختم کر دیا اور یا پہن کر بوسیدہ کر دیا۔(2)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے ایک طویل حدیث روایت کی ہے جس میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ آپ نے فرمایا:...... نیک ہم نشین کی مثال اس شخص جیسی ہے جس کے پاس کستوری ہو۔ اگر اس سے تمہیں اور کچھ بھی نہ ملے تو تم کستوری کی خوشبو سے ضرور متمتع ہو گے۔ اور برے ہم نشین کی مثال ایسی ہے جیسے بھٹی والا (لوہار) کہ تم اس کی سیاہی سے بچ جاؤ تو بھی اس کا دھواں تم تک ضرور پہنچے گا۔(3)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے، اس لیے تمہیں چاہیے کہ خیال رکھو کہ کس کے ساتھ دوستی کر رہے ہو۔(4)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ نجات کس چیز میں ہے؟ فرمایا: اپنی زبان کو قابو میں رکھو، اپنے گھر کو اپنے لیے کافی سمجھو اور اپنے گناہوں پر رویا کرو۔(5)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جو اللہ تعالیٰ پر اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے، اسے چاہیے کہ اپنے مہمان کا احترام کرے۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے، اسے چاہیے کہ یا تو اچھی بات کہے اور یا خاموش رہے۔(6)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں قبیلہ اشعر کے کچھ لوگوں کے ساتھ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ہم اس لیے حاضر ہوئے کہ آپ ہمیں کچھ سواریاں عطا فرما دیں۔ آپ نے فرمایا: خدا کی قسم، میں تمہیں سواریاں نہیں دوں گا۔ اور میرے پاس کچھ نہیں جو میں تمہیں دوں۔ پھر ہم کچھ عرصہ، جتنا خدا کو منظور تھا، وہاں ٹھہرے۔ آپ کی خدمت میں کچھ اونٹ پیش کیے گئے۔ آپ نے ہمیں تین اونٹ دینے کے احکامات صادر فرمائے۔ جب ہم روانہ ہوئے تو ہم میں سے کسی نے اپنے ساتھیوں سے کہا: اللہ تعالیٰ کبھی ہمارے معاملے میں برکت پیدا نہیں فرمائے گا۔ ہم حضور ﷺ کی خدمت میں سواری کا سوال لے کر حاضر ہوئے اور آپ ﷺ نے قسم کھا

1۔ جامع الترمذی، جلد2، صفحہ 57   2۔ ایضاً   3۔ سنن ابی داؤد، جلد2، صفحہ 316   4۔ ایضاً
5۔ جامع الترمذی، جلد2، صفحہ 63   6۔ ایضاً، جلد2، صفحہ 73

کر فرمایا کہ آپ ہمیں سواری عطا نہیں فرمائیں گے۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ہم (دوبارہ) حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس بات کا آپ کی خدمت میں ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: میں نے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں سواریاں عطا کی ہیں۔ خدا کی قسم! (میرا معمول یہ ہے کہ) میں اگر کسی بات کی قسم کھالیتا ہوں اور پھر اس کے برعکس دوسرے کام کو اچھا سمجھتا ہوں تو اپنی قسم کا کفارہ ادا کر دیتا ہوں اور کام وہ کرتا ہوں جسے اچھا سمجھتا ہوں۔ (1)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا: تم بہر صورت اپنی صفوں کو سیدھا کرو گے ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے چہروں میں اختلاف پیدا فرمادے گا (یعنی تمہارے دلوں میں باہمی نفرت پیدا ہو جائے گی) (2)

حضرت عمرو بن عوف انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بحرین بھیجا تا کہ وہاں سے جزیہ وصول کر کے لائیں۔ حضور ﷺ نے بحرین والوں سے صلح کر رکھی تھی اور حضرت علاء بن الحضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وہاں کا گورنر مقرر فرمایا تھا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بحرین سے مال لے کر آئے۔ انصار نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آمد متعلق سنا تو صبح کی نماز کے لیے حضور ﷺ کے پاس حاضر ہو گئے۔ جب حضور ﷺ انہیں نماز پڑھا چکے تو آپ نے اپنا رخِ انور پھیرا۔ انصار آپ کے سامنے آئے تو حضور ﷺ نے انہیں دیکھ کر تبسم فرمایا۔ آپ نے فرمایا: میرا خیال ہے کہ تم نے سن لیا ہے کہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کچھ (مال) لے کر آئے ہیں؟ انہوں نے عرض کیا: ہاں، یا رسول اللہ! ﷺ آپ نے فرمایا: تمہیں مبارک ہو۔ اور تم اس چیز کی توقع رکھو جس سے تمہیں مسرت حاصل ہوتی ہے۔ خدا کی قسم، مجھے تم پر تنگ دستی کا کوئی خوف نہیں ہے بلکہ مجھے یہ خوف ہے کہ دنیا کے دروازے تم پر اسی طرح کھول دیے جائیں گے جس طرح ان لوگوں پر کھول دیے گئے تھے جو تم سے پہلے تھے اور دنیا نے جس طرح پہلے لوگوں کو تباہ کیا تھا اسی طرح تمہیں بھی تباہ کر دے گی۔ (3)

حضرت ابو بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: جنگِ جمل کے دوران (حضور ﷺ سے سنی ہوئی) ایک بات نے مجھے بہت نفع پہنچایا۔ جب حضور ﷺ کو پتا چلا کہ اہل فارس نے کسریٰ کی بیٹی کو اپنا حکمران بنالیا ہے تو آپ نے فرمایا: وہ قوم کبھی فلاں نہیں پائے گی جنہوں نے اپنے معاملات کسی عورت کے ہاتھ میں دے دیے۔ (4)

1۔ سنن النسائی، جلد 2، صفحہ 143　2۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 182
3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 447　4۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 1052

احتیاط کی تعلیم

حضور ﷺ کی خداداد حکمت وفراست کا ایک ثبوت یہ ہے کہ آپ نے خود بھی ہر معاملے میں محتاط رویہ اختیار کیا اور اپنے امتیوں کو بھی ہر قدم احتیاط سے اٹھانے کی تاکید فرمائی۔ چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ مدینہ تشریف لائے تو آپ نے مدینہ کے بالائی حصہ میں بنوعمرو بن عوف نامی قبیلے میں نزول فرمایا۔ آپ ان کے ہاں چودہ راتیں ٹھہرے۔ پھر آپ ﷺ نے قبیلہ بنوالنجار کے پاس پیغام بھیجا اور وہ (حضور ﷺ کو لینے کے لیے) تلواریں گلوں میں حمائل کر کے آئے۔ راوی کہتے ہیں: گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ حضور ﷺ اپنی سواری پر سوار ہیں، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے پیچھے بیٹھے ہیں اور بنوالنجار کی جماعت آپ ﷺ کے اردگرد ہے حتیٰ کہ آپ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صحن میں اترے......الحدیث۔(1)

حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: یہ طاعون عذاب ہے جو تم سے پہلے لوگوں پر یا (فرمایا) بنواسرائیل پر مسلط کیا گیا تھا۔ سو اگر یہ بیماری اس جگہ پھوٹ پڑے جہاں تم مقیم ہو تو اس بیماری سے بھاگ کر اس جگہ کو نہ چھوڑو اور اگر یہ بیماری کسی (دوسری) جگہ ہو تو تم اس علاقے میں داخل نہ ہو۔(2)

متفرق ارشاداتِ حکمت وفراست

حضور ﷺ کے ہر قول اور ہر فعل سے حکمت ٹپکتی ہے۔ یہاں ہم بطور برکت حکمت رسالت کے چند موتی ہدیہ قارئین کر رہے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: دانائی مومن کی متاع گم گشتہ ہے۔ یہ دولت اسے جہاں بھی ملے وہی اس کا زیادہ مستحق ہے۔(3)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: دو نعمتیں ایسی ہیں جن (کو صحیح استعمال نہ کرنے کی وجہ سے ان) میں اکثر لوگ خسارے میں رہتے ہیں۔ ایک صحت اور دوسری فراغت۔(4)

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک آدمی حضور ﷺ

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 200　2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 228
3۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 307　4۔ ایضاً

کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ مجھے (دین کا) علم سکھائیں اور اختصار کو ملحوظ رکھیں۔ فرمایا: (۱) جب نماز کا ارادہ کرو تو یوں نماز پڑھو جیسے یہ تمہاری زندگی کی آخری نماز ہے۔ (۲) ایسی بات زبان پر نہ لاؤ جس پر تمہیں معذرت کرنی پڑے۔ (۳) جو کچھ لوگوں کے پاس ہے اس سے ہر قسم کی امید منقطع کر دو۔(1)

1۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 307

شجاعت و بسالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

یہ دنیا حق و باطل کی رزم گاہ ہے۔ یہاں ہر زمانے میں باطل قوتیں مادی ساز و سامان اور عددی کثرت کے نشے میں مخمور ہو کر حق سے ٹکراتی رہی ہیں اور حق کے متوالے عزم و ہمت، یقین محکم اور خداداد شجاعت و بسالت سے لیس ہو کر باطل کے ہولناک طوفانوں کا مقابلہ کرتے رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو باطل کی جن مہیب آندھیوں سے واسطہ پڑا تھا، ان کا مقابلہ کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے مثال شجاعت و بسالت کی خوبیوں سے نوازا تھا۔ آپ نے حالات کی ہر تلخی کا مقابلہ بڑی جرأت اور دلیری کے ساتھ کیا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی انتہائی منکسر المزاجی کے باوجود جن انسانی عیوب سے اپنی ذات کو مبرا قرار دیا ان میں ایک عیب بزدلی کا بھی تھا۔ ایک بار کچھ اعرابیوں نے آپ سے سوال کرتے ہوئے آپ کو گھیرے میں لے لیا اور ان کے رش کی وجہ سے آپ کی چادر تک ایک درخت سے الجھ گئی تو آپ نے ان سے فرمایا: میری چادر مجھے دے دو۔ اگر ان درختوں کے برابر چوپائے میرے پاس ہوں تو میں وہ سب تم میں تقسیم کر دوں گا اور تم مجھے نہ بخیل پاؤ گے، نہ جھوٹا اور نہ بزدل۔(1)

آپ نے یقیناً سچ فرمایا تھا۔ آپ کی پوری حیات طیبہ میں نہ کوئی دشمن آپ کو بزدل کہہ سکا اور نہ کوئی دوست۔ آپ کی زندگی شجاعت و بسالت کا ایک خوبصورت نمونہ تھی۔ آپ بھی اپنے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شجاعت کی چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ حسین بھی تھے اور سب لوگوں سے زیادہ بہادر بھی۔ ایک رات اہل مدینہ (کسی آواز کی وجہ سے) خوفزدہ ہو گئے۔ لوگ اس آواز کی طرف چلتے ہوئے مدینہ سے باہر نکلے تو انہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سامنے سے آتے ہوئے ملے۔ آپ صورت حال کی تحقیق کر آئے تھے۔ آپ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار تھے، تلوار آپ کی گردن میں لٹک رہی تھی اور آپ فرما رہے تھے: ڈرو مت...... الحدیث۔(2)

حضرت ابو اسحاق سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک آدمی حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اور کہا: اے ابو عمارہ! کیا آپ لوگ جنگ حنین کے دن، پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے تھے؟ حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا: میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق شہادت دیتا ہوں کہ آپ نہیں بھاگے

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 396
2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 407

تھے۔(دراصل بات یہ تھی کہ) کچھ جلد باز اور غیر مسلح لوگ بھی ہوازن کے اس قبیلے (سے لڑنے کے لیےان) کی طرف چلے گئے تھے۔ وہ لوگ بڑے زبردست تیرانداز تھے۔ انہوں نے ان پر تیروں کی بوچھاڑ کر دی اور اس کثرت سے تیر پھینکے کہ وہ ٹڈی دل کی طرح نظر آتے تھے۔ لوگ ان کے سامنے سے ہٹ گئے۔ لوگ حضور ﷺ کے پاس آئے۔ ابوسفیان بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ﷺ کے خچر کی مہار پکڑ رکھی تھی۔ حضور ﷺ خچر سے اترے، بارگاہ خداوندی میں دعا کی اور فتح کی التجا کی۔ (اس دوران) آپ فرما رہے تھے: میں نبی ہوں، اس میں کوئی جھوٹ نہیں ہے۔ میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔ اے اللہ تعالیٰ! اپنی مدد نازل فرما۔ حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: جب جنگ کا بازار گرم ہوتا تھا تو ہم حضور ﷺ کی پناہ لیا کرتے تھے اور ہم میں سے سب سے زیادہ بہادر وہ قرار پاتا تھا جو حضور ﷺ کے ساتھ ہوتا تھا۔ (1)

سفر ہجرت کے دوران، جب سارا مکہ حضور ﷺ کے خون کا پیاسا تھا، اس وقت رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء کی شجاعت کا رنگ یہ تھا:

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ہم غار (ثور) میں تھے کہ میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا: (یارسول اللہ! ﷺ) اگر ان (دشمنوں) میں سے کسی نے اپنے قدموں کے نیچے کی طرف دیکھا تو ہمیں دیکھ لے گا۔ (اس پر) آپ ﷺ نے فرمایا: ابوبکر! ان دو کے متعلق تمہارا گمان کیا ہے جن کے ساتھ تیسرا اللہ تعالیٰ ہو؟ (2)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضور ﷺ کی معیت میں، نجد کی طرف، ایک غزوے میں شرکت کی۔ جب حضور ﷺ واپس لوٹے تو وہ بھی آپ کے ساتھ واپس لوٹے۔ دوپہر کا وقت ہوا تو وہ ایک وادی میں تھے جس میں کانٹے دار درختوں کی کثرت تھی۔ حضور ﷺ نے وہاں پڑاؤ کیا۔ لوگ درختوں کے سائے کی تلاش میں ادھر ادھر بکھر گئے۔ حضور ﷺ نے ایک ببول کے درخت کے نیچے قیام فرمایا۔ اور اپنی تلوار اس درخت کے ساتھ لٹکا دی۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ہم کچھ دیر سوئے۔ پھر ہم نے سنا کہ حضور ﷺ ہمیں آواز دے رہے ہیں۔ ہم حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دیکھا تو ایک اعرابی آپ کے پاس بیٹھا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: میں سو رہا تھا کہ اس اعرابی نے میری تلوار سونت لی۔ میں بیدار ہوا تو بے نیام تلوار اس کے ہاتھ میں تھی۔ یہ مجھے کہنے لگا: تمہیں میرے ہاتھ سے کون بچائے گا؟ میں نے کہا: اللہ۔ اب دیکھو وہ یہ بیٹھا ہے۔ پھر حضور ﷺ نے اس کا محاسبہ نہیں فرمایا۔ الحدیث (3)

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 100 2۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 516 3۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 593

حبیبِ خدا ﷺ کی سیاست و قیادت

حضور ﷺ کی اصل حیثیت تو ایک اولو العزم رسول اور نبی محترم کی ہے اور یہی آپ کی اصل پہچان ہے لیکن اس روحانی علو مرتبت کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے شمار دنیوی عظمتیں بھی عطا فرمائی ہیں۔ آپ ﷺ نے اپنی دنیوی زندگی میں اپنے فرائض نبوت و رسالت کی ادائیگی کے دوران ایک ایسی ریاست کی بنیاد رکھی جس کی کوکھ سے کئی سلطنتوں نے جنم لیا۔ آپ نے مختلف رنگوں، نسلوں اور علاقوں سے تعلق رکھنے والے اور مختلف زبانیں بولنے والے افراد کو یکجا کر کے ایک امت تشکیل دی جس کی عظمت کے پھریرے صدیوں تک مشرق و مغرب میں لہراتے رہے۔

جب انسان حضور ﷺ کی حیات طیبہ کے اس پہلو کو دیکھتا ہے تو اس کو آپ کی ذات میں حیرت انگیز سیاسی بصیرت اور بے مثال قائدانہ صلاحیتوں کا پتا چلتا ہے۔ آیئے حضور ﷺ کی حیات طیبہ کے اس روشن پہلو کی چند جھلکیاں آپ بھی ملاحظہ فرمائیں:

دور اندیشی

دور اندیشی ایک اچھے قائد کے لیے بنیادی شرط ہے۔ وہی لوگ دوسرے انسانوں کی قیادت کے اہل ہوتے ہیں جو آئندہ پیش آنے والے حالات کا اندازہ وقت سے بہت پہلے لگا لیتے ہیں اور اس کے مطابق اپنے پروگرام کو منضبط کرتے ہیں۔ حضور ﷺ کو قدرت نے دور اندیشی کی بے پناہ صلاحیت عطا فرمائی تھی۔ آپ نے ہمیشہ ایسے کاموں سے گریز فرمایا جن کے منفی نتائج سامنے آنے کا امکان تھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: میں نے حضور ﷺ سے حطیم کے متعلق پوچھا کہ کیا وہ خانہ کعبہ کا حصہ ہے یا نہیں تو آپ نے فرمایا: ہاں۔ (وہ خانہ کعبہ کا حصہ ہے) میں نے عرض کیا: کیا وجہ تھی کہ انہوں نے اسے بیت اللہ میں شامل نہیں کیا؟ فرمایا: تمہاری قوم کو سرمائے کی کمی کا مسئلہ درپیش تھا۔ میں نے عرض کیا: خانہ کعبہ کا دروازہ اٹھا ہوا کیوں ہے؟ فرمایا: تمہاری قوم نے ایسا اس لیے کیا تھا کہ جس کو چاہیں کعبہ کے اندر آنے دیں اور جس کو چاہیں روک دیں۔ اگر تمہاری قوم زمانہ جاہلیت کے قریب نہ ہوتی اور مجھے یہ خدشہ نہ ہوتا کہ ان کے دلوں پر یہ بات ناگوار گزرے گی تو میں حطیم کو خانہ کعبہ میں شامل کر دیتا اور اس کے دروازے کو زمین کے برابر کر دیتا۔ (1)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ (سواری پر سوار تھے) اور

1۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 215

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے پیچھے بیٹھے تھے کہ آپ نے فرمایا: اے معاذ بن جبل! انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ میں اطاعت اور خدمت کے لیے حاضر ہوں۔ آپ نے (پھر) فرمایا: اے معاذ! انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ میں اطاعت اور خدمت کے لیے حاضر ہوں۔ آپ ﷺ نے تین بار ان کو خطاب فرمایا، پھر فرمایا: جو کوئی سچے دل سے یہ شہادت دے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے (سچے) رسول ہیں، اللہ تعالیٰ اس کو آگ پر حرام کر دیتا ہے۔ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ کیا میں یہ بات لوگوں کو نہ بتاؤں کہ انہیں مسرت حاصل ہو؟ فرمایا: (نہیں) ایسا کرنے سے لوگ اسی (کلمے) پر بھروسا کرنے لگیں گے (اور اعمال صالحہ سے بے نیاز ہو جائیں گے) حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ حدیث اپنی موت سے پہلے روایت کر دی کہ کہیں اس کو روایت نہ کرنے سے گنہگار قرار نہ پائیں۔ (1)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ہم حضور ﷺ کے ساتھ ایک غزوے میں شریک ہوئے۔ بہت سے مہاجرین آپ کے ساتھ گئے۔ ایک مہاجر بڑے مزاح کرنے والے تھے۔ انہوں نے ایک انصاری کی پشت پر ہاتھ مار دیا۔ انصاری اس (حرکت) سے سخت غصے میں آ گیا حتی کہ دونوں اپنے اپنے ساتھیوں کو بلانے لگے۔ انصاری کہنے لگا: اے انصار! میری مدد کرو اور مہاجر مہاجرین کو مدد کے لیے بلانے لگا۔ حضور ﷺ باہر تشریف لائے اور فرمایا: کیا بات ہے، یہ زمانہ جاہلیت کی پکاریں کیوں بلند ہو رہی ہیں؟ پھر آپ نے پوچھا: انہیں ہوا کیا ہے؟ آپ کو بتایا گیا کہ اس مہاجر نے اس انصاری کی پشت پر ہاتھ مارا ہے۔ آپ نے فرمایا: یہ زمانہ جاہلیت کی پکار چھوڑ دو، یہ بہت بری بات ہے۔ عبد اللہ بن ابی نے (اس موقع پر) کہا: یہ (مہاجرین) ہمارے مقابلے میں متحد ہوئے ہیں۔ جب ہم لوٹ کر مدینہ جائیں گے تو ہم میں سے جو غالب ہوگا وہ ذلیل لوگوں کو شہر سے نکال دے گا۔ (اس پر) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: (یا رسول اللہ! ﷺ) آپ اس خبیث کو قتل کیوں نہیں کر دیتے؟ یعنی عبد اللہ بن ابی کو۔ حضور ﷺ نے فرمایا: (اگر میں اس کو قتل کروا دوں تو) لوگ کہیں گے کہ محمد ﷺ اپنے ساتھیوں کو قتل کروا دیتے ہیں۔ (2)

حضرت ابو العالیہ البراء سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ابن زیاد نے نماز کو اپنے وقت سے مؤخر کر دیا۔ حضرت عبد اللہ بن صامت میرے ہاں تشریف لائے۔ میں نے ان کے لیے کرسی رکھی۔ وہ کرسی پر بیٹھے۔ میں نے ان کے سامنے ابن زیاد کی اس حرکت کا ذکر کیا۔ انہوں نے اپنے ہونٹ بھینچے، میری ران پر ہاتھ مارا اور فرمایا: جس طرح تم نے مجھ سے سوال کیا ہے میں نے اسی طرح حضرت ابو ذر رضی

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 24 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 499

اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا تھا۔ انہوں نے میری ران پر اسی طرح ہاتھ مارا جس طرح میں نے تمہاری ران پر ہاتھ مارا ہے اور فرمایا: میں نے حضور ﷺ سے اسی طرح پوچھا تھا جس طرح تم نے مجھ سے پوچھا ہے اور آپ ﷺ نے اسی طرح میری ران پر ہاتھ مارا تھا جس طرح میں نے تمہاری ران پر ہاتھ مارا ہے اور فرمایا تھا: تم نماز کو اس کے (صحیح) وقت میں ادا کرو۔ اور اگر ان لوگوں کے ساتھ نماز پڑھنے کی نوبت آجائے تو (دوبارہ) نماز پڑھ لو اور یہ نہ کہو کہ میں پہلے نماز پڑھ چکا ہوں، اس لیے اب نماز نہیں پڑھوں گا۔(1)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ قریش نے حضور ﷺ سے صلح کی۔ صلح کا معاہدہ تحریر کرنے والوں میں سہیل بن عمرو بھی تھا۔ حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: لکھو: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ (اس پر) سہیل کہنے لگا: جہاں تک بِسْمِ اللّٰهِ کا تعلق ہے ہم بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کو نہیں جانتے۔ تم وہ لکھو جو ہم جانتے ہیں۔ لکھو: ''باسمك اللهم'' حضور ﷺ نے فرمایا: لکھو: محمد رسول اللہ کی طرف سے۔ وہ کہنے لگا: اگر ہمیں یہ یقین ہوتا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو ہم آپ کی پیروی اختیار کر لیتے بلکہ تم اپنا اور اپنے والد کا نام لکھو۔ حضور ﷺ نے فرمایا: لکھو محمد بن عبداللہ کی طرف سے۔ انہوں نے حضور ﷺ کے سامنے یہ شرط رکھی کہ تم میں سے جو شخص ہمارے پاس آئے گا ہم اس کو واپس نہیں لوٹائیں گے لیکن ہم میں سے جو تمہارے پاس آئے گا تم اس کو لوٹا دو گے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ کیا ہم اس شرط کو لکھ لیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ ہم میں سے جو ان کی طرف جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو (اپنی رحمت سے) دور کر دے گا اور ان میں سے جو ہماری طرف آئے گا (اور اس شرط کے مطابق ہم اس کو واپس کر دیں گے) اس کے لیے اللہ تعالیٰ وسعت پیدا فرمائے گا اور مشکل سے نکلنے کا راستہ پیدا فرما دے گا۔(2)

معاہدۂ صلح کی تحریر کے وقت یہ شرط مسلمانوں اور کفار مکہ دونوں کو مسلمانوں کے قومی وقار اور مفاد کے خلاف نظر آتی تھی لیکن حضور ﷺ کی نگاہ بصیرت کو اس شرط میں مسلمانوں کی فتح نظر آ رہی تھی اور بہت جلد یہ بات ثابت ہوگئی کہ یہ شرط پیش کر کے قریش مکہ نے اپنے آپ کو مشکل میں پھنسا لیا تھا۔ اور حضور ﷺ نے اس شرط کو قبول کر کے اسلام کی اشاعت کا راستہ ہموار کر دیا تھا۔

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے جس میں ان ہدایات کا ذکر ہے جو حضور ﷺ کسی امیر لشکر کو کسی مہم پر بھیجتے وقت دیا کرتے تھے۔ اس حدیث پاک میں یہ الفاظ بھی ہیں:

......اگر وہ چاہیں کہ تم ان سے خدا اور خدا کے رسول کے عہد پر صلح کرو تو انہیں خدا اور رسول خدا کی

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 231 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 105

طرف سے عہد نہ دو بلکہ اپنے اور اپنے ساتھیوں کی طرف سے عہد دو۔ کیونکہ اگر تم اپنے اور اپنے ساتھیوں کے عہد کی خلاف ورزی کروتو یہ اس سے کہیں بہتر ہے کہ تم خدا اور رسول خدا کے عہد کو توڑ و۔ اور اگر تم کسی قلعے کا محاصرہ کرو اور اہل قلعہ چاہیں کہ (وہ اس شرط پر ہتھیار پھینکنے کو تیار ہیں کہ) تم ان میں خدا کا حکم نافذ کرو گے تو تم ان کی یہ شرط نہ مانو بلکہ ان کو اپنے حکم کے مطابق ہتھیار ڈالنے پر مجبور کرو۔ کیونکہ تم نہیں جانتے کہ تم ان میں خدا کے حکم کو نافذ کر پاؤ گے یا نہیں...... الحدیث۔ (1)

حضرت وہب سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قبیلہ بنو ثقیف کی بیعت کے متعلق پوچھا تو حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: انہوں (بنو ثقیف) نے (اسلام قبول کرتے وقت) یہ شرط رکھی تھی کہ وہ نہ زکوٰۃ دیں گے اور نہ جہاد کریں گے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے بعد میں حضور ﷺ کو یہ فرماتے بھی سنا: جب وہ اسلام لے آئیں گے تو (یقینا) زکوٰۃ بھی دیں گے اور جہاد بھی کریں گے۔ (2)

حضرت عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کسی صحابی سے روایت کرتے ہیں کہ کفار قریش نے عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھ اوس وخزرج میں سے جو لوگ بتوں کی پوجا کرتے تھے، ان کی طرف خط لکھا۔ اس وقت حضور ﷺ مدینہ طیبہ میں تھے۔ یہ بات جنگ بدر سے پہلے کی ہے۔ (انہوں نے لکھا) کہ تم نے ہمارے آدمی کو پناہ دی ہے۔ اور ہم خدا کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ تم یا تو ان کے ساتھ جنگ کرو گے یا ان کو (اپنے شہر سے) نکال دو گے اور یا ہم سب تمہاری طرف آئیں گے اور تم میں سے جو لوگ لڑنے کے قابل ہیں ان کو قتل کر دیں گے اور تمہاری عورتوں کو لونڈیاں بنالیں گے۔ جب یہ خط عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھی بت پرستوں کے پاس پہنچا تو وہ حضور ﷺ سے لڑنے کے لیے جمع ہو گئے۔ جب یہ بات حضور ﷺ تک پہنچی تو آپ نے ان لوگوں سے ملاقات کی اور فرمایا: قریش کی دھمکیوں نے تمہیں اس حد تک پہنچا دیا ہے کہ یہ دھمکیاں تمہیں جو نقصان پہنچا سکتی ہیں تم اس سے زیادہ اپنے آپ کو نقصان پہنچانے کے درپے ہو۔ تم تو یہ ارادہ رکھتے ہو کہ اپنے بھائیوں اور بیٹوں کے خلاف جنگ کرو۔ انہوں نے حضور ﷺ کی یہ باتیں سنیں تو منتشر ہو گئے۔ جب قریش تک یہ خبر پہنچی تو قریش نے، جنگ بدر کے بعد، یہودیوں کی طرف لکھا کہ تم ہتھیاروں اور قلعوں والے لوگ ہو۔ اب تم یا تو ہمارے آدمی کے خلاف جنگ کرو اور یا ہم تمہارے ساتھ یہ یہ سلوک کریں گے اور ہمارے درمیان اور تمہاری عورتوں کی پازیبوں کے درمیان کوئی شے حائل نہیں رہے گی...... یہ بات حضور ﷺ تک پہنچ گئی۔ بنو النضیر عہد شکنی پر متفق ہو گئے۔ انہوں نے

1۔ جامع الترمذی، جلد 1، صفحہ 195 2۔ سنن ابی داؤد، جلد 2، صفحہ 72

حضور ﷺ کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ اپنے صحابہ میں سے تیس آدمیوں کے ساتھ آئیں اور ہمارے تیس علماء تمہاری طرف آئیں گے حتی کہ ہم کسی وسطی جگہ پر ملاقات کریں گے اور ہمارے علماء تمہاری بات کو سنیں اور اگر وہ آپ کی تصدیق کر دیں اور آپ پر ایمان لے آئیں تو ہم بھی آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ حضور ﷺ نے ان (یہودیوں) کی بات سے لوگوں کو آگاہ کیا۔ اگلے دن حضور ﷺ کچھ دستوں کے ساتھ ان کی طرف تشریف لے گئے اور ان کا محاصرہ کر لیا۔ آپ نے ان سے فرمایا: خدا کی قسم، تمہارے محفوظ رہنے کی ایک ہی صورت ہے کہ تم ہمارے ساتھ معاہدہ کرو۔ انہوں نے معاہدہ کرنے سے انکار کر دیا۔ حضور ﷺ نے اس روز ان کے خلاف جنگ کی۔ اگلے روز حضور ﷺ بنو النضیر کو چھوڑ کر بنو قریظہ کے پاس اپنے لشکر کی معیت میں تشریف لے گئے۔ آپ نے ان کو معاہدہ کی دعوت دی۔ انہوں نے معاہدہ کر لیا۔ حضور ﷺ ان کی طرف سے پلٹے اور بنو النضیر کی طرف تشریف لے گئے۔ آپ نے ان سے جنگ کی اور وہ جلاوطنی پر راضی ہو گئے...... الحدیث۔ (1)

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جو ان تین اصحاب میں سے ہیں جن کی توبہ قبول ہوئی، سے مروی ہے کہ کعب بن اشرف (یہودی) حضور ﷺ کی ہجو کیا کرتا تھا اور کفار قریش کو آپ ﷺ کے خلاف ابھارا کرتا تھا۔ حضور ﷺ جب مدینہ تشریف لائے تو مدینہ میں ملے جلے لوگ آباد تھے۔ ان میں مسلمان بھی تھے، بت پرست مشرک بھی تھے اور یہودی بھی۔ یہ (غیر مسلم) حضور ﷺ کو اور آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ایذا پہنچایا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے (ان حالات میں) حضور ﷺ کو صبر کرنے اور معاف کرنے کا حکم دیا۔ انہی لوگوں کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تھی: ''آپ کو پہلے اہل کتاب اور مشرکین سے تکلیف دہ باتیں سننا پڑیں گی''۔ جب کعب بن اشرف نے حضور ﷺ کی ایذا رسانی سے باز آنے سے انکار کر دیا تو حضور ﷺ نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ ایک جماعت اس کی طرف بھیجیں جو اس کو قتل کر دے۔ انہوں نے محمد بن مسلمہ کو بھیجا۔ یہاں راوی نے کعب بن اشرف کے قتل کا واقعہ بیان کیا ہے۔ جب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اسے قتل کر دیا تو یہودی اور مشرک خوفزدہ ہو گئے۔ اگلے روز وہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا: ہمارے آدمی کے پاس رات کے وقت کچھ لوگ آئے اور وہ قتل ہو گیا۔ حضور ﷺ نے انہیں بتایا کہ وہ کیا کہا کرتا تھا۔ حضور ﷺ نے انہیں یہ پیشکش بھی کی کہ آپ ان کے ساتھ ایک معاہدہ تحریر کر دیں جس کی پابندی کی جائے۔ اس موقع پر حضور ﷺ نے اپنے، عام مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان ایک معاہدہ تحریر فرمایا۔ (2)

1۔ سنن ابی داؤد، جلد 2، صفحہ 68
2۔ سنن ابی داؤد، جلد 2، صفحہ 66

عوامی احساسات وجذبات کی رعایت

اچھے رہنما اپنے پیروکاروں کے دلوں پر حکومت کیا کرتے ہیں اور دلوں پر حکومت وہی لوگ کرتے ہیں جو عوامی احساسات وجذبات کا لحاظ رکھنے میں کبھی کوتاہی نہیں کرتے۔ حضور ﷺ کے جاں نثار آپ کے اشارۂ ابرو پر اپنی جانیں نچھاور کرنے کے لیے ہمہ وقت تیار رہتے تھے۔ اس کی ایک بڑی وجہ بھی یہی تھی کہ آپ ﷺ تمام امور میں اپنے غلاموں کے جذبات واحساسات کو پیش نظر رکھتے تھے اور آپ کے افعال واقوال سے کبھی ان کے احساسات مجروح نہیں ہوتے تھے۔ بلکہ حضور ﷺ تو ان لوگوں کے احساسات کا بھی خیال رکھتے تھے جو آپ کی دعوت کے منکر تھے اور آپ کے اسی رویے نے ان کو بالآخر آپ کا جان نثار بنادیا تھا۔ چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

حضرت عتبان بن مالک انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ وہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ میری نظر کمزور ہوگئی ہے اور میں اپنی قوم کے لوگوں کو نماز پڑھاتا ہوں۔ جب بارش آجائے تو اس وادی میں پانی آجاتا ہے جو میرے اور میری قوم کے درمیان ہے، لہٰذا میں ان کی مسجد میں حاضر نہیں ہوسکتا، اور ان کو نماز نہیں پڑھا سکتا۔ اس لیے یارسول اللہ! ﷺ میری خواہش ہے کہ آپ میرے گھر تشریف لائیں اور میرے گھر میں نماز ادا فرمائیں کہ میں اس (آپ کی نماز کی) جگہ کو جائے نماز بنالوں۔ راوی کہتے ہیں: حضور ﷺ نے ان سے فرمایا: ان شاء اللہ، میں آؤں گا۔ حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: صبح جب سورج قدرے بلند ہوگیا تو حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے گھر تشریف لائے۔ حضور ﷺ نے اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ میں نے اجازت دے دی۔ حضور ﷺ جب گھر میں داخل ہوئے تو بیٹھے نہیں بلکہ فرمایا: تم اپنے گھر میں کس جگہ چاہتے ہو کہ میں نماز پڑھوں؟ میں نے گھر کے ایک کونے کی طرف اشارہ کیا۔ حضور ﷺ کھڑے ہوئے۔ آپ نے تکبیر کہی۔ ہم نے آپ کے پیچھے صف بنالی۔ آپ نے دو رکعتیں پڑھیں اور پھر سلام پھیر دیا۔ ہم نے آپ ﷺ کو کھانے کے لیے روک لیا جو ہم نے آپ کی خاطر تیار کیا تھا۔ راوی کہتے ہیں: گھر میں محلہ کے بے شمار لوگ جمع ہوگئے۔ ان میں سے کسی نے کہا: مالک بن الدخیشن کہاں ہے؟ کسی نے کہا: وہ منافق ہے، خدا اور خدا کے رسول سے محبت نہیں کرتا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ایسے نہ کہو: کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ وہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہتا ہے اور اس سے اس کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا ہوتی ہے۔ اس صحابی نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں۔ اس نے کہا: ہم دیکھتے ہیں کہ اس کی توجہ اور اس کا اخلاص منافقین کی طرف ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو دوزخ پر حرام کردیا ہے جو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا کلمہ

پڑھتا ہے اور اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتا ہے...... الحدیث۔ (1)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن کا والی بنا کر بھیجا اور فرمایا: آپ ایک ایسی قوم کے پاس جا رہے ہیں جو اہل کتاب ہیں۔ تم سب سے پہلے ان کو اللہ تعالیٰ (پر ایمان اور اس) کی عبادت کی دعوت دو۔ جب وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آئیں تو ان کو بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر ایک دن اور رات میں، پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ جب وہ اس حکم کی تعمیل کر لیں تو ان کو بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے مال دار لوگو ں سے وصول کی جاتی ہے اور ان کے تنگ دست لوگوں کو دی جاتی ہے۔ اگر وہ تعمیل حکم کریں تو ان سے زکوٰۃ وصول کرو اور لوگوں کے عمدہ ترین مال کو (بطور زکوٰۃ) وصول کرنے سے اجتناب کرو۔ (2)

حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروان بن حکم اور حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ان دونوں نے ان کو بتایا کہ حضور ﷺ کی خدمت میں ہوازن کا وفد جب تائب ہو کر حاضر ہوا اور آپ سے درخواست کی کہ آپ ان کے اموال اور ان کے اسیروں کو واپس کر دیں تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: میرے ہمراہ جو لوگ ہیں، تم ان کو دیکھ رہے ہو۔ اور مجھے سچی بات ہی اچھی لگتی ہے۔ تم ان دونوں چیزوں میں سے ایک کا انتخاب کر لو، یا اسیر اور یا مال۔ اور میں پہلے تمہارا انتظار کرتا رہا ہوں۔ اور (درحقیقت) حضور ﷺ نے دس دن سے کچھ زیادہ عرصہ ان کا انتظار کیا تھا، جب آپ ﷺ طائف سے واپس تشریف لائے تھے۔ جب ان لوگوں کو یقین ہو گیا کہ حضور ﷺ انہیں ان دونوں چیزوں میں سے صرف ایک ہی چیز واپس کریں گے تو انہوں نے کہا: ہم اپنے اسیروں کا انتخاب کرتے ہیں۔ (اس پر) حضور ﷺ مسلمانوں کے درمیان کھڑے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی جس کا وہ اہل ہے۔ پھر فرمایا: امابعد! تمہارے یہ بھائی تائب ہو کر ہمارے پاس حاضر ہوئے ہیں۔ میری رائے یہ ہے کہ ان کے اسیران کو واپس کر دوں۔ تم میں سے جو خوش دلی سے ایسا کرنا چاہے وہ اس بات کو تسلیم کرے اور جو اپنے حق پر برقرار رہنا چاہے، وہ اب اپنے حصے کے قیدی واپس کر دے اور ہم اس کو اس مال فے سے اس کا حصہ ادا کر دیں گے جو سب سے پہلے حاصل ہو گا۔ لوگوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! ﷺ ہم خوش دلی سے ایسا کرنے کے لیے تیار ہیں۔ حضور ﷺ نے ان سے فرمایا: اس طرح ہمیں اس بات کا صحیح پتا نہیں چلتا کہ تم میں سے کس نے اجازت دے دی ہے اور کس نے نہیں دی۔ اب تم واپس چلے جاؤ اور پھر تمہارے نقیب اس مسئلہ کو ہمارے سامنے پیش کریں۔ لوگ واپس چلے گئے۔ نقیبوں نے ان سے بات کی۔ پھر وہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو بتایا کہ لوگوں نے خوش دلی سے (اپنے

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 61 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 196

حصے کے اسیروں کو واپس کرنے کی) اجازت دے دی ہے...... الحدیث۔(1)

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک طویل حدیث مروی ہے جس میں حضور ﷺ کے اس عمرہ کا ذکر ہے جو آپ نے صلح حدیبیہ سے اگلے سال کیا۔ اس حدیث پاک میں یہ الفاظ بھی ہیں...... جب حضور ﷺ مکہ میں داخل ہوئے اور (معاہدے کے مطابق مکہ میں قیام کی) مدت پوری ہو گئی تو قریش مکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے اور کہا: اپنے ساتھی سے کہو کہ ہمارے شہر سے چلے جائیں کیونکہ مدت پوری ہو چکی ہے۔ حضور ﷺ روانہ ہوئے تو حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی آپ کے پیچھے چل دی۔ وہ چچا جان، چچا جان پکار رہی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا: اپنی چچا زاد کو پکڑ لو، میں اس کو لے آیا ہوں۔ اس (بچی) کے بارے میں حضرات علی، زید اور جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں تنازعہ ہو گیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اس پر میرا حق سب سے زیادہ ہے کیونکہ یہ میرے چچا کی بیٹی ہے۔ حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: یہ میرے چچا کی بیٹی ہے اور اس کی خالہ میری زوجیت میں ہے۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے لگے: یہ میری بھتیجی ہے۔ حضور ﷺ نے اس کے متعلق فیصلہ اس کی خالہ کے حق میں کر دیا اور فرمایا: خالہ ماں کے قائم مقام ہوتی ہے۔ آپ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے (ان کی دلجوئی کے لیے) فرمایا: آپ مجھ سے ہیں اور میں آپ سے ہوں۔ آپ نے حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: تم صورت و سیرت میں مجھ سے مشابہ ہو۔ اور آپ نے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: آپ ہمارے بھائی اور مولا ہیں۔(2)

حضرت سہل بن ابی حثمہ اور رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں: عبداللہ بن سہل بن زید اور محیصہ بن مسعود بن زید گھر سے روانہ ہوئے۔ جب خیبر پہنچے تو کسی وجہ سے علیحدہ علیحدہ ہو گئے۔ پھر محیصہ کو عبداللہ بن سہل اس حالت میں ملے کہ وہ قتل ہو چکے تھے۔ انہوں نے انہیں دفن کیا۔ پھر وہ حویصہ بن مسعود اور عبدالرحمن بن سہل کے ہمراہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عبدالرحمن بن سہل عمر میں ان سب سے چھوٹے تھے۔ وہ اپنے ساتھیوں سے پہلے گفتگو کا آغاز کرنے لگے تو حضور ﷺ نے فرمایا: جو عمر میں بڑے ہیں، ان کی بزرگی کا احترام کرو۔ (یعنی ان کو پہلے بولنے دو) اس پر وہ خاموش ہو گئے اور ان کے ساتھیوں نے گفتگو کی۔ ان کے ساتھ عبدالرحمن نے بھی بات کی۔ انہوں نے حضور ﷺ کی خدمت میں عبداللہ بن سہل کے قتل کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا: کیا تم میں سے پچاس شخص قسم دیتے ہیں تاکہ تمہارا مجرم یا قاتل تمہارے حوالے کر دیا جائے؟ انہوں نے

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 355 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 372

عرض کیا: ہم اس معاملے میں کیسے قسم دے سکتے ہیں جو ہم نے دیکھا نہیں ہے۔ حضور ﷺ نے پوچھا: کیا پھر یہودی اپنی صفائی میں پچاس قسمیں دے دیں؟ انہوں نے عرض کیا: ہم ان لوگوں کی قسمیں کیسے قبول کر لیں جو کافر ہیں۔ جب حضور ﷺ نے یہ صورت حال دیکھی تو اس مقتول کی دیت اپنے پاس سے ادا کر دی۔(1)

حضور ﷺ کا معمول تھا کہ آپ اپنے صحابہ کی دلجوئی کے لیے ہر معاملہ میں ان سے مشورہ کیا کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: جنگ بدر کے دن قیدیوں کو لایا گیا تو حضور ﷺ نے فرمایا: تم ان قیدیوں کے متعلق کیا رائے دیتے ہو؟ اور راوی نے طویل قصہ بیان کیا۔ اسی باب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: حضور ﷺ سے زیادہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ مشورہ کرنے والا میں نے کوئی نہیں دیکھا۔(2)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: حضور ﷺ نے ابو جہم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زکوٰۃ کی وصولی کے لیے بھیجا۔ ایک شخص نے اپنی زکوٰۃ کے متعلق ان سے تکرار کیا۔ ابو جہم نے اس کو مارا اور اس کا سر زخمی کر دیا۔ وہ لوگ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ ہم قصاص کا مطالبہ کرتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: تم اتنا مال لے لو۔ وہ راضی نہ ہوئے۔ فرمایا: اتنا (مزید) لے لو۔ وہ راضی نہ ہوئے۔ فرمایا: اتنا (مزید) لے لو۔ تو وہ راضی ہو گئے۔ پھر حضور ﷺ نے خطبہ دیا اور ارشاد فرمایا: یہ لیثی میرے پاس قصاص کا مطالبہ لے کر آئے ہیں۔ میں نے ان کو اتنے مال کی پیشکش کی تھی تو وہ راضی ہو گئے تھے۔ (پھر آپ نے ان سے فرمایا:) کیا تم راضی ہو؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ مہاجرین ان کی طرف لپکے تو حضور ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ رک جاؤ۔ لوگ رک گئے۔ پھر حضور ﷺ نے انہیں بلایا اور پیشکش میں اضافہ کیا۔ پھر فرمایا: کیا تم اب راضی ہو؟ انہوں نے کہا: ہاں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: میں لوگوں کو خطبہ دوں گا اور انہیں تمہاری رضا کے متعلق بتاؤں گا۔ انہوں نے عرض کی: ٹھیک ہے۔ حضور ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا اور ان (لیثیوں) سے پوچھا: کیا تم راضی ہو؟ انہوں نے عرض کیا: ہاں۔(3)

مردم شناسی

کوئی شخص اس وقت تک ایک اچھا قائد ثابت نہیں ہو سکتا جب تک اسے انسانوں کی صحیح پہچان نہ ہو۔ حضور ﷺ کو قدرت نے مردم شناسی کا زبردست ملکہ عطا فرمایا تھا۔ آپ کو جن لوگوں سے واسطہ تھا

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 55 2۔ جامع الترمذی، جلد 1، صفحہ 204 3۔ سنن ابی داؤد، جلد 2، صفحہ 76-275

ان میں ہر قسم کے لوگ تھے۔ ایمان کا لبادہ اوڑھے ہوئے منافق بھی تھے اور دوستوں کے بھیس میں دشمن بھی۔ چوری کھانے والے مجنوں بھی تھے اور اشارۂ ابرو پر گردنیں کٹوانے کی آرزو رکھنے والے جاں نثار بھی۔ آپ کی بڑھتی ہوئی قوت کے پیش نظر، آپ کی رفاقت سے، مادی مفادات کے حصول کے متمنی بھی تھے اور آپ ﷺ کے مشن کی خاطر سب کچھ قربان کرنے کے خواہش مند محبان دلفگار بھی۔

حضور ﷺ رحمۃ للعالمین تھے۔ آپ نے دشمنوں کو بھی اپنی رحمت کی چادر میں لپیٹ رکھا تھا۔ آپ نے کسی کو اپنی رحمت سے دور کرنے کی کوشش تو کبھی نہیں کی لیکن جاں نثاری کی توقع صرف ان ہی خوش نصیبوں سے رکھی جو حقیقۃً اس کے اہل تھے۔ چند مثالیں پیش خدمت کی جارہی ہیں۔ قارئین کرام خود اندازہ کرسکیں گے کہ قدرت نے حضور ﷺ کو مردم شناسی کا کتنا زبردست ملکہ عطا فرمایا تھا:

حضرت عمرو بن تغلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ کی خدمت میں مال پیش کیا گیا۔ آپ ﷺ نے اس مال کو تقسیم فرمایا۔ کچھ لوگوں کو آپ نے مال عطا فرمایا اور کچھ کو چھوڑ دیا۔ پھر آپ ﷺ کو پتا چلا کہ آپ نے جن لوگوں کو ترک کیا ہے وہ ناراض ہو رہے ہیں۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی اور پھر فرمایا: اما بعد! خدا کی قسم میں کسی شخص کو مال دیتا ہوں اور کسی دوسرے کو چھوڑ دیتا ہوں۔ حالانکہ میں جس کو ترک کرتا ہوں وہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہوتا ہے جس کو میں دیتا ہوں۔ میں کچھ لوگوں کو اس لیے دیتا ہوں کہ مجھے ان کے دلوں میں بے صبری اور بے قراری نظر آتی ہے۔ اور کچھ لوگوں کو اس خیر اور غناء کے سپرد کر دیتا ہوں جو ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے پیدا فرما رکھی ہے۔ ان لوگوں میں سے ایک عمرو بن تغلب بھی ہیں۔ عمرو بن تغلب (راوی) فرماتے ہیں: خدا کی قسم! مجھے حضور ﷺ کی اس بات کے بدلے میں سرخ اونٹ ملیں تو یہ بھی مجھے پسند نہیں۔ (1)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے کچھ لوگوں کو (مال) عطا فرمایا۔ میں ان لوگوں کے ساتھ بیٹھا تھا۔ ان میں سے ایک شخص کو حضور ﷺ نے چھوڑ دیا، اسے کچھ عطا نہیں فرمایا۔ میری نظر میں وہ شخص ان سب سے اچھا تھا۔ میں اٹھ کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ آپ سے سرگوشی کی اور عرض کیا: کیا وجہ ہے کہ آپ نے فلاں شخص کو چھوڑ دیا ہے، خدا کی قسم! میری نظر میں وہ مومن ہے۔ آپ نے فرمایا: بلکہ یہ کہو کہ وہ مسلم ہے۔ راوی کہتے ہیں: میں تھوڑی دیر خاموش رہا۔ پھر اس شخص کے متعلق میرا اعتقاد مجھ پر غالب آ گیا اور میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ کیا وجہ ہے کہ آپ نے فلاں شخص کو عطا سے محروم رکھا ہے، حالانکہ وہ مجھے مومن نظر آتا ہے؟ آپ نے فرمایا: بلکہ یوں کہو کہ وہ مسلمان ہے۔ راوی کہتے ہیں: میں تھوڑی دیر خاموش

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 126

رہا۔ پھر اس شخص کے متعلق میرا اعتقاد مجھ پر غالب آ گیا اور میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ کیا وجہ ہے کہ آپ نے فلاں شخص کو عطا سے محروم رکھا ہے حالانکہ میری نظر میں وہ مومن ہے؟ آپ نے فرمایا: بلکہ یوں کہو کہ وہ مسلم ہے۔ یہ بات میں نے تین مرتبہ عرض کی پھر آپ نے فرمایا: میں کسی شخص کو دیتا ہوں حالانکہ اس کے علاوہ کوئی دوسرا مجھے زیادہ محبوب ہوتا ہے، اس خوف سے کہ کہیں (بے صبری اور عدم توکل کے باعث) اسے منہ کے بل دوزخ میں نہ ڈال دیا جائے......الحدیث۔ (1)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں، حضور ﷺ، اس بیماری کے دوران جس میں آپ کا انتقال ہو گیا، باہر تشریف لائے۔ آپ نے سر مبارک پر ایک کپڑا باندھ رکھا تھا۔ آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی اور فرمایا: لوگوں میں کوئی شخص ایسا نہیں ہے جس کا ابوبکر بن ابی قحافہ سے زیادہ اپنی جان اور مال کے لحاظ سے، مجھ پر احسان ہو۔ اگر میں کسی کو اپنا خلیل (دوست) بناتا تو ابوبکر کو بناتا، البتہ اسلام کی دوستی ہی افضل ترین ہے۔ اس مسجد کی طرف کھلنے والی تمام کھڑکیاں بند کر دو سوائے ابوبکر کی کھڑکی کے۔ (2)

حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: جب جنگ حنین کے دن اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو (بطور فے) مال عطا فرمایا تو آپ نے مال کو ان لوگوں میں تقسیم فرما دیا جن کی تالیف قلوب مقصود تھی اور آپ نے انصار کو (اس مال سے) کچھ نہ دیا۔ انصار کو گویا اس بات پر دکھ ہوا کہ جو کچھ لوگوں کو ملا ہے انہیں نہیں ملا۔ حضور ﷺ نے انصار کو خطبہ ارشاد فرمایا اور فرمایا: اے گروہ انصار! کیا (یہ بات سچ نہیں کہ) میں نے تمہیں حالت گمراہی میں پایا اور اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ تمہیں ہدایت عطا فرمائی؟ تمہارا شیرازہ بکھرا ہوا تھا اور اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ تمہیں متحد و یکجا کر دیا؟ میں نے تمہیں تنگ دست پایا اور اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ تمہیں غنی کر دیا؟ حضور ﷺ جو بات بھی فرماتے وہ جواب میں عرض کرتے: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اس سے بھی زیادہ احسان فرمانے والے ہیں۔ آپ نے فرمایا: تم رسول خدا کی بات کا جواب کیوں نہیں دیتے؟ آپ جو بات بھی فرماتے وہ عرض کرتے: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اس سے بھی زیادہ احسان فرمانے والے ہیں۔ آپ نے فرمایا: تم چاہتے تو یہ بھی کہہ سکتے تھے کہ جب آپ مدینہ آئے تھے تو ہم نے آپ کے ساتھ یہ یہ سلوک کیا تھا۔ کیا تم اس بات پر راضی ہو کہ لوگ بکریاں اور اونٹ لے جائیں اور تم اللہ تعالیٰ کے نبی کو اپنے گھروں کی طرف لے جاؤ؟ اگر ہجرت کا اعزاز نہ ہوتا تو میں ایک انصاری شخص ہوتا۔ اگر لوگ مختلف وادیوں اور راستوں پر چلیں تو میں انصار کی وادی اور ان کے راستے پر چلوں گا۔

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 200 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 67

انصار اس کپڑے کی مانند ہیں جو جسم کے ساتھ لگا ہوتا ہے اور دوسرے لوگ اس کپڑے کی مانند ہیں جو اس کے اوپر پہنا جاتا ہے۔ میرے بعد دوسرے لوگوں کو تم پر ترجیح دی جائے گی۔ ایسی حالت میں صبر کرنا حتی کہ حوض کوثر پر تم مجھ سے ملاقات کر سکو۔ (1)

قائدانہ بصیرت

حضور ﷺ کو پروردگار عالم نے جن روحانی عظمتوں سے نوازا تھا، ان کا نہ تو انسان ادراک کر سکتا ہے اور نہ ان کا بیان کسی انسان کے بس کی بات ہے۔ آپ کی ان عظمتوں کو، کما حقہ، آپ کا رب کریم ہی جانتا ہے اور اس نے ان کے بیان میں کمی بھی نہیں فرمائی۔ ان روحانی عظمتوں کے علاوہ قدرت نے حضور ﷺ کو بے شمار ایسی عظمتیں بھی عطا فرمائی تھیں جن کو انسانی پیمانوں سے ماپنے کی کوشش بھی کی جا سکتی ہے۔ ان عظمتوں میں سے ایک آپ کی محیر العقول قائدانہ انتظامی، سیاسی اور عسکری بصیرت ہے۔ ان ہی قائدانہ صلاحیتوں کے بل بوتے پر حضور ﷺ نے ان مٹھی بھر جاں نثاروں کے ساتھ، جن میں اکثریت غلاموں، کمزوروں اور بے بسوں کی تھی، ایک ملت کی تشکیل کا آغاز کیا۔ عرب کے متحارب قبائل سے تعلق رکھنے والے لوگوں کو اس ملت کے جھنڈے تلے جمع کیا اور ان کی خاندانی عصبیتوں کو کبھی ان کے اتحاد اور اتفاق پر اثر انداز ہونے کا موقع نہیں دیا۔ آپ نے ملت کے اس نوخیز پودے کے خلاف اٹھنے والے شدید طوفانوں اور مہیب آندھیوں کا مقابلہ کیا۔ آپ نے مکہ کے قریشی سرداروں، جزیرۂ عرب کے باطل پرستوں کے متحد لشکروں اور روم و ایران کے سرکش اور جابر سلطانوں کا مقابلہ کیا اور ہر میدان میں فتح و نصرت کے جھنڈے لہرائے۔ آپ نے جو ملت تشکیل دی، صدیوں اس کی علمی، سیاسی اور عسکری عظمتوں کے پھریرے دنیا کے تمام براعظموں میں لہراتے رہے اور آج تقریباً ڈیڑھ ہزار سال کا عرصہ گزرنے اور ملت اسلامیہ کے عظمتوں سے محروم ہونے کے باوجود دنیا کی تمام باطل قوتیں اسی ملت کو اپنے لیے سب سے بڑا خطرہ سمجھتی ہیں۔ آیئے حضور ﷺ کی قائدانہ بصیرت کی چند جھلکیاں، احادیث طیبہ کی روشنی میں، دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں:

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا: کوئی سے تین آدمی کسی شہر یا دیہات میں ہوں اور ان میں با جماعت نماز قائم نہ ہوتی ہو تو ان آدمیوں پر شیطان نے غلبہ پالیا ہے۔ تم جماعت کے ساتھ وابستگی کو اپنے اوپر لازم سمجھو کیونکہ بھیڑیا اس (بھیڑ یا بکری) کو کھا جاتا ہے جو ریوڑ سے دور ہو...... الحدیث۔ (2)

حضرت یحییٰ بن حصین اپنی دادی ام الحصین سے روایت کرتے ہیں، فرماتے ہیں: میں نے انہیں

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 620
2۔ سنن ابی داؤد، جلد 1، صفحہ 88

یہ کہتے ہوئے سنا: میں نے حضور ﷺ کی معیت میں حجۃ الوداع کیا اور میں نے دیکھا کہ آپ جب جمرۂ عقبہ کو کنکریاں مارنے کے بعد پلٹے تو آپ ﷺ اپنی سواری پر سوار تھے اور بلال اور اسامہ رضی اللہ عنہما آپ کے ساتھ تھے۔ ان میں سے ایک نے آپ کی اونٹنی کی مہار پکڑ رکھی تھی اور دوسرے نے حضور ﷺ کو دھوپ سے بچانے کے لیے اپنا کپڑا آپ ﷺ کے سر مبارک کے اوپر پھیلا رکھا تھا۔ حضور ﷺ نے بہت سی باتیں ارشاد فرمائیں۔ پھر میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: اگر تمہارے اوپر ایک ناک کٹے غلام کو امیر بنا دیا جائے، راوی کہتے ہیں کہ شاید راویہ نے ''سیاہ'' کا لفظ بھی استعمال کیا، جو کتاب اللہ کے مطابق تم پر حکمرانی کرے تو اس کی بات سنو اور اس کا حکم مانو۔(1)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: بنو اسرائیل پر انبیائے کرام حکمرانی کیا کرتے تھے۔ ایک نبی کی وفات کے بعد دوسرا نبی مبعوث ہو جاتا تھا اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ میرے بعد خلفاء ہوں گے اور ان کی تعداد بہت ہوگی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ آپ ہمیں ان کے متعلق کیا حکم ارشاد فرماتے ہیں؟ فرمایا: پہلے خلیفہ کی بیعت کو پورا کرو اور پھر اس کی بیعت کو پورا کرو جو اس کے بعد آئے اور تم ان کے حقوق پورے کرو۔ ان سے اللہ تعالیٰ خود پوچھے گا کہ جن لوگوں کو ان کی رعیت بنایا گیا تھا، ان کے حقوق انہوں نے پورے کیے یا نہیں۔(2)

حضرت قبیصہ بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: میرے بعد تم پر ایسے لوگ امیر بنیں گے جو نمازوں کو (اپنے وقت سے) مؤخر کریں گے۔ ایسی نمازیں تمہارے لیے باعث ثواب ہوں گی اور اس (تاخیر) کا وبال ان پر ہوگا۔ تم ان کے ساتھ نماز پڑھتے رہنا تاوقتیکہ وہ قبلہ رو ہو کر نماز پڑھتے رہیں۔(3)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی اور اس میں: مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کے الفاظ کندہ کروائے اور لوگوں کو ارشاد فرمایا: میں نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی ہے اور اس میں مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کے الفاظ کندہ کروائے ہیں۔ کوئی شخص اپنی انگوٹھی پر میری اس انگوٹھی جیسے الفاظ کندہ نہ کرائے۔(4)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: جس کو اپنے امیر کی کوئی بات پسند نہ ہو وہ اس پر صبر کرے کیونکہ جو بھی اطاعت امیر سے بالشت بھر باہر ہوتا ہے اور

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 419
2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 126
3۔ سنن ابی داؤد، جلد 1، صفحہ 69
4۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 196

پھر اسی حالت میں مر جاتا ہے وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے۔(1)

حضرت عرفجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں، میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: (زمانہ مستقبل میں) بہت سی الٹی سیدھی باتیں اور فتنے ظاہر ہوں گے۔ جو شخص اس ملت میں انتشار پیدا کرنا چاہے، وہ کوئی بھی ہو، تلوار سے اس کا کام تمام کر دو۔(2)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: بنو النضیر کے اموال ایسے تھے جو اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو بطور غنیمت عطا فرمائے تھے، ان کے لیے مسلمانوں نے گھوڑے اور اونٹ نہیں دوڑائے تھے۔ یہ اموال خالصۃً حضور ﷺ کے لیے تھے۔ حضور ﷺ ان اموال سے اپنے اہل خانہ کا ایک سال کا خرچہ علیحدہ کر لیتے تھے اور جو مال بچتا تھا اسے راہ خدا میں (کام آنے کے لیے) گھوڑے اور ہتھیار خریدنے پر صرف کر دیتے تھے۔(3)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حدیبیہ کے دن ہم چودہ سو کی تعداد میں تھے۔ ہم نے حضور ﷺ کی بیعت کی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کے دست مبارک کو پکڑ رکھا تھا۔ آپ ایک درخت، جو ببول کا درخت تھا، کے نیچے تشریف فرما تھے۔ راوی کہتے ہیں: ہم نے اس بات پر آپ ﷺ کی بیعت کی کہ ہم راہ فرار اختیار نہیں کریں گے۔ ہم نے موت پر آپ کی بیعت نہیں کی تھی۔(4)

حضرت بسر بن ارطاۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا: جنگ کے دوران (بطور حد) ہاتھ نہیں کاٹے جائیں گے...... الحدیث۔(5)

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: جنگ بدر میں حضور ﷺ نے ہمارے لشکر کو رات کے وقت ترتیب دیا تھا۔(6)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: جنگ احد کے دن حضور ﷺ نے حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پچاس پیادہ مجاہدوں کے دستے پر کمانڈر مقرر کیا اور فرمایا: اگر تم دیکھو کہ (شکست کے بعد) پرندے ہمارے جسموں کو نوچ رہے ہیں تو اس صورت میں بھی تم اپنی جگہ کو نہ چھوڑنا حتی کہ میں تمہارے پاس پیغام بھیجوں اور اگر تم یہ دیکھو کہ ہم نے دشمن کو شکست دے کر ان کو پاؤں تلے روند دیا ہے تو اس صورت میں بھی تم اپنی جگہ کو نہ چھوڑنا جب تک میں تمہارے پاس پیغام نہ بھیجوں...... الحدیث۔(7)

1۔ایضاً، جلد 2، صفحہ 128   2۔ایضاً   3۔جامع الترمذی، جلد 1، صفحہ 205   4۔الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 129
5۔جامع الترمذی، جلد 1، صفحہ 175   6۔ایضاً، جلد 1، صفحہ 201   7۔صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 426

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ ایک انصاری شخص کے باغ میں ان کا کھجور کا ایک درخت تھا۔ اس انصاری کے اہل خانہ بھی اس کے ساتھ (باغ میں) ہوتے تھے۔ راوی کہتے ہیں، سمرہ اپنی کھجوروں کے درخت کے پاس جاتے تھے جس سے اس (انصاری) کو تکلیف ہوتی تھی اور یہ بات اس پر گراں گزرتی تھی۔ اس نے حضرت سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مطالبہ کیا کہ وہ اس درخت کو بیچ دیں۔ انہوں نے انکار کر دیا۔ انہوں نے ان سے مطالبہ کیا کہ وہ اس درخت کا تبادلہ کر لیں۔ انہوں نے اس سے بھی انکار کر دیا۔ انصاری حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے اس بات کا ذکر کیا۔ آپ نے ان سے اس درخت کے تبادلے کا مطالبہ کیا تو انہوں نے اس سے بھی انکار کر دیا۔ آپ نے فرمایا، تم یہ درخت اس انصاری کو ہبہ کر دو، تمہیں اس کے بدلے میں اتنا اتنا دیا جائے گا۔ آپ نے ان کو ترغیب دی تو انہوں نے اس سے بھی انکار کر دیا۔ (اس پر) حضور ﷺ نے فرمایا: تم ضرر رسانی کا ارادہ رکھتے ہو۔ پھر آپ نے اس انصاری سے فرمایا، جاؤ، اس کے کھجور کے درخت کو کاٹ دو۔ (1)

حضرت حمزہ بن اسید اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: جب (دشمن) تمہارے قریب آ جائے یعنی تمہارے سر پر پہنچ جائے تو ان پر تیر برسانا اور تیروں کو ضائع نہ کرنا۔ (2)

حضرت ایاس بن سلمہ اپنے باپ حضرت سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ہم حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ انہیں حضور ﷺ نے ہمارا امیر مقرر فرمایا تھا۔ ہم نے قبیلہ فزارہ کے خلاف جہاد کیا اور ان پر چاروں طرف سے حملہ کر دیا۔ پھر میری نظر کچھ لوگوں پر پڑی۔ ان میں عورتیں اور بچے بھی تھے۔ میں نے تیر پھینکا جو ان لوگوں اور پہاڑ کے درمیان گرا۔ وہ ٹھہر گئے۔ میں ان کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس لے آیا۔ ان لوگوں میں فزارہ قبیلہ کی ایک عورت تھی جس نے خشک چمڑے کا لباس پہن رکھا تھا۔ اس کے ساتھ اس کی بیٹی تھی جو عرب کی حسین ترین عورت تھی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس عورت کی بیٹی مجھے مال غنیمت سے زائد عطیہ کے طور پر دے دی۔ میں مدینہ طیبہ آیا تو میری ملاقات حضور ﷺ کے ساتھ ہوئی۔ آپ نے فرمایا: یہ عورت مجھے ہبہ کر دو۔ میں نے عرض کیا: خدا کی قسم، یہ عورت مجھے بہت اچھی لگی ہے اور میں نے اس کے جسم سے پردہ نہیں ہٹایا۔ حضور ﷺ خاموش ہو گئے۔ اگلے روز پھر حضور ﷺ سے میری ملاقات بازار میں ہوئی تو آپ نے فرمایا: سلمہ! میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ خدا کے لیے وہ عورت مجھے ہبہ کر دو۔ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! میں نے اس عورت کے جسم سے کپڑا نہیں

1۔ سنن ابی داؤد، جلد 1، صفحہ 156
2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 5

ہٹایا۔ اب یہ آپ کو پیش کرتا ہوں۔ آپ نے اس عورت کو مکہ بھیج دیا۔ ان کے پاس کچھ (مسلمان) قیدی تھے، آپ نے اس عورت کے بدلے ان قیدیوں کو آزاد کرا لیا۔ (1)

حضرت ہشام اپنے والد حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے (مرسلاً) روایت کرتے ہیں کہ جب حضور ﷺ فتح مکہ کے سال روانہ ہوئے تو قریش کو اس کی خبر ہوگئی۔ ابوسفیان بن حرب، حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقاء حضور ﷺ کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لیے روانہ ہوئے۔ وہ چلتے چلتے مرالظہر ان کے مقام تک پہنچے۔ انہیں آگ کے الاؤ نظر آئے۔ وہ آگ اسی طرح کی تھی جیسے عرفہ کے مقام پر نظر آتی ہے۔ ابوسفیان نے کہا: یہ کیسی آگ ہے؟ یہ تو ایسی آگ نظر آتی ہے جیسے عرفہ کی آگ ہوتی ہے۔ بدیل بن ورقاء نے کہا: یہ بنوعمرو کی آگ ہے۔ ابوسفیان نے کہا: بنوعمرو کی تعداد اس سے کم ہے۔ ان لوگوں کو حضور ﷺ کے کچھ پہرہ داروں نے دیکھ لیا اور انہیں پکڑ کر حضور ﷺ کی خدمت میں لے آئے۔ ابوسفیان نے اسلام قبول کر لیا۔ حضور ﷺ جب وہاں سے روانہ ہوئے تو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: ابوسفیان کو پہاڑی کی نکر پر روک کر رکھیں تاکہ وہ مسلمانوں (کی شان وشوکت) کو دیکھ سکے۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابوسفیان کو (اس مقام پر) کھڑا کیا۔ حضور ﷺ کی معیت میں قبائل گزرنے لگے۔ ایک ایک دستہ ابوسفیان کے پاس سے گزرنے لگا...... الحدیث۔ (2)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں، حضور ﷺ نے صفا اور مروہ کے درمیان رمل (3) اس لیے کیا کہ مشرکین (مکہ) کو اپنی قوت دکھائیں۔ (4)

ہم نے گزشتہ صفحات میں جو چند احادیث طیبہ قارئین کرام کی خدمت میں پیش کی ہیں ان احادیث طیبہ کے مطالعہ سے انسان بخوبی اندازہ کر سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو کس اعلیٰ درجے کی سیاسی اور انتظامی صلاحیتیں عطا فرمائی تھیں۔ حضور ﷺ نے اپنی حیات طیبہ میں قدم قدم پر ان خداداد صلاحیتوں کو استعمال کیا اور مشکل سے مشکل حالات کا مقابلہ اس حکمت سے کیا کہ بڑے بڑے سیاسی مدبرین آپ کی سیاسی بصیرت کو سلام کرنے پر مجبور ہیں۔ حضور ﷺ کی تعلیمات اور آپ کے اسوۂ حسنہ میں ملت اسلامیہ کے قائدین کیلئے اتنے راہنما اصول موجود ہیں کہ ان پر عمل کر کے آج بھی ملت اپنی عظمت رفتہ کو دوبارہ حاصل کر سکتی ہے، لیکن افسوس کہ ہمارے زعماء سیاسی بصیرت کا درس لینے کیلئے مدینہ طیبہ کی بجائے کسی اور طرف دیکھنے کے عادی ہو چکے ہیں اور شاید یہی اس ملت کا سب سے بڑا مسئلہ ہے۔

1۔ سنن ابی داؤد، جلد 2، صفحہ 12
2۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 613
3۔ رمل کا مطلب ہے کندھے ہلاتے ہوئے دوڑنا
4۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 611

حبیب خدا ﷺ بحیثیت معلم کامل

حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے جو بے شمار شانیں عطا فرمائی ہیں ان میں سے ایک خصوصی شان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو معلم کامل بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں جہاں حضور ﷺ کے مقاصد بعثت کو بیان فرمایا ہے وہاں یہ بھی بتایا ہے کہ آپ ﷺ اپنے غلاموں کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے:

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ (بقرہ)

"جیسا کہ بھیجا ہم نے تمہارے پاس رسول تم میں سے۔ پڑھ کر سناتا ہے تمہیں ہماری آیتیں اور پاک کرتا ہے تمہیں اور سکھاتا ہے تمہیں کتاب اور حکمت اور تعلیم دیتا ہے تمہیں ایسی باتوں کی جنہیں تم جانتے ہی نہیں تھے"۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: میں تمہارے لیے باپ کی طرح ہوں۔ (جس طرح باپ اپنے بچوں کو تعلیم دیتا ہے، اسی طرح) میں تمہیں تعلیم دیتا ہوں۔ تم میں سے جب کوئی بیت الخلاء میں داخل ہو تو قبلہ کی طرف نہ تو رخ کرے اور نہ پشت۔ اور نہ دائیں ہاتھ سے استنجاء کرے...... الحدیث۔ (1)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے ایک طویل حدیث مروی ہے جس میں، حکم خداوندی کے مطابق، حضور ﷺ کی اپنی ازواج مطہرات کو دنیوی زیب و زینت یا رفاقت رسول میں سے ایک کو اختیار کرنے کی پیشکش کا ذکر ہے۔ اس حدیث میں یہ الفاظ بھی ہیں:

جب یہ آیت نازل ہوئی: يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ الآیہ، (احزاب:28) تو حضور ﷺ نے آغاز حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کیا۔ آپ نے فرمایا: عائشہ! میں تمہارے سامنے ایک معاملہ پیش کرنا چاہتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ تم اپنے والدین سے مشورہ کیے بغیر اس معاملہ میں جلد بازی نہ کرو۔ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ وہ معاملہ کیا ہے؟ آپ نے ان کو مذکورہ آیۂ کریمہ پڑھ کر سنائی۔ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ کیا میں آپ کے متعلق اپنے والدین سے مشورہ کروں؟ بلکہ میں تو اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور دار آخرت کو اختیار کرتی ہوں اور آپ سے گزارش کرتی ہوں کہ میں نے جو کچھ کہا ہے، آپ اس سے اپنی ازواج مطہرات میں سے کسی کو خبردار

1۔ سنن النسائی، جلد 1، صفحہ 16

نہ کریں۔ آپ نے فرمایا: جو بی بی بھی مجھ سے اس کے متعلق پوچھے گی، میں اس کو (سچ سچ) بتادوں گا، بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے سختی کرنے والا اور لوگوں کی لغزش کی جستجو کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا بلکہ اس نے مجھے آسانیاں پیدا کرنے والا معلم بنا کر بھیجا ہے۔ (1)

حضور ﷺ نے اپنی ساری زندگی تعلیم کتاب و حکمت کے فریضہ منصبی کی تکمیل میں گزاری۔ آپ کو جن لوگوں کی تعلیم کا فریضہ سونپا گیا تھا وہ جہالت کی اتھاہ تاریکیوں میں ڈوبے ہوئے تھے۔ اخلاقی بیماریوں کو ان کے ہاں نشان عظمت سمجھا جاتا تھا اور اخلاقی خوبیوں سے متصف انسان ان کے ہاں قابل نفرت قرار پاتا تھا۔ ان کا ماضی تہذیب و شائستگی سے نا آشنا تھا۔ حضور ﷺ کی ذمہ داری یہ تھی کہ وہ برائیاں جن کو وہ خوبیاں قرار دیتے تھے، ان برائیوں سے ان کے دامن کو پاک کریں۔ ان کو تہذیب و شائستگی کا درس دیں، جہالت کے جتنے داغ ان کے دامن پر لگے ہوئے تھے ان کے اثرات کو ہدایت کے نور سے پاک کریں۔ ان کو انسانی شرف سے آشنا کریں اور ان کو ایسی زندگی گزارنے کا درس دیں جو انسان کے شایان شان ہو۔ آپ ﷺ نے ان کو کفر و شرک کے اندھیروں سے نکال کر توحید کی صراط مستقیم پر لگانا تھا۔ آپ نے انہیں بندۂ خدا بن کر زندگی کے ایام گزارنے کا درس دینا تھا۔ آپ کا کام تھا کہ آپ ان کو شریعت اسلامیہ کے احکام سمجھائیں اور ان پر عمل کرنے کی ان کو عملی تعلیم دیں۔

حضور ﷺ نے اپنے ان تمام تعلیمی فرائض کو کما حقہ ادا کیا اور توحید و رسالت اور مبدأ و معاد کے مسائل سے لے کر زندگی کے چھوٹے چھوٹے کاموں تک، ہر چیز کے متعلق اپنے غلاموں کی راہنمائی فرمائی۔ حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں، مشرکین نے ہم سے کہا: ہم دیکھتے ہیں کہ تمہارے صاحب (یعنی رسول اللہ ﷺ) تمہیں ہر چیز حتی کہ پاخانہ تک کی تعلیم دیتے ہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ اس پر حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے فرمایا: ہاں، یہ ٹھیک ہے۔ آپ نے ہمیں دائیں ہاتھ کے ساتھ استنجاء کرنے سے منع فرمایا ہے۔ آپ نے ہمیں (قضائے حاجت کے وقت) روبقبلہ ہونے سے منع فرمایا ہے۔ آپ نے ہمیں استنجاء کے لیے لید اور ہڈیوں کے استعمال سے بھی منع فرمایا ہے۔ اور آپ نے ہمیں یہ حکم بھی دیا ہے کہ کوئی شخص استنجاء کے لیے تین سے کم ڈھیلے استعمال نہ کرے۔ (2)

حضور ﷺ کے سامنے جو کام تھا وہ انتہائی کٹھن تھا۔ آپ کا واسطہ اجڈ لوگوں کے ساتھ تھا، جن کے ہر فعل کی اصلاح آپ کا فریضہ تھا۔ خدا کے حبیب ﷺ کی عظمتوں کو سلام کرنے کو جی چاہتا ہے کہ آپ نے ان کے تمام افعال کی اصلاح کی اور اس حکمت اور دانائی کے ساتھ کی کہ ان کے اجڈ پن اور اکھڑ پن

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 480
2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 130

کو کبھی راستے میں حائل ہونے کی مہلت نہ دی بلکہ آپ نے ان کی غلطیوں کی اصلاح اس حسین انداز میں فرمائی کہ ان کے دلوں میں آپ کے لیے حسنِ عقیدت کے جذبات بھڑک اٹھے اور وہ آپ کے حسنِ تعلیم کا اعتراف کیے بغیر نہ رہ سکے۔ آپ کے اندازِ تعلیم کی چند خوبصورت مثالیں ملاحظہ فرمائیے:

حضرت معاویہ بن حکم السلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں حضور ﷺ کی معیت میں نماز پڑھ رہا تھا کہ لوگوں میں سے کسی شخص کو چھینک آئی۔ اس پر میں نے کہا: یرحمك الله۔ لوگوں نے میری طرف دیکھنا شروع کر دیا۔ میں نے کہا: اس کی ماں اسے روئے، تمہیں کیا ہو گیا کہ تم میری طرف دیکھ رہے ہو۔ انہوں نے اپنے ہاتھ اپنی رانوں پر مارنے شروع کر دیے۔ جب میں نے دیکھا کہ وہ مجھے خاموش کرانے کی کوشش کر رہے ہیں تو (میں نے مزاحمت کا ارادہ کیا) لیکن پھر میں خاموش ہو گیا۔ جب حضور ﷺ نماز پڑھ چکے تو، میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، میں نے آپ سے اچھا استاد نہ آپ سے پہلے دیکھا اور نہ آپ کے بعد، جو آپ سے بہتر تعلیم دے سکے۔ خدا کی قسم، آپ نے نہ مجھے جھڑکا، نہ مجھے مارا پیٹا اور نہ مجھے برا بھلا کہا۔ آپ نے (صرف یہ) فرمایا: اس نماز میں کوئی انسانی بات مناسب نہیں ہے۔ نماز تو تسبیح، تکبیر اور قرآن حکیم کی تلاوت کا نام ہے...... میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ ہمارا زمانہ، زمانہ جاہلیت سے قریب ہے اور اللہ تعالیٰ اسلام کو لے آیا ہے۔ ہم میں سے کچھ لوگ کاہنوں کے پاس جاتے ہیں۔ (ہمارے لیے کیا حکم ہے؟) آپ نے فرمایا: تم ان کے پاس نہ جایا کرو۔ راوی نے عرض کیا: ہم میں سے کچھ لوگ فال لیتے ہیں۔ (اس کا کیا حکم ہے؟) فرمایا: یہ ایک ایسی چیز ہے جس کا خیال ان کے دلوں میں پیدا ہوتا ہے، البتہ یہ فال انہیں کوئی کام کرنے سے باز نہ رکھے...... راوی کہتے ہیں: میں نے عرض کیا: ہم میں سے کچھ لوگ لکیریں کھینچتے ہیں (اس کا کیا حکم ہے؟) فرمایا: انبیائے کرام علیہم السلام میں سے ایک نبی لکیریں کھینچا کرتے تھے۔ جس شخص کی لکیریں ان کی لکیروں کے موافق ہوں ان کا ایسا کرنا صحیح ہے...... الحدیث۔ (1)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک اعرابی نے مسجد میں پیشاب کر دیا۔ بعض لوگ اس کی طرف لپکے تو حضور ﷺ نے فرمایا: اس کو زبردستی پیشاب روکنے پر مجبور نہ کرو۔ پھر آپ نے پانی کا لوٹا منگوایا اور اس پیشاب پر پانی بہا دیا۔ (2)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ مسجد میں بیٹھے تھے کہ ایک اعرابی مسجد میں داخل ہوا۔ اس نے کہا: اے اللہ تعالیٰ! میری اور محمد ﷺ کی بخشش فرما اور ہمارے ساتھ کسی دوسرے کی مغفرت نہ فرما۔ حضور ﷺ (اس کی اس بات پر) مسکرائے اور فرمایا:

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 203
2۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 40

اس نے اس چیز کو محدود کر دیا ہے جو وسیع ہے (یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت کو۔) پھر وہ اعرابی واپس پلٹا۔ جب وہ مسجد کے کنارے پہنچا تو اس نے پیشاب کے لیے پاؤں پھیلا دیے۔ اس اعرابی نے اپنی غلطی کو سمجھ لینے کے بعد کہا: حضور ﷺ اٹھ کر میری طرف آئے۔ میرے ماں باپ آپ پر نثار، آپ نے نہ مجھے سخت الفاظ میں زجر و توبیخ کی، نہ برا بھلا کہا۔ آپ نے (محض) یہ فرمایا: ان مسجدوں میں پیشاب نہیں کیا جاتا، یہ خدا کے ذکر اور نماز کے لیے بنائی جاتی ہیں۔ پھر آپ نے پانی کا لوٹا لانے کا حکم دیا اور اس کے پیشاب پر پانی بہا دیا۔ (1)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک روز حضور ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی۔ جب آپ نماز پڑھ چکے تو ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے لوگو! میں تمہارا امام ہوں۔ تم رکوع، سجدہ، قیام یا نماز سے فارغ ہونے میں مجھ سے پہل نہ کیا کرو کیونکہ میں تمہیں دیکھتا ہوں اپنے سامنے سے بھی اور پیچھے سے بھی۔ اس ذات کی قسم، جس کے قبضہ قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے، اگر تم وہ دیکھ لو جو میں نے دیکھا ہے تو تم ہنسو کم اور روؤ زیادہ۔ لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ آپ نے کیا دیکھا ہے؟ فرمایا: جنت کو اور دوزخ کو دیکھا ہے۔ (2)

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں، جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ''(رمضان میں اس وقت تک کھاؤ پیو) جب تک کہ سفید دھاگا سیاہ دھاگے سے متمیز ہو جائے''۔ تو عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ میں اپنے سرہانے کے نیچے دو رسیاں رکھتا ہوں، ایک سیاہ اور دوسری سفید۔ ان کے ذریعے میں دن اور رات میں تمیز کرتا ہوں۔ (اس پر) حضور ﷺ نے فرمایا: پھر آپ کا سرہانہ تو بڑا وسیع ہوا۔ (آیت سے مراد یہ نہیں بلکہ) اس سے مراد رات کی سیاہی اور دن کی روشنی ہے۔ (3)

حضرت ابو مسعود بدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں اپنے ایک ملازم کو کوڑے سے مار رہا تھا کہ میں نے اپنے پیچھے سے یہ آواز سنی۔ ابو مسعود! خبردار رہو۔ میں غصے کی وجہ سے اس آواز کو سمجھ نہ سکا۔ فرماتے ہیں: جب یہ بات کہنے والے میرے نزدیک آئے تو دیکھا کہ وہ حضور ﷺ ہیں اور آپ فرما رہے ہیں: اے ابو مسعود! خبردار رہو۔ ابو مسعود! خبردار رہو۔ راوی کہتے ہیں: میں نے کوڑا اپنے ہاتھ سے پھینک دیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ابو مسعود! خبردار رہو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے اوپر اس سے بھی زیادہ قدرت کا مالک ہے جتنی قدرت تمہیں اس غلام پر حاصل ہے۔ راوی

1۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 40 2۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 180 3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 349

کہتے ہیں: میں نے کہا: میں اس کے بعد کسی غلام کو کبھی نہیں ماروں گا۔(1)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے اپنی موت کے وقت چھ غلاموں کو آزاد کر دیا۔ اس کی ملکیت میں اس کے علاوہ کوئی مال نہ تھا۔ حضور ﷺ نے ان غلاموں کو بلایا اور ان کو تین ٹولیوں میں تقسیم کیا۔ پھر آپ نے ان کے درمیان قرعہ اندازی کی اور ان میں سے دو کو آزاد کر دیا اور چار کی غلامی کو برقرار رکھا اور اس شخص کے متعلق سخت الفاظ استعمال کیے۔(2)

حضرت معرور بن سوید سے مروی ہے، فرماتے ہیں، ربذہ کے مقام پر ہم حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس سے گزرے۔ دیکھا کہ آپ کے اوپر ایک چادر ہے اور اسی قسم کی چادر آپ کے غلام نے زیب تن کر رکھی ہے۔ ہم نے عرض کیا: اے ابوذر! رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اگر آپ ان دونوں چادروں کو یکجا کر لیں تو ایک حلہ بن جائے۔ آپ نے فرمایا: میرے اور میرے ایک (مسلمان) بھائی کے درمیان تکرار ہو گئی۔ اس شخص کی ماں عجمی تھی۔ میں نے اس کو اس کی ماں کے متعلق عار دلائی۔ اس شخص نے میری شکایت حضور ﷺ کے پاس کر دی۔ میں نے حضور ﷺ سے ملاقات کی تو آپ نے فرمایا: اے ابوذر! تم ایک ایسے شخص ہو جس میں جاہلیت کے آثار موجود ہیں۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ جو شخص لوگوں کو گالیاں دے، لوگ اس کے ماں باپ کو گالیاں دیا کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اے ابوذر! تم ایک ایسے آدمی ہو جس میں جاہلیت کے آثار موجود ہیں۔ یہ (غلام) تمہارے بھائی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے ماتحت کر دیا ہے۔ جو خود کھاؤ وہی ان کو کھلاؤ، جو خود پہنو وہی ان کو پہناؤ اور ان کو ایسا کام کرنے پر مجبور نہ کرو جو ان کی طاقت سے باہر ہو اور اگر ان کو کوئی ایسا کام کرنے کے لیے کہو جو ان کی طاقت سے زیادہ ہو تو ان کی مدد کیا کرو۔(3)

حضرت عکراش بن ذویب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں، بنو مرہ بن عبید نے مجھے اپنے اموال کی زکوٰۃ دے کر حضور ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ میں مدینہ طیبہ میں آپ کے پاس حاضر ہوا۔ میں نے آپ کو مہاجرین اور انصار کے ساتھ تشریف فرما پایا۔ راوی کہتے ہیں: پھر حضور ﷺ نے میرے ہاتھ کو پکڑا اور مجھے ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر لے گئے۔ آپ نے پوچھا: کیا کھانے کے لیے کچھ ہے؟ ہمارے پاس ایک بڑا پیالہ لایا گیا جس میں ثرید اور بغیر ہڈی کے بوٹیاں بکثرت تھیں۔ ہم نے اس سے کھانا شروع کر دیا۔ میں اپنے ہاتھوں کو پیالے میں ادھر ادھر دوڑانے لگا اور حضور ﷺ اپنے سامنے سے کھاتے رہے۔ حضور ﷺ نے اپنے دائیں ہاتھ سے میرے دائیں ہاتھ کو پکڑا اور فرمایا: عکراش! ایک جگہ سے کھاؤ کیونکہ یہ ایک ہی قسم کا کھانا ہے۔ پھر

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 51 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 54 3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 52

ہمارے سامنے ایک بڑی طشتری لائی گئی جس میں مختلف قسم کی کھجوریں تھیں...... میں اپنے سامنے سے کھانے لگا اور حضور ﷺ کا دست اقدس طشتری میں ادھر ادھر پھرتا رہا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: عکراش! جہاں سے چاہو کھاؤ کیونکہ یہ کھجوریں ایک ہی قسم کی نہیں ہیں۔ پھر ہمارے پاس پانی لایا گیا۔ حضور ﷺ نے اپنے ہاتھ دھوئے اور اپنی ہتھیلیوں کی رطوبت سے اپنے چہرے، بازوؤں اور سر پر مسح کیا اور فرمایا: عکراش! یہ وضو ہے جو ان چیزوں کو کھانے کے بعد کرنا چاہیے جن میں آگ کی وجہ سے تبدیلی آ گئی ہو۔(1)

حضرت جابر بن یزید بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد ماجد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضور ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔ اس وقت وہ ایک نوجوان لڑکے تھے۔ جب حضور ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے مسجد کے ایک کونے میں دو آدمیوں کو دیکھا جنہوں نے جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھی تھی۔ حضور ﷺ نے ان کو طلب فرمایا۔ ان کو پیش کیا گیا۔ ان کے پہلو کا گوشت کانپ رہا تھا۔ حضور ﷺ نے ان سے فرمایا، تم کو ہمارے ساتھ نماز پڑھنے سے کس چیز نے روکا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: ہم نے اپنی قیام گاہ میں نماز پڑھ لی ہے۔ راوی کہتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا، ایسا نہ کیا کرو۔ تم میں سے جب کوئی شخص اپنی قیام گاہ میں نماز پڑھ لے اور پھر امام کو اس حال میں پائے کہ اس نے ابھی نماز نہ پڑھی ہو تو اس کے ساتھ نماز پڑھ لے کیونکہ یہ نماز اس کے لیے نفل ہو جائے گی۔(2)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے۔ لوگوں نے اپنے ہاتھ بلند کر رکھے تھے۔ زہیر راوی کہتے ہیں: میرے خیال میں انہوں نے ''نماز میں'' کے الفاظ بھی فرمائے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: کیا وجہ ہے کہ میں تمہیں ہاتھوں کو اٹھائے ہوئے دیکھ رہا ہوں جیسے کہ سرکش گھوڑوں کی دمیں ہوں۔ نماز میں تمکنت اور وقار کو اختیار کیا کرو۔(3)

حضرت عباد بن شرحبیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں، مجھے بھوک نے ستایا تو میں مدینہ طیبہ کے ایک باغ میں داخل ہو گیا۔ میں نے ایک خوشے کو اپنی ہتھیلی پر رگڑا۔ میں نے اس کے کچھ دانے کھائے اور کچھ اپنے کپڑوں میں ڈال لیے۔ باغ کا مالک آ گیا۔ اس نے مجھے زدوکوب کیا اور میرا کپڑا لے لیا۔ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور ﷺ نے اس آدمی سے فرمایا: یہ جاہل تھا، تم نے اس کو تعلیم نہیں دی۔ یہ بھوکا تھا، تم نے اس کو کھانا نہیں کھلایا۔ پھر حضور ﷺ نے حکم دیا اور اس شخص نے میرا کپڑا لوٹا دیا۔ اور حضور ﷺ نے مجھے ایک وسق یا نصف وسق طعام عطا فرمایا۔(4)

1۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 8
2۔ سنن ابی داؤد، جلد 1، صفحہ 92
3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 150
4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 359

حضرت رافع بن عمرو الغفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں لڑکا تھا اور میں انصار کی کھجوروں پر پتھر پھینکا کرتا تھا۔ مجھے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر کیا گیا۔ آپ نے فرمایا: لڑکے! تم کھجوروں پر پتھر کیوں پھینکتے ہو؟ میں نے عرض کیا: کھجوریں کھاتا ہوں۔ فرمایا کھجوروں پر پتھر نہ پھینکا کرو اور جو کھجوریں درخت سے نیچے گری ہوئی ہوں ان کو کھالیا کرو۔ پھر حضور ﷺ نے ان کے سر پر اپنا دست اقدس پھیرا اور دعا کی: اے اللہ تعالیٰ! اس کے پیٹ کو سیر فرمادے۔ (1)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے، جس میں حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رجم کیے جانے کا ذکر ہے۔ اس میں یہ الفاظ بھی ہیں جن میں حضور ﷺ کے تعلیم دینے کا خوبصورت انداز جھلکتا ہے:

......ان کو رجم کیا گیا تو حضور ﷺ نے اپنے دو صحابہ کو سنا کہ ان میں سے ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے: اس (ماعز) کو دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے عیب پر پردہ ڈال دیا تھا لیکن اس کے نفس نے اس کو خاموش نہیں رہنے دیا حتی کہ اسے کتے کی طرح سنگسار کر دیا گیا۔ حضور ﷺ ان کی بات سن کر خاموش ہو گئے۔ پھر آپ نے کچھ دیر سفر جاری رکھا حتی کہ آپ ایک گدھے کے مردار کے پاس سے گزرے جس کے پاؤں پھول جانے کی وجہ سے اٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا: فلاں فلاں صحابی کہاں ہیں؟ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ ہم حاضر ہیں۔ فرمایا: اترو اور اس گدھے کے مردار کو کھاؤ۔ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ اس مردار کو کون کھا سکتا ہے؟ فرمایا: تم نے ابھی اپنے بھائی (ماعز) کی حرمت کے متعلق جس طرح لب کشائی کی تھی وہ اس مردار کو کھانے سے بھی بدتر ہے۔ اس ذات کی قسم، جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، وہ (ماعز) تو اب جنت کی نہروں میں ڈبکیاں لگا رہا ہے۔ (2)

حضرت ابو بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: وہ مسجد میں داخل ہوئے۔ اس وقت حضور ﷺ حالت رکوع میں تھے۔ وہ صف تک پہنچنے سے پہلے ہی رکوع میں چلے گئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہاری (نیکیوں کی) حرص میں اضافہ فرمائے۔ آئندہ ایسا نہ کرنا۔ (3)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے مجھے دیکھا۔ اس حال میں کہ نماز کے اندر میں نے اپنا بایاں ہاتھ دائیں ہاتھ کے اوپر رکھا ہوا تھا۔ حضور ﷺ نے میرے دائیں ہاتھ کو پکڑا اور اسے بائیں ہاتھ کے اوپر رکھ دیا۔ (4)

1۔ سنن ابی داؤد، جلد 1، صفحہ 359
2۔ سنن ابی داؤد، جلد 2، صفحہ 260
3۔ سنن النسائی، جلد 1، صفحہ 139
4۔ سنن النسائی، جلد 1، صفحہ 141

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: نجران سے ایک آدمی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے سونے کی انگوٹھی پہن رکھی تھی۔ حضور ﷺ نے اس سے روگردانی فرمائی اور فرمایا: تم میرے پاس اس حال میں آئے ہو کہ تمہارے ہاتھ میں آگ کا انگارہ ہے۔(1)

حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں، انصار کے دو قبائل کے درمیان کچھ تکرار ہو گئی حتی کہ انہوں نے ایک دوسرے پر پتھر پھینکے۔ حضور ﷺ ان کی طرف تشریف لے گئے۔ نماز کا وقت ہوا تو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان کہی۔ حضور ﷺ کا انتظار کیا گیا لیکن آپ کسی مجبوری کی وجہ سے نہ پہنچے۔ (حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے) اقامت کہی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ (امامت کے لیے) آگے بڑھے۔ حضور ﷺ تشریف لائے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے۔ لوگوں نے جب حضور ﷺ کو دیکھا تو وہ تالیاں بجانے لگے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز میں کسی طرف توجہ نہیں کیا کرتے تھے۔ جب آپ نے لوگوں کو تالیاں بجاتے سنا تو متوجہ ہوئے اور دیکھا کہ حضور ﷺ (تشریف لے آئے) ہیں۔ انہوں نے پیچھے ہٹنے کا ارادہ کیا تو حضور ﷺ نے انہیں اشارے سے فرمایا کہ اپنی جگہ پر قائم رہو۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ہاتھ بلند کیے اور الٹے پاؤں چلنے لگے۔ حضور ﷺ آگے بڑھے اور نماز پڑھائی۔ حضور ﷺ نماز پڑھ چکے تو فرمایا: ابوبکر! تمہیں اپنی جگہ پر قائم رہنے سے کس چیز نے منع کیا تھا؟ انہوں نے عرض کیا: یہ نہیں ہوسکتا کہ اللہ تعالیٰ ابوقحافہ کے بیٹے کو اپنے نبی کے آگے کھڑا ہوا دیکھے۔ پھر حضور ﷺ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ نماز میں کوئی مسئلہ درپیش آجائے تو تالیاں بجانے لگتے ہو۔ یہ کام تو عورتوں کا ہے۔ جس کو نماز میں کوئی مسئلہ درپیش آئے وہ ''سبحان اللہ'' کہا کرے۔(2)

گزشتہ صفحات میں ہم نے متعدد احادیث طیبہ بیان کی ہیں جن میں حضور ﷺ نے اپنے غلاموں کی انفرادی یا اجتماعی اصلاح فرمائی ہے۔ قارئین کرام ان احادیث طیبہ کو بار بار غور سے پڑھیں اور اس حکیمانہ، مشفقانہ اور دلکش انداز پر غور کریں جو عرب کے اجڈ بدوؤں کو انداز حیات سکھانے کے لیے خدا کے حکیم ولبیب رسول نے اختیار فرمایا تھا۔ آپ ﷺ نے نہ کسی کو زجر و توبیخ کی، نہ کسی کو سزا دی، نہ سزا دینے کی دھمکی دی، نہ کسی کی عزت نفس کو مجروح ہونے دیا اور نہ کسی کو شرمندہ کیا اور ان کے دامن کو تباہ کن غلطیوں کے مہلک اثرات سے پاک کر دیا۔ تعلیم کا یہ مؤثر ترین اور حسین ترین انداز ملت اسلامیہ کے معلمین کو دعوت فکر دے رہا ہے۔

1۔ سنن النسائی، جلد 2، صفحہ 287 2۔ سنن النسائی، جلد 2، صفحہ 309

لوگوں کو زیور علم سے آراستہ کرنے کا جذبہ

حضور ﷺ نے اپنے تمام فرائض منصبی کو انتہائی محنت، لگن اور شوق کے ساتھ ادا کیا ہے۔ خدا کی مخلوق کو زیور علم و ہدایت سے آراستہ کرنے کا شوق بھی آپ کے وجود مسعود کا حصہ بن چکا تھا جس کا اظہار، آپ کی حیات طیبہ میں قدم قدم پر ہوتا نظر آتا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے، حجۃ الوداع میں اونٹنی پر سوار ہو کر طواف فرمایا۔ آپ حجر اسود کو اپنی خم دار چھڑی سے چھوتے تھے۔ آپ نے ایسا اس لیے کیا کہ لوگ آپ کی زیارت کر سکیں، آپ لوگوں کو نظر آئیں اور وہ آپ سے سوال کر سکیں کیونکہ لوگوں نے آپ پر ہجوم کر رکھا تھا۔(1)

حضرت عثمان بن عبداللہ بن اوس اپنے دادا اوس بن حذیفہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ہم قبیلہ بنو ثقیف کے وفد کے ساتھ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ احلاف نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں قیام کیا اور بنو مالک کو حضور ﷺ نے اپنے ایک خیمے میں ٹھہرایا۔ مسدد کہتے ہیں: وفد میں وہ لوگ تھے جو قبیلہ بنو ثقیف سے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ راوی کہتے ہیں: حضور ﷺ ہر رات عشاء کے بعد ہمارے پاس تشریف لاتے تھے اور ہم سے باتیں کیا کرتے تھے۔ الحدیث۔(2)

حضرت ابو رفاعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! ﷺ ایک اجنبی اپنے دین کے متعلق پوچھنے آیا ہے۔ وہ نہیں جانتا کہ اس کا دین کیا ہے۔ حضور ﷺ میری طرف متوجہ ہوئے۔ آپ نے خطبہ ترک کر دیا اور میرے پاس تشریف لے آئے۔ آپ کی خدمت میں کرسی پیش کی گئی۔ میرے خیال میں اس کرسی کے پاؤں لوہے کے تھے۔ حضور ﷺ اس کرسی پر بیٹھ گئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو علم عطا فرمایا تھا، اس کی مجھے تعلیم دینے لگے۔ پھر آپ خطبہ کے لیے تشریف لے گئے اور اسے مکمل کیا۔(3)

انداز تعلیم کی دلربائی

حضور ﷺ نے اپنے غلاموں کی ہر قسم کی اصلاح کی۔ آپ نے ان کے عقائد، خیالات اور نظریات کی کجیوں کو دور کیا۔ قول و عمل میں جہاں کوئی عیب نظر آیا اس کی اصلاح فرمائی۔ آپ نے ان کو خدا کی بندگی کا طریقہ بتایا۔ انہیں معاشرے میں ایک اچھا شہری بن کر رہنے کا درس دیا۔ ان کی اخلاقی

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 413 2۔ سنن ابی داؤد، جلد 1، صفحہ 205 3۔ سنن النسائی، جلد 2، صفحہ 302

بیماریوں کا علاج کیا۔ آپ نے ان کو زندگی کے عام معاملات کو خوش اسلوبی سے چلانے کے گر سکھائے۔ حضور ﷺ نے یہ تمام کام اتنی خوبصورتی اور دلربائی سے کیے کہ آپ جن کو سکھا رہے تھے وہ ایک طرف آپ کی تعلیم سے زیورِ علم سے آراستہ ہوئے اور دوسری طرف ان کے دل، آپ کے مشفقانہ اندازِ تعلیم کی وجہ سے، آپ کی ذات کے گرویدہ ہو گئے۔ مدنی تاجدار ﷺ کے حسنِ تعلیم کی چند جھلکیاں ملاحظہ فرمائیں:

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضور ﷺ سے سوال کیا اور آپ نے مجھے (مال) عطا فرمایا۔ میں نے پھر سوال کیا۔ آپ نے مجھے پھر عطا فرمایا۔ پھر آپ نے فرمایا: اے حکیم! یہ مال بڑا دلکش اور خوش ذائقہ ہوتا ہے۔ جو شخص اس مال کو اپنے نفس کی غنا کو برقرار رکھتے ہوئے حاصل کرے، اس کے لیے اس مال میں برکت پیدا کر دی جاتی ہے۔ اور جو شخص اپنے نفس کو حریص بنا کر یہ مال حاصل کرے اس کے لیے اس مال میں برکت نہیں رکھی جاتی اور ایسا شخص اس آدمی کی طرح ہوتا ہے جو کھاتا ہے لیکن سیر نہیں ہوتا اور دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے بہتر ہوتا ہے۔ حضرت حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے۔ میں آپ کے بعد کسی سے کچھ نہیں لوں گا حتی کہ میں اس دنیا سے کوچ کر جاؤں۔ (بعد میں) حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطیہ دینے کے لیے بلاتے تو وہ آپ سے کچھ لینے سے انکار کر دیتے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو بلایا کہ انہیں عطیہ دیں تو انہوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ (اس پر) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: مسلمانو! (گواہ رہنا کہ) میں مالِ فے میں سے حکیم کو ان کا حصہ جو اللہ تعالیٰ نے مقرر کیا ہے ان کو دینے کی پیشکش کرتا ہوں اور وہ اس کو قبول کرنے سے انکاری ہیں۔ حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ﷺ کے بعد کسی سے کوئی چیز حاصل نہیں کی حتی کہ اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ (1)

یہ ہے تعلیم کا حسن اور اس کی تاثیر کہ چند سطروں کے ایک مختصر سے سبق نے متعلم کی زندگی کو بدل دیا اور اس کے نفس سے حرص کی بیماری کو نکال کر وہاں استغنا اور بے نیازی کے اس پودے کی تخم ریزی کی کہ اس کی چھاؤں میں حضرت حکیم نے اپنی ساری زندگی گزار دی اور لوگوں کے سامنے حرص و آز سے پاک زندگی کی ایسی خوبصورت مثال قائم کی جس کی نظیر شاید تاریخ انسانی میں کہیں بھی نہ مل سکے۔

حضرت عمرو بن تغلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے کچھ لوگوں کو عطیات عطا فرمائے اور کچھ دوسرے لوگوں کو چھوڑ دیا۔ (جن لوگوں کو آپ نے عطیات سے محروم رکھا

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 444

تھا) وہ گویا آپ کے اس عمل پر ناراض ہوئے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: میں کچھ لوگوں کو ان کی بے صبری اور کمزوری کے پیش نظر، مال دیتا ہوں اور کچھ لوگوں کو اس خیر اور قناعت کے سپرد کر دیتا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ودیعت فرما رکھی ہے۔ ان (خوش نصیبوں) میں سے ایک عمرو بن تغلب ہیں۔ عمرو بن تغلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: حضور ﷺ کے اس ارشاد کے بدلے میں مجھے سرخ اونٹ ملیں تو مجھے یہ بھی پسند نہیں...... الحدیث۔(1)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک انصاری کچھ مانگنے کے لیے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: کیا تمہارے گھر میں کچھ نہیں ہے؟ اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ ایک ٹاٹ سا ہے جس کے آدھے حصے کو اوپر اوڑھتے ہیں اور آدھا نیچے بچھاتے ہیں۔ اور ایک لکڑی کا پیالہ ہے جس میں ہم پانی پیتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ دونوں چیزیں میرے پاس لے آؤ۔ راوی کہتے ہیں: وہ انصاری ان دونوں چیزوں کو لے آیا۔ حضور ﷺ نے وہ دونوں چیزیں اس کے ہاتھ سے پکڑیں اور فرمایا: ان دونوں چیزوں کو کون خریدے گا؟ ایک شخص نے عرض کیا: میں یہ دونوں چیزیں ایک درہم میں لے لوں گا۔ حضور ﷺ نے دو یا تین مرتبہ فرمایا: کون ہے جو ان چیزوں کے ایک درہم سے زیادہ دام ادا کرنے پر تیار ہو؟ ایک شخص نے عرض کیا: میں یہ دونوں چیزیں دو درہم میں لے لوں گا۔ حضور ﷺ نے وہ دونوں چیزیں اس شخص کے حوالے کیں اور دو درہم لے لیے۔ آپ نے وہ دو درہم اس انصاری کو دیے اور فرمایا: ایک درہم کا کھانا خرید کر اپنے اہل خانہ کو دو اور دوسرے درہم کا کلہاڑا خرید کر میرے پاس لے آؤ۔ وہ شخص آپ کی خدمت میں کلہاڑا لے آیا۔ حضور ﷺ نے اس میں اپنے دست اقدس سے دستہ لگایا اور پھر اس سے فرمایا: جاؤ، لکڑیاں کاٹو اور انہیں فروخت کرو اور تم پندرہ روز تک مجھے نظر نہ آؤ۔ وہ آدمی گیا اور لکڑیاں کاٹ کر بیچنے لگا۔ وہ جب (دوبارہ) حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس نے دس درہم کما رکھے تھے۔ اس نے کچھ رقم سے کپڑے خریدے اور کچھ سے کھانا خریدا۔ حضور ﷺ نے اس سے فرمایا: یہ تمہارے لیے اس سے بہتر ہے کہ مانگنے کی وجہ سے، قیامت کے دن تمہارے چہرے پر داغ نظر آئے۔ سوال تو محض تین قسم کے لوگوں کے لیے جائز ہے۔ ایک وہ جو ذلیل کر دینے والی غربت سے دو چار ہو، دوسرا وہ جو مصیبت میں ڈال دینے والے قرض میں پھنسا ہوا اور تیسرا وہ جس نے قتل کی دیت کی المناک ذمہ داری اٹھا رکھی ہو۔(2)

آج کی ترقی یافتہ دنیا میں ماہرین تعلیم کی بہتات ہے۔ بڑی بڑی اکیڈمیاں اپنے طلبہ کو تعلیم

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 445 2۔ سنن ابی داؤد، جلد 1، صفحہ 239

دینے کا ہنر سکھانے کے لیے قائم ہیں۔ گلوبلائزیشن کے طفیل ساری دنیا کے ماہرین تعلیم اکثر بڑی بڑی کانفرنسوں میں اکٹھے ہو کر اپنے اپنے تجربات کا تبادلہ کرتے ہیں۔ لیکن آج ایسا استاد یقیناً موجود نہیں ہے جو کسی ایسے شخص کو جو اپنے گھر کی ساری پونجی بیچ کر محض دو درہم اکٹھے کر سکتا ہو، ایک کامیاب کاروباری شخص بنا دے۔ سلام ہو اس معلم کتاب وحکمت پر جس نے امیین کو زیور علم سے یوں آراستہ کیا کہ وہ زندگی کے ہر شعبے میں دنیا کے استاد بن گئے۔

آداب خورد ونوش کی تعلیم

حضور ﷺ نے اپنے امی پیروکاروں کو کھانے پینے کے آداب سکھانے کے لیے جو انداز اختیار فرمایا اس کی چند جھلکیاں ملاحظہ فرمائیے:

حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں بچہ تھا اور حضور ﷺ کے زیر کفالت تھا۔ کھانے کے دوران میرے ہاتھ پیالے میں ادھر ادھر پھرتے رہتے تھے۔ اس پر حضور ﷺ نے مجھے فرمایا: بچے! بسم اللہ پڑھا کرو، دائیں ہاتھ سے کھایا کرو اور اپنے سامنے سے کھایا کرو۔ (1)

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک طویل حدیث مروی ہے جس میں حضور ﷺ شدت پیاس سے نڈھال، ہجوم کو معجزانہ طور پر پانی پلا رہے ہیں اور ان کو اس صورت حال میں پانی پینے کا طریقہ سمجھا رہے ہیں۔...... راوی کہتے ہیں: حضور ﷺ نے وضو کا برتن منگوایا۔ حضور ﷺ نے برتن سے پانی انڈیلنا شروع کیا اور حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ پانی لوگوں کو پلانا شروع کر دیا۔ لوگوں کا یہ دیکھنا تھا کہ پانی کے برتن میں کچھ ہے کہ وہ اس پر ہجوم کر آئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: لوگو! بہتر رویہ اختیار کرو، تم سب سیراب ہو جاؤ گے۔ لوگوں نے حکم رسول کی تعمیل کی۔ راوی کہتے ہیں: حضور ﷺ پانی انڈیلتے رہے اور میں لوگوں کو پلاتا رہا حتی کہ میرے اور حضور ﷺ کے بغیر کوئی شخص باقی نہ بچا۔ راوی کہتے ہیں: پھر حضور ﷺ نے پانی انڈیلا اور مجھے فرمایا: پیو۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ میں اس وقت تک پانی نہیں پیوں گا جب تک کہ آپ پانی نوش نہ فرما لیں۔ آپ نے فرمایا: جو ساقی ہوتا ہے وہ سب لوگوں کے بعد پیتا ہے۔ راوی کہتے ہیں: پھر میں نے پانی پیا اور حضور ﷺ نے بھی پانی پیا اور لوگ سیراب ہو کر بڑے آرام اور سکون کے ساتھ پانی تک پہنچے...... الحدیث۔ (2)

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں، ہم جب حضور ﷺ کی معیت میں کھانے پر حاضر ہوتے تو ہم اس وقت تک اپنے ہاتھ کھانے میں نہیں ڈالتے تھے جب تک کہ حضور ﷺ کھانا شروع نہ فرما دیتے۔ ایک روز ہم حضور ﷺ کی معیت میں کھانے پر حاضر ہوئے۔ ایک

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 810　2۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 40-239

لڑکی بڑی تیزی سے آئی گویا کوئی اس کو پیچھے سے دھکیل رہا ہو۔ وہ کھانے میں ہاتھ ڈالنے لگی تو حضور ﷺ نے اس کے ہاتھ کو پکڑ لیا۔ پھر ایک بدو تیزی سے آیا گویا کوئی اس کے پیچھے لگا ہوا ہو۔ آپ نے اس کا بھی ہاتھ پکڑ لیا۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا: اگر کھانے پر خدا کا نام نہ لیا جائے تو شیطان اس کھانے کو اپنے لیے حلال سمجھ لیتا ہے۔ وہ (شیطان) اس لڑکی کو لے کر آیا کہ اس کے ذریعے اس کھانے کو اپنے لیے حلال کرے تو میں نے اس لڑکی کا ہاتھ پکڑ لیا۔ وہ اس اعرابی کو لے کر آیا کہ اس کے ذریعے اس کھانے کو حلال کرے تو میں نے اس کے ہاتھ کو بھی پکڑ لیا۔ اس ذات کی قسم، جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، اب اس کا ہاتھ اس لڑکی کے ہاتھ کے ساتھ میرے ہاتھ میں ہے۔(1)

حضرت سالم اپنے والد ماجد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: حضور ﷺ نے کھانے کے دو طریقوں سے منع فرمایا ہے۔ ایسے دستر خوان پر بیٹھ کر کھانے سے منع فرمایا ہے جس پر شراب پی جاتی ہو اور آپ نے اس سے بھی منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص اپنے پیٹ کے بل لیٹے ہوئے کھائے...... الحدیث۔(2)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے جو شخص کھانا کھانے لگے وہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھے۔ اگر کھانے کی ابتدا میں بِسْمِ اللّٰهِ پڑھنا بھول جائے تو (جب یاد آئے) تو یہ پڑھ لے: بِسْمِ اللّٰهِ فِيْ اَوَّلِهٖ وَ اٰخِرِهٖ، اسی سند سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ بھی مروی ہے، فرماتی ہیں: حضور ﷺ اپنے چھ صحابہ کے ساتھ کھانا تناول فرما رہے تھے کہ ایک اعرابی آیا اور اس نے دو لقموں میں سارا کھانا ختم کر دیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اگر یہ اعرابی بسم اللہ پڑھتا تو یہ کھانا تم سب کے لیے کافی ہو جاتا۔(3)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص چاہتا ہو کہ اس کے گھر میں خیر و برکت کا اضافہ ہو وہ کھانے کے اول و آخر میں وضو کیا کرے۔(4)

حضرت جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: میں تکیہ لگا کر کھانا نہیں کھاتا۔(5)

حضرت عبد اللہ بن بسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں، حضور ﷺ کی خدمت میں (بھنی ہوئی) بکری پیش کی گئی۔ حضور ﷺ اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر اس کو کھانے لگے۔ ایک اعرابی کہنے لگا: بیٹھنے کا یہ کون سا انداز ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: بے شک مجھے اللہ تعالیٰ نے ایک معزز بندہ

1۔ الصحیح لمسلم، جلد2، صفحہ 172 2۔ سنن ابی داؤد، جلد2، صفحہ 174 3۔ جامع الترمذی، جلد2، صفحہ 8
4۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 235 5۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 235

بنایا ہے، اس نے مجھے مغرور اور سرکش نہیں بنایا۔(1)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: (کھانے کے بعد) تم میں سے کوئی شخص اپنے ہاتھوں کو نہ پونچھے جب تک ان کو چاٹ نہ لے کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ کھانے کے کون سے حصے میں برکت ہے۔(2)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: تم میں سے ہر شخص دائیں ہاتھ سے کھانا کھائے۔ دائیں ہاتھ سے پانی پیے۔ (کچھ لینا ہو تو) دائیں ہاتھ سے لے اور (کچھ دینا ہو تو) دائیں ہاتھ سے دے۔ کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے، بائیں ہاتھ سے پیتا ہے، بائیں ہاتھ سے لیتا ہے اور بائیں ہاتھ سے دیتا ہے۔(3)

حضرت واثلہ بن اسقع اللیثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے ثرید کے بالائی حصے پر دست اقدس رکھا اور فرمایا: بسم اللہ پڑھ کر اس کے اطراف سے کھاؤ اور اس کے سرے کو رہنے دو کیونکہ اس میں برکت اوپر سے آتی ہے۔(4)

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ وہ کھانا کھا رہے تھے کہ ان کے ہاتھ سے ایک لقمہ گر گیا۔ انہوں نے اس لقمے کو اٹھایا، اس کے ساتھ جو میل سی لگی تھی اس کو دور کیا اور اس لقمے کو کھا لیا۔ دہقان لوگ کنکھیوں سے آپ کی طرف دیکھنے لگے۔ آپ سے عرض کیا گیا: اللہ تعالیٰ امیر کا بھلا کرے، یہ دہقان، ان کھانوں کی موجودگی میں، آپ کے (زمین سے) لقمہ اٹھانے پر اشارے کر رہے ہیں؟ فرمایا: ان عجمیوں کی وجہ سے میں اس عمل سے باز آنے والا نہیں ہوں جو میں نے حضور ﷺ سے سن رکھا ہے۔ ہمارا معمول تھا کہ اگر کسی سے لقمہ گر جاتا تو ہم اس کو کہتے تھے کہ وہ لقمہ اٹھائے، اس سے تکلیف دہ چیز کو دور کرے اور اسے کھالے اور وہ لقمہ شیطان کے لیے نہ چھوڑے۔(5)

حضرت وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ ہم کھاتے ہیں لیکن سیر نہیں ہوتے۔ آپ نے فرمایا: شاید تم علیحدہ علیحدہ کھانا کھاتے ہو۔ انہوں نے عرض کیا: ہاں، یا رسول اللہ! ﷺ۔ آپ نے فرمایا: مل کر کھانا کھایا کرو اور اس پر بسم اللہ پڑھا کرو، اسی میں تمہارے لیے برکت پیدا کر دی جائے گی۔(6)

حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: اگر تم میں سے کسی کا خادم اس کا کھانا لے کر آئے تو اسے چاہیے کہ اسے اپنے ساتھ بٹھائے یا اس میں سے کچھ کھانا

1۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 235 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً 4۔ ایضاً
5۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 236 6۔ ایضاً

اس کو دے دے کیونکہ یہ کھانا پکانے کے لیے گرمی اور دھواں اسی نے برداشت کیا ہے۔(1)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب دستر خوان بچھا دیا جائے تو اس سے کوئی شخص اس وقت تک نہ اٹھے جب تک کہ دستر خوان اٹھا نہ لیا جائے، اور کوئی شخص کھانے سے ہاتھ نہ کھینچے اگر چہ وہ سیر ہو گیا ہو جب تک کہ لوگ کھانے سے فارغ نہ ہو جائیں۔ اور (اگر مجبوراً کھانے سے ہاتھ کھینچنا پڑیں تو) معذرت کرے۔ کیونکہ ایسا کرنے والا شخص اپنے ہم نشین کو شرمندہ کرتا ہے اور اس کے ہاتھ کو کھانے سے کھینچ لیتا ہے جب کہ ممکن ہے اسے مزید کھانے کی حاجت ہو۔(2)

طریقہ نماز سکھانے کا انداز

خدا کے بندوں کو خدا کے حضور جھکانا، حضور ﷺ کے فرائض منصبی میں سے بنیادی فریضہ تھا۔ حضور ﷺ نے اس فریضہ کی ادائیگی کے لیے اپنے غلاموں کے دلوں میں اپنے خالق و مالک کے حضور جھکنے کی تڑپ بھی پیدا کی اور انہیں نماز پڑھنے کے آداب بھی سکھائے۔

نماز کی تعلیم حضور ﷺ نے بنیادی طور پر اپنے عمل سے دی۔ آپ نے خود نماز پڑھی اور اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو حکم دیا: جیسے تم مجھے نماز پڑھتے دیکھتے ہو اسی طریقہ سے تم بھی نماز پڑھا کرو۔ عملی تعلیم پر حضور ﷺ نے جس طرح توجہ فرمائی، اس کی ایک خوبصورت مثال ملاحظہ فرمایئے:

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے: فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضور ﷺ سے اوقات نماز کے متعلق سوال کیا۔ آپ نے اس سے فرمایا، یہ دو دن تم ہمارے ساتھ نماز پڑھنا۔ جب آفتاب ڈھلا تو آپ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اذان پڑھنے کا حکم دیا۔ پھر آپ کے حکم سے انہوں نے نماز ظہر کی اقامت کہی۔ پھر آپ نے انہیں حکم دیا اور انہوں نے عصر کی اقامت کہی۔ اس وقت ابھی سورج بلند تھا، سفید اور بالکل واضح تھا۔ پھر آپ نے انہیں حکم دیا اور انہوں نے مغرب کی اقامت کہی۔ پھر جب شفق غروب ہوا تو آپ نے انہیں حکم دیا اور انہوں نے عشاء کی اقامت کہی۔ پھر جب صبح صادق طلوع ہوئی تو آپ کے حکم سے انہوں نے فجر کی اقامت کہی۔ اگلے روز آپ کے حکم سے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ظہر کی نماز کو ٹھنڈا کیا اور خوب ٹھنڈا کیا۔ (یعنی اس وقت نماز پڑھی جب گرمی کی شدت ختم ہو چکی تھی) اور عصر کی نماز اس وقت پڑھی جب کہ سورج ابھی بلند تھا البتہ پہلے روز سے (قدرے) تاخیر سے نماز پڑھی۔ اور مغرب کی نماز شفق غروب ہونے سے پہلے پڑھی۔ عشاء کی نماز ایک تہائی رات گزر جانے کے بعد پڑھی اور فجر کی نماز اس وقت پڑھی جب روشنی پھیل چکی

1۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 236 2۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 237

تھی۔ پھر فرمایا: وہ شخص کہاں ہے جس نے اوقات نماز کے متعلق پوچھا تھا؟ اس شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم میں نے سوال کیا تھا۔ آپ نے فرمایا: نماز کے اوقات ان دو وقتوں کے درمیان ہیں جن میں تم نے ہمیں نماز پڑھتے دیکھا ہے۔(1)

قارئین کرام ملاحظہ فرمائیے کہ کس طرح ایک چھوٹے سے سوال کا جواب دینے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دن کے عملی سبق کو ضروری سمجھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اسوۂ حسنہ میں معلمین امت کے لیے یہ سبق ہے کہ وہ عملی تعلیم پر زیادہ توجہ دیں کیونکہ اس طرح متعلقہ مسئلہ کے سارے گوشے واضح ہو جاتے ہیں۔ جبکہ زبانی تعلیم سے مسئلہ کے کئی پہلو تشنہ وضاحت رہ جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ جس کام کو کسی شخص نے اپنی آنکھوں سے ہوتے ہوئے دیکھا ہو، اس کو یاد رکھنا اس بات کو یاد رکھنے سے زیادہ آسان ہوتا ہے جس کے متعلق اس نے صرف سنا ہو یا پڑھا ہو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے۔ ایک آدمی مسجد میں داخل ہوا۔ اس نے نماز پڑھی پھر آیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سلام کا جواب دیا اور فرمایا: جاؤ (دوبارہ) نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز (صحیح) نہیں پڑھی۔ وہ آدمی لوٹ کر گیا۔ اس نے نماز پڑھی جیسے پہلے پڑھی تھی پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام عرض کیا۔ آپ نے اس کے سلام کا جواب دیا اور فرمایا: واپس جاؤ اور نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز (صحیح) نہیں پڑھی۔ آدمی لوٹ کر گیا اور جیسے اس نے پہلے نماز پڑھی تھی ایسے ہی نماز پڑھی۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام عرض کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وعلیک السلام۔ پھر فرمایا: واپس جاؤ اور نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز (صحیح) نہیں پڑھی۔ آپ نے اس کو تین مرتبہ نماز لوٹانے کا حکم دیا۔ اس آدمی نے عرض کیا: اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، میں اس سے بہتر نماز نہیں پڑھ سکتا۔ آپ مجھے نماز کا صحیح طریقہ سکھائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو تکبیر کہو۔ پھر قرآن حکیم پڑھو جتنا آسانی سے پڑھ سکتے ہو۔ پھر رکوع کرو حتی کہ حالت رکوع میں تمہیں اطمینان حاصل ہو جائے۔ پھر رکوع سے سر اٹھاؤ اور اطمینان سے کھڑے ہو۔ پھر سجدہ کرو اور اطمینان سے سجدہ کرو۔ پھر سجدے سے سر اٹھاؤ اور اطمینان سے بیٹھو۔ اور پھر ساری نماز میں یہی طریقہ اختیار کرو۔(2)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ تبوک میں شرکت کی۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم قضائے

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 223
2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 170

حاجت کے لیے تشریف لے گئے۔ میں نے آپ کے لیے پانی کا برتن اٹھایا اور آپ کے ساتھ چل دیا۔ یہ نماز فجر سے پہلے کا وقت تھا۔ جب حضور ﷺ میرے پاس تشریف لائے تو میں پانی کے برتن سے آپ کے ہاتھوں پر پانی انڈیلنے لگا۔ آپ نے اپنے ہاتھ تین مرتبہ دھوئے۔ پھر آپ نے اپنا چہرہ دھویا۔ پھر آپ جبے سے بازو نکالنے لگے تو جبے کی آستینیں تنگ نکلیں۔ آپ نے ہاتھ جبے میں داخل کیے اور جبے کے نیچے سے بازو باہر نکالے۔ پھر آپ نے اپنے بازوؤں کو کہنیوں تک دھویا۔ پھر آپ نے موزوں پر مسح فرمایا۔ پھر آپ (مسجد کی طرف) تشریف لائے۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، میں بھی آپ کے ساتھ آیا حتی کہ آپ نے دیکھا کہ لوگوں نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آگے کر دیا اور انہوں نے ان کو نماز پڑھائی۔ حضور ﷺ کو ایک رکعت ملی اور آپ نے جماعت کے ساتھ دوسری رکعت پڑھی۔ جب حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سلام پھیرا تو حضور ﷺ اپنی نماز مکمل کرنے کے لیے کھڑے ہوئے۔ مسلمان اس سے خوفزدہ ہو گئے اور کثرت سے "سبحان اللہ" کا ورد کرنے لگے۔ حضور ﷺ جب نماز مکمل کر چکے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: تم نے بہت اچھا کیا ہے۔ یا فرمایا: تم نے صحیح کام کیا ہے۔ آپ ان کے اس فعل کو قابل رشک قرار دے رہے تھے کہ انہوں نے نماز کو اپنے وقت میں ادا کیا ہے۔(1)

حضور ﷺ نے اپنے غلاموں کو نماز سکھانے کے لیے کبھی انہیں خود نماز پڑھ کر دکھائی۔ کبھی انہیں ان کی غلطیوں کا احساس دلایا اور کبھی ان کے نماز پڑھنے کی تحسین فرمائی۔ اس طرح اپنے غلاموں کو نماز سکھانے کے عمل میں آپ نے ایک اچھے معلم کی تمام خوبیوں کا مظاہرہ کیا۔ اور ایسا کیوں نہ ہوتا کہ رب قدوس نے آپ کو معلم کتاب وحکمت بنا کر بھیجا تھا۔

عام دنیوی معاملات میں راہنمائی

حضور ﷺ نے اپنے امتیوں کو جہاں الہامی تعلیمات سے آراستہ کیا وہاں آپ نے روزمرہ کے دنیوی معاملات میں بھی ان کی رہنمائی کی۔ جن دنیوی معاملات کو شریعت اسلامیہ نے مسلمانوں کی صوابدید پر چھوڑا ہے اور ان میں مسلمانوں کو کسی ضابطے کا سختی سے پابند نہیں بنایا، حضور ﷺ نے اپنے امتیوں کو ان معاملات میں بھی اپنے ذاتی تجربات سے بہرہ ور فرمایا اور انہیں ہر لحاظ سے ایک اچھا شہری بنانے کے لیے ہر ممکن کوشش فرمائی۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں، حضور ﷺ ایک لڑکے کے پاس سے گزرے جو بکری کی کھال اتار رہا تھا۔ حضور ﷺ نے اس سے فرمایا، پیچھے ہٹو تا کہ میں تمہیں

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 180

دکھاؤں کہ کھال کیسے اتاری جاتی ہے۔ پھر حضور ﷺ نے اپنے دست مبارک کو کھال اور گوشت کے درمیان داخل کیا۔ اپنے دست مبارک کو اور آگے کیا حتی کہ کہنیوں تک ہاتھ (کھال کے اندر) غائب ہو گیا۔ پھر حضور ﷺ تشریف لے گئے اور لوگوں کو نماز پڑھائی، اس حال میں کہ آپ نے وضو نہیں فرمایا......الحدیث۔(1)

حضور ﷺ کے اس عمل سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے دو سبق سیکھے، کھال اتارنے کا طریقہ اور یہ مسئلہ کہ حلال جانور کی کھال اتارنے کے بعد وضو ضروری نہیں ہے۔

حضور ﷺ خود بھی معلم کامل تھے اور آپ نے اپنے خادموں کو بھی ایسی روش اختیار کرنے کی ہدایات فرمائی ہیں جو ان کو ایک کامیاب معلم بنانے کی ضمانت فراہم کرتی ہیں۔

حضرت ابو بردہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد ماجد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: حضور ﷺ نے مجھے اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن بھیجا۔ آپ نے فرمایا: لوگوں کو اسلام کی طرف بلانا، لوگوں کو خوشخبری سنانا، انہیں متنفر نہ کرنا، ان کے لیے آسانیاں پیدا کرنا اور انہیں مشقت میں نہ ڈالنا......الحدیث۔(2)

حضور ﷺ کی انہی تعلیمات کا اثر تھا کہ مسلمان کامیاب معلم ثابت ہوئے۔ ان کے سینوں میں علم و عرفان کی جو شمعیں فروزاں تھیں ان سے مشرق و مغرب کی فضائیں روشن ہوئیں۔ سپین اور دیگر بلاد اسلامیہ کی یونیورسٹیوں میں غیر مسلم طلبہ نے مسلمان اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیے اور علم کے نور سے ساری دنیا روشن ہو گئی۔

سلام ہو اس نبی امی ﷺ کی ذات بابرکات پر جو امی تھے لیکن انسانیت کو ان متعدد علوم سے بہرہ ور کر گئے جن تک پہلے کسی انسان کی رسائی نہ تھی۔

1۔ سنن ابی داؤد، جلد 1، صفحہ 28
2۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 167

مدنی تاجدار ﷺ بحیثیت شارعِ اسلام

عقیدۂ رسالت کو اسلامی عقائد میں عقیدۂ توحید کے بعد سب سے اہم حیثیت حاصل ہے۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ جب تک عقیدہ رسالت پر ایمان کامل حاصل نہ ہو جائے عقیدۂ توحید کے جملہ تقاضوں کو پورا کرنا ممکن ہی نہیں ہوتا۔ عقیدۂ رسالت پر ایمان لانے کے لیے محض اتنا ہی کافی نہیں ہے کہ انسان زبان سے کہہ دے کہ میں خدا کے تمام رسولوں کو مانتا ہوں اور دل سے اس بات کی حقانیت پر یقین رکھتا ہوں، بلکہ عقیدۂ رسالت پر ایمان لانے کے لیے ضروری ہے کہ انسان انبیاء و رسل کی ان تمام حیثیتوں کو تسلیم کرے جو اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمائی ہیں۔ اگر کوئی شخص انبیاء و رسل علیہم السلام کو محض ایک پیغام رساں کا درجہ دے، ان کے قول و عمل کو حجت اور اتھارٹی تسلیم نہ کرے، ان کے اسوہ کی پیروی کو دنیوی اور اخروی فلاح کے لیے لازم نہ سمجھے، ان کی اطاعت و اتباع کو شرعی فریضہ سمجھنے کے لیے تیار نہ ہو، ان کی تعلیمات پر اپنی عقلی موشگافیوں کو ترجیح دے، نہ ان کی حرمت و ناموس کی پاسداری کرے اور نہ ان کی محبت کو جزو ایمان سمجھتا ہو، ایسا انسان نہ تو عقیدۂ رسالت کی حقیقت سے آگاہ ہوا ہے اور نہ اس کا دامن اس روح پرور عقیدہ کی تنویرات سے منور ہو سکتا ہے۔

پروردگار عالم نے اپنے کلام جاودانی میں جا بجا اپنی اطاعت کے ساتھ اپنے رسول کی اطاعت پر زور دیا ہے۔ مسلمانوں کو اپنے حبیب لبیب ﷺ کی بارگاہ میں حاضری کے آداب سکھائے ہیں۔ ان آداب کو ملحوظ خاطر نہ رکھنے کی صورت میں اعمال کے اکارت جانے کے خطرہ سے آگاہ کیا ہے۔ ان الہامی تعلیمات کے باوجود اگر کوئی کلمہ گو افضل الرسل ﷺ کو محض اپنے جیسا انسان قرار دینے پر مصر ہو اور رسول معظم ﷺ کے لیے مخصوص خداداد عظمتوں اور حیثیتوں کو تسلیم کرنے میں اسے شرک کا شائبہ نظر آنے لگے تو اسے نرم سے نرم الفاظ میں دین اسلام سے بے خبر ہی کہا جا سکتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو محض اس لیے مبعوث نہیں فرمایا کہ آپ قرآن حکیم کو اپنی امت تک پہنچا دیں اور بس۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم کے اس سمندر میں چھپے ہوئے موتیوں سے اپنی امت کے دامنوں کو بھرنے کے لیے بھیجا ہے۔ آپ تشریف لائے ہیں تاکہ لوگوں کو بتائیں کہ اس قرآن حکیم میں جو کچھ ہے اس سے پروردگار عالم کی مراد کیا ہے۔ آپ لوگوں کے تزکیہ قلوب کے لیے تشریف لائے ہیں۔ آپ تشریف لائے ہیں تاکہ جو چیز آپ کے الہامی علم کے مطابق، حرام قرار دیے جانے کے قابل ہے اسے حرام قرار دیں اور جو چیز حلال قرار دیے جانے کے قابل ہے اسے حلال قرار دیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے قول کو یہ کہہ کر غلطی اور خطا سے محفوظ قرار دیا ہے کہ آپ اپنی

مرضی سے تو بولتے ہی نہیں، جو کچھ آپ کی زبان پر آتا ہے وہ رب کریم کی طرف سے وحی ہوتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ جس کام کا حکم دیں، امت پر اس کی غیر مشروط تعمیل لازمی ہے۔ کسی کو قول رسول کے مقابلے میں اپنا فلسفہ جھاڑنے کی اجازت نہیں ہے۔ اور دین اسلام کی روح اس رویے میں مضمر ہے جس کو علامہ اقبال نے اپنے اس مصرع میں بیان کیا ہے ؏

عقل قربان کن بہ پیش مصطفیٰ ﷺ

جو لوگ حضور ﷺ کو محض ایک پیغام رساں قرار دینے کی جسارت کرتے ہیں اور آپ کے قول کو حجت تسلیم نہیں کرتے وہ قرآن حکیم کی اس آیت کریمہ کو بار بار غور سے پڑھیں:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''میرا عذاب، پہنچاتا ہوں میں اسے جسے چاہتا ہوں اور میری رحمت کشادہ ہے ہر چیز پر۔ سو میں لکھوں گا اسے ان لوگوں کے لیے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور ادا کرتے ہیں زکوٰۃ اور وہ جو ہماری نشانیوں پر ایمان لاتے ہیں۔ (یہ وہ ہیں) جو پیروی کرتے ہیں اس رسول کی جو نبی امی ہے۔ جس (کے ذکر) کو وہ پاتے ہیں لکھا ہوا اپنے پاس تورات اور انجیل میں۔ وہ نبی حکم دیتا ہے انہیں نیکی کا اور روکتا ہے انہیں برائی سے اور حلال کرتا ہے ان کے لیے پاک چیزیں اور حرام کرتا ہے ان پر ناپاک چیزیں اور اتارتا ہے ان سے ان کا بوجھ اور (کاٹتا ہے) وہ زنجیریں جو جکڑے ہوئے تھیں انہیں۔ پس جو لوگ ایمان لائے اس (نبی امی) پر اور تعظیم کی آپ کی اور امداد کی آپ کی اور پیروی کی اس نور کی جو اتارا گیا آپ کے ساتھ، وہی (خوش نصیب) کامیاب و کامران ہیں''۔ (1)

درحقیقت یہ آیت کریمہ اس ہستی کا تعارف کرا رہی ہے جو زمین پر خدا کی خلافت کا مظہر اتم ہے۔ یہ وہ ہستی ہے جس کے نام کے چرچے آپ کی تشریف آوری سے پہلے الہامی کتابوں کے ذریعے ہوتے رہے۔ یہ وہ ہستی ہے جو نیکیوں کی طرف دعوت دینے اور برائیوں سے روکنے کا فریضہ سرانجام دیتی ہے۔ یہ وہ ہستی ہے جس کو خالق کائنات نے پاک چیزوں کو حلال کرنے اور ناپاک چیزوں کو حرام کرنے کے اختیارات سے نواز رکھا ہے۔ یہ وہ ہستی ہے جو انسانوں کو گوناگوں اثقال اور زنجیروں سے نجات دلانے کے لیے تشریف لائی ہے۔ یہ وہ ہستی ہے جس کی تعظیم، نصرت اور اطاعت میں انسانی فوز وفلاح کا راز مضمر ہے۔

جس ہستی کا تعارف خالق قدوس نے اس آیت کریمہ میں کرایا ہے، اس کو عام انسانوں کی سطح پر لا کھڑا کرنا، نہ صرف اس کی عظمتوں اور رفعتوں کا انکار ہے بلکہ عقیدۂ رسالت کے تقاضوں کے بھی منافی ہے۔ قرآن و حدیث اس حقیقت پر شاہد ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو بے شمار شانوں سے

1۔ ضیاء القرآن، جلد 2، سورۃ الاعراف آیت 157، صفحہ 92

نوازا ہے اور آپ کی ان تمام شانوں پر ایمان لانے سے ہی عقیدہ رسالت پر ایمان لانے کے تقاضے پورے ہو سکتے ہیں۔ آپ کی ان تمام شانوں میں سے ایک شان یہ ہے کہ آپ کی زبان سے جو بات نکلتی ہے وہ ایمان داروں کے لیے قانون کی حیثیت رکھتی ہے۔ آپ محض ایک پیغام رساں نہیں بلکہ واضع قانون اور شارع کی حیثیت سے بہرہ ور ہیں۔ آیئے اس حقیقت کے شواہد کو صحاح ستہ کی احادیث میں تلاش کرنے کی کوشش کریں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں، حضور ﷺ نے ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا اور فرمایا: لوگو! تم پر حج فرض کیا گیا ہے، اس لیے تم حج کرو۔ ایک آدمی نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ کیا ہر سال؟ حضور ﷺ خاموش رہے۔ اس شخص نے اپنا سوال تین مرتبہ دہرایا۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا: اگر میں، ہاں، کہہ دیتا تو تم پر (ہر سال حج) واجب ہو جاتا اور تم ایسا کرنے کی طاقت نہ رکھتے۔ پھر فرمایا: جس معاملے میں میں تمہیں کوئی حکم نہ دوں اس کے متعلق سوال نہ کیا کرو کیونکہ تم سے پہلی امتیں سوالوں کی کثرت اور اپنے انبیاء پر اختلافات کی وجہ ہی سے ہلاک ہوئی تھیں۔ جب میں تمہیں کسی کام کا حکم دوں تو مقدور بھر اس پر عمل کرنے کی کوشش کرو اور اگر تمہیں کسی چیز سے منع کروں تو اس سے رک جاؤ۔(1)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا (آل عمران: 97) ''اور لوگوں پر اللہ تعالیٰ کے لیے حج کرنا فرض ہے اس پر جو اس کی طاقت رکھتا ہو''۔ تو لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ کیا ہر سال (حج فرض ہے)؟ حضور ﷺ خاموش رہے۔ لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ کیا ہر سال؟ آپ نے فرمایا: نہیں، اور اگر میں ہاں کہہ دیتا تو تم پر (ہر سال حج) فرض ہو جاتا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: اے ایمان والو! ان چیزوں کے متعلق سوال نہ کیا کرو کہ اگر وہ تمہارے سامنے ظاہر کی جائیں تو تم پر ناگوار گزریں۔(2)

مذکورہ بالا دو احادیث طیبہ میں اس حقیقت کو بڑی وضاحت سے بیان کر دیا گیا ہے کہ حضور ﷺ کسی کام کا حکم دے دیں تو اس پر عمل لازم ہو جاتا ہے اور جس کام سے منع کر دیں اس کام کا کرنا ناجائز ہو جاتا ہے۔ امتی اپنی عقل کے گھوڑے صرف ان میدانوں میں دوڑا سکتے ہیں جہاں رسول معظم ﷺ کی زبان خاموش ہو۔ ان احادیث طیبہ میں مدنی تاجدار ﷺ کی شان رحمۃ للعالمینی بھی جھلک رہی ہے۔ جن معاملات میں عام انسانی عقلوں کے ٹھوکر کھانے کا اندیشہ تھا ان کے متعلق قول رسول ﷺ

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 432 2۔ جامع الترمذی، جلد 1، صفحہ 100

نے حتمی راہنمائی فرمادی اور جن معاملات پر مسلمان اہل علم کی عقلوں پر اعتماد کیا جاسکتا تھا ان کو ان کی صوابدید پر چھوڑ دیا تاکہ مسلمانوں کے لیے شریعت کے احکام پر عمل کرنا آسان ہوجائے۔

افسوس کہ مسلمانوں نے اپنی عاقبت نااندیشی سے ان احادیث طیبہ کی تعلیمات کو پس پشت ڈال دیا۔ ملت کے کچھ بہی خواہ مسلمانوں کو قول رسول کی برکات سے محروم کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں اور کچھ خدا کے بندے ان کاموں پر مسلمانوں کو مشرک، بدعتی اور تارک سنت قرار دینے میں لگے ہیں جن کاموں کا نہ تو حضور ﷺ نے حکم دیا اور نہ ان سے منع فرمایا ہے بلکہ انہیں مسلمانوں کی صوابدید پر چھوڑ دیا ہے۔

حضور ﷺ نے بعثت کے بعد اپنی تیئس سالہ حیات طیبہ اسی حیثیت (شارع کی حیثیت) میں گزاری۔ آپ نے چیزوں کی حلت وحرمت کے فیصلے بھی کیے۔ مخصوص حالات میں کچھ مسلمانوں کو ان کاموں کی اجازت بھی دی جو عام مسلمانوں کے لیے جائز نہیں تھے۔ آپ کے فیصلوں پر کسی نے آپ سے اس فیصلے کے جواز کی دلیل نہیں مانگی بلکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے لیے کسی کام کے جواز کی سب سے بڑی دلیل یہ تھی کہ حضور ﷺ نے اس کام کو کیا تھا۔

اس موضوع کے متعلق چند احادیث طیبہ ملاحظہ فرمائیں:

حضرت مقدام بن معدیکرب الکندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: قریب ہے کہ کوئی شخص اپنی مسند پر بیٹھا ہوا میری احادیث طیبہ میں سے کوئی حدیث بیان کرے اور (ساتھ ہی) یہ کہے: ہمارے اور تمہارے درمیان خدا کی کتاب (قرآن حکیم) موجود ہے۔ ہم اس میں جس چیز کو حلال پائیں گے اسے حلال سمجھیں گے اور اس میں جس چیز کو حرام پائیں گے اس کو حرام سمجھیں گے۔ خبردار! جس کام کو اللہ کے رسول ﷺ نے حرام قرار دے دیا ہے وہ اسی طرح حرام ہے جس طرح وہ چیز حرام ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔(1)

حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے کچھ چیزوں کو حرام قرار دیا حتی کہ انہوں نے گھریلو گدھوں کا بھی ذکر کیا۔(2)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ کے منادی نے اعلان کیا: بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ تمہیں گھریلو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع کرتے ہیں کیونکہ وہ ناپاک ہیں۔(3)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ کی خدمت میں

1۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 3 2۔ ایضاً، صفحہ 230 3۔ ایضاً، صفحہ 230

کوئی حاجت مند حاجت براری کے لیے حاضر ہوتا تو آپ اپنے ہم نشینوں کی طرف متوجہ ہوتے اور فرماتے: لوگوں کی سفارش کرو، اس پر تمہیں اجر ملے گا۔ اور اللہ تعالیٰ جو پسند فرماتا ہے اس کا فیصلہ اپنے نبی کی زبان سے کرا دیتا ہے۔(1)

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ حجۃ الوداع میں، منیٰ کے مقام پر لوگوں کی خاطر کھڑے ہوئے کہ وہ آپ سے مسائل پوچھ سکیں۔ ایک آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: مَیں نے بے دھیانی میں قربانی سے پہلے حلق کرا لیا ہے، (اب کیا حکم ہے؟) فرمایا: اب قربانی کر لو اس میں کوئی حرج نہیں۔ دوسرا حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا: میں نے دھیان نہیں دیا اور کنکریاں مارنے سے پہلے قربانی کر لی ہے؟ آپ نے فرمایا: اب کنکریاں مار لو، اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ حضور ﷺ سے جب بھی کسی عمل کو مقدم یا مؤخر کیے جانے کے متعلق پوچھا گیا، آپ نے فرمایا: اب کر لو، اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔(2)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: عید الاضحیٰ کے دن حضور ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا اور ارشاد فرمایا: جو ہماری طرح نماز پڑھے اور ہماری طرح قربانی دے اس کا یہ عمل ٹھیک ہے۔ اور جو نماز سے پہلے قربانی کر دے اس کی قربانی نماز سے پہلے جانور ذبح کرنا ہے، اس کی قربانی نہیں ہوئی۔ حضرت ابو بردہ بن دینار، حضرت براء کے ماموں، نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ میں نے نماز سے پہلے بکری ذبح کر دی ہے۔ مجھے معلوم تھا کہ یہ دن کھانے پینے کا دن ہے اور میں نے چاہا کہ میری بکری میرے گھر میں ذبح کی جانے والی پہلی بکری ہو، اس لیے میں نے بکری کو ذبح کر دیا اور نماز کے لیے آنے سے پہلے صبح کا کھانا کھا لیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: تو تمہاری یہ بکری وہ ہے جس کا تم نے گوشت کھا لیا ہے اور بس۔ (یعنی یہ قربانی نہیں) انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ ہمارے پاس بکری کا ایک بچہ ہے جس کی عمر سال سے کم ہے لیکن میرے نزدیک وہ دو بکریوں سے بھی زیادہ پسندیدہ ہے۔ کیا میری طرف سے اس کی قربانی کافی ہو گی؟ فرمایا: ہاں، تمہاری طرف سے کافی ہے لیکن تمہارے بعد ایسی بکری کی قربانی کسی کے لیے جائز نہیں ہو گی۔(3)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں، حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ﷺ سے، حاجیوں کو پانی پلانے کی ڈیوٹی کی وجہ سے، منیٰ کی راتیں مکہ میں گزارنے کی اجازت طلب کی تو حضور ﷺ نے انہیں ایسا کرنے کی اجازت دے دی۔(4)

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 330
2۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 18
3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 131
4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 221

حضرت سالم سے مروی ہے، فرماتے ہیں، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے خاندان کے کمزور لوگوں کو پہلے بھیج دیتے تھے اور وہ مزدلفہ میں مشعر حرام کے پاس رات کو وقوف کرتے تھے اور جتنا چاہتے خدا کا ذکر کرتے تھے۔ پھر امام کے وقوف کرنے اور ان کے روانہ ہونے سے پہلے لوٹ آتے تھے۔ ان میں سے کچھ نماز فجر کے لیے منیٰ پہنچ جاتے تھے اور کچھ اس کے بعد آتے۔ وہ جب منیٰ آتے تو جمرے کو کنکریاں مارتے تھے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرمایا کرتے تھے: ان (ضعیفوں) کو حضور ﷺ نے ایسا کرنے کی رخصت عطا فرمائی ہے۔(1)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک آدمی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ اس نالائق سے رمضان میں (روزے کی حالت میں) اپنی بیوی سے مجامعت کا جرم سرزد ہو گیا ہے۔ آپ نے پوچھا: کیا تمہارے پاس اتنا مال ہے کہ ایک غلام آزاد کر سکو؟ اس نے عرض کیا: نہیں۔ آپ نے پوچھا: کیا دو ماہ کے مسلسل روزے رکھ سکتے ہو؟ اس نے عرض کیا: نہیں۔ آپ نے پوچھا: کیا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتے ہو؟ اس نے عرض کیا: نہیں۔ پھر حضور ﷺ کی خدمت میں ایک ٹوکرا یعنی زنبیل پیش کی گئی جس میں کھجوریں تھیں۔ آپ نے اس سے فرمایا: اپنی طرف سے (روزہ توڑنے کے کفارہ کے طور پر) یہ کھجوریں لوگوں کو کھلا دو۔ اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ کیا ان لوگوں کو یہ کھجوریں کھلاؤں جو ہم سے زیادہ حاجت مند ہیں جب کہ اس شہر کی دونوں اطراف کے درمیان کوئی کنبہ ہم سے زیادہ حاجت مند نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا: پھر تم یہ کھجوریں اپنے ہی اہل خانہ کو کھلا دو (تمہارا کفارا ادا ہو جائے گا)۔(2)

جو لوگ حضور ﷺ کو اپنے جیسا ثابت کرنے کے لیے اپنی ساری علمی صلاحیتیں استعمال کرتے ہیں وہ ذرا اس حقیقت پر غور کریں کہ جس ہستی کی خدمت میں کوئی ایسا شخص جس پر حد واجب ہو، حاضر ہو اور اس دربار سے اپنے کفارے کی ادائیگی کے لیے کھجوریں بھی لے اور ان کھجوروں کو اپنے اہل خانہ پر خرچ کرنے کی اجازت بھی لے کر آئے، کیا ایسی ہستی کا مقام عام انسانوں کے مقام جیسا ہے؟ کیا وہ ہستی محض ایک پیغام رساں ہونے کی حیثیت رکھتی ہے؟ کیا اس ہستی کا قول حجت اور اس کی زبان سے نکلی ہوئی ہر بات شریعت اور قانون نہیں ہے؟

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے حضرت عبدالرحمن بن عوف اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو، خارش کی شکایت کی وجہ سے، ریشم کی قمیص پہننے کی اجازت مرحمت فرمائی۔(3)

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 227 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 260 3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 409

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے انہیں اس حال میں دیکھا کہ ان کی جوئیں ان کے چہرے پر گر رہی تھیں۔ آپ نے ان سے پوچھا: کیا تمہیں ان جوؤں سے تکلیف ہوتی ہے؟ انہوں نے عرض کیا، ہاں یارسول اللہ! ﷺ حضور ﷺ نے انہیں حدیبیہ کے مقام پر ہی حلق کرانے کی اجازت دے دی۔ (جب کہ وہ احرام کی حالت میں تھے اور ان کے لیے بال کٹوانے کی اجازت نہ تھی) حضور ﷺ نے (ابھی) لوگوں کو یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ حدیبیہ کے مقام پر ہی احرام کھول دیں گے جب کہ لوگ مکہ میں داخل ہونے کے متمنی تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے (محرم کے بال کٹوانے کے) فدیے کا حکم نازل فرمایا اور حضور ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ وہ کھجوروں کا ایک فرق (پیمانہ) ساٹھ مسکینوں کو کھلا دیں، یا ایک بکری بطور قربانی بھیج دیں یا تین دن کے روزے رکھیں۔ (1)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا موٹی اور آہستہ چلنے والی خاتون تھیں۔ انہوں نے حضور ﷺ سے، مزدلفہ سے، رات کے وقت ہی (منیٰ کی طرف) روانہ ہو جانے کی اجازت طلب کی اور حضور ﷺ سے انہیں اجازت دے دی۔ (بعد میں) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرمایا کرتی تھیں: کاش میں بھی حضور ﷺ سے اسی طرح اجازت لے لیتی جیسے حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اجازت لے لی تھی۔ الحدیث۔ (2)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: فتح مکہ کے سال بنوخزاعہ نے اپنے ایک مقتول کے بدلے بنولیث کے ایک آدمی کو قتل کر دیا۔ حضور ﷺ کو اس کی خبر ہوئی تو آپ اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے اور خطبہ ارشاد فرمایا۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مکہ سے ہاتھی والوں کو روک دیا اور اپنے رسول ﷺ اور مومنوں کو اس شہر پر تسلط عطا فرمایا۔ خبردار! اس کو میرے لیے ایک گھڑی حلال کیا گیا۔ خبردار! اب اس وقت سے یہ حرام ہے۔ نہ اس کے کانٹوں کو روندا جائے گا اور نہ اس کے درختوں کو کاٹا جائے۔ اس شہر کی گری ہوئی چیز کو وہی شخص اٹھائے جو اس کا اعلان کرے۔ جس کا کوئی آدمی قتل ہو جائے اس کو دو چیزوں میں سے ایک کا اختیار حاصل ہے۔ (قاتل) یا تو اس کو دیت ادا کرے اور یا مقتول کے وارثوں کو قصاص دے۔ راوی کہتے ہیں: یمن کا ابوشاہ نامی ایک شخص آیا اور عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ یہ احکام میرے لیے قلم بند کروا دیں۔ آپ نے فرمایا: ابوشاہ کے لیے (یہ احکام) لکھ دو۔ قریش کے ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! اذخر کو اس حکم سے مستثنیٰ فرما دیں کیونکہ ہم اس کو اپنے گھروں میں اور اپنی قبروں میں استعمال کرتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اذخر مستثنیٰ ہے۔ (3)

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 598 2۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 418 3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 439

ابو البداح بن عدی اپنے والد ماجد سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے چرواہوں کو رخصت عطا فرمائی کہ وہ ایک دن جمروں کو کنکریاں ماریں اور ایک روز ناغہ کر لیں۔(1)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: فتح مکہ کے دن ایک آدمی کھڑا ہوا اور کہنے لگا: یارسول اللہ! ﷺ میں نے خدا کے لیے نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو مکہ پر فتح عطا فرمائی تو میں بیت المقدس میں دو رکعتیں پڑھوں گا۔ آپ نے فرمایا: یہیں دو رکعتیں پڑھ لو(بیت المقدس میں دو رکعتیں پڑھنے کی) نذر پوری ہو جائے گی۔ اس نے اپنے سوال کو دہرایا تو آپ نے فرمایا: (یہیں) پڑھ لو۔ اس نے پھر اپنی بات دوہرائی تو آپ نے فرمایا، پھر تمہاری مرضی۔(2)

حضرت طارق بن عبدالرحمٰن قرشی سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضرت رافع بن رفاعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انصار کی مجلس میں آئے اور فرمایا: آج حضور ﷺ نے ہمیں (کچھ چیزوں سے) منع فرمایا ہے۔ انہوں نے کچھ چیزوں کا ذکر کیا اور فرمایا: آپ نے ہمیں لونڈی کی کمائی سے بھی منع فرمایا ہے۔ ہاں لونڈی کی وہ کمائی جائز ہے جس کے لیے وہ ہاتھ سے کام کرے۔ انہوں نے انگلیوں کے اشارے سے بتایا کہ کھانا پکانے، روئی کاتنے اور نقش و نگار وغیرہ کے کام کرے۔(3)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں، جب حضور ﷺ نے کچھ برتنوں کو استعمال کرنے سے منع فرمایا تو انصار نے عرض کیا، یارسول اللہ! ﷺ ہمارے لیے اس کے بغیر چارۂ کار نہیں ہے تو آپ نے فرمایا: ایسا ہے تو میں تم کو منع نہیں کرتا۔(4)

حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم بنایا تھا اور اس کے باسیوں کے لیے دعا کی تھی اور میں نے مدینہ کو حرم بنایا ہے جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرام بنایا تھا اور میں نے اس شہر کے پیمانوں (صاع اور مد) کے لیے اس سے دوہری برکت کی دعا کی ہے جتنی برکت کی دعا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے (مکہ والوں کے لیے) کی تھی۔(5)

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں، حضور ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو کچھ یہودیوں کو دیکھا کہ وہ یوم عاشور کی تعظیم کرتے تھے اور عاشور کے دن روزہ رکھتے تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اس دن کے روزے کے زیادہ حق دار ہم ہیں۔ پھر آپ نے یوم عاشور کا روزہ رکھنے کا حکم دیا۔(6)

1۔ سنن ابی داؤد، جلد 1، صفحہ 278 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 112 3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 130
4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 164 5۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 440 6۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 562

حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت نے اپنے آپ کو حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ ایک آدمی نے آپ سے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ اس عورت کی میرے ساتھ شادی کر دیں۔ آپ نے پوچھا: تمہارے پاس (اس کو دینے کے لیے) کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: جاؤ اور کوئی شے مہیا کرنے کی کوشش کرو خواہ وہ لوہے کی انگوٹھی ہی ہو۔ وہ شخص گیا۔ پھر لوٹ آیا اور عرض کیا: قسم بخدا! مجھے کوئی شے نہیں ملی حتیٰ کہ لوہے کی انگوٹھی بھی نہیں مل سکی۔ البتہ یہ میری چادر ہے، میں یہ آدھی چادر اس عورت کو پیش کرتا ہوں۔ سہل فرماتے ہیں: اس کے پاس (اور کوئی) چادر نہیں تھی۔ حضور ﷺ نے فرمایا: وہ تمہاری اس چادر کو کیا کرے گی؟ اگر چادر تم اوڑھو گے تو چادر کا کوئی حصہ اس کے لیے نہیں بچے گا اور اگر چادر اس نے اوڑھی تو اس چادر کا کوئی حصہ تم نہیں اوڑھ سکو گے۔ وہ آدمی بیٹھ گیا، وہ کافی دیر بیٹھا رہا اور پھر اٹھ کھڑا ہوا۔ حضور ﷺ نے اسے دیکھا اور بلایا۔ یا حضور ﷺ کے پاس اسے بلا کر لایا گیا۔ آپ نے اسے فرمایا، تمہیں قرآن حکیم کتنا یاد ہے؟ اس نے قرآن حکیم کی کچھ سورتیں شمار کر کے بتایا کہ مجھے فلاں فلاں سورتیں یاد ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا، تمہیں جتنا قرآن حکیم یاد ہے ہم اس کے عوض اس عورت کو تمہارے نکاح میں دیتے ہیں۔ (1)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ایک شخص سے فرمایا: کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ میں فلاں عورت کے ساتھ تمہارا نکاح کر دوں؟ اس نے عرض کیا، ہاں یا رسول اللہ! ﷺ۔ آپ نے اس عورت سے پوچھا: کیا تم پسند کرتی ہو کہ میں تمہارا نکاح فلاں شخص سے کر دوں؟ اس نے عرض کیا: ہاں۔ آپ نے ان کا ایک دوسرے سے نکاح کر دیا۔ آدمی نے اس عورت سے خلوت کی لیکن نہ اس کا مہر مقرر کیا اور نہ اسے کوئی چیز ادا کی۔ وہ شخص ان لوگوں میں سے تھا جو صلح حدیبیہ میں شریک تھے اور صلح حدیبیہ کے شرکاء کو خیبر کے مالِ غنیمت سے حصہ عطا کیا گیا تھا۔ جب اس شخص کی موت قریب آئی تو اس نے کہا: حضور ﷺ نے فلاں عورت کے ساتھ میرا نکاح کیا تھا۔ میں نے نہ اس کا مہر مقرر کیا اور نہ اسے کوئی شے ادا کی۔ میں تمہیں گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ خیبر کے مالِ غنیمت میں میرا جو حصہ ہے میں وہ اس عورت کو بطور مہر دیتا ہوں۔ اس عورت نے وہ حصہ لیا اور اسے ایک لاکھ میں فروخت کیا...... الحدیث۔ (2)

ابن بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد ماجد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نے تمہیں تین چیزوں سے منع کیا تھا۔ اب میں تمہیں وہ تین کام کرنے کا حکم دیتا ہوں۔ میں نے تمہیں قبروں کی زیارت کرنے سے منع کیا تھا۔ اب تم قبروں کی زیارت کیا کرو

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 767 2۔ سنن ابی داؤد، جلد 1، صفحہ 295

کیونکہ قبروں کی زیارت سے (آخرت کی) یاد آتی ہے۔ میں نے تمہیں مشروبات کے متعلق منع کیا تھا کہ ان کو چمڑے کے برتنوں کے علاوہ دیگر برتنوں میں نہ پیا کرو۔ اب تم جس برتن میں چاہو مشروبات کو پیا کرو۔ ہاں البتہ نشہ آور چیز نہ پیا کرو۔ میں نے تمہیں قربانی کا گوشت، تین دن کے بعد، کھانے سے منع کیا تھا۔ اب تم وہ گوشت کھایا کرو اور اپنے سفروں میں اس سے فائدہ اٹھایا کرو۔ (1)

حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: تم میں سے جو شخص قربانی کرے وہ تیسرے دن کے بعد اس گوشت میں سے کوئی چیز اپنے گھر میں باقی نہ رہنے دے۔ جب اگلا سال آیا تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ کیا ہم (گوشت کے بارے میں) وہی کام کریں جو گزشتہ سال کیا تھا؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔ وہ سال ایسا تھا کہ لوگ تنگدستی میں تھے اور (اس حکم کے ذریعے) میں چاہتا تھا کہ گوشت سب لوگوں تک پہنچ جائے۔ (2)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نے گھوڑوں اور غلاموں کی زکوٰۃ کو معاف کر دیا ہے۔ چاندی کی زکوٰۃ ادا کرو۔ ہر چالیس درہم میں سے ایک درہم ادا کرو...... الحدیث۔ (3)

حضرت ابو امامہ بن سہل بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں، حضور ﷺ کی خدمت میں ایک عورت پیش کی گئی جو جرم زنا کی مرتکب ہوئی تھی۔ حضور ﷺ نے پوچھا: اس نے کس کے ساتھ بدکاری کا ارتکاب کیا ہے؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جواب دیا: گٹھیا کے اس مریض کے ساتھ جو حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چار دیواری میں رہتا ہے۔ آپ نے اس کی طرف آدمی بھیجا۔ اسے اٹھا کر لایا گیا اور حضور ﷺ کے سامنے رکھ دیا گیا۔ اس نے اپنے جرم کا اعتراف کر لیا۔ حضور ﷺ نے کھجوروں کی شاخیں منگوائیں اور ان کے ساتھ اس کو مارا۔ آپ نے اس کی بیماری کی وجہ سے اس پر رحم فرمایا اور (اس کی سزا میں) تخفیف کر دی۔ (4)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے لیے ایک تحریر لکھوائی جس کے الفاظ یہ تھے: یہ وہ فرض صدقات ہیں جو حضور ﷺ نے مسلمانوں پر فرض کیے ہیں، جن کا حکم اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو دیا ہے۔ (5)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں، حضور ﷺ نے لوگوں پر صدقہ فطر واجب فرمایا ہے۔ مردوں پر بھی اور عورتوں پر بھی۔ آزاد لوگوں پر بھی اور غلاموں پر بھی۔ (اس کی

1۔ سنن ابی داؤد، جلد 2، صفحہ 164　2۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 159　3۔ جامع الترمذی، جلد 1، صفحہ 79
4۔ سنن النسائی، جلد 2، صفحہ 309　5۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 340

مقدار) ایک صاع کھجوریں یا ایک صاع جو ہیں...... الحدیث۔(1)

حضرت عمارہ بن خزیمہ سے مروی ہے کہ انہیں ان کے چچا نے جو حضور ﷺ کے صحابی تھے، حدیث سنائی کہ حضور ﷺ نے ایک اعرابی سے ایک گھوڑا خریدا اور اسے ارشاد فرمایا کہ وہ آپ کے پیچھے پیچھے آئے کہ آپ اس کو گھوڑے کی قیمت ادا کر دیں۔ حضور ﷺ کی رفتار تیز تھی اور اعرابی آہستہ آہستہ چل رہا تھا۔ لوگ اعرابی کے پاس آ کر اس سے اس کے گھوڑے کا سودا کرنے لگے جب کہ انہیں یہ علم نہ تھا کہ اس گھوڑے کو حضور ﷺ نے خرید لیا ہے، حتیٰ کہ کسی نے اس گھوڑے کے دام اس سے زیادہ لگا دیے جتنے میں حضور ﷺ نے اسے خریدا تھا۔ اس اعرابی نے حضور ﷺ کو پکارا اور کہا: اگر آپ اس گھوڑے کو خریدنا چاہتے ہیں تو ٹھیک ورنہ میں اس کو بیچ دوں گا۔ حضور ﷺ نے اس کی پکار سنی تو کھڑے ہو گئے اور اس سے فرمایا: کیا میں نے تم سے یہ گھوڑا خرید نہیں لیا تھا؟ اس نے کہا: خدا کی قسم، میں نے گھوڑا تمہارے ہاتھ نہیں بیچا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: میں نے تم سے گھوڑا خرید لیا ہے۔ لوگ حضور ﷺ اور اس اعرابی کے گرد جمع ہونے لگے۔ وہ دونوں ایک دوسرے کی باتوں کا جواب دے رہے تھے۔ اعرابی کہنے لگا: آپ گواہ پیش کریں جو یہ گواہی دے کہ میں نے گھوڑا آپ کے ہاتھ فروخت کر دیا ہے۔ (اس پر) حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ تم نے گھوڑا حضور ﷺ کے ہاتھ بیچ دیا ہے۔ حضور ﷺ حضرت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: تم کس بنا پر گواہی دے رہے ہو؟ انہوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! ﷺ آپ کی صداقت پر ایمان رکھنے کی بنا پر۔ حضور ﷺ نے اکیلے خزیمہ کی شہادت کو دو آدمیوں کی شہادت کے برابر قرار دیا۔(2)

حضرت عتبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: جب یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی: فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ تو حضور ﷺ نے فرمایا: اس کو اپنے رکوع کی تسبیح بنا لو۔ اور جب یہ آیت نازل ہوئی: سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى تو حضور ﷺ نے فرمایا: اس کو اپنے سجدے کی تسبیح بنا لو۔(3)

حضرت نضر بن شیبان سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میری ملاقات ابو سلمہ بن عبد الرحمن سے ہوئی تو میں نے ان سے عرض کیا: مجھے اپنے والد ماجد کی روایت کردہ، رمضان المبارک کے متعلق، کوئی حدیث سناؤ۔ انہوں نے فرمایا: ہاں، میرے والد ماجد نے مجھے یہ حدیث سنائی کہ حضور ﷺ نے ماہ رمضان کا ذکر کیا اور فرمایا: یہ ایک ایسا مہینا ہے جس کے روزے تم پر اللہ تعالیٰ نے فرض کیے ہیں اور میں نے ماہ رمضان کی راتوں کے قیام کو تمہارے لیے سنت بنایا ہے۔ سو جس نے ایمان اور ثواب کی نیت

1۔ سنن النسائی، جلد 1، صفحہ 346 2۔ سنن النسائی، جلد 2، صفحہ 228 3۔ سنن ابی داؤد، جلد 1، صفحہ 133

کے ساتھ رمضان کے (دنوں کے) روزے رکھے اور (راتوں کو) قیام کیا، وہ گناہوں سے اسی طرح پاک ہو جاتا ہے جس طرح انسان اس روز گناہوں سے پاک ہوتا ہے جس روز اس کی ماں اسے جنم دیتی ہے۔(1)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک شخص نے اپنی وفات کے وقت، اپنے چھ غلام آزاد کر دیے۔ اس کی ملکیت میں ان غلاموں کے سوا کچھ نہ تھا۔ حضور ﷺ نے ان غلاموں کو طلب فرمایا، ان کو تین ٹولیوں میں تقسیم کیا اور ان کے درمیان قرعہ اندازی کی۔ اس طرح آپ نے دو کو آزاد کر دیا اور چار کو (بدستور) غلام قرار دیا اور اس (آزاد کرنے والے) کے متعلق سخت الفاظ فرمائے۔(2)

حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ سے مکڑی کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: یہ (زمین پر) اللہ تعالیٰ کا کثیر التعداد لشکر ہے۔ ان کے گوشت کو نہ تو میں کھاتا ہوں اور نہ حرام کرتا ہوں الحدیث۔(3)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ کے زمانہ میں ایک شخص کے پھلوں میں، جو اس نے خریدے تھے، کوئی مصیبت نازل ہو گئی اور اس کا قرض بہت زیادہ بڑھ گیا۔ حضور ﷺ نے (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو) فرمایا، اس کو صدقات دو۔ لوگوں نے اس کو صدقات دیے لیکن وہ اس مقدار کو نہ پہنچے کہ اس کا قرض ادا ہو سکتا۔ حضور ﷺ نے اس کے قرض خواہوں سے فرمایا: جو کچھ تمہیں مل گیا ہے لے لو، اس کے سوا تمہیں کچھ نہیں ملے گا۔(4)

حضرت سلمہ بن صخر انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک طویل حدیث مروی ہے، جس میں آپ فرماتے ہیں:

...... میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا معاملہ عرض کر دیا۔ (یعنی مجھ سے رمضان میں اپنی بیوی سے (روزے کی حالت میں) مجامعت کا گناہ سرزد ہو گیا ہے) آپ نے فرمایا: کیا تو نے یہ کام کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: میں نے یہ کام کیا ہے۔ آپ نے پھر فرمایا: کیا تو نے یہ کام کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: میں نے یہ کام کیا ہے۔ آپ نے پھر فرمایا: کیا تم نے یہ کام کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: ہاں، میں نے یہ کام کیا ہے اور میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ آپ مجھ پر حکم خداوندی نافذ فرمائیں۔ میں اس پر صبر کروں گا۔ آپ نے فرمایا: ایک غلام آزاد کر دو۔ میں نے اپنی گردن پر ہاتھ

1۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 94
2۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 54
3۔ سنن ابی داؤد، جلد 2، صفحہ 178
4۔ جامع الترمذی، جلد 1 صفحہ 83

پھیرا اور عرض کیا: نہیں، اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، میری ملکیت میں اس کے سوا کوئی لونڈی غلام نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: پھر دو ماہ کے روزے رکھو۔ عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ پہلے مجھ پر جو مصیبت نازل ہوئی ہے وہ روزے کی حالت میں ہی تو نازل ہوئی ہے۔ آپ نے فرمایا: پھر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دو۔ میں نے عرض کیا: اس ذات کی قسم، جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، ہم نے آج رات فاقے کی حالت میں گزاری ہے۔ ہمارے پاس شام کے کھانے کے لیے کچھ نہ تھا۔ آپ نے فرمایا: بنوزریق کے اموال صدقہ کے نگران کے پاس جاؤ اور اسے کہو کہ تمہیں مال عطا کرے اور تم اس مال سے اپنی طرف سے، ساٹھ مسکینوں کو ایک وسق دے دو اور پھر وہ سارا مال اپنے لیے اور اپنے اہل خانہ کے لیے استعمال کرو۔ فرماتے ہیں: میں واپس اپنی قوم کے پاس آیا اور ان سے کہا: تمہارے پاس تو مجھے تنگی اور بدظنی ہی ملی تھی جب کہ حضور ﷺ کی بارگاہ سے مجھے وسعت اور برکت عطا ہوئی ہے۔ آپ نے مجھے تمہارے صدقات دلوانے کا حکم دیا ہے، لہٰذا تم اپنے صدقات میرے حوالے کرو۔ (1)

حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: موزوں پر مسح کی مدت مسافر کے لیے تین دن (اور تین رات) اور مقیم کے لیے ایک دن اور ایک رات ہے۔ ابو داؤد فرماتے ہیں: اس حدیث کو منصور بن معتمر نے ابراہیم تیمی سے ان کی سند کے ساتھ روایت کیا ہے، جس میں یہ الفاظ بھی ہیں: اگر ہم حضور ﷺ سے اس مدت میں توسیع کی درخواست کرتے تو آپ اس میں توسیع فرما دیتے۔ (2)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: خمر (شراب) کی حرمت کا حکم نازل ہوا۔ اس وقت شراب پانچ چیزوں سے بنتی تھی۔ انگور، کھجور، شہد، گیہوں اور جو، جب کہ خمر تو ہر وہ چیز ہے جو عقل کو ماؤف کر دے۔ میری خواہش تھی کہ کاش حضور ﷺ تین چیزوں کے متعلق، اپنے انتقال سے پہلے، ہمیں واضح احکام ارشاد فرما دیتے جن کی طرف ہم رجوع کرتے۔ دادے اور کلالہ (جس کے والدین اور اولاد نہ ہو) کی میراث کا حکم اور سود کے کچھ مسائل۔ (3)

گزشتہ صفحات میں جو احادیث طیبہ بیان کی گئی ہیں، ان کے مطالعہ کے بعد ایک منصف مزاج شخص کے لیے اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں رہتا کہ حضور ﷺ کا قول ہر کلمہ گو (مسلمان) کے لیے حجت ہے۔ آپ کی زبان مبارک سے جو بات نکلتی ہے وہ امت کے لیے قانون اور شریعت کا درجہ رکھتی ہے۔ آپ جس چیز کو حرام قرار دیں وہ حرام ہے اور آپ جس چیز کے حلال ہونے کا فیصلہ فرما دیں وہ

1۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 63-162　2۔ سنن ابی داؤد، جلد 1، صفحہ 23　3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 160

حلال ہے۔ آپ مخصوص حالات میں کسی مسلمان کو کوئی ایسا کام کرنے کی اجازت فرما سکتے ہیں جو عام مسلمانوں کے لیے ناجائز ہو۔ آپ بدلتے ہوئے حالات کے تحت کسی چیز کو کبھی منع فرما دیتے ہیں اور کبھی اس چیز کی اجازت دے دیتے ہیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کبھی آپ ﷺ کے اس رویے کو چیلنج نہیں کیا۔ حضور ﷺ کی زبان پاک سے جو بات نکلی، انہوں نے اسے شریعت سمجھا اور ان کی نظر میں وہی قانون قرار پایا۔ دراصل عقیدۂ رسالت پر ایمان لانے کی یہی حقیقت ہے۔

مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امن پسندی

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اخلاق عالیہ کی جن حسین اداؤں سے نوازا تھا ان میں سے ایک حسین ادا آپ کی امن پسندی تھی۔ تاریخ انسانی کا یہ عظیم ترین سانحہ ہے کہ جو ہستی امن و آشتی کی سب سے بڑی علمبردار تھی اور جس کے دامن سے خون کے پیاسوں کو بھی عفوو درگزر کی خیرات ملتی تھی، انسانیت کے دشمنوں نے اسی ہستی کو دہشت گردی، امن دشمنی اور وحشت و بربریت کے چیمپین کے طور پر پیش کرنے کی جسارت کی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امن پسندی تاریخ کی ایک بہت بڑی حقیقت ہے اور آپ کی اس امن پسندی کو شک کی نظروں سے صرف وہی لوگ دیکھ سکتے ہیں جو تاریخی حقائق سے نظریں چرانے کو ایک معمولی بات سمجھتے ہیں۔ اس میں شک نہیں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امن کا جو دین لے کر اس دنیا پر جلوہ گر ہوئے تھے، اس دین میں، قیام امن کی خاطر، ایک رخسار پر تھپڑ کھا کر دوسرا رخسار پیش کرنے کا کوئی تصور نہ تھا بلکہ یہ دین قیام امن کی خاطر، ظالم کے اٹھے ہوئے ہاتھوں کو پکڑ لینے اور بوقت ضرور انہیں توڑ دینے کی دعوت پر مشتمل تھا۔ دین مصطفوی نے کرۂ ارض پر قیام امن کے لیے جو لائحہ عمل پیش کیا ہے اس کا بنیادی فلسفہ یہ ہے:

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّ مَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ۗ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ۗ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ

''اور اگر اللہ تعالیٰ بچاؤ نہ کرتا لوگوں کا انہیں ایک دوسرے سے ٹکرا کر تو (طاقت ور کی غارت گری سے) منہدم ہو جاتیں خانقاہیں اور گرجے اور کلیسے اور مسجدیں جن میں اللہ تعالیٰ کے نام کا ذکر کثرت سے کیا جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ضرور مدد فرمائے گا اس کی جو اس (کے دین) کی مدد کرے گا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ قوت والا اور سب پر غالب ہے''۔ (الحج)

''امن کی خاطر تلوار'' کا یہ فلسفہ اسلام نے پہلے ہی روز پیش نہیں کر دیا تھا بلکہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے جاں نثاروں کو، اپنے دفاع میں تلوار اٹھانے کی اجازت ملنے سے پہلے، کئی سال تک امن کے دشمنوں کے مظالم سہتے اور ان پر صبر کرتے ہوئے گزارنا پڑے تھے۔

مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس روز خدا کی زمین پر خدا کی خدائی اور وحدانیت کا اعلان کیا تھا، باطل قوتیں اسی روز سے آپ کی اور آپ کی دعوت پر لبیک کہنے والوں کی دشمن بن گئی تھیں۔ انہوں نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے پیروکاروں کو ستانے اور ہراساں کرنے کے لیے کبھی کوئی حربہ آزمانے سے

دریغ نہیں کیا۔ لیکن پیغمبر اسلام ﷺ کو خدا کی زمین پر قتل و غارت اور فتنہ و فساد سے بچنے کی خاطر، پہلے ظالموں سے اعراض کرنے کا حکم ملا۔ ارشاد خداوندی ہوا: فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ (حجر:85) ''(یعنی) عمدہ طریقے سے ان سے روگردانی فرمالیجئے۔ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ (حجر:94) ''اور مشرکین (کے کرتوتوں) سے اعراض فرمالیجئے''۔

دوسرے مرحلے پر ان سے مجادلہ حسنہ کی تاکید ہوئی۔ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ (نحل:125) اور ان سے مجادلے اور مناظرے کا وہ طریقہ اپنایئے جو خوبصورت ہو۔

اس کے بعد رحمن و رحیم خدا نے مسلمان کو اپنے دفاع میں ان لوگوں سے لڑنے کا حکم دیا جن کی طرف سے جنگ کی ابتدا ہو۔ فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ (بقرہ:191) ''اگر وہ تم سے قتال کریں تو تم بھی ان سے قتال کرو''۔ اور سب سے آخر میں جا کر اسلام نے مسلمانوں کو جنگ کا آغاز کرنے کی اجازت دی اور فرمایا: فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ (توبہ:5) ''مشرکوں کو جہاں پاؤ انہیں قتل کر دو''۔ اور وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً ؕ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ (توبہ:36) ''اور جنگ کرو تمام مشرکوں سے جس طرح وہ سب تم سے جنگ کرتے ہیں اور خوب جان لو کہ اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے''۔

اللہ تعالیٰ علیم وخبیر ہے۔ اسے علم تھا کہ کفر کے بیوپاریوں کو فتنہ و فساد سے روکنے کے لیے کوئی رحمدلانہ تدبیر کافی نہیں بلکہ صرف اور صرف تلوار کے زور سے ہی انہیں شر و فساد سے روکا جا سکتا ہے۔ اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ اور ان کے غلاموں کو طاقت کے استعمال کی اجازت دینے سے پہلے قیام امن کی جملہ تدبیروں کو آزمانے کا حکم دیا تاکہ کوئی شخص اسلام کو جلد بازی میں طاقت کے استعمال کا الزام نہ دے سکے۔

جو لوگ اپنے تخیل کی پرواز کو حرف آخر سمجھتے ہیں اور اپنے نتائج فکر کے مقابلے میں تاریخی حقائق کو پرکاہ کی بھی وقعت نہیں دیتے، ان کے ساتھ علمی بحث فضول ہے لیکن جو لوگ کسی قضیے کے متعلق کسی حتمی نتیجے پر پہنچنے کے لیے اس قضیے کی تاریخ کا مطالعہ ضروری سمجھتے ہیں وہ، تاریخ اسلام کی روشنی میں، اس حقیقت کو تسلیم کرنے پر مجبور ہیں کہ مدنی تاجدار ﷺ نے، محض اس جرم کی پاداش میں کہ وہ رب کائنات کو اپنا خدا سمجھتے تھے، کفار مکہ کے ہاتھوں طویل مدت تک بڑی تکلیفیں اور اذیتیں سہی ہیں۔ آپ کے راستوں پر کانٹے بچھائے گئے۔ جو لوگ آپ کو صادق اور امین کہا کرتے تھے، انہی لوگوں نے آپ کو مجنون اور سحر زدہ قرار دیا۔ آپ کو خدا کی زمین پر خدا کے حضور سجدہ کرنے سے روکا گیا۔ آپ کو خدا کے کلام کی تلاوت کرنے سے منع کیا گیا۔ آپ کو پتھر مار مار کر لہولہان کیا گیا۔ حالت نماز میں

آپ کی پشت مبارک پر گندگی کے ڈھیر رکھے گئے۔ راہ چلتے، آپ پر آوازے کسے گئے۔ آپ کے غلاموں کو تپتی دھوپ میں پتھروں پر گھسیٹا گیا۔ آپ ﷺ کو اور آپ کے جاں نثاروں کو اپنے گھر اور مکہ جیسا مقدس شہر چھوڑنے پر مجبور کیا گیا، آپ کو قتل کرنے کے منصوبے بنائے گئے، سفر ہجرت کے دوران آپ کو زندہ یا غیر زندہ گرفتار کرنے پر گراں بہا انعامات مقرر کیے گئے، ہجرت کے بعد آپ کے خلاف جنگی مہمیں روانہ کی گئیں اور قبائل عرب کو اور مدینہ کے غیر مسلم باسیوں کو آپ کے خلاف سازشوں پر ابھارا گیا۔ آپ کو خانہ کعبہ کا طواف کرنے سے روکا گیا۔

یہ فہرست بہت طویل ہے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ وہ لوگ جو اپنے آپ کو محقق بھی کہتے ہیں، اپنی تحقیق پر غیر جانبداری کا خوبصورت لیبل بھی چسپاں کرتے ہیں اور انصاف پسند کہلوانے کا شوق بھی رکھتے ہیں، وہ کفر و اسلام کی چپقلش کا ''غیر جانبدارانہ'' مطالعہ کرتے وقت مذکورہ بالا تمام حقائق کو فراموش کر دیتے ہیں اور بلال اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ہاتھوں میں تلواریں دیکھ کر ان کی رگِ تحقیق پھڑک اٹھتی ہے اور وہ ظلم و عدوان کے سمندر عبور کرنے کے بعد تلوار اٹھانے والے مظلوموں اور ان کے آقا علیہ السلام پر دہشت گردی اور امن دشمنی کا الزام لگانے میں ذرا ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتے۔ انسانیت جب اخلاقی گراوٹ کی اس سطح پر پہنچ جائے تو پھر اس کا خدا ہی حافظ ہے۔

حضور ﷺ نے مختلف سطحوں پر قیام امن کے لیے تدابیر اختیار فرمائیں۔ آپ کے پیش نظر سب سے پہلے امت مسلمہ کا داخلی امن تھا۔ آپ نے مسلمانوں کی صفوں میں امن و امان اور یکجہتی کی فضا قائم کرنے کے لیے امت کو ایسے اصول و ضوابط سے نوازا کہ جو قوم بھی ان اصولوں پر عمل کرے وہ امن و یکجہتی کے انعام سے مالا مال ہو جاتی ہے۔

داخلی امن کے علاوہ آپ نے عالمی امن پر بھی توجہ فرمائی ہے اور دنیا کی قوموں کو ''جیو اور جینے دو'' کے اصول پر پرامن بقائے باہمی کی دعوت دی ہے۔ آپ نے مختلف قسم کے تعصبات کا قلع قمع کیا ہے جو امن کے سب سے بڑے دشمن ہیں۔ آپ نے انسانیت کو بے شمار ایسی تعلیمات سے نوازا ہے جن کا ثمرہ امن کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ آپ نے امن کے دائرے کو انسانوں تک محدود نہیں رکھا بلکہ آپ ﷺ نے جانوروں کے لیے بھی امن کی ضرورت پر زور دیا ہے۔

ذیل میں ہم حضور ﷺ کی قیام امن کی کوششوں کے مختلف پہلوؤں پر، ایک ایک کر کے روشنی ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں،

داخلی امن

حضور ﷺ نے امت مسلمہ کی صفوں میں قیام امن کے لیے جو تدابیر اختیار فرمائیں اور اس مقصد

کی خاطر جو اصول وضوابط وضع فرمائے، احادیث طیبہ کی روشنی میں، ان کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائیے:

حضرت مقداد بن عمرو الکندی البدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضور ﷺ سے عرض کیا: مجھے آگاہ فرمایئے کہ اگر میرا مقابلہ کسی کافر سے ہو، ہم ایک دوسرے سے لڑیں، وہ میرے ہاتھ پر تلوار مار کر اسے کاٹ دے۔ پھر مجھے کسی درخت کے ساتھ دھکیل کر میرے ساتھ چمٹ جائے اور پھر کہے: میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آیا ہوں۔ یا رسول اللہ! ﷺ کیا میں، اس کے یہ کلمات کہنے کے بعد، اس کو قتل کر دوں؟ حضور ﷺ نے فرمایا: تم اس کو قتل مت کرو۔ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ اس نے پہلے میرا ہاتھ کاٹا اور اس کے بعد اس نے یہ کلمات زبان سے ادا کیے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: تم اس کو قتل مت کرو کیونکہ اگر تم اس کو قتل کرو گے تو وہ ایسا ہو جائے گا جیسے تم اس کو قتل کرنے سے پہلے تھے اور تم ایسے ہو جاؤ گے جیسے وہ، یہ کلمات زبان سے ادا کرنے سے پہلے، تھا۔(1)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قبیلہ بنو جذیمہ کی طرف روانہ فرمایا: آپ نے ان کو اسلام کی دعوت دی۔ وہ صحیح طور پر یہ کلمات کہنے میں ناکام رہے: ''ہم اسلام لائے''۔ بلکہ وہ کہنے لگے: ''ہم نے ایک دین چھوڑ کر دوسرا دین قبول کر لیا ہے''۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان میں سے بعض کو قتل کرنا اور بعض کو اسیر بنانا شروع کر دیا۔ آپ نے ہم میں سے ہر ایک کے حوالے ایک ایک قیدی کیا۔ ایک روز حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم دیا کہ ہر شخص اپنے قیدی کو قتل کر دے۔ میں نے کہا: قسم بخدا، میں نہ اپنے قیدی کو قتل کروں گا اور نہ میرا کوئی ساتھی اپنے قیدی کو قتل کرے گا۔ جب ہم حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ہم نے یہ مسئلہ آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ بلند کیے اور دو مرتبہ فرمایا: اے میرے اللہ! میں اس کام سے بری ہوں جو خالد نے کیا ہے۔(2)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے منیٰ کے مقام پر فرمایا: تم جانتے ہو آج کون سا دن ہے؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ ہی زیادہ جاننے والے ہیں۔ آپ نے فرمایا: یہ حرمت والا دن ہے۔ پھر آپ نے پوچھا: جانتے ہو، یہ شہر کون سا ہے؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ ہی زیادہ جاننے والے ہیں۔ آپ نے فرمایا: یہ حرمت والا شہر ہے۔ پھر آپ نے پوچھا: جانتے ہو، یہ مہینا کون سا ہے؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 573
2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 622

کا رسول ﷺ ہی زیادہ جاننے والے ہیں۔ آپ نے فرمایا: یہ حرمت والا مہینا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تم پر ایک دوسرے کے خون، اموال اور عزتوں کو اسی طرح حرمت عطا کی ہے، جس طرح تمہارا یہ دن، یہ مہینا اور یہ شہر حرمت والے ہیں۔ (1)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: مسلمان کو گالی دینا فسق (نافرمانی) اور اسے قتل کرنا کفر ہے۔ الحدیث (2)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے ہمیں ایک دستے کے ساتھ روانہ فرمایا۔ ہم صبح صبح بنو جہینہ کی بستیوں میں پہنچ گئے۔ میں نے ایک آدمی کو جالیا۔ اس نے پڑھا: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ میں نے اس پر نیزے کا وار کیا۔ میرے جی میں یہ بات کھٹکنے لگی۔ میں اس کا تذکرہ حضور ﷺ سے کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا: کیا اس نے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھا اور تم نے اسے قتل کر دیا؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ اس نے ہتھیار کے ڈر سے یہ کلمہ پڑھا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے اس کے دل کو چیر کر کیوں نہیں دیکھا کہ تمہیں یہ پتا چلتا کہ اس نے یہ کلمہ دل کی گہرائی سے پڑھا ہے یا نہیں۔ آپ ﷺ اس بات کو دوہراتے رہے حتیٰ کہ میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہوگئی کہ کاش میں آج ہی مشرف باسلام ہوا ہوتا۔ راوی کہتے ہیں: (اس پر) حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: خدا کی قسم، میں کسی مسلمان کو قتل نہیں کروں گا جب تک یہ ذوالبطین یعنی اسامہ بن زید اس کو قتل نہ کریں۔ ایک آدمی کہنے لگا: کیا اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں: "ان سے جنگ کرو حتیٰ کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین خالص اللہ تعالیٰ کے لیے ہو جائے"؟ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ہم نے اس لیے جنگ کی کہ فتنہ باقی نہ رہے اور تم اور تمہارے ساتھی اس لیے جنگ چاہتے ہو کہ فتنہ بپا ہو۔ (3)

ابن عصام المزنی اپنے والد سے، جو صحابی ہیں، روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: حضور ﷺ جب کسی دستے یا لشکر کو روانہ فرماتے تو آپ ان کو یہ ہدایات دیتے: اگر تمہیں کوئی مسجد نظر آئے یا اذان کی آواز سنائی دے تو کسی کو قتل نہ کرنا۔ الحدیث (4)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: بنو سلیم کا ایک شخص حضور ﷺ کے صحابہ کی ایک جماعت کے پاس سے گزرا۔ اس کے پاس اس کی بکریاں بھی تھیں۔ اس نے ان کو سلام کیا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کہا: اس نے محض تم سے بچنے کے لیے تمہیں سلام کیا ہے۔ پھر وہ اٹھے، اسے قتل کیا اور اس کی بکریاں لے لیں۔ وہ بکریاں لے کر حضور ﷺ کی خدمت

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 893　　2۔ ایضاً
3۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 68　　4۔ جامع الترمذی، جلد 1، صفحہ 187

میں حاضر ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیۃ کریمہ نازل فرمائی: ''اے ایمان والو! جب تم راہ خدا میں نکلو تو (معاملات کی) تحقیق کرلیا کرو اور جو تمہیں سلام کرے اسے یہ نہ کہو کہ تم مومن نہیں ہو''۔(1)

حضرت علقمہ بن وائل حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد ماجد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: سلمہ بن یزید الجعفی نے حضور ﷺ سے پوچھا: یارسول اللہ! ﷺ ہمیں بتایئے کہ اگر ہمارے امراء ہمارے اوپر کھڑے ہوں۔ وہ ہم سے اپنے حقوق کا مطالبہ کریں اور ہمیں ہمارے حقوق سے محروم رکھیں تو (اس صورت میں) آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ حضور ﷺ نے ان سے اعراض فرمایا۔ پھر انہوں نے سوال کیا تو آپ نے پھر چہرۂ انور دوسری طرف کرلیا۔ پھر انہوں نے دوسری یا تیسری مرتبہ یہی سوال کیا تو حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا۔ (اس پر) حضور ﷺ نے فرمایا: (امراء کی بات) سنو اور ان کی اطاعت کرو۔ کیونکہ جو کام ان کے ذمے ہیں ان کا بوجھ وہ اٹھائیں گے اور جو کام تمہارے ذمے ہیں ان کا بوجھ تمہیں اٹھانا پڑے گا۔(2)

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا، یارسول اللہ! ﷺ ہم برائی کی حالت میں تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بھلائی عطا فرمادی۔ اب ہم اس بھلائی کی حالت میں ہیں۔ کیا اس بھلائی کے بعد پھر برائی آئے گی؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ میں نے عرض کیا: کیا اس برائی کے بعد پھر بھلائی آئے گی؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ میں نے عرض کیا: کیا اس بھلائی کے بعد پھر برائی آئے گی؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ میں نے عرض کیا: کیسے؟ فرمایا: میرے بعد ایسے امام (راہنما) ہوں گے جو نہ میرے طریقے پر چلیں گے اور نہ میری سنت پر عمل کریں گے۔ ان میں کچھ ایسے لوگ اٹھیں گے جن کے جسم انسانی اور دل شیطانی ہوں گے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ اگر مجھ کو اس صورت حال سے واسطہ پڑے تو میں کیا کروں؟ فرمایا: (امراء کی بات) سنو اور ان کی اطاعت کرو خواہ تمہاری پیٹھ پر ضربیں لگائی جائیں یا تمہارا مال چھین لیا جائے۔ تم سنو اور اطاعت کرو۔(3)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جس نے اطاعت (امام) سے روگردانی کی اور جماعت سے علیحدہ ہوگیا اور پھر اسی حالت میں مرگیا، وہ جہالت کی موت مرا۔ اور جس نے ایسے جھنڈے کے نیچے جنگ کی جس کا حق ہونا واضح نہ ہو اور عصبیت کی بنا پر غضبناک ہوا اور جس نے عصبیت کی بنا پر جنگ کی، وہ میری امت میں سے نہیں ہے۔ اور میری امت کا جو شخص میری امت کے خلاف خروج کرے اور ان میں سے نیکوں اور بدوں سب کو قتل کرے، نہ اسے مومن کی پرواہ ہو اور نہ وہ عہد والوں کے عہد کو پورا کرے، وہ مجھ سے نہیں ہے۔(4)

1۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 127 2۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 127 3۔ ایضاً 4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 128

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

تمہارے اچھے امراء وہ ہیں جن سے تم محبت کرتے ہو اور وہ تم سے محبت کرتے ہیں۔ تم ان کے لیے رحمت کی دعائیں کرتے ہو اور وہ تمہارے لیے رحمت کی دعائیں کرتے ہیں۔ اور تمہارے برے امراء وہ ہیں جن سے تم بغض رکھتے ہو اور وہ تم سے بغض رکھتے ہیں تم ان پر لعنتیں بھیجتے ہو اور وہ تم پر لعنتیں بھیجتے ہیں۔ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! ﷺ کیا ہم تلوار کے ساتھ ان کے خلاف جنگ نہ کریں؟ فرمایا: نہیں، جب تک کہ وہ تمہارے درمیان نماز کو قائم رکھیں۔ اور اگر تم اپنے امراء کی کوئی ایسی چیز دیکھو جو تمہیں ناپسند ہو تو ان کے اس عمل کو ناپسند کرو لیکن ان کی اطاعت سے ہاتھ نہ کھینچو۔ (1)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ہم سے فرمایا: میرے بعد تم دیکھو گے کہ تم پر دوسروں کو ترجیح دی جاتی ہے۔ اور تم ایسے معاملات بھی دیکھو گے جنہیں تم ناپسند کرو گے۔ لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ (ایسی صورت میں) آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: تم ان (امراء) کے حقوق ادا کرو اور اپنے حقوق کے لیے اللہ تعالیٰ سے سوال کرو۔ (2)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: تم میں سے جو شخص اپنے امیر کی بات کو ناپسند کرے اسے چاہیے کہ اس پر صبر کرے کیونکہ جو امیر کی اطاعت سے نکل جاتا ہے وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے۔ (3)

حضرت عرفجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا: میری امت میں شر اور فتنے ظاہر ہوں گے جو شخص مسلمانوں کی صفوں میں انتشار پیدا کرنے کی کوشش کرے، جب کہ ان کی صفوں میں اتحاد ہو، تو وہ جو بھی ہو، تلوار سے اس کی گردن اڑا دو۔ (4)

گزشتہ صفحات میں ہم نے جو احادیث طیبہ نقل کرنے کی سعادت حاصل کی ہے، ان کے مطالعہ سے انسان آسانی سے اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ حضور ﷺ نے مسلمانوں کی صفوں میں اتحاد و یگانگت اور امن و امان کی فضا کو بحال رکھنے کے لیے تین امور پر خصوصی زور دیا ہے:

(۱) آپ ﷺ نے مسلمانوں کے لیے دوسرے مسلمانوں کی عزت، جان اور مال کو اتنا مقدس اور قابل احترام بنا دیا ہے کہ کوئی سچا مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو نقصان پہنچانے اور اس کی بدخواہی کرنے کو بہت بڑا جرم سمجھتا ہے اور مسلمانوں کی یہ اجتماعی سوچ ان کی صفوں میں امن و امان کو قائم

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 129
2۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 1045
3۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 1045
4۔ سنن ابی داؤد، جلد 2، صفحہ 307

رکھنے کے لیے انتہائی مددگار ثابت ہوتی ہے۔

(۲) آپ نے مسلمانوں کو سختی سے حکم دیا ہے کہ جو شخص مسلمان ہونے کا دعویٰ کرے، قرائن کچھ بھی ہوں، اس کے اس دعویٰ کو تسلیم کیا جائے اور محض شک کی بنا پر اس کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی جائے۔

حضور ﷺ کے اس ارشاد گرامی نے کسی کلمہ گو کی نیت پر شک کرتے ہوئے، اس پر کفر کا فتویٰ لگانے اور اس کی جان و مال اور عزت و ناموس کو نقصان پہنچانے کے تمام راستے بند کر دیے ہیں۔ ملت اسلامیہ کی صفوں میں امن کے قیام کے لیے یہ انتہائی کارگر تدبیر ہے۔

(۳) حضور ﷺ نے اپنی امت کی ملی وحدت کو قائم رکھنے اور اس کی صفوں میں امن و امان کی فضا کو بحال رکھنے کے لیے اطاعت امیر پر زور دیا ہے اور ہر کسی پر، اس کی ناپسندیدگی کی بنا پر، اطاعت امیر سے خارج ہونے کے تمام راستوں کو مسدود کر دیا ہے۔ اس ارشاد رسالت نے مسلمانوں میں طوائف الملوکی اور سیاسی انتشار کے راستے میں ایک مضبوط بند باندھ دیا ہے۔

مسلمانوں نے جب تک حضور ﷺ کی پیش کردہ ان تدابیر کو مدنظر رکھا وہ داخلی امن اور سلامتی سے بہرہ ور رہے اور جب انہوں نے ان ارشادات رسالت سے روگردانی کی تو مسلمانوں کے ہاتھوں مسلمانوں کا خون بہنے کے اتنے واقعات نے جنم لیا کہ ان کے ذکر سے قلم کانپنے لگتا ہے۔

عالمی امن

حضور ﷺ کی قیام امن کی کوششیں صرف اپنی امت تک محدود نہ تھیں بلکہ آپ نے اقوام عالم کو پرامن بقائے باہمی کے اصولوں پر چلانے کے لیے بھی زبردست کوششیں کیں۔ آپ ﷺ نے خدا کی زمین کو امن کا گہوارہ بنانے کے لیے ہر ضروری تدبیر اختیار فرمائی۔

خدا کی زمین پر خدا کے دین کی اشاعت آپ کا فرض منصبی تھا۔ آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس مشن میں آپ کے شانہ بشانہ محو تگ و دو تھے۔ حق کی اشاعت کی کوششوں کے دوران باطل قوتوں سے ٹکرا ایک قدرتی بات تھی لیکن حضور ﷺ کا کمال یہ ہے کہ آپ نے بیک وقت اشاعت دین کے لیے مساعی بھی جاری رکھیں اور ان کوششوں کے درمیان عالمی امن بھی ہمیشہ آپ کے پیش نظر رہا۔

حضور ﷺ نے عالمی امن کے لیے جو تدابیر اختیار فرمائیں ان میں سے چند ایک یہ تھیں:

(۱) کسی کو جبراً مسلمان بنانے کی ممانعت۔

(۲) مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان مصالحت کی کوششیں۔

(۳) امن کی خاطر دوسرے فریق کی ہر شرط قبول کرنے کا تہیہ۔

(۴) صلح کی خاطر خلاف واقعہ بات کہنے کی اجازت۔

(۵) کافروں کی زیادتیوں پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو صبر کی تلقین

(۶) جنگ شروع کرنے سے پہلے کے مختلف مراحل۔

(۷) غالب آجانے کے بعد نرمی۔

(۸) جہاد کے متعلق ہدایات۔

(۹) اہل ذمہ کے متعلق ہدایات۔

(۱۰) جو صلح کرلیں ان پر زیادتی کی ممانعت۔

عالمی امن کے قیام کے لیے حضور ﷺ کی تدابیر کا جو خاکہ ہم نے سطور بالا میں پیش کیا ہے اس کی تائید میں چند احادیث طیبہ پیش کی جاتی ہے۔ قارئین کرام خود اندازہ لگا سکیں گے کہ خدا کے رحمۃ للعالمین رسول نے خدا کی زمین پر امن وامان کو قائم کرنے کی خاطر کتنی مخلصانہ کوششیں فرمائیں اور خدا کے دشمنوں کے خلاف طاقت کے استعمال سے پہلے احتیاط کے کن مراحل سے گزرنا گوارا فرمایا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: (اہل مدینہ کا یہ معمول تھا) کہ اگر کسی عورت کی اولاد زندہ نہ بچتی تو وہ نذر مانتی کہ اگر اس کا بچہ زندہ رہا تو وہ اسے یہودی بنائے گی۔ جب بنوالنضیر کو جلاوطن کردیا گیا تو ان کے پاس انصار کے کچھ بچے تھے۔ انصار نے کہا: ہم اپنے بچوں کو (دین یہودیت پر) نہیں رہنے دیں گے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: ''دین میں جبر نہیں ہے۔ ہدایت گمراہی سے بالکل واضح ہوچکی ہے''......الحدیث (1)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ دراز گوش (گدھے) پر سوار ہوئے۔ اس دراز گوش پر ایک پالان تھا جس کے نیچے فدک کا بنا ہوا مخملی کپڑا تھا۔ آپ نے اسامہ کو اپنے پیچھے سوار کر رکھا تھا اور آپ بنو حارث بن خزرج (کے محلے) میں حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عیادت کے لیے تشریف لے جارہے تھے۔ یہ واقعہ جنگ بدر سے پہلے کا ہے۔ آپ ایک مجلس کے پاس سے گزرے جس میں مسلمان بھی تھے اور مشرک، بت پرست اور یہودی بھی۔ ان میں عبداللہ بن ابی بھی تھا۔ مجلس میں حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی موجود تھے۔ جب چوپائے کے پاؤں سے اٹھنے والی دھول اہل مجلس پر پھیلی تو عبداللہ بن ابی نے اپنی ناک کو اپنی چادر سے ڈھانپا اور کہا: ہم پر ہماری مجلسوں کو غبار آلود نہ کیا کرو۔ حضور ﷺ نے ان (اہل مجلس) کو سلام کیا۔ آپ رکے، چوپائے سے اترے، لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا اور انہیں قرآن حکیم پڑھ کر سنایا۔ عبداللہ بن ابی نے کہا: جناب! اس سے اچھی بات کوئی نہیں کہ آپ جو کچھ کہتے ہیں،

1۔ سنن ابی داؤد، جلد 2، صفحہ 9

اگر وہ حق ہے، تو آپ ہمیں ہماری مجالس میں پریشان نہ کیا کریں۔ آپ اپنی قیام گاہ پر واپس چلے جائیں۔ ہم میں سے جو آپ کے پاس آئے آپ اسے اپنی باتیں سنایا کریں۔ (اس پر) حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بول اٹھے: عرض کیا: آپ ہماری مجالس میں تشریف لایا کریں۔ یہ بات ہمیں پسند ہے۔ راوی کہتے ہیں: مسلمان، مشرک اور یہودی ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے لگے اور قریب تھا کہ وہ ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑتے۔ حضور ﷺ انہیں پرسکون ہونے کی تلقین فرماتے رہے۔ پھر آپ اپنی سواری پر سوار ہوئے حتیٰ کہ آپ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تشریف لے گئے۔ آپ نے فرمایا: سعد! تم نے سنا نہیں کہ ابو حباب یعنی عبداللہ بن ابی نے کیا کہا ہے؟ اس نے یہ یہ باتیں کی ہیں۔ انہوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! ﷺ آپ اسے معاف فرمادیں اور اس سے درگزر فرمائیں کیونکہ، خدا کی قسم، اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو مقام عطا فرمایا ہے (اس سے پہلے) اس شہر کے لوگوں نے یہ فیصلہ کر رکھا تھا کہ اس کی تاجپوشی کریں گے اور اس کو سردار بنائیں گے۔ جب اللہ تعالیٰ نے اس کے اس اعزاز کو اس حق کی وجہ سے رد کر دیا جو اس نے آپ کو عطا فرمایا ہے تو وہ اس سے حسد کرنے لگا۔ اسی وجہ سے اس نے وہ حرکت کی ہے جس کا آپ نے مشاہدہ کیا ہے۔ حضور ﷺ نے اسے معاف فرمادیا۔ (1)

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مروان سے مروی ہے، دونوں ایک دوسرے کی حدیث کی تصدیق کرتے ہیں، فرماتے ہیں: صلح حدیبیہ کے ایام میں حضور ﷺ روانہ ہوئے۔ سفر کے دوران حضور ﷺ نے فرمایا: خالد بن ولید، غمیم کے مقام پر، قریش کے گھڑسوار دستہ کے ساتھ، مقدمۃ الجیش کے طور پر، موجود ہیں۔ (اس لیے) تم دائیں جانب والا راستہ اختیار کرو۔ خدا کی قسم، خالد کو خبر تک نہ ہوئی کہ انہیں (اسلامی) لشکر کی گرد و غبار نظر آئی۔ وہ گھوڑے کو تیزی سے دوڑاتے ہوئے قریش کو خبردار کرنے کے لیے دوڑے۔ حضور ﷺ نے سفر جاری رکھا حتیٰ کہ آپ جب پہاڑ کی چوٹی پر پہنچے جس سے مکہ کا راستہ اترتا ہے تو آپ کی اونٹنی بیٹھ گئی۔ لوگ اونٹنی کو اٹھانے کے لیے ''حل حل'' کے کلمات زبان سے نکالنے لگے، لیکن اونٹنی اپنی جگہ قائم رہی۔ لوگ کہنے لگے: قصواء اڑ گئی ہے، قصواء اڑ گئی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: قصواء نہ اڑی ہے اور نہ یہ اس کی عادت ہے۔ اس کو اس ہستی نے روک دیا ہے جس نے ہاتھی کو (مکہ میں داخلے سے) روکا تھا۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا: خدا کی قسم، قریش میرے سامنے (صلح کے لیے) جو بھی شرط پیش کریں گے، جس میں حرمات اللہ کی تعظیم کو پیش نظر رکھا گیا ہوگا، میں ان کی اس شرط کو قبول کرلوں گا۔ پھر حضور ﷺ نے قصواء کو جھڑکا تو وہ اٹھ کھڑی

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 109

ہوئی۔ راوی کہتے ہیں: پھر حضور ﷺ نے ان کی طرف جانے والا راستہ چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار فرمایا اور آپ حدیبیہ کے بالائی حصے میں ایک گڑھے پر اترے جس میں تھوڑا سا پانی تھا۔ جسے لوگوں نے چوسنا شروع کر دیا اور تھوڑی ہی دیر میں اسے ختم کر دیا۔ حضور ﷺ کی خدمت میں پیاس کی شکایت کی گئی۔ آپ نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکالا اور حکم دیا کہ اس تیر کو پانی کی جگہ پر گاڑ دیا جائے۔ خدا کی قسم، اس جگہ سے پانی مسلسل پھوٹتا رہا اور انہیں سیراب کرتا رہا حتی کہ وہ پانی سے پیچھے ہٹ گئے۔ اسی اثناء میں بدیل بن ورقاء اپنی قوم خزاعہ کے کچھ لوگوں کے ساتھ وہاں پہنچا۔ وہ اہل تہامہ میں حضور ﷺ کے خیر خواہ تھے۔ بدیل نے کہا: میں کعب بن لوی اور عامر بن لوی (کے خاندانوں) کو اس حال میں چھوڑ کر آیا ہوں کہ وہ حدیبیہ میں پڑاؤ ڈالے ہوئے ہیں۔ وہ اپنی عورتوں اور بچوں کو بھی ساتھ لے کر آئے ہیں۔ وہ (ہر صورت میں) آپ سے جنگ کریں گے اور آپ کو بیت اللہ میں داخل ہونے سے روکیں گے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ہم کسی سے جنگ لڑنے نہیں آئے۔ ہم تو عمرہ کرنے آئے ہیں۔ قریش کو جنگوں نے کمزور اور بے حال کر رکھا ہے۔ اگر وہ چاہیں تو میں ان کے ساتھ کچھ مدت مقرر کر دیتا ہوں (جس میں جنگ سے گریز کیا جائے گا) وہ مجھے اور دوسرے لوگوں کو ہمارے حال پر چھوڑ دیں۔ اگر میں لوگوں پر غالب آ جاؤں تو اگر وہ چاہیں کہ اس دین میں داخل ہو جائیں جس میں دیگر لوگ داخل ہوئے ہیں تو ٹھیک ورنہ وہ (جنگ کے عذاب سے) بچ جائیں گے۔ اور اگر وہ اس کو بھی ماننے سے انکار کریں تو اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، میں ان کے ساتھ اس وقت تک لڑوں گا کہ یا تو میری جان چلی جائے اور یا اللہ تعالیٰ اپنے حکم کو نافذ کر دے...... الحدیث۔ (1)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: جب حضور ﷺ نے حدیبیہ والوں سے صلح کی تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فریقین کے درمیان ایک معاہدہ لکھا۔ آپ نے لکھا: مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، مشرک کہنے لگے: مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ، نہ لکھو۔ اگر آپ رسول ہوتے تو ہم آپ سے جنگ نہ کرتے۔ حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: ان الفاظ کو مٹا دو۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: میری تو ان الفاظ کو مٹانے کی مجال نہیں ہے۔ حضور ﷺ نے اپنے دست اقدس سے ان الفاظ کو محو کر دیا اور آپ نے اس شرط پر ان کے ساتھ صلح کی کہ آپ اور آپ کے صحابہ تین دن کے لیے مکہ میں داخل ہوں گے اور ان کے ہتھیار تھیلوں میں بند ہوں گے۔ الحدیث (2)

حضرت ام کلثوم بنت عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں کہ انہوں نے حضور ﷺ

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 378 2۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 371

کو یہ فرماتے سنا: وہ شخص جھوٹا نہیں ہے جو لوگوں کے درمیان صلح کراتا ہے اور (اس غرض سے فریقین تک) اچھی باتیں پہنچاتا ہے۔(1)

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جھوٹ حلال نہیں ہے۔ ہاں تین مواقع پر ایسی بات کہنا حلال ہے جو بظاہر خلاف واقعہ ہو (ا) خاوند کا اپنی بیوی کو خوش کرنے کے لیے کوئی بات کہنا (ب) دوران جنگ کوئی ایسی بات کہنا جو بظاہر خلاف واقعہ ہو (ج) لوگوں کے درمیان صلح کرانے کے لیے کوئی ایسی بات کہنا جو بظاہر خلاف واقعہ ہو۔ الحدیث۔(2)

گزشتہ صفحات میں ہم نے جو چند احادیث طیبہ پیش کی ہیں، وہ صلح اور امن کے متعلق حضور ﷺ کی سوچ اور رویے کی عکاس ہیں۔ اگر فریق مخالف حضور ﷺ کی فکر کا مثبت جواب دیتا تو دورِ رسالت یقیناً صلح و آشتی کا ایسا زریں دور ہوتا جس میں آہوں، سسکیوں، قتل و غارت اور جنگ و جدال کا کہیں نام ونشان نظر نہ آتا۔ لیکن افسوس کہ انسانیت کے دشمنوں نے رحمت کائنات ﷺ کے رحیمانہ رویے کا جواب سنگدلی اور ظلم و ستم سے دیا۔ آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین مشرکین مکہ کے مظالم سہہ کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوتے۔ کوئی زخمی ہوتا، کسی کا جسم لہولہان ہوتا اور کسی کو تپتی ریت پر گھسیٹ گھسیٹ کر ادھ موا کر دیا گیا ہوتا۔

مشرکوں کی سنگدلی اور کلمہ گووؤں کی مظلومیت کی تفصیل کے متعلق صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد سنیے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں، جب حضور ﷺ کو مکہ سے نکالا گیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ان لوگوں نے اپنے نبی کو اپنے شہر سے نکال دیا ہے۔ ان کو تباہ و برباد کر دیا جائے گا۔ (اس موقع پر) اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ''(جنگ کی) اجازت دے دی گئی ہے ان لوگوں کو جن سے جنگ کی جاتی ہے۔ اس لیے کہ ان پر ظلم کیا گیا ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ ان کی نصرت پر پوری قدرت رکھتا ہے''۔ (اس پر) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: مجھے پہلے ہی علم تھا کہ جنگ ہوگی...... الحدیث۔(3)

اس حدیث پاک سے پتا چلتا ہے کہ حضور ﷺ اپنی مکی زندگی میں گو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو مشرکین کے مظالم پر صبر کرنے کی تلقین فرماتے تھے اور جنگ یا تلوار کے متعلق کبھی کچھ نہیں فرماتے تھے لیکن کفار کا رویہ ایسا ظالمانہ تھا کہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے اصحاب بصیرت حالات کے تیور دیکھ کر سمجھ چکے تھے کہ ظلم کی یہ داستان زیادہ طویل نہیں ہوسکتی، مکافات عمل کا قانون

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 371 2۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 16 3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 146

حرکت میں آئے گا۔ بہت جلد آئے گا اور ظالموں کو تباہ و برباد کر کے رکھ دے گا۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے لوگوں نے جو سمجھا تھا بالکل ایسا ہی ہوا اور کئی سال تک مظالم کی چکی میں پسنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے تلوار کا سہارا لینے اور فرعونوں کی فرعونیت کا غرور خاک میں ملانے کی اجازت دے دی۔

ایک اور حدیث پاک میں بھی کفار کے مظالم پر صحابہ کرام کے جذبات کی عکاسی ہو رہی ہے، ملاحظہ فرمائیے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے رفقاء حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، یارسول اللہ! ﷺ جب ہم مشرک تھے تو ہم بڑے معزز اور باوقار تھے۔ جب ہم ایمان لائے تو ہم کمزور اور لاچار بن گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے معاف کرنے کا حکم ملا ہے لہٰذا تم جنگ مت کرنا۔ جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں مدینہ طیبہ منتقل فرمایا تو اس نے ہمیں قتال کا حکم دیا...... الحدیث۔ (1)

مطلب یہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو مشرکین مکہ کے مظالم کو خاموشی سے دیکھنا اور کچھ نہ کرنا گوارا نہ تھا۔ وہ اپنی تعداد کی قلت اور دشمن کی کثرت اور طاقت کے باوجود ان سے دو دو ہاتھ کرنے کے لیے بے چین تھے لیکن انہیں اپنے آقا ﷺ کی طرف سے اس کام کی اجازت نہ تھی۔ اور آقا کی مرضی کے بغیر کسی حرکت کو ان کا ایمان گوارا نہ کرتا تھا۔

حضور ﷺ نے تلوار کا سہارا لینے سے پہلے جن مراحل کو عبور کیا ان کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائیے:

(۱) ابتدا میں حضور ﷺ کو معاف کر دینے اور کفار سے اعراض کرنے کا حکم تھا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد تھا: فَاصۡفَحِ الصَّفۡحَ الۡجَمِیۡلَ (حجر:85) ''ان سے خوبصورتی کے ساتھ اعراض فرمالیں''۔ وَاَعۡرِضۡ عَنِ الۡمُشۡرِکِیۡنَ (حجر:94) ''مشرکین (کی حرکتوں) سے روگردانی فرمالیجئے''۔

(۲) دوسرے نمبر پر حضور ﷺ کو حکم ملا کہ کفار کو خوبصورت انداز میں پند و نصیحت فرمائیں اور ان سے بطریق احسن مناظرانہ گفتگو فرمائیں۔ ارشاد خداوندی ہوا: وَجَادِلۡهُمۡ بِالَّتِیۡ هِیَ اَحۡسَنُ (نحل:125) ''اور ان سے ایسے انداز میں مناظرہ فرمائیں جو انتہائی خوبصورت ہو۔

(۳) اس کے بعد حضور ﷺ کو جوابی کارروائی کے طور پر جنگ کرنے کا حکم ملا۔ ارشاد خداوندی ہوا: فَاِنۡ قٰتَلُوۡکُمۡ فَاقۡتُلُوۡهُمۡ (بقرہ:191) ''اگر وہ تم سے جنگ کریں تو تم بھی ان سے جنگ کرو''۔

(۴) اس کے بعد حضور ﷺ کو جنگ کا آغاز کرنے اور جملہ کفار سے جنگ کرنے کا حکم ملا۔ ارشاد خداوندی ہوا: فَاقۡتُلُوا الۡمُشۡرِکِیۡنَ حَیۡثُ وَجَدۡتُّمُوۡهُمۡ (توبہ:5) ''مشرکین کو جہاں پاؤ انہیں قتل کر

1۔ سنن النسائی، جلد2، صفحہ 51

کر دو"۔ اور ارشاد خداوندی ہوا: وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَافَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَافَّةً (توبہ: 36)
"سب کافروں کو قتل کرو جیسے وہ سب تم سے جنگ کرتے ہیں"۔(1)

جس ہستی نے اپنی جان کے دشمنوں کے خلاف تلوار اٹھانے سے پہلے اتنا طویل عرصہ صبر کیا اور جنگ سے بچنے کی خاطر اتنی تدابیر کیں، یقیناً وہ خدا کی زمین پر امن کی سب سے بڑی علمبردار ہے۔ کروڑوں رحمتیں نازل ہوں اس رحمۃ للعالمین رسول ﷺ پر، جس نے ہمیشہ دشمنوں کے لیے امن کی خواہش کی۔

گزشتہ صفحات میں ہم نے جو احادیث طیبہ پیش کی ہیں ان میں حضور ﷺ کی ان کوششوں اور تدابیر کا ذکر ہے جو آپ ﷺ نے جنگ کو ٹالنے کی خاطر اختیار فرمائیں۔ امن عالم اور انسانیت کو تباہی سے بچانے کی خاطر اللہ تعالیٰ کے رحمۃ للعالمین رسول کی کوششیں انہی مندرجہ بالا تدابیر تک محدود نہیں تھیں بلکہ جنگ ناگزیر ہو جانے کی صورت میں بھی آپ ﷺ نے انسانیت کو ایسی تعلیمات سے نوازا ہے کہ ان پر عمل کر کے جنگ کی تباہ کاریوں کو کم سے کم کیا جا سکتا ہے۔ جنگ اور جنگ کے بعد کے حالات سے نپٹنے کے لیے حضور ﷺ نے اپنے غلاموں کو جو ہدایات دیں ان کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائیے:

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ جب کسی صحابی کو کسی لشکر یا دستے کا امیر مقرر فرماتے تو آپ اسے وصیت فرماتے کہ اپنے دل کو تقویٰ کی دولت سے معمور رکھے اور اپنے ہمراہی مسلمانوں کی خیر خواہی کرے۔ پھر فرماتے: اللہ کا نام لے کر راہ خدا میں جہاد کرو۔ جو اللہ تعالیٰ سے کفر کرتے ہیں ان سے جنگ کرو۔ نہ حد سے تجاوز کرو اور نہ عہد شکنی کرو۔ اور نہ کسی مقتول کے اعضاء کاٹ کر اس کی شکل بگاڑو، اور بچوں کو قتل نہ کرو۔ جب مشرک دشمنوں سے تمہارا آمنا سامنا ہو تو ان کے سامنے تین باتیں رکھو۔ ان میں سے جس کو بھی وہ ماننے کے لیے تیار ہوں اسے قبول کر لو اور ان کے خلاف (تلوار اٹھانے سے) ہاتھ کھینچ لو۔ انہیں اسلام کی طرف بلاؤ۔ اگر وہ اس دعوت کو قبول کر لیں تو ان (کے دعویٰ اسلام) کو قبول کر لو اور ان (کے خلاف لڑائی) سے ہاتھ کھینچ لو۔ پھر ان کو دعوت دو کہ وہ اپنا وطن چھوڑ کر دار مہاجرین (مدینہ طیبہ) کی طرف ہجرت کریں۔ اور ان کو بتاؤ کہ اگر انہوں نے ہجرت کی تو ان کے حقوق اور ذمہ داریاں وہی ہوں گی جو مہاجرین کی ہیں۔ اور اگر وہ اپنے وطن سے ہجرت کرنے سے انکار کریں تو انہیں بتاؤ کہ ان کی حیثیت اعرابی مسلمانوں کی سی ہو گی۔ ان پر اللہ تعالیٰ کے وہی احکام لاگو ہوں گے جو مومنین پر لاگو ہوتے ہیں لیکن انہیں مال غنیمت اور مال فے سے

1۔ سنن النسائی، جلد 2، صفحہ 51 (حاشیہ نمبر 3)

کچھ نہیں ملے گا جب تک کہ وہ مسلمانوں کی معیت میں شریک جہاد نہ ہوں۔ اگر وہ (اسلام قبول کرنے سے) انکار کریں تو ان سے جزیہ ادا کرنے کا مطالبہ کرو۔ اگر وہ جزیہ دینا قبول کرلیں تو ان سے جزیہ قبول کرو اور ان (کے خلاف لڑائی) سے ہاتھ کھینچ لو۔ اور اگر وہ (جزیہ دینے سے بھی) انکار کریں تو اللہ تعالیٰ سے نصرت طلب کرو اور ان کے خلاف جنگ کرو...... الحدیث۔(1)

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمر بن عبید اللہ کی طرف خط لکھا، جب کہ وہ خوارج کے خلاف (جنگ کے لیے) جارہے تھے اور انہیں بتایا کہ حضور ﷺ، ایک دن، دشمن سے مقابلے کا انتظار فرمارہے تھے۔ جب سورج ڈھلا تو حضور ﷺ ان (مجاہدین) کے درمیان کھڑے ہوئے اور فرمایا: لوگو! دشمن سے ٹکر کی آرزو نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرو۔ اور جب ان سے ٹکر ہوجائے تو صبر کرو اور یقین رکھو کہ جنت تلواروں کے سائے کے نیچے ہے۔(2)

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ کے ایک غزوے کے دوران ایک عورت مقتولہ پائی گئی۔ حضور ﷺ نے اس صورت حال کو ناپسند فرمایا اور عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے منع فرمادیا۔(3)

نوٹ: جن لوگوں کی اندھا دھند بمباری سے بستیوں کی بستیاں اجڑ رہی ہیں۔ بچے سکولوں میں، مریض ہسپتالوں میں اور عورتیں اور معمر افراد گھروں میں جن کی سفا کی کا نشانہ بن رہے ہیں اور اس کے باوجود انہیں امن کا چمپئن ہونے کا دعویٰ ہے، وہ اپنے کردار کا مقابلہ ذرا اس فرمان رسول سے کریں اور پھر اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھیں اور انصاف سے فیصلہ کریں کہ امن کا علمبردار کون ہے اور اس متاع عزیز کا دشمن کون؟

حضرت سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں مدینہ طیبہ سے ''غابہ'' جانے کے ارادے سے نکلا۔ جب میں ''ثنیۃ الغابہ'' کے مقام پر پہنچا تو مجھے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا غلام ملا۔ میں نے اس سے پوچھا: تجھ پر افسوس، تجھے کیا ہوا ہے؟ اس نے جواب دیا: حضور ﷺ کی اونٹنیاں چھین لی گئی ہیں۔ میں نے پوچھا: کس نے چھینی ہیں؟ اس نے کہا: بنو غطفان اور بنو فزارہ نے۔ میں نے تین پکاریں لگائیں۔ لوگو! صبح صبح مدد کو پہنچو۔ اور اپنی آواز کو مدینہ کی اطراف کے درمیان رہنے والے سب لوگوں تک پہنچا دیا۔ پھر میں ان (بنو غطفان اور بنو فزارہ) سے مقابلے کے لیے دوڑ پڑا۔ انہوں نے اونٹنیوں کو پکڑ لیا تھا۔ میں نے ان پر تیر برسانا اور یہ کہنا شروع کردیا: میں اکوع کا بیٹا ہوں اور آج کا دن تباہی کا دن ہے۔ میں نے اونٹنیاں ان سے آزاد کرالیں اس سے پہلے کہ وہ

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 82 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 84 3۔ ایضاً

ان کا دودھ پیتے۔ میں اونٹنیوں کو لے کر چل دیا۔ مجھے حضور ﷺ ملے تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ وہ لوگ پیاسے ہیں۔ میں نے ان سے اونٹنیاں، ان کے دودھ پینے سے پہلے، آزاد کرالی ہیں۔ اس لیے آپ ان کے تعاقب میں لوگ روانہ فرمائیں۔ آپ نے فرمایا: اے ابن اکوع! تم غالب آ گئے ہو اس لیے اب نرمی اختیار کرو۔ ان لوگوں کی اب، ان کی قوم میں، ضیافت کی جارہی ہے۔(1)

نوٹ: مسلمان غالب آ جائے تو مغلوب اقوام کے ساتھ نرمی کا برتاؤ اس کے آقا کی تعلیمات کا حصہ ہے۔ اور آج کے امن کے چمپئن جب غالب آ جائیں تو مغلوب اقوام کے ساتھ ان کے سلوک کا جائزہ لینے کے لیے ''گوینتا ناموبے'' اور ''ابوغریب'' کے قید خانوں میں انسانیت کی تذلیل پر ایک نظر ڈال لی جائے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے وصیت فرمائی: میں اسے (یعنی اپنے جانشین کو) وصیت کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے عہد کا خیال رکھے اور اہل ذمہ کو جو عہد دیا گیا ہے اس کو پورا کرے۔ (حربی کافروں سے ان کی حفاظت کے لیے) ان کی طرف سے جنگ کرے اور ان کو ان کی طاقت سے زیادہ جزیہ دینے پر مجبور نہ کرے۔(2)

ابوصخر مدنی سے روایت ہے کہ صفوان بن سلیم نے انہیں متعدد ابنائے صحابہ کے حوالے سے یہ خبر دی کہ حضور ﷺ نے فرمایا: خبردار! جو کسی ذمی پر ظلم کرے گا یا اس کے حق میں کمی کرے گا یا اس کو اس کی طاقت سے زیادہ دینے پر مجبور کرے گا یا اس کی رضامندی کے بغیر اس کی کوئی چیز حاصل کرے گا۔ میں قیامت کے روز اس کے ساتھ جھگڑا کروں گا۔(3)

حضور ﷺ نے امن عالم کی خاطر جو کوششیں فرمائیں، ان میں سے ایک کوشش یہ بھی تھی کہ آپ نے غیر مسلم اقوام کے ساتھ تعلقات کی بنیاد تعصب اور نفرت پر نہیں رکھی بلکہ آپ نے انصاف، رواداری، پرامن بقائے باہمی اور احترام آدمیت کو اپنے خارجہ تعلقات کی بنیاد بنایا۔ چند احادیث طیبہ ملاحظہ فرمائیے:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ذی یزن بادشاہ نے حضور ﷺ کو ایک حلہ بطور تحفہ دیا۔ یہ حلہ اس نے تیس اونٹنیوں کے بدلے خریدا تھا۔ حضور ﷺ نے اس کے اس تحفہ کو قبول فرمالیا۔(4)

حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے بیس

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 427
2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 429
3۔ سنن ابی داؤد، جلد 2، صفحہ 77
4۔ سنن ابی داؤد، جلد 2، صفحہ 203

سے کچھ زیادہ اونٹنیوں کے بدلے ایک حلہ خریدا اور وہ حلہ ذی یزن کو بطور تحفہ عطا فرمایا۔(1)

حضرت مجاہد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک بکری ذبح کی۔ پھر آپ نے (اپنے اہل خانہ سے) پوچھا: کیا تم نے (بکری کا گوشت) میرے یہودی پڑوسی کو بطور تحفہ دیا ہے؟ کیونکہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جبریل علیہ السلام پڑوسی کے معاملے میں مجھے مسلسل وصیت کرتے رہے حتیٰ کہ مجھے گمان ہوا کہ پڑوسی کو وراثت میں حصہ دار بنادیں گے۔(2)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما الٓمّٓ ۝ غُلِبَتِ الرُّوْمُ (روم) کی تفسیر میں فرماتے ہیں: (روم وفارس کی جنگ میں) مشرکین خواہش کرتے تھے کہ اہل فارس غالب آئیں کیونکہ وہ خود اور اہل فارس دونوں بت پرست تھے۔ اور مسلمان چاہتے تھے کہ رومی غالب آئیں کیونکہ یہ دونوں اہل کتاب تھے۔ لوگوں نے اپنی خواہش کا ذکر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کا ذکر حضور ﷺ سے کیا تو آپ نے فرمایا: (تمہاری خواہش کے مطابق) روم (عنقریب) غالب آئیں گے...... الحدیث۔(3)

حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا: جو شخص ماں اور اس کے بچے کے درمیان جدائی ڈال دے، قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس کے اور اس کے محبوب رشتہ داروں کے درمیان جدائی ڈال دے گا۔(4)

حضور ﷺ کی عالمی امن کے لیے کوششیں، جنگ، جنگ سے پہلے اور جنگ کے بعد کی تدابیر تک محدود نہیں بلکہ آپ ﷺ نے اپنی نورانی تعلیمات کے ذریعے اپنے غلاموں کو ایک ایسا طرز عمل اور طرز فکر سکھا دیا تھا جس کی موجودگی میں دلوں میں نفرت نہیں بلکہ ایثار، ہمدردی اور احترام کے جذبات پیدا ہوتے تھے۔ یہ تعلیمات وہ تھیں جن کی بنا پر حضور ﷺ نے اپنی جان کے دشمنوں کو اپنا گرویدہ بنایا تھا۔ یہ تعلیمات وہ تھیں جن کی بدولت صدیوں سے ایک دوسرے کے خلاف برسرپیکار قبائل کو آپ نے ایک دوسرے کا بھائی بنایا تھا۔ یہ وہ تعلیمات تھیں جن کی بدولت دلوں کی نفرت محبت میں، دشمنیاں دوستیوں میں بدل گئی تھیں اور جن کی بدولت عرب کے ضدی اور منہ زور بدوؤں نے اپنے دلوں میں انتقام کی دہکتی ہوئی آگ کو ٹھنڈا کیا تھا۔ انسانی معاشرے کو امن کی ضمانت فراہم کرنے والی ان تعلیمات کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائیں:

1۔ سنن ابی داؤد، جلد 2، صفحہ 203
2۔ ایضاً، صفحہ 354
3۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 150
4۔ سنن النسائی، صفحہ 154

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ہم ایک غزوے میں شریک تھے۔......مکہ کے ایک مہاجر نے ایک انصاری کی پشت پر لات ماری۔ مہاجر پکارا: مہاجرو! میری مدد کرو۔ انصاری نے آواز لگائی: انصاریو! میری مدد کرو۔ حضور ﷺ نے اس آواز کو سنا تو فرمایا: یہ زمانہ جاہلیت کی پکار کیوں بلند ہو رہی ہے؟ لوگوں نے عرض کیا: ایک مہاجر نے ایک انصاری کی پشت پر لات ماری ہے۔ (اس پر) حضور ﷺ نے فرمایا: ان (پکاروں) کو چھوڑ دو کیونکہ یہ سخت بدبودار ہیں......الحدیث۔(1)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو (عامل بنا کر) یمن بھیجا تو ان سے فرمایا: تم ایک ایسی قوم کے پاس جا رہے ہو جو اہل کتاب ہے۔ جب ان کے پاس جاؤ تو ان کو دعوت دینا کہ وہ یہ شہادت دیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اگر وہ تمہاری اس دعوت کو قبول کر لیں تو ان کو بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے ہر شب و روز میں ان پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ اگر وہ اس بات میں تمہاری اطاعت کریں تو انہیں بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے اغنیاء سے لی جاتی ہے اور ان کے فقراء کی طرف لوٹا دی جاتی ہے۔ اگر اس بات میں بھی وہ تمہاری فرمانبرداری کریں تو ان کے اموال میں سے نفیس ترین اموال لینے سے پرہیز کرنا اور مظلوم کی بددعا سے ڈرتے رہنا کیونکہ مظلوم کی دعا اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہے۔(2)

حضرت عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں، ہم نے اس بات پر حضور ﷺ سے بیعت کی کہ ہم کسی سے اس کا مال، اس کی مرضی کے بغیر، بزور بازو نہیں لیں گے۔(3)

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جائے گا۔(4)

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جو شخص لوگوں پر رحم نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس پر رحم نہیں کرتا۔(5)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ایک دوسرے کے خلاف اپنے دلوں میں کینہ نہ رکھو۔ ایک دوسرے سے حسد نہ کرو۔ ایک دوسرے کی مخالفت نہ کرو اور اے اللہ تعالیٰ کے بندو! باہم بھائی بھائی بن جاؤ۔ اور کسی مسلمان کے لیے حلال نہیں کہ وہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ قطع تعلقی رکھے۔(6)

1۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 165 2۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 03-202 3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 336

4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 889 5۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 255 6۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 896

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک شخص نے حضور ﷺ کے حجروں میں سے ایک حجرے میں جھانکا۔ حضور ﷺ کے دست اقدس میں لوہے کی ایک کنگھی تھی جس سے آپ اپنے سر مبارک کو کھجلا رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: اگر مجھے پتا ہوتا کہ تم دیکھ رہے ہو تو میں تمہاری آنکھ میں نیزہ مارتا (گھر میں داخل ہونے کے لیے) اجازت لینے کا حکم صرف آنکھ کی وجہ سے ہی دیا گیا ہے۔(1)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں، میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: طاقتور وہ نہیں ہے جو (دوسرے کو) پچھاڑ دے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ پھر بہادر کون ہے؟ فرمایا: بہادر وہ ہے جو غصے کی حالت میں اپنے آپ پر قابو پالے۔(2)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک دوسرے کی بولی پر بولی نہ دو۔ کوئی شخص اپنے بھائی کے سودے پر سودا نہ کرے۔ شہر کا کوئی باسی کسی دیہاتی کی طرف سے سودا نہ کرے۔ کوئی شخص اپنے بھائی کے پیغام نکاح پر نکاح کا پیغام نہ دے۔ اور کوئی عورت کسی دوسری عورت کی طلاق کا مطالبہ نہ کرے، اس غرض سے کہ اس کے حق پر خود قبضہ کر سکے۔(3)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: راستوں پر بیٹھنے سے پرہیز کرو۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ راستوں پر بیٹھے بغیر تو ہمارے لیے چارہ کار نہیں ہے، ہم وہاں بیٹھ کر باہم گفتگو کرتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اگر تم (راستوں پر) بیٹھنے پر اصرار کرتے ہو تو راستے کو اس کا حق ادا کرو۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ راستے کا حق کیا ہے؟ فرمایا: نگاہیں نیچی رکھنا، (ہر قسم کی) تکلیف کو روکنا، سلام کا جواب دینا، نیکی کا حکم دینا اور بدی سے منع کرنا۔(4)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو اس کی جگہ سے اٹھا کر وہاں خود نہ بیٹھے بلکہ وسعت اور کشادگی پیدا کرنے کی کوشش کرو۔(5)

حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: جب تم تین آدمی (اکٹھے) ہو تو دو شخص تیسرے سے علیحدہ ہو کر سرگوشی نہ کریں حتیٰ کہ تم لوگوں کے ساتھ مل جاؤ۔ یہ حکم اس لیے ہے کہ وہ (تیسرا شخص) غمگین نہ ہو۔(6)

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 922 2۔ صحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 326 3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 454
4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 213 5۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 217 6۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 219

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ظلم سے بچو کیونکہ ظلم قیامت کے دن تاریکیوں کی شکل میں ظاہر ہوگا۔ اور بخل سے بچو کیونکہ پہلی امتوں کو بخل ہی نے ہلاک کیا تھا۔ اس بخل کے اکسانے پر انہوں نے خون بہائے اور محارم کو حلال سمجھا۔ (1)

سطور بالا میں مدنی تاجدار ﷺ کی، امن سے متعلق، تعلیمات کی ایک جھلک پیش کی گئی ہے۔ ان کے مطالعہ سے یہ بات بآسانی سمجھ میں آجاتی ہے کہ جس معاشرے میں ان تعلیمات پر عمل کیا جائے گا، وہ معاشرہ یقیناً امن کا گہوارہ ہوگا۔

حضور ﷺ نے انسانیت کو امن کے جس تصور سے متعارف کرایا اس کے تحت امن کا دائرہ صرف انسانوں تک محدود نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ کی ہر ذی روح اور جاندار مخلوق کے لیے امن ضروری ہے۔

حضور ﷺ کے متعدد اقوال و افعال اس بات کا پتا دیتے ہیں کہ آپ ﷺ اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو جانوروں کے ساتھ بھی حسن سلوک کا حکم دیتے تھے اور کسی صحابی کے ایسے فعل پر سخت ناپسندیدگی کا اظہار فرماتے تھے جس سے کسی ذی روح کو تکلیف پہنچتی۔ چند احادیث طیبہ ملاحظہ فرمائیے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں، حضور ﷺ نے جانوروں کو ایک دوسرے کے ساتھ لڑانے سے منع فرمایا ہے۔ (2)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں، حضور ﷺ نے (جانوروں کے) چہرے پر داغ لگانے اور (انہیں) مارنے سے منع فرمایا ہے۔ (3)

سلام ہو اس رسول امن و آشتی پر جس کو ارحم الراحمین خدا نے رحمۃ للعالمین بنا کر مبعوث فرمایا تھا۔

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 320　2۔ جامع الترمذی، جلد 1، صفحہ 204　3۔ جامع الترمذی، جلد 1، صفحہ 204

بے کسوں کا آسرا ﷺ

حضور ﷺ سارے جہانوں کے لیے رحمت ہیں۔ کائنات ارضی وسماوی کی ہر چیز کو حبیب خدا ﷺ کی رحمت کا سایہ حاصل ہے۔ اپنے اور پرائے سب اس رحمت سے متمتع ہو رہے ہیں۔ لیکن آپ کی رحمت سے یتیم، غریب، بے کس، بے بس اور بے آسرا لوگ سب سے زیادہ متمتع ہوتے ہیں۔ جن کا کوئی نہ ہو ان کو مدنی تاجدار ﷺ کا سایۂ رحمت میسر ہوتا ہے۔ حضور ﷺ نے خود بھی ہمیشہ بے کسوں کی دستگیری فرمائی ہے اور آپ نے اپنی امت کے ہر فرد کے لیے بھی لازم کر دیا ہے کہ وہ مقدور بھر ان لوگوں کی خبر گیری کرے جن کا خدا کے سوا کوئی آسرا نہیں ہے۔

مادہ پرستی کے اس دور میں مادے کے مقابلے میں انسان کی کوئی وقعت نہیں ہے۔ یہاں انصاف خریدا جاتا ہے اور حقوق چھینے جاتے ہیں۔ اور بے کس اور بے بس لوگ نہ انصاف خرید سکتے ہیں اور نہ اپنے حقوق چھیننے کی استطاعت رکھتے ہیں۔ ایسے ماحول میں مدنی تاجدار ﷺ کا اسوۂ حسنہ اور آپ کی نورانی تعلیمات بے آسرا لوگوں کے لیے امید کی واحد کرن ہیں۔

آپ ﷺ نے مزدور کی اجرت اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کرنے کی تاکید فرمائی۔ کمزوروں اور ضعیفوں کو ہمیشہ اپنی خصوصی توجہات کا مرکز بنایا۔ آپ نے فقیروں کے فقر کو ان کے لیے باعث مذلت نہیں بلکہ باعث عزت وافتخار قرار دیا۔ آپ نے یتیموں کی دیکھ بھال اور ان کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید فرمائی۔ آپ نے غلاموں کے ساتھ عمدگی سے پیش آنے کا حکم دیا۔ ان کے قانونی حقوق مقرر فرمائے۔ ان کی ذاتی صلاحیتوں اور ان کے کردار کی پاکیزگی کی نسبت سے معاشرے میں ان کو اعزازات عطا فرمائے۔

اس مفہوم کی چند احادیث طیبہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جا رہی ہے جن کے مطالعہ کے بعد یقیناً ہر قاری کو حضور ﷺ کی ''کافل الغرباء والمساکین'' کی شان اپنے عروج پر نظر آئے گی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: خدا کی قسم، تین (قسم کے) لوگ وہ ہیں جن کے ساتھ میں قیامت کے دن جھگڑا کروں گا۔ ایک وہ شخص جس نے کسی آدمی کو میرے نام پر عہد دیا اور پھر اس عہد کی خلاف ورزی کی۔ اور ایک وہ شخص جس نے (جانتے بوجھتے) کسی آزاد شخص کو بیچا اور اس کی رقم استعمال کی۔ اور ایک وہ شخص جس نے کسی آدمی کو اجرت پر رکھا۔ اس سے کام پورا پورا لے لیا اور اس کی اجرت ادا نہ کی۔ (1)

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 297

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ قنوت میں یہ دعا کیا کرتے تھے: اے اللہ! سلمہ بن ہشام کو نجات عطا فرما، اے اللہ! ولید بن ولید کو نجات عطا فرما۔ اے اللہ تعالیٰ! عیاش بن ابی ربیعہ کو نجات عطا فرما۔ اے اللہ تعالیٰ! کمزور مومنوں کو نجات عطا فرما۔ اے اللہ تعالیٰ! (قوم) مضر پر اپنی پکڑ کو سخت کر دے۔ اے اللہ تعالیٰ! ان پر ایسا قحط مسلط فرما جو برادران یوسف کے قحط جیسا ہو۔(1)

حضرت ابو امامہ بن سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک مسکین عورت بیمار ہو گئی۔ حضور ﷺ کو اس کی بیماری کی اطلاع دی گئی۔ حضور ﷺ مسکینوں کی تیمارداری فرماتے اور ان سے ان کا حال پوچھا کرتے تھے۔ حضور ﷺ نے (صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے) فرمایا: اس عورت کا انتقال ہو تو مجھے مطلع کرنا۔ اس عورت کا جنازہ رات کو اٹھایا گیا اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضور ﷺ کو بیدار کرنا گوارا نہ کیا۔ جب صبح ہوئی تو حضور ﷺ کو اس عورت (کی موت) کے متعلق بتایا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا میں نے تمہیں حکم نہیں دیا تھا کہ مجھے اس کے متعلق آگاہ کرنا؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ ہم نے آپ کو رات کے وقت بیدار کرنا گوارا نہیں کیا۔ حضور ﷺ روانہ ہوئے حتیٰ کہ آپ نے اس عورت کی قبر پر لوگوں کی صف بندی کی اور چار تکبیریں پڑھیں۔(2)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: تین (قسم کے) لوگ وہ ہیں جن کی دعا مسترد نہیں ہوتی۔ ایک عدل کرنے والا حاکم۔ دوسرا روزہ دار جب تک کہ روزہ افطار نہ کرے۔ اور تیسری مظلوم کی دعا۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو بادلوں سے اوپر لے جائے گا اور اس کے لیے آسمانوں کے دروازے کھولے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ فرمائے گا: (اے مظلومو!) میں ضرور تمہاری مدد کروں گا، خواہ کچھ عرصے کے بعد ہی (تمہاری مدد کروں) (3)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی مسلمان یتیم کو اپنے طعام و شراب (میں شریک کرنے) کے لیے اپنی تحویل میں لیا، اللہ تعالیٰ اس کو ضرور جنت میں داخل فرمائے گا جب تک کہ وہ کوئی ایسا گناہ نہ کرے جس کی بخشش نہیں ہے۔(4)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں ان دو (انگلیوں) کی طرح (ایک دوسرے کے نزدیک) ہوں گے۔

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 411 2۔ سنن النسائی، جلد 1، صفحہ 270
3۔ سنن ابن ماجہ، جلد 125 4۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 14

یہ فرماتے ہوئے آپ نے اپنی دو انگلیوں، انگشت شہادت اور درمیانی انگلی، کے ساتھ اشارہ فرمایا۔(1)

حضرت صفوان بن سلیم حضور ﷺ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص بیواؤں اور مسکینوں کی دیکھ بھال کرتا ہے، اس کی مثال راہ خدا میں جہاد کرنے والے کی سی ہے یا اس کی مثال اس شخص جیسی ہے جو دن کو روزہ رکھتا ہے اور رات کو قیام کرتا ہے۔(2)

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جس شخص کی ملکیت میں کوئی لونڈی ہو، وہ اس پر اپنا مال خرچ کرے، اس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے اور پھر اسے آزاد کر کے اس کے ساتھ نکاح کرے، اس شخص کو دو اجر ملیں گے۔(3)

حضرت معرور بن سوید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا۔ انہوں نے ایک حلہ زیب تن کر رکھا تھا اور ان کے غلام نے بھی ایک حلہ پہن رکھا تھا۔ میں نے ان سے اس (سلوک) کی وجہ پوچھی تو انہوں نے فرمایا: میں نے ایک شخص (غلام) کو برا بھلا کہا۔ اس نے حضور ﷺ کے پاس میری شکایت کر دی۔ حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا: کیا تم نے اس کو اس کی ماں کے حوالے سے عار دلائی ہے؟ پھر فرمایا: بے شک تمہارے بھائی تمہارے خدام ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو تمہارے ہاتھوں میں دے دیا ہے۔ جس شخص کا بھائی اس کی ملکیت میں ہو، وہ اسے وہی کھانا کھلائے جو خود کھاتا ہے، وہی لباس پہنائے جو خود پہنتا ہے اور اس کو ایسا کام کرنے پر مجبور نہ کرے جو اس کے لیے سخت مشقت والا ہو۔ اور اگر تم انہیں اس قسم کا کام کرنے پر مجبور کرو تو اس کام میں ان کی مدد کرو۔(4)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص (اپنی لونڈی یا غلام سے) یہ نہ کہے: اپنے مالک کو کھانا کھلاؤ، اپنے مالک کو وضو کراؤ یا اپنے مالک کو پانی پلاؤ۔ (غلاموں اور لونڈیوں کو) چاہیے کہ وہ اپنے مالک کو سیدی اور مولائی کہہ کر پکاریں۔ اور تم میں سے کوئی شخص یہ نہ کہے: میرا بندہ اور میری بندی بلکہ یہ کہے: میرا جوان اور میری دوشیزہ یا کہے: میرا غلام۔(5)

حضرت ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ وہ اپنے غلام کو مار رہے تھے کہ اس نے کہنا شروع کر دیا: میں اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔ انہوں نے اس کو مارنا جاری رکھا تو اس نے کہا: میں رسول اللہ ﷺ کی پناہ مانگتا ہوں۔ انہوں نے اسے مارنا ترک کر دیا۔ (اس پر) حضور ﷺ

1۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 14
2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 18
3۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 346
4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 346
5۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 346

نے فرمایا: خدا کی قسم، اللہ تعالیٰ کو تمہارے اوپر اس سے زیادہ قدرت حاصل ہے جتنی قدرت تم کو اس (غلام) پر حاصل ہے۔ راوی کہتے ہیں: انہوں اس غلام کو آزاد کر دیا۔ (1)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: غلام کا حق ہے کہ اسے کھانے پینے کی ضروریات مہیا کی جائیں اور اس کو ایسے کام پر مجبور نہ کیا جائے جو اس کی استطاعت سے باہر ہو۔ (2)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کے لیے اس کا غلام کھانا تیار کرے، پھر وہ کھانا لے کر اس کے پاس حاضر ہو جب کہ کھانا (پکانے) کی گرمی اور دھوئیں کو اسی نے برداشت کیا ہے تو اس (مالک) کو چاہیے کہ اس (غلام) کو اپنے ساتھ بٹھائے اور وہ اس کے ساتھ کھانا کھائے۔ اور اگر کھانے پر کثیر لوگ جمع ہوں اور کھانا قلیل ہو تو (مالک کو) چاہیے کہ وہ اس (غلام) کے ہاتھ پر لقمہ یا دو لقمے رکھ دے...... الحدیث (3)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے جو کلام سب سے آخر میں فرمایا وہ یہ تھا: نماز کا خیال رکھنا، نماز کا خیال رکھنا۔ اور جو لوگ تمہاری ملکیت میں ہیں، ان کے بارے میں خدا سے ڈرتے رہنا۔ (4)

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: تمہارے غلاموں میں سے جو تمہارے ساتھ موافقت کریں، ان کو وہی کھانا کھلاؤ جو خود کھاتے ہو اور ان کو ایسا ہی لباس پہناؤ جیسا خود پہنتے ہو۔ اور ان میں سے جو تمہارے موافق نہ ہو اس کو بیچ دو اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو عذاب نہ دو۔ (5)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک آدمی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ ہم خادم کو کتنی مرتبہ معاف کریں؟ حضور ﷺ خاموش رہے۔ اس نے اپنا سوال دہرایا تو حضور ﷺ پھر بھی خاموش رہے۔ جب اس نے یہ بات تیسری مرتبہ پوچھی تو حضور ﷺ نے فرمایا: تم اس کو ہر روز ستر مرتبہ معاف کرو۔ (6)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا جو (اپنے مملوکین کے ساتھ) بدخلقی کا مظاہرہ کرے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ کیا آپ نے ہمیں یہ نہیں بتایا کہ اس امت میں مملوکین اور یتیموں

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 52   2۔ ایضاً   3۔ ایضاً

4۔ سنن ابی داؤد، جلد 2، صفحہ 254   5۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 355   6۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 355

کی تعداد تمام امتوں سے زیادہ ہوگی؟ آپ نے فرمایا: ہاں (یہ ٹھیک ہے) پس تم ان کا اکرام ایسے ہی کرو جس طرح تم اپنے بچوں کا اکرام کرتے ہو اور انہیں وہی کھانا کھلاؤ جو خود کھاتے ہو...... الحدیث۔(1)

حضور ﷺ نے غلاموں کے حقوق کے تحفظ کے لیے محض اخلاقی ہدایات پر اکتفاء نہیں فرمایا بلکہ آپ ﷺ نے غلاموں کے انسانی حقوق کو قانونی تحفظ عطا فرمایا تاکہ کوئی شخص بے باک ہو کر غلاموں کے حقوق پر ڈاکہ ڈالنے کی جسارت نہ کرے۔ چند مثالیں ملاحظہ فرمایئے:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک یہودی نے ایک لونڈی کا سر دو پتھروں کے درمیان کچل دیا۔ اس لونڈی سے پوچھا گیا: تمہارے ساتھ یہ (سلوک) کس نے کیا ہے؟ کیا فلاں شخص نے یہ حرکت کی ہے، یا فلاں نے، یا فلاں نے؟ حتی کہ اس یہودی کا نام لیا گیا۔ اس نے سر کے اشارے سے (ہاں میں جواب دیا) اس یہودی کو لایا گیا۔ آپ مسلسل اس سے پوچھتے رہے حتی کہ اس نے اعتراف کر لیا۔ حضور ﷺ نے حکم دیا اور اس یہودی کا سر پتھروں سے کچل دیا گیا۔(2)

حضرت ہلال بن یساف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک بوڑھے شخص نے جلدی سے اپنے غلام کو تھپڑ رسید کر دیا۔ حضرت سوید بن مقرن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس شخص سے فرمایا: کیا تمہیں (اسے تھپڑ مارنے کے لیے) اس کے رخسار کے سوا اور کوئی جگہ نہیں ملی؟ میں نے دیکھا ہے کہ میں مقرن کے بیٹوں میں ساتواں تھا۔ ایک لونڈی کے علاوہ ہمارا کوئی خادم نہ تھا۔ ہم میں سے جو سب سے چھوٹا تھا، اس نے اس لونڈی کو تھپڑ مار دیا۔ حضور ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم اس کو آزاد کر دیں۔(3)

حضرت سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اپنے غلام کو قتل کیا ہم اس کو قتل کریں گے اور جس نے اپنے غلام کی ناک کاٹی ہم اس کی ناک کاٹ دیں گے...... الحدیث۔(4)

حضرت زاذان سے مروی ہے، فرماتے ہیں، میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے (اسی وقت) ایک غلام کو آزاد کیا تھا۔ آپ نے زمین سے ایک لکڑی یا ایسی ہی کوئی چیز اٹھائی اور فرمایا: (اس غلام کو آزاد کرنے پر) میرے لیے اس (ٹہنی) کے برابر بھی ثواب نہیں ہے۔ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس شخص نے اپنے غلام کو تھپڑ لگایا یا اسے پیٹا تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ اس غلام کو آزاد کر دے۔(5)

حضرت سلمہ بن روح بن زنباع اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ وہ حضور

1۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 262
2۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 383
3۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 51
4۔ جامع الترمذی، جلد 1، صفحہ 169
5۔ سنن ابی داؤد، جلد 2، صفحہ 356

ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اس حال میں کہ انہوں نے اپنے غلام کو خصی کر دیا تھا۔ حضور ﷺ نے اس غلام کا مثلہ کیے جانے کی بنا پر اس کو آزاد کر دیا۔ (1)

حضرت عمرو بن شعیب اپنے باپ سے وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ایک شخص چیختا چلاتا حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور ﷺ نے اس سے پوچھا: تجھے کیا ہوا ہے؟ اس نے جواب دیا: میرے مالک نے مجھے دیکھا کہ میں اس کی لونڈی کا بوسہ لے رہا تھا تو اس نے میرے اندام نہانی کو کاٹ دیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اس آدمی کو میرے پاس لاؤ۔ اسے تلاش کیا گیا لیکن وہ نہ ملا۔ حضور ﷺ نے (اس غلام سے) فرمایا: جاؤ، تم آزاد ہو۔ اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ میری مدد کس کے ذمہ ہوگی؟ راوی کہتے ہیں اس کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ اگر میرا مالک مجھے پھر اپنا غلام بنا لے تو میری نصرت کس کے ذمہ ہوگی۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ہر مومن یا مسلمان پر (تمہاری نصرت لازم ہوگی) (2)

غلام ہر زمانے میں انسانی عظمتوں سے محروم رہے ہیں۔ انسانی معاشروں میں ان کی حیثیت حیوانوں سے کسی صورت میں بہتر نہ تھی لیکن قربان جائیں اس رحمۃ للعالمین رسول پر جس کے اسوۂ حسنہ اور جس کی نورانی تعلیمات نے غلاموں کو انسانی عظمتوں سے روشناس کرایا اور مسلمانوں کو بتایا کہ ان کے غلام کوئی ادنی مخلوق نہیں بلکہ انہی کی طرح انسان ہیں، ان کے بھائی ہیں۔ انسان ہونے کے ناطے جن عظمتوں کے آزاد انسان مستحق ہیں غلام بھی ان عظمتوں کے مستحق ہیں۔ صرف تکوینی حکمتوں کے تحت پروردگار عالم نے ان کو دوسروں کے تسلط میں دے دیا ہے۔ یہ غلام بعض اوقات، اپنی خداداد صلاحیتوں کی بنا پر، آزاد انسانوں سے آگے بھی نکل جاتے ہیں۔ وہ آزاد انسانوں کی قیادت و امامت بھی کر سکتے ہیں اور روحانی عظمتوں کے لحاظ سے بعض اوقات وہ آزاد انسانوں کے لیے قابل رشک بھی بن جاتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ایسا نیک بندہ جو کسی کا غلام ہو، اس کے لیے دوہرا اجر ہے۔ (حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، اگر راہ خدا میں جہاد، حج اور ماں کے ساتھ حسن سلوک جیسے اعمال نہ ہوتے تو میں یہ پسند کرتا کہ مجھے غلامی کی حالت میں موت آئے۔ (3)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: غلام اگر اپنے آقا کی خیر خواہی کرے اور اپنے رب کی بندگی بطریق احسن کرے تو اس کے لیے دوہرا اجر ہے۔ (4)

1۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 192 2۔ ایضاً 3۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 346 4۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 346

بخاری شریف میں صلح حدیبیہ کا معاہدہ تحریر کرنے کے متعلق ایک طویل حدیث ہے۔ جس کے آخر میں یہ عبارت ہے: حضور ﷺ (مکہ سے) روانہ ہوئے تو حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی چچا جان، چچا جان! کہتے ہوئے آپ کے پیچھے چل دی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر انہیں اپنی تحویل میں لے لیا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا: اپنی چچا زاد کو سنبھالو، میں اسے لے آیا ہوں۔ اس (بچی) کے متعلق حضرت علی، حضرت زید بن حارثہ (جو پہلے غلام تھے) اور حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے درمیان مخاصمت شروع ہوگئی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اس (بچی) پر میرا حق سب سے زیادہ ہے کیونکہ یہ میرے چچا کی بیٹی ہے۔ حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: یہ میرے چچا کی بیٹی ہے اور اس کی خالہ میری زوجیت میں ہے۔ اور حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: یہ میرے بھائی کی بیٹی ہے۔ حضور ﷺ نے اس کا فیصلہ اس کی خالہ کے حق میں کر دیا اور فرمایا: خالہ ماں کے قائم مقام ہوتی ہے۔ اور آپ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔ اور آپ نے حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: تم صورت و سیرت میں میرے مشابہ ہو۔ اور حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: تم ہمارے بھائی اور دوست ہو۔ (1)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کچھ لوگوں کا امیر مقرر فرمایا تو انہوں نے ان کی امارت پر اعتراض کیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اگر تم اس کی امارت پر اعتراض کر رہے ہو (تو یہ کوئی نئی بات نہیں) تم نے اس سے پہلے اس کے باپ کی امارت پر بھی اعتراض کیا تھا۔ خدا کی قسم وہ امارت کے اہل تھے اور مجھے سب لوگوں سے زیادہ محبوب تھے اور ان کے بعد یہ (اسامہ) مجھے سب انسانوں سے زیادہ محبوب ہے۔ (2)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: جب مہاجرین اولین (مدینہ طیبہ) آئے تو حضور ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے انہوں نے عصبہ کے مقام پر قیام کیا۔ ان (مہاجرین اولین) کی امامت حضرت ابو حذیفہ کے غلام سالم کیا کرتے تھے کیونکہ ان کو سب سے زیادہ قرآن یاد تھا، جب کہ ان لوگوں میں حضرت عمر بن خطاب اور حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی موجود تھے۔ (3)

کروڑوں رحمتیں اور اربوں برکتیں نازل ہوں اس نبی امی ﷺ کی ذات بابرکات پر جس کے دنیا میں تشریف لانے سے بے سہاروں کو سہارا مل گیا، یتیموں اور بیواؤں کو کفیل میسر آیا اور مسکینوں کو ملجا و ماویٰ نصیب ہوا۔ ﷺ

1۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 372 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 610 3۔ سنن ابی داؤد، جلد 1، صفحہ 94

لجپال رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

حسن یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشت زناں سر کٹاتے ہیں تیرے نام پہ مردانِ عرب

مذکورہ بالا شعر میں جو بات کہی گئی ہے وہ نہ شاعر کے تخیل کی بلند پروازی ہے اور نہ شاعرانہ مبالغہ آرائی بلکہ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے۔

چشم فلک پیر نے ریگزار عرب میں فداکاریوں، وفاشعاریوں، ایثار اور قربانیوں کے بے شمار ایسے مناظر دیکھے ہیں جو حقیقت ہوتے ہوئے بھی ایک خواب لگتے ہیں۔ کوئی اپنے محبوب کے اشارۂ ابرو پر گھر کی ساری پونجی لٹا رہا ہے اور اپنی قسمت پر نازاں ہے۔ کسی کو میدان جنگ میں اپنے جگر کے ٹکڑوں کے لاشے دیکھ کر ان کی جدائی کا غم نہیں بلکہ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عافیت کی فکر دامن گیر ہے۔ کسی کو اپنے جانی دشمنوں کے چنگل میں اذیتیں سہنے کے مقابلے میں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاؤں میں کانٹا چبھنا بھی گوارا نہیں۔ کسی کو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ناراضگی پر شاہ روم کی طرف سے ہمدردی اور نصرت کی پیشکش پر مشتمل خط ملتا ہے تو وہ اسے تنور میں پھینک کر اپنے جذبات وفا کی تسکین کرتا ہے۔ شریکہ ہائے حیات کو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی معیت میں فقیرانہ زندگی کے مقابلے میں دنیوی زیب و زینت کی خدائی پیشکش ہوتی ہے تو وہ رفاقت حبیب کے مقابلے میں ہر چیز کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیتی ہیں۔

گھر بار اور وطن چھوڑے جا رہے ہیں۔ مسکراتے ہوئے، اپنے عزیزوں کا داغ جدائی برداشت کیا جا رہا ہے۔ زندگی بھر کی پونجیاں لٹائی جا رہی ہیں۔ ماضی کے سارے رشتے، تعلقات اور دوستیاں، اب عشق و مستی کے اس نئے رشتے کے ساتھ مشروط ہو کر رہ گئی ہیں۔ باپ، محبوب کا دشمن ہے تو اسے اپنا دشمن سمجھا جا رہا ہے اور بیٹا اگر محبوب کا دشمن ہے تو تلوار اس کی خبر لینے کے لیے بے تاب ہے۔

چشم فلک پیر نے انسانی معاشروں میں محبت و وفا کی بے شمار داستانوں کو جنم لیتے دیکھا تھا لیکن وفا شعاریوں کے جن مناظر کو اس نے ریگزار عرب میں دیکھا، ایسے مناظر سے وہ پہلے ناآشنا تھی۔ حدیبیہ کے مقام پر حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے ان کے جاں نثاروں کے اسی قسم کے فداکارانہ رویے کو دیکھ کر عرب کے ایک جہاندیدہ اور دور اندیش لیڈر نے کہا تھا: ''میں شاہ روم کے دربار میں گیا ہوں۔ ایرانی دربار کے مناظر دیکھے ہیں۔ شاہ حبشہ کے سجے ہوئے دربار کو دیکھنے کا موقع ملا ہے۔ لیکن فداکاری اور جاں نثاری کے جن جذبات کا اظہار میں نے محمد عربی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے غلاموں کو ان کے لیے کرتے دیکھا ہے ایسے جذبات کا اظہار میں نے کبھی کہیں نہیں دیکھا''۔

یہ ایک جہاندیدہ عرب کا تبصرہ ہے جو اب تاریخ کا حصہ بن چکا ہے۔ یہ تبصرہ اس حقیقت سے پردہ

اٹھاتا ہے کہ مدنی تاجدار حضرت محمد مصطفی ﷺ کے لیے ان کے غلاموں کے دلوں میں، محبت، عقیدت، فداکاری اور جاں نثاری کے جو جذبات تھے وہ تاریخ انسانی کا زیور ہیں۔ انہی جذبات نے غلامان محمد ﷺ کو وہ قوت اور ہیبت عطا فرمائی تھی کہ دیکھتے ہی دیکھتے کلمۂ توحید کا نور، جو فاران کی چوٹیوں سے پھوٹا تھا، اس نے پہلے پورے جزیرۂ عرب کو اپنی لپیٹ میں لیا اور پھر چند ہی سالوں کے عرصے میں مشرق و مغرب کی فضائیں اس روحانی نور سے جگمگا اٹھیں۔

وہ لوگ جن کے دلوں میں فداکاریوں کے ان جذبات نے گھر کر لیا تھا، ان کا ماضی، تہذیب و شائستگی کے نور سے نا آشنا تھا۔ ظلم ان کا کلچر تھا۔ قتل و غارت ان کے ہاں نشان جوانمردی تھا، بچیوں کو زندہ درگور کرنا ان کے لیے باعث عزت و وقار تھا، وہ سنگدلی پر فخر کرتے تھے اور رحم دلی کو بزدلی پر محمول کرتے تھے، انانیت ان کا زیور تھا اور کسی کے مقابلے میں اپنے آپ کو ثانوی حیثیت دینا ان کے لیے باعث مذلت۔

جن لوگوں کو یہ فطری اوصاف اپنے آباء و اجداد سے ورثے میں ملے تھے، دیکھتے ہی دیکھتے ان لوگوں کی کایا پلٹ گئی۔ انہوں نے اپنی انانیت کو اپنے حبیب ﷺ کی محبت میں فنا کر دیا۔ جو دل رحمت، محبت، رافت اور عجز و انکسار کے جذبات سے نا آشنا تھے وہی دل رافت و رحمت کا گہوارہ بن گئے۔ مختصر الفاظ میں اتنا بڑا روحانی، سماجی اور اخلاقی انقلاب رونما ہوا کہ انسانی اور مادی پیمانوں سے اس انقلاب کی توجیہ ممکن ہی نہیں ہے۔

انسان اس انقلاب کے اسباب و عوامل پر جتنا بھی غور کرے، آخر کار وہ اسی نتیجے پر پہنچتا ہے کہ پروردگار عالم نے مدنی تاجدار ﷺ کی شخصیت میں ایسی مقناطیسیت پیدا فرما دی تھی کہ ہر کوئی کھچا چلا آتا تھا۔ آپ کی سیرت اور کردار میں اتنی نورانیت اور اتنا نکھار تھا کہ جو دل اس کا اسیر ہو جاتا وہ اس قید سے رہائی کی تمنا چھوڑ دیتا تھا۔ آپ ﷺ کے دل میں اپنے جاں نثاروں کے لیے محبت، شفقت، رافت، رحمت، ہمدردی، کرم نوازی اور غم خواری کے جذبات سمندر کی تلاطم خیز موجوں کی طرح متلاطم تھے۔ آپ ﷺ اپنے غلاموں کے لیے ایسے لجپال آقا تھے کہ آپ کی لجپالی پر نثار ہونا ان کی زندگی کی سب سے بڑی آرزو بن کر رہ گئی تھی۔

آیئے احادیث صحیحہ کی روشنی میں آپ کو مدنی تاجدار ﷺ کی شان لجپالی کے چند مظاہر دکھائیں:

شفقتیں، محبتیں، غمخواریاں، دلنوازیاں اور اعتماد

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ہم مسجد کی اینٹیں اکٹھی کر رہے تھے۔ ہم ایک ایک اینٹ اٹھا کر لا رہے تھے اور عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ دو اینٹیں اٹھا کر لا رہے تھے۔

حضور ﷺ ان کے پاس سے گزرے۔ آپ نے ان کے سر سے غبار صاف کیا اور فرمایا: بیچارا عمار! اسے ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔ وہ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دے رہا ہو گا جب کہ وہ اسے آگ کی طرف بلا رہے ہوں گے۔(1)

حضرت عمرو بن تغلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں، حضور ﷺ کی خدمت میں کچھ مال یا کوئی چیز پیش کی گئی۔ آپ نے اس چیز کو تقسیم فرمایا۔ بعض لوگوں کو آپ نے عطا فرمایا اور بعض کو چھوڑ دیا۔ (بعد میں) آپ تک یہ خبر پہنچی کہ جن لوگوں کو آپ نے ترک کیا ہے (یعنی مال نہیں دیا) وہ ناراض ہو رہے ہیں۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی اور فرمایا: اما بعد! خدا کی قسم، میں کسی شخص کو مال دیتا ہوں اور کسی کو چھوڑ دیتا ہو حالانکہ جس کو میں چھوڑتا ہوں وہ مجھے اس سے زیادہ عزیز ہوتا ہے جس کو میں عطا کرتا ہوں۔ لیکن بعض لوگوں کو میں اس لیے دیتا ہوں کہ ان کے دلوں میں مجھے بے صبری اور حرص نظر آتی ہے اور کچھ لوگوں کو اس غنا اور خیر کے سپرد کر دیتا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ودیعت فرما رکھی ہے۔ ان (خوش نصیب) لوگوں میں سے ایک عمرو بن تغلب بھی ہیں۔ حضرت عمرو بن تغلب (راوی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: مجھے حضور ﷺ کے اس قول کے مقابلے میں اگر سرخ اونٹ ملیں تو مجھے یہ بھی پسند نہیں ہے۔(2)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے ایک رات ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں قیام کیا۔ (راوی کہتے ہیں) وہ ان کی خالہ تھیں۔ میں بستر کے عرض کی جانب لیٹ گیا اور حضور ﷺ اور آپ کی اہلیہ بستر کے طول کی جانب استراحت فرما ہوئے۔ حضور ﷺ محو خواب ہو گئے حتی کہ آدھی رات کا وقت ہو گیا یا ممکن ہے اس سے قدرے دیر یا سویر ہو۔ پھر حضور ﷺ بیدار ہوئے اور اپنے چہرۂ انور سے نیند (کے آثار) کو پونچھنے لگے۔ پھر آپ نے سورۂ آل عمران کی آخری دس آیات تلاوت فرمائیں۔ پھر آپ ایک پرانے مشکیزے کی طرف تشریف لے گئے جو لٹک رہا تھا۔ آپ نے اس سے وضو فرمایا اور بڑی عمدگی سے وضو فرمایا۔ پھر آپ نماز کے لیے کھڑے ہو گئے۔ میں نے بھی وہی کچھ کیا جو حضور ﷺ نے کیا تھا اور پھر میں جا کر آپ ﷺ کے پہلو میں کھڑا ہو گیا۔ حضور ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ میرے سر پر رکھا اور میرے دائیں کان کو پکڑ کر ملنے لگے۔ آپ نے دو رکعتیں پڑھیں۔ پھر دو رکعتیں، پھر دو رکعتیں، پھر دو رکعتیں، پھر دو رکعتیں پڑھیں۔ پھر آپ نے نماز وتر ادا کی۔ پھر لیٹ گئے حتی کہ مؤذن آئے۔ پھر آپ ﷺ اٹھے، دو مختصر رکعتیں ادا کیں پھر باہر تشریف لائے اور فجر کی نماز ادا فرمائی۔(3)

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 394　2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 126　3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 657

حضرت ام خالد بنت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: حضور ﷺ کی خدمت میں کچھ کپڑے لائے گئے۔ ان کپڑوں میں ایک چھوٹا سا سیاہ رنگ کا کناری دار جبہ بھی تھا۔ آپ نے پوچھا، تمہارے خیال میں ہمیں یہ جبہ کس کو پہنانا چاہیے؟ لوگ خاموش رہے۔ آپ نے فرمایا: ام خالد کو میرے پاس لے آؤ۔ اسے (ام خالد کو) اٹھا کر لایا گیا۔ آپ نے جبہ اپنے دست انور میں پکڑا اور اسے پہنا دیا۔ پھر فرمایا: (خدا تمہاری عمر اتنی دراز کرے کہ) تم اس جبے کو بوسیدہ کرو۔ اس جبے میں سبز اور زرد نشانات تھے۔ آپ نے فرمایا: ام خالد! یہ بڑا خوبصورت ہے۔ آپ نے ''سناہ'' کا لفظ استعمال کیا جو حبشی زبان کا لفظ ہے۔ (1)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں، حضور ﷺ مجھے اٹھاتے اور اپنی ایک ران پر بٹھا لیتے اور حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی دوسری ران پر بٹھاتے۔ پھر ہم دونوں کو سینے سے لگاتے اور دعا کرتے: اے اللہ تعالیٰ! ان پر رحمت فرما کیونکہ مجھے ان سے محبت ہے۔ الحدیث۔ (2)

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میری خالہ مجھے حضور ﷺ کی خدمت میں لے گئیں اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ میرا یہ بھانجا بیمار ہے۔ (اس کے لیے دعا فرمایئے) آپ ﷺ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور میرے لیے برکت کی دعا کی۔ پھر آپ نے وضو کیا۔ میں نے آپ کا آب وضو پیا۔ پھر میں آپ کی پشت کے پیچھے کھڑا ہوا اور آپ ﷺ کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر (نبوت) کو دیکھا جو حجلہ (چکور نما پرندے) کے انڈے جیسی تھی۔ (3)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: بچوں کو حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا جاتا تھا۔ اور آپ ان کے لیے دعا فرمایا کرتے تھے۔ ایک بچہ حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو اس نے آپ کے کپڑوں پر پیشاب کر دیا۔ آپ ﷺ نے اس (پیشاب) پر پانی بہا دیا اور کپڑے کو (مبالغے کے ساتھ) نہیں دھویا۔ (4)

حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں جب سے حلقہ بگوش اسلام ہوا ہوں حضور ﷺ نے مجھے (کاشانۂ انور میں داخل ہونے سے) نہیں روکا۔ اور جب بھی آپ ﷺ نے مجھے دیکھا، میرے چہرے کی طرف دیکھ کر تبسم فرمایا۔ اور میں نے آپ ﷺ کی خدمت میں شکایت کی کہ میں گھوڑے کی پیٹھ پر جم کر نہیں بیٹھ سکتا تو آپ نے میرے سینے پر ہاتھ مارا اور دعا کی: اے اللہ تعالیٰ! اس کو ثبات عطا فرما اور اس کو ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنا دے۔ (5)

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 866 — 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 888 — 3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 940
4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 940 — 5۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 426

حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں ...... حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ بحرین سے مال لے کر آئے۔ انصار نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آمد کے متعلق سنا تو فجر کی نماز کے لیے سب حضور ﷺ کے پاس حاضر ہو گئے۔ جب حضور ﷺ نے (نماز سے) رخ انور پھیرا تو انصار آپ کے سامنے آ گئے۔ حضور ﷺ نے جب ان کو دیکھا تو تبسم فرمایا اور پھر فرمایا: میرا خیال ہے تم نے ابوعبیدہ کی آمد کے متعلق سن لیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: ہاں، یا رسول اللہ! ﷺ آپ نے فرمایا: تم اس چیز کی امید رکھو اور تمہیں اس چیز کی بشارت ہو جو تمہیں خوش کرتی ہے۔ خدا کی قسم، مجھے تم پر تنگدستی کا اندیشہ نہیں ہے۔ مجھے خوف یہ ہے کہ دنیا تمہارے لیے اسی طرح عام کر دی جائے گی جس طرح پہلے لوگوں پر عام کر دی گئی تھی اور تم اس میں اسی طرح باہم مقابلہ کرو گے جس طرح انہوں نے مقابلہ کیا تھا اور (دنیا) تمہیں اسی طرح ہلاک کر دے گی جس طرح اس نے ان (پہلے والوں) کو ہلاک کیا تھا۔ (1)

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے تو (آپ کی نواسی) امامہ بنت ابی العاص آپ کے کندھے پر تھی۔ آپ نے نماز پڑھی۔ آپ جب رکوع (وسجود) کرتے تو اس کو (کندھے سے) اتار دیتے اور جب (رکوع سجود سے) سر اٹھاتے تو اسے اٹھا لیتے۔ (2)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں، حضور ﷺ نے (اپنے صاحبزادے) ابراہیم کو اٹھایا، انہیں بوسہ دیا اور ان کی خوشبو سونگھی۔ (3)

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں، خیبر کے دن چربی سے بھری ہوئی چمڑے کی ایک تھیلی لٹکائی گئی۔ میں نے اسے مضبوطی سے پکڑ لیا اور کہا: اس میں سے میں کسی کو کچھ نہیں دوں گا۔ میں متوجہ ہوا تو دیکھا کہ حضور ﷺ (میری اس حرکت کو دیکھ کر) تبسم فرما رہے ہیں۔ (4)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے کسی سے یہ نہیں فرمایا: ''میرے ماں باپ تم پر قربان......'' سوائے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے۔ ان سے آپ نے جنگ احد کے دن فرمایا تھا: میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں، تیر اندازی کرو۔ آپ نے ان سے یہ بھی فرمایا: اے طاقتور نوجوان! تیر برساؤ۔ (5)

حضرت عبداللہ بن ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ انہیں ان کی والدہ زینب

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 572 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 887 3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 886

4۔ سنن النسائی، جلد 2، صفحہ 208 5۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 106

بنت حمید حضور ﷺ کی خدمت میں لے گئیں اور عرض کیا، یا رسول اللہ! ﷺ اس بچے کو بیعت فرمالیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اس کی عمر چھوٹی ہے اور آپ ﷺ نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔(1)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ تمام لوگوں سے زیادہ خوش خلق تھے۔ آپ ﷺ نے ایک روز مجھے کسی کام کے لیے بھیجا۔ میں نے کہا: خدا کی قسم، نہیں جاؤں گا، جب کہ میرے دل میں تھا کہ میں جاؤں گا اس کام کے لیے جس کا مجھے رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے۔ میں روانہ ہوا حتی کہ بچوں کے پاس سے گزرا جو بازار میں کھیل رہے تھے۔ کیا دیکھتا ہوں کہ حضور ﷺ نے پیچھے سے میری گردن کو پکڑ رکھا ہے۔ میں نے (مڑکر) دیکھا تو آپ مسکرا رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: ننھے انس! جس کام کا میں نے تجھے حکم دیا ہے اس کی طرف جاؤ۔ میں نے عرض کیا: ہاں، یا رسول اللہ! ﷺ میں جا رہا ہوں۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: خدا کی قسم، میں نے سات سال یا نو سال آپ کی خدمت کی ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ میں نے کوئی کام کیا ہو اور حضور ﷺ نے فرمایا ہو کہ تم نے یہ کام کیوں کیا ہے۔ اور نہ (مجھے یہ معلوم ہے) کہ میں نے کوئی کام چھوڑ دیا ہو تو آپ نے یہ فرمایا ہو کہ تم نے یہ کام کیوں نہیں کیا۔(2)

خیر خواہی اور دستگیری

حضور ﷺ کی شان لجپالی کا ایک خاص پہلو یہ ہے کہ آپ نے دنیا کو جس دین متین سے متعارف کرایا تھا، اس دین کی بنیاد ہی خیر خواہی اور ہمدردی پر رکھی گئی ہے۔ حضور ﷺ نے اپنے اسوۂ حسنہ سے یہ بات دنیا پر ثابت کی کہ آپ اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق کے خیر خواہ ہیں۔ آپ کے اس پاک جذبے کی برکات سے وہ لوگ بھی متمتع ہوئے جو آپ کی جان کے دشمن تھے۔ لیکن جن خوش نصیبوں نے آپ ﷺ کی غلامی کے طوق کو زیب گلو کر رکھا تھا، ان کے لیے آپ کے جذبہ خیر خواہی کا رنگ ہی نرالا تھا۔ چند مثالیں ملاحظہ فرمائیے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے جنگ احد کے دن ان کا جائزہ لیا۔ اس وقت وہ چودہ سال کے تھے۔ آپ نے ان کو (کمسنی کی وجہ سے شریک جہاد ہونے کی) اجازت نہیں دی۔ پھر آپ نے جنگ خندق کے دن ان کا جائزہ لیا۔ اس وقت وہ پندرہ سال کے تھے۔ سو آپ نے ان کو (شریک جہاد ہونے کی) اجازت مرحمت فرما دی۔(3)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: حضور ﷺ ابوسلمہ کے پاس تشریف لائے، اس حال میں کہ ان کی نظریں پھٹ چکی تھیں۔ آپ نے ان کی آنکھوں کو بند کیا، پھر فرمایا: یہ روح

1۔ سنن ابی داؤد، جلد 2، صفحہ 52 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 310 3۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 588

جب قبض کی جاتی ہے تو نگاہ اس کا پیچھا کرتی ہے۔ (یہ سن کر) ان کے اہل خانہ نے چیخ و پکار شروع کر دی۔ آپ نے فرمایا: اپنے لیے بھلائی کے سوا اور کوئی دعا نہ کرنا کیونکہ جو کچھ تم کہہ رہے ہو ملائکہ اس پر ''آمین'' کہہ رہے ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا، اے اللہ تعالیٰ! ابوسلمہ کی مغفرت فرما اور ہدایت یافتہ لوگوں میں ان کو بلند درجہ عطا فرما، اور اس کے بعد اس کے پسماندگان کی خود کفالت فرما۔ اے رب العالمین! ہماری اور اس کی مغفرت فرما، اس کی قبر کو فراخ کر اور اس کے لیے اس کی قبر کو منور فرما دے۔ (1)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: حضور ﷺ نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بوسہ دیا جب کہ ان کا انتقال ہو چکا تھا، اس حال میں کہ حضور ﷺ رو رہے تھے یا فرمایا: آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ (2)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: لوگوں نے قبرستان میں آگ دیکھی۔ لوگ وہاں گئے تو دیکھا کہ حضور ﷺ قبر کے اندر کھڑے ہیں اور فرما رہے ہیں: اپنا ساتھی مجھے پکڑاؤ۔ (دیکھا تو) یہ وہ آدمی تھا جو ذکر کے لیے آواز کو بلند کرتا تھا۔ (3)

رافت و رحمت

حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے رحمۃ للعالمین بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔ رافت و رحمت آپ کی سیرت طیبہ کا ایک خوبصورت عنوان ہے۔ ہم اس رحمت کائنات کی رافت و رحمت کی شانوں کو ''رحمۃ للعالمین'' کے عنوان کے تحت انشاء اللہ العزیز تفصیل سے بیان کریں گے لیکن حضور ﷺ کی شان لجپالی کا بیان بھی آپ کی رافت و رحمت کے تذکرے کے بغیر مکمل نہیں ہوتا۔ اس لیے ہم اس عنوان کے تحت بھی چند احادیث بیان کر رہے ہیں جن میں اپنوں کے لیے آپ ﷺ کی خصوصی رحمت کا بیان ہے۔

جن لوگوں کو حضور ﷺ کی غلامی میں زندگی کے شب و روز بسر کرنے کی سعادت حاصل ہوئی تھی، ان کا اپنے آقا ﷺ کے متعلق تبصرہ یہ تھا:

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں، میں اپنی قوم کے کچھ لوگوں کے ساتھ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ہم بیس راتیں آپ کی خدمت میں حاضر رہے۔ آپ بڑے رحیم اور نرم دل تھے۔ جب آپ نے، اہل خانہ کے لیے، ہمارے شوق کو دیکھا تو فرمایا: تم واپس چلے جاؤ اور اپنے اہل و عیال کے ساتھ رہو۔ ان کو (دین کی) تعلیم دو اور نماز پڑھو اور جب نماز کا وقت آئے تو تم میں سے ایک شخص اذان دے اور جو تم میں سے بڑا ہو وہ امامت کرائے۔ (4)

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 301
2۔ جامع الترمذی، جلد 1، صفحہ 118
3۔ سنن ابی داؤد، جلد 2، صفحہ 95
4۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 87

اپنے غلاموں کے لیے حضور ﷺ کے جذبات رحمت کا انداز یہ تھا:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: اس ذات کی قسم جو آقا ﷺ کو اس دنیا سے لے گئی ہے، آپ نے (عصر کے بعد) دو رکعتوں کو کبھی نہیں چھوڑا حتی کہ آپ اپنے پروردگار سے جا ملے۔ اور آپ ﷺ کا وصال اس وقت تک نہیں ہوا جب تک کہ نماز (کی ادائیگی) آپ کے لیے بوجھل نہیں ہوئی۔ آپ اپنی نماز اکثر بیٹھ کر پڑھا کرتے تھے۔ اس سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مراد عصر کے بعد کی دو رکعتیں ہیں۔ حضور ﷺ یہ دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے اور آپ یہ رکعتیں مسجد میں نہیں پڑھا کرتے تھے کہ یہ امت کے لیے بوجھ نہ بن جائے۔ اور حضور ﷺ اس کام کو پسند کرتے تھے جو امت کے لیے تخفیف کا باعث ہوتا تھا۔ (1)

حضور ﷺ کو پروردگار عالم نے یہ شان عطا فرمائی تھی کہ کائنات کی ہر چیز حتی کہ شجر و حجر بھی آپ ﷺ کی محبت میں گرفتار تھے۔ حضور ﷺ کی شان لجپالی کا کمال یہ ہے کہ آپ نے بے جان چیزوں کے جاندار جذبوں کو بھی کبھی ٹھیس نہیں پہنچائی بلکہ آپ نے ان کی بے قراری کی تسکین کے لیے ان کو خصوصی نظر رحمت سے نوازا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک تنا تھا جس کے ساتھ ٹیک لگا کر حضور ﷺ (خطبہ کے لیے) کھڑے ہوتے تھے۔ جب آپ کے لیے منبر رکھا گیا (اور آپ خطبہ کے لیے اس پر تشریف فرما ہوئے) تو ہم نے تنے سے ایسی آواز سنی جو آواز دس ماہ کی گابھن اونٹنی نکالتی ہے، حتی کہ حضور ﷺ (منبر سے) نیچے اترے اور اپنا دست مبارک اس (تنے) پر رکھا...... الحدیث۔ (2)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: مکہ مکرمہ میں ایک پتھر تھا جو ان راتوں میں مجھ کو سلام کیا کرتا تھا جب مجھے مبعوث فرمایا گیا تھا۔ میں اس پتھر کو آج بھی پہچانتا ہوں (3) (یعنی اس کو فراموش نہیں کیا)

خوشی اور غم کے ساتھی

حضور ﷺ ان راہبروں اور راہنماؤں میں سے نہیں تھے جو اپنی انفرادیت قائم کرنے کے لیے اپنے اور اپنی عوام کے درمیان ایک مخصوص فاصلہ قائم رکھنا ضروری سمجھتے تھے بلکہ حضور ﷺ نے اپنی زندگی اور موت کو اپنے غلاموں کے ساتھ منسلک کر رکھا تھا۔ آپ انہی کے ساتھ رہتے تھے۔ آپ نے وہی طرز حیات اپنا رکھا تھا جس کی اپنے غلاموں کو تعلیم دیتے تھے۔ آپ ان کی خوشیوں پر خوش ہوتے

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 83 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 125 3۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 203

تھے اور ان کو پہنچنے والے صدمے آپ ﷺ کو غمگین کر دیتے تھے۔ آپ کی لجپالی کے اسی نرالے انداز نے ان کو آپ کے اشارۂ ابرو پر اپنا سب کچھ نثار کر دینے کا فقید المثال جذبہ عطا کر دیا تھا۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بوجوہ غزوۂ تبوک میں شامل نہ ہو سکے تھے۔ حضور ﷺ کی غزوے سے واپسی پر انہوں نے بغیر کوئی عذر پیش کیے معافی کی درخواست کی تو حضور ﷺ نے ان کے معاملے کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا۔ کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی کا یہ کٹھن ترین امتحان تھا جس کو انہوں نے اپنی ایک طویل حدیث میں بیان کیا ہے۔ جب ان کا یہ طویل امتحان ختم ہوا اور ان کی توبہ کی قبولیت کی بشارت نازل ہوئی تو اس پر حضور ﷺ نے خوشی کے جن جذبات کا اظہار فرمایا، اس کا بیان کعب کے اپنے الفاظ میں سنیے:

......حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: جب میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں سلام پیش کیا تو آپ نے، اس حال میں کہ آپ کا چہرہ خوشی سے چمک رہا تھا، فرمایا: تجھے وہ دن مبارک ہو جو ان تمام دنوں سے بہتر ہے جو تیری ولادت سے (اب تک) گزرے ہیں۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ (یہ بشارت) آپ کی طرف سے ہے یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے؟ فرمایا: نہیں، بلکہ یہ (بشارت) اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اور حضور ﷺ جب مسرور ہوتے تو آپ کا چہرہ یوں چمکتا گویا چاند کا ٹکڑا ہو۔ اور ہم حضور ﷺ کی اس کیفیت کو پہچانتے تھے...... الحدیث۔ (1)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں، حضور ﷺ نے (کچھ) عورتوں اور بچوں کو دیکھا جو شادی سے (واپس) آرہے تھے۔ آپ ان پر کرم فرمائی کرتے ہوئے اٹھے اور فرمایا: میرا خدا (جانتا ہے) کہ تم مجھے سب انسانوں سے زیادہ عزیز ہو۔ (2)

حضرت عروہ بن زبیر اور فاطمہ بنت منذر بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب ہجرت کے لیے روانہ ہوئیں تو وہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ حاملہ تھیں۔ وہ قبا پہنچیں تو انہوں نے قبا کے مقام پر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو جنم دیا۔ (عبداللہ کی) ولادت کے بعد وہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں کہ آپ اس (عبداللہ) کو گھٹی ڈالیں۔ حضور ﷺ نے اس (بچے) کو ان کے ہاتھ سے پکڑا اور اسے اپنی گود میں بٹھایا۔ پھر آپ نے کھجور طلب فرمائی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: ہم تھوڑی دیر کھجور تلاش کرتی رہیں، پھر ہمیں کھجور مل گئی، حضور ﷺ نے اس کھجور کو چبایا اور پھر (تھوکنے کے انداز میں) اسے عبداللہ کے منہ میں ڈال دیا۔ اس (عبداللہ بن زبیر) کے پیٹ میں جو چیز سب

1۔ صحیح البخاری، جلد 2 صفحہ 636 2۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 778

سے پہلے داخل ہوئی وہ حضور ﷺ کا لعاب دہن تھا۔ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: اس کے بعد حضور ﷺ نے اس پر اپنا دست اقدس پھیرا، اس کے لیے دعا کی اور اس کا نام عبداللہ رکھا۔ پھر جب وہ سات یا آٹھ سال کے ہوئے تو حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ آپ ان کو بیعت کرلیں۔ انہیں اس کا حکم حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیا تھا۔ حضور ﷺ نے جب ان کو آتے دیکھا تو تبسم فرمایا اور پھر ان کو بیعت کرلیا۔ (1)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ خوشی خوشی ان کے ہاں تشریف لائے۔ آپ ﷺ کے چہرۂ انور کے خطوط (خوشی سے چمک رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: (عائشہ!) کیا تمہیں معلوم نہیں کہ مجزز قائف نے ابھی زید بن حارثہ اور اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھ کر کہا ہے کہ یہ قدم ایک دوسرے سے ہیں۔ (2)

نوٹ: حضور ﷺ کی خوشی کا سبب یہ تھا کہ لوگ اسامہ اور زید کے باہمی تعلق کو شک کی نظر سے دیکھتے تھے اور قائف نے انہیں ایک دوسرے سے متعلق قرار دے کر ان کے نسب کو ثابت کر دیا تھا اور ان دونوں کا آقا ان کی اس خوشی پر انتہائی مسرور تھا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے ستر آدمیوں کو کسی کام کے لیے بھیجا۔ ان لوگوں کو قراء کہا جاتا تھا۔ بیر معونہ نامی کنوئیں کے مقام پر بنوسلیم قبیلے کے دو خاندان رعل اور زکوان ان کے سامنے آ گئے۔ انہوں (قراء) نے ان لوگوں سے کہا: ہم تمہارے ارادے سے نہیں آئے، ہم تو حضور ﷺ کے کسی کام کے لیے جارہے ہیں۔ ان لوگوں نے ان (قراء) کو قتل کر دیا۔ حضور ﷺ نے ان (قاتلوں) کے خلاف پورا مہینا صبح کی نماز میں دعائے ضرر فرمائی۔ اس سے دعائے قنوت کا آغاز ہو...... الحدیث۔ (3)

حضرت سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک طویل حدیث مروی ہے جس کے ایک حصے کا مفہوم یہ ہے کہ حضور ﷺ کے ایک صحابی خیبر میں مقتول پائے گئے۔ جب اس کی خبر حضور ﷺ تک پہنچی تو آپ نے مقتول کے ورثاء سے فرمایا: وہ یا تو تمہارے آدمی کی دیت ادا کریں اور یا پھر جنگ کے لیے تیار ہو جائیں...... الحدیث۔ (4)

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حمیر کے ایک آدمی نے دشمن کے ایک آدمی کو قتل کر دیا اور چاہا کہ مقتول کا سامان اسے ملے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 209
2۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 35
3۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 586
4۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 56

عنہ نے انہیں مقتول کا سامان دینے سے انکار کر دیا۔ وہ ان کے کمانڈر تھے۔ عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو اس بات کی خبر دی۔ آپ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: تم نے مقتول کا سامان اسے دینے سے انکار کیوں کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ میں نے سوچا کہ یہ سامان بہت زیادہ ہے۔ (اس لیے اسے نہیں دیا) آپ نے فرمایا: (وہ سامان) اس کو دے دو۔ (بعد میں) حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ عوف کے پاس سے گزرے تو انہوں نے (فخریہ انداز میں) اپنے ازار بند کو گھسیٹا، پھر کہا: کیا میں نے حضور ﷺ سے شکایت کر کے تمہیں تمہارے فعل کا پورا پورا بدلہ دے نہیں دیا؟ حضور ﷺ نے عوف کی یہ بات سن لی اور آپ غضب ناک ہو گئے۔ پھر فرمایا: خالد! تم اس کو مقتول کا سامان مت دو۔ خالد! تم اس کو مقتول کا سامان مت دو۔ کیا تم لوگ میری خاطر، میرے امراء (کی دلآزاری سے) باز نہیں آؤ گے؟ تمہاری اور ان (امراء) کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص کسی کو اپنے اونٹ یا بھیڑیں چرانے کے لیے کہے۔ وہ انہیں چرائے۔ پھر ان کو پانی پلانے کا وقت آئے تو ان کو حوض پر لے جائے۔ وہ پانی پینا شروع کر دیں اور صاف پانی پی جائیں اور گدلا چھوڑ دیں۔ گویا ساری اچھی چیزیں تمہارے (رعیت) کے لیے ہیں اور تمام تکلیف دہ معاملات کا بوجھ ان (امراء) کے سر ہے۔ (1)

بشارتیں، دلجوئیاں، تسلیاں اور دعائیں

مدنی تاجدار ﷺ نے جس ماحول اور جن حالات میں وحدانیت خداوندی کا علم بلند کیا تھا، اس ماحول اور ان حالات میں ایسی دعوت دینا اور اس دعوت پر لبیک کہنا دونوں موت کو دعوت دینے کے مترادف تھے۔ حالات کی ان تمام سنگینیوں کے باوجود خدا کے حبیب ﷺ نے دعوت کے اس فریضہ کو کما حقہ ادا کیا اور سعادت دارین جن خوش نصیبوں کے مقدر میں تھی انہوں نے اس دعوت کو قبول کیا اور داعی اور اس کی دعوت کو لبیک کہنے والوں نے اس راستے میں پیش آنے والی ہر مصیبت کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔

حضور ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے خدا کی زمین پر، خدا کا نام بلند کرنے کے جرم میں جو صعوبتیں، اذیتیں اور تکلیفیں سہی ہیں، ان کی نظیر پیش کرنے سے تاریخ قاصر ہے۔ ستم اور جفا کی نت نئی اداؤں کے مقابلے میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا سہارا صرف اپنے رؤوف و رحیم آقا ﷺ کی ذات تھی۔ ظلم کی تاریک راتوں میں انہیں اپنے آقا کی ذات ایک روشن کرن بن کر سہارا دیتی تھی اور غم و اندوہ کے دریا عبور کرتے ہوئے ان کی نگاہیں صرف اپنے آقا

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 88

علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف اٹھتی تھیں اور ان کے رحیم وکریم آقا انہیں کسی حال میں بے یار و مددگار نہیں چھوڑتے تھے۔ کبھی ان کی حوصلہ افزائی کی جارہی ہے، کبھی تسلیاں دی جارہی ہیں، کبھی بشارتوں سے نوازا جارہا ہے اور کبھی دنیا و آخرت کی نعمتوں کی دعاؤں سے شاد کام کیا جارہا ہے۔

غلاموں کی جان نثاریوں اور آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کرم نوازیوں کے امتزاج سے ہی اس قوت نے جنم لیا تھا جس کے مقابلے میں قیصر و کسریٰ کی سلطنتیں ریت کے گھروندے ثابت ہوئیں اور حق کا نور چاردانگ عالم میں پھیل کر باطل کی ظلمتوں کو ناپید کر گیا۔ آئیے بلال وصہیب کے آقا کی سیرت کے اس پہلو کی ایک جھلک بھی دیکھتے چلیں:

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں اور میرے ساتھ جو آدمی کشتی میں آئے تھے، ہم بقیع بطحان کے مقام پر قیام پذیر تھے۔ حضور ﷺ مدینہ طیبہ میں تشریف فرما تھے۔ ان (کشتی والوں) سے باری باری کچھ لوگ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ ایک روز میں اور میرے کچھ ساتھی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے۔ آپ اپنے کسی ضروری کام میں مصروف تھے۔ آپ نے نماز میں تاخیر کر دی حتی کہ آدھی رات کا وقت ہو گیا۔ پھر حضور ﷺ باہر تشریف لائے اور لوگوں کو نماز پڑھائی۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو جو لوگ وہاں موجود تھے، ان سے فرمایا: جس طرح بیٹھے ہو بیٹھے رہو۔ تمہیں خوشخبری ہو کہ تم پر یہ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے کہ اس وقت تمہارے بغیر کوئی آدمی ایسا نہیں ہے جو نماز پڑھ رہا ہو، یا آپ نے فرمایا: تمہارے بغیر اس وقت کسی نے نماز نہیں پڑھی۔ راوی کو معلوم نہیں کہ آپ نے ان دو میں سے کون سا جملہ ادا کیا۔ راوی کہتے ہیں، حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: حضور ﷺ کی زبان پاک سے جو کلام ہم نے سنا تھا، اس کی وجہ سے ہم خوشی خوشی واپس لوٹے۔ (1)

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ہم نے ایک رات حضور ﷺ کی معیت میں سفر کیا۔ کچھ لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ کتنا اچھا ہو کہ آپ پڑاؤ (کرنے کا حکم صادر) فرمائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے خدشہ ہے کہ تم سو جاؤ گے اور نماز رہ جائے گی۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: میں آپ لوگوں کو جگا دوں گا۔ لوگ سو گئے۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی پشت اپنی سواری کے ساتھ لگائی۔ نیند نے ان پر غلبہ کیا اور وہ (بھی) سو گئے۔ حضور ﷺ بیدار ہوئے تو سورج کا کنارہ طلوع ہو چکا تھا۔ آپ نے فرمایا: بلال! تم نے جو وعدہ کیا تھا وہ کہاں گیا؟ انہوں نے عرض کیا: نیند نے مجھ پر اتنا (شدید) غلبہ کبھی نہیں کیا۔ حضور ﷺ نے (تسلی

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 80

دیتے ہوئے) ان سے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جب چاہا تمہاری روحوں کو قبض کیا اور جب چاہا لوٹا دیا۔ بلال! اٹھو اور نماز کے لیے اذان کہو۔ آپ ﷺ نے وضو کیا اور جب سورج بلند اور روشن ہو گیا تو آپ اٹھے اور نماز پڑھی۔(1)

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ کی خدمت میں جب کوئی قوم صدقات لے کر حاضر ہوتی تو آپ یہ دعا کیا کرتے تھے: اے اللہ تعالیٰ! فلاں شخص کے اہل و عیال پر رحم فرما۔ میرے والد ماجد بھی آپ کی خدمت میں صدقہ لے کر حاضر ہوئے تو آپ نے دعا کی: اے اللہ تعالیٰ! ابی اوفیٰ کی آل پر فضل و رحمت نازل فرما۔(2)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: جب نجاشی کا انتقال ہوا تو حضور ﷺ نے فرمایا: آج ایک مردِ صالح کا انتقال ہو گیا ہے۔ اٹھو اور اپنے بھائی اصحمہ کی نماز جنازہ پڑھو۔(3)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ہم یمن میں تھے کہ ہمیں حضور ﷺ کے سفر (ہجرت) کی خبر ملی۔ میں اور میرے بھائی جن میں سے ایک کا نام ابو بردہ اور دوسرے کا نام ابورہم تھا، اور میں ان سب سے چھوٹا تھا، اپنی قوم کے پچاس سے کچھ اوپر، یا فرمایا باون یا ترپن لوگوں کے ساتھ حضور ﷺ کی طرف ہجرت کے ارادہ سے روانہ ہوئے۔ ہم ایک کشتی میں سوار ہوئے۔ کشتی نے ہمیں حبشہ میں نجاشی کے ہاں جا اتارا۔ وہاں ہماری ملاقات حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ہوئی۔ ہم ان کے ساتھ ٹھہرے رہے حتی کہ ہم سب اکٹھے (مدینہ طیبہ) حاضر ہوئے۔ ہم حضور ﷺ کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوئے جب آپ ﷺ نے خیبر کو فتح کر لیا تھا۔ بعض لوگ ہم سے یعنی کشتی والوں سے کہا کرتے تھے: ہم نے تم سے پہلے ہجرت کی ہے۔ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا جو ہمارے ساتھ آئی تھیں، ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں زیارت کے لیے حاضر ہوئیں۔ انہوں نے بھی نجاشی کی طرف ہجرت کرنے والوں کے ساتھ ہجرت کی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لائے۔ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان کے پاس بیٹھی تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جب اسماء کو دیکھا تو پوچھا: یہ کون ہیں؟ انہوں نے عرض کیا: یہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: یہ حبشیہ ہیں؟ یہ سمندری سفر کرنے والی ہیں؟ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا: ہاں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ہم نے تم سے پہلے ہجرت کی ہے اس لیے حضور ﷺ پر ہمارا حق تم سے زیادہ ہے۔ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا غصے میں آ گئیں

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 83 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 203 3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 547

اور فرمایا: ہرگز نہیں۔ خدا کی قسم، تم حضور ﷺ کے ساتھ تھے۔ تم میں سے جو بھوکے ہوتے تھے آپ ان کو کھلاتے تھے اور تم میں سے جو جاہل ہوتے تھے حضور ﷺ ان کو وعظ و نصیحت کرتے تھے۔ اور ہم ایک دور دراز اور دشمنی رکھنے والے ملک اور وطن حبشہ میں تھے۔ اور ہماری یہ (تکالیف) محض خدا اور خدا کے رسول ﷺ کے لیے تھیں۔ خدا کی قسم، جو کچھ آپ نے کہا ہے، جب تک میں اس کا ذکر حضور ﷺ کی خدمت میں نہیں کرلوں گی، نہ کچھ کھاؤں گی اور نہ کچھ پیوں گی، ہمیں اذیتیں دی جاتی تھیں اور ہم خوف زدہ ہوتے تھے۔ خدا کی قسم میں اس کا ذکر حضور ﷺ سے کروں گی اور آپ سے پوچھوں گی (کہ ہم میں سے افضل کون ہے) اور خدا کی قسم، میں نہ جھوٹ بولوں گی، نہ مبالغہ کروں گی اور نہ اس (حقیقت) پر کسی بات کا اضافہ کروں گی۔ جب حضور ﷺ تشریف لائے تو حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ یہ باتیں کی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے (جواب میں) کیا کہا تھا؟ انہوں نے عرض کیا: میں نے جواب میں یہ یہ باتیں کہی تھیں۔ آپ نے فرمایا: مجھ پر ان کا تم سے زیادہ حق نہیں ہے۔ ان کے لیے اور ان کے ساتھیوں کے لیے ایک ہجرت (کا ثواب) ہے اور اے کشتی والو! تمہارے لیے دو ہجرتوں کا ثواب ہے۔ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: میں نے ابو موسیٰ اور کشتی والے دوسرے لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ گروہ در گروہ میرے پاس آتے تھے اور مجھ سے اس حدیث کے متعلق پوچھتے تھے اور حضور ﷺ نے جو بات ان کے متعلق فرمائی تھی، اس سے زیادہ نہ دنیا کی کوئی چیز انہیں محبوب تھی اور نہ کسی چیز کی ان کی نگاہوں میں اس سے زیادہ قدر تھی۔ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: میں نے دیکھا ہے کہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بار بار مجھے اس حدیث کا اعادہ کرنے کے لیے فرماتے تھے...... الحدیث۔ (1)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نماز میں یہ دعا کیا کرتے تھے: اے اللہ تعالیٰ! عیاش بن ابی ربیعہ، سلمہ بن ہشام اور ولید بن ولید کو نجات عطا فرما۔ اے اللہ تعالیٰ! کمزور مسلمانوں کو نجات عطا فرما۔ اے اللہ تعالیٰ! (قوم) مضر پر اپنی پکڑ سخت فرما اور ان پر ایسا قحط مسلط فرما جیسا حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے میں نازل ہوا تھا۔ (2)

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: جب عبداللہ بن ابی (رئیس المنافقین) مر گیا تو اس کا بیٹا (عبداللہ جو ایک مخلص صحابی تھے) حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ مجھے اپنی قمیص عطا فرمایئے تا کہ میں اسے (اپنے باپ کو) اس میں کفن دوں۔ آپ اس کی نماز جنازہ بھی پڑھیں اور اس کے لیے دعائے مغفرت بھی فرمائیں۔ حضور ﷺ

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 8-607　2۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 1026

نے اسے اپنی قمیص عطا کی اور فرمایا: جب (تجہیز و تکفین) سے فارغ ہو جاؤ تو مجھے اطلاع کرنا۔ آپ ﷺ اس کی نماز جنازہ پڑھانے کے لیے چلے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو پکڑ لیا اور عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو منافقین کی نماز جنازہ پڑھنے سے منع نہیں فرمایا اور اس نے یہ نہیں فرمایا: ''آپ ان کے لیے استغفار کریں یا نہ کریں، اگر آپ ان کے لیے ستر مرتبہ استغفار کریں گے تو بھی اللہ تعالیٰ انہیں معاف نہیں فرمائے گا'' الآیہ۔ اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ ''ان میں سے اگر کوئی مر جائے تو آپ ہمیشہ کے لیے کبھی ان پر نماز نہ پڑھیں''۔ پس حضور ﷺ نے منافقین کی نماز جنازہ پڑھنے کو ترک کر دیا۔(1)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ یمن کے بنے ہوئے چرمی خیمے کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھے تھے کہ آپ نے اپنے صحابہ سے فرمایا: کیا تم اس بات پر خوش اور راضی نہیں ہو کہ جنتیوں کی ایک چوتھائی تعداد تم پر مشتمل ہو؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ کیوں نہیں؟ (پھر) آپ نے فرمایا: کیا تم اس پر راضی ہو کہ کل جنتیوں کا تیسرا حصہ تم پر مشتمل ہو؟ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ کیوں نہیں؟ آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، مجھے امید ہے کہ کل جنتیوں میں آدھے تم ہو گے۔(2)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں، حضور ﷺ نے مجھے سینے سے لگایا اور دعا کی: اے اللہ تعالیٰ! اس کو کتاب (قرآن) کا علم عطا فرما۔(3)

حضرت ابراہیم التیمی اپنے والد ماجد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ہم حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حاضر تھے کہ ایک آدمی نے کہا: اگر مجھے حضور ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل ہوتا تو میں آپ کی معیت میں قتال کرتا اور اس کے لیے اپنی پوری کوشش کرتا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، تم ہوتے تو ایسا کرتے؟ میں نے دیکھا ہے کہ جنگ احزاب کی رات ہم حضور ﷺ کے ساتھ تھے۔ شدید طوفان اور سخت سردی نے ہمیں آلیا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: کیا کوئی ایسا شخص ہے جو مجھے دشمن کی خبر لا کر دے اور (اس کے اجر کے طور پر) اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن میرا ساتھ نصیب کرے؟ ہم خاموش رہے اور ہم میں سے کسی نے آپ کی بات کا جواب نہ دیا۔ پھر آپ نے فرمایا: کیا کوئی ایسا شخص ہے جو مجھے اس قوم (دشمن) کی خبر لا کر دے اور اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے میری معیت عطا کرے؟ ہم خاموش رہے اور ہم میں سے کسی نے آپ ﷺ کی بات کا جواب نہ دیا۔ پھر آپ نے فرمایا: کیا کوئی آدمی ایسا ہے جو مجھے اس قوم (دشمن) کی خبر لا کر دے اور اللہ

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 862　2۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 983　3۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 1080

تعالیٰ قیامت کے دن، اسے میرا ساتھ عطا کرے؟ ہم خاموش رہے اور ہم میں سے کسی نے آپ کی بات کا جواب نہ دیا۔ پھر آپ نے فرمایا: حذیفہ! اٹھو اور ہمیں اس قوم (دشمن) کی خبر لا کر دو۔ حضور ﷺ نے جب مجھے نام لے کر بلایا تو میرے لیے اٹھے بغیر چارہ نہ تھا۔ آپ نے فرمایا، جاؤ اور میرے پاس دشمن کی خبر لاؤ اور انہیں میرے خلاف مت [illegible] انا۔ جب میں آپ کے پاس سے (جانے کے لیے) مڑا تو میں یہ محسوس کر رہا تھا کہ (گرمی کی و[illegible] سے) حمام میں چل رہا ہوں حتی کہ میں ان (دشمن) کے قریب پہنچ گیا۔ میں نے دیکھا کہ ابوسفیان اپنی پشت کو آگ سے گرمی پہنچا رہا تھا۔ میں نے قوس کے وسط میں تیر رکھا اور اس پر تیر پھینکنے کا ارادہ کیا تو مجھے حضور ﷺ کا فرمان یاد آ گیا: ''انہیں میرے خلاف نہ بھڑکانا''۔ اگر میں تیر پھینکتا تو میرا تیر نشانے پر لگتا۔ میں واپس لوٹا۔ میں یوں محسوس کر رہا تھا جیسے حمام میں چل رہا ہوں۔ جب میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو ان لوگوں کی خبر پہنچائی اور اس کام سے فارغ ہوا تو مجھے سردی لگنے لگی۔ حضور ﷺ نے اس عبا کا فالتو حصہ مجھ پر ڈال دیا جو آپ نے پہن رکھی تھی اور جس میں آپ نماز پڑھا کرتے تھے۔ میں صبح تک سویا رہا۔ جب صبح ہوئی تو حضور ﷺ نے فرمایا: اے بہت سونے والے! اٹھو۔ (1)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک آدمی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: میں بہت مصیبت زدہ ہوں۔ حضور ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات میں سے کسی کے پاس پیغام بھیجا تو انہوں نے عرض کیا: اس ذات کی قسم، جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، میرے پاس پانی کے سوا کچھ نہیں۔ پھر کسی دوسری زوجہ کے پاس پیغام بھیجا تو انہوں نے بھی یہی جواب دیا حتی کہ تمام ازواج مطہرات نے یہی عرض کیا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، میرے پاس پانی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ پھر آپ نے فرمایا: اس شخص کی میزبانی آج رات کون کرے گا؟ اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے۔ ایک انصاری اٹھے اور عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ میں (اس کی میزبانی کروں گا) وہ اسے اپنی قیام گاہ پر لے گئے۔ انہوں نے اپنی بیوی سے پوچھا: کیا تمہارے پاس کچھ ہے؟ اس نے جواب دیا: نہیں، میرے پاس بچوں کے کھانے کے سوا کچھ نہیں۔ انصاری نے فرمایا: بچوں کو کسی طرح بہلا دو اور جب مہمان آئے تو چراغ گل کر دینا اور اس پر یہ ظاہر کرنا کہ ہم کھا رہے ہیں۔ راوی کہتے ہیں: وہ بیٹھے رہے اور مہمان نے کھانا کھایا۔ جب صبح ہوئی تو وہ (انصاری) حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: آج رات تم نے اپنے مہمان کے ساتھ جو سلوک کیا ہے اس پر اللہ تعالیٰ بہت خوش ہوا ہے۔ (2)

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 107 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 184

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بخار میں مبتلا ہو گئے۔ حضور ﷺ ان کی عیادت کے لیے حضرات عبدالرحمن بن عوف، سعد بن ابی وقاص اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کے ساتھ تشریف لائے۔ آپ جب ان کے ہاں داخل ہوئے تو انہیں غشی کی حالت میں پایا۔ آپ نے پوچھا: کیا ان کا انتقال ہو چکا ہے؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: نہیں، یا رسول اللہ! ﷺ۔ حضور ﷺ (فرطِ غم و شفقت سے) رونے لگے۔ لوگوں نے جب حضور ﷺ کو روتے دیکھا تو وہ بھی رونے لگے۔ آپ نے فرمایا: کیا تم سنتے نہیں ہو کہ اللہ تعالیٰ نہ آنکھ کے آنسوؤں سے عذاب دیتا ہے اور نہ دل کے غم کی وجہ سے بلکہ وہ اس (زبان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) کی وجہ سے عذاب دیتا ہے۔ اور یا رحم فرما دیتا ہے۔(1)

حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا: عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ قریش کے نیک لوگوں میں سے ہیں...... الحدیث۔(2)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ہم نے ایک مقام پر پڑاؤ کیا۔ لوگ (حضور ﷺ کے پاس سے) گزرنے لگے۔ (جب کوئی آدمی گزرتا) تو حضور ﷺ فرماتے: ابو ہریرہ! یہ کون ہے؟ میں عرض کرتا: فلاں شخص ہے۔ آپ فرماتے: خدا کا یہ بندہ بہت اچھا ہے۔ پھر آپ (دوسرے شخص کے متعلق) پوچھتے: یہ کون ہے؟ میں عرض کرتا: یہ فلاں شخص ہے۔ آپ فرماتے: خدا کا یہ بندہ اچھا نہیں ہے۔ حتیٰ کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ گزرے۔ آپ نے پوچھا: یہ کون ہے؟ میں نے عرض کیا: یہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ آپ نے فرمایا: خالد بن ولید اللہ تعالیٰ کا بہت اچھا بندہ ہے۔ وہ خدا کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے...... الحدیث۔(3)

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں، حضور ﷺ کی خدمت میں ریشمی کپڑا بطور ہدیہ پیش کیا گیا۔ لوگ اس کپڑے کی نزاکت کو دیکھ کر حیران ہونے لگے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: کیا تم اس کپڑے کو دیکھ کر حیران ہو رہے ہو۔ جنت میں سعد بن معاذ کے رومال اس سے کہیں زیادہ خوبصورت ہوں گے۔(4)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا، اس حال میں کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جنازہ سامنے تھا۔ ان کے انتقال پر (بوجہ سرور) عرشِ رحمن نے جنبش کی ہے۔(5)

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 301 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 325 3۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 225
4۔ ایضاً 5۔ ایضاً

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: اونٹ (کے سودے) والی رات حضور ﷺ نے میرے لیے پچیس مرتبہ دعائے مغفرت فرمائی۔(1)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: کتنے ہی بکھرے بالوں والے، پھٹے پرانے کپڑوں میں ملبوس لوگ ایسے ہیں جن کی کوئی پروا نہیں کرتا لیکن وہ لوگ اگر خدا کی قسم کھا کر کوئی بات کہہ دیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم کو پورا فرما دیتا ہے۔ ان میں سے ایک براء بن مالک ہیں۔(2)

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اے ابو موسیٰ! تمہیں لحن داؤدی میں سے خوبصورت آواز عطا ہوئی ہے۔(3)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: جن (خوش نصیب) لوگوں نے درخت کے نیچے بیعت (بیعت رضوان) کی ہے، ان میں سے کوئی ایک بھی دوزخ میں نہیں جائے گا۔(4)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ہم نے حضور ﷺ کی معیت میں ایک غزوے میں شرکت کی۔ ہمارے ساتھ کچھ بدو بھی تھے۔ ہم پانی تک جلدی پہنچنے کی کوشش کرتے تھے اور بدو ہم سے پہلے پانی تک پہنچ جاتے تھے۔ ایک اعرابی اپنے ساتھیوں سے پہلے پانی پر پہنچ گیا۔ (بدوؤں کا معمول یہ تھا کہ) ایک بدو پانی پر پہلے پہنچ جاتا۔ وہ حوض کو پانی سے بھرتا اور اس کے اردگرد پتھر رکھ دیتا اور پانی کے اوپر چمڑے کا کپڑا رکھ دیتا حتیٰ کہ اس کے ساتھی پہنچ جاتے۔ ایک انصاری اس بدو کے پاس آیا (جس نے پانی روک رکھا تھا۔) اس نے اپنی اونٹنی کی مہار ڈھیلی کی تاکہ وہ پانی پی سکے تو اعرابی نے اس کو پانی پینے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ انصاری نے اس چیز کو کھینچ لیا جس نے پانی روکا ہوا تھا۔ بدو نے ایک لکڑی اٹھائی، اسے انصاری کے سر پر مارا اور اسے زخمی کر دیا۔ وہ عبد اللہ بن ابی راس المنافقین کے پاس گیا اور اسے (ساری) بات بتا دی۔ وہ بدو اس (عبد اللہ) کے ساتھیوں میں سے تھا۔ عبد اللہ بن ابی غصے میں آ گیا اور اس نے کہا: رسول اللہ (ﷺ) کے پاس جو لوگ ہیں ان پر خرچ نہ کرو جب تک کہ وہ ان کے آس پاس سے بکھر نہ جائیں یعنی اعرابی۔ وہ کھانے پر حضور ﷺ کے پاس حاضر ہوتے تھے۔ عبد اللہ بن ابی نے کہا: جب یہ محمد (ﷺ) کے پاس سے ادھر ادھر ہو جائیں تو ان کے پاس کھانا لے کر جانا تاکہ آپ اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں وہ کھانا کھا لیں۔ پھر اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا: اگر ہم واپس لوٹ کر مدینہ گئے تو عزت والے ذلیل لوگوں کو

1۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 225 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 226 3۔ ایضاً 4۔ ایضاً

شہر سے نکال دیں گے۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں حضور ﷺ کے پیچھے سوار تھا۔ میں نے عبداللہ کی بات سن لی اور میں نے اپنے چچا کو اس بات کی اطلاع کر دی۔ وہ (چچا) حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو اس واقعہ کی خبر دی۔ حضور ﷺ نے اس (عبداللہ بن ابی) کو بلا بھیجا۔ اس نے قسم کھا کر اس بات کا انکار کر دیا۔ راوی کہتے ہیں: حضور ﷺ نے اس کو سچا قرار دے دیا اور میری تکذیب فرما دی۔ راوی کہتے ہیں: میرے چچا میرے پاس آئے اور فرمایا: اس بات سے تمہارا ارادہ کیا تھا۔ حضور ﷺ تم پر ناراض ہیں۔ آپ ﷺ نے تمہیں جھوٹا قرار دیا ہے اور مسلمان بھی تمہیں جھوٹا سمجھ رہے ہیں۔ راوی کہتے ہیں: مجھے اتنا دکھ ہوا جتنا کسی کو (کبھی) نہیں ہوا ہوگا۔ راوی کہتے ہیں: اس اثناء میں کہ میں حضور ﷺ کے ساتھ سفر کر رہا تھا، غم سے میں نے اپنا سر جھکا رہا تھا کہ حضور ﷺ میرے پاس تشریف لائے۔ آپ نے میرے کان کو مروڑا اور میرے چہرے کی طرف رخ انور کر کے مسکرا دیے۔ حضور ﷺ کی اس کرم نوازی کے مقابلے میں مجھے ہمیشہ کی دنیوی زندگی بھی گوارا نہیں۔ پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھے آ کر ملے اور پوچھا: حضور ﷺ نے تم سے کیا فرمایا ہے؟ میں نے عرض کیا: آپ نے مجھ سے کچھ نہیں فرمایا، آپ نے محض میرے کان کو (پیار سے) رگڑا ہے اور میری طرف رخ انور کر کے مسکرائے ہیں۔ انہوں نے فرمایا: تمہیں خوش خبری ہو۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھ سے آ کر ملے۔ میں نے ان کو بھی وہی بات بتائی جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بتائی تھی۔ جب صبح ہوئی تو حضور ﷺ نے سورۃ المنافقین تلاوت فرمائی(1)۔ (جس نے عبداللہ بن ابی کے جھوٹ کا پردہ چاک کر دیا)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: حضور ﷺ نے حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رینٹ کو صاف کرنے کا ارادہ فرمایا۔ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ مجھے اجازت دیجئے کہ یہ کام میں کروں۔ آپ نے فرمایا: عائشہ! اس (اسامہ) سے محبت کرو کیونکہ میں اس سے محبت کرتا ہوں۔ (2)

حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں بیٹھا تھا کہ حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور ﷺ کی خدمت میں حاضری کے لیے آئے۔ انہوں نے فرمایا: اسامہ! ہمارے لیے بارگاہ رسالت میں حاضری کی اجازت طلب کرو۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما حاضری کے لیے اجازت طلب کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: تمہیں معلوم ہے وہ کیوں آئے ہیں، میں نے عرض کیا: نہیں، یا رسول اللہ! ﷺ آپ

1۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 165   2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 223

نے فرمایا: مگر مجھے معلوم ہے۔ تم ان کو اندر آنے کی اجازت دے دو۔ وہ حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ ہم آپ سے یہ پوچھنے حاضر ہوئے ہیں کہ اپنے اہل خانہ میں سے آپ کو سب سے زیادہ عزیز کون ہے۔ آپ نے فرمایا: فاطمہ بنت محمد ﷺ۔ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ ہم آپ کے گھر کے متعلق نہیں پوچھ رہے۔ آپ نے فرمایا، پھر میرے اہل خانہ میں سے مجھے سب سے زیادہ عزیز وہ ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے بھی انعام فرمایا ہے اور میں نے بھی انعام فرمایا یعنی اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما۔ انہوں نے عرض کیا، پھر کون (زیادہ عزیز ہے؟) فرمایا: پھر علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ آپ نے اپنے چچا کو سب سے مؤخر کر دیا ہے۔ آپ نے فرمایا: علی ہجرت میں آپ سے سبقت لے گئے ہیں...... الحدیث۔(1)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا میرے ہاتھ میں ریشم کا ایک ٹکڑا ہے۔ میں جنت کے جس حصہ کی طرف اشارہ کرتا ہوں وہ مجھے اڑا کر وہاں لے جاتا ہے۔ میں نے اس (خواب) کا تذکرہ (اپنی ہمشیر ام المومنین) حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کیا۔ انہوں نے اس کا ذکر حضور ﷺ کی خدمت میں کیا تو آپ نے فرمایا: تمہارا بھائی مرد صالح ہے، یا فرمایا: عبداللہ مرد صالح ہے۔(2)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں، حضور ﷺ کا گزر ہوا۔ میری والدہ ماجدہ حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ کی آواز کو سن لیا اور عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ یہ ننھا انس (ہے)۔ راوی کہتے ہیں: سو حضور ﷺ نے میرے لیے تین دعائیں کی۔ ان میں سے دو (کی قبولیت) کو میں نے دنیا میں دیکھ لیا ہے اور مجھے امید (واثق) ہے کہ تیسری دعا کی قبولیت مجھے آخرت کے دن نظر آجائے گی۔(3)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور ﷺ سے روایت کرتی ہیں کہ آپ فرمایا کرتے تھے: تم سے پہلی امتوں میں محدث ہوا کرتے تھے۔ اگر میری امت میں کوئی محدث ہوتا تو عمر بن خطاب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہوتے۔ راوی ابن وہب کہتے ہیں: محدثون سے مراد وہ لوگ ہیں جن پر الہام ہوتا ہے۔(4)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں، ایک عورت نے حضور ﷺ سے گزارش کی: یارسول اللہ! ﷺ میرے لیے اور میرے خاوند کے لیے دعائے رحمت

1۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 223 2۔ ایضاً
3۔ ایضاً 4۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 276

فرمائیے۔ آپ نے دعا کی: اللہ تعالیٰ تجھ پر اور تیرے خاوند پر اپنا فضل و کرم فرمائے۔(1)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا: اے ابوذر! میں دیکھتا ہوں کہ تم کمزور ہو اور میں تمہارے لیے وہی چیز پسند کرتا ہوں جو اپنے لیے پسند کرتا ہوں۔ امارت کو قبول نہ کرنا (خواہ وہ) دو آدمیوں پر امارت ہو اور یتیم کے مال کی ذمہ داری قبول نہ کرنا۔(2)

حضرت یزید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں، ہم حضور ﷺ کی معیت میں نکلے۔ جب آپ (جنت) البقیع میں داخل ہوئے تو آپ کی نظر ایک نئی قبر پر پڑی۔ آپ ﷺ نے اس قبر کے متعلق پوچھا تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا: یہ فلاں عورت کی قبر ہے۔ راوی کہتے ہیں: آپ سمجھ گئے کہ وہ عورت کون سی تھی اور فرمایا: تم نے مجھے اس کی موت کی اطلاع کیوں نہیں دی؟ انہوں نے عرض کیا: آپ روزے سے تھے اور قیلولہ فرمارہے تھے۔ ہم نے آپ کو تکلیف دینا گوارا نہ کیا۔ آپ نے فرمایا: ایسے نہ کیا کرو۔ جب تک میں تمہارے درمیان موجود ہوں، تم میں سے جس کی موت واقع ہو جائے، مجھے اس کی خبر ضرور کیا کرو۔ کیونکہ میری نماز اس (میت) کے لیے رحمت ہے۔ پھر آپ قبر پر تشریف لے گئے۔ ہم نے آپ کے پیچھے صف بندی کی اور آپ نے اس پر چار تکبیریں (نماز جنازہ) پڑھیں۔(3)

حضرت اورع اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک رات میں حضور ﷺ کی چوکیداری کے ارادے سے حاضر ہوا۔ وہاں ایک آدمی (قرآن پڑھ رہا تھا) اور اس کے قرآن پڑھنے کی آواز بہت بلند تھی۔ حضور ﷺ باہر تشریف لائے تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ یہ شخص ریا کار ہے۔ راوی کہتے ہیں: وہ شخص مدینہ طیبہ میں فوت ہو گیا۔ لوگ اس کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہوئے اور اس کی میت کو اٹھایا تو حضور ﷺ نے فرمایا: اس پر نرمی کرو۔ (دعا ہے) اللہ تعالیٰ اس پر نرمی فرمائے۔ یہ شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا تھا۔ راوی کہتے ہیں: اس کی قبر کھودی گئی تو حضور ﷺ نے فرمایا: اس کی قبر کو وسیع کرو۔ اللہ تعالیٰ اس کو فراخی (قبر) عطا فرمائے۔ آپ کے کسی صحابی نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ آپ اس (کی موت پر) بہت غمگین ہوئے ہیں۔ فرمایا: ہاں، یہ خدا اور خدا کے رسول ﷺ سے محبت کرتا تھا۔(4)

کرم نوازیاں

محبت اور وفا کی تمام داستانیں بڑی حسین اور بڑی روح پرور ہوتی ہیں لیکن ساتویں صدی عیسوی

1۔ سنن ابی داؤد، جلد 1، صفحہ 221
2۔ سنن النسائی، جلد 2، صفحہ 134
3۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 110
4۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 112

کے اوائل میں ریگزار عرب پر محبت و وفا کی جس داستان نے جنم لیا تھا، اس کی ہر ادا نرالی ہے۔ عشاق جمال مصطفوی کی جاں نثاریوں کو دیکھو تو ان کی بھی کوئی نظیر نظر نہیں آتی اور ان شہیدان تیر محبت کے آقا کی کرم نوازیوں کو دیکھو تو وہ بھی اپنی مثال آپ ہیں۔ نہ صدیق کی فدا کاریوں کی کوئی انتہا ہے اور نہ ان کے آقا کی طرف سے ان کی فدا کاریوں کا صلہ دینے میں کوئی کسر باقی رکھی جارہی ہے۔ انصار مدینہ نے جس جرأت، ہمت اور للّٰہیت سے آمنہ کے لعل کو گلے لگا کر ساری دنیا کی دشمنی مول لی تھی وہ بھی اپنی مثال آپ ہے اور اس کے مقابلے میں ان کے آقا نے ان پر نوازشوں کی جو برسات برسائی تھی، اس کی بھی کوئی مثال نہیں ہے۔ غلاموں پر آقا کی کرم نوازیوں کی مختلف ادائیں تھیں اور کرم نوازی کی ہر ادا پر وہ دل و جان سے فدا ہو رہے تھے۔ چند مثالیں ملاحظہ فرمائیے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے خطبہ دیا اور ارشاد فرمایا: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو اختیار دیا ہے کہ وہ دنیا یا ان (نعمتوں) میں سے جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں، جس چیز کو چاہے اختیار کرے، تو اس بندے نے ان (نعمتوں) کو اختیار کر لیا ہے جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں۔ (یہ سن کر) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رو دیے۔ میں نے جی میں کہا: یہ بزرگ رو کیوں رہے ہیں؟ (اس میں رونے کی کون سی بات ہے) اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کو اختیار دیا کہ وہ دنیا یا ان (نعمتوں) میں سے جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں، جس چیز کو چاہے اختیار کر لے اور اس نے ان نعمتوں کو اختیار کر لیا ہے جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں۔ (حقیقت میں) وہ بندہ (جس کے متعلق بات ہو رہی تھی) حضور ﷺ (خود) تھے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہم سب سے زیادہ (اس حقیقت کو جاننے والے تھے)۔ (اس پر) حضور ﷺ نے فرمایا: ابوبکر! روؤ نہیں۔ اپنی صحبت اور مال کے لحاظ سے مجھ پر ابوبکر کے احسانات سب لوگوں سے زیادہ ہیں۔ اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو اپنا خلیل (دوست) بناتا تو ابوبکر کو خلیل بناتا لیکن اسلام کی دوستی تمام دوستیوں سے افضل ہے۔ مسجد کی طرف کھلنے والی تمام کھڑکیاں بند کر دو سوائے ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی کھڑکی کے۔ (1)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے، اپنے والدین کو دین (اسلام) کا پیروکار دیکھا ہے اور ہم پر کوئی دن ایسا نہ گزرتا تھا جس میں حضور ﷺ صبح و شام ہمارے ہاں قدم رنجہ نہ فرماتے...... الحدیث۔ (2)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 67 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 68

عنہ کو جنگ خندق میں بازو کی رگ پر زخم آیا تو حضور ﷺ نے ان کی خاطر مسجد میں خیمہ نصب کرایا تا کہ آپ ﷺ قریب سے ان کی تیمارداری کر سکیں...... الحدیث۔(1)

حضرت شعبی سے مروی ہے، فرماتے ہیں، مجھے اس شخص نے یہ حدیث سنائی ہے جو حضور ﷺ کی معیت میں ایک الگ تھلگ قبر کے پاس سے گزرا اور حضور ﷺ نے امامت فرمائی اور لوگوں نے (اس قبر پر) صفیں بنا کر (نماز پڑھی)۔ راوی کہتے ہیں: میں نے شعبی سے پوچھا: اے ابوعمرو! یہ حدیث آپ کو کس نے سنائی ہے؟ انہوں نے فرمایا: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے۔(2)

حضرت ابوقتادہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہوں اور میرا ارادہ نماز کو لمبا کرنے کا ہوتا ہے۔ پھر میں کسی بچے کے رونے کو سنتا ہوں تو نماز کو مختصر کر دیتا ہوں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ (میرے نماز کو لمبا کرنے سے) بچے کی ماں کو تکلیف پہنچے۔(3)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: جنگ احزاب میں مجھے اور عمر بن ابی سلمہ کو عورتوں کے ساتھ رکھا گیا۔ میں نے (اپنے والد ماجد) حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دو تین بار، اپنے گھوڑے پر سوار، بنوقریظہ کی طرف آتے جاتے دیکھا۔ جب میں واپس لوٹا تو عرض کیا: ابا جی! میں نے آپ کو آتے جاتے دیکھا تھا۔ آپ نے فرمایا، بیٹے! کیا تم نے (سچ مچ) مجھے دیکھا تھا؟ میں نے عرض کیا: ہاں۔ انہوں نے فرمایا، حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ کون جا کر میرے پاس بنوقریظہ کی خبر لائے گا، تو میں چلا گیا۔ جب میں واپس لوٹا تو حضور ﷺ نے میرے لیے اپنے ماں باپ دونوں کا ایک ساتھ ذکر کر کے فرمایا: میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں۔(4)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: عرفات سے میں حضور ﷺ کے پیچھے سوار ہوا۔ آپ جب، مزدلفہ سے پہلے، بائیں گھاٹی کے پاس پہنچے تو آپ نے اپنی سواری کو بٹھایا اور قضائے حاجت فرمائی۔ پھر آپ تشریف لائے تو میں نے پانی ڈالا اور آپ نے ہلکا سا وضو فرمایا۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ نماز؟ آپ نے فرمایا: نماز آگے جا کر پڑھنی ہے۔ پھر حضور ﷺ سوار ہوئے حتیٰ کہ مزدلفہ پہنچے اور نماز ادا فرمائی۔ وقوف مزدلفہ سے اگلی صبح حضرت فضل رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کے پیچھے سوار ہوئے...... الحدیث۔(5)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک غزوہ میں، میں حضور

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 66 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 118 3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 120
4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 527 5۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 226

ﷺ کے ساتھ تھا۔ میرے اونٹ نے (سست رفتاری کی وجہ سے) مجھے (لشکر سے) پیچھے چھوڑ دیا اور وہ تھک بھی گیا۔ حضور ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا: جابر! کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ میرا اونٹ تھک گیا ہے اور میں پیچھے رہ گیا ہوں۔ حضور ﷺ (سواری سے) اترے اور اپنی خمدار چھڑی اس (اونٹ) کو چبھونے لگے۔ پھر فرمایا: (اب) سوار ہو جاؤ۔ میں سوار ہوا تو دیکھا کہ مجھے اونٹ کو حضور ﷺ سے آگے نکلنے سے روکنا پڑ رہا تھا۔ آپ نے مجھ سے پوچھا: کیا تم نے شادی کی ہے؟ میں نے عرض کیا: ہاں یارسول اللہ! ﷺ۔ آپ نے فرمایا: کنواری لڑکی سے یا ایسی عورت سے جو پہلے کسی کے نکاح میں رہ چکی ہے؟ میں نے عرض کیا: ایسی عورت سے جس کا پہلے نکاح ہو چکا ہے۔ آپ نے فرمایا: تم نے کسی (کنواری) لڑکی سے شادی کیوں نہیں کی کہ تم اس سے دل لگی کرتے اور وہ تم سے دل لگی کرتی؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ میری (چھوٹی) بہنیں ہیں اس لیے میں نے پسند کیا کہ کسی (بڑی) عورت سے شادی کروں جو ان کی دیکھ بھال کرے، ان کی کنگھی وغیرہ کیا کرے اور ان کے معاملات کا خیال رکھے۔ آپ نے فرمایا: کیا اونٹ بیچو گے؟ میں نے عرض کیا: ہاں، یارسول اللہ! ﷺ۔ حضور ﷺ نے ایک اوقیہ کے عوض مجھ سے اونٹ خرید لیا۔ پھر حضور ﷺ مجھ سے پہلے تشریف لے آئے اور میں صبح کے وقت آیا۔ ہم مسجد میں آئے تو میں نے حضور ﷺ کو مسجد کے دروازے پر پایا۔ آپ نے فرمایا: اب آئے ہو؟ میں نے عرض کیا: ہاں، یارسول اللہ! ﷺ۔ آپ نے فرمایا: اپنے اونٹ کو چھوڑ دو اور مسجد میں جا کر دو رکعتیں پڑھو۔ میں (مسجد میں) داخل ہوا اور دو رکعتیں ادا کیں۔ آپ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ مجھے ایک اوقیہ تول کر دیں۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میرے لیے وزن کیا اور ترازو کا پلڑا جھکا کر وزن کیا۔ میں چل دیا حتی کہ میں جب واپس ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: جابر کو میرے پاس بلا لاؤ۔ میں نے (جی میں) کہا: اب حضور ﷺ مجھے اونٹ واپس کر دیں گے اور اس اونٹ سے زیادہ مجھے کوئی چیز ناپسند نہ تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اپنا اونٹ بھی لے لو اور اس کی قیمت (جو تم وصول کر چکے ہو وہ) بھی تمہاری ہے۔ (1)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک سفر میں ہم حضور ﷺ کے ساتھ تھے۔ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نوجوان اونٹ پر سوار تھا جس کو قابو کرنا مشکل تھا۔ وہ اونٹ مجھ سے بے قابو ہو کر لوگوں سے آگے نکل جاتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کو جھڑکتے تھے اور پیچھے موڑتے تھے۔ وہ پھر آگے نکل جاتا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عالیٰ عنہ اس کو پھر جھڑکتے اور

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 282

پیچھے موڑتے تھے۔ حضور ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: یہ اونٹ میرے ہاتھ بیچ دو۔ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ یہ آپ کا (ہی) ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: تم اسے میرے ہاتھ بیچ دو۔ انہوں نے اونٹ حضور ﷺ کے ہاتھ بیچ دیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اے عبد اللہ بن عمر! یہ اونٹ تمہارا ہے تم اس کو جیسے چاہو استعمال کرو...... الحدیث۔(1)

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں، حضور ﷺ کے پاس کچھ قبائیں آئیں۔ میرے والد ماجد حضرت مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے فرمایا: مجھے حضور ﷺ کی خدمت میں لے چلو شاید آپ ان قباؤں میں سے کوئی قبا ہمیں عطا فرما دیں۔ میرے والد ماجد دروازے پر کھڑے ہوئے اور بات کی تو حضور ﷺ نے ان کی آواز کو پہچان لیا۔ حضور ﷺ باہر تشریف لائے ایک قبا آپ کے ہاتھ میں تھی اور آپ اس کی خوبیاں میرے والد ماجد کو بتا رہے تھے اور فرما رہے تھے: (مخرمہ!) یہ قبا میں نے تمہارے لیے چھپا رکھی تھی۔(2)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: بنو قریظہ اپنے متعلق حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیصلے کو تسلیم کرنے پر رضامند ہوئے۔ حضور ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا بھیجا۔ وہ دراز گوش پر سوار ہو کر تشریف لائے۔ جب وہ مسجد کے قریب پہنچے تو حضور ﷺ نے انصار سے فرمایا: اپنے سردار (کے احترام) کے لیے کھڑے ہو جاؤ...... الحدیث۔(3)

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں (صبح کی) پہلی اذان سے پہلے (مدینہ طیبہ سے) نکلا۔ حضور ﷺ کی اونٹنیاں "ذی قرد" کے مقام پر چرتی تھیں۔ مجھے حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک غلام ملا اور بتایا کہ حضور ﷺ کی اونٹنیاں پکڑ لی گئی ہیں۔ میں نے پوچھا: انہیں کس نے پکڑا ہے؟ اس نے جواب دیا: بنو غطفان نے۔ میں نے تین پکاریں لگائیں اور کہا: لوگو! مدد کو پہنچو۔ راوی کہتے ہیں: میں نے اپنی آواز مدینہ کے دونوں اطراف کے درمیان بسنے والے لوگوں تک پہنچا دی۔ پھر میں اپنے سامنے کی طرف دوڑ پڑا حتیٰ کہ میں نے ان کو جا لیا جب کہ انہوں نے پانی بھرنا شروع کر دیا تھا۔ میں نے ان پر تیر برسانا شروع کر دیے۔ میں ایک (اچھا) تیر انداز تھا۔ (تیر پھینکتے ہوئے) میں یہ بھی کہہ رہا تھا: میں اکوع کا بیٹا ہوں۔ آج ذلیل لوگوں کی ہلاکت کا دن ہے۔ میں (یہ اور دیگر) رجزیہ اشعار پڑھتا رہا اور میں نے اونٹنیاں ان سے آزاد کروا لیں اور تیس چادریں بھی ان سے چھین لیں۔ راوی کہتے ہیں: حضور ﷺ لوگوں کے ساتھ تشریف لائے تو میں نے عرض کیا: یا نبی اللہ! ﷺ میں نے لوگوں کو پانی سے دور رکھا ہے۔ وہ پیاسے ہیں اس

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 284 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 3-362 3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 591

لیے آپ ابھی ابھی ان کی طرف لوگوں کو روانہ فرمائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے اکوع کے بیٹے! تم غالب آ گئے ہو، اب نرمی اختیار کرو۔ راوی کہتے ہیں: پھر ہم مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہوئے۔ حضور ﷺ نے مجھے اپنے پیچھے سوار کر رکھا تھا حتی کہ ہم مدینہ طیبہ میں داخل ہو گئے۔(1)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو (کسی دستے کا) امیر مقرر فرمایا تو لوگوں نے اس کے متعلق کچھ باتیں کیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم اسامہ کے متعلق (مختلف) باتیں کر رہے ہو۔ (یاد رکھو) وہ مجھے سب لوگوں سے زیادہ محبوب ہے۔(2)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ مجھے اٹھاتے اور اپنی ایک ران پر بٹھا لیتے اور حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دوسری ران پر بٹھا لیتے۔ پھر ان دونوں کو ایک دوسرے سے چمٹاتے اور دعا کرتے: اے اللہ تعالیٰ! ان پر رحم فرما کیونکہ میرے دل میں ان کے لیے بڑی شفقت ہے۔(3)

حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں حضور ﷺ کی خدمت میں راتوں کو ٹھہرا کرتا تھا اور آپ ﷺ کو وضو کا پانی اور دیگر ضرورت کی اشیاء پیش کیا کرتا تھا۔ آپ نے (ایک روز) مجھ سے فرمایا: مانگو (جو مانگنا چاہتے ہو) میں نے عرض کیا: میں آپ سے جنت میں آپ کی رفاقت کا سوال کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: کیا اس کے علاوہ کچھ اور مانگتے ہو؟ میں نے عرض کیا: میری التجا یہی ہے۔ آپ نے فرمایا: اپنے متعلق یعنی اپنی آرزو پوری کرنے کے لیے سجدوں کی کثرت سے میری مدد کرنا۔(4)

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک طویل حدیث مروی ہے، جس میں انہوں نے غزوۂ تبوک سے اپنے پیچھے رہ جانے اور پھر اس کوتاہی پر ان کے مبتلائے امتحان ہونے کا ذکر ہے۔ اپنے اس امتحان کے دوران وہ اپنے آقا کی کرم نوازیوں کے اس انداز کو بیان کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

...... میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور سلام عرض کرتا جب کہ آپ نماز کے بعد اپنی جگہ پر تشریف فرما ہوتے۔ میں اپنے جی میں سوچتا کہ آیا آپ ﷺ نے میرے سلام کے جواب میں اپنے ہونٹوں کو جنبش دی ہے یا نہیں۔ پھر میں آپ کے قریب نماز پڑھتا اور کنکھیوں سے آپ کو دیکھنے کی کوشش کرتا۔ جب میں اپنی نماز کی طرف متوجہ ہوتا تو آپ میری طرف دیکھتے اور جب میں آپ کی

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 603
2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 641
3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 888
4۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 193

طرف دیکھتا تو آپ روگردانی فرماتے...... الحدیث۔(1)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک یہودی لڑکا حضور ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا۔ وہ بیمار ہو گیا تو حضور ﷺ اس کی تیمارداری کے لیے تشریف لے گئے۔ آپ نے اس سے فرمایا: اسلام قبول کر تو تو وہ مشرف باسلام ہو گیا...... الحدیث۔(2)

حضرت شداد بن الہاد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں، ایک اعرابی شخص حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ پر ایمان لایا، آپ کی پیروی کی اور پھر کہا: میں آپ کے ساتھ ہجرت کروں گا۔ حضور ﷺ نے اپنے کسی صحابی کو اس کا خیال رکھنے کی تاکید فرمائی۔ جب (مسلمانوں کو) ایک غزوہ پیش آیا تو اس غزوے میں کچھ لونڈی غلام حضور ﷺ کے ہاتھ آئے۔ آپ نے ان کو تقسیم کیا اور اس اعرابی کا حصہ بھی نکالا۔ آپ نے اس کا حصہ اس کے ساتھیوں کو دے دیا۔ وہ ان (ساتھیوں) کے اونٹ چرایا کرتا تھا۔ جب وہ آیا تو انہوں نے اس کا حصہ اس کے حوالے کر دیا۔ اس نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: یہ (مال غنیمت میں) تیرا حصہ ہے جو حضور ﷺ نے تجھے دیا ہے۔ اس نے اس کو (یعنی غلام کو) پکڑا اور اسے لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا: یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ تیرا حصہ ہے جو میں نے تجھے دیا ہے۔ اس نے عرض کیا: میں نے اس مقصد کے لیے آپ کی پیروی اختیار نہیں کی۔ میں نے تو اس لیے آپ کی پیروی اختیار کی کہ مجھے یہاں تیر لگے۔ (یہ کہتے ہوئے اس نے اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا) اور مجھے موت آ جائے اور میں جنت میں داخل ہو جاؤں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم اللہ تعالیٰ سے سچ بول رہے ہو (یعنی خلوص دل سے یہ بات کہہ رہے ہو) تو اللہ تعالیٰ تمہیں سچا ثابت کرے گا۔ تھوڑی دیر بعد وہ دشمن سے جنگ کرنے کے لیے اٹھے۔ اس شخص کو اٹھا کر حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ اس نے جس جگہ کی طرف اشارہ کیا تھا اسے اسی جگہ پر تیر لگا تھا۔ حضور ﷺ نے پوچھا: کیا یہ وہی شخص ہے؟ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض کیا: ہاں، یا رسول اللہ! ﷺ۔ آپ نے فرمایا: اس نے اللہ تعالیٰ سے سچ بولا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو سچا ثابت کر دیا ہے۔ پھر حضور ﷺ نے اس (خوش نصیب) کو اپنے جبے میں کفن دیا۔ پھر اس کی میت کو سامنے رکھا اور اس کی نماز جنازہ پڑھی۔ آپ کی دعا کے جو الفاظ سنائی دے رہے تھے وہ یہ تھے: اے اللہ تعالیٰ! یہ تیرا بندہ ہے۔ یہ تیری راہ میں ہجرت کرتے ہوئے نکلا ہے اور شہید ہو گیا ہے۔ میں اس بات پر گواہ ہوں۔(3)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: اے علی! میں

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 361 2۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 5-844 3۔ سنن النسائی، جلد 1، صفحہ 277

تمہارے لیے اسی چیز کو پسند کرتا ہوں جو اپنے لیے پسند کرتا ہوں اور تمہارے لیے اس چیز کو ناپسند کرتا ہوں جسے اپنے لیے ناپسند کرتا ہوں۔ تم دو سجدوں کے درمیان اس انداز میں نہ بیٹھا کرو کہ سرین زمین پر ہو اور پنڈلیاں کھڑی ہوں۔(1)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ شہدائے احد میں سے دو دو کو ایک کپڑے میں جمع فرماتے، پھر پوچھتے: ان دونوں میں سے کس کو زیادہ قرآن یاد ہے؟ اگر ان میں سے ایک کی طرف اشارہ کیا جاتا تو آپ لحد میں پہلے اس کو رکھتے اور فرماتے: قیامت کے دن میں ان کا گواہ ہوں گا۔ پھر آپ ان کو خون سمیت دفن کرنے کا حکم دیتے، نہ ان پر نماز پڑھتے اور نہ ان کو غسل دیا جاتا۔(2)

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: جنگ احد کے دن حضور ﷺ پر دو زرہیں تھیں۔ آپ نے ایک چٹان پر چڑھنے کا ارادہ کیا لیکن چڑھ نہ سکے۔ آپ نے حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نیچے بٹھایا اور آپ ان کے اوپر کھڑے ہو کر چٹان پر چڑھ گئے۔ راوی کہتے ہیں: میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا: (اپنے اس عمل کے ذریعہ) طلحہ نے اپنے لیے جنت کو واجب کر لیا ہے۔(3)

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں اور میرا بھائی یمن سے آئے۔ ہم کافی عرصہ یہ سمجھتے رہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کے گھرانے کے ایک فرد ہیں۔ کیونکہ ہم دیکھتے تھے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود اور ان کی والدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کثرت سے حضور ﷺ کے پاس حاضر ہوتے تھے۔(4)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: (قبیلہ) ازد والے زمین پر اللہ تعالیٰ کے (دین کے) مددگار ہیں۔ لوگ ان کو نیچا دکھانے کا ارادہ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی رفعتوں کے علاوہ کسی چیز کو قبول نہیں کرتا۔ لوگوں پر ایک وقت آئے گا جب کوئی شخص (بڑی حسرت سے) کہے گا: کاش میرا باپ ازدی ہوتا۔ کاش میری ماں ازدی ہوتی...... الحدیث۔(5)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ہم حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ آپ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا۔ میرے خیال میں وہ شخص قبیلہ بنو قیس میں سے تھا۔ اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ قبیلہ حمیر پر لعنت فرمائیے۔ حضور ﷺ نے اس کی طرف سے

1۔ جامع الترمذی، جلد 1، صفحہ 37 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 123 3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 202
4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 222 5۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 233

رخ انور پھیر لیا۔ پھر وہ ایک اور جانب سے آیا تو حضور ﷺ نے پھر رخ انور پھیر لیا۔ پھر وہ ایک اور جانب سے آیا تو حضور ﷺ نے پھر اپنا رخ انور پھیر لیا۔ (پھر) حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قبیلہ حمیر پر رحم فرمائے۔ ان کی زبانوں پر سلام کے الفاظ ہیں۔ ان کے ہاتھوں میں (اضیاف ومساکین کے لیے) کھانا ہے اور وہ امن وایمان سے متصف ہیں...... الحدیث۔(1)

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: انصار، مزینہ، جہینہ اشجع اور غفار کے قبائل اور قبیلہ بنوعبدالدار سے تعلق رکھنے والے ایک دوسرے کے حمایتی ہیں۔ خدا کے سوا کوئی ان کا مددگار نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ان کے مددگار ہیں۔(2)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ان کے ہاتھ کو پکڑا اور فرمایا: اے معاذ! خدا کی قسم، مجھے تم سے محبت ہے اور فرمایا: معاذ! میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ ہر نماز کے بعد ان الفاظ سے دعا کرنے کو کبھی ترک نہ کرنا، اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِكَ وَ شُکْرِكَ وَ حُسْنِ عِبَادَتِكَ۔ ''اے اللہ تعالیٰ! میری مدد فرما کہ میں تیرا ذکر (کثرت سے) کروں، تیرا شکر کروں اور عمدگی سے تیری عبادت کروں...... الحدیث۔(3)

ایوب بن بشیر بن کعب العدوی قبیلہ بنوعمزہ کے ایک شخص سے روایت کرتے ہیں کہ اس نے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، جبکہ انہیں شام سے روانہ کیا گیا، یہ کہا: میں آپ سے حضور ﷺ کی ایک حدیث پاک کے متعلق پوچھنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے جواب دیا: تو میں تمہیں وہ حدیث سنا دوں گا بشرطیکہ وہ کوئی راز کی بات نہ ہو۔ (وہ شخص کہتا ہے) میں نے عرض کیا: وہ بات راز کی نہیں ہے۔ (میں پوچھنا یہ چاہتا ہوں کہ) کیا حضور ﷺ تم سے مصافحہ کیا کرتے تھے جب تمہاری آپ ﷺ سے ملاقات ہوتی؟ انہوں نے جواب دیا: میں جب بھی آپ سے ملا، آپ نے میرے ساتھ مصافحہ فرمایا۔ اور ایک دن آپ ﷺ نے مجھے بلا بھیجا۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ چارپائی پر تشریف فرما تھے۔ آپ نے مجھے گلے لگالیا۔ آپ کا یہ فعل مجھ پر آپ کی بہت بڑی کرم نوازی تھی۔(4)

حضرت شعبی سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملے۔ آپ نے ان کو گلے لگایا اور ان کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔(5)

حضرت غرفہ بن حارث کندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں حجۃ الوداع میں حضور ﷺ کے ساتھ حاضر تھا۔ حضور ﷺ کی خدمت میں قربانی کے جانور پیش کیے گئے تو آپ نے

1۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 233 2۔ ایضاً 3۔ سنن ابی داؤد، جلد 1، صفحہ 220
4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 361 5۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 362

فرمایا: ابوالحسن (علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو میرے پاس بلا لاؤ۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا گیا۔ آپ نے ان سے فرمایا: تم نیزے کو نچلی طرف سے پکڑو۔ اور حضور ﷺ نے نیزے کو اوپر والی جانب سے پکڑا اور دونوں مل کر جانوروں کو (نحر کرنے کے لیے ان پر) نیزہ مارتے رہے۔ جب فارغ ہوئے تو حضور ﷺ اپنی خچر پر سوار ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شرف ہمرکابی عطا فرمایا۔(1)

ناز برداریاں اور احسان شناسیاں

حضور ﷺ کا وجود مسعود ساری کائنات پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے۔ جن لوگوں پر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کی یہ بارش بلاواسطہ برستی تھی، ان کے مقدر پر جتنا رشک کیا جائے کم ہے۔ صدیق و فاروق، زید و خبیب اور دیگر خوش نصیب، جنہوں نے اپنی زندگی کی ہر شے اشارۂ محبوب پر قربان کرنے کے لیے وقف کر رکھی تھی، وہ اپنی کسی بڑی سے بڑی قربانی کو نہ اپنا کمال سمجھتے تھے اور نہ یہ سمجھتے تھے کہ اس قربانی کے ذریعہ انہوں نے کسی پر احسان کیا ہے، بلکہ وہ راہ وفا میں اٹھنے والے اپنے ہر قدم کو اپنے کریم آقا کا احسان سمجھتے تھے جنہوں نے انہیں وفا کی ان راہوں پر گامزن کیا تھا جن راہوں میں اپنی گردن کٹوانے میں بھی ایک لذت تھی۔ ان خوش نصیب لوگوں کے دلوں میں تو نیاز کے سوا کچھ نہ تھا لیکن ان کے لجپال آقا کی شان لجپالی کے تقاضے کچھ اور تھے۔ جو لوگ خدا کے حبیب ﷺ کی دعوت پر کلمۂ حق کہہ کر اپنی عاقبت سنوار رہے تھے اور ماحول کی ستم ظریفیوں کے باوجود ثابت قدمی سے ان راہوں پر گامزن تھے، خدا کا حبیب ان کی فدا کاریوں کو اپنی ذات پر ان کا احسان گردانتا تھا۔ مقدور بھر انہیں ان کی فدا کاریوں کا صلہ بھی دیتا تھا اور ان فدا کاریوں کی وجہ سے ان کے ناز بھی اٹھاتا تھا۔ آیئے لجپال آقا کی سیرت کے اس پہلو کو بھی ایک نظر دیکھنے کی کوشش کریں:

انصار مدینہ نے حضور ﷺ کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے کلمہ توحید پڑھا۔ حضور ﷺ کو مدینہ طیبہ میں قیام پذیر ہونے کی دعوت دے کر اور ہر حال میں آپ کا ساتھ دینے کا وعدہ کر کے سارے جزیرۂ عرب کی دشمنی مول لی اور پھر دشمنوں سے اپنے آقا کی حفاظت کے لیے فدا کاریوں کے ایسے مظاہر پیش کیے جن کی مثال پیش کرنے سے تاریخ قاصر ہے۔ ان کی یہ فدا کاریاں ان کی اپنی عاقبت سنوارنے کے لیے تھیں لیکن ان کے آقا ﷺ نے ان کی فدا کاریوں کو ہمیشہ اپنی ذات پر ان کا احسان قرار دیا اور ان کو ان فدا کاریوں کا صلہ دینے کے لیے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ منبر پر تشریف لے گئے۔ منبر پر یہ آپ کی آخری نشست تھی۔ آپ نے اپنے کندھوں پر ایک بڑی چادر ڈال رکھی تھی اور

1۔ سنن ابی داؤد، جلد 1، صفحہ 253

کپڑے کے ایک روغن آلود ٹکڑے سے آپ نے اپنے سر مبارک کو باندھ رکھا تھا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی اور پھر فرمایا: لوگو! میرے نزدیک آجاؤ۔ لوگ تیزی سے آپ کی طرف بڑھے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: امابعد، بات یہ ہے کہ انصار کا یہ قبیلہ تعداد میں کم ہوتا جائے گا اور (دوسرے) لوگوں کی تعداد بڑھتی جائے گی۔ امت محمدیہ ﷺ میں سے جو شخص امت کے امور کا نگران بنے یا اس حیثیت میں ہو کہ کسی کو نفع یا نقصان پہنچا سکے تو اسے چاہیے کہ ان (انصار) میں سے جو شخص اچھا کام کرے اس کی اچھائی کو قبول کرے اور ان میں سے جو برائی کرے اس سے درگزر کرے۔ (1)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: فتح مکہ کے دن، جب کہ حضور ﷺ نے قریش کو مال غنیمت میں سے بہت سا مال عطا فرمایا تھا، انصار نے کہا: بڑی عجیب بات ہے، ہماری تلواروں سے قریش کا خون ٹپک رہا ہے اور ہماری غنیمتیں ان کی طرف لوٹائی جارہی ہیں۔ حضور ﷺ تک یہ خبر پہنچی تو آپ نے ان کو بلا بھیجا۔ آپ نے پوچھا: تمہاری طرف سے مجھ تک یہ بات پہنچی ہے، (کیا وہ سچ ہے؟) وہ لوگ جھوٹ نہیں بولا کرتے تھے۔ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ آپ تک جو بات پہنچی ہے وہ سچ ہے۔ آپ نے فرمایا: کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ لوگ غنیمت کا مال لے کر اپنے گھروں کو واپس لوٹیں اور تم خدا کے رسول کو لے کر اپنے گھر کی طرف واپس جاؤ؟ اگر انصار کسی ایک وادی یا گھاٹی میں سفر کریں تو میں (دوسرے تمام لوگوں کو چھوڑ کر) اس وادی اور گھاٹی میں سفر کروں گا جس میں انصار محو سفر ہوں گے۔ (2)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں، حضرت ابو القاسم ﷺ نے فرمایا: اگر انصار کسی ایک وادی یا گھاٹی میں چلیں تو میں (دوسرے تمام لوگوں کو چھوڑ کر) انصار کی وادی یا گھاٹی میں چلوں گا۔ اور اگر ہجرت کا شرف نہ ہوتا تو میں انصار میں سے ہوتا...... الحدیث۔ (3)

حضور ﷺ نے انصار کے حقوق کا خیال رکھنے کی تاکید اس شدت سے کی تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے وصال سے پہلے، آنے والے خلیفہ کو یہ وصیت کرنا ضروری سمجھا:

عمرو بن میمون رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (اپنے بعد آنے والے) خلیفہ کو مہاجرین اولین کے متعلق وصیت کی کہ ان کے حقوق کو تسلیم کیا جائے اور انصار، جنہوں نے حضور ﷺ کی ہجرت سے پہلے اپنے گھروں اور ایمان دونوں کے ساتھ مضبوط تعلق قائم رکھا تھا، ان کے متعلق وصیت فرمائی کہ ان میں سے اچھائی کرنے والوں کی اچھائی کو قبول کرے اور ان میں سے جو برائی کرے، اس سے درگزر کرے۔ (4)

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 127 — 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 533
3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 533 — 4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 725

حضرت عبداللہ بن رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ہم ایک وفد کی شکل میں حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہمارے ساتھ تھے۔ ہر روز ہم میں سے ایک شخص تمام ساتھیوں کا کھانا تیار کیا کرتا تھا۔ اس روز باری میری تھی۔ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا: آج (کھانا پکانے کی) باری میری ہے۔ سب احباب میری قیام گاہ پر آئے۔ کھانا ابھی تیار نہیں ہوا تھا۔ میں نے عرض کیا: اے ابوہریرہ! رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کتنا اچھا ہوا گر آپ ہمیں حضور ﷺ کی احادیث طیبہ سنائیں حتی کہ کھانا تیار ہو جائے۔ آپ نے فرمایا: فتح مکہ کے دن ہم حضور ﷺ کے ساتھ تھے۔ آپ نے لشکر کے دائیں بازو پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بائیں بازو پر حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر مقرر فرمایا۔ پیدل فوج اور بطن وادی پر آپ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر مقرر فرمایا۔ پھر آپ نے فرمایا: ابوہریرہ! انصار کو میرے پاس بلا لاؤ۔ وہ دوڑتے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ آپ نے فرمایا: اے گروہ انصار! کیا قریش کے ان لفنگوں کو تم دیکھ رہے ہو؟ انہوں نے عرض کیا: ہاں، یارسول اللہ! ﷺ آپ نے فرمایا: کل جب ان سے تمہارا آمنا سامنا ہو تو ان کو کاٹ کر رکھ دینا۔ آپ نے اپنے دست مبارک سے کپڑا اٹھایا، اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھا اور فرمایا: اب تم سے کوہ صفا پر ملاقات ہوگی۔ راوی کہتے ہیں: اس روز ان کے سامنے جو آیا انہوں نے اس کو سلا دیا (مار دیا۔) راوی کہتے ہیں، حضور ﷺ کوہ صفا پر تشریف لے گئے۔ انصار آئے اور انہوں نے صفا کے چکر لگائے۔ ابوسفیان آیا اور عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ قریش کا بڑا حصہ ہلاک کر دیا گیا ہے۔ آج کے بعد قریش (کا نام بھی) نہیں رہے گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: جو ابوسفیان کے گھر چلا جائے، اس کے لیے امان ہے۔ جو ہتھیار ڈال دے اس کے لیے بھی امان ہے، جو اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے اس کے بھی امان ہے۔ انصار کہنے لگے: اس شخص (حضور ﷺ) پر اپنے خاندان کی ہمدردی اور اپنے شہر کی رغبت غالب آ گئی ہے۔ حضور ﷺ پر وحی کا نزول ہوا۔ آپ نے فرمایا: اے گروہ انصار! تم نے کہا ہے کہ اس آدمی پر خاندان کی ہمدردی اور اپنے شہر کی رغبت غالب آ گئی ہے۔ سنو، بتاؤ میرا نام کیا ہے؟ آپ نے یہ سوال تین مرتبہ دہرایا۔ پھر فرمایا: میں محمد ہوں، اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اس کا رسول۔ میں نے اپنے رب کی طرف اور تمہاری طرف ہجرت کی ہے۔ میری زندگی بھی تمہارے ساتھ ہے اور میری موت بھی تمہارے ساتھ ہے۔ انہوں نے عرض کیا، یارسول اللہ! ﷺ ہم نے یہ بات محض اس لیے کی ہے کہ خدا اور اس کے رسول ﷺ کے معاملے میں ہم کسی کو اپنی ذات پر ترجیح نہیں دے سکتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ (اس بات میں) تمہاری تصدیق

کرتے ہیں اور تمہیں معذور گردانتے ہیں۔(1)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس جانے کے لیے روانہ ہوئے۔ میں بھی آپ کے ساتھ چل دیا۔ انہوں نے آپ کی خدمت میں ایک برتن پیش کیا جس میں مشروب تھا۔ راوی کہتے ہیں: مجھے معلوم نہیں کہ آپ روزے سے تھے یا آپ کا جی نہیں چاہ رہا تھا (آپ نے مشروب نہیں پیا) حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ پر چیخنے لگیں اور آپ پر غصے کا اظہار کرنے لگیں۔(2)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں، حضور ﷺ اپنی ازواج مطہرات کے علاوہ کسی اور عورت کے پاس تشریف نہیں لے جاتے تھے۔ البتہ آپ حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لے جاتے تھے۔ آپ سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: مجھے ان پر رحم آتا ہے۔ ان کے بھائی میرے ساتھ (جہاد کرتے ہوئے) شہید ہوئے تھے۔(3)

لاکھوں درود اور کروڑوں سلام ہوں اس لجپال رسول پر جس نے اپنی کریمانہ اداؤں سے عرب کے بدوؤں کو اسیر کیا اور ان کو وفا کی ان راہوں پر چلایا کہ ''خیر الامم'' کا تاج صرف انہی کا مقدر ٹھہرا۔

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 4-103 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 291 3۔ ایضاً

خدا کا حبیب ﷺ بحیثیت طبیب

حضور ﷺ کی بعثت کے بے شمار مقاصد میں سے ایک مقصد تزکیۂ قلوب تھا۔ اولادِ آدم نفس و شیطان کے فریب میں آ کر جن ذہنی، روحانی اور قلبی بیماریوں میں مبتلا ہو کر انسانی عظمتوں سے محروم ہو چکی تھی حضور ﷺ ان بیماریوں کے علاج کے لیے تشریف لائے تھے۔ آپ کے پیش نظر، شرک، کفر، حسد، بخل، کینہ پروری، خودغرضی، ظلم، عدوان اور مادے کی محبت جیسی بیماریوں سے دلوں کو پاک کرنے کا عظیم مشن تھا۔

آپ ﷺ نے اپنے اس فریضۂ منصبی کو ادا کیا اور اس شان سے ادا کیا کہ کرۂ ارضی کا سب سے پسماندہ گروہ، آپ کے روحانی علاج سے، تہذیب و شائستگی میں دنیا کا امام بن گیا۔ حضور ﷺ کے اس روحانی علاج سے انسانی معاشرہ جس محیر العقول انقلاب سے آشنا ہوا وہ اب تاریخ کا حصہ بن چکا ہے اور کوئی بڑے سے بڑا مخالف بھی تاریخ کی اس بہت بڑی حقیقت کا انکار کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔

اذہان و قلوب کا علاج تو حضور ﷺ کے فرائض منصبی میں سے بنیادی فریضہ تھا لیکن اس کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ نے اپنے جسمانی امراض میں مبتلا غلاموں کو بھی کسی دوسرے کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑا بلکہ آپ نے جسمانی امراض کے علاج کی ایسی مثالیں قائم فرمائیں کہ آج بڑے سے بڑا طبیب بھی آپ کی معالجانہ شان پر رشک کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔

حضور ﷺ نے جسمانی امراض کا روحانی علاج بھی فرمایا اور مادی علاج بھی۔ آپ کا روحانی علاج تو اپنے دامن میں معجزانہ شان رکھتا ہے اور دورِ حاضر میں علم طب اپنی محیر العقول ترقیوں کے باوجود اس کو سمجھنے تک سے قاصر ہے، لیکن حضور ﷺ نے جسمانی امراض کے محض روحانی علاج پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ آپ ﷺ نے جسمانی امراض کے مادی علاج پر بھی توجہ دی تا کہ آپ کی اس سنت کی پیروی کر کے امت جسمانی امراض کی ہلاکت خیزیوں سے محفوظ رہ سکے۔

حضور ﷺ نے بیماریوں کی علامات اور اسباب کو بیان کیا، علاج کی اہمیت کو اجاگر کیا اور بیماری اور علاج سے متعلق زمانہ جاہلیت کے توہمات کا قلع قمع کیا۔ آپ نے ہر چیز کی اہمیت کو واضح کیا اور بے شمار اشیاء کی طبی خصوصیات سے اپنے غلاموں کو آگاہ فرمایا جن کو عملاً استعمال کر کے انہوں نے طب کے میدان میں وہ ترقی کی جو ان ہی کا حصہ ہے۔

اس باب میں ہم حضور ﷺ کی شان طبابت کی چند جھلکیاں نذرِ قارئین کر رہے ہیں تا کہ دل اس عقیدہ کی تنویرات سے منور ہو سکیں کہ رب کائنات نے اپنے حبیب ﷺ کو جامع کمالات بنا کر بھیجا

تھا۔ جسمانی امراض کے روحانی علاج کی چند مثالیں ملاحظہ فرمائیے:

حضرت یزید بن ابی عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہے: میں نے حضرت سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پنڈلی میں زخم کا ایک نشان دیکھا۔ میں نے پوچھا: اے ابومسلم! یہ زخم کیسا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: یہ زخم وہ ہے جو خیبر کے دن اس (پنڈلی) پر آیا تھا۔ لوگ کہنے لگے: سلمہ زخمی ہو گئے ہیں۔ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور ﷺ نے اس زخم پر تین پھونکیں ماریں۔ اس کے بعد آج تک مجھے اس زخم کی تکلیف نہیں ہوئی۔ (1)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: خیبر کے دن حضور ﷺ نے فرمایا: کل میں جھنڈا اس شخص کو دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا۔ وہ اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اسے محبوب رکھتے ہیں۔ راوی کہتے ہیں: لوگوں نے رات یہ چہ مے گوئیاں کرتے گزاری کہ کل جھنڈا کسے ملے گا۔ صبح ہوئی تو لوگ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ہر ایک یہ آس لگائے بیٹھا تھا کہ جھنڈا اسے عطا ہوگا۔ حضور ﷺ نے پوچھا: علی بن ابی طالب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کہاں ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ ان کو آنکھوں میں تکلیف ہے۔ آپ نے فرمایا: ان کو بلا بھیجو۔ حضور ﷺ نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن ڈالا اور ان کے لیے دعا کی تو وہ شفایاب ہو گئے...... الحدیث۔ (2)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ محلہ بنی سلمہ میں، پیدل، میری بیمار پرسی کے لیے تشریف لائے۔ حضور ﷺ نے مجھے اس حال میں پایا کہ مجھے (بوجہ بے ہوشی) کچھ سمجھ نہ آتا تھا۔ آپ نے پانی منگوایا، اس پانی سے وضو فرمایا اور پھر وہ (آبِ وضو) مجھ پر چھڑک دیا اور مجھے افاقہ ہو گیا۔ الحدیث (3)

حضرت سائب (بن یزید) رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میری خالہ مجھے حضور ﷺ کی خدمت میں لے گئیں اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ میرا بھانجا بیمار ہے۔ حضور ﷺ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور میرے لیے برکت کی دعا کی۔ پھر آپ نے وضو فرمایا اور میں نے آپ کا آبِ وضو نوش کیا...... الحدیث (4)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: حضور ﷺ جب کسی مریض کے پاس تشریف لے جاتے یا کوئی مریض آپ کی خدمت میں پیش کیا جاتا تو آپ ان الفاظ سے دعا

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 605
2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 6-605
3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 658
4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 847

کرتے: اَذْهِبِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ وَاَنْتَ الشَّافِیْ لَا شِفَآءَ اِلَّا شِفَائُکَ شِفَآءً لَّا یُغَادِرُ سَقَمًا...... الحدیث (1) ''تکلیف کو دور فرما دے، اے انسانوں کے رب! اور شفا عطا فرما۔ تو ہی شفاء عطا فرمانے والا ہے۔ کوئی شفا نہیں ہے سوائے اس شفاء کے جو تو عطا فرماتا ہے۔ (اس مریض کو) ایسی شفاء عطا فرما جو مرض (کا نشان بھی) باقی نہ رہنے دے''۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: حضور ﷺ، اپنے اس مرض کے دوران جس میں آپ کا انتقال ہوا، تعوذ والی سورتیں پڑھ کر اپنے جسد انور پر پھونک مارا کرتے تھے۔ جب آپ کا مرض شدید ہوا تو میں وہ سورتیں پڑھ کر آپ کے جسد انور پر پھونک مارا کرتی تھی اور برکت کے لیے آپ کے دست اقدس کو آپ کے جسد انور پر پھیرتی تھی۔ (2)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ کے کچھ صحابہ عرب قبائل میں سے ایک قبیلہ (والوں) کے پاس گئے۔ انہوں نے ان کی مہمان نوازی سے انکار کر دیا۔ اسی اثنا میں اس قبیلے کے سردار کو کسی چیز نے ڈس لیا۔ انہوں نے ان (صحابہ کرام) سے کہا: کیا تمہارے پاس کوئی دوا یا کوئی دم کرنے والا ہے؟ انہوں نے کہا، ہاں، (ہے لیکن) تم نے ہماری ضیافت سے انکار کیا ہے اس لیے ہم دم نہیں کریں گے جب تک تم اس کی اجرت مقرر نہ کرو۔ انہوں نے انہیں بکریوں کا ایک ریوڑ دینے کا وعدہ کیا۔ ایک صحابی سورۂ فاتحہ پڑھ کر اور (منہ میں) تھوک جمع کر کے اس پر لعاب دہن ڈالنے لگے۔ وہ شخص شفایاب ہو گیا اور وہ (مقرر کردہ) بکریاں لے آئے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کہا: ہم حضور ﷺ سے پوچھے بغیر بکریاں نہیں لیں گے۔ انہوں نے حضور ﷺ سے اس کے متعلق پوچھا تو آپ نے تبسم فرمایا اور فرمایا: تمہیں کیسے پتا چلا کہ یہ (سورۂ فاتحہ) دم ہے۔ (یہ بکریاں) لے لو اور ان سے میرا حصہ بھی نکالنا۔ (3)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: حضور ﷺ نے مجھے ارشاد فرمایا: یا حضور ﷺ نے حکم دیا کہ نظر بد کے (دفعیے) کے لیے دم کرایا جائے۔ (4)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے قبیلہ بنو عمرو کو سانپ کے ڈسنے کا دم کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ راوی ابو الزبیر کہتے ہیں: میں نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ فرماتے بھی سنا: ہم حضور ﷺ کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ ہم میں سے ایک شخص کو بچھو نے ڈس لیا۔ ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ (آپ اجازت فرمائیں) تو میں اس کو دم کروں۔ آپ نے جواب دیا: تم میں سے جو شخص اپنے بھائی کو فائدہ پہنچا سکتا ہو، اسے ایسا کرنا

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 847 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 854 3۔ ایضاً 4۔ ایضاً

چاہیے۔(1)

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں خواب دیکھتا کہ میں (شدید بخار سے) کانپ رہا ہوں، البتہ مجھے کپڑے میں لپیٹا نہیں جاتا تھا۔ میری ملاقات حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی تو میں نے اپنی اس کیفیت کا ان سے ذکر کیا۔ انہوں نے فرمایا: میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: اچھا خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے اور برا خواب شیطان کی طرف سے۔ اگر تم میں سے کوئی شخص ایسا برا خواب دیکھے جو اسے ناپسند ہو تو اسے چاہیے کہ اپنی بائیں جانب تھوک دے اور اس برے خواب کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرے۔ اس طرح وہ اسے نقصان نہیں پہنچائے گا۔(2)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک اعرابی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ میں نے خواب دیکھا ہے کہ میرا سر کاٹ دیا گیا ہے اور میں اس کے پیچھے دوڑ رہا ہوں۔ حضور ﷺ نے اس (اعرابی) کو جھڑکا اور فرمایا: خواب کے دوران شیطان تمہارے ساتھ جو مزاح کرتا ہے اسے (لوگوں کے سامنے) بیان نہ کیا کرو۔(3)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے ایک مسلمان کی عیادت فرمائی جو کمزور ہو کر پرندے کے بچے کی طرح ہو گیا تھا۔ حضور ﷺ نے اس سے پوچھا: کیا تم کوئی دعا کرتے رہے ہو یا اپنے رب سے کسی چیز کا سوال کرتے رہے ہو؟ اس نے عرض کیا: ہاں، میں یہ دعا کرتا رہا ہوں: اے اللہ تعالیٰ! تو نے آخرت میں مجھے جو عذاب دینا ہے وہ مجھے اس دنیا میں دے دے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: سبحان اللہ، تم اس کی طاقت و قدرت نہیں رکھتے۔ تم نے یہ دعا کیوں نہیں کی: اے اللہ تعالیٰ! ہمیں دنیا کی بھی بھلائی عطا فرما، آخرت کی بھی بھلائی عطا فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے محفوظ رکھ۔ راوی کہتے ہیں: پھر حضور ﷺ نے اس شخص کے لیے دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے اس کو شفا عطا فرما دی۔(4)

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ وہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت عثمان فرماتے ہیں: اور مجھے تکلیف تھی جو مجھے ہلاک کیے جا رہی تھی۔ راوی کہتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: درد کی جگہ پر سات مرتبہ ہاتھ پھیرو اور یہ کلمات کہو: اَعُوْذُ بِعِزَّةِ اللّٰهِ وَقُدْرَتِهٖ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ ''میں اللہ تعالیٰ کی عزت و قدرت کی پناہ مانگتا ہوں اس (تکلیف) کے

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 223　2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 240

3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 243　4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 343

شر سے جو میں محسوس کر رہا ہوں۔ راوی کہتے ہیں: میں نے (حضور ﷺ کے فرمان پر) عمل کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس تکلیف کو ختم کر دیا جس میں میں مبتلا تھا۔ (اس کے بعد) میں اپنے اہل خانہ اور دوسرے لوگوں کو مسلسل اس (دعا) کی تلقین کرتا رہا ہوں۔ (1)

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ انہیں خوف کے عالم میں یہ کلمات کہنے کی تعلیم فرماتے تھے: اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّۃِ مِنْ غَضَبِہٖ وَمِنْ شَرِّ عِبَادِہٖ وَمِنْ ھَمَزَاتِ الشَّیٰطِیْنِ وَاَنْ یَّحْضُرُوْنِ ''میں اللہ تعالیٰ کے کلمات تامہ کی پناہ مانگتا ہوں اس کے غضب سے، اس کے بندوں کے شر سے، شیطانوں کے وسوسے سے اور اس سے کہ وہ میرے پاس حاضر ہوں''۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے ان بچوں کو یہ کلمات کہنے کی تلقین کرتے تھے جو سن شعور کو پہنچے ہوتے اور جو سن شعور کو نہ پہنچے ہوتے، آپ یہ کلمات لکھ کر ان کے (گلے میں) لٹکا دیتے تھے۔ (2)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: اگر کوئی انسان تکلیف میں مبتلا ہوتا تو حضور ﷺ اپنا لعاب دہن لے کر اس کی طرف اشارہ کرتے، پھر مٹی کی طرف اشارہ کرتے اور (زبان سے) یہ کلمات ادا فرماتے: تُرْبَۃُ اَرْضِنَا بِرِیْقَۃِ بَعْضِنَا یُشْفٰی بِھَا سَقِیْمُنَا بِاِذْنِ رَبِّنَا (3) ''ہماری زمین کی مٹی ہم میں سے کسی کے لعاب دہن کے ساتھ (ملتی ہے) تو اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہمارے مریض شفایاب ہوتے ہیں''۔

حضرت محمد بن یوسف بن ثابت بن قیس بن شماس اپنے والد سے، وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تشریف لائے۔ احمد (راوی) کہتے ہیں: وہ بیمار تھے۔ حضور ﷺ نے یہ دعا کی: اے انسانوں کے رب! ثابت بن قیس بن شماس کی تکلیف دور فرما دے۔ پھر آپ نے وادی بطحان کی مٹی لی۔ پھر اس میں پانی ڈال کر اس پر پھونک ماری اور پانی ان پر انڈیل دیا...... الحدیث۔ (4)

حضرت خارجہ بن الصلت تمیمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ہم حضور ﷺ کے پاس سے آئے تو ہم ایک عرب قبیلے کے پاس گئے۔ وہ کہنے لگے: ہمیں پتا چلا ہے کہ تم اس شخص (حضور ﷺ) کے پاس سے بھلائی کے ساتھ آئے ہو۔ کیا تمہارے پاس کوئی دوائی یا دم ہے کیونکہ ہمارا ایک آدمی مجنون ہے جسے ہم نے باندھ رکھا ہے۔ راوی کہتے ہیں: ہم نے کہا:

1۔ سنن ابی داؤد، جلد 2، صفحہ 187
2۔ ایضاً
3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 8-187
4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 186

ہاں۔ راوی کہتے ہیں: وہ اس مجنون شخص کو باندھ کر لے آئے۔ وہ کہتے ہیں: میں نے اس پر مسلسل تین روز تک صبح وشام سورۂ فاتحہ پڑھی۔ میں اپنی تھوک (منہ میں) جمع کرتا اور پھر اس پر تھوک دیتا۔ راوی کہتے ہیں: انہوں نے مجھے نذرانہ دیا تو میں نے کہا: نہیں، میں حضور ﷺ سے پوچھے بغیر نہیں لوں گا۔ (حضور ﷺ سے پوچھا تو) آپ نے فرمایا: اس کو کھاؤ۔ میرے دین کی قسم، جو باطل دم کے ذریعے کھائے اس کا وبال اس پر ہوتا ہے، تم نے تو سچے دم کے ذریعہ یہ مال حاصل کیا ہے۔ (1)

حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضرت ابولیلیٰ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ سفر کرتے تھے۔ وہ (حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سردیوں میں گرمی کے کپڑے اور گرمیوں میں سردی کے کپڑے پہنا کرتے تھے۔ ہم نے (حضرت ابولیلیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے) عرض کیا: اگر آپ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس (بے موسم کے کپڑے پہننے) کا سبب پوچھیں تو کتنا اچھا ہو۔ ان کے پوچھنے پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا: حضور ﷺ نے خیبر کے دن مجھے بلا بھیجا، اس حال میں کہ میری آنکھیں دکھتی تھیں۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ میری آنکھیں دکھتی ہیں۔ حضور ﷺ نے میری آنکھوں میں اپنا لعاب دہن ڈالا، پھر دعا کی: اے اللہ تعالیٰ! اس سے گرمی اور سردی کو دور فرما دے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اس کے بعد میں نے نہ کبھی گرمی محسوس کی اور نہ کبھی سردی محسوس کی...... الحدیث۔ (2)

حضرت ام جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: میں نے حضور ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے یوم نحر کو بطن وادی سے جمرۂ عقبہ کو کنکریاں ماریں۔ پھر آپ واپس لوٹے تو بنو خثعم میں سے ایک عورت آپ کے پیچھے چل دی۔ اس کے ساتھ ایک بچہ تھا جس کے ساتھ کوئی بلا (جن وغیرہ) تھی اور وہ بولتا نہیں تھا۔ اس عورت نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ یہ میرا بیٹا ہے اور یہی میرے گھر میں باقی بچا ہے، اس کے ساتھ کوئی بلا ہے، یہ بولتا نہیں ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: کچھ پانی لے آؤ پانی پیش کیا گیا۔ حضور ﷺ نے (اس پانی سے) ہاتھ دھوئے اور کلی کی اور پھر وہ پانی اس عورت کو دیا اور فرمایا: اس میں سے کچھ پانی اس کو پلاؤ اور کچھ اس کے اوپر انڈیل دو۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے اس کی صحت یابی کے لیے دعا بھی فرمائی۔ راویہ کہتی ہیں: میں نے اس عورت سے ملاقات کی اور اس سے گزارش کی: مہربانی کر کے مجھے بھی اس پانی میں سے کچھ دے دیں۔ اس عورت نے کہا: یہ پانی اس مبتلائے مصیبت بچے کے لیے ہے۔ راویہ کہتی ہیں: میں اگلے سال پھر اس عورت سے ملی اور اس سے بچے کے بارے میں پوچھا تو اس نے جواب دیا: وہ شفایاب ہو گیا ہے اور خدا نے اس کو ایسی عقل عطا فرمائی ہے

1۔ سنن ابی داؤد، جلد 2، صفحہ 189 2۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 12

کہ وہ عام انسانوں کی عقلوں جیسی نہیں ہے۔(یعنی وہ عام انسانوں سے زیادہ عقلمند ہے) (1)

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: جب حضور ﷺ نے مجھے طائف کا عامل مقرر فرمایا تو نماز میں کوئی چیز میرے درپے ہونے لگی، حتیٰ کہ مجھے پتا ہی نہ چلتا کہ میں کیا پڑھ رہا ہوں۔ میں نے اس صورت حال کو دیکھا تو میں حضور ﷺ کی طرف چل دیا۔ آپ نے پوچھا: تم ابن ابی العاص ہو؟ میں نے عرض کیا: ہاں، یارسول اللہ! ﷺ آپ نے پوچھا: کیسے آئے ہو؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ دوران نماز کوئی شے میرے درپے ہوجاتی ہے اور مجھے پتا ہی نہیں چلتا کہ کیا پڑھ رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا: یہ شیطان ہے۔ میرے نزدیک آؤ۔ میں آپ کے نزدیک ہوا اور اپنے پاؤں کے بل بیٹھ گیا۔ راوی کہتے ہیں: حضور ﷺ نے اپنا دست اقدس میرے سینے پر مارا اور میرے منہ میں لعاب دہن ڈالا اور فرمایا: نکل جا، دشمن خدا۔ آپ نے تین مرتبہ ایسے ہی کہا۔ پھر فرمایا: جاؤ اپنے کام میں مشغول ہو جاؤ۔ عثمان فرماتے ہیں: میرے خیال میں وہ چیز پھر کبھی میرے درپے نہیں ہوئی۔ (2)

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: دو شفاء (کا سبب بننے) والی چیزوں کو لازم پکڑنا۔ ایک شہد اور دوسرا قرآن حکیم۔ (3)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ دوپہر کے وقت آئے۔ میں بھی دوپہر کے وقت آیا، نماز پڑھی اور پھر بیٹھ گیا۔ حضور ﷺ نے میری طرف توجہ فرمائی اور فرمایا: کیا تمہارے پیٹ میں درد ہے؟ میں نے عرض کیا: ہاں، یارسول اللہ! ﷺ۔ آپ نے فرمایا: اٹھو اور نماز پڑھو۔ کیونکہ نماز میں شفا ہے۔ (4)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمام دواؤں سے اچھی دوا قرآن حکیم ہے۔ (5)

حضرت ابو امامہ بن سہل بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس سے گزرے۔ وہ غسل فرما رہے تھے۔ انہوں (عامر) نے کہا: جیسی (ملائم) جلد میں نے آج دیکھی ہے ایسی ملائم کوئی (غیر مستور) یا مستور جلد میں نے نہیں دیکھی۔ ابھی تھوڑا ہی وقت گزرا تھا کہ اس (نظر) کے سبب وہ زمین پر گر گئے۔ انہیں حضور ﷺ کی خدمت میں لایا گیا اور عرض کی گئی۔ سہل کی خبر لیجئے۔ وہ گر پڑے

1۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 252
2۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 253
3۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 246
4۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 247
5۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 250

ہیں۔ حضور ﷺ نے پوچھا: تم کس پر شک کرتے ہو (کہ اس کی ان کو نظر لگ گئی ہے؟) انہوں نے عرض کیا: عامر بن ربیعہ پر۔ آپ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کو قتل کیوں کرتا ہے؟ اگر تم میں سے کسی کو اپنے بھائی کی کوئی ایسی شے نظر آئے جو اسے اچھی لگے تو اسے چاہیے کہ اس (بھائی) کے لیے برکت کی دعا کرے۔ پھر آپ نے پانی منگوایا۔ عامر کو حکم دیا کہ وہ وضو کریں۔ انہوں نے اپنا چہرہ، ہاتھ، کہنیوں سمیت، گھٹنے اور ازار کے اندر والے اعضاء دھوئے۔ آپ نے ان کو حکم دیا کہ وہ پانی ان (سہل) پر انڈیل دیں...... الحدیث۔(1)

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضرت جبریل امین حضور ﷺ کے پاس آئے اور کہا: اے محمد! (ﷺ) کیا آپ کو تکلیف ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ انہوں (جبریل امین) نے پڑھا: بِسْمِ اللهِ اَرْقِيْكَ مِنْ كُلِّ شَيْئٍ يُؤْذِيْكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ اَوْ عَيْنٍ اَوْ حَاسِدٍ اَللهُ يَشْفِيْكَ بِسْمِ اللهِ اَرْقِيْكَ (2) "میں اللہ کے نام سے آپ کو دم کرتا ہوں ہر اس چیز سے جو آپ کو تکلیف دیتی ہے۔ ہر نفس، نظر یا حاسد کے شر سے (آپ کو دم کرتا ہوں) اللہ تعالیٰ آپ کو شفا دے گا۔ میں اللہ تعالیٰ کے نام سے آپ کو دم کرتا ہوں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ انہیں (صحابہ کرام کو) بخار اور ہر قسم کی تکالیف کے لیے سکھایا کرتے تھے کہ وہ یہ کہیں: بِسْمِ اللهِ الْكَبِيْرِ اَعُوْذُ بِاللهِ الْعَظِيْمِ مِنْ شَرِّ كُلِّ عِرْقٍ نَعَّارٍ وَمِنْ شَرِّ حَرِّ النَّارِ...... الحدیث (3) "اللہ بزرگ و برتر کے نام سے شروع کرتا ہوں۔ میں عظمت والے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں ہر ایسی رگ کے شر سے جس سے خون پھوٹ کر نکلتا ہے اور (میں رب کی پناہ مانگتا ہوں) آگ کی گرمی کے شر سے"۔

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: تم میں سے کسی کو بخار ہو جائے تو (یاد رکھو) بخار آگ کا ٹکڑا ہے۔ اس لیے چاہیے کہ مریض اس کو پانی کے ذریعے ٹھنڈا کرے اور چلتے پانی کی نہر میں دیر تک نہائے۔ اسے چاہیے کہ وہ پانی کے بہاؤ کی طرف رخ کرے اور یہ کہے: بِسْمِ اللهِ اَللّٰهُمَّ اشْفِ عَبْدَكَ وَصَدِّقْ رَسُوْلَكَ (4) وہ نماز فجر کے بعد اور طلوع آفتاب سے پہلے یہ عمل کرے اور اس پانی میں تین ڈبکیاں لگائے۔ وہ تین روز یہ عمل کرے۔ اگر تین دن میں شفا یاب نہ ہو تو پانچ دن ایسا کرے۔ اگر پانچ ایام میں شفا یاب نہ ہو تو سات روز ایسا کرے۔ اور اگر سات ایام میں بھی صحت یاب نہ ہو تو نو روز ایسا کرے۔ اور خدا کے حکم سے یہ بخار نو دن سے آگے نہیں بڑھے گا...... الحدیث۔(5)

1۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 250 2۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 251 3۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 29

4۔ اے اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو شفا عطا فرما اور اپنے رسول ﷺ کی تصدیق فرما دی۔ 5۔ جامع الترمذی، جلد 2،

طب نبوی کے جس پہلو کا ہم نے گزشتہ صفحات میں ذکر کیا ہے اس کا تعلق انسانی عقل کی اعجاز آفرینیوں سے نہیں بلکہ وحی والہام اور اس روحانی قوت کے ساتھ ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندوں کو ودیعت فرما دیتا ہے۔ انسانی تاریخ میں انسان ہمیشہ اس طب روحانی سے مستفید ہوتے رہے ہیں اور تاریخ کا کوئی طالب علم اس حقیقت کا انکار نہیں کر سکتا لیکن سائنس کی موجودہ ترقی نے انسانی عقل کو اتنا اہم بنا دیا ہے کہ اب کسی ایسی چیز کو اہمیت نہیں دی جاتی جس کو عقل کے پیمانوں سے ماپنا ممکن نہ ہو۔

حضور ﷺ نے جسمانی امراض کے روحانی علاج کی جو مثالیں چھوڑی تھیں امت مسلمہ ان سے چودہ سو سال تک مستفید ہوتی رہی ہے اور کسی حد تک آج بھی مستفید ہو رہی ہے لیکن بدقسمتی ہے یہ دور عقل کے ارتقاء اور روح کے زوال کا دور ہے اور اس دور میں مادے کی اہمیت بڑھ گئی ہے اور روحانی معاملات ثانوی حیثیت اختیار کر گئے ہیں۔

روحانی طب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مقام بھی بہت بلند ہے۔ آپ مردوں کو باذن اللہ زندہ کرتے رہے ہیں۔ کوڑھ کے مرض کے مریض اور مادرزاد اندھے آپ کے روحانی علاج سے شفا پاتے رہے ہیں لیکن خدا کے حبیب ﷺ کی امتیازی شان یہ ہے کہ آپ نے محض روحانی علاج پر اکتفاء نہیں فرمایا بلکہ آپ نے امراض کے مادی علاج پر بھی توجہ دی۔ آپ اللہ تعالیٰ کے حبیب تھے۔ آپ قیامت تک ساری نسل انسانی بلکہ جملہ مخلوق کے ہادی و راہنما تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ(1) (النساء:113) کی شان عطا فرمائی تھی۔ آپ کے ان بے شمار خداداد علوم میں سے ایک علم اشیاء کی تاثیر کا علم بھی تھا۔ آپ ﷺ نے اپنے اس خداداد علم کو استعمال کرتے ہوئے علم طب کو ایک نیا رنگ عطا کر دیا۔ ذیل میں ہم طب نبوی کے اس پہلو کی چند جھلکیاں نذر قارئین کرنے کا شرف حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

مرض اور علاج کے متعلق فکری راہنمائی

حضور ﷺ نے امراض کے محض روحانی علاج پر اکتفاء نہیں فرمایا بلکہ آپ نے اپنی امت کو مادی علاج کی بھی تاکید فرمائی تا کہ کوئی شخص علاج کو توکل کے خلاف سمجھ کر اس کی افادیت اور اہمیت کا انکار نہ کر سکے۔ حضور ﷺ نے متعدد ایسے توہمات کا قلع قمع بھی فرمایا جن کا شکار ہو کر لوگ مختلف پریشانیوں میں مبتلا ہو جاتے تھے۔ بعض ایسے عوارض جو انسانی عقل کے ادراک سے ماوراء ہیں لیکن ہیں حقیقت، حضور ﷺ نے لوگوں کو ان کی حقیقت سے آگاہ فرمایا اور ان کے برے اثرات سے بچنے کی تدابیر بھی بتا دیں۔ ان حقائق کی چند مثالیں ملاحظہ فرمائیے:

1۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ تمام علوم عطا فرما دیئے جو آپ نہیں جانتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا: نہ مرض کے متعدی ہونے کی کوئی حقیقت ہے۔ نہ صفر (کے بیماریوں اور آزمائشوں کا مہینا ہونے کا خیال صحیح ہے) اور نہ پرندے (سے بدفال لینے) کی کوئی اصل ہے۔ ایک اعرابی نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ کیا وجہ ہے کہ ایک اونٹ ریگستان میں ہرنوں کی طرح (صحیح سلامت) ہوتا ہے اور پھر خارش زدہ اونٹ اس کے ساتھ ملتا ہے اور اسے بھی خارش زدہ کر دیتا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: اس پہلے اونٹ کو بیماری کس نے لگائی تھی؟...... الحدیث۔ (1)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: نہ مرض کے متعدی ہونے کی کوئی حقیقت ہے اور نہ پرندے سے بدفال لینے کی۔ اور نیک فال مجھے اچھی لگتی ہے اور نیک فال عمدہ بات ہوتی ہے۔ (2)

نظر بد سے انسان کی صحت وغیرہ کا متاثر ہونا یا نہ ہونا ایک ایسی چیز ہے جس کو محض عقل کی مدد سے سمجھنا ممکن نہیں ہے۔ اس مسئلے میں ہر زمانے میں لوگ باہم مختلف رہے ہیں۔ دور حاضر عقلیت پسندی کا دور ہے۔ اس دور میں بھی نظر بد کا انکار کرنے والوں کی کمی نہیں ہے۔ اس سلسلے میں حضور ﷺ نے انسانیت کی راہنمائی فرمائی ہے اور نظر کے حق ہونے کا اعلان فرما کر اس کے اثرات سے بچنے کی تدابیر سکھا دی ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: نظر (سے انسان کا متاثر ہونا) حق ہے۔ (3)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: جس کی (کسی کو) نظر لگتی، اس کو حکم دیا جاتا کہ وہ وضو کرے اور پھر اس پانی سے وہ شخص غسل کرتا جس کو نظر بد لگی ہوتی۔ (4)

یہاں یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ جو لوگ نظر کے اثرات کا انکار کرتے ہیں وہ اس تکلیف میں مبتلا لوگوں کی بیماری کی مادی توجیہیں کرتے ہیں اور اکثر ان کی غلط تشخیص مریض کے لیے تباہ کن ثابت ہوتی ہے۔ حضور ﷺ نے اس مسئلہ میں بنی نوع انسان کو صحیح راہنمائی مہیا فرما کر بے شمار پیچیدگیوں سے بچنے کا راستہ ہموار فرما دیا ہے۔

دور جدید میں علم طب نے حیرت انگیز ترقی کی ہے لیکن محسوس یہ ہوتا ہے کہ بیماریاں اس رفتار سے بھی زیادہ رفتار سے بڑھ رہی ہیں جس رفتار سے علم طب ترقی کر رہا ہے۔ ماہرین طب اکثر ایسی بیماریوں کا سراغ لگاتے رہتے ہیں جن کا ماضی میں نام و نشان بھی نہیں ہوتا تھا۔ ان نئی بیماریوں کا علاج

1۔ سنن ابی داؤد، جلد 2، صفحہ 190 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 185 4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 6-185

دریافت کرنے کے لیے بڑا وقت اور سرمایہ درکار ہوتا ہے اور کئی بیماریاں ایسی ہوتی ہیں جو طویل مدت تک لاعلاج بیماریوں کے زمرے میں شمار رہتی ہیں۔ مدنی تاجدار ﷺ نے اس سلسلے میں چودہ سو سال پہلے جو اعلان فرمایا تھا وہ ملاحظہ فرمایئے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے جو بیماری بھی نازل فرمائی اس نے اس کی دوا بھی نازل فرمائی۔(1)

حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں، بدوؤں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ کیا ہم (بیماریوں کا) علاج نہ کیا کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، خدا کے بندو! علاج کیا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کوئی بیماری ایسی نہیں بنائی جس کی اس نے شفا نہ بنائی ہو۔ یا فرمایا: جس کی اس نے دوا نہ بنائی ہو، سوائے ایک بیماری کے۔ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ وہ (ایک) بیماری کون سی ہے؟ فرمایا: بڑھاپا...... الحدیث۔(2)

مذکورہ بالا احادیث طیبہ طب کے میدان میں تحقیق کرنے والوں کے ذوقِ جستجو کے لیے مہمیز کا کام کر رہی ہیں۔ خدا کا حبیب ﷺ اپنی امت کے باہمت افراد کو بتا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کرۂ ارضی پر ہر مرض کی دوا پیدا فرما رکھی ہے۔ کوئی مرض ایسا نہیں جس کی دوا اس زمین پر موجود نہ ہو۔ اب یہ تمہاری ہمت، حوصلے، ثابت قدمی اور محنت و مشقت پر منحصر ہے کہ تم کسی مرض کی دوا تلاش کرنے میں کامیاب ہوتے ہو یا نہیں۔ کاش امت مسلمہ کی صفوں میں ایسے باہمت نوجوان تیار ہو جائیں جو خدا اور رسول ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں سائنسی گتھیاں سلجھانے کے لیے اپنی زندگیاں وقف کر سکیں۔

اس بات میں کسی کو شک و شبہ نہیں ہونا چاہیے کہ ایسے افراد جو جدید سائنسی علوم سے بھی آشنا ہوں اور قرآن و سنت کی تعلیمات پر بھی ان کی گہری نظر ہو، ایسے افراد انسانیت کو ان رفعتوں سے آشنا کر سکتے ہیں جن کے متعلق آج کا ترقی یافتہ انسان سوچ بھی نہیں سکتا۔

پرہیز اور غذا

حفظانِ صحت کی خاطر پرہیز کو علاج سے بھی زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ حضور ﷺ نے جہاں علاج کی اہمیت کو اجاگر کیا ہے وہاں آپ نے پرہیز پر بھی بہت زور دیا ہے۔ آپ نے تاکید فرمائی ہے کہ مریض کو صرف ایسی غذا دی جائے جو اس کے لیے موزوں ہو اور آپ نے ایسی غذاؤں کے استعمال سے سختی سے منع فرمایا ہے جو مضرِ صحت ثابت ہو سکتی ہوں۔

حضرت ام منذر رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: حضور ﷺ میرے ہاں تشریف

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 848 2۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 25

لائے۔ آپ کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔ ہمارے ہاں کچی کھجور کے چند گچھے لٹک رہے تھے۔ حضور ﷺ نے ان گچھوں سے کھجوریں کھانا شروع کر دیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی آپ کے ساتھ وہ کھجوریں کھانا شروع کر دیں۔ حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: اے علی! رک جاؤ۔ رک جاؤ، کیونکہ تم ابھی ابھی مرض سے شفایاب ہوئے ہو۔ راوی کہتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیٹھ گئے اور حضور ﷺ (کھجوریں) تناول فرماتے رہے۔ (حضرت ام منذر رضی اللہ تعالیٰ عنہا) فرماتی ہیں: میں نے ان (معزز مہمانوں) کے لیے چقندر اور جو سے ایک کھانا تیار کیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: علی! تم یہ کھاؤ۔ یہ تمہاری طبیعت کے زیادہ موافق ہے۔ (1)

حضرت عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: اپنے مریضوں کو کھانا کھانے پر مجبور نہ کیا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ (اپنی قدرت سے) انہیں کھلاتا بھی ہے اور پلاتا بھی ہے...... الحدیث۔ (2)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: حضور ﷺ کے اہل خانہ میں سے کسی کو بخار ہو جاتا تو آپ ''حسا'' نامی کھانا تیار کرنے کا حکم دیتے اور پھر ان (مریض) کو حکم دیتے اور وہ اس کھانے کو گھونٹ گھونٹ پیتے۔ اور آپ فرماتے: یہ ''حسا'' دکھیارے کے دل کو تقویت دیتا ہے اور مریض کے دل کا بوجھ کم کرتا ہے، جس طرح تم اپنے چہرے سے پانی کے ذریعے میل کو دور کرتی ہو...... الحدیث۔ (3)

دور حاضر میں انسانی طرز حیات میں تبدیلیوں کی وجہ سے بلڈ پریشر کا مرض بہت بڑھ گیا ہے اور یہ موذی مرض بے شمار انسانوں کے لیے جان لیوا ثابت ہو رہا ہے۔ حضور ﷺ نے اس کے متعلق ارشاد فرمایا:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جو شخص پچھنے لگوانے کا ارادہ رکھتا ہو، وہ مہینے کی سترہ، انیس یا اکیس تاریخ کا انتظار کرے۔ اور ایسا نہ ہو کہ تم میں سے کسی کا خون جوش میں آ کر اسے قتل کر دے۔ (4)

چند امراض اور ان کا علاج

حضور ﷺ نے متعدد امراض کے اسباب اور ان کی علامات کو بیان کر کے ان کا علاج تجویز فرمایا ہے۔ چند مثالیں پیش خدمت ہیں:

1۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 24　　2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 25
3۔ ایضاً　　4۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 249

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور ﷺ سے روایت کرتی ہیں کہ آپ نے فرمایا: بخار (کی حدت) دوزخ کی گرمی میں سے ہے۔ اسے پانی کے ذریعے ٹھنڈا کیا کرو۔ (1)

حضرت فاطمہ حضرت اسماء (بنت ابی بکر) رضی اللہ عنہما سے روایت کرتی ہیں کہ ان کی خدمت میں جب کوئی بخار میں مبتلا، عورت پیش کی جاتی تو آپ پانی منگواتیں اور اسے اس (مریضہ) کے گریبان میں ڈالتیں اور فرماتیں: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس (بخار) کو پانی سے ٹھنڈا کیا کرو کیونکہ یہ دوزخ کی گرمی میں سے ہے۔ (2)

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص بخار میں مبتلا ہو تو (جان لو کہ) بخار جہنم کا ٹکڑا ہے۔ اس (مریض) کو چاہیے کہ پانی کے ذریعہ اس کو ٹھنڈا کرے اور دیر تک چلتے پانی کی نہر سے میں ٹھہرا رہے۔ اسے چاہیے کہ وہ پانی کے بہاؤ کی طرف رخ کرے اور یہ دعا پڑھے: بِسْمِ اللهِ اَللّٰهُمَّ اشْفِ عَبْدَكَ وَصَدِّقْ رَسُوْلَكَ۔ "اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں۔ اے اللہ تعالیٰ! اپنے (اس) بندے کو شفا عطا فرما اور اپنے رسول ﷺ کی تصدیق فرما"۔ وہ (مریض) یہ عمل تین روز تک فجر کی نماز کے بعد اور طلوع آفتاب سے پہلے کرے اور پانی میں تین غوطے لگائے۔ اگر تین ایام میں شفایاب نہ ہو تو پانچ روز یہ عمل کرے۔ اگر پانچ ایام میں شفا یاب نہ ہو تو سات روز یہ عمل کرے۔ اگر سات روز میں صحت یاب نہ ہو تو نو دن یہ عمل کرے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے یہ مرض نو دن سے تجاوز نہیں کرے گا...... الحدیث۔ (3)

اشیاء کے طبی خواص کا بیان

اللہ تعالیٰ نے اپنی بے شمار حکمتوں کے تحت ان گنت بیماریوں کو بھی تخلیق کیا ہے اور اس نے ان بیماریوں کا علاج بھی تخلیق فرمایا ہے۔ خدا کی اس زمین پر ہر طرف بے شمار ایسی چیزیں بکھری پڑی ہیں جو بظاہر بے فائدہ نظر آتی ہیں لیکن درحقیقت ان کو ان کے خالق نے بے شمار خصوصیات سے مالا مال کر رکھا ہے۔ انسان نے مادی ترقی کی جتنی منزلیں طے کی ہیں ان میں اس کا دارومدار خدا کی پیدا کردہ ان اشیاء کے محیر العقول خواص پر رہا ہے۔ علم طب کا کمال بھی یہی ہے کہ اس میدان کے شہسواروں نے تحقیق کے گھوڑے دوڑاتے ہوئے خدا کی پیدا کردہ اشیاء کے خواص کا کھوج لگا کر انہیں انسانیت کو مختلف امراض کی تباہ کاریوں سے بچانے کے لیے استعمال کرنے کے طریقے دریافت کیے ہیں۔

سائنس دان ان علوم کو تحقیق اور تجربے کی مدد سے حاصل کرتا ہے اور خدا کے برگزیدہ رسولوں کو یہ علم بذریعہ الہام و وحی عطا ہوتا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کو کائنات کی تمام اشیاء کے اسماء یعنی خواص کا

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 852　2۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 226　3۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 30

علم عطا ہونے کا ذکر قرآن حکیم نے کیا ہے۔ حضور ﷺ تمام نبیوں اور رسولوں کے سردار ہیں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھی تمام اشیاء کے خواص کا علم عطا فرمایا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ نے کسی حکیم یا طبیب کے سامنے زانوائے تلمذ تہ کیے بغیر بے شمار اشیاء کے طبی خواص کو بیان کیا ہے اور عملاً ان اشیاء کو امراض کے علاج کے لیے استعمال کر کے اپنے اس بیان کی صداقت کی دلیل بھی مہیا فرما دی ہے۔ ذیل میں ہم حضور ﷺ کی طب کے اس پہلو کی چند مثالیں پیش کر رہے ہیں:

عجوہ کھجور اور کھمبی

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جو شخص ہر روز سات عجوہ کھجوروں سے ناشتہ کرے اس کو اس روز نہ تو زہر نقصان پہنچائے گا اور نہ جادو۔(1)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: بے شک مدینہ کے بالائی علاقہ کی عجوہ (کھجور) صبح سویرے (کھانے) میں شفا ہے۔ یا فرمایا: وہ زہر کی دوا ہے۔(2)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: عجوہ (کھجور) جنت میں سے ہے اور اس میں زہر سے شفا (کی خصوصیت) ہے اور کھمبی من (من وسلویٰ) میں سے ہے اور اس کا پانی آنکھوں کے لیے شفا ہے۔(3)

حضرت ابو سعید اور جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: کھمبی من (من وسلویٰ) میں سے ہے اور اس کا پانی آنکھوں کے لیے شفا ہے اور عجوہ جنت سے (لائی گئی) ہے اور یہ جنون کا علاج ہے۔(4)

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں ایک بیماری میں مبتلا ہوا تو حضور ﷺ میری عیادت کے لیے تشریف لائے۔ آپ نے اپنا دست مبارک میری دونوں چھاتیوں کے درمیان رکھا حتی کہ اس کی ٹھنڈک میں نے اپنے دل میں محسوس کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا، تم ایسے شخص ہو جسے دل کا مرض لاحق ہے۔ تم قبیلہ بنو ثقیف کے حارث بن کلدہ کے پاس جاؤ کیونکہ وہ شخص طبابت کا کام کرتا ہے۔ اسے چاہیے کہ مدینہ کی عجوہ کھجور کے سات دانے لے کر انہیں گٹھلیوں سمیت کوٹ لے اور پھر (پانی ملا کر) تمہیں پلا دے۔(5)

قارئین کرام غور فرمائیں کہ اس حدیث طیبہ میں حضور ﷺ اپنے ایک مریض صحابی کو علاج کے

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 819 2۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 181 3۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 28
4۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 246 5۔ سنن ابی داؤد، جلد 2، صفحہ 185

لیے ایک طبیب کے پاس بھیج رہے ہیں اور طبیب کے لیے ہدایات جاری فرما رہے ہیں کہ وہ اس مریض کا علاج اس طریقے سے کرے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ دنیا کے بڑے بڑے ماہر اطباء کے لیے حضور ﷺ کے فرامین طیبہ میں بڑے بڑے طبی نکات مخفی ہیں۔ جو خوش نصیب اطباء اپنے علم طب کو مدنی تاجدار ﷺ کے الہامی علم طب سے مزین کرنے کی کوشش کریں وہ یقیناً اس میدان میں حیرت انگیز ترقیاں کر سکتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: صحابہ کرام میں سے کچھ لوگوں نے کہا: کھمبی زمین پر اسی طرح ہے جیسے جسم پر چیچک کا دانہ ہوتا ہے۔ (اس پر) حضور ﷺ نے فرمایا: (یہ) کھمبی جنت سے (آئی) ہے اور اس کا پانی آنکھوں کے لیے شفا ہے۔ اور عجوہ (بھی) جنت میں سے ہے اور وہ زہر کے لیے شفا ہے۔(1)

اونٹنیوں کا دودھ اور پیشاب

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: قبیلہ عرینہ کے کچھ لوگ مدینہ طیبہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مدینہ کی آب و ہوا انہیں راس نہ آئی۔ حضور ﷺ نے ان سے فرمایا: اگر تم چاہو تو وہاں چلے جاؤ جہاں صدقہ کے اونٹ ہیں اور ان کا دودھ اور پیشاب بطور علاج پیا کرو۔ انہوں نے حضور ﷺ کے اس فرمان پر عمل کیا تو تندرست ہو گئے اور حضور ﷺ کی اونٹنیوں کو لے کر چلے گئے۔ حضور ﷺ کو اطلاع ملی تو آپ نے ان کے پیچھے آدمی بھیجے۔ انہیں حضور ﷺ کے پاس لایا گیا تو آپ نے ان کے ہاتھ پاؤں کٹوا دیے، ان کی آنکھوں میں سلائیاں پھروائیں اور انہیں پتھریلی زمین پر پھنکوا دیا حتیٰ کہ وہ موت سے دوچار ہو گئے۔(2) (اس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے اونٹوں کے چرواہے کو اسی طرح اذیتیں دے کر قتل کیا تھا۔ آپ نے ان سے اس کا قصاص لیا)۔

شہد، پچھنے اور داغ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: اگر تمہاری دواؤں میں سے کسی دوائی میں بھلائی ہوتی یا فرمایا: بھلائی ہے، تو وہ یا تو پچھنے لگانے کے اوزار کی نوک میں ہے، یا شہد کے پینے میں اور یا آگ سے داغنے میں ہے جو بیماری کے موافق ہو۔ (البتہ) میں آگ سے داغنے کو پسند نہیں کرتا۔(3)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک آدمی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: میرے بھائی کو پیٹ میں درد ہے (اس کا علاج تجویز فرمائیے)

1۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 28 2۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 57 3۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 848

آپ نے فرمایا: اس کو شہد پلاؤ۔ وہ شخص دوبارہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو شہد پلاؤ۔ پھر وہ تیسری بار حاضر خدمت ہوا تو آپ نے فرمایا: اس کو شہد پلاؤ۔ پھر وہ شخص حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا: میں نے آپ کے ارشاد پر عمل کیا ہے (لیکن میرا بھائی ٹھیک نہیں ہوا) آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا فرمان سچا ہے اور تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے۔ تم اسے (پھر) شہد پلاؤ۔ اس نے اسے شہد پلایا تو وہ ٹھیک ہو گیا۔(1)

حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہمارے ہاں تشریف لائے۔ ایک شخص کو زخم یا پھوڑے کی تکلیف تھی۔ آپ نے پوچھا: تمہیں کیا تکلیف ہے؟ اس نے جواب دیا: مجھے پھوڑا ہے جس نے مجھے مشقت میں مبتلا کر رکھا ہے۔ آپ (حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہما) نے فرمایا: لڑکے! جاؤ اور حجام کو بلا لاؤ۔ اس (بیمار) نے عرض کیا: اے بندۂ خدا! آپ حجام کو کیا کریں گے؟ آپ نے فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ اس پھوڑے کو نشتر سے چیر دوں۔ اس نے عرض کیا: خدا کی قسم، مجھے مکھیاں تکلیف پہنچائیں گی یا کپڑا میرے اس زخم پر لگے گا اور مجھے تکلیف دے گا۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پچھنے لگوانے کے سلسلہ میں اس کی گھبراہٹ کو دیکھا تو فرمایا: میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: اگر تمہاری دواؤں میں سے کسی دوائی میں بھلائی ہے تو پچھنے کے اوزار کی نوک، شہد کے پینے یا آگ سے داغنے میں ہے۔ حضور ﷺ کا یہ ارشاد بھی ہے: میں داغ لگوانا پسند نہیں کرتا۔ راوی کہتے ہیں: وہ حجام کو بلا لائے۔ اس نے اسے پچھنے لگائے اور وہ صحت یاب ہو گیا۔(2)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور ﷺ سے پچھنے لگوانے کی اجازت طلب کی۔ حضور ﷺ نے ابوطیبہ کو حکم دیا کہ وہ انہیں پچھنے لگائیں۔ راوی کہتے ہیں: میرا گمان ہے کہ روایت کرنے والے نے یہ بھی کہا تھا کہ ابوطیبہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے رضاعی بھائی تھے یا نابالغ بچے تھے۔(3)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں، حضور ﷺ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف ایک طبیب بھیجا جس نے آپ کی ایک رگ کاٹ دی پھر اس کو داغ دیا۔(4)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بازو کی رگ میں تیر لگا۔ حضور ﷺ نے اپنے دست پاک سے ایک چوڑے پھل کے تیر کے ساتھ اس کو داغ دیا۔ وہ زخم سوج گیا تو آپ ﷺ نے اس کو دوبارہ داغا۔(5)

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 848 2۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 225 3۔ ایضاً 4۔ ایضاً 5۔ ایضاً

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ گردن کے اطراف کی پوشیدہ رگوں اور پیٹھ کے بالائی حصہ پر پچھنے لگوایا کرتے تھے۔ اور آپ (مہینے کی) سترہ، انیس اور اکیس تاریخوں کو پچھنے لگوایا کرتے تھے۔(1)

حضرت عباد بن منصور سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ فرماتے سنا: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے تین غلام حجام تھے۔ (ان میں سے) دو سے اجرت پر کام کروایا جاتا تھا اور ایک حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور آپ کے اہل خانہ کو پچھنے لگایا کرتا تھا۔ راوی کہتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: حجام بہت اچھا بندہ ہوتا ہے۔ وہ خون نکال دیتا ہے، پشت کو خشک کر دیتا ہے اور بینائی کو روشن کر دیتا ہے۔ راوی نے فرمایا کہ جب حضور ﷺ کو معراج کرایا گیا تو آپ فرشتوں کی جس جماعت کے پاس سے بھی گزرے انہوں نے آپ سے عرض کیا: پچھنے لگوانے کو اپنے اوپر لازم رکھنا اور فرمایا: پچھنے لگوانے کی سب سے اچھی تاریخیں سترہ، انیس اور اکیس تاریخیں ہیں...... الحدیث۔(2)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جو شخص ہر مہینے تین دن صبح کے وقت شہد چاٹ لیا کرے اسے کوئی بڑی مصیبت (بیماری) پیش نہیں آئے گی۔(3)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ کی خدمت میں شہد بطور ہدیہ پیش کیا گیا۔ آپ نے اسے ہمارے درمیان چمچہ چمچہ تقسیم فرما دیا۔ میں نے اپنے حصے کا چمچہ لے لیا اور پھر عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ کیا میں مزید ایک چمچہ لے سکتا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔(4)

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: تم دو شفا دینے والی چیزوں کو اپنے اوپر لازم کر لو۔ ایک شہد اور دوسری قرآن حکیم۔(5)

حضرت ابو کبشہ انماری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ سر کی چوٹی پر اور کندھوں کے درمیان پچھنے لگوایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے: جو شخص اس خون کو نکلوا لے وہ کسی مرض کا کسی شے سے علاج نہ کرے تو بھی اسے کوئی نقصان نہیں ہوگا۔(6)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جو شخص پچھنے لگوانے کا ارادہ رکھتا ہو، وہ سترہ، انیس یا اکیس تاریخ کا انتظار کرے اور ایسا نہ ہو کہ تم میں سے کسی کا خون جوش میں آئے اور اسے قتل کر دے۔(7)

1۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 26　2۔ ایضاً　3۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 246
4۔ ایضاً، صفحہ 246　5۔ ایضاً، صفحہ 246　6۔ ایضاً، صفحہ 249　7۔ ایضاً

حضرت نافع حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: اے نافع! میرا بلڈ پریشر بڑھ رہا ہے۔ میرے لیے کوئی پچھنے لگانے والا تلاش کرو۔ اور اگر ممکن ہو تو ایسا آدمی تلاش کرنا جو نرمی کرنے والا ہو۔ ایسا آدمی نہ لے آنا جو بہت بوڑھا یا بچہ ہو کیونکہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: نہار منہ پچھنے لگوانا زیادہ اچھا ہے۔ اس میں شفا بھی ہے اور برکت بھی۔ اور یہ عقل اور حافظے میں زیادتی کا سبب بنتا ہے۔ خدا سے برکت کی امید پر جمعرات کے دن پچھنے لگوایا کرو۔ اور بدھ، جمعہ اور ہفتہ اور اتوار کو پچھنے لگوانے کے لیے خاص نہ کرو۔ اور پیر اور منگل کے روز پچھنے لگوایا کرو کیونکہ یہی وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو آزمائش سے نجات عطا فرمائی تھی۔ اور ان کو اللہ تعالیٰ نے بدھ کے روز آزمائش میں مبتلا فرمایا تھا۔ اور کوڑھ اور برص کے امراض یا تو بدھ کے دن یا بدھ کی رات کو ہی ظاہر ہوتے ہیں۔ (1)

حضور ﷺ کی خادمہ حضرت سلمٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: کوئی شخص حضور ﷺ کی خدمت میں سر درد کی شکایت کرتا تو آپ فرماتے: پچھنے لگوالو۔ اور اگر کوئی اپنے پاؤں میں درد کی شکایت کرتا تو آپ فرماتے: ان پر خضاب لگالو۔ (2)

کلونجی

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں کہ انہوں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا: اس کلونجی میں سام کے علاوہ ہر مرض کی شفا ہے۔ میں نے عرض کیا: سام سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: موت۔ (3)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: کوئی بیماری ایسی نہیں ہے جس کی شفا کلونجی میں نہ ہو، سوائے موت کے۔ (4)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا، تم کلونجی (کے استعمال) کو اپنے اوپر لازم کرلو۔ کیونکہ اس میں ہر بیماری کی شفا ہے سوائے سام کے۔ اور سام سے مراد موت ہے۔ (5)

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: مجھ تک یہ روایت پہنچی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کلونجی میں موت کے علاوہ ہر مرض کی شفا ہے۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں: (کلونجی کے استعمال کا طریقہ یہ ہے کہ مریض) کلونجی کے اکیس دانے لے۔ انہیں ایک

1۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 249　2۔ سنن ابی داؤد، جلد 2، صفحہ 184　3۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 849
4۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 227　5۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 25

کپڑے میں ڈال کر پانی میں تر کر لے اور ہر روز اس کو ناک میں ڈالا کرے۔ پہلے روز دائیں نتھنے میں دو قطرے ڈالے اور بائیں نتھنے میں ایک قطرہ ڈالے۔ دوسرے روز بائیں نتھنے میں دو قطرے ڈالے اور دائیں نتھنے میں ایک قطرہ ڈالے۔ تیسرے روز دائیں نتھنے میں دو قطرے ڈالے اور بائیں نتھنے میں ایک قطرہ ڈالے۔(1)

حضرت خالد بن سعد سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ہم (سفر پر) روانہ ہوئے۔ غالب بن جبر بھی ہمارے ساتھ تھے۔ وہ بیمار ہو گئے۔ ہم مدینہ پہنچے تو وہ (ابھی) بیمار ہی تھے۔ ابن عتیق ان کی عیادت کے لیے تشریف لائے تو ہم سے فرمایا: تم اس کلونجی کے استعمال کو اپنے اوپر لازم کر لو۔ تم اس کے پانچ یا سات دانے لو اور ان کو کوٹ لو۔ پھر روغن زیتون ملا کر اس کے قطرے (مریض کی) ناک میں ڈالو۔ (ناک کی) اس جانب بھی اور اس جانب بھی۔ کیونکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انہیں یہ حدیث سنائی تھی کہ انہوں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا: یہ کلونجی ہر مرض کی شفا ہے سوائے سام کے۔ میں نے عرض کیا: سام کیا ہے؟ فرمایا: موت۔(2)

تلبینہ

نوٹ: تلبینہ ایک قسم کھانا ہے جو دودھ اور شہد سے تیار کیا جاتا ہے۔

حضرت عروہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ آپ مریض اور کسی مرنے والے کے غم میں مبتلا اشخاص کے لیے تلبینہ تیار کرنے کا حکم دیتی تھیں اور فرماتی تھیں: میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: تلبینہ مریض کے دل کو راحت پہنچاتا ہے اور کسی حد تک غم کو ختم کرتا ہے۔(3)

حضرت عروہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ آپ تلبینہ استعمال کرنے کا حکم دیتی تھیں اور فرماتی تھیں: یہ ایک ایسی ناگوار چیز ہے جو نفع پہنچانے والی ہے۔(4)

حضرت عروہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ جب کسی شخص کو موت آجاتی اور اس غرض سے عورتیں جمع ہوتیں پھر اس میت کے گھر کی خاص خواتین کے علاوہ دیگر عورتیں منتشر ہو جاتیں تو حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حکم دیتیں اور ایک ہنڈیا میں تلبینہ تیار کیا جاتا، پھر ثرید بنایا جاتا اور آپ اس پر تلبینہ کو انڈیل دیتیں اور فرماتیں: اس کو کھاؤ کیونکہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: تلبینہ مریض کے دل کو راحت پہنچانے والا ہے۔ اور یہ کسی حد تک غم کو بھی ختم

1۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 28
2۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 246
3۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 849
4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 849

کرتا ہے۔(1)

عود ہندی

نوٹ: یہ ایک درخت اور اس کی لکڑی ہے جو بطور علاج استعمال ہوتی ہے۔ اس کو قسط ہندی اور قسط بحری بھی کہتے ہیں۔

حضرت ام قیس بنت محصن رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: تم اس عود ہندی (کے استعمال) کو اپنے اوپر لازم کرلو کیونکہ اس میں سات شفائیں ہیں۔ حلق کے درد کی شکل میں اس کو ناک میں چڑھایا جائے اور نمونیا کی شکل میں حلق کے گوشے سے یہ دوا پلائی جائے...... الحدیث۔(2)

حضرت ام قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: میں اپنے ایک بیٹے کو لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ میں نے بچے کے حلق کے بیمار کوے کو انگلی کے ساتھ اٹھایا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: تم بچوں کے حلق میں انگلیاں کیوں ڈالتی ہو؟ تم عود ہندی کے استعمال کو اپنے اوپر لازم کرلو کیونکہ اس میں سات بیماریوں کی شفا ہے جن میں سے ایک نمونیا ہے۔ گلے کی بیماری کی شکل میں اس کو ناک میں چڑھایا جائے اور نمونیا کی شکل میں اس کو حلق کے کونے سے پلایا جائے۔ راوی کہتے ہیں: میں نے حضرت زہری کو یہ فرماتے سنا: حضور ﷺ نے ہمارے سامنے دو بیماریوں کو بیان فرمایا اور پانچ کو بیان نہیں فرمایا...... الحدیث۔(3)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم نمونیا کا علاج عود ہندی اور روغن زیتون سے کریں...... الحدیث۔(4)

الاثمد (سرمہ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: تم جن طریقوں کو علاج کے طور پر استعمال کرتے ہو ان میں سے بہترین طریقہ دوا کو حلق کے گوشے سے اندر ڈالنا، اسے ناک میں چڑھانا، پچھنے لگوانا اور دست آور دوا کو استعمال کرنا ہے۔ اور تمہارے لیے بہترین سرمہ "اثمد" ہے کیونکہ وہ بینائی کو تیز کرتا ہے اور بال اگاتا ہے۔ راوی کہتے ہیں: حضور ﷺ کے پاس ایک سرمہ دانی تھی۔ آپ سوتے وقت اس سے دونوں آنکھوں میں تین تین سلائیاں ڈالتے تھے۔(5)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: سفید

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 227 2۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 849 3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 851
4۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 29 5۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 26

کپڑے پہنا کرو کیونکہ یہ سب سے اچھا کپڑا ہے اور سفید کپڑوں ہی میں اپنے میتوں کو دفن کیا کرو۔ اور تمہارے سرموں میں سے بہترین سرمہ ''اثمد'' ہے۔ یہ بینائی کو تیز کرتا ہے اور بالوں کو اگاتا ہے۔(1)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جو شخص اپنی آنکھوں میں سرمہ ڈالے، اسے چاہیے کہ ہر آنکھ میں طاق تعداد میں سلائیاں استعمال کرے۔ جس نے ایسا کیا اس نے بہت اچھا کیا اور جس نے ایسا نہ کیا اس پر بھی کوئی حرج نہیں ہے۔(2)

خضاب اور مہندی

حضور ﷺ کی خادمہ سلمیٰ ام رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: حضور ﷺ کے جسد انور پر کوئی پھنسی ظاہر ہوتی یا کانٹا چبھتا تو آپ اس پر مہندی لگایا کرتے تھے۔(3)

حضرت علی بن عبید اللہ اپنی دادی (سلمیٰ) سے جو حضور ﷺ کی خدمت کیا کرتی تھیں، روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: حضور ﷺ کے جسد انور پر کوئی پھنسی ظاہر ہوتی یا پتھر یا کانٹے وغیرہ سے کوئی زخم آتا تو آپ مجھے اس پر مہندی لگانے کا حکم دیتے تھے۔(4)

حضور ﷺ کی خادمہ حضرت سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں، اگر کوئی شخص حضور ﷺ کی خدمت میں دردِ سر کی شکایت کرتا تو آپ اسے پچھنے لگوانے کا حکم دیتے اور اگر کوئی پاؤں میں درد کی شکایت کرتا تو آپ اسے خضاب لگانے کا حکم دیتے تھے۔(5)

سنا (مکی)

نوٹ: یہ ایک قسم کا پودا ہے جس کے پتے اور پھل دوا کے طور پر استعمال ہوتے ہیں۔

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے ان سے پوچھا: تم کون سی دست آور دوا استعمال کرتی ہو؟ انہوں نے عرض کیا: بشرم (چنے کی مثل ایک دانہ جو دست آور دوا کے طور پر استعمال ہوتا ہے) آپ نے فرمایا: یہ تو بہت گرم ہے۔ وہ فرماتی ہیں: پھر میں نے سنا کو دست آور دوا کے طور پر استعمال کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا: اگر کسی چیز میں موت کی شفا ہوتی تو وہ چیز سنا ہوتی۔(6)

حضرت ابو ابی بن ام حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہما جن کو حضور ﷺ کی معیت میں دونوں قبلوں کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کا شرف حاصل ہے، سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا: تم سنا اور زیرے کے استعمال کو اپنے اوپر لازم کر لو کیونکہ اس میں سام کے علاوہ ہر بیماری

1۔ سنن ابی داؤد، جلد 2، صفحہ 185 — 2۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 250 — 3۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 250
4۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 26 — 5۔ سنن ابی داؤد، جلد 2، صفحہ 184 — 6۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 29

کی شفا ہے۔ عرض کیا گیا: یارسول اللہ! ﷺ سام سے مراد کیا ہے؟ فرمایا: موت۔ عمرو (راوی) کہتے ہیں کہ ابن ابی عبلہ کے نزدیک سنوت سے مراد سوئے کا ساگ ہے اور کچھ دیگر (اہل لغت) کہتے ہیں کہ اس سے مراد وہ شہد ہے جس کو گھی کی کپی میں رکھا گیا ہو...... الحدیث۔(1)

رماد (راکھ)

حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: جب حضور ﷺ کے سر اقدس پر خود ٹوٹ گیا، آپ کا چہرۂ انور خون آلود ہوا اور آپ کا سامنے کا دانت ٹوٹ گیا اس وقت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی ڈھال میں پانی ڈال کر لاتے رہے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تشریف لائیں اور آپ ﷺ کے چہرۂ انور سے خون دھونے لگیں۔ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دیکھا کہ پانی کے استعمال سے خون میں اضافہ ہو رہا ہے تو آپ نے ایک چٹائی لی، اسے جلایا اور اس (کی راکھ) کو حضور ﷺ کے زخم پر لگا دیا۔ اس طرح خون رک گیا۔(2)

سات مشکوں کا پانی

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور ﷺ کے آخری مرض کا حال بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ...... حضور ﷺ نے ان کے گھر میں داخل ہونے کے بعد فرمایا، جب کہ آپ کے درد میں شدید اضافہ ہو گیا تھا، مجھ پر ایسی سات مشکوں کا پانی انڈیلو جن کے منہ کھولے نہ گئے ہوں تاکہ میں لوگوں کو کچھ وصیت کر سکوں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: ہم نے آپ کو ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ایک لگن میں بٹھایا اور آپ پر ان مشکوں کا پانی انڈیلنے لگیں۔ حتیٰ کہ آپ نے ہمیں اشارے سے بتانا شروع کر دیا کہ تم نے اپنا کام کر دیا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: پھر حضور ﷺ لوگوں کی طرف تشریف لے گئے۔ انہیں نماز پڑھائی اور خطبہ ارشاد فرمایا۔(3)

ورس اور زیتون کا تیل

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے نمونیا کا علاج ورس، عود ہندی اور زیتون کے تیل سے کرنے کی تعریف کی۔ ان چیزوں کو منہ کے ایک گوشے سے اندر ڈالا جائے۔(4)

1۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 247
2۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 852
3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 851
4۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 248

صحرائی بھیڑ کی دم

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: دردِ عرق النساء کا علاج صحرائی بھیڑ کی دم میں ہے۔ اسے پگھلایا جائے پھر اس کے تین حصے کیے جائیں اور ہر روز نہار منہ ایک حصہ پی لیا جائے۔ (1)

ممنوع علاج

طب کے عام ماہرین کے پیشِ نظر صرف مرض کا ازالہ ہوتا ہے اور اس مرض کے ازالے کے لیے وہ جس چیز سے بھی استفادہ کر سکتے ہوں، اس سے استفادہ کرنے میں ان کے راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی۔ حلال اور حرام کی قید بھی اطباء کے نزدیک کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔ دورِ حاضر میں جو دوائیاں استعمال ہو رہی ہیں ان میں نشہ آور اشیاء کا استعمال کثرت سے ہوتا ہے۔ ڈاکٹر حضرات خود اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں کہ جو دوائیاں مختلف امراض کے علاج کے لیے استعمال ہوتی ہیں ان کے منفی اثرات بھی ہوتے ہیں اور دوائیوں کے استعمال سے جہاں ایک مرض سے مریض کی جان چھوٹتی ہے وہاں اسے متعدد دیگر امراض کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

مریض کو دوائی دیتے وقت انسان کے اخلاق یا اس کی روحانیت پر اس کے منفی اثرات کا خیال علمِ طب کے موضوع سے ہی خارج ہے۔ لیکن خدا کے حبیب ﷺ نے جس طب کو متعارف کرایا ہے، اس میں ان میں سے کسی پہلو کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاتا۔ اس میں شک نہیں کہ حضور ﷺ نے حالتِ اضطرار میں اس قسم کی دوائیوں کو بھی استعمال کرنے کی اجازت دی ہے جن کا انسانی اخلاق اور روحانیت پر منفی اثرات پڑنے کا اندیشہ ہوتا ہے لیکن عام حالات میں حضور ﷺ نے اس قسم کی دوائیوں کے استعمال کی حوصلہ شکنی فرمائی ہے۔

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے بیماری کو بھی نازل فرمایا ہے اور دوا کو بھی۔ اس نے ہر بیماری کی ایک دوا پیدا فرمائی ہے۔ اس لیے تم علاج کیا کرو لیکن حرام چیز سے علاج نہ کرو۔ (2)

یہ حدیث پاک علمِ طب کے ماہرین کے ذوقِ جستجو کو مہمیز لگا رہی ہے۔ حضور ﷺ فرما رہے ہیں کہ بیماری نازل کرنے والے خدا نے اس بیماری کی ایک دوا بھی نازل فرمائی ہے۔ یقیناً جو دوا ربِ قدوس نے نازل فرمائی ہے وہ دوا ایسی نہیں ہو سکتی کہ جس کے استعمال کو اس نے اپنے بندوں پر حرام قرار دیا ہے۔ حدیث پاک بتا رہی ہے کہ ہر مرض کی ایسی دوا خدا کی اس زمین پر موجود ہے جس کا استعمال اس

1۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 247
2۔ سنن ابن داؤد، جلد 2، صفحہ 185

کے خالق کی نگاہ میں پسندیدہ ہے۔ ہاں، اس دوا کی تلاش اور اس کے استعمال کے طریقوں کا کھوج لگانے کو اس نے اپنے بندوں کی ہمت اور ذوق جستجو پر چھوڑ دیا ہے۔ اگر وہ ایسی دوا کی تلاش میں تحقیق کے گھوڑے دوڑائیں تو یقیناً اپنے مقصد کو پالیں گے۔

حضرت عبدالرحمن بن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک طبیب نے حضور ﷺ سے مینڈک کو دوائی میں استعمال کرنے کے متعلق استفسار کیا تو حضور ﷺ نے اسے مینڈک کو قتل کرنے سے منع کر دیا۔(1)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے نجس دوا یعنی زہر کو استعمال کرنے سے منع فرمایا ہے۔(2)

حضرت وائل حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضرت طارق بن سوید الجعفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ﷺ سے شراب کے متعلق پوچھا۔ آپ نے اسے منع کر دیا یا ان کے شراب بنانے کو ناپسند فرمایا۔ انہوں نے عرض کیا کہ انہوں نے اس کو دوا کے لیے بنایا ہے، تو حضور ﷺ نے فرمایا: یہ (شراب) دوا نہیں ہے بلکہ یہ تو بیماری ہے۔(3)

1۔ سنن ابن داؤد، جلد 2، صفحہ 185 2۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 25 3۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 163

بے مثل بشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

قومیں اور ملتیں جب انحطاط کا شکار ہوتی ہیں تو فضول مباحث میں وقت ضائع کرنا ان کی ملی زندگی کا خاصا بن جاتا ہے۔ اسی صورت حال سے آج ملت اسلامیہ دو چار ہے۔ آج اسی قسم کے مباحث میں مسلمان اپنا وقت، سرمایہ، سکون اور اتحاد سب کچھ برباد کر رہے ہیں۔ اور بد قسمتی سے ہم نے ان مباحث اور جنگ وجدل کا موضوع اسی ہستی کو بنا رکھا ہے جس نے صحرائے عرب کے متحارب بدوؤں کو ایک دین کی لڑی میں پرو کر ایک ایسی قوت بنایا تھا جس کے سامنے دنیا کی کوئی طاقت نہیں ٹھہر سکی تھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور اور بشر ہونے کا مسئلہ بھی انہی مسائل میں سے ہے جن کو بلا وجہ ہوا دے کر ہم نے اپنی ملت کا اتحاد اور سکون برباد کر رکھا ہے۔ اس بحث میں ہم نے قرآنی آیات کی بھی من مانی تاویلیں کی ہیں اور عام کم پڑھے لکھے مسلمانوں کو ایسے مخمصے میں ڈال دیا ہے کہ وہ صحیح اور غلط میں تمیز کرنے کے قابل ہی نہیں رہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بشر ہیں۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس پر قرآن اور سنت شاہد ہیں اور اس حقیقت کا انکار کفر ہے۔ اسی طرح یہ بھی حقیقت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سید البشر ہیں، بے مثل بشر ہیں۔ آپ بشریت کی زینت ہیں۔ آپ بشر ہو کر بھی نورانی مخلوقات کے آقا اور رسول ہیں۔ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشریت کا انکار کفر ہے اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشریت کو اس سطح پر لے آنا جس سطح کے بشر ہم خود ہیں، یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمتوں، رفعتوں اور کمالات کا انکار ہے اور یقیناً یہ بھی رب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گوارا نہیں ہے۔

قرآن حکیم نے: قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ (1) (مائدہ:15) فرما کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نور فرمایا ہے۔ ہمارا اس بیان قرآن کے حق ہونے پر پکا ایمان ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ (2) فرما کر اپنے نور ہونے کا ذکر فرمایا۔ ہم اس بیان رسول پر بھی سچے دل سے ایمان رکھتے ہیں۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نور ماننے سے نہ تو آپ کی بشریت کا انکار ہوتا ہے اور نہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمالات کا انحصار آپ کے نور ہونے پر ہے۔

ہمارا موقف یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بشر ہیں لیکن ہماری بشریت میں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشریت میں زمین و آسمان سے بھی زیادہ کا فرق ہے۔ آپ سید البشر ہیں۔ آپ بے مثل بشر ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بشر

1۔ تحقیق آ گیا ہے تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور اور روشن کتاب۔

2۔ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا فرمایا۔

ماننے پر ہمارا کسی کے ساتھ کوئی اختلاف نہیں ہے لیکن جو لوگ حضور ﷺ کی بشریت کو اس سطح پر لانے کی کوشش کرتے ہیں جس سطح کے بشر وہ خود ہیں، ان کے اس موقف کے ساتھ ہم اتفاق نہیں کر سکتے۔

ہم حضور ﷺ کے، بے مثل بشر ہونے پر صحاح ستہ کی متعدد احادیث پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ شاید کہ ان کے مطالعہ سے قارئین کے دلوں پر عظمت رسول کے نقوش ثبت ہو سکیں۔

حضور ﷺ کا فرمان کہ میں تم جیسا نہیں ہوں / صحابہ کرام کا عقیدہ کہ آپ ہم جیسے نہیں ہیں

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے صوم وصال (1) رکھا۔ لوگوں نے بھی (آپ کی اقتداء میں) وصال کے روزے رکھے تو وہ ان کے لیے مشقت کا باعث بن گئے۔ آپ ﷺ نے ان کو صوم وصال سے منع کر دیا۔ لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ آپ تو صوم وصال رکھتے ہیں؟ فرمایا: میں تمہاری طرح نہیں ہوں۔ مجھے تو مسلسل کھلایا اور پلایا جاتا ہے۔ (2)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے صوم وصال سے منع فرمایا۔ مسلمانوں میں سے ایک نے آپ کی خدمت میں عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ آپ تو صوم وصال رکھتے ہیں؟ فرمایا: تم میں سے کون ہے جو میری مثل ہو؟ میں تو اس حال میں رات گزارتا ہوں کہ میرا رب مجھے کھلاتا بھی ہے اور پلاتا بھی ہے۔ جب لوگوں نے صوم وصال سے باز آنے میں پس و پیش کی تو حضور ﷺ نے ان کے ساتھ ایک دن وصال کا روزہ رکھا۔ پھر ایک دن اور صوم وصال رکھا۔ پھر انہیں (شوال کا) چاند نظر آ گیا۔ فرمایا: اگر رؤیت ہلال میں تاخیر ہو جاتی تو میں تمہارے ساتھ مزید صوم وصال رکھتا۔ گویا آپ نے یہ رویہ اس لیے اپنایا کہ صوم وصال کی مشقت سے وہ عبرت حاصل کریں کیونکہ انہوں نے صوم وصال سے باز آنے میں پس و پیش کی تھی۔ (3)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ ایک آدمی حضور ﷺ کی خدمت میں مسئلہ پوچھنے کی غرض سے حاضر ہوا۔ وہ دروازے کی اوٹ سے گفتگو سن رہی تھیں۔ اس شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ (فجر کی) نماز کا وقت ہو جاتا ہے اور میں حالت جنابت میں ہوتا ہوں اور روزہ رکھ لیتا ہوں (کیا یہ صحیح ہے؟) حضور ﷺ نے فرمایا: (میرے ساتھ بھی یہ صورت حال پیش آتی ہے کہ) نماز کا وقت آ جاتا ہے اور میں حالت جنابت میں ہوتا ہوں اور روزہ رکھ لیتا ہوں۔ اس شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ آپ ہماری مثل نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کے (صدقے آپ کی امت کے) اگلے اور پچھلے تمام ذنوب کو معاف فرما دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں امید رکھتا ہوں

1۔ ایک روزے کی بعد رات کو کچھ کھائے بغیر اگلے دن کو بھی روزہ رکھنے کو صوم وصال کہا جاتا ہے۔

2۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 257 3۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 263

کہ میں تم سب سے زیادہ خدا سے ڈرنے والا ہوں اور تم سب سے زیادہ ان چیزوں کو جاننے والا ہوں جن سے ڈرنا ضروری ہے۔(1)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں: مجھے یہ حدیث سنائی گئی کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ آدمی بیٹھ کر نماز ادا کرے تو اس کی نماز نصف نماز کے برابر ہوتی ہے۔ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کو بیٹھ کر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ میں نے (حیرت سے) اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھ دیا۔ آپ نے فرمایا: عبداللہ بن عمرو! تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ مجھ تک یہ حدیث پہنچی ہے کہ آپ کا ارشاد ہے کہ آدمی بیٹھ کر نماز پڑھے تو اس کی نماز نصف نماز کے برابر ہوتی ہے، جب کہ آپ بیٹھ کر نماز ادا فرما رہے ہیں۔ فرمایا: ہاں، یہ ٹھیک ہے لیکن میں تم میں سے کسی کی مثل نہیں ہوں۔(2)

خواب میں حضور ﷺ کا دیدار بے مثل ہے

خواب کی حالت میں انسان جو کچھ دیکھتا ہے اس کی تعبیر کی ضرورت ہوتی ہے لیکن حضور ﷺ کے بے مثل بشر ہونے کا ایک خوبصورت انداز یہ ہے کہ جو خوش نصیب عالم خواب میں آپ ﷺ کی زیارت کرے، اسے اپنے اس خواب کی تعبیر معلوم کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی، اس نے حقیقت میں اپنے آقا و مولیٰ ﷺ کی زیارت ہی کا شرف حاصل کیا ہوتا ہے۔ کیونکہ شیطان کو، حضور ﷺ کی شکل اختیار کر کے، کسی کے سامنے آنے کی جرأت نہیں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: میرے نام پر نام تو رکھو لیکن میری کنیت کو بطور کنیت استعمال نہ کرو۔ اور جس نے مجھے خواب میں دیکھا ہے اس نے یقیناً میری ہی زیارت کا شرف حاصل کیا ہے کیونکہ شیطان میری شکل اختیار نہیں کر سکتا۔ اور جس نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ بولا وہ اپنا ٹھکانا دوزخ کو بنانے کے لیے تیار ہو جائے۔(3)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا: جس نے خواب کی حالت میں مجھے دیکھا وہ حالت بیداری میں بھی میرے دیدار کا شرف حاصل کرے گا۔ اور شیطان میری شکل اختیار نہیں کر سکتا۔(4)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا: جس نے مجھے خواب میں دیکھا وہ عالم بیداری میں بھی میری زیارت کرے گا۔ یا فرمایا: گویا اس نے

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 354
2۔ جامع الترمذی، جلد 1، صفحہ 144
4۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 21
4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 1035

مجھے حالت بیداری میں دیکھا ہے۔ راوی ابوسلمہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: حضور ﷺ کا ارشاد ہے: جس نے مجھے دیکھا اس نے حق دیکھا ہے۔(1)

حضور ﷺ کی بے مثل شانیں

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ بازار میں تھے کہ کسی آدمی نے پکارا: اے ابوالقاسم! حضور ﷺ اس کی طرف متوجہ ہوئے تو اس نے عرض کیا: میں نے تو اس شخص کو پکارا ہے۔ (اس پر) حضور ﷺ نے فرمایا: میرے نام پر نام تو رکھو لیکن میری کنیت اختیار نہ کرو۔(2)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ہم میں سے ایک شخص کے ہاں بچہ پیدا ہوا۔ اس نے اس کا نام محمد رکھا۔ اس کی قوم کے لوگوں نے اس سے کہا: ہم تمہیں حضور ﷺ کے نام پر نام رکھنے کی اجازت نہیں دیں گے۔ اس نے اپنے بیٹے کو اپنی پشت پر اٹھایا اور اسے لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ میرے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے اور میں نے اس کا نام محمد رکھا ہے۔ میری قوم مجھ سے کہتی ہے کہ ہم تمہیں حضور ﷺ کے نام پر نام رکھنے کی اجازت نہیں دیں گے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: میرے نام پر نام تو رکھو لیکن میری کنیت پر کنیت نہ رکھو۔ کیونکہ میں قاسم ہوں اور تمہارے درمیان (خدائی انعامات کو) تقسیم کرتا ہوں۔(3)

حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان بیٹھا کرتے تھے، یوں کہ کوئی اجنبی آتا تو اسے پتا نہ چلتا کہ ان میں پیغمبر ﷺ کون ہیں حتی کہ وہ آپ کے متعلق پوچھتا۔ ہم نے حضور ﷺ سے اجازت طلب کی کہ ہم آپ کے لیے بیٹھنے کی ایک جگہ بنائیں کہ کوئی اجنبی آئے تو آپ کو پہچان لے۔ پس ہم نے آپ کے لیے مٹی کا ایک چبوترہ بنایا جس پر آپ تشریف فرما ہوا کرتے تھے...... الحدیث۔(4)

اس طویل حدیث کے مذکورہ بالا حصے میں مومنین کے لیے ایک بہت بڑا سبق ہے۔ حضور ﷺ کی شان بندگی عجز و انکسار کا تقاضا کرتی تھی اور آپ اپنی ان گنت خداداد عظمتوں کے باوجود اپنے آپ کو دوسروں سے ممتاز ظاہر کرنا پسند نہیں فرماتے تھے۔ اور آپ ﷺ کے غلاموں کے دل آپ کی خاطر عزت و اکرام کے جذبات سے لبریز تھے۔ ان جذبات کا تقاضا تھا کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امتیازی شان ہر کسی کو عیاں نظر آئے۔ اسلامی معاشرہ میں ہر درجہ کے مسلمانوں کو حضور ﷺ کے اس

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 242
2۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 285
3۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 206
4۔ سنن النسائی، جلد 2، صفحہ 265

اسوۂ حسنہ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے جذبات سے سبق سیکھنا چاہیے۔ قرآن حکیم کے ارشاد: قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (1) (کہف: 110) اور حضور ﷺ کے ارشاد: اَیُّکُمْ مِثْلِیْ (2) اور ان سے ملتی جلتی نصوص کا صحیح مفہوم متعین کرنے کے لیے بھی یہ حدیث راہنمائی کر سکتی ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے ایک انگوٹھی بنوائی اور اس پر ایک نقش کندہ کروایا اور فرمایا: ہم نے ایک انگوٹھی بنوائی ہے اور اس پر ایک نقش کندہ کروایا ہے۔ تم میں سے کوئی شخص (اپنی انگوٹھی پر) یہ نقش کندہ نہ کروائے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، گویا حضور ﷺ کے دست اقدس میں اس انگوٹھی کی چمک کو میں اب بھی دیکھ رہا ہوں۔ (3)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے: فرماتے ہیں، حضور ﷺ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی۔ پھر اس میں مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کا نقش کندہ کروایا اور فرمایا: کوئی شخص میری اس انگوٹھی کے نقش کو (اپنی انگوٹھی پر) کندہ نہ کروائے۔ (4)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ جب انہوں نے حضور ﷺ کو غسل دیا تو عام میتوں کے جسم سے جو چیز نکلتی ہے اسے تلاش کیا تو انہیں کچھ نہ ملا۔ اس پر آپ نے فرمایا: میرے ماں باپ آپ پر قربان، آپ تو پاک ہیں۔ آپ حیات (ظاہری) میں بھی پاک تھے اور موت کا ذائقہ چکھنے کے بعد بھی آپ پاک ہیں۔ (5)

حضور ﷺ کا سونا بے مثل ہے

عام انسانوں کی نیند اور حبیب خدا ﷺ کی نیند بھی ایک دوسرے کی مثل نہیں بلکہ مدنی تاجدار ﷺ کی نیند بے مثل ہے۔

حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا: رمضان میں حضور ﷺ کی نماز کیسی ہوتی تھی؟ آپ نے فرمایا: حضور ﷺ رمضان میں اور رمضان کے علاوہ (باقی مہینوں میں) گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھا کرتے تھے۔ آپ چار رکعتیں پڑھتے تھے اور یہ نہ پوچھو کہ وہ چار رکعتیں کتنی طویل اور کتنی خوبصورت ہوتی تھیں۔ پھر آپ چار رکعتیں (مزید) پڑھتے اور یہ نہ پوچھو کہ وہ رکعتیں کتنی طویل اور کتنی خوبصورت ہوتی تھیں۔ پھر آپ تین رکعتیں پڑھا کرتے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ آپ نماز وتر سے پہلے سو جاتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: عائشہ!

1۔ فرما دو کہ میں بشر ہوں تمہاری طرح۔ 2۔ تم میں سے کون میری مثل ہے۔ 3۔ سنن النسائی، جلد 2، صفحہ 289
4۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 259 5۔ ایضاً، صفحہ 106

میری آنکھیں سوتی ہیں اور دل نہیں سوتا۔(1)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اس رات کے متعلق جس رات کو حضور ﷺ کو مسجد کعبہ سے معراج کے لیے لے جایا گیا، روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: تین اشخاص حضور ﷺ کے پاس آئے، جبکہ ابھی آپ پر وحی نازل نہیں ہوئی تھی۔ اس وقت آپ ﷺ مسجد حرام میں سو رہے تھے۔ ان میں سے پہلے شخص نے کہا: وہ (یعنی حضور ﷺ) کون سے ہیں؟ ان میں سے جو درمیان میں تھے، اس نے کہا: وہ وہ ہیں جو ان سب سے بہتر ہیں۔ تیسرے نے کہا: ان میں سے جو سب سے بہتر ہیں انہیں اپنے ساتھ لے لو۔ اس رات اتنا ہی واقعہ پیش آیا۔ پھر آپ نے ان کو نہ دیکھا حتی کہ وہ ایک اور رات حاضر ہوئے، (یوں) کہ آپ دل کی نگاہ سے انہیں دیکھ رہے تھے۔ اور نبی ﷺ کی آنکھیں سو رہی ہوتی ہیں اور آپ کا دل نہیں سوتا۔ اور (دیگر) انبیاء کرام علیہم السلام کا بھی یہی حال ہے کہ ان کی نگاہیں سوتی ہیں اور ان کے دل نہیں سوتے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کو اپنی تحویل میں لے لیا اور آپ کو لے کر اوپر آسمان کی طرف چلے گئے۔(2)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: فرشتے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اس حال میں کہ آپ سو رہے تھے۔ ان میں سے بعض نے کہا: آپ سو رہے ہیں اور بعض نے کہا: آنکھیں سو رہی ہیں اور دل جاگ رہا ہے۔ انہوں (فرشتوں) نے کہا: تمہارے ان صاحب کی بڑی شان ہے۔ ان کی شان کو تمثیل کے انداز میں بیان کرو۔ ان میں سے بعض نے کہا: آپ سو رہے ہیں۔ اور بعض نے کہا: آنکھیں سو رہی ہیں اور دل جاگ رہا ہے۔ انہوں نے کہا: ان کی مثال اس شخص کی سی ہے جو ایک گھر بنائے۔ اس گھر میں دستر خوان بچھائے اور ایک دعوت دینے والے کو بھیجے (کہ وہ لوگوں کو کھانے کی دعوت دے) تو جس شخص نے اس دعوت دینے والے کی دعوت کو قبول کیا وہ اس گھر میں داخل ہوا اور دستر خوان سے کھانا کھایا۔ اور جس نے اس کی دعوت کو قبول نہ کیا وہ نہ اس گھر میں داخل ہوا اور نہ دستر خوان سے کھانا کھایا۔ انہوں (فرشتوں) نے کہا: اس تمثیل کی تشریح کرو تا کہ وہ اس کو سمجھ سکیں۔ ان میں سے بعض نے کہا: وہ سو رہے ہیں۔ اور بعض نے کہا: آنکھیں سو رہی ہیں اور دل جاگ رہا ہے۔ پھر انہوں نے کہا: گھر سے مراد جنت ہے۔ دعوت دینے والے سے مراد محمد ﷺ ہیں۔ جس نے محمد ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے محمد ﷺ کی نافرمانی کی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔ اور محمد ﷺ کی ذات ہی لوگوں کے درمیان فرق کرنے والی ہے...... الحدیث۔(3)

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 154 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 504 3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 1081

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے اپنی خالہ (ام المومنین) حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں رات گزاری۔ رات کو حضور ﷺ اٹھے اور ایک مشکیزے سے، جو لٹک رہا تھا، ہلکا سا وضو فرمایا۔ راوی کہتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضور ﷺ کے وضو کی کیفیت کو بیان کرنے کے لیے ہلکا سا وضو کر کے دکھایا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: میں اٹھا اور میں نے بھی وہی کچھ کیا جو حضور ﷺ نے کیا تھا۔ (یعنی ہلکا سا وضو کیا) اور میں حضور ﷺ کی بائیں جانب کھڑا ہو گیا۔ حضور ﷺ نے مجھے اپنے پیچھے سے پھرا کر اپنی دائیں جانب کھڑا کر دیا اور نماز ادا فرمائی۔ پھر حضور ﷺ لیٹے اور سو گئے حتیٰ کہ آپ نے خراٹے بھرے۔ پھر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر ہوئے اور آپ کو نماز فجر (کا وقت ہو جانے) کی اطلاع دی۔ حضور ﷺ باہر تشریف لے گئے، فجر کی نماز پڑھی اور آپ نے وضو نہیں کیا۔ راوی سفیان کہتے ہیں کہ یہ (سونے کے بعد بغیر وضو کے نماز پڑھنا) حضور ﷺ کے لیے خاص ہے کیونکہ ہم تک یہ روایت پہنچی ہے کہ حضور ﷺ کی آنکھیں سوتی ہیں اور دل نہیں سوتا۔ (1)

حضور ﷺ کا آب وضو اور پسینہ بے مثل

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ دوپہر کے وقت ہمارے ہاں تشریف لائے۔ آپ کی خدمت میں وضو کے پانی کا برتن پیش کیا گیا۔ آپ نے وضو فرمایا۔ لوگوں نے آپ کے وضو کے بچے ہوئے پانی کو لے کر اسے اپنے جسموں پر ملنا شروع کر دیا۔ حضور ﷺ نے دو رکعت نماز ظہر پڑھی۔ پھر دو رکعت نماز عصر پڑھی، اس حال میں کہ آپ ﷺ کے سامنے ایک چھوٹا سا نیزہ (کھڑا کیا گیا) تھا۔ اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: حضور ﷺ کی خدمت میں ایک پیالہ پیش کیا گیا جس میں پانی تھا۔ آپ نے اس میں اپنا چہرہ اور اپنے ہاتھ دھوئے اور پانی اپنے منہ میں ڈال کر اسے پیالے میں ڈال دیا۔ پھر (خدمت میں حاضر دو صحابہ سے) فرمایا: تم دونوں اس پانی کو پیو اور اسے اپنے چہروں اور سینوں پر بہا دو۔ (2)

حضرت عبدالجبار بن وائل اپنے والد ماجد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ کی خدمت میں ایک ڈول پیش کیا گیا۔ آپ نے اس سے کلی کی اور آب دہن کو اس (ڈول) میں ڈال دیا۔ وہ کستوری یا کستوری سے بہت زیادہ خوشبودار ہو گیا اور آپ نے اس کو گھر کے باہر چھڑک دیا۔ (3)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ چمڑے کے

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 261 — 2۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 31 — 3۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 48

ایک بچھونے پر استراحت فرما ہوئے۔ آپ کو پسینہ آیا۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا اٹھیں اور اس پسینے کو جھاڑ کر ایک شیشی میں ڈال لیا۔ حضور ﷺ نے ان کو (یہ کام کرتے) دیکھا تو پوچھا: ام سلیم! یہ کیا ہے جو تم کر رہی ہو؟ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ میں آپ کے پسینے کو اپنی خوشبو میں ڈالوں گی۔ یہ سن کر حضور ﷺ مسکرادیے۔(1)

حمل اثقال کی بےنظیر قوت

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ انہیں یہ آیت لکھوا رہے تھے: لَا یَسْتَوِی الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ غَیْرُ اُولِی الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ(2) (نساء:95) حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اس حال میں کہ آپ مجھے یہ آیت املا کروا رہے تھے۔ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ اگر میں جہاد کر سکتا تو ضرور شریک جہاد ہوتا۔ وہ ایک نابینا شخص تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ پر اس حال میں وحی نازل فرمائی کہ آپ کی ران میری ران پر تھی۔ اس کو برداشت کرنا میرے لیے بوجھل ثابت ہو رہا تھا اور میں نے خیال کیا کہ میری ران ٹوٹ جائے گی۔ پھر حضور ﷺ سے (وحی کا) بوجھ ہلکا ہوا اور آپ پر آیت کا یہ حصہ نازل ہوا: غَیْرُ اُولِی الضَّرَرِ(3) (نساء:95) ''یعنی وہ مسلمان جو بغیر عذر کے (شریک جہاد نہیں ہوتے)''۔

حضور ﷺ کی بصارت اور علم بےمثل

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: کیا تم خیال کرتے ہو کہ میرا رخ قبلہ کی طرف ہوتا ہے (اور میں تمہیں دیکھ نہیں رہا ہوتا؟) خدا کی قسم، مجھ پر نہ تمہارا خشوع و خضوع مخفی ہوتا ہے اور نہ تمہارا رکوع۔ میں تمہیں اپنی پشت کے پیچھے سے بھی دیکھ رہا ہوتا ہوں۔(4)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: نماز کے لیے اقامت کہی گئی تو حضور ﷺ ہماری طرف رخ انور کر کے کھڑے ہوئے اور فرمایا: اپنی صفوں کو سیدھا کرو اور ایک دوسرے سے مل کر (کندھے سے کندھا ملا کر کھڑے ہوا کرو) کیونکہ میں تمہیں اپنی پشت کے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔(5)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضور ﷺ کو

1۔ سنن النسائی، جلد 2، صفحہ 301

2۔ (جنگ سے پیچھے) بیٹھنے والے مومن اور خدا کی راہ میں جہاد کرنے والے (مومن) برابر نہیں ہیں

3۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 397 4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 59 5۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 100

یہ فرماتے سنا: رکوع اور سجود کو مکمل کیا کرو۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، جب تم رکوع اور سجدہ کرتے ہو تو میں تمہیں اپنی پشت کے پیچھے سے دیکھتا ہوں۔(1)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ فرمایا کرتے تھے: (صفیں) سیدھی کرو۔ (صفیں) سیدھی کرو۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، میں تمہیں اپنے پیچھے سے بھی اسی طرح دیکھتا ہوں جس طرح تمہیں اپنے سامنے سے دیکھتا ہوں۔(2)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے بلند عمارتوں میں سے ایک عمارت کی طرف جھانکا اور فرمایا: کیا تم وہ چیزیں دیکھ سکتے ہو جن کو میں دیکھ رہا ہوں؟ میں تمہارے گھروں میں فتنوں کو یوں نازل ہوتے دیکھ رہا ہوں جیسے بارش کے قطرے نازل ہوتے ہیں۔(3)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! یہ جبریل علیہ السلام ہیں جو تمہیں سلام کہتے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا: ان پر بھی سلام ہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور برکت ہو۔ آپ جو کچھ دیکھ سکتے ہیں میں نہیں دیکھ سکتی۔ آپ سے ان کی مراد حضور ﷺ تھے۔(4)

حضرت عقبہ (بن عامر) رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک روز حضور ﷺ باہر تشریف لائے اور شہدائے احد پر ایسی ہی نماز پڑھی جیسی آپ میت کی نماز جنازہ پڑھتے تھے۔ پھر آپ لوٹ کر منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا: میں (عالم آخرت میں تمہارے معاملات کا اہتمام کرنے کے لیے) تم سے پہلے جانے والا ہوں، میں تم پر گواہ ہوں، میں اب بھی اپنے حوض کو دیکھ رہا ہوں اور مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں دی گئی ہیں۔ یا فرمایا: مجھے زمین کی کنجیاں دی گئی ہیں۔ اور خدا کی قسم، مجھے تمہارے متعلق یہ خوف نہیں ہے کہ تم میرے بعد شرک کرنے لگو گے، البتہ مجھے یہ خوف ہے کہ (میرے بعد) تم دنیا کے حصول کے لیے باہم مسابقت کرنے لگو گے۔(5)

نوٹ: حضور ﷺ کو اپنی مثل کہنے والوں میں کیا کوئی ہے جو مذکورہ بالا شانوں میں حضور ﷺ کی مثل ہونے کا دعویٰ کر سکے؟

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضور ﷺ کو یہ

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 983 2۔ سنن النسائی، جلد 1، صفحہ 131 3۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 334
4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 457 5۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 585

فرماتے سنا: جب قریش نے (سفر معراج کے متعلق) مجھے جھٹلایا تو میں مقام حجر میں کھڑا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو میرے سامنے ظاہر کر دیا اور میں اسے دیکھ دیکھ کر اس کی نشانیاں ان کو بتانے لگا...... الحدیث۔(1)

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نیند سے بیدار ہوئے۔ آپ کا چہرۂ انور سرخ ہو رہا تھا اور آپ فرما رہے تھے: عربوں کے لیے ہلاکت ہے اس شر سے جو قریب آ گیا ہے۔ آج یاجوج ماجوج کی دیوار میں سے اتنا حصہ کھل گیا ہے۔ یہ کہتے ہوئے راوی سفیان نے (اشارے سے) ایک سو ساٹھ کا ہندسہ بنایا۔ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہم اس حال میں بھی ہلاک ہو جائیں گے جب کہ ہمارے درمیان صالحین موجود ہوں گے؟ فرمایا: ہاں، جب بدکاری بڑھ جائے گی تو ایسا ہی ہوگا۔(2)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک آدمی آیا اور صف کے ساتھ شامل ہو گیا۔ اس کا سانس پھولا ہوا تھا۔ اس نے یہ کلمات کہے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيْهِ ''ہر قسم کی حمد (تعریف) اللہ تعالیٰ کے لیے ہے ایسی حمد جو کثیر ہے، پاکیزہ ہے اور بابرکت ہے''۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مکمل کر لی تو فرمایا: کون شخص ہے جس نے اپنی زبان سے یہ کلمات ادا کیے ہیں؟ لوگ خاموش ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کلمات کس نے کہے ہیں؟ اس نے کوئی غلط بات نہیں کی ہے۔ اس شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم میں آیا تو میرا سانس پھولا ہوا تھا۔ سو یہ کلمات میں نے کہے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے بارہ فرشتوں کو دیکھا ہے کہ وہ ان کلمات کو وصول کرنے کے لیے باہم مسابقت کر رہے تھے۔(3)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے کہ لوگوں میں سے ایک نے کہا: اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا وَّالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا وَّ سُبْحَانَ اللّٰهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ''اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے، بہت بڑا، اللہ تعالیٰ کی تعریفیں بہت زیادہ ہیں اور ہم صبح و شام اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتے ہیں''۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: یہ کلمات کس نے کہے ہیں؟ اس شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم یہ کلمات میں نے (اپنی زبان سے) ادا کیے ہیں۔ فرمایا: مجھے یہ کلمات بہت پسند آئے ہیں۔ ان کے لیے آسمانوں کے دروازے کھل گئے تھے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: جب سے میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان سنا ہے اس وقت سے میں نے ان

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 684 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 1046 3۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 219

کلمات کو پڑھنا کبھی نہیں چھوڑا۔(1)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور ﷺ س روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: تنہائی کے متعلق جو کچھ میں جانتا ہوں، اگر لوگوں کو اس کا علم ہو جائے تو کوئی سوار رات کو تنہا سفر نہ کرے۔(2)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا: میں نے اس جیسا (پر جلال) خطبہ کبھی نہیں سنا تھا۔ آپ نے فرمایا: اگر تم وہ جان لو جو میں جانتا ہوں تو تم ہنسو کم اور روؤ زیادہ۔ راوی کہتے ہیں: (یہ سن کر) صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اپنے چہرے چھپا لیے اور ان کی چیخیں نکلنے لگیں...... الحدیث۔(3)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا صلوٰۃ خسوف کی طویل حدیث بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں...... آپ کے نماز سے رخ پھیرنے سے پہلے سورج صاف ہو گیا۔ پھر حضور ﷺ کھڑے ہوئے اور لوگوں کو خطبہ ارشاد فرمایا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق اس کی حمد کی۔ پھر فرمایا: آفتاب و ماہتاب اللہ تعالیٰ کی نشانوں میں سے دو نشانیاں ہیں۔ ان کو نہ کسی کی موت سے گرہن لگتا ہے نہ کسی کی زندگی سے۔ جب تم اس (گرہن) کو دیکھو تو تیزی سے نماز کی طرف متوجہ ہو جایا کرو۔ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: نماز پڑھتے رہو حتی کہ اللہ تعالیٰ (اس گرہن کو) تم سے دور کر دے۔ اور حضور ﷺ نے فرمایا: میں نے اس جگہ پر ان تمام چیزوں کو دیکھا ہے جن کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔ میں نے دیکھا کہ میں جنت کا ایک گچھا توڑنا چاہتا ہوں۔ یہ اس وقت تھا جب تم نے مجھے آگے بڑھتے دیکھا تھا۔ اور میں نے دیکھا کہ جہنم کے مختلف حصے ایک دوسرے کو توڑ رہے ہیں۔ یہ اس وقت تھا جب تم نے مجھے پیچھے ہٹتے دیکھا۔ میں نے دوزخ میں عمرو بن لحی کو بھی دیکھا، یہی وہ شخص ہے جس نے اونٹنیوں کو (بطور نذر آزاد) چھوڑنے کو رواج دیا تھا۔(4)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک روز حضور ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی۔ پھر آپ نے اپنا رخ انور ہماری طرف پھیرا اور فرمایا: میں تمہارا امام ہوں تم نہ رکوع میں مجھ سے آگے بڑھو، نہ سجدے میں اور نہ قیام میں۔ اور نہ مجھ سے پہلے نماز سے فراغت حاصل کرو، کیونکہ میں تمہیں اپنے سامنے سے بھی دیکھتا ہوں اور اپنے پیچھے سے بھی۔ پھر آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، اگر تم وہ جان لو جو میں جانتا ہوں تو تم ہنسا کم کرو اور رویا زیادہ کرو۔ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ آپ نے کیا دیکھا ہے؟ فرمایا: میں نے جنت اور

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 220
2۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 421
3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 665
4۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 296

دوزخ کو دیکھا ہے۔(1)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: میں نے جنت میں جھانکا تو دیکھا کہ وہاں اکثریت فقراء کی ہے۔ اور میں نے دوزخ میں جھانکا تو دیکھا کہ وہاں اکثریت عورتوں کی ہے...... الحدیث۔(2)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک روز حضور ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی پھر آپ منبر پر تشریف لے گئے۔ آپ نے اپنے ہاتھ سے مسجد کے قبلہ کی دیوار کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: ابھی جب میں نے تمہیں نماز پڑھائی ہے، میں نے جنت اور دوزخ کو دیکھا ہے۔ وہ دونوں اس دیوار کے سامنے مجھے تمثیل کے طور پر نظر آئیں۔ شر اور خیر کے لحاظ سے آج کے دن کی طرح میں نے کوئی دن نہیں دیکھا۔ آپ نے یہ بات دوبارہ دہرائی۔(3)

حضور ﷺ کے متعلق جھوٹ بولنے اور آپ کے نام پر کیے گئے عہد کا حکم بے مثال ہے

حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا: میرے متعلق جھوٹ بولنا کسی اور کے متعلق جھوٹ بولنے کی مثل نہیں ہے۔ جس نے میرے متعلق جان بوجھ کر جھوٹ بولا وہ دوزخ میں اپنا ٹھکانا بنانے کی تیاری کر لے...... الحدیث۔(4)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: میری باتیں لوگوں تک پہنچایا کرو خواہ ایک آیت ہی پہنچا دو۔ اور بنو اسرائیل کی روایات کو بیان کرو اس میں ہرج نہیں۔ اور جس نے جان بوجھ کر میرے متعلق جھوٹ بولا وہ دوزخ میں ٹھکانا بنانے کی تیاری کر لے۔(5)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: تین قسم کے آدمی وہ ہیں جن کے ساتھ میں قیامت کے دن جھگڑا کروں گا۔ ایک وہ جس نے میرے نام پر کسی کو عہد دیا اور پھر عہد شکنی کی۔ دوسرا وہ شخص جس نے کسی آزاد شخص کو بیچا اور اس کی قیمت کھا گیا اور تیسرا وہ شخص جس نے کسی کو اجرت پر حاصل کیا۔ اس نے اس سے کام تو پورا لے لیا لیکن اس کی اجرت ادا نہ کی۔(6)

حرمت مکہ کے متعلق حضور ﷺ کی شان بے مثل ہے

حضرت ابوشریح الکعبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے مکہ کو حرمت عطا کی ہے، اسے لوگوں نے حرمت والا نہیں بنایا۔ اس لیے جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ نہ تو اس (مکہ) میں خون بہائے اور نہ اس میں کسی درخت کو

1۔ سنن النسائی، جلد 1، صفحہ 200 — 2۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 955 — 3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 957
4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 172 — 5۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 491 — 6۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 297

کاٹے۔ اور اگر کوئی شخص اس حکم میں رخصت کا دعویٰ کرے اور دلیل یہ دے کہ حضور ﷺ کے لیے مکہ کو حلال کیا گیا تھا تو (یاد رکھو) اللہ تعالیٰ نے اسے خاص میرے لیے حلال کیا تھا اور (سب) لوگوں کے لیے حلال نہیں کیا تھا۔ میرے لیے بھی وہ ایک دن کی ایک ساعت کے لیے حلال کیا گیا تھا۔ پھر یہ قیامت تک حرام ہے...... الحدیث۔(1)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: یہ مکہ ہے، اسے اللہ تعالیٰ نے اس وقت حرمت عطا کی تھی جب اس نے زمین و آسمان کو تخلیق کیا تھا۔ یہ نہ مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال ہوا اور نہ میرے بعد کسی کے لیے حلال ہوگا۔ میرے لیے یہ دن کی ایک ساعت کے لیے حلال ہوا۔ اب یہ اسی وقت سے خدا کے حرمت عطا کرنے سے حرمت والا ہے اور اس کی حرمت قیامت تک کے لیے ہے، نہ اس کی گھاس کاٹی جائے، نہ درختوں کو کاٹا جائے، نہ شکار کو ڈرایا جائے اور نہ اس کی گمشدہ چیز کو کوئی اٹھائے سوائے اس شخص کے جو اس کا اعلان کرے۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے۔ وہ ایک تجربہ کار آدمی تھے۔ انہوں نے عرض کیا: (یارسول اللہ! ﷺ) اذخر کو مستثنیٰ فرمائیے کیونکہ اسے ہم اپنے گھروں اور اپنی قبروں میں استعمال کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اذخر (اس حکم سے) مستثنیٰ ہے۔(2)

خدا کا حبیب ﷺ صبر اور ضبط نفس کی قوت میں بے مثال ہے

حضور ﷺ نے اپنے نفس کے خلاف جنگ کو جہاد اکبر قرار دیا ہے۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کا انکار ممکن نہیں۔ بڑے بڑے بہادر اور جنگجو لوگ جو زندگی کے مہیب چیلنجوں کا مقابلہ بڑی جرأت سے کرتے ہیں، بڑے بڑے سورما ان کے سامنے ٹھہرنے کی جرأت نہیں کرتے اور وہ ہر میدان سے فتح کے پھریرے لہراتے باہر آتے ہیں، ایسے بہادر بھی اپنے نفس کے ہاتھوں شکست کھا جاتے ہیں۔ حضور ﷺ کی شان اس میدان میں بھی بے مثل ہے۔

حضرت علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں عرض کیا: کیا حضور ﷺ (کچھ عبادات کے لیے) کچھ دنوں کو مختص فرماتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: نہیں بلکہ آپ کا عمل دائمی ہوا کرتا تھا۔ اور تم میں ایسا کون ہے جو وہ کام کر سکے جو حضور ﷺ کر سکتے تھے۔(3)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ انہیں بوسہ دیا کرتے تھے، اس حال میں کہ آپ روزے سے ہوتے تھے لیکن تم میں وہ کون ہے جو اپنی

1۔ جامع الترمذی، جلد 1، صفحہ 168 2۔ سنن النسائی، جلد 2، صفحہ 32 3۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 267

شہوت پر اس طرح قابو پا سکتا ہو جس طرح حضور ﷺ اپنی خواہش پر قابو پا سکتے تھے۔(1)

حضرت عاصم بن ضمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ہم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضور ﷺ کی نماز کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: تم میں سے کون اس (حضور ﷺ کی نماز جیسی نماز پڑھنے) کی استطاعت رکھتا ہے؟ ہم نے عرض کیا کہ ہم آپ ﷺ کی نماز جیسی نماز پڑھ نہ سکے تو بھی اس کے متعلق سننے کا شرف تو حاصل کر لیں گے۔ آپ نے فرمایا: جب یہاں (افق مشرق سے) سورج اتنی بلندی پر ہوتا جتنی بلندی پر عصر کے وقت وہاں (افق مغرب سے) ہوتا ہے تو آپ دو رکعتیں پڑھتے تھے۔ اور جب سورج یہاں اتنی بلندی پر ہوتا جتنا وہاں ظہر کے وقت ہوتا ہے تو آپ چار رکعتیں پڑھتے۔ اور آپ ظہر سے پہلے چار اور ظہر کے بعد دو رکعتیں پڑھتے تھے۔ اور آپ عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھتے تھے۔ آپ ہر دو رکعتوں کے درمیان ملائکہ مقربین، انبیائے کرام اور ان کے تابع مومنین و مسلمین پر سلام کے ذریعے فصل کرتے تھے۔(2)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: میں حالت حیض میں ہوتی تو حضور ﷺ اپنا سر اقدس میری گود میں رکھتے اور قرآن حکیم کی تلاوت فرماتے تھے۔(3)

خالق کائنات کی بے مثل عطائیں اپنی تخلیق کے شاہکار پر

حضرت عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک روز حضور ﷺ باہر تشریف لائے۔ آپ نے شہدائے احد پر اسی طرح نماز جنازہ پڑھی جیسے آپ میت پر نماز جنازہ پڑھتے تھے۔ پھر آپ منبر کی طرف پلٹے اور فرمایا: میں (تمہارے معاملات کا اہتمام کرنے کے لیے) تم سے پہلے (دار آخرت میں) جانے والا ہوں۔ میں تمہارا گواہ ہوں اور میں اب بھی اپنے حوض کو دیکھ رہا ہوں۔ اور مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا ہوئی ہیں، یا فرمایا: زمین کی کنجیاں۔ اور خدا کی قسم، مجھے تمہارے بارے میں یہ خوف نہیں ہے کہ تم میرے بعد شرک کرنے لگو بلکہ مجھے یہ خدشہ ہے کہ تم دنیوی مال و دولت میں باہم مقابلہ کرنے لگو گے۔(4)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضور ﷺ کی شفاعت کبریٰ کی طویل حدیث مروی ہے۔ اس حدیث کے آخر میں یہ الفاظ ہیں...... لوگ حضرت محمد ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے: یا محمد! ﷺ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے پچھلے تمام ذنب معاف فرما دیے ہیں، آپ پروردگار عالم کی بارگاہ میں ہماری سفارش کیجئے۔ کیا

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 352
2۔ سنن النسائی، جلد 1، صفحہ 40-139
3۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 46
4۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 585

آپ دیکھ نہیں رہے کہ ہم کس مصیبت میں مبتلا ہیں؟ حضور ﷺ فرماتے ہیں: میں چل پڑوں گا حتی کہ عرش کے نیچے پہنچوں گا اور اپنے رب کے حضور سجدے میں گر جاؤں گا۔ پھر اللہ تعالیٰ مجھے اپنی حمد وثناء کے ایسے (بے مثال) کلمات سے نوازے گا جن سے اس نے مجھ سے پہلے کسی کو نہیں نوازا۔ (میں ان کلمات سے اپنے رب کی حمد وثناء کروں گا) پھر کہا جائے گا۔ اے محمد! ﷺ تم اپنے سر کو اٹھاؤ۔ تم مانگو تمہیں عطا کیا جائے گا۔ تم شفاعت کرو تمہاری شفاعت قبول کی جائے گی۔ پھر میں اپنے سر کو اٹھاؤں گا اور عرض کروں گا: اے پروردگار! میری امت، اے پروردگار! میری امت، اے پروردگار! میری امت۔ پھر فرمایا جائے گا: اے محمد! تمہاری امت کے جو لوگ بلا حساب جنت میں جانے والے ہیں، ان کو ابواب جنت میں سے دائیں دروازے سے جنت میں داخل کرو۔ اور دیگر دروازوں سے جنت میں داخل ہونے میں وہ دوسرے لوگوں کے ساتھ شریک ہوں گے۔ پھر فرمایا: اس ذات کی قسم، جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، جنت کے دو کواڑوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا مکہ اور حمیر کے درمیان ہے یا فرمایا: جتنا فاصلہ مکہ اور بصریٰ کے درمیان ہے۔(1)

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میری خالہ مجھے حضور ﷺ کی خدمت میں لے گئیں اور عرض کیا، یا رسول اللہ! ﷺ میرا بھانجا بیمار ہے، (اس کے لیے صحت کی دعا فرمایئے)۔ حضور ﷺ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور میرے لیے برکت کی دعا کی۔ پھر حضور ﷺ نے وضو فرمایا اور میں نے آپ کے وضو کے برتن سے پانی پیا۔ اور میں آپ ﷺ کی پشت کے پیچھے کھڑا ہوا اور آپ کے کندھوں کے درمیان مہر نبوت کو دیکھا جو حجلہ (چکور نما پرندہ) کے انڈے جتنی تھی۔(2)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قرآن حکیم کی آیت لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ...... الآیہ (قیامہ:16) کے متعلق فرماتے ہیں: حضور ﷺ پر جب حضرت جبریل علیہ السلام وحی لے کر نازل ہوتے تو آپ کلمات وحی کے ساتھ (یعنی ان کو یاد کرنے کے لیے) اپنی زبان اور ہونٹوں کو حرکت دیتے تھے۔ یہ عمل آپ کے لیے مشقت کا باعث بنتا تھا اور (دیکھنے والوں کو) آپ کی اس کیفیت کا پتا چل جاتا تھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیۃ کریمہ نازل کی: '' آپ اس کلام کو جلدی اخذ کرنے کے لیے اپنی زبان کو حرکت نہ دیا کریں، اس کا جمع کرنا اور پڑھانا ہمارے ذمہ قدرت پر ہے''۔ یعنی یہ بات ہم نے اپنے ذمہ قدرت پر لے رکھی ہے کہ قرآن حکیم کو آپ کے سینہ انور میں جمع کریں اور آپ اس کو پڑھ لیں۔ اور جب ہم پڑھ چکیں تو آپ اس پڑھنے کی پیروی کیا کریں۔

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 685 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 847

راوی کہتے ہیں: اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے اس کلام کو نازل کیا ہے۔ آپ اس کو سنیں یہ بات ہمارے ذمہ ہے کہ ہم اس کی توضیح آپ کی زبان مبارک سے کرائیں۔ اس کے بعد حضور ﷺ کا معمول یہ تھا کہ جب جبریل امین حاضر ہوتے تو آپ اپنا سرانور جھکا دیتے اور جب وہ چلے جاتے تو آپ اس (کلام) کو پڑھتے جیسے اللہ تعالیٰ نے آپ سے وعدہ فرمایا تھا۔ (1)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں، حضرت جبریل علیہ السلام حضور ﷺ کے پاس بیٹھے تھے کہ انہوں نے اپنے اوپر سے ایک آواز سنی۔ انہوں نے اپنا سر اٹھایا اور فرمایا: یہ آسمان کا دروازہ ہے جو آج کھلا ہے اور آج کے علاوہ کبھی نہیں کھلا۔ اس دروازے سے ایک فرشتہ نازل ہوا تو حضرت جبریل امین علیہ السلام نے فرمایا: یہ فرشتہ آج زمین پر اترا ہے اور اس کے علاوہ یہ کبھی زمین پر نہیں اترا۔ اس فرشتے نے سلام کیا اور عرض کیا: آپ کو دونوروں کی خوشخبری ہو جو آپ کو عطا ہوئے ہیں اور آپ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں ہوئے۔ سورۃ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کی آخری آیات۔ آپ ان میں سے ایک حرف بھی پڑھیں گے تو اس کے ساتھ جو چیز مانگی گئی ہے وہ آپ کو عطا کر دی جائے گی۔ (2)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: مجھے انبیائے کرام علیہم السلام پر چھ چیزوں میں فضیلت عطا کی گئی ہے: (۱) مجھے ایسے کلمات عطا کیے گئے ہیں جن میں مختصر الفاظ میں معانی اور معارف کے دریا موجزن ہوتے ہیں (۲) رعب کے ذریعے میری مدد کی گئی ہے (۳) غنیمتوں کو میرے لیے حلال کیا گیا ہے (۴) ساری زمین کو میرے لیے جائے نماز اور پاک کرنے والی بنایا گیا ہے (۵) مجھے ساری مخلوقات کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے اور (۶) مجھ پر انبیاء کے سلسلہ کو ختم کر دیا گیا ہے۔ (3)

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: میری امت میں کچھ لوگ وہ ہیں جو انسانوں کے ایک جم غفیر کے لیے شفاعت کریں گے۔ کچھ وہ ہیں جو ایک قبیلہ کے لیے شفاعت کریں گے۔ کچھ وہ ہیں جو ایک جماعت کے لیے شفاعت کریں گے اور کچھ وہ ہیں جو ایک آدمی کے لیے شفاعت کریں گے حتی کہ وہ (ان کی شفاعت سے) جنت میں داخل ہوں گے۔ (4)

حضرت سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ہر نبی کا ایک حوض ہے اور وہ اس بات پر باہم تفاخر کریں گے کہ ان میں سے کس کے حوض پر زیادہ لوگ (پانی پینے کے لیے) جمع ہوتے ہیں۔ اور مجھے امید ہے کہ یہ شان مجھے ہی عطا ہو گی کہ میرے حوض پر آنے والوں

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 184 — 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 271

3۔ جامع الترمذی، جلد 1، صفحہ 188 — 4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 67

کی تعداد سب سے زیادہ ہو...... الحدیث۔(1)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: مجھے پانچ چیزیں ایسی ملی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں ملیں۔ میری مدد ایسے رعب سے کی گئی ہے جو ایک ماہ کی مسافت سے (دشمنوں کے دلوں پر) طاری ہو جاتا ہے۔ میرے لیے ساری زمین کو جائے نماز اور پاک کرنے والی بنایا گیا ہے۔ میرے کسی امتی کو جہاں نماز کا وقت آ جائے وہ وہیں نماز ادا کر سکتا ہے۔ اور مجھے شفاعت (کبریٰ) کا اعزاز عطا کیا گیا ہے اور یہ مجھ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں کیا گیا اور مجھے تمام انسانوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے جب کہ دیگر انبیائے کرام خاص اپنی اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔(2)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے عشاء کی نماز پڑھی۔ پھر آپ پلٹے اور عبداللہ بن مسعود (راوی) کا ہاتھ پکڑا اور بطحائے مکہ کی طرف تشریف لے گئے۔ آپ نے انہیں (یعنی عبداللہ بن مسعود کو) بٹھایا اور ان کے گرد لکیر کھینچ دی اور فرمایا: اپنی اس لکیر سے باہر نہ جانا، کچھ لوگ تمہارے پاس آئیں گے تم ان سے گفتگو نہ کرنا، وہ بھی تمہارے ساتھ بات نہیں کریں گے۔ پھر حضور ﷺ ادھر تشریف لے گئے جدھر جانے کا آپ کا ارادہ تھا۔ میں اپنی لکیر کے اندر بیٹھا تھا کہ میرے پاس کچھ لوگ آئے۔ وہ لوگ گویا زطی نسل کے تھے۔ ان کے بال اور جسم انہی کی طرح تھے۔ مجھے نہ ان کی پردہ گاہ نظر آ رہی تھی اور نہ ان کے جسموں پر لباس نظر آ رہا تھا۔ وہ میرے پاس آتے لیکن لکیر سے آگے نہیں بڑھتے تھے۔ پھر وہ حضور ﷺ کی طرف چلے جاتے۔ جب رات کا آخری پہر ہوا تو حضور ﷺ میرے پاس تشریف لے آئے۔ آپ نے فرمایا: میں رات بھر اپنے آپ کو اسی کیفیت میں دیکھتا رہا ہوں۔ پھر آپ ﷺ میرے پاس لکیر کے اندر تشریف لے آئے۔ آپ نے میری ران کو تکیہ بنایا اور سو گئے۔ اور حضور ﷺ جب سوتے تھے تو خراٹے لیتے تھے۔ جب میں بیٹھا تھا اور حضور ﷺ نے میری ران کو تکیہ بنایا ہوا تھا کہ میں نے کچھ لوگوں کو دیکھا جنہوں نے سفید کپڑے پہن رکھے تھے۔ ان کا حسن و جمال اتنا زیادہ تھا کہ اسے صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ وہ میرے پاس آئے۔ ان میں سے کچھ لوگ حضور ﷺ کے سر اقدس کے پاس بیٹھ گئے اور کچھ آپ کے قدموں کے پاس بیٹھے۔ پھر وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے: اس نبی (معظم) ﷺ کو جو نعمتیں عطا ہوئی ہیں وہ کسی بندے کو عطا نہیں ہوئیں۔ ان کی آنکھیں سوتی ہیں اور ان کا دل جاگ رہا ہوتا ہے۔ ان کی شان کو مثال سے بیان کرو۔ ان کی مثال اس سردار کی سی ہے جو ایک محل تعمیر کرائے۔ اس محل میں

1- جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 67
2- سنن النسائی، جلد 1، صفحہ 74-73

ایک دستر خوان (دعوت) کا اہتمام کرے اور لوگوں کو دعوت دے کہ وہ اس دستر خوان پر آ کر کھائیں اور پئیں۔ جو اس کی دعوت کو قبول کرتا ہے وہ اس دستر خوان کے کھانے کھاتا اور مشروبات پیتا ہے۔ اور جو اس کی دعوت کو قبول نہیں کرتا وہ ان کو سزا دیتا ہے۔ پھر وہ لوگ چلے گئے اور حضور ﷺ بیدار ہو گئے۔ آپ نے فرمایا: یہ لوگ جو کچھ کہہ رہے تھے میں نے اسے سن لیا ہے۔ تم جانتے ہو، وہ کون تھے؟ میں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ ہی زیادہ جاننے والے ہیں۔ فرمایا: وہ فرشتے تھے۔ پھر فرمایا: تم جانتے ہو جو مثال وہ بیان کر رہے تھے اس سے مراد کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ ہی زیادہ جاننے والے ہیں۔ آپ نے فرمایا: انہوں نے جو مثال بیان کی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت بنائی اور اپنے بندوں کو جنت کی طرف دعوت دی۔ جو اس دعوت کو قبول کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا اور جو دعوت قبول نہیں کرے گا اللہ تعالیٰ اسے عذاب دے گا۔(1)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: زمین سب سے پہلے میرے اوپر سے پھٹے گی۔ مجھے جنتی حلہ پہنایا جائے گا اور میں عرش کی دائیں جانب کھڑا ہوں گا۔ اس مقام پر میرے بغیر کوئی کھڑا نہیں ہو سکے گا۔(2)

نمازی کے لیے نماز میں حضور ﷺ کا بلاوا بے مثل ہے

حضرت ابو سعید بن معلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نماز پڑھ رہا تھا کہ حضور ﷺ نے مجھے بلایا۔ میں نے آپ کے بلاوے کا جواب نہ دیا۔ (بعد میں) میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ میں نماز پڑھ رہا تھا۔ آپ نے فرمایا: کیا اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول تمہیں بلائیں تو تعمیل ارشاد کیا کرو۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تمہارے مسجد سے باہر جانے سے پہلے، میں تمہیں قرآن حکیم کی عظیم ترین سورۃ کے متعلق نہ بتاؤں؟ پھر حضور ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ جب ہم مسجد سے نکلنے لگے تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ آپ نے فرمایا تھا کہ آپ مجھے قرآن حکیم کی عظیم ترین سورۃ کے متعلق بتائیں گے۔ فرمایا: یہ سورہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ الخ ہے۔ یہ بار بار دوہرائی جانے والی سات آیات ہیں اور قرآن عظیم ہے جو مجھے عطا ہوا ہے۔(3)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تشریف لے گئے اور آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابی! وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ انہوں نے حضور ﷺ کے بلاوے کی طرف توجہ تو کی لیکن آپ کے بلاوے کا جواب نہ دیا۔ حضرت ابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز مکمل کی اور اسے مختصر کیا۔ پھر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:

1۔ جامع الترمذی، جلد 1، صفحہ 109 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 201 3۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 749

السلام علیک یا رسول اللہ ﷺ حضور ﷺ نے فرمایا: وعلیک السلام، اے ابی! جب میں نے تمہیں بلایا تھا تو کس چیز نے تمہیں میرے بلاوے کا جواب دینے سے باز رکھا؟ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ میں (حالت) نماز میں تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جو کلام مجھ پر وحی فرمایا ہے، کیا اس کلام میں تمہیں یہ حکم نہیں ملا کہ جب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول تمہیں اس چیز کی طرف بلائیں جو تمہاری (روحانی) زندگی کا باعث ہے تو حاضر ہو جایا کرو؟ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ کیوں نہیں، یہ حکم ہمیں ملا ہے۔ میں یہ غلطی انشاء اللہ آئندہ کبھی نہیں کروں گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: کیا تم چاہتے ہو کہ میں تمہیں وہ سورۃ سکھاؤں جو نہ تورات میں نازل ہوئی، نہ انجیل میں نازل ہوئی، نہ زبور میں نازل ہوئی اور نہ اس جیسی سورۃ قرآن حکیم میں نازل ہوئی؟ انہوں نے عرض کیا: ہاں، یا رسول اللہ! ﷺ (میں ایسی سورۃ سیکھنا چاہتا ہوں) حضور ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، اس جیسی سورت نہ تورات میں نازل ہوئی، نہ انجیل میں، نہ زبور میں اور نہ قرآن حکیم میں۔ یہ بار بار دوہرائی جانے والی سات آیتیں ہیں اور قرآن عظیم ہے جو مجھے عطا ہوا ہے۔(2)

حضور ﷺ کا زمانہ بے مثل ہے

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: تم سب سے بہتر میرا زمانہ ہے، پھر وہ جو اس عہد سے ملے ہوئے ہیں، پھر وہ جو اس عہد سے ملے ہوئے ہیں۔ عمران فرماتے ہیں: مجھے معلوم نہیں کہ حضور ﷺ نے یہ کلمات ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ دو مرتبہ فرمائے یا تین مرتبہ۔ پھر ان کے بعد وہ لوگ آئیں گے جو گواہی دیں گے حالانکہ ان سے گواہی طلب نہیں کی جائے گی، وہ خیانت کریں گے اور کوئی ان کو امین بنانے کے لیے تیار نہیں ہوگا، وہ نذر مانیں گے اور اسے پورا نہیں کریں گے اور ان میں موٹاپا ظاہر ہوگا۔(2)

حضور ﷺ کی موت بے مثل ہے

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: حضور ﷺ فرمایا کرتے تھے: کسی نبی پر اس وقت تک موت طاری نہیں ہوئی جب تک کہ اس نے جنت میں اپنا ٹھکانا دیکھ نہ لیا۔ اس کے بعد ہر نبی کو موت وحیات میں اختیار دیا جاتا ہے۔ جب حضور ﷺ کے انتقال کا وقت آیا، اس وقت آپ کا سر انور میری گود میں تھا۔ آپ پر کچھ وقت کے لیے غشی طاری ہوئی۔ پھر آپ کو افاقہ ہوا تو آپ نے اپنی نگاہیں چھت پر گاڑ دیں۔ پھر آپ نے فرمایا: اے میرے اللہ! میں اپنے

1۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 111 2۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 951

رفیق اعلیٰ (پروردگار عالم) کے پاس جانے کی خواہش رکھتا ہوں۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: میں نے (جی میں) کہا: اب آپ ہمیں اختیار نہیں فرمائیں گے اور مجھے پتا چل گیا کہ آپ ﷺ ہمیں جو حدیث سنایا کرتے تھے، اس سے مراد یہی تھی۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: یہ کلمات اَللّٰھُمَّ الرَّفِیْقَ الْاَعْلٰی، وہ آخری کلمات تھے جو حضور ﷺ کی زبان سے ادا ہوئے۔(1)

حضور ﷺ کا ترکہ بے مثل ہے

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: حضرت فاطمہ اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حضور ﷺ کی میراث سے اپنے حصے کا مطالبہ کرنے کے لیے تشریف لائے۔ وہ اس روز فدک اور خیبر کی زمینوں سے حضور ﷺ کے حصے کو (بطور وراثت حاصل کرنے) کا مطالبہ کر رہے تھے۔ ان دونوں سے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: ہماری میراث تقسیم نہیں ہوتی۔ ہم جو مال چھوڑیں وہ صدقہ ہے۔ اس سے حضرت محمد ﷺ کی آل (اپنی ضروریات کے مطابق) مال حاصل کر سکتی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: خدا کی قسم، میں نے حضور ﷺ کو جو کام کرتے دیکھا ہے، میں وہ کام کروں گا اور اسے کبھی نہیں چھوڑوں گا۔ راوی کہتے ہیں: اس پر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان سے خفا ہو گئیں اور اپنے انتقال تک ان سے کلام نہیں کیا۔(2)

کھانے اور پینے میں حضور ﷺ کی شان بے مثل ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: وصال کے روزے نہ رکھا کرو۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ آپ تو وصال کے روزے رکھتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں تمہاری مثل نہیں ہوں۔ میں تو اس حال میں رات گزارتا ہوں کہ میرا رب مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا بھی ہے۔ (اس کے باوجود) لوگ صوم وصال سے باز نہ آئے۔ راوی کہتے ہیں: حضور ﷺ نے ان کے ساتھ دو دن یا دو راتیں صوم وصال رکھا۔ پھر انہیں (شوال کا) چاند نظر آ گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اگر رؤیت ہلال مؤخر ہو جاتی تو میں تمہارے ساتھ مزید وصال کے روزے رکھتا۔ گویا آپ نے ان کے اس فعل پر ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا۔(3)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: جس نے لہسن یا پیاز کھایا ہو وہ ہم سے دور رہے۔ یا فرمایا: ہماری مسجد سے دور رہے اور اپنے گھر میں بیٹھے۔ آپ کی خدمت میں ایک طبق پیش کیا گیا جس میں تازہ سبزیاں تھیں۔ آپ نے ان کی بو محسوس

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 964 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 996 3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 1084

کی۔ آپ نے اس کے متعلق پوچھا تو آپ کو بتایا گیا کہ اس میں فلاں فلاں سبزیاں ہیں۔ آپ نے اپنے ایک صحابی کی طرف، جو آپ کی خدمت میں حاضر تھے، اشارہ کر کے فرمایا: یہ طبق ان کے حوالے کر دو۔ جب آپ نے دیکھا کہ وہ صحابی اس کو کھانے میں کراہت محسوس کر رہے ہیں تو آپ نے فرمایا: کھاؤ کیونکہ میں جس ذات سے مناجات کرتا ہوں تم اس سے مناجات نہیں کرتے...... الحدیث۔(1)

شرعی احکام میں حضور ﷺ کی شان بے مثل ہے

حضرت ابو مریم عبداللہ بن زیاد الاسدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: جب حضرات طلحہ، زبیر اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بصرہ کی طرف روانہ ہوئے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمار بن یاسر اور حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ان کی طرف بھیجا۔ وہ کوفہ میں ہمارے پاس آئے اور منبر پر تشریف لے گئے۔ حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما منبر کی سب سے اوپر والی سیڑھی پر تھے اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان سے نیچے تھے۔ ہم ان کے نزدیک جمع ہو گئے تو میں نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو یہ فرماتے سنا: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بصرہ کی طرف چلی ہیں اور خدا کی قسم اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ دنیا اور آخرت دونوں میں تمہارے نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہیں آزمائش میں مبتلا کیا ہے کہ پتا چل جائے کہ تم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فرمانبرداری کرتے ہو یا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی۔(2)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں اپنی خالہ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں سویا۔ اس رات حضور ﷺ بھی ان کے ہاں تھے۔ حضور ﷺ نے وضو فرمایا پھر کھڑے ہوئے اور نماز پڑھی۔ میں بھی آپ کی بائیں جانب کھڑا ہو گیا۔ آپ نے مجھے پکڑا اور اپنی دائیں جانب کھڑا کر دیا۔ اس رات آپ نے تیرہ رکعتیں پڑھیں۔ پھر حضور ﷺ سو گئے حتیٰ کہ آپ نے خراٹے لیے۔ اور آپ ﷺ جب سوتے تھے تو خراٹے لیتے تھے۔ پھر مؤذن (نماز کی اطلاع دینے کے لیے) آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ باہر تشریف لے گئے اور نماز پڑھی۔ آپ نے وضو نہیں کیا...... الحدیث۔(3)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: حضور ﷺ سو جاتے حتیٰ کہ خراٹے لینے لگتے۔ پھر اٹھتے اور نماز پڑھتے لیکن وضو نہ فرماتے...... الحدیث۔(4)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: حضور ﷺ عصر کے بعد

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 1094
2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 1052
3۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 260
4۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 36

(نوافل) پڑھتے تھے لیکن لوگوں کو اس سے منع فرماتے تھے۔ اور آپ خود وصال کے روزے رکھتے تھے اور لوگوں کو صوم وصال سے منع فرماتے تھے۔(1)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: جب لوگوں نے حضور ﷺ کو غسل دینے کا ارادہ کیا تو وہ (ایک دوسرے سے) کہنے لگے: خدا کی قسم ہمیں معلوم نہیں کہ ہم جس طرح دیگر میتوں کے کپڑے اتارتے ہیں اسی طرح حضور ﷺ کے بھی کپڑے اتاریں یا آپ کو کپڑوں سمیت غسل دیں۔ جب ان کی آراء میں اختلاف ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر نیند مسلط فرما دی حتیٰ کہ ان میں کوئی شخص ایسا نہ بچا جس کی ٹھوڑی (نیند کی وجہ سے) اس کے سینے کے ساتھ مس نہ کرنے لگی ہو۔ پھر گھر کے کونے سے کسی نے ان کے ساتھ بات کی۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ وہ بات کرنے والا کون ہے۔ اس نے کہا: حضور ﷺ کو کپڑوں سمیت غسل دو۔ وہ اٹھے اور حضور ﷺ کو غسل دیا جب کہ آپ کے کپڑے آپ کے جسد پاک پر ہی تھے۔ وہ قمیص کے اوپر پانی ڈالتے اور اپنے ہاتھوں کے ساتھ بلکہ قمیص کے ساتھ حضور ﷺ کے جسد انور کو ملتے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرمایا کرتی تھیں: جس بات کی خبر مجھے بعد میں ہوئی اگر اس کا پہلے پتا چل گیا ہوتا تو حضور ﷺ کو آپ کی ازواج مطہرات کے علاوہ کوئی اور غسل نہ دیتا۔(2)

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ام سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال ہو گیا۔ اس وقت حضور ﷺ (مدینہ طیبہ میں) موجود نہ تھے۔ جب حضور ﷺ واپس تشریف لائے تو آپ نے ام سعد کی نماز جنازہ پڑھی۔ اس وقت ان کے انتقال کو ایک مہینا گزر گیا تھا۔(3)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں، حضور ﷺ نے ہم سے فرمایا: تمہارے بھائی نجاشی (حبشہ میں) انتقال کر گئے ہیں لہٰذا اٹھو اور ان کی نماز جنازہ پڑھو۔ راوی کہتے ہیں: ہم کھڑے ہوئے اور صفیں بنائیں جیسی میت کے لیے صفیں بنائی جاتی ہیں۔ اور ہم نے ان کی نماز جنازہ پڑھی جیسے میت کی نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے۔(4)

حضور ﷺ کے اعمال اور ان کے ثواب کی شان بے مثل ہے

حضرت یعلی بن مملک سے مروی ہے کہ انہوں نے ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضور ﷺ کی قراءت اور نماز (کی کیفیت) کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا: تم حضور ﷺ کی نماز کے متعلق پوچھ کر کیا کرو گے؟ (جبکہ اس جیسی نماز پڑھنا تمہارے بس میں نہیں) آپ نماز

1۔ سنن ابی داؤد، جلد 1، صفحہ 189
2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 92
3۔ جامع الترمذی، جلد 1، صفحہ 123
4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 123

پڑھتے۔ پھر جتنی دیر نماز پڑھی تھی اتنی دیر آرام فرماتے۔ پھر اتنی دیر نماز پڑھتے جتنی دیر آرام فرمایا تھا۔ پھر اتنی دیر آرام فرماتے جتنی دیر نماز پڑھی تھی (آپ اسی طرح رات گزارتے) حتی کہ صبح ہو جاتی۔ پھر ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور ﷺ کی قرأت کی کیفیت بیان فرمائی۔ آپ نے حضور ﷺ کی قراءت کی کیفیت بیان کرتے ہوئے اس طرح ترتیل سے قرآن کو پڑھا کہ ایک ایک حرف علیحدہ پڑھا جا رہا تھا۔ (1)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: مجھے یہ حدیث سنائی گئی کہ حضور ﷺ نے فرمایا: بیٹھ کر نماز پڑھنے والے نمازی کو نصف نماز کا ثواب ملتا ہے۔ راوی کہتے ہیں: میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ بیٹھ کر نماز ادا فرما رہے ہیں۔ میں نے (بوجہ حیرت) اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھ دیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اے عبداللہ بن عمرو! تمہیں کیا ہوا ہے؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ مجھے بتایا گیا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کو نصف نماز کا ثواب ملتا ہے جب کہ آپ بیٹھ کر نماز ادا فرما رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ہاں، یہ ٹھیک ہے لیکن میں تم میں سے کسی کی مثل تو نہیں ہوں۔ (یعنی میرے ثواب کا حکم مختلف ہے۔) (2)

حضور ﷺ کی رائے بے مثل ہے

ابن شہاب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے منبر پر (کھڑے ہو کر) یہ ارشاد فرمایا: اے لوگو! حضور ﷺ کی رائے حق ہوتی تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ وہ رائے آپ کو دکھاتا تھا (یعنی اس کا آپ کے سینہ انور میں القاء فرماتا تھا) اور ہماری رائے ظن اور تکلف پر مبنی ہوتی ہے۔ (3)

نورانی مخلوق (فرشتوں) سے تاجدار مدینہ کا تعلق بے مثل ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام سے فرمایا: آپ ہماری ملاقات کے لیے جتنی مرتبہ آتے ہیں، اس سے زیادہ مرتبہ کیوں نہیں آتے؟ اس پر یہ آیۃ کریمہ نازل ہوئی: وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ ۚ لَهٗ مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَمَا خَلْفَنَا...... الآیہ (4) (مریم:64) ”ہم نہیں اترتے مگر آپ کے رب کے حکم سے، ہمارے سامنے اور پیچھے جو کچھ ہے اسی کا ہے“۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ہم نے حضور ﷺ کی معیت میں قبیلہ جہینہ کی ایک جماعت کے خلاف جہاد کیا۔ انہوں نے ہمارے خلاف زبردست جنگ کی۔ جب

1۔ سنن النسائی، جلد 1، صفحہ 242
2۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 253
3۔ سنن ابی داؤد، جلد 2، صفحہ 149
4۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 691

ہم نے ظہر کی نماز پڑھی تو مشرکین نے (ایک دوسرے سے) کہا: اگر ہم ان پر حملہ کریں تو ان کو کاٹ کر رکھ دیں۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے اس (مشرکین کے منصوبے) کی اطلاع حضور ﷺ کو کر دی۔ حضور ﷺ نے اس کا ذکر ہمارے سامنے کیا۔ راوی کہتے ہیں: مشرکین نے کہا: ان (مسلمانوں) پر ایک ایسی نماز کا وقت آئے گا جو انہیں اپنی اولاد سے بھی زیادہ عزیز ہے۔ جب عصر کی نماز کا وقت آیا تو راوی کہتے ہیں ہم نے دو صفیں بنائیں۔ مشرکین ہمارے اور قبلہ کے درمیان تھے۔ حضور ﷺ نے تکبیر کہی۔ ہم نے بھی تکبیر کہی۔ آپ نے رکوع کیا ہم نے بھی رکوع کیا۔ پھر حضور ﷺ نے سجدہ کیا تو پہلی صف نے آپ کے ساتھ سجدہ کیا۔ جب وہ اٹھے تو دوسری صف نے سجدہ کیا۔ پہلی صف پیچھے ہٹ گئی اور دوسری صف آگے آ کر پہلی صف کی جگہ کھڑی ہو گئی۔ حضور ﷺ نے تکبیر کہی ہم نے تکبیر کہی۔ آپ نے رکوع کیا ہم نے بھی رکوع کیا۔ پھر آپ نے سجدہ کیا تو پہلی صف نے آپ کے ساتھ سجدہ کیا اور دوسری صف حالت قیام میں رہی۔ جب دوسری صف (بھی) سجدہ کر چکی تو سب لوگ قعدے میں بیٹھ گئے۔ پھر حضور ﷺ نے ان کی طرف (رخ کر کے) سلام پھیرا......الحدیث۔ (1)

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 279

رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

انسان کو اللہ تعالیٰ نے اشرف المخلوقات بنایا ہے اور انسانیت کے اس شرف کا دارومدار ان اوصاف جمیلہ پر ہے کہ جن سے اللہ تعالیٰ اپنے جس بندے کو نواز دیتا ہے، وہ بندۂ خاکی نورانی فرشتوں کے لیے قابل رشک بن جاتا ہے۔ انسانیت کے یہی اوصاف جمیلہ کسی انسان کی عظمت کو ماپنے کا معیار ہیں۔ ان اوصاف سے کوئی انسان جتنا زیادہ متصف ہوتا ہے، صحیح انسانی معاشرے میں، اس کا مقام اتنا ہی بلند ہوتا ہے۔ اور ان اوصاف سے مکمل طور پر خالی ہو کر انسان درندوں کے لیے بھی قابل نفرت بن جاتا ہے۔

تمام انبیائے کرام میں یہ اوصاف جمیلہ انتہائی بلندیوں کو چھو رہے ہوتے ہیں لیکن خدا کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، جو سید الانبیاء والمرسلین ہیں، ان کی ذات میں تو انسان کو عظمتیں عطا کرنے والے یہ تمام اوصاف جمیلہ اپنی شان کمال کے ساتھ جلوہ گر نظر آتے ہیں۔

ان اوصاف جمیلہ میں سے جو وصف حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پہچان بن گیا ہے وہ آپ کی شان رحمت ہے۔ اللہ تعالیٰ رحمن ہے، رحیم ہے۔ اس کی رحمت سے کائنات کا ہر ذرہ مستفید ہو رہا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کی صفت رحمت کے مظہر اتم ہیں۔ آپ اپنے اہل خانہ کے لیے بھی رحمت ہیں اور اجانب کے لیے بھی، آپ غلاموں کے لیے بھی رحمت ہیں اور مسکینوں کے لیے بھی، آپ مظلوموں کے لیے بھی رحمت ہیں اور زمانے کے ستائے ہوئے بے بس انسانوں کے لیے بھی، آپ اپنی غلامی کا طوق زیب گلو کرنے والوں کے لیے بھی رحمت ہیں اور اس کے لیے بھی رحمت ہیں جو آپ کے قتل کے ارادے سے اپنی بے نیام تلوار ہوا میں لہراتا ہے۔ آپ عرب والوں کے لیے بھی رحمت ہیں اور عجم والوں کے لیے بھی۔ آپ عورتوں کے لیے بھی رحمت ہیں اور بچوں کے لیے بھی۔ آپ دوستوں کے لیے بھی رحمت ہیں اور دشمنوں کے لیے بھی۔ آپ انسانوں کے لیے بھی رحمت ہیں اور حیوانوں کے لیے بھی۔ آپ جاندار مخلوق کے لیے بھی رحمت ہیں اور بے جان مخلوق کے لیے بھی۔ آپ خاکی مخلوق کے لیے بھی رحمت ہیں اور نوری مخلوق کے لیے بھی۔ آپ پارسا لوگوں کے لیے بھی رحمت ہیں اور مجرم و خطاکار لوگوں کے لیے بھی۔ آپ کی رحمت کا دریا اس دنیا میں بھی ٹھاٹھیں مار رہا ہے اور قیامت کے روز تو اس کے تلاطم کی شان ہی نرالی ہوگی۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ کا عمیق مطالعہ کرنے کے بعد انسان لامحالہ اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینہ عالی میں جو دل دھڑکتا تھا، وہ دل نفرت، کینہ اور بغض جیسے جذبات سے کلیۃً پاک تھا۔

آپ مخلوق کے ہر فرد کے خیر خواہ تھے اور بدخواہ کسی کے نہ تھے۔

ہر انسان اپنے بچوں پر رحمت کرتا ہے لیکن یہ اس کی فطرت کا تقاضا ہے۔ ہر انسان اپنے موافق لوگوں کے ساتھ رحمت سے پیش آتا ہے اور یہ بھی انسانی فطرت کا تقاضا ہے۔ لیکن پتھر مار کر لہولہان کرنے والوں کے لیے دعائے ہدایت کرنا اور عبداللہ بن ابی جیسے دشمن کی نجات کی خواہش کا اظہار کرنا صرف اسی ہستی کا کام ہے جس کے سر پر رحمۃ للعالمینی کا تاج سجا ہے۔ آیئے احادیث صحیحہ کی روشنی میں حضور ﷺ کی شان رحمۃ للعالمینی کی ایک جھلک دیکھنے کی کوشش کریں۔

عزیزوں اور رشتہ داروں کے لیے رحمت

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لائے۔ آپ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گھر میں موجود نہ پایا۔ آپ نے (حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے) فرمایا: تمہارے چچا زاد کہاں ہیں؟ انہوں نے عرض کیا: میرے اور ان کے درمیان کچھ تلخ کلامی ہو گئی تھی۔ وہ مجھ سے ناراض ہو کر باہر تشریف لے گئے اور دو پہر کو استراحت کے لیے میرے پاس نہیں ٹھہرے۔ حضور ﷺ نے ایک آدمی سے فرمایا: دیکھو، وہ کہاں ہیں۔ وہ شخص واپس آیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ وہ مسجد میں سو رہے ہیں۔ حضور ﷺ مسجد میں تشریف لائے تو دیکھا کہ وہ لیٹے ہوئے ہیں۔ ان کے پہلو سے چادر ہٹ گئی ہے اور اس پر مٹی لگ گئی ہے۔ حضور ﷺ ان کے پہلو سے مٹی صاف کرنے لگے اور فرمانے لگے: اے ابو تراب!(1) اٹھو۔ اے ابو تراب! اٹھو۔(2)

حضرت ابو قتادہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نماز پڑھتے تھے، اس حال میں کہ آپ نے حضرت امامہ جو زینب بنت رسول ﷺ اور ابو العاص بن ربیعہ بن عبد شمس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی بیٹی تھیں، کو اٹھا رکھا ہوتا تھا۔ جب آپ سجدے میں جاتے تو اس (بچی) کو نیچے بٹھا دیتے اور جب سجدے سے سر اٹھاتے تو اس کو پھر اٹھا لیتے تھے۔(3)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ منیٰ کے دنوں میں ان کے پاس تشریف لائے۔ ان کے پاس دو لونڈیاں تھیں جو دف بجا رہی تھیں۔ حضور ﷺ نے کپڑے سے اپنے چہرۂ انور کو چھپا رکھا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان لونڈیوں کو جھڑکا تو حضور ﷺ نے اپنے چہرۂ انور سے کپڑا ہٹایا اور فرمایا: اے ابوبکر! انہیں کچھ نہ کہو

1۔ تراب مٹی کو کہتے ہیں۔ حضور ﷺ نے ان کے پہلو پر مٹی دیکھی تو پیار سے انہیں اس نام سے مخاطب کیا۔

2۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 63

3۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 74

کیونکہ یہ عید کے دن ہیں۔ راوی کہتے ہیں: وہ دن منیٰ کے تھے (جن کو حضور ﷺ نے ایامِ عید فرمایا) اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ مجھے (اپنے پیچھے) چھپائے ہوئے تھے اور میں حبشیوں کو مسجد میں کھیلتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان (حبشیوں) کو جھڑکا تو حضور ﷺ نے فرمایا: انہیں کچھ نہ کہو۔ اے بنوارفدہ! تم بے خوف ہو کر اپنا کام جاری رکھو...... الحدیث۔(1)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ کی ایک صاحبزادی (حضرت زینب) رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ ان کا بچہ قریب الموت ہے، اس لیے آپ ان کے ہاں تشریف لائیں۔ آپ ﷺ نے جوابی پیغام بھیجا کہ ان کو میری طرف سے سلام کہو اور کہو کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی ہے جو وہ لے لے وہ بھی اور جو وہ عطا کر دے وہ بھی۔ اور اس کے ہاں ہر کام کا ایک وقت مقرر ہے۔ اس لیے ان (زینب) کو چاہیے کہ اس (صدمہ) پر صبر کریں اور اس پر ثواب کی امید رکھیں۔ انہوں نے پھر آدمی بھیجا اور آپ کو قسم دے کر گزارش کی کہ آپ ان کے ہاں تشریف لائیں۔ حضور ﷺ اٹھے۔ حضرات سعد بن عبادہ، معاذ بن جبل، ابی بن کعب، زید بن ثابت رضوان اللہ علیہم اجمعین اور دیگر کئی لوگ آپ کے ہمراہ ہو لیے۔ بچہ حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ اس کی سانس اکھڑ رہی تھی۔ راوی کہتے ہیں: میرا گمان ہے کہ مجھ سے روایت کرنے والے نے یہ الفاظ بھی کہے تھے: "گویا وہ مشکیزہ ہو" (یعنی اکھڑی ہوئی سانس کی آواز کو مشکیزے سے آنے والی آواز کے ساتھ تشبیہ دی) اس پر حضور ﷺ کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ یہ کیا؟ فرمایا: یہ وہ رحمت ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں میں ودیعت فرما رکھی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے ان بندوں پر (خصوصی) رحمت فرماتا ہے جو رحم کرنے والے ہیں۔(2)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ہم حضور ﷺ کی ایک صاحبزادی (حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے جنازے میں شریک ہوئے۔ راوی کہتے ہیں: حضور ﷺ قبر (کے کنارے) تشریف فرما تھے اور میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ راوی کہتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: کیا کوئی شخص ایسا ہے جس نے آج رات عملِ زوجیت نہ کیا ہو؟ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ میں نے آج رات عملِ زوجیت نہیں کیا۔ آپ نے فرمایا: (قبر میں) اترو۔ سو وہ ان کی قبر میں اترے۔(3)

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 135 2۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 171 3۔ ایضاً

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ہم حضور ﷺ کی معیت میں ابو سیف لوہار کے گھر گئے۔ وہ حضور ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم کی رضاعی ماں کے خاوند تھے۔ حضور ﷺ نے حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پکڑا، انہیں بوسہ دیا اور ان کی خوشبو سونگھی۔ پھر اس کے بعد دوبارہ ان (ابوسیف) کے گھر گئے تو حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر رہی تھی۔ حضور ﷺ کی آنکھوں سے سیل اشک رواں ہو گیا۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ آپ بھی گریہ فرما رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اے ابن عوف! یہ رحمت ہے۔ پھر آپ نے مزید آنسو بہائے اور فرمایا: بے شک آنکھیں اشکبار ہیں، دل دکھی ہے لیکن ہم زبان سے صرف وہی بات کہتے ہیں جس سے ہمارا رب راضی ہوتا ہے۔ اے ابراہیم! مجھے تمہارے فراق کا بہت دکھ ہے...... الحدیث۔ (1)

کمزور، غمزدہ اور معاشرے کے ٹھکرائے ہوئے افراد کے لیے رحمت

حضرت معرور رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ربذہ کے مقام پر میری ملاقات حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ہوئی۔ انہوں نے ایک حلہ زیب تن کر رکھا تھا اور ان کے غلام نے بھی (ایسا ہی) ایک حلہ زیب تن کر رکھا تھا۔ میں نے ان سے اس کا سبب پوچھا تو انہوں نے فرمایا: ایک آدمی کے ساتھ میری گالی گلوچ ہو گئی۔ میں نے اس کو اس کی ماں کے حوالے سے عار دلائی۔ (اس پر) حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا: اے ابوذر! کیا تم نے اس کو اس کی ماں کے حوالے سے عار دلائی ہے؟ تم ایک ایسے شخص ہو جس میں جاہلیت کے آثار باقی ہیں۔ تمہارے غلام تمہارے بھائی ہیں۔ انہیں اللہ تعالیٰ نے تمہاری ملکیت میں دے دیا ہے۔ جس کی ملکیت میں اس کا کوئی بھائی ہو، وہ اسے وہی کھلائے جو خود کھاتا ہے، وہی پہنائے جو خود پہنتا ہے اور انہیں ایسا کام کرنے پر مجبور نہ کرے جو ان کی طاقت سے زیادہ ہو۔ اور اگر تم انہیں ایسا کام کرنے پر مجبور کرو تو ان کی مدد کیا کرو۔ (2)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: ایک سیاہ لونڈی ایک عرب قبیلہ کی ملکیت میں تھی۔ انہوں نے اس کو آزاد کر دیا اور وہ ان ہی کے ساتھ رہنے لگی۔ راویہ (سیاہ فام عورت) کہتی ہیں: اس قبیلے والوں کی ایک بچی باہر نکلی۔ اس نے چمڑے کی بنی ہوئی سرخ رنگ کی مرصع پٹی پہن رکھی تھی۔ اس بچی نے یا تو وہ پٹی خود نیچے رکھی یا وہ اس سے گر گئی۔ ایک چیل وہاں سے گزری تو وہ پٹی جو وہاں گری پڑی تھی چیل نے اسے گوشت سمجھ کر اچک لیا۔ راویہ کہتی ہیں: ان لوگوں نے پٹی کو تلاش کیا لیکن وہ انہیں نہ ملی۔ راویہ کہتی ہیں: انہوں نے اس (کی چوری) کا الزام مجھ پر لگا دیا۔ وہ کہتی

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 174
2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 9

ہیں: انہوں نے میری تلاشی لینا شروع کر دی حتیٰ کہ انہوں نے میری شرم گاہ کی بھی تلاشی لی۔ راویہ کہتی ہیں: خدا کی قسم، میں ان کے ساتھ کھڑی تھی کہ ایک چیل وہ پٹی لے کر وہاں سے گزری اور اس نے پٹی کو نیچے پھینک دیا اور وہ ان کے درمیان آ گئی۔ راویہ کہتی ہیں: میں نے کہا: یہ ہے وہ چیز جس (کی چوری) کا الزام تم نے مجھ پر لگایا تھا۔ تم نے خیال کیا تھا کہ یہ پٹی میں نے چرائی ہے حالانکہ میں اس الزام سے بری ہوں۔ یہ ہے تمہارا مال۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: وہ سیاہ فام عورت حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اسلام قبول کر لیا۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: اس عورت کے لیے مسجد میں ایک خیمہ یا جھونپڑی سی بنی ہوئی تھی۔ حضرت صدیقہ فرماتی ہیں: وہ عورت میرے پاس آتی تھی اور میرے پاس گفتگو کرتی تھی۔ حضرت صدیقہ فرماتی ہیں: وہ عورت جب میرے پاس بیٹھتی تو یہ ضرور کہتی: پٹی والا دن ہمارے رب کے نشانات قدرت میں سے ہے، لیکن اس کا تعلق دار کفر سے ہے جس سے مجھے اللہ تعالیٰ نے نجات دے دی ہے۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: میں نے اس سے پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ جب بھی میرے ساتھ بیٹھتی ہو تو یہ جملہ ضرور ادا کرتی ہو تو اس کے جواب میں اس نے مجھے یہ واقعہ سنایا۔ (1)

حضرت نافع سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ انہیں حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا کہ حضور ﷺ کے غزوات میں سے ایک غزوے میں ایک عورت مقتول پائی گئی تو حضور ﷺ نے عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے پر ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ (2)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہی کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا۔ (3)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: عورتوں نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ آپ (کی خدمت میں حاضری) کے معاملے میں مرد ہم پر سبقت لے گئے ہیں۔ آپ ہمارے لیے اپنا ایک دن مقرر فرمائیں۔ آپ نے ان سے ایک دن ملاقات کا وعدہ فرمایا۔ اس دن آپ نے ان سے ملاقات کی، انہیں وعظ فرمایا اور انہیں کچھ کاموں کا حکم دیا۔ آپ نے ان (عورتوں) سے جو باتیں فرمائیں ان میں ایک بات یہ بھی تھی: تم میں سے جو خاتون اپنے تین بچوں کو آگے بھیجتی ہے (یعنی وہ اس کی زندگی میں فوت ہو جاتے ہیں) وہ (صدمہ) اس کے لیے دوزخ سے حجاب بن جاتا ہے۔ ایک عورت نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ دو بچوں کی موت (کے صدمے) کا کیا حکم ہے؟ فرمایا: دو بھی اس کے لیے دوزخ سے حجاب بن جاتے ہیں۔ (4)

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 63 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 423 3۔ ایضاً 4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 20-21

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے: فرماتے ہیں، حضور ﷺ ایک سفر میں تھے۔ انجشہ نامی ایک سیاہ فام لڑکا حدی خوانی کر رہا تھا۔ حضور ﷺ نے ان سے فرمایا: اے انجشہ! ان آبگینوں کے ساتھ اپنے اونٹوں کی رفتار کو آہستہ رکھو۔(1) (یعنی عورتیں جو اونٹوں پر سوار ہیں ان کی تکلیف کا خیال رکھتے ہوئے اونٹوں کی رفتار آہستہ رکھو)

حضرت ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا: جس نے بچے اور اس کی ماں کے درمیان جدائی ڈالی، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو اس کے پیاروں سے جدا کر دے گا۔(2)

حضرت رباح بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ہم ایک غزوے میں حضور ﷺ کے ساتھ تھے۔ آپ ﷺ نے لوگوں کو کسی چیز کے گرد جمع دیکھا۔ آپ نے ایک آدمی کو بھیجا کہ وہ دیکھے کہ یہ لوگ کس چیز کے گرد جمع ہیں۔ وہ شخص (واپس) آیا اور عرض کیا: یہ لوگ ایک مقتول عورت کے گرد جمع ہیں۔ آپ نے فرمایا: یہ عورت جنگ تو نہیں کر سکتی تھی۔ راوی کہتے ہیں: غزوے کے مقدمۃ الجیش کے کمانڈر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ حضور ﷺ نے ایک آدمی بھیجا اور ان سے فرمایا: خالد سے کہو کہ عورتوں اور بچوں کو قتل نہ کریں۔(3)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں یوں (قریب قریب) ہوں گے۔ یہ فرماتے ہوئے آپ ﷺ نے اپنی انگشت شہادت اور درمیانی انگلی کے ساتھ اشارہ فرمایا۔(4)

حضرت صفوان بن سلیم حضور ﷺ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: بیواؤں اور مسکینوں کی (ضروریات پوری کرنے کی) خاطر تگ و دو کرنے والا راہ خدا میں جہاد کرنے والے کی مثل ہے یا اس کی مثال اس شخص جیسی ہے جو دنوں کو روزہ رکھتا ہے اور راتوں کو قیام کرتا ہے۔(5)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں حضور ﷺ کی معیت میں (کاشانۂ اقدس میں) داخل ہوا۔ آپ کو ایک پیالے میں کچھ دودھ ملا۔ آپ نے فرمایا: ابو ہریرہ! جاؤ اور اہل صفہ کو میرے پاس بلا لاؤ۔ میں ان کے پاس گیا۔ ان کو (حضور ﷺ کی طرف سے) دعوت دی۔ وہ آئے۔ انہوں نے اجازت طلب کی۔ آپ نے ان کو اجازت دی اور وہ اندر داخل ہو گئے۔(6)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک آدمی کو حضور ﷺ کی

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 255 2۔ جامع الترمذی، جلد 1، صفحہ 190 3۔ سنن ابی داؤد، جلد 2، صفحہ 6
4۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 888 5۔ ایضاً 6۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 923

خدمت میں پیش کیا گیا۔ اس شخص نے شراب پی تھی۔ آپ نے فرمایا: اس کو مارو۔ ہم میں سے کچھ اس کو ہاتھوں سے مارنے لگے، کچھ جوتوں سے اور کچھ کپڑوں سے۔ جب وہ پیچھے مڑا تو لوگوں میں سے کسی نے کہا: اللہ تعالیٰ تجھے رسوا کرے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ایسا نہ کہو۔ اس کے خلاف شیطان کی معاونت نہ کرو۔(1)

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ماعز بن مالک حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ مجھے پاک کر دیجئے۔ آپ نے فرمایا: تم پر افسوس، واپس جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے استغفار اور توبہ کرو۔ وہ تھوڑے ہی وقت کے بعد پھر واپس آئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ مجھے پاک کر دیجئے۔ حضور ﷺ نے ان کو وہی جواب دیا جو پہلی بار دیا تھا۔ جب وہ چوتھی بار آئے تو حضور ﷺ نے ان سے پوچھا: میں تمہیں کس (جرم) سے پاک کروں؟ انہوں نے عرض کیا: بدکاری سے۔ حضور ﷺ نے (لوگوں سے) پوچھا: کیا یہ دیوانہ ہے؟ آپ کو بتایا گیا کہ وہ دیوانہ نہیں ہے۔ آپ نے پوچھا: کیا اس نے شراب پی رکھی ہے؟ ایک آدمی اٹھا، اس کے منہ کو سونگھا تو اس نے شراب کی بو محسوس نہ کی۔ راوی کہتے ہیں: حضور ﷺ نے پوچھا: کیا تم نے زنا کیا ہے؟ اس نے عرض کیا: ہاں۔ اس پر اس کو رجم کیا گیا۔ ان (ماعز) کے بارے میں لوگوں کے دو گروہ ہو گئے۔ کچھ لوگ کہتے: وہ تباہ ہو گیا ہے۔ گناہوں نے اس کا احاطہ کر لیا تھا اور کچھ لوگ کہتے: کسی شخص کی توبہ ماعز کی توبہ سے افضل نہیں ہے۔ وہ خود حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اپنا ہاتھ آپ کے ہاتھ میں رکھا اور عرض کیا: مجھے سنگسار کر دیجئے۔ دو یا تین دن لوگ اسی (اختلاف) پر قائم رہے۔ پھر حضور ﷺ تشریف لائے تو لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے ان کو سلام کیا اور فرمایا: ماعز کے لیے دعائے مغفرت کرو۔ لوگوں نے دعا کی: اے اللہ تعالیٰ! ماعز بن مالک کو بخش دے۔ راوی کہتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: (ماعز نے) ایسی توبہ کی ہے کہ اسے (پوری) امت پر تقسیم کر دیا جائے تو وہ ان کے لیے کافی ہو۔ راوی کہتے ہیں: پھر قبیلہ ازد کی شاخ غامد کی ایک عورت حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ مجھے پاک فرما دیجئے۔ آپ نے فرمایا: تم پر افسوس، واپس چلی جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے استغفار اور توبہ کرو۔ اس نے عرض کیا: میرا خیال ہے آپ مجھے اسی طرح واپس بھیجنا چاہتے ہیں جیسے آپ نے ماعز کو واپس بھیجا تھا۔ آپ نے پوچھا: مسئلہ کیا ہے؟ اس نے بتایا کہ وہ بدکاری کے ذریعہ حاملہ ہے۔ آپ نے پوچھا: کیا تم حاملہ ہو؟ اس نے عرض کیا: ہاں۔ آپ نے فرمایا: تمہارے پیٹ میں جو (بچہ) ہے، تمہارے اس کو جنم دینے کے بعد ہی تم پر اس سزا کا

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 1002

نفاذ ہو گا۔ ایک انصاری نے اس عورت کی کفالت کی حتیٰ کہ اس نے بچے کو جنم دے دیا۔ راوی کہتے ہیں: وہ انصاری حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ غامدیہ عورت نے بچے کو جنم دے دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ایسی صورت میں ہم یہ نہیں کر سکتے کہ اس عورت کو سنگسار کر دیں اور اس کے چھوٹے بچے کو اس حال پر چھوڑ دیں کہ اسے کوئی دودھ پلانے والی نہ ہو۔ ایک انصاری اٹھے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ اس بچے کی رضاعت میرے ذمہ ہے (اس پر) آپ ﷺ نے اس غامدیہ عورت کو سنگسار کر دیا۔(1)

امت کے ساتھ فقید المثال وابستگی

حضور ﷺ کا قلب انور محبتوں اور شفقتوں کا گہوارہ تھا۔ کائنات کی ہر چیز آپ کی رحمت سے متمتع ہوئی اور ہوتی رہے گی۔ اور قیامت کے دن تو آپ کی رحمۃ للعالمینی ایک نئی شان سے جلوہ گر ہو گی۔ آپ رحمت کائنات ہیں لیکن آپ کی رحمتوں، شفقتوں اور دلنوازیوں کا جو تعلق اپنی امت کے ساتھ ہے اس کی نہ کوئی مثال ہے اور نہ چشم تصور اس کی رفعتوں کا احاطہ کر سکتی ہے۔ قرآن حکیم نے امت کے ساتھ آپ کے تعلق کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جو چیز امت کے لیے باعث مشقت ہو وہ آپ کے قلب رحیم پر ناگوار گزرتی ہے، آپ امت کی بھلائی کے حریص ہیں اور مومنوں کے ساتھ آپ کا تعلق رأفت و رحمت کا ہے۔ حضور ﷺ کی ساری حیات طیبہ اس قرآنی بیان کی عملی تفسیر ہے۔ ذیل میں ہم امت پر حضور ﷺ کی رحمت کی چند مثالیں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ کی خدمت میں جب کوئی میت پیش کی جاتی تو آپ پوچھتے: کیا اس نے کوئی مال چھوڑا ہے جس سے اس کا قرض ادا ہو سکتا ہے؟ اگر بتایا جاتا کہ اس نے اتنا مال چھوڑا ہے جس سے اس کا قرض ادا ہو سکتا ہے تو آپ اس کی نماز جنازہ پڑھتے وگرنہ مسلمانوں سے فرماتے: اپنے ساتھی کی نماز جنازہ پڑھو۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ پر فتوحات کا دروازہ کھول دیا تو آپ نے فرمایا: مسلمانوں کے ساتھ میرا تعلق ان کی اپنی جانوں سے بھی زیادہ ہے۔ جو مسلمان قرض چھوڑ کر مرے اس کے قرض کو ادا کرنا میرے ذمہ ہے اور جو شخص مال چھوڑ کر مرے اس کا مال اس کے ورثاء کا ہے۔(2)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: دنیا اور آخرت دونوں میں میں ہر مسلمان کا سب سے زیادہ حق دار ہوں۔ تم (اس کی تصدیق کے لیے) چاہو تو قرآن حکیم کی یہ آیت پڑھ لو: اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ (احزاب:6) ''نبی ﷺ مومنوں کے

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 68-67 2۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 308

لیے ان کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہیں"۔ سو جو مسلمان فوت ہو جائے اور اس نے مال بطور ترکہ چھوڑا ہو، وہ مال اس کے ورثاء کا ہے، وہ جو بھی ہوں۔ اور جو مسلمان قرض اور ذمہ داریاں چھوڑ کر مرے تو (اس کے قرض خواہ) میرے پاس آئیں اس کا سب سے زیادہ حق دار میں ہوں۔(1)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے: فرماتے ہیں، حضور ﷺ نے (جنگ احد کے) آٹھ سال بعد شہدائے احد کی نماز جنازہ پڑھی۔ پھر آپ نے زندہ اور مردہ لوگوں کے لیے ایسے دعا فرمائی جیسے آپ انہیں الوداع فرما رہے ہوں۔ پھر آپ منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا: میں (تمہارے معاملات کا اہتمام کرنے کے لیے) تم سے پہلے جانے والا ہوں، میں تمہارا گواہ ہوں، تم سے اب ملاقات حوض (کوثر) پر ہوگی اور میں اس (حوض) کو اس جگہ سے بھی دیکھ رہا ہوں اور مجھے تمہارے متعلق یہ خدشہ نہیں ہے کہ تم شرک کرنے لگو گے البتہ مجھے تمہارے متعلق یہ خوف ہے کہ تم دنیا کے حصول کے لیے باہم مقابلہ کرنے لگو گے۔ راوی فرماتے ہیں: میرے لیے حضور ﷺ کے دیدار کا یہ آخری موقع تھا۔(2)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا: میری امت کے جس فرد کے دو بچے اس کی زندگی میں انتقال کر جائیں اس کو اللہ تعالیٰ ان (بچوں) کے وسیلے سے جنت میں داخل فرما دے گا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ جس کا ایک بچہ اس کی زندگی میں فوت ہوا اس کا کیا حکم ہے؟ فرمایا: اے بھلائیوں کی توفیق سے بہرہ ور خاتون! جس کا ایک بچہ فوت ہوا اس کا بھی یہ حکم ہے۔ انہوں نے عرض کیا: امت کے جس فرد کا کوئی بچہ اس سے پہلے فوت نہ ہوا ہو؟ فرمایا: میں اپنی امت (کے معاملات کے اہتمام کے لیے ان) سے پہلے جانے والا ہوں۔ ان کو میرے انتقال پر جس صدمے سے واسطہ پڑے گا ایسے کسی اور صدمے سے ان کو واسطہ نہیں پڑے گا۔(3)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں حضور ﷺ کی معیت میں عید الاضحیٰ کی نماز کے لیے عیدگاہ میں حاضر تھا۔ جب آپ خطبہ سے فارغ ہوئے تو منبر سے نیچے تشریف لائے۔ ایک دنبہ آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ حضور ﷺ نے اس کو اپنے دست اقدس سے ذبح کیا اور پڑھا: بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ۔ یہ میری طرف سے اور میری امت کے ان افراد کی طرف سے ہے جنہوں نے قربانی نہیں کی...... الحدیث۔(4)

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 323
2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 79-578
3۔ جامع الترمذی، جلد 1، صفحہ 126
4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 183

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: میری اور میری امت کی مثال اس شخص جیسی ہے جو آگ روشن کرے اور کیڑے مکوڑے اور پروانے اس میں گرنا شروع کر دیں۔ سو میں تمہارا دامن پکڑ کر تمہیں آگ سے بچانے کی کوشش کرتا ہوں اور تم زبردستی اس میں داخل ہونے کی کوشش کرتے ہو......الحدیث۔(1)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ ان سے کہا گیا: کیا تمہارے نبی تمہیں ہر شے کی تعلیم دیتے ہیں حتیٰ کہ وہ تمہیں قضائے حاجت کا طریقہ بھی سکھاتے ہیں؟ انہوں (مسلمان) نے جواب دیا: ہاں، آپ نے ہمیں پیشاب اور پاخانے کے دوران قبلہ کی طرف رخ کرنے سے منع فرمایا ہے۔ آپ نے ہمیں دائیں ہاتھ کے ساتھ استنجا کرنے سے بھی منع فرمایا ہے۔ اور آپ نے ہمیں استنجا میں تین ڈھیلوں سے کم ڈھیلے استعمال کرنے اور گوبر اور ہڈی سے استنجا کرنے سے بھی منع فرمایا ہے۔(2)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: میں تمہارے لیے والد کی طرح ہوں۔ میں تمہیں (امور دینیہ کی) تعلیم دیتا ہوں۔ تم میں سے جب کوئی قضائے حاجت کے لیے جائے تو قبلہ کی طرف نہ رخ کرے اور نہ پشت اور نہ دائیں ہاتھ سے استنجا کرے۔ آپ تین ڈھیلے استعمال کرنے کا حکم دیتے تھے اور گوبر اور ہڈی کے استعمال سے منع فرماتے تھے۔(3)

حضرت مقدام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: جو اہل و عیال چھوڑ کر مرے وہ (یعنی ان کی کفالت) میرے ذمہ ہے۔ یا فرمایا: وہ خدا اور خدا کے رسول ﷺ کے ذمہ ہیں۔ اور جو مال چھوڑ کر مرے وہ اس کے وارثوں کا ہے۔ جس کا وارث کوئی نہ ہو اس کا وارث میں ہوں۔ میں اس کے اسیر کا تاوان ادا کروں گا اور اس کا وارث بنوں گا......الحدیث۔(4)

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: میری اور اس دین کی مثال جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا ہے، اس شخص کی طرح ہے جو اپنی قوم کے پاس آئے اور کہے: میں نے (ایک) لشکر کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ میں تمہارے لیے ایک کھلا ڈرانے والا ہوں، لہٰذا بچنے کی کوشش کرو۔ اس کی قوم کے ایک گروہ نے اس کی بات مان لی۔ وہ صبح سویرے چل پڑے اور آرام سے نکل گئے۔ اور قوم کے ایک گروہ نے اس کی تکذیب کی اور صبح تک

1۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 110　　2۔ سنن ابی داؤد، جلد 1، صفحہ 3
3۔ سنن ابی داؤد، جلد 1، صفحہ 3　　4۔ سنن ابی داؤد، جلد 2، صفحہ 46-45

اپنے گھروں میں قائم رہے۔ صبح کے وقت لشکر نے ان پر حملہ کر دیا اور انہیں تباہ و برباد کر دیا۔ یہ مثال ہے اس طبقہ کی جس نے میری اطاعت کی اور اس (دین) کی پیروی کی جو لے کر میں آیا ہوں اور اس طبقہ کی جنہوں نے میری نافرمانی کی اور جو حق لے کر میں آیا ہوں اس کی تکذیب کی۔ (1)

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: میں حوض کے پچھلے حصے پر کھڑا ہوں گا اور اہل یمن کی خاطر (اجنبی) لوگوں کو پیچھے ہٹا رہا ہوں گا۔ میں انہیں اپنے عصا سے مار رہا ہوں گا حتی کہ وہ منتشر ہو جائیں گے۔ (2)

حضرت امیمہ بنت رقیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: میں نے کچھ عورتوں کے ساتھ حضور ﷺ کی بیعت کی۔ آپ نے ہم سے فرمایا: تم پر تمہاری طاقت اور استطاعت کے مطابق (میری اطاعت لازم ہے) میں نے کہا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول معظم ﷺ ہم پر ہماری اپنی ذاتوں سے بھی زیادہ رحم فرمانے والے ہیں...... الحدیث۔ (3)

حضرت قیس بن غرزہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ہم مدینہ طیبہ میں تھے اور اونٹوں کا (پورا پورا) بوجھ خرید لیتے تھے اور اسے فروخت کرتے تھے۔ ہم نے اپنے لیے دلال کا نام اختیار کر رکھا تھا اور لوگ بھی ہمیں اسی نام سے پکارتے تھے۔ ایک روز حضور ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور ہمیں ایک ایسے نام سے بلایا جو اس نام سے بہتر تھا جس کو ہم نے خود اختیار کیا تھا اور جس نام سے لوگ ہمیں پکارتے تھے۔ آپ نے فرمایا: اے تاجروں کی جماعت! تمہاری خرید و فروخت کے دوران کذب بیانی بھی ہو جاتی ہے اور قسم بھی کھائی جاتی ہے، اس لیے تم اس کو صدقہ کے ساتھ ملا دیا کرو۔ (4)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ قبرستان کی طرف تشریف لے گئے اور فرمایا: اے قیام گاہ مومنین کے باسیو! تم پر سلام ہو۔ ہم بھی انشاء اللہ تم سے ملاقات کرنے والے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ کاش میں نے اپنے بھائیوں کو دیکھا ہوتا۔ (صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے) عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ کیا ہم آپ کے بھائی نہیں ہیں؟ فرمایا: بلکہ تم صحابہ ہو۔ میرے بھائی وہ ہیں جو ابھی (دنیا میں) نہیں آئے۔ میں حوض پر ان سے پہلے جا کر ان کا انتظار کروں گا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ آپ کے جو امتی آپ کے بعد آئیں گے، آپ ان کو کیسے پہچانیں گے؟ آپ نے فرمایا: دیکھو، اگر کسی شخص کے ایسے اونٹ جن کی پیشانیاں اور پاؤں سفید ہوں ایسے اونٹوں کے ساتھ ہوں جو پورے سیاہ ہوں تو کیا وہ

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 248
2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 251
3۔ جامع الترمذی، جلد 1، صفحہ 193
4۔ سنن النسائی، جلد 2، صفحہ 145

اپنے اونٹوں کو پہچان نہیں سکے گا؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ ضرور پہچان لے گا۔ فرمایا: تو میرے امتی قیامت کے دن اس شان سے آئیں گے کہ ان کی پیشانیاں اور پاؤں وضو کی وجہ سے، چمک رہے ہوں گے۔ اور میں ان سے پہلے حوض پر موجود ہوں گا۔(1)

حضرت نواس بن سمعان کلابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے دجال کا ذکر کیا اور فرمایا: اگر وہ میری موجودگی میں ظاہر ہوا تو تمہاری طرف سے میں اس کے ساتھ مخاصمت کروں گا۔ اور اگر وہ اس وقت ظاہر ہو جب میں (دنیا میں) تمہارے ساتھ موجود نہ ہوں تو ہر شخص اپنی طرف سے خود اس کے ساتھ مخاصمت کرے۔ میرے بعد اللہ تعالیٰ خود ہر مسلمان (کے ایمان) کا محافظ ہے۔ تم میں سے جو دجال کو پائے وہ اس پر سورۂ کہف کی ابتدائی آیات کی تلاوت کرے کیونکہ یہ آیات تمہیں فتنہ سے محفوظ رکھنے والی ہیں۔ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ اس (دجال) کا قیام زمین پر کتنا عرصہ ہوگا؟ فرمایا: چالیس ایام۔ ایک دن سال بھر کے برابر ہوگا، ایک دن مہینے کے برابر ہوگا، ایک دن ہفتہ کے برابر ہوگا اور باقی ایام تمہارے عام ایام کے برابر ہوں گے۔ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ جو دن سال کے برابر ہوگا، کیا ہمیں اس دن میں ایک دن رات کی نمازیں کافی ہوں گی؟ فرمایا: نہیں، بلکہ تم (دن رات کی) مقدار متعین کر کے نمازیں ادا کرنا۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام دمشق کی مشرقی جانب سفید منارہ پر نزول فرمائیں گے۔ وہ اسے (دجال) کو باب "لد" کے نزدیک جالیں گے اور اسے قتل کر دیں گے۔(2)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: میرے صحابہ میں سے کوئی صحابی، مجھ تک کسی دوسرے صحابی کے متعلق، کوئی ناپسندیدہ بات نہ پہنچائے کیونکہ مجھے یہ بات پسند ہے کہ میں تمہارے پاس آؤں تو میرا دل تمہارے متعلق بالکل صاف ہو۔(3)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: حضور ﷺ نے وہ دروازہ کھولا جو آپ کے اور لوگوں کے درمیان تھا اور پردہ ہٹایا تو دیکھا کہ لوگ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے نماز ادا کر رہے تھے۔ آپ نے ان کی اس حسین حالت کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی حمد کی اس امید پر کہ اللہ تعالیٰ ان (حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو آپ کے بعد ان (مومنین) کا خلیفہ بنائے گا کیونکہ آپ نے ان کی اس عمدہ حالت کا مشاہدہ کیا تھا۔ پھر فرمایا: اے لوگو! لوگوں، یا فرمایا: مسلمانوں میں سے جس کسی کو کوئی مصیبت پیش آئے وہ اپنی اس مصیبت کا میرے انتقال کی مصیبت سے موازنہ کر کے اپنے دل کو تسلی دے لے کیونکہ میرے کسی امتی کو میرے انتقال کی مصیبت کے بعد

1۔ سنن النسائی، جلد 1، صفحہ 36-35 2۔ سنن ابی داؤد، جلد 2، صفحہ 245 3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 319

کسی ایسی مصیبت سے واسطہ نہیں پڑے گا جو اس مصیبت سے زیادہ سخت ہو۔(1)

حضرت کنانہ بن عباس بن مرداس السلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے عرفہ کی رات اپنی امت کی مغفرت کی دعا کی۔ آپ کو جواب دیا گیا: میں نے ان کو بخش دیا ہے، سوائے ظالم کے کیونکہ میں ظالم سے مظلوم کا قصاص لوں گا۔ آپ ﷺ نے عرض کیا: اے پروردگار! اگر تو ارادہ فرمائے تو مظلوم کو جنت عطا فرما دے اور ظالم کو بخش دے۔ اس رات آپ کو اس دعا کا جواب نہ ملا۔ صبح جب آپ مزدلفہ میں تھے تو آپ نے اپنی دعا کو دوہرایا۔ آپ نے جو مانگا تھا وہ آپ کو مل گیا۔ اس پر حضور ﷺ ہنسے یا تبسم فرمایا۔ حضرات ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے عرض کیا: ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، اس وقت آپ ہنسا تو نہیں کرتے تھے، اللہ تعالیٰ آپ کو مسکراہٹیں عطا فرمائے، آپ نے کس چیز پر تبسم فرمایا ہے؟ آپ نے فرمایا: جب دشمن خدا ابلیس کو پتا چلا کہ اللہ تعالیٰ نے میری دعا کو قبول فرمالیا ہے اور میری امت کو بخش دیا ہے، تو وہ مٹی لے کر اپنے سر پر ڈالنے لگا اور ہلاکت و بربادی کی دہائیاں دینے لگا۔ اس کی اس گھبراہٹ کو دیکھ کر مجھے ہنسی آگئی۔(2)

امت کے خطا کاروں کے لیے سراپا رحمت

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ مکہ یا مدینہ کے باغات میں سے ایک باغ کے پاس سے گزرے۔ آپ نے دو انسانوں کی آواز سنی جن کو ان کی قبروں میں عذاب ہو رہا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ان کو عذاب ہو رہا ہے اور ان کو کسی ایسے جرم کی وجہ سے عذاب نہیں ہو رہا جس سے بچنا ان کے لیے مشکل تھا۔ ہاں ان گناہوں سے بچنا مشکل تو نہ تھا البتہ وہ گناہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں کبیرہ گناہ ہیں۔ ان میں سے ایک اپنے پیشاب کے قطروں سے اپنے جسم اور کپڑوں کو نہیں بچاتا تھا اور دوسرا چغلیاں کھایا کرتا تھا۔ پھر آپ نے ایک (سرسبز) ٹہنی منگوائی، اسے توڑ کر اس کے دو حصے کیے اور پھر ہر قبر پر اس کا ایک ایک حصہ گاڑ دیا۔ آپ سے عرض کیا گیا: یا رسول اللہ ! ﷺ آپ نے ایسے کیوں کیا ہے؟ فرمایا: ایسا اس امید پر کیا ہے کہ شاید جب تک یہ ٹہنیاں خشک نہ ہو جائیں (ان کی تسبیح کی وجہ سے) ان کے عذاب میں کمی کر دی جائے۔(3)

حضرت عتبان بن مالک انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں اپنی قوم بنو سالم کو نماز پڑھایا کرتا تھا۔ میرے (گھر) اور ان کے درمیان ایک وادی تھی۔ جب بارش آتی تو ان کی مسجد تک پہنچنے کے لیے میرے لیے اس وادی کو عبور کرنا مشکل ہو جاتا۔ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ ! ﷺ میری نظر کمزور ہو گئی ہے اور میرے گھر اور میری قوم کے

1۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 115
2۔ ایضاً، صفحہ 216
3۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 35-34

درمیان جو وادی ہے، جب بارشیں برستی ہیں تو اس وادی میں سیلاب آجاتا ہے اور میرے لیے اسے عبور کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ میری خواہش ہے کہ آپ میرے گھر تشریف لائیں اور وہاں کسی جگہ نماز ادا فرمائیں جس کو میں اپنے لیے مسجد بنالوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: میں (انشاء اللہ) آؤں گا۔ دوسرے دن جب دن کافی چڑھ آیا تو حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے گھر تشریف لائے۔ حضور ﷺ نے اجازت طلب کی۔ میں نے اجازت دے دی۔ آپ نے بیٹھنے سے پہلے ہی فرمایا: تم اپنے گھر کی کس جگہ چاہتے ہو کہ میں نماز ادا کروں؟ میں نے اس جگہ کی طرف اشارہ کر دیا جہاں میری خواہش تھی کہ آپ نماز ادا فرمائیں۔ حضور ﷺ کھڑے ہوئے۔ آپ نے تکبیر کہی۔ ہم نے آپ ﷺ کے پیچھے صفیں بنالیں۔ آپ نے دو رکعتیں پڑھیں پھر سلام پھیر دیا۔ جب آپ ﷺ نے سلام پھیرا تو ہم نے بھی سلام پھیر دیا۔ میں نے آپ کو گوشت اور موٹے آٹے سے بنائے جانے والے کھانے کے لیے روک لیا، جو آپ کی خاطر تیار کیا جارہا تھا۔ محلے کے لوگوں نے جب سنا کہ حضور ﷺ میرے گھر تشریف فرما ہیں تو ان میں سے بہت سے لوگ تیزی سے آگئے حتیٰ کہ گھر میں بہت سے مرد جمع ہوگئے۔ ان میں سے ایک شخص نے کہا: مالک (بن دخیشن) مجھے نظر نہیں آرہا، اس کا کیا حال ہے؟ ان میں سے ایک شخص نے جواب دیا: وہ منافق ہے۔ اس کو خدا اور خدا کے رسول ﷺ سے محبت نہیں ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ایسے نہ کہو، کیا تم جانتے نہیں ہو کہ وہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھتا ہے اور اس سے اس کا مقصد خدا کی خوشنودی حاصل کرنا ہوتا ہے۔ اس شخص نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ ہی زیادہ جاننے والے ہیں، البتہ جہاں تک ہمارا تعلق ہے ہم تو یہی دیکھتے ہیں کہ وہ منافقوں ہی سے محبت کرتا ہے اور اس کی بات چیت بھی ان ہی سے ہوتی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا، جو شخص لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھے اور اس سے اس کا مقصد خدا کی رضا کا حصول ہو، اس کو اللہ تعالیٰ نے آگ پر حرام کر دیا...... الحدیث۔ (1)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ہم حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ میں برباد ہو گیا ہوں۔ آپ نے پوچھا: تجھے کیا ہوا ہے؟ اس نے عرض کیا، میں نے روزے کی حالت میں اپنی بیوی سے مجامعت کی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: کیا تم ایک غلام آزاد کر سکتے ہو؟ اس نے عرض کیا، نہیں۔ آپ نے پوچھا: کیا تم مسلسل دو ماہ کے روزے رکھ سکتے ہو؟ اس نے عرض کیا: نہیں۔ آپ نے پوچھا: کیا تم ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتے ہو؟ اس نے عرض کیا: نہیں۔ حضور ﷺ نے (کچھ دیر) توقف

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 158

فرمایا: ہم اسی طرح بیٹھے تھے کہ حضور ﷺ کی خدمت میں ایک ''عرق'' پیش کیا گیا جس میں کھجوریں تھیں۔''عرق'' ایک پیمانے کو کہتے ہیں۔ حضور ﷺ نے پوچھا: وہ سائل کہاں ہے؟ اس نے عرض کیا: میں حاضر ہوں۔ آپ نے فرمایا: یہ (کھجوریں) لے لو اور انہیں صدقہ کر دو۔ اس شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ کیا میں یہ کھجوریں اس شخص کو بطور صدقہ دوں جو مجھ سے زیادہ نادار ہے جب کہ خدا کی قسم، یا رسول اللہ! ﷺ مدینہ کے دونوں کناروں کے درمیان کوئی کنبہ میرے کنبے سے زیادہ محتاج نہیں ہے۔ حضور ﷺ (یہ سن کر) مسکرائے حتی کہ آپ کے دندان مبارک نظر آنے لگے۔ پھر آپ نے فرمایا: تم یہ کھجوریں اپنے اہل خانہ کو کھلا دو۔(1)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک اعرابی نے مسجد میں پیشاب کر دیا۔ لوگ (اس کو اس غلطی کی سزا دینے کے لیے) اٹھ کر اس کی طرف جانے لگے تو حضور ﷺ نے فرمایا: اس کو پیشاب روکنے پر مجبور نہ کرو۔ پھر حضور ﷺ نے پانی کا ایک ڈول منگوایا اور اس کو اس پیشاب پر بہا دیا گیا۔(2)

امت کے سب سے بڑے خیر خواہ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ ہمیں کچھ ایام کے وقفے سے وعظ و نصیحت کرتے تھے کیونکہ آپ ہمارے اکتا جانے کو ناپسند فرماتے تھے۔(3)

حضرت ابو وائل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیں ہر جمعرات کے روز وعظ فرمایا کرتے تھے۔ ایک آدمی نے آپ کی خدمت میں عرض کیا: اے ابو عبد الرحمن! میری خواہش ہے کہ آپ روزانہ ہمیں وعظ فرمایا کریں۔ حضرت عبد اللہ نے فرمایا: اس بات سے مجھے یہی چیز مانع ہے کہ میں تمہیں ملال میں مبتلا کرنا پسند نہیں کرتا اور وقفے وقفے سے تمہیں وعظ کرتا ہوں جس طرح کہ حضور ﷺ وقفے وقفے سے ہمیں وعظ فرماتے تھے۔ اس خوف سے کہ کہیں ہم اکتا نہ جائیں۔(4)

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک آدمی نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ میں نماز با جماعت سے محروم رہ جاتا ہوں کیوں کہ فلاں صاحب، نماز کو بہت لمبا کر دیتے ہیں۔ راوی کہتے ہیں: حضور ﷺ کو دوران وعظ میں نے کبھی اتنا غضب ناک نہیں دیکھا جتنا غضب ناک آپ اس روز نظر آئے۔ آپ نے فرمایا: اے لوگو! تم لوگوں کو (نماز سے) دور بھگانے

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 260
2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 890
3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 16
4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 16

والے ہو۔ تم میں سے جو شخص لوگوں کو نماز پڑھائے اسے چاہیے کہ نماز میں تخفیف کرے کیونکہ ان میں کچھ مریض ہوتے ہیں، کچھ ضعیف ہوتے ہیں اور کچھ لوگوں کو (کسی کام کی) حاجت ہوتی ہے۔(1)

حضرت ابو قتادہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہوں اور میرا ارادہ نماز کو طویل کرنے کا ہوتا ہے۔ پھر مجھے کسی بچے کے رونے کی آواز آتی ہے تو میں نماز کو مختصر کر دیتا ہوں، اس چیز کو ناپسند کرتے ہوئے کہ بچے کا رونا اس کی ماں پر ناگوار نہ گزرے۔(2)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: حضور ﷺ رات کے نوافل اپنے حجرے میں ادا فرمایا کرتے تھے۔ حجرے کی دیوار نیچی تھی۔ لوگوں نے حضور ﷺ کو (نماز پڑھتے ہوئے) دیکھ لیا۔ لوگ بھی کھڑے ہو کر آپ کی اقتداء میں نماز ادا کرنے لگے۔ صبح ہوئی تو لوگوں نے اس بات کا ذکر کیا۔ دوسری رات حضور ﷺ پھر کھڑے ہوئے تو لوگ بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھنے لگے۔ انہوں نے یہ عمل دو راتیں کیا۔ اس کے بعد حضور ﷺ (اپنے حجرے ہی میں) تشریف فرما ہو گئے اور باہر نہ نکلے۔ صبح ہوئی تو لوگوں نے اس بات کا ذکر کیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: مجھے یہ خدشہ تھا کہ تم پر رات کی نماز فرض نہ ہو جائے (اس لیے باہر نہیں آیا) (3)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ داخل ہوئے تو دیکھا کہ دو ستونوں کے درمیان ایک رسی لٹک رہی تھی۔ آپ نے پوچھا: یہ رسی کیسی ہے؟ انہوں نے عرض کیا: یہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی رسی ہے۔ جب وہ (نماز میں) تھکاوٹ کے آثار محسوس کرتی ہیں تو اس سے چمٹ جاتی ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ایسے نہ کیا کرو۔ تم میں سے کوئی شخص جب تک تازہ دم ہو نماز پڑھے اور جب تھکاوٹ محسوس کرے تو بیٹھ جائے...... اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی سے ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: میرے پاس بنو اسد قبیلہ کی ایک عورت بیٹھی تھی کہ حضور ﷺ میرے پاس تشریف لائے۔ آپ نے پوچھا: یہ عورت کون ہے؟ میں نے عرض کیا: یہ فلاں عورت ہے۔ یہ رات کو سوتی نہیں ہے۔ اس کی نماز (کی کثرت) کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا: یہ (رویہ) چھوڑ دو۔ تم پر اتنے ہی اعمال لازم ہیں جو تمہارے بس میں ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی شان تو اس سے بالاتر ہے کہ وہ کسی کام سے اکتا جائے البتہ تم خود اکتا جاؤ گے۔(4)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا: کیا

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 19
2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 120
3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 101
4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 154

مجھے تمہارے متعلق یہ خبر صحیح ملی ہے کہ تم راتوں کو قیام کرتے ہو اور دنوں کو روزہ رکھتے ہو؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ میں ایسے کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: اگر تم ایسے کرو گے تو تمہاری بینائی کمزور ہو جائے گی اور تمہارا جسم تھک جائے گا۔ اور تمہارے نفس کا بھی تم پر حق ہے۔ اور تمہارے اہل خانہ کا بھی تم پر حق ہے۔ اس لیے کبھی روزہ رکھا کرو اور کبھی افطار کیا کرو۔ کبھی قیام کیا کرو اور کبھی سویا کرو۔(1)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین (مکہ) آئے تو مشرک کہنے لگے: تمہارے پاس ایک ایسی جماعت آنے والی ہے جس کو یثرب کے بخار نے کمزور کر دیا ہے۔ (اس پر) حضور ﷺ نے ان (صحابہ کرام) کو حکم دیا کہ وہ (طواف کے) تین چکروں میں رمل (2) کریں اور دو رکنوں کے درمیان عام رفتار سے چلیں۔ اور تمام چکروں میں آپ نے رمل کا حکم محض مسلمانوں پر نرمی اور شفقت کی وجہ سے نہیں دیا۔(3)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا: اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، اگر وہ مومن مرد نہ ہوتے جن کو میرے (غزوہ کے لیے) چلے جانے کے بعد پیچھے رہنا گوارا نہیں اور نہ میں ان کے لیے سواری کا انتظام کرنے کی پوزیشن میں ہوں، تو میں کسی غزوے سے پیچھے نہ رہتا جس میں راہ خدا میں جہاد کیا جاتا۔ اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، مجھے یہ چیز پسند ہے کہ میں راہ خدا میں شہادت کا درجہ حاصل کروں، پھر مجھے زندہ کیا جائے پھر میں شہید ہو جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں پھر شہید ہو جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں پھر شہید ہو جاؤں۔(4)

ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں کہ وہ حضور ﷺ کی زیارت کے لیے حاضر ہوئیں۔ آپ مسجد میں معتکف تھے اور یہ رمضان کا آخری عشرہ تھا۔ پھر وہ واپسی کے لیے اٹھیں تو حضور ﷺ بھی ان کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے۔ حتیٰ کہ جب آپ مسجد کے اس دروازے کے قریب پہنچے جو ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے (حجرے کے) دروازے کے قریب تھا تو دو انصاری آپ کے قریب سے گزرے۔ انہوں نے حضور ﷺ کی خدمت میں سلام عرض کیا اور چل دیے۔ حضور ﷺ نے ان سے فرمایا: رک جاؤ (تاکہ وہ پہچان لیں کہ حضور ﷺ کے ساتھ ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں) انہوں نے عرض کیا: سبحان اللہ، یارسول اللہ! ﷺ (آپ کے متعلق ہمارے ذہنوں میں سوء ظن کیسے آسکتا ہے) ان پر حضور ﷺ کی یہ وضاحت ناگوار گزری تو حضور

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 55-154
2۔ کندھوں کو ہلاتے ہوئے دوڑنا
3۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 218
4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 392

ﷺ نے فرمایا: شیطان کی رسائی، انسان کے جسم میں، ان جگہوں تک ہے جہاں تک خون کی رسائی ہے۔ اور مجھے یہ خوف لاحق ہوا کہ وہ تمہارے دلوں میں کوئی غلط وسوسہ نہ ڈال دے۔ (1)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے مسجد میں چٹائی کا ایک حجرہ سا بنوایا اور چند راتیں اس میں نماز پڑھی حتی کہ لوگ اس نماز کے لیے آپ کے پاس جمع ہو گئے۔ پھر ایک رات لوگوں کو حضور ﷺ کی آواز سنائی نہ دی اور وہ سمجھے کہ آپ سو گئے ہیں۔ ان میں سے بعض گلا صاف کرنے کی آواز جیسی آواز نکالنے لگے تا کہ آپ باہر تشریف لائیں۔ اس پر آپ نے فرمایا: میں دیکھ رہا ہوں کہ تم مسلسل یہ کام کر رہے ہو حتی کہ مجھے یہ خوف لاحق ہوا کہ تم پر یہ نماز فرض کر دی جائے گی۔ اور اگر یہ تم پر فرض کر دی جاتی تو تم اس کا حق ادا نہ کر سکتے۔ اس لیے، اے لوگو! اپنے گھروں میں نماز ادا کیا کرو کیونکہ فرض نماز کے سوا آدمی کی سب سے افضل نماز وہ ہے جو وہ اپنے گھر میں ادا کرتا ہے۔ (2)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور ﷺ فتح مکہ کے سال، مکہ کی طرف رمضان کے مہینے میں روانہ ہوئے۔ آپ نے روزہ رکھا حتی کہ ''کراع الغمیم'' کے مقام پر پہنچ گئے۔ لوگوں نے بھی (آپ کو دیکھ کر) روزہ رکھا۔ پھر حضور ﷺ نے پانی کا پیالہ منگوایا اور اسے اوپر اٹھایا تا کہ لوگ دیکھ لیں اور پھر آپ نے پانی پی لیا۔ (آپ کا یہ عمل لوگوں کو روزے کی مشقت سے بچانے کی خاطر تھا) پھر آپ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ کچھ لوگ اب بھی روزہ رکھ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: وہ لوگ خطا کار ہیں۔ وہ لوگ خطا کار ہیں۔ (3)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ کی خدمت میں میرے روزوں کا ذکر کیا گیا۔ آپ میرے ہاں تشریف لائے۔ میں نے آپ کے لیے چمڑے کا ایک بچھونا بچھایا جس میں کھجور کے پتے بھرے ہوئے تھے۔ آپ زمین پر تشریف فرما ہو گئے اور وہ بچھونا آپ کے اور میرے درمیان آ گیا۔ آپ نے فرمایا: کیا تمہارے لیے یہ کافی نہیں کہ تم ہر ماہ تین روزے رکھا کرو؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ (میری خواہش ہے کہ زیادہ روزے رکھوں) آپ نے فرمایا، پانچ (روزے رکھ لیا کرو) میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ آپ نے فرمایا: سات۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ آپ نے فرمایا: نو۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ آپ نے فرمایا: گیارہ۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا: صوم داؤدی سے زیادہ روزوں کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ وہ نصف عمر کے روزے ہیں، ایک دن روزہ رکھنا

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 437 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 83-1082 3۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 356

اور ایک دن افطار کرنا۔(1)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا اور ارشاد فرمایا: اے لوگو! تم پر حج فرض کیا گیا ہے لہٰذا حج کرو۔ ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ کیا ہر سال حج فرض ہے؟ حضور ﷺ خاموش رہے۔ اس شخص نے اپنا سوال تین بار دوہرایا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اگر میں ''ہاں'' کہہ دیتا تو تم پر ہر سال حج فرض ہو جاتا اور تم اس کی استطاعت نہ رکھتے۔ پھر آپ نے فرمایا: جس معاملے میں میں تمہیں تمہارے حال پر چھوڑ دوں، اس کے متعلق مجھے کچھ نہ کہا کرو، کیونکہ تم سے پہلے والی ملتیں زیادہ سوال کرنے اور اپنے انبیاء کے متعلق اختلاف کرنے کی وجہ سے ہی ہلاک ہوئیں۔ جب میں تمہیں کسی کام کا حکم دوں تو مقدور بھر اس کی تعمیل کی کوشش کرو اور اگر کسی شے سے منع کروں تو اس سے باز آ جاؤ۔(2)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ ان کے ہاں سے باہر تشریف لے گئے تو آپ خوش و خرم تھے اور پھر لوٹ کر ان کے ہاں تشریف لائے تو مغموم تھے۔ پھر آپ نے فرمایا: میں کعبہ کے اندر داخل ہوا ہوں۔ اور جو بات میرے ذہن میں بعد میں آئی اگر وہ پہلے ذہن میں آ جاتی تو میں کعبہ میں داخل نہ ہوتا۔ مجھے اندیشہ ہے کہ میں نے (کعبہ میں داخل ہو کر) ایک ایسی سنت قائم کی ہے جس کی پیروی کرنا امت پر شاق گزرے گا۔(3)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اگر یہ خوف نہ ہوتا کہ یہ کام مومنوں کے لیے باعث مشقت ہوگا تو میں انہیں عشاء کی نماز مؤخر کرنے اور ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا۔(4)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے اور پھر واپس تشریف لاتے تھے اور ہماری امامت فرماتے تھے۔......

ایک رات حضور ﷺ نے عشاء کی نماز مؤخر کر دی۔ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی پھر اپنی قوم کو نماز پڑھانے کے لیے تشریف لائے۔ آپ نے (نماز میں) سورۂ بقرہ تلاوت کی۔ لوگوں میں سے ایک شخص (جماعت سے) علیحدہ ہو گیا اور اس نے (اکیلے) نماز پڑھ لی۔ اس سے کہا گیا: اے فلاں! تو منافق ہو گیا ہے۔ اس نے جواب دیا: میں منافق نہیں ہوا۔ پھر وہ شخص حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ معاذ آپ کے ساتھ نماز پڑھتے

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 367
2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 432
3۔ سنن ابی داؤد، جلد 1، صفحہ 284
4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 8

ہیں اور پھر واپس آ کر ہمیں نماز پڑھاتے ہیں۔ ہم اونٹنیوں والے لوگ ہیں۔ اپنے ہاتھوں سے مزدوری کرتے ہیں۔ وہ (معاذ) ہمیں نماز پڑھانے کے لیے تشریف لائے تو انہوں نے سورۂ بقرہ کی تلاوت کی۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اے معاذ! کیا تم لوگوں کو آزمائش میں مبتلا کرنے والے ہو؟ کیا تم لوگوں کو آزمائش میں مبتلا کرنے والے ہو؟ تم (نماز میں) فلاں فلاں سورتیں پڑھا کرو۔(1)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: حضور ﷺ نے کبھی چاشت کے نوافل نہیں پڑھے اور میں یہ نوافل پڑھتی ہوں۔ اور حضور ﷺ کا معمول یہ تھا کہ آپ کسی کام کو ترک فرما دیتے حالانکہ آپ کو وہ کام کرنا پسند ہوتا، اس خوف سے کہ لوگ (آپ کو دیکھ کر) وہ عمل کریں گے اور وہ ان پر فرض ہو جائے گا۔(2)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: (ایک روز) حضور ﷺ نے ہمیں مغرب کی نماز پڑھائی۔ پھر آپ ہمارے پاس تشریف نہ لائے حتیٰ کہ آدھی رات گزر گئی۔ (آدھی رات کے بعد) آپ باہر تشریف لائے اور لوگوں کو نماز پڑھائی۔ پھر فرمایا: لوگ نماز پڑھ کر سو گئے ہیں اور تم جب سے نماز کا انتظار کر رہے ہو، اس وقت سے حالت نماز میں ہو۔ اور اگر ضعیف لوگوں کی کمزوری اور بیماروں کی بیماری کا خیال نہ ہوتا تو میں اس نماز (نماز عشاء) کے متعلق حکم دیتا کہ اس کو آدھی رات تک مؤخر کیا جائے۔(3)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ بیت الخلاء میں داخل ہوئے۔ میں نے آپ کے لیے وضو کا پانی رکھا۔ آپ نے پوچھا: یہ پانی کس نے رکھا ہے؟ آپ کو بتایا گیا تو آپ نے (میرے لیے) یہ دعا فرمائی: اے اللہ تعالیٰ اس کو دین کی سمجھ عطا فرما۔(4)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس حدیث پر شہادت طلب کرتے ہوئے سنا، (وہ کہہ رہے تھے:) اے ابوہریرہ! میں آپ کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں، کیا آپ نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا تھا: اے حسان! رسول خدا ﷺ کی طرف سے (کافروں کو) جواب دو۔ (اس کے ساتھ ہی آپ نے دعا کی:) اے اللہ تعالیٰ! روح القدس سے اس (حسان) کی مدد فرما؟ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ہاں۔(5)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک شخص کا انتقال ہو گیا۔ حضور

1۔ سنن ابی داؤد، جلد 1، صفحہ 122 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 190 3۔ سنن النسائی، جلد 1، صفحہ 93
4۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 26 5۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 65

ﷺ اس کی عیادت کے لیے تشریف لے جایا کرتے تھے۔ وہ شخص رات کے وقت فوت ہوا اور لوگوں نے اس کو رات کے وقت دفن کر دیا۔ جب صبح ہوئی تو لوگوں نے آپ ﷺ کو اس کے متعلق بتایا۔ آپ نے فرمایا: تم نے مجھے اطلاع کیوں نہیں دی؟ انہوں نے عرض کیا: رات تھی اور تاریکی تھی۔ ہم نے آپ کو مشقت میں ڈالنا پسند نہیں کیا۔ آپ ﷺ اس شخص کی قبر پر تشریف لے گئے اور اس پر نماز پڑھی۔(1)

حضرت عمرو بن تغلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ کی خدمت میں کچھ مال پیش کیا گیا۔ یا (فرمایا) کوئی چیز پیش کی گئی۔ آپ نے اس کو تقسیم فرمایا۔ کچھ لوگوں کو آپ نے (مال) عطا کیا اور کچھ لوگوں کو چھوڑ دیا۔ آپ کو پتا چلا کہ آپ نے جن لوگوں کو مال عطا نہیں فرمایا وہ ناراض ہو رہے ہیں۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا: امابعد، قسم بخدا، میں ایک شخص کو عطا کرتا ہوں اور ایک شخص کو عطا نہیں کرتا حالانکہ میں جس کو عطا نہیں کرتا وہ مجھ کو اس سے زیادہ محبوب ہوتا ہے جس کو میں عطا کرتا ہوں۔ لیکن میں کچھ لوگوں کو عطا کرتا ہوں کیونکہ مجھے ان کے دلوں میں بے صبری اور حرص نظر آتی ہے۔ اور کچھ لوگوں کو اس خیر اور استغناء کے سپرد کر دیتا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ودیعت فرما رکھی ہے۔ ان میں سے ایک عمرو بن تغلب ہیں۔ راوی (عمرو بن تغلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں: خدا کی قسم، میں یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ مجھے حضور ﷺ کے اس فرمان کے بدلے سرخ اونٹ دیے جاتے۔(2)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: نمازیں پچاس (فرض) تھیں۔ جنابت کے غسل کے لیے جسم پر سات مرتبہ پانی بہانا فرض تھا اور پیشاب سے کپڑے کو پاک کرنے کے لیے اسے سات مرتبہ دھونا فرض تھا۔ حضور ﷺ اللہ تعالیٰ سے مسلسل (تخفیف کا) سوال کرتے رہے حتیٰ کہ نمازیں پانچ رہ گئیں، جنابت کے غسل کے لیے ایک بار جسم پر پانی بہانا کافی ہو گیا اور کپڑے کو پیشاب سے پاک کرنے کے لیے ایک ہی بار دھونا کافی ہو گیا۔(3)

حضرت مسلم بن شعبہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضرت نافع بن علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میرے والد ماجد کو اپنی قوم کے امور کا نگران مقرر فرمایا اور انہیں حکم دیا کہ وہ ان سے صدقات وصول کریں۔ میرے والد ماجد نے مجھے ان (قوم) کے کچھ لوگوں کے ہمراہ (صدقات کی وصولی کے لیے) بھیجا۔ میں ایک معمر شخص کے پاس گیا جس کو "سعر" کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ میں نے ان سے کہا: میرے والد ماجد نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے تاکہ میں آپ سے صدقات وصول کروں۔ انہوں نے مجھ سے کہا، بھتیجے! تم کس قسم کا مال وصول کرتے ہو؟ میں نے کہا: ہم مال کو منتخب کرتے ہیں حتیٰ کہ ہم

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 167 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 126 3۔ سنن ابی داؤد، جلد 1، صفحہ 37

بکریوں کی کھیریوں کو چھو کر (دودھ کی مقدار کا) اندازہ کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا: بھتیجے! میں تمہیں ایک حدیث سناتا ہوں۔ عہدِ رسالت میں، میں انہی گھاٹیوں میں سے ایک گھاٹی میں اپنی بکریوں کے ساتھ تھا کہ دو آدمی، اونٹ پر سوار میرے پاس آئے۔ انہوں نے کہا: ہم تمہارے پاس حضور ﷺ کے پیغام رساں بن کر آئے ہیں کہ تم اپنی بکریوں کی زکوٰۃ ادا کرو۔ میں نے ان سے پوچھا: ان بکریوں پر میرے ذمہ کتنی زکوٰۃ فرض ہے؟ انہوں نے کہا: ایک بکری۔ میں ایک بکری کی طرف متوجہ ہوا جس کے مقام کو میں خوب جانتا تھا۔ وہ دودھ اور چربی سے بھری ہوئی تھی۔ میں وہ بکری ان کی طرف نکال لایا۔ انہوں نے کہا: یہ تو بچے والی بکری ہے اور حضور ﷺ نے ہمیں بچے والی بکری (بطور زکوٰۃ) وصول کرنے سے منع فرمایا ہے۔ میں نے کہا: پھر تم کیا وصول کرو گے؟ انہوں نے کہا: ایک بکری جو سال سے کچھ کم یا سال بھر کی ہو۔ راوی کہتے ہیں: میں ایک ایسی بکری کی طرف متوجہ ہوا جو شیر دار نہیں ہوئی تھی البتہ اس کے شیر دار ہونے کا وقت قریب تھا۔ اور وہ بکری ان کی طرف نکال لایا۔ انہوں نے کہا: یہ بکری ہمیں پکڑا دو۔ انہوں نے اس بکری کو اپنے اونٹ پر بٹھایا اور چلے گئے...... الحدیث۔ (1)

نوٹ: اسلامی حکومتوں کے جو کارندے مسلمانوں سے مختلف قسم کے محصولات کی وصولی پر مقرر ہیں، ان کے لیے اس حدیث میں بڑا سبق مضمر ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک عورت حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اس وقت ہم بھی آپ کی خدمت میں حاضر تھے۔ اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ میں نماز پڑھوں تو میرے خاوند صفوان بن معطل مجھے مارتے ہیں۔ میں روزہ رکھوں تو وہ افطار کرا دیتے ہیں۔ اور خود فجر کی نماز اس وقت پڑھتے ہیں جب سورج طلوع ہو جاتا ہے۔ راوی کہتے ہیں: حضرت صفوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے۔ آپ ﷺ نے ان سے اس (ان کی بیوی) کی باتوں کے متعلق پوچھا تو انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ اس کا یہ کہنا کہ "میں نماز پڑھوں تو مارتے ہیں" اس کی حقیقت یہ ہے کہ وہ نماز میں دو سورتیں پڑھتی ہے اور میں نے اسے منع کیا ہے۔ راوی کہتے ہیں: آپ نے فرمایا: اگر صرف ایک ہی سورۃ ہوتی تو وہ سب انسانوں کے لیے کافی ہوتی۔ اور اس کا یہ کہنا کہ "میں روزہ رکھوں تو یہ افطار کرا دیتے ہیں" اس کی حقیقت یہ ہے کہ وہ روزہ رکھنا شروع کر دیتی ہے اور میں ایک جوان آدمی ہوں اور صبر نہیں کر سکتا۔ اس روز حضور ﷺ نے فرمایا: کوئی عورت اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر (نفلی) روزہ نہ رکھے۔ اور اس کا یہ کہنا کہ میں صبح کی نماز اس وقت پڑھتا ہوں جب سورج طلوع ہو جاتا ہے، تو اس کے متعلق عرض یہ

1۔ سنن ابی داؤد، جلد 1، صفحہ 229

ہے کہ ہماری یہ (کمزوری) مشہور ہو چکی ہے کہ طلوع آفتاب سے پہلے ہم بیدار ہی نہیں ہوتے۔ آپ نے فرمایا: جب تم بیدار ہو جاؤ تو نماز پڑھ لیا کرو...... الحدیث۔(1)

حضرت عمرو بن اوس سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ہمیں قبیلہ ثقیف کے ایک شخص نے بتایا کہ اس نے حضور ﷺ کے منادی کو، دوران سفر، ایک بارش والی رات میں، یہ کہتے سنا: حی علی الصلوۃ، حی علی الفلاح (لوگو!) اپنی اپنی قیام گاہ میں نماز ادا کرلو۔(2)

حضرت نافع سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ایک یا دو بارش والی رات (یا راتوں) میں نماز کے لیے اذان کہی اور فرمایا: لوگو! اپنی اپنی قیام گاہوں میں نماز ادا کرلو کیونکہ اگر رات ٹھنڈی اور بارش والی ہوتی تو حضور ﷺ اپنے مؤذن کو یہ اعلان کرنے کا حکم دیتے کہ اپنی قیام گاہوں میں نماز ادا کرلو۔(3)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ خانہ کعبہ کا طواف کر رہے تھے کہ آپ ایک ایسے شخص کے پاس سے گزرے جس کی ناک میں نکیل ڈال کر، ایک دوسرا شخص اس کو چلا رہا تھا۔ حضور ﷺ نے اس نکیل کو اپنے دست اقدس سے کاٹ دیا اور اس شخص کو حکم دیا کہ وہ اس کو ہاتھ سے پکڑ کر چلائے۔(4)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک آدمی نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ میں جہاد کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے اس سے پوچھا: کیا تمہارے والدین (زندہ) ہیں؟ اس نے عرض کیا: ہاں۔ یارسول اللہ! ﷺ۔ فرمایا: انہی کے متعلق جہاد کرو۔(5) (یعنی ان کی خدمت کر کے اپنے رب کو راضی کرو۔)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ مجھے پکڑتے اور اپنی ایک ران پر بٹھاتے اور حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی دوسری ران پر بٹھاتے۔ پھر ان دونوں کو (اپنے سینے کے ساتھ) چمٹاتے اور دعا کرتے: اے اللہ تعالیٰ! ان دونوں پر رحم فرما کیونکہ میرے سینے میں ان دونوں کے لیے جذبات شفقت و رحمت موجزن ہیں...... الحدیث۔(6)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ہر زخم جو کسی مسلمان کو راہ خدا میں لگتا ہے، وہ قیامت کے دن اسی شکل میں ہوگا جس شکل میں وہ اس وقت تھا جب یہ نیزے وغیرہ سے لگا تھا۔ اس سے خون بہہ رہا ہوگا۔ اس کا رنگ خون کا سا ہوگا اور خوشبو کستوری

1۔ سنن ابی داؤد، جلد 1، صفحہ 340 2۔ سنن النسائی، جلد 1، صفحہ 107-106 3۔ سنن النسائی، جلد 1، صفحہ 107

کی خوشبو جیسی ہوگی۔ اور حضور ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم، جس کے قبضہ قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے، اگر یہ بات مسلمانوں کے لیے باعث مشقت نہ ہوتی تو کوئی لشکر جو راہ خدا میں جہاد کرتا ہے، میں اس سے پیچھے نہ رہتا۔ لیکن نہ میرے پاس اتنی گنجائش ہوتی ہے کہ ان (غریب مسلمانوں) کو (جہاد کے لیے) سواری مہیا کروں اور نہ خود ان کے پاس اتنی گنجائش ہوتی ہے کہ وہ میری پیروی میں شریک جہاد ہوں اور نہ میرے بعد اپنے گھروں میں بیٹھ رہنے پر ان کے دل مطمئن ہوتے ہیں۔(1)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ انہوں نے (بیع وغیرہ کے ذریعے) ایک لونڈی اور اس کے بچے کو علیحدہ علیحدہ کر دیا تو حضور ﷺ نے انہیں اس کام سے منع کر دیا اور بیع کو لوٹا دیا...... الحدیث۔(2)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ ایک شخص کی تیمارداری کے لیے تشریف لے گئے جو بیماری کی وجہ سے کمزور ہو کر پرندے کے بچے کی طرح ہو گیا تھا۔ حضور ﷺ نے اس سے فرمایا: کیا تم دعا نہیں کرتے تھے؟ کیا تم اپنے رب سے عافیت کا سوال نہیں کیا کرتے تھے؟ اس نے عرض کیا: میں یہ دعا مانگا کرتا تھا: اے اللہ تعالیٰ! تو نے آخرت میں مجھے جو عذاب دینا ہے وہ مجھے اسی دنیا میں ہی دے لے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: سبحان اللہ، تم میں نہ تو اس کی ہمت ہے اور نہ استطاعت۔ تم یہ دعا کیوں نہیں مانگا کرتے تھے: اے اللہ تعالیٰ! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے محفوظ رکھ...... الحدیث۔(3)

امت پر خصوصی نوازشات اور بشارتوں کی ایک جھلک

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا تو لوگ پریشانی کے عالم میں ایک دوسرے کی طرف بھاگیں گے۔ وہ حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے: آپ بارگاہ خداوندی میں ہماری سفارش کریں۔ وہ فرمائیں گے: یہ میرا مقام نہیں ہے۔ البتہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں۔ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے تو وہ فرمائیں گے: یہ میرا مقام نہیں ہے البتہ تمہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دامن پکڑنا چاہیے کیونکہ ان کو اللہ تعالیٰ سے کلام کا شرف حاصل ہوا ہے۔ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے تو وہ فرمائیں گے: یہ میرا مرتبہ نہیں البتہ تمہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دامن پکڑنا چاہیے کہ وہ روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں۔ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے تو وہ فرمائیں گے: یہ میرا مقام نہیں ہے البتہ تم

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 133 2۔ سنن ابی داود، جلد 2، صفحہ 12 3۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 187

حضرت محمد ﷺ کا دامن پکڑو۔ وہ میرے پاس آئیں گے تو میں کہوں گا: میں اس کام کے لیے حاضر ہوں۔ میں بارگاہ خداوندی سے اذن حضوری طلب کروں گا۔ مجھے اذن حضوری مل جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ مجھ پر ایسے کلمات حمد کا القاء فرمائے گا جو اب تک مجھے یاد نہیں۔ میں ان کلمات کے ذریعہ اس (اپنے رب) کی حمد کروں گا اور اس کی بارگاہ میں سجدے میں گر جاؤں گا۔ مجھ سے کہا جائے گا: اے محمد! ﷺ اپنے سر کو اٹھاؤ۔ تم بات کرو، تمہاری بات سنی جائے گی۔ تم مانگو، تمہیں عطا کیا جائے گا۔ تم شفاعت کرو، تمہاری شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں عرض کروں گا: اے میرے رب! میری امت پر رحم فرما۔ میری امت پر رحم فرما۔ مجھ سے کہا جائے گا: جاؤ، اور جس کے دل میں ذرہ یا رائی کے برابر بھی ایمان ہے اس کو (دوزخ سے) نکال لو۔ میں جاؤں گا اور اس حکم کی تعمیل کروں گا۔ پھر میں دوبارہ انہی کلمات حمد کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی حمد کروں گا اور اس کے حضور سجدے میں گر جاؤں گا۔ مجھ سے کہا جائے گا: اے محمد! اپنے سر کو اٹھاؤ۔ تم بات کرو، تمہاری بات سنی جائے گی۔ تم مانگو، تمہیں عطا کیا جائے گا۔ تم شفاعت کرو، تمہاری شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں عرض کروں گا: اے میرے رب! میری امت پر رحم فرما، میری امت پر رحم فرما۔ میرا رب فرمائے گا: جاؤ، اور جس کے دل میں رائی سے بھی کہیں کم ایمان ہے اس کو آگ سے نکال لو۔ اس کو آگ سے نکال لو۔ اس کو آگ سے نکال لو۔ میں جاؤں گا اور اس حکم کی تعمیل کروں گا...... حضرت حسن بصری نے اس حدیث پر یہ اضافہ فرمایا کہ حضور ﷺ نے فرمایا: پھر میں چوتھی مرتبہ اس کام کا اعادہ کروں گا۔ ان کلمات حمد کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کروں گا اور اس کے حضور سجدے میں گر جاؤں گا۔ مجھ سے کہا جائے گا: اے محمد! اپنے سر کو اٹھاؤ۔ تم بات کرو، تمہاری بات سنی جائے گی۔ تم مانگو، تمہیں عطا کیا جائے گا۔ تم شفاعت کرو، تمہاری شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں عرض کروں گا: اے میرے رب! مجھے ہر اس شخص کو دوزخ سے نکالنے کی اجازت عطا فرما جس نے پڑھا تھا: لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: مجھے اپنی عزت و جلال اور عظمت و کبریائی کی قسم، جس نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھا تھا، میں اس کو دوزخ سے نکال لوں گا۔ (1)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ طفیل بن عمرو الدوسی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ کیا آپ مضبوط قلعے اور حفاظت کرنے والی مضبوط جماعت کی ہماری پیشکش کو قبول فرمائیں گے؟ راوی کہتے ہیں: ان کی مراد وہ قلعہ تھا جو زمانہ جاہلیت میں قبیلہ دوس کے پاس تھا۔ حضور ﷺ نے ان کی اس پیشکش کو قبول کرنے سے انکار کر دیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس شرف کو انصار کے لیے خاص فرما رکھا تھا۔ جب حضور ﷺ نے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 1118

کی تو طفیل بن عمرو نے بھی آپ کی طرف ہجرت کی۔ ان کے ہمراہ ان کے ایک ہم قوم شخص نے بھی ہجرت کی۔ ان کو مدینہ کی آب وہوا راس نہ آئی اور وہ شخص بیمار ہو گیا۔ اس نے صبر کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیا اور چوڑے پھل کا تیر لے کر اپنی انگلیوں کے جوڑوں کو کاٹ دیا۔ اس کے ہاتھوں سے خون بہہ نکلا حتی کہ وہ فوت ہو گیا۔ حضرت طفیل بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو خواب میں دیکھا اور دیکھا کہ اس کی شکل وصورت بہت خوبصورت ہے اور دیکھا کہ اس نے اپنے ہاتھوں کو ڈھانپ رکھا ہے۔ انہوں نے اس سے پوچھا: تمہارے رب نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ نے مجھے حضور ﷺ کی طرف ہجرت کرنے کی وجہ سے معاف کر دیا ہے۔ انہوں نے اس سے پوچھا: کیا وجہ ہے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم نے اپنے ہاتھوں کو ڈھانپا ہوا ہے؟ اس نے جواب دیا: مجھ سے کہا گیا کہ جس چیز کو تم نے خود خراب کیا ہے اس کو ہم نہیں سنواریں گے۔ اس خواب کا ذکر حضرت طفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ نے دعا کی: اے اللہ تعالیٰ! اس کے ہاتھوں کو بھی معاف فرما دے۔ (1)

حضرت نواس بن سمعان الکلابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک صبح حضور ﷺ نے دجال کا ذکر فرمایا اور اس ذکر کے دوران آپ نے کبھی آواز کو پست کیا اور کبھی بلند کیا حتی کہ ہم یہ گمان کرنے لگے کہ وہ (دجال) کھجور کے درختوں کے درمیان موجود ہے۔ جب ہم حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو گویا آپ نے ہماری اس کیفیت کو بھانپ لیا اور فرمایا: تمہیں کیا ہوا ہے؟ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ صبح کے وقت آپ نے دجال کا ذکر فرمایا تھا اور اس دوران آپ نے اپنی آواز کو کبھی پست کیا تھا اور کبھی بلند کیا تھا حتی کہ ہم یہ گمان کرنے لگے تھے کہ وہ کھجور کے درختوں کے درمیان موجود ہے۔ آپ نے فرمایا: مجھے تمہارے بارے میں دجال کی نسبت کسی اور شے کا خوف زیادہ ہے۔ اگر وہ (دجال) نکلا، اس حال میں کہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں تو تمہاری طرف سے اس کے ساتھ تکرار میں کروں گا۔ اور اگر وہ اس حالت میں ظاہر ہوا کہ میں تمہارے درمیان موجود نہ ہوں تو ہر شخص اپنی طرف سے خود اس کے ساتھ تکرار کرے گا۔ میرے بعد اللہ تعالیٰ (خود) ہر مسلمان کے معاملات کی نگرانی فرمائے گا...... الحدیث۔ (2)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے نماز کے لیے قیام فرمایا: ہم بھی آپ کے ساتھ کھڑے ہوئے۔ ایک اعرابی نے دوران نماز کہا: اے اللہ تعالیٰ! مجھ پر اور محمد ﷺ پر رحم فرما اور ہمارے ساتھ کسی اور پر رحم نہ فرما۔ حضور ﷺ نے اس سے فرمایا: تم نے

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 74
2۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 296

اس چیز کو تنگ کر دیا ہے جس میں بڑی وسعت ہے۔(1)

امت کے لیے فکرمندی

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: منیٰ کے مقام پر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم جانتے ہو، آج کون سا دن ہے؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا: بے شک، یہ دن حرمت والا ہے۔ (پھر فرمایا) کیا تم جانتے ہو یہ شہر کون سا ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کیا: اللہ و رسولہ اعلم۔ فرمایا: یہ شہر حرمت والا ہے۔ پھر فرمایا: کیا تم جانتے ہو یہ مہینا کون سا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: اللہ و رسولہ اعلم۔ فرمایا: یہ مہینا حرمت والا ہے۔ فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر ایک دوسرے کے خون، مال اور عزتیں اسی طرح حرام کر دی ہیں جس طرح تمہارا یہ دن، تمہارے اس شہر اور اس مہینے میں حرمت والا ہے...... الحدیث۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: تم میرے بعد کفر کی طرف نہ لوٹ جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے لگو۔(2)

حضرت مالک بن صعصعہ (الانصاری) رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے معراج کی طویل حدیث مروی ہے، جس میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: پھر مجھ پر پچاس نمازیں فرض کی گئیں۔ میں واپس آیا حتیٰ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچا۔ انہوں نے فرمایا: کیا معاملہ پیش آیا؟ میں نے جواب دیا۔ مجھ پر پچاس نمازیں فرض کی گئیں۔ انہوں نے فرمایا: میں آپ سے زیادہ لوگوں کو جانتا ہوں۔ میں نے بنو اسرائیل کا بڑا سخت تجربہ کیا ہے۔ آپ کی امت اس (فریضے کی ادائیگی) کی استطاعت نہیں رکھتی۔ آپ واپس اپنے رب کی بارگاہ میں حاضری دیں اور اس سے (تخفیف کی) التجا کریں۔ میں واپس گیا اور رب قدوس سے تخفیف کا سوال کیا۔ اللہ تعالیٰ نے نمازوں کی تعداد چالیس کر دی۔ پھر اسی طرح (میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس گیا اور ان کے مشورے پر دوبارہ بارگاہ خداوندی میں حاضر ہوا۔) پھر اللہ تعالیٰ نے نمازوں کی تعداد تیس کر دی۔ پھر اسی طرح (معاملہ پیش آیا۔) پھر اللہ تعالیٰ نے نمازوں کی تعداد بیس کر دی۔ پھر اسی طرح (معاملہ پیش آیا) پھر اللہ تعالیٰ نے نمازوں کی تعداد دس کر دی۔ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور انہوں نے وہی بات کہی۔ (پھر میری درخواست پر) اللہ تعالیٰ نے نمازوں کی تعداد پانچ کر دی۔ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو انہوں نے پوچھا: کیا معاملہ پیش آیا؟ میں نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ نے نمازوں کی تعداد پانچ کر دی ہے۔ انہوں نے پھر وہی بات کہی۔ میں نے جواب دیا: میں نے اس (امر ربی) کو تسلیم کر لیا ہے۔ اس وقت (بارگاہ

1۔ سنن ابی داؤد، جلد 1، صفحہ 134 2۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 235

خداوندی سے) ندا آئی۔ میں نے اپنا حکم جاری کر دیا ہے اور اپنے بندوں کے لیے تخفیف کر دی ہے۔ میں ایک نیکی کا بدلہ دس گنا عطا کروں گا...... الحدیث۔(1)

بخاری شریف ہی میں یہ حدیث حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے جس کے آخر میں یہ الفاظ ہیں:

...... پھر میں لوٹ کر بارگاہ خداوندی میں حاضر ہوا تو ارشاد باری ہوا: یہ (نمازیں از روئے ادائیگی) پانچ ہوں گی اور (بطور ثواب) پچاس ہی رہیں گی کیونکہ میرا قول تبدیل نہیں ہوا کرتا۔ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس گیا تو انہوں نے فرمایا: واپس بارگاہ خداوندی میں حاضری دیں تو میں نے جواب دیا: (اب واپس جاتے ہوئے) مجھے حیا آتی ہے...... الحدیث۔(2)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر نبی کو ایک دعائے (مستجاب) عطا کی جاتی ہے۔ میرا ارادہ ہے کہ میں اس (خداداد) دعا کو چھپا کر رکھوں تاکہ قیامت کے دن اس کے ذریعے اپنی امت کی شفاعت کروں۔(3)

حضرت عوف بن مالک الاشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: میرے پاس میرے رب کی طرف سے ایک فرستادہ آیا اور اس نے (باذن ربی) مجھے دو باتوں میں سے ایک بات کو منتخب کرنے کا اختیار دیا کہ یا تو اللہ تعالیٰ میری نصف امت کو (بغیر حساب) جنت میں داخل کر دے اور یا مجھے (اذن) شفاعت عطا فرمائے۔ میں نے شفاعت کو اختیار کیا اور یہ (شفاعت) میرے ہر اس امتی کے لیے ہے جو اس حال میں فوت ہو کہ کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک نہ ٹھہراتا ہو...... الحدیث۔(4)

ملاحظہ فرمائیے کہ اس لجپال نبی نے اپنی آدھی امت کو جنت میں داخل کرنے پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ آپ کو زیادہ فکر اپنے ان گنہگار امتیوں کی تھی جو آدھی امت کی بخشش کے بعد باقی بچ جاتے۔ اس لیے آپ نے آدھی امت کی بخشش کی بجائے شفاعت کو اختیار فرمایا تاکہ آپ کی شفاعت سے ہر وہ شخص نجات پا سکے جس کے دل میں ایمان کا شائبہ تک بھی موجود ہو۔ صلی اللہ علی نبیہ نبی الرحمۃ۔

مسلم شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث شفاعت مروی ہے۔ اس میں پل صراط سے گزرنے کی کیفیت کا ذکر ہے اور ساتھ ہی یہ روح پرور جملہ بھی ہے...... اور تمہارے نبی ﷺ پل صراط پر کھڑے ہوں گے اور دعا کر رہے ہوں گے: اے اللہ تعالیٰ! (میری امت کو)

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 456 2۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 471
3۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 1113 4۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 67

سلامت رکھ، سلامت رکھ...... الحدیث۔(1)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے کلام خداوندی کی آیات تلاوت کیں جن میں سے ایک میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ قول تھا: اے اللہ تعالیٰ! ان (بتوں) نے بے شمار انسانوں کو گمراہ کیا ہے۔ ان میں سے جو میری پیروی کرے وہ مجھ میں سے ہے۔ الآیہ۔ اور دوسری آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس قول کا ذکر تھا: (اے اللہ تعالیٰ!) اگر تو ان کو عذاب دے تو وہ تیرے (اپنے) بندے ہیں اور اگر تو ان کو معاف فرما دے تو تو غالب حکمت والا ہے۔ حضور ﷺ نے اپنے ہاتھ بلند کیے اور دعا کی: اے میرے رب! میری امت کی بخشش فرما۔ میری امت کی بخشش فرما۔ اور آپ نے رونا شروع کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام سے فرمایا: تم محمد ﷺ کے پاس جاؤ اور ان سے پوچھو، حالانکہ تمہارا رب سب کچھ جانتا ہے، کہ آپ کے رونے کا سبب کیا ہے۔ حضرت جبریل علیہ السلام آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے رونے کا سبب پوچھا۔ حضور ﷺ نے رونے کا سبب بتایا۔ (وہ بارگاہ خداوندی میں حاضر ہوئے اور محمد ﷺ نے رونے کا جو سبب بتایا تھا وہ عرض کر دیا) حالانکہ اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام سے فرمایا: اے جبریل! حضرت محمد ﷺ کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ بلاشبہ ہم تمہیں تمہاری امت کے متعلق خوش کریں گے اور آپ کو پریشان نہیں ہونے دیں گے۔(2)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں مسجد میں تھا کہ ایک آدمی مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے داخل ہوا۔ اس نے اس طرح (قرآن حکیم کی) قرأت کی جو مجھے عجیب لگی۔ پھر ایک اور شخص آیا اور اس نے پہلے ساتھی سے بھی زیادہ عجیب طریقے سے قرأت کی۔ جب نماز سے فارغ ہو گئے تو ہم سب حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ اس شخص نے ایسی قرأت کی جو مجھے عجیب لگی۔ اس کا دوسرا ساتھی آیا تو اس نے اس سے بھی زیادہ عجیب انداز میں قرأت کی۔ حضور ﷺ نے ان دونوں کو حکم دیا اور ان دونوں نے قرآن حکیم کی تلاوت کی۔ حضور ﷺ نے دونوں کی قرأت کو عمدہ قرار دیا۔ میرے دل میں شیطان نے تکذیب (نبوت) کا ایسا وسوسہ ڈالا جو زمانہ جاہلیت کی تکذیب سے بھی شدید تر تھا۔ جب حضور ﷺ نے اس حالت کا مشاہدہ فرمایا جو مجھ پر طاری تھی تو آپ ﷺ نے (اپنا دست انور) میرے سینے پر مارا تو میں پسینے سے شرابور ہو گیا۔ گویا میں حالت خوف میں اللہ تعالیٰ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا:

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 112
2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 113

اے ابی! میری طرف یہ وحی بھیجی گئی کہ میں قرآن حکیم کو ایک قرأت کے مطابق پڑھوں۔ میں نے اس معاملے کو واپس بارگاہ خداوندی میں پیش کیا اور عرض کیا: پروردگار! میری امت کے لیے آسانی پیدا فرما۔ اللہ تعالیٰ نے اس حکم کو دوبارہ میری طرف بھیجا اور فرمایا: قرآن حکیم کو دو قرأتوں کے مطابق پڑھو۔ میں نے پھر بارگاہ خداوندی کی طرف رجوع کیا اور عرض کیا کہ پروردگار! میری امت کے لیے آسانی پیدا فرما۔ تیسری بار پھر رب قدوس نے حکم میری طرف لوٹایا اور فرمایا: قرآن حکیم کو سات قرأتوں کے مطابق پڑھو۔ اور جتنی بار ہم نے یہ تمہاری طرف لوٹایا ہے ان میں سے ہر لوٹانے پر آپ کو ایک دعائے (مستجاب) کا اختیار دیا جاتا ہے جو آپ ہم سے کر سکتے ہیں۔ میں نے دعا کی: اے اللہ تعالیٰ! میری امت کی مغفرت فرما۔ اے اللہ تعالیٰ! میری امت کی مغفرت فرما۔ اور تیسری دعا کو میں نے اس دن کے لیے مؤخر کر دیا ہے جب کہ ساری مخلوقات حتیٰ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی میری طرف رجوع کریں گے۔ (1)

کھربوں سلام اس رؤف و رحیم نبی پر جس نے کسی حال میں بھی اپنی گنہگار امت کو فراموش نہیں فرمایا۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا: قیامت کے دن میری شفاعت میرے ان امتیوں کے لیے ہوگی جو گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوں گے۔ (2)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: مجھے اختیار دیا گیا کہ میں اذن شفاعت یا آدھی امت کو (بغیر حساب) جنت میں داخل کروانے میں سے ایک کو چن لوں تو میں نے شفاعت کو چن لیا کیونکہ اس کا فیض عام اور مکمل ہے۔ تمہارا خیال ہوگا کہ یہ (شفاعت) پرہیزگاروں کے لیے ہوگی۔ نہیں، بلکہ یہ گنہگاروں، خطا کاروں اور ان لوگوں کے لیے ہوگی جن کے دامن گناہوں کی آلودگی سے لتھڑے ہوئے ہوں گے۔ (3)

ساری مخلوق خدا کے لیے رحمت

رحمت ایک خوبی ہے، ایک حسین جذبہ ہے۔ رحمت اوصاف جمیلہ کا طرۂ امتیاز ہے۔ ہر اچھے انسان میں اس کی بساط کے مطابق اس وصف کی جھلک نظر آتی ہے۔ لیکن جو ہستی خالق کی تخلیق کا شاہکار ہے اس کی ذات میں اس وصف کے جلووں کی شان ہی نرالی ہے۔ اس کی رحمت نہ اپنی اولاد کے لیے خاص ہے، نہ اپنے خاندان کے لیے، نہ اپنے کنبے کے لیے، نہ اپنی امت کے لیے اور نہ یہ

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 273 2۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 319 3۔ ایضاً، صفحہ 319

رحمت نوع انسانی تک محدود ہے بلکہ اس رحمت کا دامن مخلوقات کے ہر فرد کو اپنے گھیرے میں لیے ہوئے ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہر چیز پر احسان کو فرض قرار دیا ہے۔ اس لیے جب تم کسی کو قتل کرو تو اچھے طریقے سے قتل کرو۔ (کسی شے) کو ذبح کرو تو اچھے طریقے سے ذبح کرو۔ اور تمہیں چاہیے کہ اپنی چھری کو تیز کر لیا کرو اور ذبیحہ کو (ذبح کے بعد) پرسکون ہو جانے دیا کرو۔ (1)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ ایک شخص کے پاس سے گزرے جو بکری کو کان سے پکڑ کر کھینچ رہا تھا۔ آپ ﷺ نے (اس سے) فرمایا: اس کے کان کو چھوڑ دو اور اس کو گردن کے اگلے حصے سے پکڑو۔ (2)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے جانوروں کا مثلہ کرنے یعنی زندہ حیوان کے اعضاء کاٹنے سے منع فرمایا۔ (3)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: کسی جان دار چیز کو نشانہ مت بناؤ۔ (4)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے کسی چوپائے کو باندھ کر قتل کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (5)

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک روز حضور ﷺ نے مجھے اپنے پیچھے سوار کیا۔ آپ نے سرگوشی میں مجھ سے ایک ایسی بات فرمائی جو میں کسی بھی انسان کو نہیں بتاؤں گا۔ حضور ﷺ قضائے حاجت کے لیے بطور پردہ کسی بلند چیز یا گھنی کھجوروں کو سب سے زیادہ پسند فرماتے تھے۔ آپ ایک انصاری کے باغ میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ وہاں ایک اونٹ تھا۔ اس اونٹ نے جب حضور ﷺ کو دیکھا تو وہ رونے لگا اور اس کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ حضور ﷺ اس کے پاس تشریف لے گئے اور اس کے سر کے پچھلے حصوں پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا: اس اونٹ کا مالک کون ہے؟ یا فرمایا: یہ اونٹ کس کا ہے؟ ایک انصاری جوان حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ یہ اونٹ میرا ہے۔ آپ نے فرمایا: تم اس چوپائے کے متعلق اللہ تعالیٰ سے ڈرتے نہیں ہو، جس کو اس نے تمہاری ملکیت میں دے رکھا ہے؟ اس نے مجھ سے شکایت کی ہے کہ تم اسے بھوکا رکھتے ہو اور

1۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 229 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً
4۔ ایضاً 5۔ ایضاً، صفحہ 30-229

اس کو تھکا دیتے ہو۔(1)

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ہم ایک سفر میں حضور ﷺ کی معیت میں تھے کہ آپ قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے۔ ہم نے ایک چھوٹا (مادہ) پرندہ دیکھا جس کے ساتھ اس کے دو بچے تھے۔ ہم نے بچوں کو پکڑ لیا۔ وہ پرندہ آیا اور اپنے پر پھیلانے لگا۔ حضور ﷺ تشریف لائے اور پوچھا: اس پرندے کو اس کے بچوں کی وجہ سے کس نے دکھ پہنچایا ہے؟ اس کے بچے اس کو لوٹا دو۔ اور حضور ﷺ نے چیونٹیوں کے ایک بل کو دیکھا جس کو ہم نے جلا دیا تھا تو فرمایا: اس بل کو کس نے آگ لگائی ہے؟ ہم نے عرض کیا: ہم نے آگ لگائی ہے۔ آپ نے فرمایا: آگ سے عذاب دینا صرف اسی ذات کو سزاوار ہے جو آگ کا رب ہے۔(2)

رحمت عالم کا قلب انور نفرت اور بدخواہی کے جذبات سے پاک تھا

حضور ﷺ کی سیرت طیبہ کا امعان نظر سے مطالعہ کرنے والا شخص اس روح افزا حقیقت سے بے خبر نہیں رہ سکتا کہ رب قدوس نے اپنے حبیب ﷺ کو ایک ایسا دل عطا فرمایا تھا جو نفرت، عداوت، بغض، کینہ اور بدخواہی جیسے جذبات سے قطعاً پاک تھا۔ آپ نے جن لوگوں کے خلاف تلوار اٹھائی اور جنگیں کیں، ان لوگوں کے لیے بھی آپ کا قلب انور خیر خواہی کے جذبات سے لبریز تھا۔ طائف کی گلیوں میں جن لوگوں نے آپ کے جسد انور کو پتھر مار مار کر لہولہان کیا تھا، ان کے لیے ہدایت کی دعا کرنا اور ان کے خلاف دعائے ضرر کی پیشکش کو قبول نہ کرنا، جن لوگوں نے مکہ جیسی زمین پر سکون کا سانس لینا آپ کے لیے دشوار بنا دیا تھا اور آخر کار آپ کو اس ارض مقدس سے نکلنے پر مجبور کر دیا تھا، قابو پانے کے بعد، ان کے لیے عام معافی کا تاریخی اعلان کرنا، کفار مکہ کے قحط کی سختی میں گرفتار ہونے پر، سب سے بڑے دشمن ابوسفیان کی التجا پر، ان ستم کاروں سے قحط کی سختی کو ٹالنے کے لیے دست سوال دراز کرنا اور ابن ابی کی ساری زندگی کی ستم ظریفیوں کو نظر انداز کر کے، اس کی موت کے وقت، اس کی بخشش کے لیے بے قراری کا اظہار کرنا، یہ سب ایسے واقعات ہیں جن کے وقوع پذیر ہونے کے لیے ایسا دل درکار تھا جو نفرت و عداوت کے جذبات سے آشنا ہی نہ ہو اور یقیناً نبی رحمت ﷺ کا دل اسی شان کا حامل تھا۔

ذیل میں ہم چند ایسی احادیث طیبہ درج کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں جو حضور ﷺ کی شان رحمۃ للعالمینی کے اس حسین پہلو پر روشنی ڈالتی ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضرت طفیل بن عمرو (الدوسی)

1۔ سنن ابی داؤد، جلد 1، صفحہ 352　2۔ سنن ابی داؤد، جلد 2، صفحہ 7

رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ قبیلہ دوس کے لوگ ہلاک ہو گئے ہیں۔ انہوں نے نافرمانی کی ہے اور (اسلام قبول کرنے سے) انکار کر دیا ہے۔ آپ ان کے خلاف دعائے ضرر فرمائیں۔ حضور ﷺ نے (ان کے خلاف دعائے ضرر کرنے کی بجائے) دعا کی اور عرض کیا: اے اللہ تعالیٰ! قبیلہ دوس کو ہدایت عطا فرما اور انہیں میرے پاس پہنچا دے۔(1)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! ﷺ مشرکین کے خلاف دعائے ضرر فرمائیے۔ حضور ﷺ نے جواب دیا: میں لعنت کرنے کے لیے نہیں بھیجا گیا، میں تو رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔(2)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: دو آدمی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے گفتگو کی۔ مجھے معلوم نہیں کہ وہ گفتگو کیا تھی۔ ان کی گفتگو سے حضور ﷺ کو غصہ آ گیا۔ آپ نے ان پر لعنت کی اور ان کو برا بھلا کہا۔ جب وہ باہر نکل گئے تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ کسی انسان تک جو بھلائی پہنچتی ہے، یہ دونوں تو اس سے محروم رہیں گے۔ آپ نے فرمایا: کیا مطلب؟ میں نے عرض کیا: آپ نے ان پر لعنت فرمائی ہے اور ان کو برا بھلا فرمایا ہے۔ آپ نے فرمایا: کیا تم نہیں جانتیں کہ میں نے اپنے رب سے عہد لے رکھا ہے۔ میں نے اپنے رب کی خدمت میں عرض کیا ہے: اے میرے اللہ! میں بشر ہوں۔ اگر میں کسی مسلمان پر لعنت کروں یا اسے برا بھلا کہوں تو اس لعنت کو اس کے لیے پاکیزگی کا ذریعہ اور اجر بنا دے۔(3)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ قبیلہ ثقیف کے تیروں نے ہمیں جلا کر رکھ دیا ہے۔ آپ ان لوگوں کے خلاف دعائے ضرر فرمائیں۔ حضور ﷺ نے (بارگاہ خداوندی میں) عرض کیا: اے اللہ تعالیٰ! قبیلہ ثقیف کو ہدایت عطا فرما۔(4)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: جب عبد اللہ بن ابی بن سلول فوت ہوا تو اس کے لخت جگر عبد اللہ بن عبد اللہ (جو ایک مخلص صحابی تھے) حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے التجا کی کہ آپ انہیں اپنی قمیص عطا فرمائیں تا کہ اس میں وہ اپنے باپ کو کفن دیں۔ آپ ﷺ نے ان کو اپنی قمیص عطا فرما دی۔ پھر انہوں نے التجا کی کہ آپ اس کی نماز جنازہ پڑھیں۔

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 630
2۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 323
3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 323
4۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 233

حضور ﷺ اس کی نماز جنازہ پڑھانے کے لیے اٹھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہو گئے، حضور ﷺ کے کپڑوں کو پکڑا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ کیا آپ اس کی نماز جنازہ پڑھیں گے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کی نماز جنازہ پڑھنے سے منع فرما دیا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: (اللہ تعالیٰ نے مجھے منع نہیں فرمایا) بلکہ اس نے مجھے اختیار دیا ہے اور فرمایا ہے: تم ان کے لیے مغفرت طلب کرو یا نہ کرو، اگر تم ان کے لیے ستر مرتبہ بھی طلب مغفرت کرو گے...... (الآیہ) تو میں اس کے لیے ستر سے بھی زیادہ مرتبہ طلب مغفرت کروں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: وہ منافق ہے (بہرحال) حضور ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیۂ کریمہ نازل فرمائی: ان میں سے جو مر جائے آپ ہمیشہ کے لیے اس کی نماز جنازہ نہ پڑھائیں اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں۔ (1)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ عبداللہ بن ابی کی قبر پر تشریف لے گئے۔ اس کو قبر سے نکلوایا، اس کو اپنے گھٹنوں پر رکھا، اس پر اپنا لعاب دہن چھڑکا اور اس کو اپنی قمیص پہنائی۔ واللہ اعلم۔ (2)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: اسی آدمی جبل تنعیم سے اتر کر حضور ﷺ کی طرف آئے۔ وہ آپ کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ ان کو پکڑ لیا گیا تو حضور ﷺ نے ان کو آزاد کر دیا۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: وَهُوَ الَّذِیْ كَفَّ اَیْدِیَهُمْ عَنْكُمْ... الآیہ۔ (3) (فتح: 24)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: جب حضور ﷺ نے مرالظہر ان کے مقام پر قیام فرمایا تو، حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں نے (اپنے جی میں) کہا: خدا کی قسم، اگر حضور ﷺ بزور مکہ میں داخل ہوئے، اس سے پہلے کہ اہل مکہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر امن طلب کریں، تو یہ قریش کی تباہی ہو گی۔ میں حضور ﷺ کے خچر پر بیٹھا اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا: میں کسی حاجت مند کو دیکھتا ہوں جو اہل مکہ کے پاس جائے اور انہیں حضور ﷺ کے متعلق بتائے کہ آپ کہاں تشریف فرما ہیں تا کہ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوں اور آپ سے امان طلب کریں۔ میں چل رہا تھا کہ مجھے ابوسفیان اور بدیل بن ورقاء کی آوازیں سنائی دیں۔ میں نے آواز دی: اے ابوحنظلہ! اس نے میری آواز کو پہچان لیا اور کہا: آپ ابوالفضل ہیں؟ میں نے کہا: ہاں۔ اس نے پوچھا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، کیا بات ہے؟ میں نے کہا: حضور ﷺ اور لوگ (صحابہ کرام) یہاں پہنچ چکے ہیں۔ اس نے پوچھا: بچنے کی ترکیب کیا ہے؟ فرماتے ہیں: وہ (ابو سفیان) میرے پیچھے سوار ہو گیا اور اس کا ساتھی واپس لوٹ گیا۔ صبح ہوئی تو میں اسے لے کر حضور ﷺ

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 276 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 368 3۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 159

کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور اس نے اسلام قبول کر لیا۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ ابو سفیان افتخار پسند آدمی ہے، اس کو کوئی ایسی چیز عطا فرما دیں جو اس کے لیے باعث افتخار ہو۔ آپ نے فرمایا: ٹھیک ہے۔ جو ابو سفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اس کے لیے امان ہے، جو اپنے گھر کے دروازے بند کر کے بیٹھ جائے اس کے لیے امان ہے اور جو مسجد (حرام) میں چلا جائے اس کے لیے بھی امان ہے۔ راوی کہتے ہیں: لوگ منتشر ہو گئے۔ بعض اپنے گھروں کی طرف چلے گئے اور بعض مسجد میں داخل ہو گئے۔(1)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک یہودی عورت حضور ﷺ کی خدمت میں زہر آلود بکری لے کر آئی۔ حضور ﷺ نے اس زہر آلود بکری کا گوشت تناول فرمایا۔ اس یہودی عورت کو حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ آپ نے اس سے اس (بکری میں زہر ملانے) کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا: میرا ارادہ آپ کو قتل کرنے کا تھا۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تجھے کبھی اس (فعل شنیع) کی قدرت عطا نہ فرماتا۔ یا فرمایا: اللہ تعالیٰ تجھے کبھی مجھ پر غالب نہ فرماتا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ کیا ہم اس یہودن کو قتل نہ کر دیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔ راوی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: مجھے اس (زہر خورانی) کا اثر حضور ﷺ کے حلق کے کووں میں نظر آتا رہا۔(2)

حضرت ابو بردہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد ماجد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: یہودی حضور ﷺ کی خدمت میں چھینکتے تھے، اس امید پر کہ آپ ان کے لیے یَرْحَمُكَ اللّٰهُ کے الفاظ سے دعا فرمائیں۔ آپ ان کے لیے ان الفاظ سے دعا فرماتے: اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت عطا فرمائے اور تمہارے معاملات کی اصلاح فرما دے۔(3)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے ہمیں بھیجا، مجھے زبیر اور مقداد بن اسود کو، اور فرمایا: تم روانہ ہو جاؤ حتی کہ تم روضہ خاخ کے مقام تک پہنچو۔ وہاں تمہیں ایک کجاوہ سوار عورت ملے گی جس کے پاس ایک خط ہوگا۔ وہ خط اس سے لے لو اور وہ میرے پاس لے آؤ۔ ہم اونٹوں کو دوڑاتے ہوئے چلے حتی کہ روضہ خاخ کے مقام تک پہنچ گئے۔ وہاں ہمیں ایک کجاوہ سوار عورت ملی۔ ہم نے اس سے کہا: خط نکال دو۔ اس نے کہا: میرے پاس کوئی خط نہیں ہے۔ ہم نے کہا: خط نکال دو ورنہ کپڑے اتارنے پڑیں گے۔ راوی کہتے ہیں: اس نے خط اپنی مینڈھیوں سے نکال کر دے دیا۔ راوی کہتے ہیں: ہم وہ خط لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو

1۔ سنن ابی داؤد، جلد 2، صفحہ 71 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 272 3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 339

گئے۔ دیکھا تو یہ خط حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کا تھا جو انہوں نے کچھ مشرکوں کی طرف لکھا تھا اور انہیں حضور ﷺ کے کچھ امور سے آگاہ کیا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: حاطب! یہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ میرے متعلق فیصلہ فرمانے میں جلدی نہ فرمائیں۔ میں ایک شخص تھا جو قریش کے ساتھ منسلک تھا، ان میں سے نہ تھا۔ اور آپ کے ساتھ جو مہاجرین ہیں ان کی رشتہ داریاں ہیں جن کے ذریعہ وہ مکہ میں اپنے اہل وعیال اور اموال کی حفاظت کرتے ہیں۔ میری چونکہ وہاں رشتہ داری نہیں تھی اس لیے میں نے چاہا کہ میں ان پر کوئی احسان کروں جس کی وجہ سے وہ میرے عزیزوں کی حمایت کریں۔ میں نے نہ یہ حرکت کفر کی وجہ سے کی ہے نہ اپنے دین سے مرتد ہو کر کی ہے اور نہ اس لیے کی ہے کہ میں کفر پر راضی ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اس (حاطب) نے سچ کہا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس منافق کی گردن اڑا دوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اس نے غزوۂ بدر میں شرکت کی ہے۔ اور تمہیں کیا خبر کہ یقیناً اللہ تعالیٰ اہل بدر کے معاملات سے باخبر تھا اسی لیے اس نے فرمایا: تم جو چاہو کرو، میں نے تمہیں بخش دیا ہے...... الحدیث۔(1)

1۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 163

سرورِ کائنات، سید المرسلین ﷺ

مدنی تاجدار ﷺ کی عظمتوں اور رفعتوں کی کئی جہتیں ہیں۔ ہر جہت بے مثال بھی ہے اور بے نظیر بھی۔ جمال و کمال کی ہر ادا خدا کے حبیب ﷺ کی ذات میں اپنے جوبن پر نظر آتی ہے۔ لیکن ایک شان ایسی ہے جو آپ ﷺ کا خاصا ہے اور کسی انسان، کسی فرشتہ یا کسی اولوالعزم رسول کو بھی اس شان سے کوئی حصہ عطا نہیں ہوا۔ وہ شان یہ ہے کہ حضور ﷺ کائنات کے ہر ذرہ کے رسول اور آقا ہیں۔ جمادات آپ کی عظمتوں کے گن گا رہی ہیں، نباتات آپ کی تابع فرمانی کے لیے بے چین نظر آتی ہیں، حیوانات آپ کے دستِ انور سے ذبح ہونے کی خواہش دل میں لیے تڑپتے ہیں، انسان اشارۂ ابرو پر گردنیں کٹوانے کے لیے بے چین نظر آتے ہیں، جن خدمتِ عالیہ میں حاضری کے شرف و مسرت کے شادیانے بجاتے ہیں، فرشتے لیلۃ المعراج کو آنکھیں فرشِ راہ کر رہے ہیں اور انبیاء و رسل، آپ کی اقتداء میں، صف بستہ کھڑے ہو کر آپ کی عظمتوں کو خراجِ عقیدت پیش کر رہے ہیں۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ (جمعہ:4)

آیئے مدنی تاجدار ﷺ کی سیرتِ طیبہ کے اس پہلو پر احادیثِ صحیحہ کی روشنی میں ایک نظر ڈالتے ہیں:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: مجھے پانچ ایسی چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو عطا نہیں کی گئیں: (۱) میری مدد رعب سے کی گئی ہے جو ایک ماہ کی مسافت سے اپنا اثر دکھاتا ہے (۲) زمین کو میری خاطر سجدہ گاہ اور پاک کرنے والی بنایا گیا ہے۔ میرے کسی امتی کو جہاں بھی نماز کا وقت آ جائے وہیں نماز پڑھ لے (۳) غنیمتوں کو میرے لیے حلال کیا گیا ہے اور مجھ سے پہلے یہ کسی کے لیے حلال نہیں ہوئیں (۴) مجھے شفاعت کا اعزاز عطا ہوا ہے (۵) مجھ سے پہلے والے انبیاء خاص طور پر اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوتے تھے اور مجھے عام طور پر تمام انسانوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے۔ (1)

نوٹ: اس حدیث پاک میں حضور ﷺ نے ساری نسلِ انسانی کی طرف مبعوث ہونے کا ذکر فرمایا ہے۔ جب کہ ایک دوسری حدیث میں حضور ﷺ نے اپنی بعثت کے دائرے کو تمام مخلوقات پر محیط قرار دیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: مجھے انبیاء کرام علیہم

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 48

السلام پر چھ چیزوں میں فضیلت عطا فرمائی گئی ہے: (۱) مجھے جوامع الکلم (چند الفاظ میں معانی کا سمندر بیان کرنے کی طاقت) عطا فرمائے گئے (۲) رعب سے میری مدد کی گئی۔ (۳) غنیمتیں میرے لیے حلال کی گئیں۔ (۴) زمین کو میرے لیے سجدہ گاہ اور پاک کرنے والی بنایا گیا (۵) مجھے تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا (۶) سلسلہ نبوت کو مجھ پر ختم کر دیا گیا۔(1)

اس حدیث پاک میں اس حقیقت کی وضاحت کر دی گئی ہے کہ حضور ﷺ تمام مخلوقات کے رسول ہیں۔ مخلوقات میں جمادات، نباتات، حیوانات، انسان، فرشتے اور اولوالعزم انبیاء و رسل سب شامل ہیں اور بلا ریب آپ ان سب کے رسول ہیں۔ آیئے احادیث طیبہ کی روشنی میں اس حقیقت پر ایک نظر ڈالتے ہیں:

جمادات کے رسول

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ کو جبل احد نظر آیا تو آپ نے فرمایا: یہ پہاڑ ہے، وہ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں...... الحدیث۔(2)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: بے شک احد ایک ایسا پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ یہ جنت کے درجوں میں سے ایک درجے پر ہوگا اور عیر پہاڑ دوزخ کے درجوں میں سے ایک درجے پر ہوگا۔(3)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: مکہ میں ایک پتھر ہے جو ان راتوں میں مجھ کو سلام کیا کرتا تھا جب میری بعثت ہوئی تھی۔ میں اس پتھر کو آج بھی پہچانتا ہوں۔(4)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں مکہ میں حضور ﷺ کے ساتھ تھا۔ ہم مکہ کی ایک جانب باہر کی طرف گئے تو جو پہاڑ یا درخت بھی آپ کے سامنے آیا وہ کہہ رہا تھا: اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ۔ اے اللہ تعالیٰ کے رسول! آپ پر سلام ہو۔(5)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: حضور ﷺ احد پہاڑ پر چڑھے۔ حضرات ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی آپ کے پیچھے پہاڑ پر چڑھے۔ پہاڑ ان کی وجہ سے کانپنے لگا۔ حضور ﷺ نے اس پر اپنا قدم مبارک مارا اور فرمایا: احد! ٹھہر جا۔ تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔(6)

1۔ جامع الترمذی، جلد 1، صفحہ 188　2۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 477　3۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 225
4۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 203　5۔ ایضاً　6۔ سنن ابی داؤد، جلد 2، صفحہ 291

حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمن سے مروی ہے کہ جب لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا محاصرہ کر لیا تو آپ نے ان کی طرف جھانکا اور فرمایا: میں تمہیں خدا کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ کیا تم میں کوئی آدمی ہے جس نے پہاڑ کے دن حضور ﷺ کو سنا تھا جب کہ پہاڑ کانپنے لگا تھا اور حضور ﷺ نے اس پر اپنا قدم مبارک مارا تھا اور فرمایا تھا: (اے پہاڑ!) ٹھہر جا کیونکہ تیرے اوپر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہیدوں کے سوا اور کوئی نہیں۔ اس وقت میں بھی حضور ﷺ کے ساتھ تھا۔ اس پر کئی لوگوں نے شہادت دی۔(1)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: عہد نبوی میں لوگ قحط میں مبتلا ہوئے۔ ایک جمعہ کے دن حضور ﷺ منبر پر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ایک اعرابی اٹھا اور کہنے لگا: یا رسول اللہ! ﷺ مال (مویشی) ہلاک ہو گئے ہیں اور اہل و عیال بھوک سے بلک رہے ہیں۔ یا رسول اللہ! ﷺ ہمارے لیے دعا فرمائیے۔ حضور ﷺ نے (دعا کے لیے) ہاتھ بلند کیے اس حال میں کہ ہمیں آسمان پر بادل کا کوئی ٹکڑا نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، حضور ﷺ نے اپنے اٹھے ہوئے ہاتھ ابھی نیچے بھی نہیں کیے تھے کہ پہاڑوں کی طرح بادل امڈ کر آ گئے۔ پھر آپ ابھی منبر سے نیچے تشریف نہیں لائے تھے کہ بارش کے قطرے مجھے آپ کی ریش مبارک سے ٹپکتے نظر آئے۔ ہم پر اس روز نزول باراں ہوا، اگلے روز بھی بارش برسی۔ اس سے اگلے روز بھی بارش برسی حتیٰ کہ اگلے جمعہ کا دن آ گیا۔ (دوران خطبہ) وہی اعرابی اٹھا، یا اس کے علاوہ کوئی اور شخص اٹھا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ عمارتیں زمین بوس ہو رہی ہیں اور مال ڈوب رہا ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ سے ہمارے لیے دعا فرمائیں۔ حضور ﷺ نے اپنے ہاتھ بلند کیے اور دعا کی: اے میرے مولیٰ! ہمارے گردونواح میں بارش برسے، ہمارے اوپر نہیں۔ حضور ﷺ بادل کی جس جانب اشارہ فرماتے وہاں سے بادل پھٹ جاتا حتیٰ کہ مدینہ ایک خالی دائرے کی طرح ہو گیا جس کے اردگرد بادل تھے۔ وادیوں میں سیلاب آ گیا اور گردونواح سے جو شخص بھی (مدینہ) آیا اس نے شدید بارش کی خبر دی۔(2)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: خیبر کی ایک یہودن نے بھنی ہوئی بکری میں زہر ملایا اور پھر اسے حضور ﷺ کی خدمت میں بطور ہدیہ بھیج دیا۔ حضور ﷺ نے بازو کی بوٹی پکڑی اور اس سے کچھ تناول فرمایا۔ کچھ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی آپ کے ساتھ اس بکری کا گوشت کھایا۔ پھر آپ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا: اپنے ہاتھ (کھانے سے) اٹھا لو۔ حضور ﷺ نے ایک آدمی اس یہودن کی طرف بھیجا اور اسے اپنے پاس بلایا۔ آپ نے اس یہودن

1۔ سنن النسائی، جلد 2، صفحہ 127 2۔ سنن النسائی، جلد 1، صفحہ 227

سے پوچھا: کیا تم نے اس بکری میں زہر ملایا ہے؟ یہودن کہنے لگی: آپ کو یہ کس نے بتایا ہے؟ آپ نے جواب دیا: یہ بازو کی ہڈی جو میرے ہاتھ میں ہے، مجھے اس نے بتایا ہے۔ یہودن نے جواب دیا: ہاں، میں نے زہر ملایا ہے...... الحدیث۔(1)

نباتات کے رسول اور آقا

حضرت معن بن عبدالرحمن سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے اپنے والد ماجد کو سنا کہ انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت مسروق سے پوچھا: جنات نے جس رات قرآن حکیم سنا تھا، اس روز حضور ﷺ کو جنات کے حاضر ہونے کی خبر کس نے دی تھی؟ انہوں نے جواب دیا: مجھے تمہارے والد ماجد یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا تھا کہ جنات کے متعلق خبر آپ کو ایک درخت نے دی تھی۔(2)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: کھجور کا ایک تنا تھا جس کے ساتھ ٹیک لگا کر حضور ﷺ کھڑے ہوتے تھے۔(اور خطبہ ارشاد فرماتے تھے) جب حضور ﷺ کے لیے منبر رکھا گیا تو ہم نے اس تنے سے ایسی آوازیں سنیں جیسی آوازیں بچے والی اونٹنی نکالتی ہے۔ حتی کہ حضور ﷺ منبر سے نیچے تشریف لائے اور آپ نے اس (تنے) پر اپنا دست انور رکھا۔(3)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک انصاری عورت نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ کیا میں آپ کے لیے ایک چیز نہ بنوادوں جس پر آپ بیٹھا کریں کیونکہ میرا ایک غلام بڑھئی ہے۔ آپ نے فرمایا: اگر تم چاہتی ہو تو بنوا دو۔ راوی کہتے ہیں: اس عورت نے آپ کی خاطر منبر بنوایا۔ جب جمعہ کا دن آیا تو حضور ﷺ اس منبر پر تشریف فرما ہوئے جو آپ کی خاطر بنوایا گیا تھا۔ اس پر کھجور نے چیخنا شروع کر دیا جس کے پاس آپ خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے حتی کہ قریب تھا کہ وہ پھٹ جاتا۔ حضور ﷺ (منبر سے) نیچے تشریف لائے، اس کھجور کے تنے کو پکڑا اور اس کو اپنے سینے سے لگایا تو وہ اس بچے کی طرح آہیں نکالنے لگا جس کو چپ کرانے کی کوشش کی جارہی ہوتی ہے۔ حتی کہ وہ خاموش ہو گیا۔ راوی کہتے ہیں: وہ کھجور کا تنا اس ذکر (سے محرومی) کی وجہ سے رو رہا تھا جو اس کے پاس کیا جاتا تھا۔(4)

حضرت عبادہ بن ولید بن عبادہ نے حضرت صامت سے ایک طویل حدیث روایت کی ہے جس میں انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ قول بھی نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں: ہم

1۔ سنن ابی داؤد، جلد 2، صفحہ 272 2۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 544

3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 125 4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 281

حضور ﷺ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ ہم میں سے ہر ایک کی ایک دن کی خوراک ایک کھجور تھی۔ آدمی اس کھجور کو چوستا اور پھر اسے اپنے کپڑے میں رکھ لیتا۔ ہم اپنی کمانوں سے درختوں کے پتے جھاڑتے اور انہیں کھا لیتے حتیٰ کہ ہماری باچھیں زخمی ہو گئیں۔ اور میں اس بات پر قسم کھاتا ہوں کہ ایک روز ہم میں سے ایک آدمی کو وہ (اپنے حصے کی کھجور) نہ ملی۔ ہم اس کو سہارا دے کر لے گئے اور اس کی شہادت دی کہ اس کو کھجور نہیں ملی تو اس کو کھجور دی گئی۔ وہ اٹھا اور اس نے کھجور لے لی۔ پھر ہم حضور ﷺ کی معیت میں چلے حتیٰ کہ ہم ایک وسیع وادی میں اترے۔ حضور ﷺ قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے۔ میں پانی کا برتن لے کر آپ کے پیچھے پیچھے چل دیا۔ حضور ﷺ نے (ادھر ادھر) دیکھا لیکن آپ کو کوئی ایسی چیز نظر نہ آئی جس کے پردے میں آپ قضائے حاجت فرما سکیں۔ دیکھا کہ وادی کے کنارے دو درخت تھے۔ حضور ﷺ ان میں سے ایک درخت کے پاس تشریف لے گئے۔ آپ نے اس کی ٹہنیوں میں سے ایک ٹہنی کو پکڑا اور فرمایا: خدا کے حکم سے میرے پیچھے آؤ۔ وہ درخت اس اونٹ کی طرح آپ کے پیچھے چل دیا جو بڑی نرمی سے اپنے چلانے والے کے پیچھے چل دیتا ہے حتیٰ کہ حضور ﷺ دوسرے درخت کے پاس تشریف لے گئے۔ آپ نے اس کی ٹہنیوں میں سے ایک ٹہنی کو پکڑا اور فرمایا: خدا کے حکم سے میرے پیچھے آؤ۔ اس درخت نے بھی اسی طرح آپ کی پیروی کی۔ جب آپ اس جگہ پہنچے جو ان دونوں (کی اصل جگہوں) کے درمیان تھی تو آپ نے ان دونوں کو جوڑ دیا اور فرمایا: خدا کے حکم سے میری خاطر جڑ جاؤ۔ وہ دونوں درخت جڑ گئے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں تیزی سے دوڑا، اس خیال سے کہ کہیں حضور ﷺ مجھے قریب محسوس کر کے دور تشریف نہ لے جائیں۔ ابن عباد راوی نے یہاں ''یَبْتَعِدُ'' کی جگہ ''یَتَبَعَّدُ'' کا لفظ روایت کیا ہے۔ (راوی فرماتے ہیں:) میں بیٹھ کر اپنے آپ سے باتیں کرنے لگا۔ تھوڑا ہی وقت گزرا تھا کہ میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ تشریف لا رہے ہیں۔ اور دیکھا کہ وہ دونوں درخت الگ الگ ہو گئے ہیں اور دیکھا کہ دونوں درخت اپنے اپنے تنے پر کھڑے ہو گئے ہیں۔ پھر میں نے حضور ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے تھوڑی دیر توقف فرمایا پھر سر سے یوں اشارہ کیا۔ اس مقام پر راوی ابو اسماعیل نے اپنے سر سے دائیں اور بائیں طرف اشارہ کیا۔ پھر حضور ﷺ آگے بڑھے۔ جب آپ میرے پاس پہنچے تو فرمایا: اے جابر! کیا تم نے مجھے دیکھا تھا؟ میں نے عرض کیا: ہاں، یا رسول اللہ! ﷺ ...... الحدیث۔(1)

حضرت یعلی بن مرہ اپنے والد ماجد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: میں ایک سفر میں حضور ﷺ کے ہمراہ تھا۔ آپ نے قضائے حاجت کا ارادہ کیا تو مجھے فرمایا: کھجور کے ان دو چھوٹے

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 18-417

درختوں کے پاس جاؤ (وکیع نے اشاء تین کا ترجمہ چھوٹی کھجوریں کیا ہے) اور ان سے کہو کہ حضور ﷺ تمہیں حکم دیتے ہیں کہ تم اکٹھی ہو جاؤ۔ وہ دونوں اکٹھی ہو گئیں اور حضور ﷺ نے ان کے پردے میں قضائے حاجت فرمائی۔ پھر مجھے ارشاد فرمایا: ان کھجوروں کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ دونوں اپنی اپنی جگہ پر واپس چلی جائیں۔ میں نے ان سے یہ بات کہی تو وہ اپنی اپنی جگہوں پر لوٹ گئیں۔(1)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک روز حضرت جرائیل علیہ السلام حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ بہت پریشانی کے عالم میں بیٹھے تھے۔ آپ کا جسد انور لہولہان تھا۔ مکہ کے کسی شخص نے آپ کو مضروب کیا تھا۔ حضرت جرائیل علیہ السلام نے آپ سے پوچھا: کیا بات ہے؟ آپ نے جواب دیا: ان لوگوں نے میرے ساتھ یہ سلوک کیا ہے۔ انہوں نے عرض کیا: کیا آپ پسند فرماتے ہیں کہ میں آپ کو (آپ کے مقام رفیع کی) ایک نشانی دکھاؤں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، مجھے نشانی دکھاؤ۔ انہوں نے وادی کے پار ایک درخت کی طرف دیکھا اور فرمایا: آپ اس درخت کو بلائیں۔ آپ نے اس درخت کو بلایا تو وہ چلتا ہوا حاضر ہو گیا حتی کہ آپ کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔ حضرت جرائیل علیہ السلام نے عرض کیا: آپ اس درخت کو حکم دیں کہ وہ واپس لوٹ جائے۔ آپ نے اس درخت کو حکم دیا تو وہ واپس لوٹ گیا حتی کہ وہ واپس اپنی جگہ پر پہنچ گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: میرے لیے (یہ نشانی) کافی ہے۔(2)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: مکہ میں، میں حضور ﷺ کے ساتھ تھا۔ ہم مکہ کی ایک جانب باہر نکلے تو جو بھی درخت یا پتھر آپ ﷺ کے سامنے آتا وہ عرض کرتا: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ۔(3)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک اعرابی حضور ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا: مجھے اس بات کا یقین کیسے آئے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے نبی ہیں؟ آپ نے فرمایا: اگر میں اس کھجور کے خوشے کو بلاؤں تو وہ آکر یہ شہادت دے گا کہ میں اللہ تعالیٰ کا (سچا) رسول ہوں۔ پھر آپ نے اس خوشے کو بلایا تو وہ درخت سے نیچے اترنے لگا حتی کہ حضور ﷺ کے پاس آکر گر گیا۔ پھر حضور ﷺ نے اس کو حکم دیا: لوٹ جاؤ تو وہ لوٹ گیا اور اعرابی نے اسلام قبول کر لیا۔(4)

حیوانات کے رسول ﷺ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضور ﷺ کے سفر ہجرت کی ایک طویل حدیث مروی ہے۔ اس کے آخر میں یہ الفاظ ہیں:

1۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 29 2۔ ایضاً، صفحہ 291 3۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 203 4۔ ایضاً

......حضور ﷺ نے محلہ بنو عمرو بن عوف میں دس راتوں سے کچھ زیادہ عرصہ قیام فرمایا اور وہاں اس مسجد (مسجد قبا) کی بنیاد رکھی جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی تھی اور حضور ﷺ نے اس مسجد میں نمازیں بھی ادا فرمائیں۔ پھر آپ اونٹنی پر سوار ہوئے۔ لوگ آپ کے ساتھ ساتھ چلنے لگے حتیٰ کہ آپ کی اونٹنی مدینہ میں اس جگہ بیٹھ گئی جہاں اب مسجد نبوی ہے۔ وہاں ان دنوں کچھ مسلمان نماز پڑھا کرتے تھے اور (دراصل) وہ سہل اور سہیل دو یتیموں کا کھجوریں خشک کرنے کا میدان تھا جو حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زیر کفالت تھے۔ جب آپ کو لے کر اونٹنی بیٹھ گئی تو آپ نے فرمایا: ان شاء اللہ، ہمارا قیام اسی جگہ پر ہوگا......الحدیث۔ (1)

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک روز حضور ﷺ نے مجھے اپنے پیچھے سوار کیا اور مجھ سے سرگوشی میں ایک ایسی بات کی جو میں لوگوں میں سے کسی کو بھی نہیں بتاؤں گا۔ حضور ﷺ قضائے حاجت کے لیے کسی بلند عمارت یا گھنی کھجوروں کو پسند فرماتے تھے۔ آپ ﷺ ایک انصاری کے باغ میں داخل ہوئے۔ اچانک آپ کو ایک اونٹ نظر آیا۔ اونٹ نے جب حضور ﷺ کو دیکھا تو وہ رونے لگا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اس اونٹ کا مالک کون ہے؟ یا فرمایا: یہ اونٹ کس کا ہے؟ ایک انصاری نوجوان حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ یہ اونٹ میرا ہے۔ آپ نے فرمایا: کیا تم اس چوپائے کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے جس کو اللہ تعالیٰ نے تمہاری ملکیت میں دے رکھا ہے؟ اس (اونٹ) نے مجھ سے شکایت کی ہے کہ تم اس کو بھوکا رکھتے ہو اور اس کو تھکا دیتے ہو۔ (2)

حضرت سہل بن ابی حنظلیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ ایک اونٹ کے پاس سے گزرے جس کی پیٹھ (بھوک کی وجہ سے) پیٹ سے مل چکی تھی۔ آپ نے فرمایا: ان بے زبان جانوروں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرا کرو۔ یہ اچھی حالت میں ہوں تو ان پر سواری کرو اور یہ اچھی حالت میں ہوں تو ان کا گوشت کھاؤ۔ (3)

حضرت عبداللہ بن قرط رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک عظیم ترین دن قربانی کا دن ہے۔ (یعنی دس ذوالحجہ کا دن) پھر "یوم القر" اور وہ اگلا یعنی گیارہ ذوالحجہ کا دن ہے۔ راوی کہتے ہیں: حضور ﷺ کی خدمت میں قربانی کے پانچ یا چھ جانور پیش کیے گئے۔ وہ سب آپ کے نزدیک ہونے لگے اس خواہش میں کہ آپ ان کے پاس تشریف لائیں اور (ذبح کرنے کا) آغاز ان سے کریں......الحدیث۔ (4)

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 555 2۔ سنن ابی داؤد، جلد 1، صفحہ 352 3۔ ایضاً 4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 252

جنات کے رسول اور آقا ﷺ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ اپنے کچھ صحابہ کی معیت میں سوق عکاظ کی طرف روانہ ہوئے۔ یہ وہ وقت تھا جب شیطانوں کو آسمان کی خبریں معلوم کرنے سے روک دیا گیا تھا اور (ایسا کرنے کی صورت میں) ان پر شہاب ثاقب گرائے جاتے تھے۔ شیاطین اپنی قوم کے پاس واپس گئے تو انہوں نے پوچھا: کیا بات ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ہمارے درمیان اور آسمان کی خبروں کے درمیان رکاوٹ ڈال دی گئی ہے اور ہم پر شہاب ثاقب گرائے جاتے ہیں۔ انہوں نے کہا: کوئی بڑا معاملہ پیش آیا ہے جس کی وجہ سے تمہیں آسمان کی خبریں لینے سے روک دیا گیا ہے، اس لیے زمین کے مشرق و مغرب کو چھان مارو اور دیکھو کہ ایسا کون سا معاملہ پیش آیا ہے جس کی وجہ سے تمہیں آسمان کی خبریں لینے سے روک دیا گیا ہے۔ ان کا جو گروہ تہامہ کی طرف جا رہا تھا وہ حضور ﷺ کے پاس پہنچا۔ اس وقت آپ نخلہ کے مقام پر تھے اور آپ سوق عکاظ جانے کا ارادہ رکھتے تھے۔ آپ اپنے صحابہ کو فجر کی نماز پڑھا رہے تھے۔ قرآن کی آواز جب جنات کے کانوں میں پڑی تو انہوں نے اس کو غور سے سنا اور کہنے لگے: خدا کی قسم، یہی وہ چیز ہے جس کی وجہ سے تمہیں آسمان کی خبریں لینے سے روک دیا گیا ہے۔ اسی موقع پر جب وہ اپنی قوم کی طرف لوٹ کر گئے تو انہوں نے کہا: اے ہماری قوم! ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے جو راہ حق کی طرف راہنمائی کرتا ہے اور ہم اس پر ایمان لے آئے ہیں اور کسی کو اپنے رب کا شریک نہیں بنائیں گے۔ الآیہ۔ اسی پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ پر یہ آیت نازل فرمائی: قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ ... الایہ۔ (جن: 1) اس آیت میں آپ پر جنات کا قول ہی نازل کیا گیا۔ (1)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ وہ حضور ﷺ کی معیت میں آپ کے وضو کا پانی اور ضرورت کی چیزیں اٹھائے جا رہے تھے۔ وہ حضور ﷺ کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے کہ حضور ﷺ نے پوچھا: کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ابو ہریرہ۔ آپ نے فرمایا: میرے لیے کچھ ڈھیلے تلاش کرو جن سے میں استنجا کر سکوں اور ہاں، ہڈی اور لید نہ لانا۔ میں اپنے کپڑے کے ایک کونے میں رکھ کر کچھ ڈھیلے لایا اور آپ کے پاس رکھ دیے اور واپس لوٹ گیا۔ جب آپ فارغ ہو گئے تو میں آپ کی طرف گیا اور عرض کیا: ہڈی اور لید کا معاملہ کیا ہے؟ فرمایا: وہ دونوں چیزیں جنات کی خوراک ہیں۔ نصیبین کے جنات کا وفد میرے پاس آیا تھا۔ وہ جن بہت اچھے ہیں۔ انہوں نے مجھ سے توشے کی درخواست کی تھی اور میں نے ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ وہ جس

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 106

ہڈی یا لید کے پاس سے گزریں، اس پر اپنے لیے طعام پائیں۔(1)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے نماز پڑھی اور فرمایا: شیطان میرے سامنے آیا اور میری نماز توڑنے کے لیے مجھ پر حملہ آور ہونے کی سعی لاحاصل کی۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اس پر تسلط عطا فرمایا اور میں نے اس کو زور سے دھکا دیا۔ میں نے ارادہ کیا کہ اس کو (پکڑ کر) کسی ستون کے ساتھ باندھ دوں تاکہ صبح ہو تو تم اس کو دیکھ سکو۔ پھر مجھے (اپنے بھائی) حضرت سلیمان علیہ السلام کی یہ دعا یاد آ گئی: اے میرے رب! مجھے ایسی حکومت عطا فرما جو میرے بعد کسی کے لیے نہ ہو۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کو خائب و خاسر واپس لوٹا دیا۔(2)

حضرت علقمہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا: کیا لیلۃ الجن کو آپ میں سے کوئی حضور ﷺ کے ہمراہ تھا؟ آپ نے جواب دیا: ہم میں سے کوئی آپ ﷺ کے ہمراہ نہ تھا۔ (بات یہ ہوئی کہ) ایک رات ہم نے آپ ﷺ کو موجود نہ پایا۔ اس وقت آپ مکہ میں تھے۔ ہم نے آپس میں کہا: آپ ﷺ کو حیلہ سازی سے پکڑ لیا گیا ہے یا آپ کو اڑا لے جایا گیا ہے، آپ کے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا ہے؟ ہم نے وہ رات اتنی بری حالت میں گزاری جتنی بری حالت میں کسی قوم نے کوئی رات نہ گزاری ہوگی۔ جب ہم نے صبح کی، یا فرمایا: جب صبح ہوئی تو ہم نے دیکھا کہ آپ غار حرا کی طرف سے تشریف لا رہے ہیں۔ راوی کہتے ہیں: صحابہ کرام نے آپ سے اس حالت کا ذکر کیا جس سے وہ گزرے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس جنات کا دعوت دینے والا آیا تھا اور میں ان کے پاس گیا اور ان کے سامنے قرآن حکیم پڑھا۔ راوی کہتے ہیں: آپ (ہمیں لے کر) وہاں تشریف لے گئے اور ہمیں ان (جنات) کے اور ان کی آگ کے نشانات دکھائے۔ حضرت شعبی کہتے ہیں: جنات نے آپ سے توشے کا سوال کیا۔ وہ جزیرہ کے جنات میں سے تھے۔ آپ نے فرمایا: ہر ہڈی جس پر خدا کا نام نہ لیا گیا ہو وہ تمہارے ہاتھ میں آئے گی تو اس پر تم کو وافر گوشت ملے گا۔ اور ہر مینگنی اور لید تمہارے چوپایوں کا چارا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ان دونوں چیزوں سے استنجا نہ کرو کیونکہ یہ تمہارے جن بھائیوں کا توشہ ہیں۔(3)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ (کاشانۂ انور سے نکل کر) اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے پاس تشریف لائے اور پوری سورۃ الرحمن اول سے آخر تک ان کے سامنے تلاوت فرمائی۔ صحابہ کرام خاموش رہے تو آپ نے فرمایا: لیلۃ الجن کو میں نے یہ سورۃ جنات کے سامنے پڑھی تھی۔ وہ تم سے جواب دینے میں اچھے تھے۔ میں جب بھی اس آیت

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 544 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 161 3۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 158

کریمہ پر آتا ''توتم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے'' تو وہ کہتے تھے: اے ہمارے رب! ہم تیری کسی نعمت کو نہیں جھٹلاتے اور تمام تعریفیں تیرے لیے ہی ہیں۔(1)

فرشتوں کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عشاء کی نماز ادا فرمائی۔ پھر پیچھے ہٹے تو میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے لے کر بطحاء مکہ کی طرف باہر تشریف لے گئے۔ آپ نے مجھے بٹھایا اور میرے اردگرد لکیر کھینچ دی۔ پھر فرمایا: اپنی اس لکیر سے باہر نہ نکلنا۔ تمہارے پاس کچھ لوگ آئیں گے، تم ان سے کوئی بات نہ کرنا، وہ بھی تمہارے ساتھ کوئی بات نہیں کریں گے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ادھر تشریف لے گئے جدھر جانے کا آپ کا ارادہ تھا۔ میں ان لکیروں کے اندر بیٹھا تھا کہ میرے پاس کچھ لوگ آئے گویا وہ زطی نسل کے ہوں، ان کے بال اور جسم انہی جیسے تھے۔ مجھے نہ تو ان کا جسم بے پردہ نظر آیا اور نہ ان پر لباس نظر آیا۔ وہ میری طرف آتے تھے لیکن لکیر سے آگے نہیں بڑھتے تھے۔ پھر وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف چلے جاتے تھے۔ جب رات کا آخری پہر ہوا تو (اور تو کوئی میرے پاس نہ آیا) لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تشریف لے آئے۔ اس وقت میں بیٹھا ہوا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں رات سے اپنے آپ کو اسی طرح (جاگتے ہوئے) دیکھ رہا ہوں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لکیر کے اندر میرے پاس تشریف لائے۔ آپ نے میری ران پر سر مبارک رکھا اور آرام فرما ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سوتے تھے تو خراٹے بھرتے تھے۔ میں بیٹھا ہوا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری ران پر سر مبارک رکھ کر تشریف فرما تھے کہ مجھے کچھ لوگ نظر آئے جنہوں نے سفید کپڑے پہن رکھے تھے۔ ان کے حسن و جمال کی کیفیت کو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ وہ میرے پاس پہنچے۔ ان میں سے کچھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر انور کے پاس بیٹھ گئے اور کچھ آپ کے قدموں کے پاس بیٹھ گئے۔ انہوں نے آپس میں ایک دوسرے سے کہا: ہم نے ایسا کوئی بندہ کبھی نہیں دیکھا جس کو وہ شانیں عطا ہوئی ہوں جو اس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا ہوئی ہیں۔ بے شک ان کی آنکھیں سوتی ہیں اور ان کا دل جاگتا ہے۔ یہ مثال ایسی ہے جیسے کسی سردار نے محل تعمیر کرایا۔ پھر اس نے اس میں دعوت کا اہتمام کیا اور لوگوں کو کھانے پینے کی دعوت دی۔ تو جو اس دعوت پر لبیک کہتا ہے وہ اس کے طعام وشراب سے کھاتا پیتا ہے اور جو اس دعوت کو قبول نہیں کرتا اس کو سزا دیتا ہے۔ یا فرمایا: عذاب دیتا ہے۔ پھر وہ لوگ اٹھ کر چلے گئے۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیدار ہوئے اور فرمایا: انہوں نے جو کچھ کہا ہے وہ میں نے سن لیا ہے۔ تم جانتے ہو وہ کون ہیں؟ میں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: وہ فرشتے تھے۔ پھر فرمایا: تم

1۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 161

جانتے ہو جو مثال انہوں نے بیان کی وہ کیا تھی؟ میں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: انہوں نے جو مثال بیان کی اس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جو رحمٰن ہے اس نے جنت پیدا فرمائی اور اپنے بندوں کو اس کی طرف آنے کی دعوت دی۔ جو اس دعوت کو قبول کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا اور جو اس دعوت کو قبول نہیں کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو سزا دے گا۔ یا فرمایا: عذاب دے گا......الحدیث۔(1)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ہم حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک آدمی حاضر ہوا۔ اس کے کپڑے بہت سفید اور بال بہت سیاہ تھے۔ نہ تو اس پر سفر کے آثار نظر آتے تھے اور نہ ہم اس کو پہچانتے تھے۔ وہ حضور ﷺ کے پاس بیٹھ گیا۔ اس نے اپنے گھٹنے حضور ﷺ کے گھٹنوں کے ساتھ ملا دیے اور اپنے ہاتھ اپنی رانوں پر رکھ دیے اور عرض کیا: اے محمد! ﷺ مجھے اسلام کے متعلق بتائیے کہ وہ کیا ہے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسلام یہ ہے کہ تم گواہی دو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور یہ کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، اور نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، ماہ رمضان کے روزے رکھو اور اگر وہاں پہنچنے کی استطاعت ہو تو بیت اللہ کا حج کرو۔ اس شخص نے کہا: آپ نے سچ فرمایا۔ راوی کہتے ہیں: ہم اس شخص کے رویے سے حیران ہوئے کہ خود ہی پوچھتا ہے اور خود ہی (آپ کے جواب کی) تصدیق کرتا ہے۔ پھر اس شخص نے عرض کیا: مجھے ایمان کے متعلق بتائیے۔ آپ نے فرمایا: ایمان یہ ہے کہ تم ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر اور آخرت کے دن پر اور اس بات پر ایمان رکھو کہ ہر اچھی اور بری تقدیر (اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے) اس نے عرض کیا: آپ نے سچ فرمایا ہے۔ پھر اس شخص نے کہا: مجھے احسان کے متعلق بتائیے۔ آپ نے فرمایا: احسان یہ ہے کہ تم اس کیفیت سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو۔ اگر یہ کیفیت حاصل نہ ہو سکے تو اس کیفیت سے عبادت کرو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ پھر اس شخص نے عرض کیا: مجھے قیامت کے متعلق بتائیے۔ آپ نے فرمایا: اس کے متعلق جس سے سوال کیا جا رہا ہے وہ اس سے زیادہ نہیں جانتا جو سائل ہے۔ اس نے کہا: مجھے قیامت کی نشانیوں کے متعلق بتائیے۔ آپ نے فرمایا: قیامت کی نشانیاں یہ ہیں کہ لونڈی اپنی مالکہ کو جنم دے گی۔ (یعنی نافرمانی کی وجہ سے بیٹی اپنی ماں کو وہی درجہ دے گی جو لونڈی کو دیا جاتا ہے) اور یہ کہ تم ننگے پاؤں، ننگے بدن بکریاں چرانے والے فقیروں کو دیکھو گے کہ وہ عمارتیں بنانے میں باہم مقابلہ کریں گے۔ راوی کہتے ہیں: پھر وہ شخص چلا گیا۔ تین دن گزر گئے تو حضور ﷺ نے فرمایا: اے

1۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 109

عمر! تم جانتے ہو وہ سائل کون تھا؟ میں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: وہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے۔ تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے۔ (1)

بخاری شریف میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے معراج النبی کی طویل حدیث مروی ہے۔ اس میں یہ الفاظ بھی ہیں...... پھر حضرت جبریل علیہ السلام آپ کو اوپر آسمان کی طرف لے گئے۔ آپ نے آسمان کے دروازے پر دستک دی۔ آسمان والوں نے ان سے پوچھا: کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا: جبرائیل۔ انہوں نے پوچھا: تمہارے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا: میرے ساتھ حضرت محمد ﷺ ہیں۔ انہوں نے پوچھا: انہیں بلوایا گیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں۔ وہ کہنے لگے: آپ کو خوش آمدید۔ آسمان والے آپ (کی تشریف آوری) پر بہت مسرور ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کے بتائے بغیر فرشتے نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ زمین پر آپ کو کون سی عظمتیں عطا فرمانے والا ہے۔ (2)

انبیاء و رسل کے امام اور مقتدیٰ ﷺ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں مقام حجر میں تھا اور قریش مجھ سے میرے سفر (معراج) کے متعلق سوالات کر رہے تھے۔ انہوں نے مجھ سے بیت المقدس کی کچھ چیزوں کے متعلق پوچھا جو میرے ذہن میں نہیں تھیں۔ اس سے مجھ کو اتنی پریشانی لاحق ہوئی جتنی پریشانی مجھے پہلے کبھی لاحق نہیں ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس (بیت المقدس) کو میری آنکھوں کے سامنے کر دیا۔ وہ مجھ سے جس چیز کے متعلق بھی سوال کرتے میں اس کو دیکھ کر ان کو جواب دے دیتا۔ میں نے اپنے آپ کو جماعت انبیاء کے ساتھ دیکھا۔ دیکھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ ان کے ساتھ (تم میں سے) سب سے زیادہ مشابہ شخص عروہ بن مسعود ثقفی ہیں۔ دیکھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ ان کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہ تمہارے یہ صاحب یعنی حضور ﷺ ہیں۔ جب نماز کا وقت آیا تو میں نے ان سب کی امامت کی۔ جب میں نماز سے فارغ ہوا تو کسی کہنے والے نے کہا: اے محمد! ﷺ یہ مالک ہیں جو خازن جہنم ہیں ان کو سلام کیجئے، میں ان کی طرف متوجہ ہوا تو انہوں نے مجھے سلام کرنے میں پہل کی۔ (3)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: انبیائے کرام میں میری مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص نے ایک محل تعمیر کرایا۔ اس نے اس کو بڑا خوبصورت، جمیل اور مکمل بنایا اور اس میں ایک اینٹ کی جگہ خالی رہنے دی۔ لوگ اس محل کے گرد چکر

1۔ سنن ابی داؤد، جلد 2، صفحہ 297 2۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 1120 3۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 96

لگانے لگے، اس کی خوبصورتی پر حیران ہونے لگے اور کہنے لگے: کاش اس اینٹ کی جگہ بھی پر کردی گئی ہوتی۔ تو (قصر) انبیائے کرام میں میری مثال اس اینٹ جیسی ہے۔ اسی سند سے وہ حضور ﷺ سے یہ بھی روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا تو میں انبیائے کرام علیہم السلام کا امام، خطیب اور صاحب شفاعت ہوں گا اور یہ بات میں بغیر فخر کے کہہ رہا ہوں۔(1)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن میں ساری اولاد آدم کا سردار ہوں گا اور یہ بات میں فخر سے نہیں کہہ رہا۔ (اس دن) حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا اور یہ بات میں فخر سے نہیں کہہ رہا۔ اس دن تمام انبیائے کرام حضرت آدم علیہ السلام اور دیگر، تمام میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔ سب سے پہلے میرے اوپر ہی سے زمین شق ہوگی اور یہ بات میں فخر سے نہیں کہہ رہا...... الحدیث۔(2)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: انبیائے کرام علیہم السلام کو میرے سامنے لایا گیا تو (میں نے دیکھا کہ) حضرت موسیٰ علیہ السلام متوسط قد کے تھے گویا کہ وہ قبیلہ بنو شنوءہ کے مردوں میں سے ایک ہوں۔ میں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا تو وہ ان لوگوں میں سے جن کو میں نے دیکھا ہے، عروہ بن مسعود ثقفی سے زیادہ مشابہ تھے۔ اور میں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا تو وہ ان لوگوں میں سے جن کو میں نے دیکھا ہے، تمہارے ان صاحب (یعنی حضور ﷺ) سے زیادہ قریب تھے۔ اور میں نے حضرت جرائیل علیہ السلام کو دیکھا تو وہ ان لوگوں میں سے جن کو میں نے دیکھا ہے، دحیہ کلبی سے زیادہ مشابہ تھے۔(3)

1۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 201 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 202 3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 206

مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم خداداد

اللہ تعالیٰ کی طرف سے مخلوق کو جو ان گنت نعمتیں عطا ہوتی ہیں، ان نعمتوں میں علم کا مقام بہت بلند ہے۔ اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ مخلوق کی عظمتوں اور رفعتوں کو ماپنے کا پیمانہ اور معیار ہی علم ہے۔ خالق کائنات نے ملائکہ کے سامنے حضرت آدم علیہ السلام کی عظمتوں کو ثابت کرنے کے لیے ان کے خداداد علوم ہی کو بطور حجت ظاہر فرمایا۔ بنو اسرائیل نے حضرت طالوت کی بادشاہی پر اعتراض کیا تو ان کے علم اور ان کی مضبوط جسمانی ساخت کو ہی بادشاہی کے لیے ان کی اہلیت کی دلیل قرار دیا گیا۔

انسان کو اللہ تعالیٰ نے اشرف المخلوقات قرار دیا ہے اور انسانوں میں سے انبیاء و رسل علیہم السلام کو وہ عظمتیں اور رفعتیں عطا فرمائی ہیں کہ دوسرے کسی انسان کے لیے ان کا تصور بھی ممکن نہیں ہے۔ انسان ساری مخلوقات سے افضل اس لیے ہے کہ علم و عرفان کی جس دولت سے اسے نوازا گیا ہے وہ کسی دوسری مخلوق کے حصہ میں نہیں آئی۔ انبیائے کرام علیہم السلام دوسرے انسانوں سے ممتاز اور افضل اس لیے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے علم و معرفت کی جو خاص شمعیں ان کے سینوں میں روشن فرمائی ہیں ان سے باقی انسان محروم ہیں۔ حبیب خدا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن و انس بلکہ ساری مخلوق کے رسول بھی ہیں اور ساری مخلوقات کے لیے رحمت بھی۔ آپ سید المرسلین اور امام الانبیاء ہیں، اس لیے ظاہر ہے کہ علم و عرفان کی جس دولت سے آپ کے رب قدوس نے آپ کو نوازا ہے وہ صرف آپ ہی کا حصہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام علیہم السلام کو ہدایت انسانی کی جس گراں بار ذمہ داری کا امین بنایا ہے اس ذمہ داری کا تقاضا بھی یہ ہے کہ ان ہستیوں کو اس قدر علوم عطا ہوں کہ وہ اپنی اس گراں بار ذمہ داری کو کماحقہ ادا کر سکیں۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذمہ داری کا دائرہ مخلوق کے ہر فرد کی ذمہ داری سے وسیع ہے اس لیے آپ کی اس ذمہ داری کا تقاضا تھا کہ آپ کو علم و معرفت کی اس وسعت سے نوازا جاتا جو مخلوق کے کسی دوسرے فرد کے حصہ میں نہ آئی ہو۔ اور یہ بات حق ہے کہ رب قدوس نے اپنے حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم و معرفت کے اس نور سے نوازا ہے کہ کسی عام انسان کے لیے اس کی وسعت کا اندازہ لگانا ہی محال ہے۔

بات سادہ سی ہے لیکن کچھ لوگ معلوم نہیں کس وجہ سے اس کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔ کیا یہ بات عجیب نہیں ہے کہ خدا کے ایک بندے کی رسالت کا دائرہ مخلوق کے ہر فرد تک پھیلا ہوا ہو، انسان اور فرشتے، جن اور حیوانات، وحوش اور طیور، خلائیں اور ہوائیں، خشکی اور سمندر سب اس کی رسالت کے دائرے کے اندر آتے ہوں اور رب نے اس کو سب کے لیے رحمت بنایا ہو لیکن اسے دیوار کے پیچھے کا

علم نہ ہو۔ فیاللعجب

رحمن و رحیم خدا نے اپنے بندوں کو حقائق اشیاء کے ادراک کے لیے حواس خمسہ سے نوازا ہے۔ جو چیزیں حواس خمسہ کے دائرہ سے باہر ہیں ان کے لیے اسے عقل کی نعمت عطا کر کے حیوانات سے ممتاز کیا ہے۔ عقل کی جولانگاہ بڑی وسیع سہی لیکن اس کی ایک حد ہے اور اللہ تعالیٰ نے جن عالمین کو تخلیق فرمایا ہے ان کے مقابلے میں عقل کی جولانیاں کوئی معنی نہیں رکھتیں۔

اللہ تعالیٰ رحمن اور رحیم ہے۔ وہ اپنے بندوں کو کائنات کے ان حقائق سے بھی آگاہ فرمانا چاہتا ہے جو عقل کی پہنچ سے بہت دور ہیں۔ انہی حقائق سے آگاہ کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام کو مبعوث فرمایا ہے اور اسی کی خاطر اس نے الہامی کتب نازل فرمائی ہیں۔ حواس خمسہ اور عقل کی پہنچ سے جو حقائق ماوراء ہیں انہی کو غائب کہا جاتا ہے اور انہی کے متعلق اپنی امت کو آگاہی بخشنا ایک نبی کا کام ہوتا ہے۔

کسی خدا کے بندے کو نبی اور رسول ماننا اور پھر یہ کہنا کہ اس کو غیب کا علم نہیں ہے، دراصل اس کی نبوت و رسالت کے انکار کے مترادف ہے۔ جو غیب جانتا نہیں ہے وہ غیب کی خبر کیا دے گا اور جو غیب کی خبر نہیں دیتا اس میں اور ایک عام انسان میں فرق ہی کیا ہے؟

اس میں شک نہیں کہ قرآن حکیم میں بعض آیات ایسی ہیں جن کا مفہوم یہ ہے کہ غیب کو صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے یا اللہ تعالیٰ کے سوا غیب کو کوئی نہیں جانتا۔ اسی طرح بعض احادیث طیبہ کا مفہوم بھی اس سے ملتا جلتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ قرآن حکیم میں ایسی بے شمار آیات بھی موجود ہیں جن کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے غیب پر مطلع فرماتا ہے۔ اسی طرح بے شمار احادیث طیبہ بھی انبیاء و رسل کے لیے علوم غیبیہ کو ثابت کرتی ہیں۔

علمائے امت پر اللہ تعالیٰ کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے، انہوں نے اس قسم کی آیات اور احادیث میں بڑے خوبصورت طریقے سے تطبیق فرمائی ہے۔ انہوں نے بتایا ہے کہ جن آیات و احادیث میں اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز سے علم غیب کی نفی کی گئی ہے، وہاں علم غیب سے مراد ذاتی، لامحدود اور قدیم علم ہے جو اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور جو آیات کریمہ اور احادیث طیبہ مخلوق کے کسی فرد کے لیے علوم غیبیہ کو ثابت کرتی ہیں وہاں علم غیب سے مراد عطائی، حادث اور محدود علم ہے جو یقیناً اللہ تعالیٰ کی صفت نہیں ہے۔

اگر علمائے کرام کی اس تطبیق کو قبول نہ کیا جائے تو جو لوگ مخلوق کے ہر فرد سے علم غیب کی نفی کریں گے وہ ان بے شمار آیات اور احادیث کا انکار کریں گے جو مخلوق کے کچھ افراد کے لیے علوم غیبیہ کو ثابت

کرتی ہیں۔ اور جو لوگ مخلوق کے لیے علوم غیبیہ کو مانیں گے اور ان پر عطائی، حادث اور محدود کی قید نہیں لگائیں گے وہ مخلوق کو خدا کی صفات میں شریک کرنے کے جرم کے مرتکب ہوں گے اور ان بے شمار آیات اور احادیث کا بھی انکار کریں گے جن میں علم غیب کو خداوند کریم کا خاصہ قرار دیا گیا ہے۔

اہل سنت و جماعت اللہ تعالیٰ کے مقربین خصوصاً انبیائے کرام کے لیے اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے علوم غیبیہ کو تسلیم کرتے ہیں۔ اور یہ بھی ایمان رکھتے ہیں کہ حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ساری مخلوق سے زیادہ علوم کی دولت سے نوازا ہے۔ حضور ﷺ کے علوم کی وسعت کو ماپنا نہ ہمارے بس میں ہے اور نہ ہم اس کے مکلف ہیں۔ لیکن ہم یہ ایمان رکھتے ہیں کہ حضور ﷺ کے علوم اپنی تمام تر وسعتوں کے باوجود اللہ تعالیٰ کے لامحدود علوم کے سمندر کا محض ایک قطرہ ہیں۔

اس مختصر سی تمہید کے بعد ہم قارئین کرام کے سامنے کچھ ایسی احادیث صحیحہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں جو حضور ﷺ کے خداداد علوم کی ایک جھلک دکھاتی ہیں:

علم رسول بزبان رسول ﷺ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: حضور ﷺ جب ان (یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین) کو حکم دیتے تو انہیں ان اعمال کا حکم دیتے جن کو بجا لانے کی وہ استطاعت رکھتے تھے۔ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ ہم آپ کی مثل تو نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے پچھلے ذنب کی مغفرت فرما دی ہے۔ (یہ سن کر) حضور ﷺ غصے میں آ جاتے حتیٰ کہ غصے کے آثار آپ کے چہرۂ انور پر محسوس ہوتے۔ پھر آپ فرماتے: بے شک تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا اور تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھنے والا میں ہوں۔ (1)

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس حاضر ہوئی۔ وہ نماز پڑھ رہی تھیں۔ میں نے عرض کیا: لوگوں کو کیا ہوا ہے؟ انہوں نے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔ لوگ کھڑے تھے۔ حضرت صدیقہ نے پڑھا: سبحان اللہ، میں نے عرض کیا: (قدرت خداوندی کی) کوئی نشانی ظاہر ہوئی ہے؟ انہوں نے سر کے اشارہ سے فرمایا: ہاں۔ میں (نماز کے لیے) کھڑی ہوئی حتیٰ کہ مجھ پر غشی طاری ہو گئی اور میں اپنے سر پر پانی انڈیلنے لگی۔ حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی پھر فرمایا: جو چیز بھی مجھے (پہلے) نہیں دکھائی گئی تھی اسے میں نے اس مقام پر دیکھ لیا ہے حتیٰ کہ جنت اور دوزخ کو بھی دیکھا ہے اور اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی فرمائی ہے کہ قبروں میں تمہیں ایسی آزمائش سے واسطہ پڑے گا جو فتنہ مسیح دجال جیسا یا فرمایا: اس کے قریب ہوگا۔

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 7

حضرت اسماء فرماتی ہیں: مجھے معلوم نہیں کہ آپ نے ان میں سے کون سا کلمہ ارشاد فرمایا: (میت سے) کہا جائے گا۔ اس شخص (یعنی محمد ﷺ) کے متعلق تم کیا جانتے ہو؟ پس ایماندار یا یقین رکھنے والا، حضرت اسماء فرماتی ہیں مجھے معلوم نہیں کہ آپ نے ان دو میں سے کون سا لفظ فرمایا، کہے گا: وہ محمد رسول اللہ ﷺ ہیں جو ہمارے پاس واضح نشانیاں اور (پیغام) ہدایت لے کر تشریف لائے تھے اور ہم نے ان کی دعوت کو قبول کیا تھا اور ان کی پیروی اختیار کی تھی۔ وہ تین مرتبہ کہے گا: یہ محمد ﷺ ہیں۔ اس سے کہا جائے گا: تم سو جاؤ، عزت و وقار کے ساتھ۔ ہمیں معلوم تھا کہ تم یقین رکھنے والے تھے۔ جب کہ منافق یا شک کرنے والا، حضرت اسماء فرماتی ہیں: مجھے معلوم نہیں کہ آپ نے ان دو میں سے کون سا لفظ فرمایا، کہے گا: مجھے معلوم نہیں ہے۔ میں نے لوگوں کو کچھ کہتے سنا اور جو کچھ انہوں نے کہا وہی کچھ میں نے بھی کہہ دیا۔ (1)

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں مکہ میں تھا کہ میرے گھر کی چھت کو کھولا گیا اور حضرت جبریل علیہ السلام نیچے آئے۔ انہوں نے میرے سینے کو شق کیا۔ پھر اس کو آب زمزم سے دھویا۔ پھر ایک سنہری طشت لائے جو حکمت (یعنی علم) اور ایمان سے بھرا ہوا تھا اور اسے میرے سینے میں انڈیل دیا۔ پھر میرے سینے کے شگاف کو ملا دیا...... الحدیث۔ (2)

زہری حمزہ سے اور وہ اپنے والد ماجد سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: میں سو رہا تھا کہ میں نے (خواب میں) دودھ پیا حتی کہ اس کی تر و تازگی کے آثار میرے ناخن، یا فرمایا: ناخنوں میں نظر آئے۔ پھر وہ دودھ میں نے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پکڑا دیا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: آپ نے اس خواب کی تعبیر کیا فرمائی؟ فرمایا: علم (اس خواب کی تعبیر ہے) (3)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب عبداللہ بن سلام کو حضور ﷺ کی مدینہ آمد کا پتا چلا تو وہ آپ سے کچھ چیزوں کے بارے میں سوال کرنے کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کیا: میں آپ سے تین چیزوں کے بارے میں پوچھنے والا ہوں جن کو نبی کے سوا کوئی نہیں جانتا: (۱) قیامت کی پہلی نشانی کون سی ہے؟ (۲) جنتیوں کی سب سے پہلی غذا کیا ہوگی؟ (۳) بچہ اپنی ماں یا اپنے باپ کے مشابہ کس وجہ سے ہوتا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: جبریل نے مجھے ابھی ابھی ان چیزوں کی خبر دی ہے۔ عبداللہ بن سلام نے کہا: وہ (جبریل) تو فرشتوں میں سے ہم یہودیوں کا دشمن ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: (۱) قیامت کی پہلی نشانی وہ آگ ہے جو لوگوں کو مشرق سے مغرب کی طرف جمع کرے گی (۲) اور جنتیوں کا اولین طعام مچھلی کے جگر کا بڑھا ہوا حصہ ہے (۳) اور اگر مرد کا

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 19-18 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 50 3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 520

پانی عورت کے پانی پر سبقت لے جائے تو وہ بچے کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے (یعنی بچہ اس کے مشابہ ہو جاتا ہے۔) اور اگر عورت کا پانی مرد کے پانی پر سبقت لے جائے تو وہ بچے کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔

یہ سن کر انہوں (عبداللہ بن سلام) نے پڑھا: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ...... الحدیث۔(1)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: حضور ﷺ پر جادو کیا گیا حتی کہ آپ ﷺ خیال فرماتے کہ کوئی کام کر لیا ہے حالانکہ آپ نے وہ کام نہ کیا ہوتا۔ ایک روز حضور ﷺ نے دعا کی، پھر دعا کی۔ پھر فرمایا: (عائشہ!) کیا تم نے محسوس کیا ہے کہ میرے رب نے مجھے بتا دیا ہے کہ میری شفا کس چیز میں ہے۔ میرے پاس دو آدمی آئے۔ ایک میرے سرہانے بیٹھ گیا اور دوسرا میرے قدموں کے پاس۔ ایک نے دوسرے سے کہا: اس شخص (یعنی حضور ﷺ) کو کیا تکلیف ہے؟ دوسرے نے جواب دیا: ان پر جادو کیا گیا ہے۔ پہلے نے پوچھا: جادو کس نے کیا ہے؟ دوسرے نے جواب دیا: لبید بن اعصم نے۔ پہلے نے پوچھا: کس چیز میں؟ دوسرے نے جواب دیا: کنگھی، کتان اور کھجور کے نر شگوفے کے غلاف میں۔ پہلے نے پوچھا: وہ کہاں ہے؟ دوسرے نے جواب دیا: ذروان کے کنوئیں میں...... الحدیث۔(2)

صحابی رسول حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: دو آدمیوں نے حضور ﷺ کے پاس ایک دوسرے کو برا بھلا کہا۔ ان میں سے ایک شخص کو غصہ آ گیا۔ اس کا غصہ شدید ہو گیا اور اس کا چہرہ پھول کر متغیر ہو گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: میرے علم میں ایک ایسا کلمہ ہے کہ اگر یہ شخص وہ کلمہ پڑھ لے تو اس کی یہ کیفیت دور ہو جائے جس میں وہ مبتلا ہے۔ راوی کہتے ہیں: وہ شخص اس آدمی کی طرف گیا اور جو کچھ حضور ﷺ نے فرمایا تھا وہ اسے بتایا اور کہا: شیطان سے خدا کی پناہ مانگو۔ اس نے کہا: کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ مجھے کوئی تکلیف ہے؟ کیا میں پاگل ہوں؟ تم چلے جاؤ۔(3)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: حضور ﷺ نے کوئی کام کیا اور لوگوں کو وہ کام کرنے یا نہ کرنے کی رخصت عطا فرمائی۔ کچھ لوگوں نے وہ کام کرنے سے احتراز کیا۔ یہ بات حضور ﷺ تک پہنچی تو آپ نے خطبہ دیا اور ارشاد فرمایا: لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ ایسے کام سے احتراز کرتے ہیں جس کو میں کرتا ہوں۔ خدا کی قسم، میں ان سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا علم (معرفت) رکھنے والا ہوں اور ان سب سے زیادہ خدا سے ڈرنے والا ہوں۔(4)

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ کے ایک صحابی قرآن حکیم کی

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 561 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 462

3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 893 4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 901

تلاوت کر رہے تھے اور ان کا گھوڑا گھر میں بندھا ہوا تھا۔ اس گھوڑے نے بدکنا شروع کر دیا۔ وہ صحابی باہر گئے اور دیکھا تو انہیں کوئی چیز نظر نہ آئی (لیکن) گھوڑا مسلسل بدکتا رہا۔ صبح ہوئی تو انہوں نے اس کا ذکر حضور ﷺ سے کیا۔ آپ نے فرمایا: یہ سکینہ (طمانینت) تھی جو قرآن حکیم کے سبب نازل ہوئی۔(1)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھے، بدری بزرگوں کے ہمراہ، اپنی مجلس میں شامل فرمایا کرتے تھے۔ ان میں سے کسی نے گویا اس بات کو محسوس کیا اور عرض کیا: آپ اس (نوعمر) کو ہمارے ساتھ مجلس میں شامل کیوں فرماتے ہیں جبکہ اس کی عمر کے تو ہمارے بچے ہیں۔ آپ نے جواب دیا: تم جانتے ہو کہ یہ کون ہے۔ پھر ایک روز حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان (ابن عباس) کو بلایا اور انہیں ان مشائخ کے ساتھ (اپنی مجلس میں) شامل کیا۔ (حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں) میرے خیال میں اس روز آپ نے مجھے محض اس لیے بلایا تھا کہ ان (مشائخ) کو میرا (علمی) مقام دکھائیں۔ آپ نے پوچھا: اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ وَ الۡفَتۡحُ (نصر:1) کے متعلق تم کیا کہتے ہو؟ ان میں سے کچھ لوگوں نے جواب دیا: (اس آیۃ کریمہ میں) ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ جب ہمیں فتح و نصرت حاصل ہو تو ہم اللہ تعالیٰ کی حمد کریں اور اس سے استغفار کریں، اور کچھ لوگ خاموش رہے اور انہوں نے کچھ نہیں کہا۔ آپ نے مجھ سے (مخاطب ہو کر) فرمایا: اے ابن عباس! (اس آیت کے متعلق) تم بھی یہی کہتے ہو؟ میں نے عرض کیا: نہیں۔ آپ نے فرمایا: پھر تم کیا کہتے ہو؟ میں نے عرض کیا: اس میں حضور ﷺ کی اجل (موت) کا ذکر ہے جس کا علم اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرما دیا ہے۔ فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کی مدد اور فتح آ جائے تو یہ آپ کی موت کی نشانی ہے لہٰذا اپنے رب کی حمد و ثناء کرو اور اس سے مغفرت طلب کرو۔ بے شک وہ توبہ قبول کرنے والا ہے۔ (اس پر) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اس کے متعلق میں اس سے زیادہ کچھ نہیں جانتا جو تم کہہ رہے ہو۔(2)

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: حضور ﷺ نے رازدارانہ طور پر مجھ سے فرمایا کہ جبریل امین ہر سال (ایک مرتبہ) مجھ سے قرآن حکیم کا دور کیا کرتے تھے۔ اس سال انہوں نے دو مرتبہ مجھ سے دور کیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ میری موت کا وقت قریب آ گیا ہے۔(3)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: مجھ پر امتیں پیش کی گئیں۔ انبیائے کرام علیہم السلام ایک ایک دو دو کر کے گزرنے لگے۔ کسی کے ساتھ چند لوگ تھے اور کسی نبی کے ساتھ ایک آدمی بھی نہ تھا حتیٰ کہ میرے سامنے ایک جم غفیر پیش کیا گیا۔ میں

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 717　2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 743　3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 748

نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ کیا یہ میری امت ہے؟ جواب دیا گیا: نہیں، بلکہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم ہے۔ پھر کہا گیا: افق کی طرف دیکھیں۔ دیکھا تو لوگوں کے جم غفیر نے افق کو بھر رکھا تھا۔ پھر کہا گیا: آسمان کے آفاق میں ادھر دیکھیں اور ادھر دیکھیں۔ دیکھا تو لوگوں کے جم غفیر نے آفاق کو بھر رکھا تھا۔ کہا گیا: یہ آپ کی امت ہے اور ان میں سے ستر ہزار بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے۔ پھر آپ اندر تشریف لے گئے اور یہ وضاحت نہ فرمائی (کہ وہ ستر ہزار کون ہیں۔) لوگ اس پر بحث کرنے لگے اور کہنے لگے کہ یہ ہم ہی ہیں جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے ہیں اور اس کے رسول ﷺ کی پیروی کی ہے۔ تو وہ خوش نصیب ہم ہی ہیں اور ہمارے وہ بچے ہیں جو زمانہ اسلام میں پیدا ہوئے ہیں، جب کہ ہماری پیدائش زمانہ جاہلیت میں ہوئی تھی۔ اس بات کا علم حضور ﷺ کو ہوا تو آپ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو نہ منتر کراتے ہیں، نہ بدشگونی لیتے ہیں اور نہ داغ لگواتے ہیں بلکہ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔ حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ کیا میں ان خوش نصیبوں میں سے ہوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ ایک اور صحابی اٹھے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ کیا میں ان میں سے ہوں؟ فرمایا: (اس سعادت میں) عکاشہ تم پر سبقت لے گئے ہیں۔ (1)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: لوگوں نے حضور ﷺ سے سوالات کیے حتیٰ کہ ان کے سوالات اصرار کی حد تک پہنچ گئے۔ حضور ﷺ غضب ناک ہو گئے اور منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا: آج جو کچھ بھی پوچھو گے اس کو وضاحت سے بیان کر دوں گا۔ (راوی کہتے ہیں:) میں دائیں بائیں دیکھنے لگا۔ ہر شخص سر کپڑے میں لپیٹے رو رہا تھا۔ ایک آدمی جس کو لوگ، جھگڑے کے دوران، اس کے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب کرتے تھے، کھڑا ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ میرا باپ کون ہے؟ آپ نے فرمایا: تمہارا باپ حذافہ ہے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ کہنا شروع کر دیا: ہم راضی ہیں اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر اور محمد ﷺ کے نبی ہونے پر اور ہم فتنوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: خیر اور شر کے جو مناظر میں نے آج دیکھے ہیں وہ کبھی نہیں دیکھے۔ جنت اور دوزخ کو مصور کر کے میرے سامنے پیش کیا گیا اور میں نے ان کو دیکھا ہے جیسے وہ دیوار کے پیچھے ہوں...... الحدیث۔ (2)

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے ہمارے سامنے ایک خطبہ ارشاد فرمایا۔ آپ نے اس خطبہ میں ہر اس معاملہ کا ذکر کر دیا جو قیامت تک پیش آنے والا تھا۔ جس نے یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جس نے بھلا دیا اس نے بھلا دیا...... الحدیث۔ (3)

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 850　2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 941　3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 977

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا: اپنے رکوع اور سجود کو مکمل کیا کرو۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، جب تم رکوع اور سجدہ کرتے ہو تو میں اپنی پشت کے پیچھے سے تمہیں دیکھ لیتا ہوں۔ (1)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے، یمن سے، رنگے ہوئے چمڑے میں کچھ سونا بھیجا جس سے (معدنی) مٹی الگ نہیں کی گئی تھی۔ راوی کہتے ہیں: حضور ﷺ نے اس سونے کو چار آدمیوں میں تقسیم فرما دیا۔ عیینہ بن بدر، اقرع بن حابس، زید الخیل اور چوتھے یا تو علقمہ تھے اور یا عامر بن طفیل۔ آپ کے صحابہ میں سے ایک شخص نے کہا: اس سونے کے ان لوگوں سے زیادہ ہم حق دار تھے۔ یہ بات حضور ﷺ تک پہنچی تو آپ نے فرمایا: کیا تم مجھے امانت دار نہیں سمجھتے جب کہ میں اس ذات کا امین ہوں جو آسمانوں میں ہے۔ آسمان کی خبریں صبح و شام میرے پاس آتی ہیں...... الحدیث۔ (2)

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے حوض کی مسافت اس سے بھی زیادہ ہے جتنی مسافت یمن سے ایلہ کی ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، میں اس حوض سے دوسرے لوگوں کو یوں دور رکھوں گا جس طرح کوئی شخص اوپرے (پرائے) اونٹوں کو اپنے حوض سے دور رکھتا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ آپ ہمیں پہچان لیں گے؟ فرمایا: ہاں۔ تم میرے پاس آؤ گے تو تمہاری پیشانیاں اور پاؤں آثار وضو سے چمک رہے ہوں گے اور یہ (اعزاز) تمہارے بغیر کسی کو حاصل نہیں ہوگا۔ (3)

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ مولیٰ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں حضور ﷺ کے پاس کھڑا تھا کہ ایک یہودی عالم آپ کے پاس آیا اور کہا: اے محمد! (ﷺ) آپ پر سلام ہو۔ میں نے اس یہودی کو اس زور سے دھکا دیا کہ وہ گرنے لگا۔ کہنے لگا: تم مجھے دھکا کیوں دیتے ہو؟ میں نے کہا: تم "یا رسول اللہ" کہہ کر حضور ﷺ کو خطاب کیوں نہیں کرتے؟ یہودی نے کہا: ہم ان کو اس نام سے بلاتے ہیں جو نام ان کے اہل خانہ نے انہیں دیا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: (ہاں) میرا نام محمد ہے جو میرے اہل خانہ نے مجھے دیا ہے۔ یہودی نے کہا: میں آپ سے کچھ سوال پوچھنے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اگر میں تمہارے سوال کا جواب دے دوں تو اس سے تمہیں نفع پہنچے گا؟ کہنے لگا: میں اپنے کان سے سننا چاہتا ہوں۔ حضور ﷺ کے ہاتھ میں ایک لکڑی

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 983　　2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 624　　3۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 126

تھی۔ آپ اس لکڑی سے زمین کو کریدنے لگے اور فرمایا: پوچھو۔ یہودی نے کہا: جب زمین اس زمین سے مختلف شکل میں بدل دی جائے گی تو اس وقت لوگ کہاں ہوں گے؟ حضور ﷺ نے جواب دیا: اس تاریکی میں ہوں گے جو پل صراط سے پہلے ہے۔ اس نے پوچھا: پل صراط کو سب سے پہلے کون عبور کرے گا؟ فرمایا: فقیر مہاجرین۔ یہودی نے پوچھا: جب وہ جنت میں داخل ہوں گے تو انہیں کیا تحفہ ملے گا؟ فرمایا: مچھلی کے جگر کا بڑھا ہوا حصہ۔ پوچھا: اس کے بعد ان کی خوراک کیا ہوگی؟ فرمایا: ان کے لیے جنتی بیل ذبح کیا جائے گا جو اطراف جنت میں چرا کرتا تھا۔ کہنے لگا: اس پر ان کا مشروب کیا ہوگا؟ فرمایا: ایک چشمے کا پانی جس کو سلسبیل کا نام دیا گیا ہے۔ وہ یہودی کہنے لگا: آپ نے سچ فرمایا ہے۔ پھر وہ یہودی کہنے لگا: میں آپ سے ایک ایسی بات پوچھنے آیا ہوں جس کو صرف نبی جانتا ہے یا مزید ایک دو آدمی۔ آپ نے فرمایا: اگر میں نے تمہیں بتا دیا تو (کیا) تمہیں اس سے فائدہ ہوگا؟ کہنے لگا: میں اپنے کانوں سے سننا چاہتا ہوں۔ پھر وہ کہنے لگا: میں آپ سے بچے کے متعلق پوچھنے آیا ہوں (کہ وہ ماں یا باپ کے مشابہ کیونکر ہوتا ہے؟) فرمایا: مرد کا پانی (منی) سفید ہوتا ہے اور عورت کا پانی زرد۔ جب وہ مجامعت کریں اور مرد کی منی عورت کی منی پر غالب آ جائے تو بچہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے مذکر ہوتا ہے اور اگر عورت کی منی مرد کی منی پر غالب آ جائے تو بچہ باذن ربی مونث ہوتا ہے۔ یہودی کہنے لگا: آپ نے سچ کہا ہے اور آپ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں۔ پھر وہ یہودی چلا گیا اور حضور ﷺ نے فرمایا: اس شخص نے جن چیزوں کے متعلق مجھ سے سوال کیے مجھے ان کے متعلق علم نہ تھا حتی کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ان چیزوں کا علم عطا فرما دیا۔(1)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک روز حضور ﷺ نے نماز پڑھی۔ پھر رخ انور پھیرا تو فرمایا: اے فلاں! تم نماز کو اچھے طریقے سے کیوں نہیں پڑھتے؟ کیا نمازی نماز پڑھتے ہوئے یہ نہیں دیکھتا کہ وہ نماز کو کیسے ادا کر رہا ہے؟ بے شک وہ اپنی ذات کی خاطر نماز پڑھتا ہے۔ خدا کی قسم، میں اپنے پیچھے سے بھی ایسے ہی دیکھتا ہوں جیسے اپنے سامنے سے دیکھتا ہوں۔(2)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میرا رخ ادھر قبلہ کی طرف ہوتا ہے۔ خدا کی قسم، مجھ پر نہ تمہارا رکوع مخفی ہوتا ہے اور نہ تمہارا سجدہ۔ اور میں تمہیں اپنی پشت کے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔(3)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک روز حضور ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی۔ جب آپ نماز ختم کر چکے تو ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے لوگو! میں تمہارا امام ہوں۔

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 146 2۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 180 3۔ ایضاً

اس لیے تم رکوع، سجود، قیام اور نماز ختم کرنے میں مجھ پر سبقت نہ کیا کرو۔ میں تمہیں اپنے سامنے سے بھی دیکھتا ہوں اور اپنے پیچھے سے بھی۔ پھر فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، اگر تم وہ دیکھ لو جو میں نے دیکھا ہے تو تم ہنسو کم اور روؤ زیادہ۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ آپ نے کیا دیکھا ہے؟ فرمایا: میں نے جنت اور دوزخ کو دیکھا ہے۔ (1)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے صلوٰۃ خسوف کی طویل حدیث مروی ہے، جس کے آخر میں ہے...... اور حضور ﷺ نے فرمایا: اس مقام پر میں نے ہر اس چیز کو دیکھ لیا ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔ حتیٰ کہ میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ میں جنت کا ایک خوشہ توڑنا چاہتا ہوں۔ یہ اس وقت تھا جب تم نے مجھے آگے کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا۔ اور میں نے جہنم کو دیکھا کہ اس کے حصے ایک دوسرے کو کاٹ رہے ہیں۔ یہ اس وقت تھا جب تم نے مجھے پیچھے ہٹتے دیکھا۔ اور میں نے دوزخ میں عمرو بن لحی کو دیکھا۔ یہ وہ شخص ہے جس نے سائبہ (یعنی اونٹنیوں کو بطور نذر چھوڑنے) کی رسم ایجاد کی تھی۔ (2)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ سے ایسی چیزوں کے متعلق پوچھا گیا جن کے متعلق سوال کو آپ نے پسند نہیں فرمایا۔ جب اس قسم کے سوالات میں اضافہ ہوا تو آپ غصے میں آ گئے۔ پھر لوگوں سے فرمایا: مجھ سے پوچھ لو جو بھی پوچھنا چاہتے ہو۔ ایک آدمی نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ میرا باپ کون ہے؟ فرمایا: تیرا باپ حذافہ ہے۔ ایک دوسرا شخص کھڑا ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ میرا باپ کون ہے؟ فرمایا: تیرا باپ شیبہ کا مولیٰ سالم ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب حضور ﷺ کے رخ انور پر غضب کے آثار دیکھے تو عرض کیا: ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرتے ہیں...... الحدیث۔ (3)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: (ایک روز) جب سورج ڈھل گیا تو حضور ﷺ باہر تشریف لائے اور لوگوں کو ظہر کی نماز پڑھائی۔ جب سلام پھیرا تو منبر پر کھڑے ہوئے اور قیامت کا ذکر فرمایا۔ اور یہ بیان فرمایا کہ قیامت سے پہلے بڑے بڑے امور ظاہر ہوں گے۔ پھر فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اگر مجھ سے کسی چیز کے متعلق پوچھنا چاہتا ہے تو پوچھ لے۔ خدا کی قسم، جب تک میں اس مقام پر کھڑا ہوں، تم مجھ سے جس چیز کے متعلق پوچھو گے میں تمہیں اس کے متعلق بتاؤں گا...... الحدیث۔ (4)

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے میرے لیے زمین کو

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 180　2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 296
3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 264　4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 263

سمیٹ دیا اور میں نے اس کے مشارق کو بھی دیکھا اور اس کے مغارب کو بھی۔ اور میری امت کی مملکت زمین کے ان تمام حصوں تک پہنچے گی جن کو میری خاطر سمیٹا گیا...... الحدیث۔(1)

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: میں ان چیزوں کو جانتا ہوں جو دجال کے ساتھ ہوں گی۔ اس کے ہمراہ دو بہتی ہوئی نہریں ہوں گی۔ ایک نہر دیکھنے میں سفید پانی کی نظر آئے گی اور دوسری دیکھنے میں بھڑکتی ہوئی آگ۔ تم میں سے اگر کوئی اس کو پائے تو وہ اس نہر کی طرف جائے جو اسے آگ نظر آ رہی ہے...... الحدیث۔(2)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ مجھے ملے اور فرمایا: جابر! کیا بات ہے، درماندہ دکھائی دیتے ہو؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ میرے والد ماجد شہید ہو گئے ہیں اور وہ اپنے پیچھے اہل و عیال اور قرضہ چھوڑ کر گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا: کیا میں تجھے یہ خوشخبری نہ دوں کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے باپ کی پذیرائی کس انداز میں فرمائی ہے؟ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! ضرور فرمایئے۔ فرمایا: اللہ تعالیٰ نے کسی سے بھی کلام نہیں فرمایا مگر پردے کے پیچھے سے، جبکہ تیرے باپ کو اس نے زندہ فرمایا اور روبرو اس سے خطاب فرمایا اور فرمایا: اے میرے بندے! مجھ سے اپنی تمنا کا اظہار کرو، میں تمہیں عطا فرماؤں گا۔ انہوں نے عرض کیا: پروردگار! (میری تمنا یہ ہے کہ) تو مجھے زندہ کرے تاکہ میں دوبارہ تیری راہ میں شہادت حاصل کروں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: میرا یہ فیصلہ پہلے ہو چکا ہے کہ ان (یہ جہان چھوڑنے والوں) کو واپس نہیں لوٹایا جائے گا...... الحدیث۔(3)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: آج رات میرا رب بڑی حسین صورت میں میرے پاس آیا۔ (جیسا آنا اس کی شان کے لائق ہے) راوی کہتے ہیں: میرا خیال ہے کہ آپ نے فرمایا: خواب میں۔ اور فرمایا: اے محمد! (ﷺ) جانتے ہو، عالم بالا کے باسی (فرشتے) کس چیز میں بحث کر رہے ہیں؟ حضور فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا: نہیں۔ تو پروردگار عالم نے اپنا دست قدرت میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھا حتی کہ اس کی ٹھنڈک میں نے اپنی دونوں چھاتیوں کے درمیان محسوس کی، یا فرمایا: اپنے سینے میں (محسوس کی) اور میں نے جان لیا جو کچھ بھی زمینوں میں ہے اور جو کچھ آسمانوں میں ہے...... الحدیث۔(4)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ...... تو حضور ﷺ نے فرمایا: میں نے جنت میں ایک نہر دیکھی جس کے دونوں کنارے موتیوں کے گنبدوں پر مشتمل تھے۔ میں نے

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 390 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 400
3۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 125 4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 155

پوچھا: جبریل! یہ کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: یہ کوثر ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی ہے...... الحدیث۔(1)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: صفوں میں باہم مل کر اور ایک دوسرے کے قریب کھڑے ہوا کرو اور کندھوں سے کندھا ملایا کرو۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، میں شیاطین کو صف کے خلا میں یوں گھستے دیکھتا ہوں جیسے چھوٹی بھیڑ ہو۔(2)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: حضور ﷺ میرے ہاں تشریف لائے۔ اس وقت میرے پاس ایک یہودی عورت بیٹھی تھی۔ وہ کہہ رہی تھی: بے شک تم کو قبروں میں آزمائش سے واسطہ پڑے گا۔ یہ سن کر حضور ﷺ نے اضطراب کا اظہار کیا اور فرمایا: یہودیوں کی آزمائش ہوگی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: کچھ راتیں گزر گئیں تو حضور ﷺ نے فرمایا: مجھ پر وحی کی گئی ہے کہ قبروں میں تمہاری آزمائش ہوگی۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: میں نے اس کے بعد حضور ﷺ کو سنا کہ آپ عذاب قبر سے (اللہ تعالیٰ کی) پناہ مانگا کرتے تھے۔(3)

حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ غروب آفتاب کے بعد باہر تشریف لے گئے۔ آپ نے ایک آواز سنی تو فرمایا: یہودیوں کو ان کی قبروں میں عذاب ہو رہا ہے۔(4)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ملک الموت کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف بھیجا گیا۔ جب وہ ان کے پاس پہنچے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو طمانچہ مارا اور ان کی آنکھ نکال دی۔ ملک الموت واپس اپنے پروردگار کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے پروردگار! آپ نے مجھے اپنے اس بندے کے پاس بھیجا تھا جو مرنا نہیں چاہتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتے کی آنکھ اسے لوٹا دی اور فرمایا: ان کے پاس واپس جاؤ اور ان سے کہو کہ وہ اپنا ہاتھ بیل کی پشت پر رکھیں۔ جتنا حصہ ان کے ہاتھ کے نیچے آئے گا، اس کے ہر بال کے بدلے ان کی عمر میں ایک سال کا اضافہ کر دیا جائے گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے پروردگار! پھر کیا ہوگا؟ فرمایا: موت۔ عرض کیا: پھر ابھی موت آجائے۔ پھر انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ ان کو بیت المقدس سے اتنا قریب

1۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 172
2۔ سنن النسائی، جلد 1، صفحہ 131
3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 291
4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 290

کر دیا جائے کہ وہ ان سے محض پتھر پھینکنے کی دوری پر ہو۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اگر میں وہاں ہوتا تو تمہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر، راستے کے کنارے، سرخ ٹیلے پر دکھاتا۔ (1)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایک طویل حدیث مروی ہے جس میں اس بات کا ذکر ہے کہ رات کو حضور ﷺ گھر سے باہر تشریف لے گئے۔ وہ بھی آپ کے پیچھے پیچھے گئیں۔ آپ جنت البقیع میں تشریف لے گئے۔ حضرت صدیقہ بھی آپ کے پیچھے گئیں اور پھر واپس آ گئیں۔ اس حدیث پاک میں یہ الفاظ بھی ہیں...... میں آپ سے پہلے گھر میں داخل ہوئی۔ میں ابھی لیٹی ہی تھی کہ آپ تشریف لے آئے اور فرمایا: عائشہ! کیا بات ہے، تمہارا سانس پھولا ہوا کیوں ہے؟ راوی سلیمان کہتے ہیں: میرا خیال ہے کہ آپ نے ''رابیۃ'' کے ساتھ ''حشیا'' کا لفظ بھی استعمال فرمایا۔ پھر آپ نے فرمایا: تم مجھے بتا دو ورنہ وہ ذات مجھے مطلع فرما دے گی جو لطیف بھی ہے اور خبیر بھی۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان پھر میں نے آپ کو (ساری) بات بتا دی۔ آپ نے فرمایا: تو وہ سایہ جو مجھے اپنے سامنے نظر آ رہا تھا، وہ تم ہی تھیں؟ میں نے عرض کیا: ہاں، یارسول اللہ! ﷺ آپ فرماتی ہیں: آپ نے (پیار سے) میرے سینے پر مکا مارا جس سے مجھے تکلیف ہوئی۔ پھر آپ نے فرمایا: کیا تم نے یہ خیال کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ تمہارے ساتھ انصاف نہیں کریں گے؟ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا: لوگ جتنی بھی آپ سے کوئی بات چھپائیں اللہ تعالیٰ آپ کو بتا دیتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں...... الحدیث۔ (2)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک یہودی نے حضور ﷺ پر جادو کر دیا۔ کچھ روز آپ کو اس کی تکلیف محسوس ہوتی رہی۔ پھر حضرت جبریل علیہ السلام آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: ایک یہودی نے آپ پر جادو کیا ہے۔ اس نے (کچھ چیزوں پر) گرہیں لگا کر انہیں فلاں کنوئیں میں رکھ دیا ہے۔ حضور ﷺ نے کچھ آدمی بھیجے۔ انہوں نے ان چیزوں کو کنوئیں سے نکالا۔ وہ چیزیں حضور ﷺ کے پاس لائی گئیں تو آپ ﷺ ہشاش بشاش اٹھ کھڑے ہوئے جیسے کسی چیز کی رسی کھول کر اسے آزاد کر دیا جاتا ہے۔ آپ نے اس بات کا کبھی نہ اس یہودی سے ذکر کیا نہ اس نے آپ کے رخ انور پر کبھی اس کے آثار دیکھے۔ (3)

اگر لوگ جانتے جو میں جانتا ہوں

حضور ﷺ سے متعدد ایسی احادیث طیبہ مروی ہیں جن میں اس قسم کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں: ''اگر لوگ جانتے جو میں جانتا ہوں......'' یہ ایک حسین انداز ہے جس میں حضور ﷺ نے اپنے

1۔ سنن النسائی، جلد 1، صفحہ 296 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 97 3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 171

خداداد علوم کو بیان فرمایا ہے۔ اس قسم کی احادیث طیبہ میں حضور ﷺ نے اپنی امت کو اس حقیقت سے آگاہ فرمایا ہے کہ بے شمار چیزیں ایسی ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم عطا فرمایا ہے لیکن عام لوگوں پر ان علوم کو مخفی رکھا ہے۔ اور ساتھ ہی یہ حکمت بھی بیان فرما دی کہ اگر ان چیزوں کا لوگوں کو علم ہوتا تو ان کے لیے بے شمار مسائل پیدا ہوتے اور یہ بات اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔ بعض احادیث طیبہ ایسی ہیں جن میں حضور ﷺ سے کسی چیز کے متعلق پوچھا گیا اور آپ نے جواب دینے سے گریز فرمایا۔ اس میں حکمت یہ تھی کہ حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے ان امور پر مطلع تو فرما رکھا تھا البتہ عوام کو ان سے باخبر کرنے کی اجازت نہ تھی کیونکہ یہ بات ان کی مصلحت کے خلاف تھی۔ اس حقیقت کو سمجھنے کے لیے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث قابل غور ہے، آپ نے فرمایا: حضور ﷺ سے میں نے دو قسم کے علوم محفوظ کیے ہیں۔ ایک قسم کے علوم کو تو میں نے لوگوں میں پھیلا دیا ہے اور دوسری قسم کے علوم کو اگر میں عام کرتا تو میرا گلا کاٹ دیا جاتا۔ (1)

کچھ لوگوں نے تو کمال کر دیا ہے کہ جن احادیث طیبہ میں حضور ﷺ نے کسی سوال کا جواب دینے سے گریز فرمایا ہے، انہوں نے اس قسم کی احادیث طیبہ کو پڑھ کر ان سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ نبی کو "نعوذ باللہ" دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں ہوتا حالانکہ حضور ﷺ کے بے پایاں علوم کی شہادت دینے والی احادیث طیبہ سے حدیث کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ ذیل میں چند احادیث طیبہ ذکر کی جا رہی ہیں جن میں حضور ﷺ نے اس مفہوم کے جملے ارشاد فرمائے: "اگر لوگ جانتے جو میں جانتا ہوں......"۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سورج گرہن کی طویل حدیث مروی ہے جس کے آخر میں حضور ﷺ کے خطبہ ارشاد فرمانے کا ذکر ہے۔ اس خطبے میں حضور ﷺ نے فرمایا: اے امت محمد! (ﷺ) اگر تم وہ جان لو جو میں جانتا ہوں تو تم ہنسا کم کرو اور رویا زیادہ کرو۔ (2)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ مدینہ طیبہ کے ایک بلند مکان کے اوپر تشریف لے گئے، پھر فرمایا: کیا تم ان چیزوں کو دیکھ رہے ہو جن کو میں دیکھ رہا ہوں؟ میں تمہارے گھروں میں فتنوں کو یوں نازل ہوتے دیکھ رہا ہوں جیسے بارش کے قطرے گرتے ہیں۔ (3)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: رات کو تنہا سفر کرنے کے بارے میں جو میں جانتا ہوں اگر لوگ جان لیں تو کوئی سوار رات کو تنہا سفر نہ کرے۔ (4)

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 23
2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 142
3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 334
4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 421

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ تک صحابہ کرام کی کوئی بات پہنچی۔ آپ نے خطبہ دیا اور ارشاد فرمایا: جنت اور دوزخ کو میرے سامنے پیش کیا گیا۔ خیر اور شر کے متعلق جو کچھ میں نے آج دیکھا ہے، کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اور اگر تم جان لو جو میں جانتا ہوں تو تم ہنسا کم کرو اور رویا زیادہ کرو۔ راوی کہتے ہیں، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر اس دن سے زیادہ سخت دن کبھی نہیں آیا۔ راوی کہتے ہیں: لوگوں نے اپنے سروں کو ڈھانپ لیا اور رونے لگے۔ راوی کہتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا: ہم راضی ہیں اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر اور محمد ﷺ کے نبی ہونے پر۔ ایک آدمی کھڑا ہوا اور عرض کیا: میرا باپ کون ہے؟ آپ نے فرمایا: تیرا باپ فلاں ہے۔ اس پر یہ آیۃ کریمہ نازل ہوئی: اے ایمان والو! ایسی چیزوں کے متعلق نہ پوچھا کرو جن کو اگر تم پر ظاہر کر دیا جائے تو یہ بات تمہیں تکلیف دے۔(1)

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: بے شک میں وہ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ رہے اور وہ سن رہا ہوں جو تم نہیں سن رہے۔ آسمان چرچرا رہا ہے اور اسے حق پہنچتا ہے کہ وہ چرچرائے۔ اس میں چار انگلیوں کے برابر بھی کوئی جگہ ایسی نہیں ہے جہاں ایک فرشتہ خدا کے حضور سربسجود نہ ہو۔ اگر تم جان لو جو میں جانتا ہوں تو تم ہنسو کم اور روؤ زیادہ اور تم بستروں پر اپنی بیویوں سے بھی لطف اندوز نہ ہو سکو اور تم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گڑگڑاتے ہوئے باہر راستوں پر نکل جاؤ۔ میں یہ پسند کرتا ہوں کہ کاش میں ایک درخت ہوتا جسے کاٹ دیا جاتا ہے۔(2)

امورِ عالم پر اطلاع اور ان کی خبر دینا

ذیل میں قارئین کرام کی خدمت میں چند ایسی احادیث طیبہ پیش کی جا رہی ہیں جن میں حضور ﷺ نے اپنے غلاموں کو حقائق الاشیاء اور کائنات میں پیش آنے والے امور کی خبریں دی ہیں۔ ان میں اشیاء کی حقیقت، زمین و آسمان، جنت و دوزخ، ماضی، حال اور مستقبل کے متعلق خبریں ہیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضور ﷺ سے یہ باتیں سنیں اور ان کے ایمان تازہ ہوئے۔ ان میں سے کسی کے دل میں یہ خیال کبھی پیدا نہیں ہوا کہ ایک بشر مکہ یا مدینہ میں بیٹھ کر ملأ اعلیٰ کی خبریں کیسے دے سکتا ہے۔ انہوں نے حضور ﷺ کی نبوت پر ایمان لا کر آپ کی زبان پاک سے نکلے ہوئے ہر ارشاد کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کو روح ایمان سمجھا تھا۔ ہم بھی یہ احادیث طیبہ پڑھ کر ایمان کی حلاوت محسوس کرتے ہیں اور اس رب کریم کی حمد و ثناء کرتے ہیں جس نے ہمیں اس نبی کا امتی ہونے کا شرف عطا کیا جس کے علوم کی وسعتوں کا کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا۔

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 263 2۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 55

یہ احادیث طیبہ ان احباب کے لیے لمحہ فکر یہ ہیں جو حبیب خدا ﷺ کے علوم کو پرکھنے کے لیے اپنے علوم کو کسوٹی سمجھتے ہیں اور انسانی پیمانوں سے ماپ کر آپ کے خداداد علوم کو محدود کرنے کی سعی لاحاصل کرتے ہیں۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ لیلۃ القدر (کی تعیین) کے متعلق لوگوں کو بتانے کے لیے باہر تشریف لائے۔ (اسی اثناء میں) دو مسلمان آپس میں جھگڑ پڑے تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں تمہیں لیلۃ القدر (کی تعیین) کے متعلق بتانے کے لیے باہر آیا تھا۔ (اسی اثناء میں) فلاں فلاں باہم جھگڑ پڑے اور اس کا علم اٹھا لیا گیا۔ امید ہے یہی تمہارے لیے بہتر ہوگا۔ اس (لیلۃ القدر) کو ستائیسویں، انتیسویں اور پچیسویں راتوں میں تلاش کرو۔ (1)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں...... حضور ﷺ نے فرمایا: مجھ سے پوچھ لو جو پوچھنا چاہتے ہو۔ ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ میرا باپ کون ہے؟ فرمایا: تیرا باپ حذافہ ہے، ایک اور شخص کھڑا ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ میرا باپ کون ہے؟ فرمایا: تیرا باپ سالم ہے جو شیبہ کا غلام ہے...... الحدیث۔ (2)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے اپنی حیات طیبہ کے آخری دنوں میں (ایک روز) ہمیں عشاء کی نماز پڑھائی۔ جب آپ نے سلام پھیرا تو کھڑے ہوئے اور فرمایا: کیا تم آج کی اس رات کو دیکھ رہے ہو؟ بے شک اس رات سے ایک سو سال گزرنے پر ایسا کوئی شخص باقی نہیں رہے گا جو آج روئے زمین پر موجود ہے۔ (3)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ مدینہ یا مکہ کے ایک باغ کے پاس سے گزرے۔ آپ نے دو آدمیوں کی آواز سنی جن کو ان کی قبروں میں عذاب ہو رہا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ان کو عذاب ہو رہا ہے اور ایسے کاموں کی وجہ سے عذاب ہو رہا ہے جن سے بچنا مشکل نہ تھا۔ پھر فرمایا: ان میں سے ایک (کو اس وجہ سے عذاب ہو رہا ہے کہ وہ) پیشاب کے قطروں سے اپنے جسم کی حفاظت نہیں کرتا تھا اور دوسرا (لوگوں کے درمیان) چغلیاں کھایا کرتا تھا۔ پھر آپ نے ایک سرسبز ٹہنی منگوائی۔ اس کے دو حصے کیے اور ان میں سے ہر قبر پر اس ٹہنی کا ایک ٹکڑا رکھ دیا۔ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! ﷺ اس (قبر پر ٹہنی رکھنے) کی وجہ کیا ہے؟ فرمایا: شاید جب تک یہ ٹہنیاں خشک نہ ہوں ان کے عذاب میں کمی کر دی جائے۔ (4)

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 12
2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 20-19
3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 22
4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 35-34

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھا کرو کیونکہ گرمی کی شدت دوزخ کی گرمی میں سے ہے...... الحدیث۔(1)

حضرت زید بن خالد الجہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے حدیبیہ میں، رات کی بارش کے بعد، ہمیں صبح کی نماز پڑھائی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے: میرے بندوں نے اس حال میں صبح کی ہے کہ ان میں سے کچھ مجھ پر ایمان رکھنے والے ہیں اور کچھ کافر ہیں۔ جس نے (بارش برسنے پر) یہ کہا کہ ہم پر اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت سے بارش برسی ہے تو وہ مجھ پر ایمان رکھنے والا اور ستاروں (کی خدائی) کا انکار کرنے والا ہے۔ اور جس نے کہا کہ ہم پر فلاں ستارے کی وجہ سے بارش برسی ہے تو وہ میرے ساتھ کفر کرنے والا اور ستاروں پر ایمان رکھنے والا ہے۔(2)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: جب میرے والد ماجد شہید ہوئے تو میں روتے ہوئے ان کے چہرے سے کپڑا ہٹانے لگا۔ لوگ مجھے ایسا کرنے سے منع کر رہے تھے۔ لیکن حضور ﷺ مجھے منع نہیں فرما رہے تھے۔ میری پھوپھی فاطمہ رونے لگیں تو حضور ﷺ نے فرمایا: تم روتی ہو؟ یا فرمایا: رو وَ مت۔ فرشتوں نے مسلسل اس پر (یعنی تیرے بھائی پر) اپنے پروں سے سایہ کیے رکھا حتی کہ تم نے اس کا جنازہ اٹھایا...... الحدیث۔(3)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: جس روز نجاشی کا (حبشہ میں) انتقال ہوا اسی روز حضور ﷺ نے (مدینہ طیبہ میں) اس کی موت کی خبر دی۔ پھر آپ جنازہ گاہ کی طرف تشریف لے گئے۔ آپ نے صفیں بنوائیں اور چار تکبیر نماز جنازہ پڑھی۔(4)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک اعرابی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: مجھے کوئی ایسا کام بتائیں کہ میں وہ کام کروں تو جنت میں داخل ہو جاؤں۔ فرمایا: خدا کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ۔ فرض نماز کی پابندی کرو، فریضۂ زکوٰۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو۔ کہنے لگا: اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، میں ان کاموں پر کچھ اضافہ نہیں کروں گا۔ جب وہ بدو واپس مڑا تو حضور ﷺ نے فرمایا: جسے یہ پسند ہو کہ وہ کسی جنتی کی زیارت کرے تو وہ اس آدمی کو دیکھ لے۔(5)

1۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 77 — 2۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 117 — 3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 166
4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 167 — 5۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 187

حضرت مجاہد سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ہم حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس بیٹھے تھے کہ لوگوں نے دجال کا ذکر کیا اور کہا کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان "کافر" لکھا ہوا ہے۔ راوی کہتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: یہ بات تو میں نے حضور ﷺ سے نہیں سنی البتہ آپ نے یہ فرمایا تھا: گویا میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں کہ جب وہ وادی میں اترے تو تلبیہ کہہ رہے تھے۔(1)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے مجھے صدقہ فطر کی حفاظت پر مامور فرمایا۔ ایک شخص میرے پاس آیا اور طعام صدقہ سے ہاتھوں کی ہتھیلیاں بھر بھر کر نکالنے لگا۔ میں نے اس کو پکڑ لیا اور کہا: خدا کی قسم، میں تجھے حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کروں گا۔ وہ کہنے لگا: مجھے چھوڑ دیجئے، میں محتاج ہوں، عیالدار ہوں اور شدید حاجت میں مبتلا ہوں۔ راوی کہتے ہیں: میں نے اس کو چھوڑ دیا۔ صبح ہوئی تو حضور ﷺ نے فرمایا: تمہارے گزشتہ رات کے قیدی کا کیا بنا؟ راوی کہتے ہیں: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ اس نے شدید حاجت اور عیالداری کا ذکر کیا اور میں نے اس پر ترس کھا کر اسے چھوڑ دیا۔ آپ نے فرمایا: اس نے تم سے جھوٹ بولا ہے اور وہ پھر لوٹ کر آئے گا۔ مجھے یقین ہو گیا کہ وہ ضرور آئے گا کیونکہ حضور ﷺ نے فرما دیا تھا کہ وہ آئے گا۔ میں اس کی تاک میں رہا۔ دیکھا تو وہ پھر طعام سے ہتھیلیاں بھر بھر کر نکال رہا تھا۔ میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا: اب میں (بہر صورت) تجھے حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کروں گا۔ کہنے لگا: مجھے چھوڑ دیجئے۔ میں ضرورت مند اور عیالدار ہوں۔ میں پھر لوٹ کر نہیں آؤں گا۔ میں نے اس پر ترس کھایا اور اس کو چھوڑ دیا۔ صبح ہوئی تو حضور ﷺ نے فرمایا: ابو ہریرہ! تمہارے رات کے قیدی کا کیا بنا؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ اس نے شدید حاجت اور عیالداری کا ذکر کیا تھا اور میں نے اس پر ترس کھا کر اس کو چھوڑ دیا۔ فرمایا: اس نے تم سے جھوٹ بولا ہے۔ وہ پھر لوٹ کر آئے گا۔ تیسری مرتبہ میں پھر اس کی تاڑ میں رہا۔ دیکھا تو وہ طعام سے ہتھیلیاں بھر بھر کر نکال رہا تھا۔ میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا: اب میں تجھے ضرور حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کروں گا۔ یہ تیسری اور آخری بار ہے۔ تو ہر مرتبہ کہتا ہے کہ لوٹ کر نہیں آئے گا اور پھر لوٹ آتا ہے۔ کہنے لگا: مجھے چھوڑ دیجئے، میں تمہیں کچھ کلمات سکھاتا ہوں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تمہیں فائدہ پہنچائے گا۔ میں نے پوچھا: وہ کلمات کون سے ہیں؟ کہنے لگا: (سونے کے لیے) بستر پر لیٹو تو آیۃ الکرسی اَللّٰہُ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ ۚ اَلۡحَیُّ الۡقَیُّوۡمُ...... الآیۃ۔ (بقرہ:255) اختتام آیت تک پڑھو۔ اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلسل تم پر ایک نگہبان مقرر کر دیا جائے گا اور صبح

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 210

تک شیطان تمہارے نزدیک نہیں آسکے گا۔ صبح ہوئی تو حضور ﷺ نے فرمایا: ابو ہریرہ! تمہارے رات والے قیدی کا کیا بنا؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ وہ کہتا تھا کہ وہ مجھے کچھ کلمات سکھا سکتا ہے جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مجھے فائدہ عطا فرمائے گا۔ اس وجہ سے میں نے اس کو چھوڑ دیا۔ آپ نے فرمایا: وہ کلمات کیا ہیں؟ راوی کہتے ہیں: (میں نے عرض کیا) کہ اس نے مجھ سے یہ کہا تھا کہ جب بستر پر لیٹنے لگو تو آیۃ الکرسی اول سے آخر تک پڑھو اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ اور مجھ سے کہا: (یہ آیت پڑھنے کی وجہ سے) تم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلسل نگہبان مقرر رہے گا اور صبح تک شیطان تمہارے قریب نہیں آسکے گا۔ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اچھائی کی بہت شدید طمع رکھتے تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اس نے تم سے سچ بولا ہے البتہ ہے وہ بڑا جھوٹا۔ اے ابو ہریرہ! جانتے ہو تم تین روز کس سے مخاطب ہوتے رہے ہو؟ عرض کیا: نہیں۔ فرمایا: وہ شیطان تھا۔ (1)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی خالہ ام حرام بنت ملحان رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ایک روز حضور ﷺ میرے قریب ہی استراحت فرما ہوئے۔ پھر آپ جاگے تو مسکرا رہے تھے۔ میں نے پوچھا: آپ کے تبسم کا سبب کیا ہے؟ فرمایا: مجھ پر میری امت کے کچھ لوگ پیش کیے گئے۔ وہ سب (نیلے) سمندر میں (جہازوں پر) سواریوں جا رہے تھے جیسے بادشاہ اپنے تختوں پر بیٹھے ہوں۔ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے بھی ان (خوش نصیبوں) میں سے کرے۔ آپ ﷺ نے ان کے لیے دعا کی۔ پھر آپ دوبارہ استراحت فرما ہوئے اور وہی کچھ کیا جو پہلی بار کیا تھا۔ حضرت ام حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وہی سوال کیا جو پہلے کیا تھا اور آپ نے ان کو وہی جواب دیا جو پہلے دیا تھا۔ انہوں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ مجھے ان خوش نصیبوں میں سے کر دے۔ فرمایا: تم پہلوں میں سے ہو۔ (یعنی جس گروہ کا ذکر پہلی بار کیا تھا تم ان میں سے ہو) جب مسلمان حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت میں پہلی بحری مہم پر روانہ ہوئے تو حضرت ام حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے خاوند حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ روانہ ہوئیں جو جہاد کے لیے جا رہے تھے۔ جب وہ غزوے کے بعد واپس لوٹے تو وہ شام میں اترے۔ حضرت ام حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں سواری کے لیے جانور پیش کیا گیا۔ اس جانور نے آپ کو گرا دیا اور آپ کا انتقال ہو گیا۔ (2)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے مجھے، زبیر اور مقداد بن اسود کو بھیجا اور فرمایا: تم روانہ ہو جاؤ حتی کہ روضہ خاخ کے مقام پر پہنچ جاؤ۔ وہاں تمہیں ایک اونٹنی

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 310
2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 93-392

سوار عورت ملے گی جس کے پاس ایک خط ہے۔ اس سے وہ خط لے لو۔ ہم گھوڑے دوڑاتے ہوئے روانہ ہوئے حتیٰ کہ ہم روضہ خاخ کے مقام پر پہنچے۔ وہاں ہمیں (حضور ﷺ کے ارشاد کے مطابق) وہ عورت مل گئی...... الحدیث۔ (1)

عمرو بن ابی سفیان بن اسید بن جاریہ سے ایک طویل حدیث مروی ہے جس میں اس مہم کا ذکر ہے جو حضور ﷺ نے حضرت عاصم بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت میں بنولحیان کی طرف بھیجی۔ اس مہم کے کچھ شرکاء شہید ہو گئے اور کچھ قیدی بنا لیے گئے۔ اس حدیث کے آخر میں ہے......

حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وقت شہادت اللہ تعالیٰ سے دعا کی: اے اللہ تعالیٰ! ہم جس صورت حال سے دو چار ہیں اس کی ہمارے آقا ﷺ کو خبر کر دے...... اللہ تعالیٰ نے حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعا قبول فرمالی اور جس روز وہ شہید ہوئے حضور ﷺ نے (اسی روز) صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ان کے حالات سے آگاہ کر دیا اور بتا دیا کہ ان کو کن مصائب سے واسطہ پڑا ہے...... الحدیث۔ (2)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے: فرماتے ہیں، ہم حضور ﷺ کی معیت میں (ایک غزوے میں) شریک ہوئے۔ ایک شخص جو مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتا تھا اس کے متعلق حضور ﷺ نے فرمایا: یہ دوزخی ہے۔ جب جنگ ہوئی تو اس شخص نے زبردست لڑائی لڑی اور زخمی ہو گیا۔ حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا گیا: یارسول اللہ! ﷺ جس شخص کے متعلق آپ نے فرمایا تھا کہ وہ دوزخی ہے آج اس نے زبردست جنگ کی ہے اور فوت ہو گیا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: وہ دوزخ ہی کی طرف گیا ہے۔ راوی کہتے ہیں: قریب تھا کہ کچھ لوگ شک میں مبتلا ہو جاتے۔ اسی اثناء میں کہا گیا کہ وہ مرا نہیں بلکہ شدید زخمی ہے۔ رات ہوئی تو وہ زخموں پر صبر نہ کر سکا اور خودکشی کر لی۔ حضور ﷺ کو اطلاع دی گئی تو آپ نے فرمایا: اللہ اکبر۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ (3)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: جب خیبر فتح ہوا تو حضور ﷺ کی خدمت میں (بھنی ہوئی) بکری پیش کی گئی جس میں زہر ملا ہوا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: یہاں جتنے یہودی ہیں ان کو میرے پاس جمع کرو۔ انہیں آپ کے پاس اکٹھا کیا گیا تو آپ نے فرمایا: میں تم سے ایک چیز کے متعلق سوال کرنے والا ہوں، کیا تم مجھے اس کے متعلق سچ سچ بتاؤ گے؟ انہوں نے کہا: ہاں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: تمہارا باپ کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا: فلاں۔ آپ نے فرمایا، تم نے جھوٹ بولا ہے، تمہارا باپ تو فلاں ہے۔ کہنے لگے: آپ نے سچ کہا ہے۔ آپ نے فرمایا: اگر میں تم

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 422 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 428 3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 31-430

سے ایک چیز کے متعلق پوچھوں تو تم اس کے متعلق سچ بولو گے؟ کہنے لگے: ہاں، اے ابوالقاسم! اگر ہم جھوٹ بولیں گے تو آپ کو پتا چل جائے گا جیسے کہ باپ کے متعلق ہمارے جھوٹ کا آپ کو پتا چل گیا۔ آپ نے فرمایا: دوزخی کون ہیں؟ کہنے لگے: ہم تھوڑا عرصہ دوزخ میں رہیں گے اس کے بعد وہاں تم ہماری جگہ لو گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم ہی وہاں ذلت وخواری کا سامنا کرو گے۔ خدا کی قسم، ہم کبھی وہاں تمہاری جگہ نہیں لیں گے۔ پھر آپ نے پوچھا: اگر میں تم سے ایک چیز کے متعلق پوچھوں تو کیا تم اس کے متعلق مجھ سے سچ بولو گے؟ کہنے لگے: ہاں۔ آپ نے پوچھا کیا تم نے اس بکری میں زہر ملایا ہے؟ کہنے لگے: ہاں۔ آپ نے پوچھا: تمہیں اس کام پر کس چیز نے برانگیختہ کیا تھا؟ کہنے لگے: ہمارا ارادہ یہ تھا کہ اگر آپ جھوٹے ہیں تو اس طرح ہمیں آپ سے چین مل جائے گا اور اگر آپ نبی ہیں تو آپ کو کوئی ضرر نہیں پہنچے گا۔(1)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: فرشتے باری باری آتے ہیں۔ کچھ فرشتے رات کو اور کچھ فرشتے دن کو۔ اور فجر اور عصر کی نمازوں میں وہ اکٹھے ہوتے ہیں۔ پھر (فجر کی نماز کے بعد) وہ فرشتے جنہوں نے رات تمہارے ساتھ بسر کی ہوتی ہے وہ اوپر بارگاہ خداوندی میں حاضر ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتا ہے، حالانکہ وہ اپنے بندوں کے متعلق سب کچھ جانتا ہے، اور فرماتا ہے: تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا ہے؟ وہ عرض کرتے ہیں: پروردگار! جب ہم ان کو چھوڑ کر آئے ہیں اس وقت بھی وہ مصروف نماز تھے اور جب ہم ان کے پاس گئے تھے اس وقت بھی وہ نماز پڑھ رہے تھے۔(2)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: لیلۃ الاسراء کو میں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا۔ وہ گندم گوں، طویل القامت اور گھنگریالے بالوں والے شخص تھے، گویا کہ وہ قبیلہ شنوءہ کے لوگوں میں سے ہوں۔ اور میں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا۔ وہ درمیانے قد اور متوسط جسم والے شخص تھے، رنگ گندمی تھا، سر کے بال ہموار تھے۔ اور میں نے جہنم کے خازن مالک اور دجال کو دیکھا...... الحدیث۔(3)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز حضور ﷺ باہر تشریف لائے اور شہدائے احد پر اسی طرح نماز پڑھی جیسی نماز آپ میت پر پڑھا کرتے تھے۔ پھر آپ لوٹ کر منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا: میں (تمہارے انتظام وانصرام کے لیے) تم سے پہلے جانے والا ہوں، اور میں تم پر گواہی دوں گا، اور خدا کی قسم، میں اپنے حوض کو اب بھی دیکھ رہا ہوں۔ اور

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 449 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 457 3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 459

مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا کر دی گئی ہیں۔ اور خدا کی قسم، مجھے یہ خدشہ نہیں ہے کہ تم میرے بعد شرک کرنے لگو گے، مجھے خوف یہ ہے کہ تم دنیا جمع کرنے کے لیے باہم مقابلہ کرنے لگو گے۔(1)

ام المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں کہ ایک روز حضور ﷺ خوفزدہ حالت میں ان کے پاس تشریف لائے۔ آپ کہہ رہے تھے: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، عربوں کے لیے ہلاکت ہے اس شر سے جو قریب آ گیا ہے۔ آج یاجوج ماجوج کی دیوار میں سے اتنا حصہ کھلا ہے۔ یہ کہہ کر آپ نے انگلی کو ساتھ والی انگلی کے ساتھ ملا کر حلقہ بنایا۔ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ کیا ہم ہلاک ہو جائیں گے، حالانکہ ہم میں صالحین موجود ہوں گے؟ فرمایا: ہاں، جب گناہ بڑھ جائیں گے تو ایسا ہی ہوگا۔(2)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: حضور ﷺ نے اپنے اس مرض میں، جس میں آپ کا انتقال ہوا، اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنے پاس بلایا اور سرگوشی میں ان سے کوئی بات کہی تو وہ رونے لگیں۔ پھر انہیں بلایا اور ان سے سرگوشی کی تو وہ ہنس دیں۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: میں نے ان سے اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا: حضور ﷺ نے مجھے سرگوشی میں بتایا تھا کہ آپ کا اسی مرض میں انتقال ہو جائے گا، جس میں آپ کا انتقال ہوا، تو میں رو دی۔ پھر آپ نے مجھ سے سرگوشی کی اور بتایا کہ آپ کے اہل بیت میں سے سب سے پہلے میں ہی آپ کے پیچھے (دار آخرت میں) جاؤں گی تو میں ہنس دی۔(3)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے اپنے اس مرض میں، جس میں آپ کا انتقال ہوا، کپڑا اوڑھا اور باہر تشریف لائے۔ آپ نے اپنے سر مبارک کو ایک چکناہٹ والے کپڑے سے باندھ رکھا تھا۔ آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی پھر فرمایا: اما بعد! بے شک اور لوگوں کی تعداد میں اضافہ ہوگا اور انصار کی تعداد میں کمی ہوگی حتیٰ کہ لوگوں میں ان کی مقدار اتنی رہ جائے گی جتنی مقدار میں کھانے میں نمک ہوتا ہے...... الحدیث۔(4)

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک روز حضور ﷺ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو باہر لائے اور ان کو ساتھ لے کر منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا: میرا یہ بیٹا سردار ہے، شاید اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں کے درمیان صلح کروا دے۔(5)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: کیا تمہارے پاس

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 508
2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 508
3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 512
4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 512
5۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 512

غالیچے ہیں؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ ہمارے پاس غالیچے کہاں سے آئے؟ فرمایا: البتہ تمہارے پاس غالیچے ہوں گے۔ راوی کہتے ہیں: میں اپنی بیوی سے کہتا ہوں کہ اپنے غالیچے کو مجھ سے دور رکھو، تو وہ کہتی ہے: کیا حضور ﷺ نے فرمایا نہیں تھا کہ تمہارے پاس غالیچے ہوں گے۔ تو کیا میں (اس فرمان کے باوجود) غالیچوں کو چھوڑ دوں۔(1)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت زید، حضرت جعفر اور حضرت ابن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شہادت کی خبر آنے سے پہلے ان کی شہادت کے متعلق بتا دیا تھا۔ آپ نے فرمایا: جھنڈا زید نے پکڑا اور وہ شہید ہو گئے۔ پھر اس جھنڈے کو جعفر نے پکڑا اور وہ شہید ہو گئے۔ پھر (جھنڈا) ابن رواحہ نے پکڑا اور وہ شہید ہو گئے۔ (یہ کہتے ہوئے) آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ (پھر فرمایا:) حتی کہ جھنڈے کو اللہ تعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک تلوار (حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے پکڑا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو فتح عطا فرمائی۔(2)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک شخص حضور ﷺ کے پاس آیا۔ آپ نے اپنی ازواج مطہرات کی طرف آدمی بھیجا تو انہوں نے جواب دیا: ہمارے پاس تو سوائے پانی کے کچھ نہیں۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا: اس (مسافر) کو کون اپنے ساتھ ملائے گا، یا فرمایا: کون اس کی میزبانی کرے گا؟ ایک انصاری نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ میں (اس کی میزبانی کروں گا)۔ وہ انصاری اس مہمان کو لے کر اپنی اہلیہ کے پاس آیا اور کہا: حضور ﷺ کے مہمان کی تکریم کرو۔ اس نے جواب دیا: ہمارے پاس تو بچوں کے کھانے کے سوا کچھ نہیں۔ اس (انصاری) نے کہا: کھانا تیار کرو۔ چراغ جلاؤ اور اپنے بچوں کو سلا دو۔ جب انہوں نے کھانا کھانے کا ارادہ کیا تو اس عورت نے کھانا تیار کیا، چراغ جلایا اور بچوں کو سلا دیا۔ پھر وہ چراغ کو درست کرنے کے بہانے اٹھی اور اسے گل کر دیا۔ وہ مہمان پر یہ ظاہر کرتے رہے کہ وہ کھانا کھا رہے ہیں (حالانکہ وہ کھانا نہیں کھا رہے تھے) انہوں نے خالی پیٹ رات گزاری۔ جب صبح ہوئی اور وہ انصاری حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: آج رات جو کچھ تم نے کیا ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے ضحک فرمایا ہے، یا فرمایا: تعجب فرمایا ہے (یعنی اپنی رضا کا اظہار فرمایا ہے۔) اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَيُؤْثِرُونَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ ...... الآیہ۔(3) (حشر:9)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا:

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 512 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 531 3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 536

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موت پر عرش نے جنبش کی ...... الحدیث۔(1)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: جب نجاشی کا انتقال ہوا تو حضور ﷺ نے فرمایا: آج ایک صالح آدمی فوت ہو گیا ہے۔ اٹھو، اور اپنے بھائی اصحمہ کی نماز جنازہ پڑھو۔(2)

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا: آپ نے اپنے چچا (ابو طالب) کو کیا نفع پہنچایا ہے، جب کہ وہ آپ کا خیال رکھا کرتے تھے اور آپ کی خاطر غضب ناک ہو جایا کرتے تھے؟ فرمایا: وہ ٹخنے ٹخنے تک آگ میں ہیں اور اگر میں نہ ہوتا تو وہ آگ کے سب سے نچلے طبقے میں ہوتے۔(3)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا: جب قریش نے (سفر معراج کے متعلق) میری بات کو جھٹلایا تو میں مقام حجر میں کھڑا ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو میرے سامنے منکشف کر دیا۔ میں اس کو دیکھ دیکھ کر انہیں اس کی نشانیاں بتانے لگا۔(4)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جب آدمی سوتا ہے تو شیطان اس کے سر کے پچھلے حصے پر گرہیں لگاتا ہے۔ اور گرہ کو اس کے مقام پر لگاتے ہوئے کہتا ہے: تم پر رات طویل ہے، سو جاؤ۔ اگر وہ جاگے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے۔ اگر وضو کرے تو ایک گرہ (مزید) کھل جاتی ہے۔ اور اگر نماز پڑھ لے تو ساری گرہیں کھل جاتی ہیں اور وہ صبح کو تازہ دم اور ہشاش بشاش ہو جاتا ہے، وگرنہ وہ صبح کو افسردہ اور سست ہوتا ہے۔(5)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ کو منبر پر خطبے کے دوران یہ ارشاد فرماتے سنا: سانپوں کو مارو، دو دھاریوں والے اور دم کٹے سانپوں کو مارو کیونکہ وہ بینائی ختم کرنے اور حمل ساقط کرنے کا سبب بنتے ہیں ...... الحدیث۔(6)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: جب مرغ کی اذان سنو تو اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل کی التجا کرو کیونکہ اس (مرغ) نے فرشتے کو دیکھا ہے۔ اور جب تم گدھے کی ہنہناہٹ سنو تو شیطان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو کیونکہ اس (گدھے) نے شیطان کو دیکھا ہے۔(7)

حضرت عبد اللہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ جو صادق اور مصدوق ہیں، نے ہمیں

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 536 2۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 547 3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 548
4۔ ایضاً 5۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 463 6۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 466
7۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 466

بتایا: تم میں سے ہر ایک کے مادۂ تخلیق کو بطن مادر میں چالیس روز تک رکھا جاتا ہے۔ پھر اتنا ہی عرصہ وہ جمے ہوئے خون کی شکل میں رہتا ہے۔ پھر اتنا ہی عرصہ گوشت کے ٹکڑے کی شکل میں رہتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اس کے پاس فرشتے کو چار کلمات کے ساتھ بھیجتا ہے۔ وہ اس کا عمل، اس کی موت کا وقت، اس کا رزق اور اس کا خوش بخت ہونا یا بد بخت ہونا لکھ دیتا ہے۔ پھر اس میں روح پھونکی جاتی ہے۔ اور ایک شخص (ساری زندگی) دوزخیوں والے کام کرتا رہتا ہے حتی کہ اس کے اور دوزخ کے درمیان گز بھر کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو اس کا نوشتہ تقدیر اس پر سبقت لے جاتا ہے اور وہ جنتیوں والے کام کرتا ہے اور جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔ اور ایک شخص (ساری زندگی) جنتیوں والے کام کرتا رہتا ہے حتی کہ اس کے اور جنت کے درمیان (محض) گز بھر کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو اس کا نوشتہ تقدیر سبقت لے جاتا ہے اور وہ دوزخیوں والے کام کرتا ہے اور دوزخ میں چلا جاتا ہے۔ (1)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: حضرت آدم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کے درمیان بحث ہوئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت آدم علیہ السلام سے کہا: آپ وہ آدم ہیں کہ آپ کی خطا نے آپ کو جنت سے نکال دیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے ان کو جواب دیا: آپ موسیٰ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت اور کلام کے ذریعہ برگزیدہ کیا ہے۔ پھر (اس کے باوجود) تم اس بات پر مجھے ملامت کرتے ہو جو میری تخلیق سے پہلے ہی میرے لیے مقدر کر دی گئی تھی۔ حضور ﷺ نے فرمایا: حضرت آدم علیہ السلام دوبار بحث میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر غالب آئے۔ (2)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جو بچہ بھی پیدا ہوتا ہے، پیدائش کے وقت، شیطان اسے چھوتا ہے اور شیطان کے چھونے کی وجہ سے وہ چیخ کی آواز نکالتا ہے۔ سوائے حضرت مریم اور ان کے بیٹے کے (یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے)...... الحدیث۔ (3)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا: اس کلونجی میں ہر مرض کی شفا ہے، سوائے سام کے۔ میں نے عرض کیا: ''سام'' سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: موت۔ (4)

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت حسان (بن ثابت) رضی

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 469　2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 484
3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 652　4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 849

اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: ان (کافروں) کی ہجو کرو، یا فرمایا: ان کی ہجو گوئی کا جواب دو اور جبرائیل علیہ السلام تمہارے ساتھ ہیں۔(1)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: حضور ﷺ بیدار ہوئے اور فرمایا: سبحان اللہ، کتنے خزانے اور کتنے فتنے نازل ہوئے ہیں۔ کون ہے، جو ان حجروں والیوں کو جگائے؟ اس سے آپ کی مراد ازواج مطہرات تھی تا کہ وہ نماز پڑھیں۔ کتنی عورتیں ایسی ہیں جنہوں نے دنیا میں لباس پہن رکھا ہے لیکن آخرت میں بے لباس ہوں گی۔(2)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: (ایک روز) حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: آج رات میں نوے بیویوں سے مجامعت کروں گا اور ان میں سے ہر ایک، ایک شہسوار کو جنم دے گی جو راہ خدا میں جہاد کرے گا۔ اس پر ان کے ایک حواری نے عرض کیا: آپ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ کہیں۔ انہوں نے (بھول کر) اِنْ شَآءَ اللّٰهُ نہ کہا۔ آپ نے ان تمام عورتوں سے مجامعت کی لیکن ان میں سے کوئی عورت حاملہ نہ ہوئی سوائے ایک کے جس نے ایک نامکمل مرد (بچے) کو جنم دیا۔ (حضور ﷺ نے فرمایا:) اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے، اگر آپ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ کہتے تو وہ سب راہ خدا میں شہسوار بن کر جہاد کرتے۔(3)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:...... بے شک جنت میں سو درجے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے راہ خدا میں جہاد کرنے والوں کے لیے تیار کر رکھا ہے۔ ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا فاصلہ زمین و آسمان کے درمیان ہے۔ جب اللہ تعالیٰ سے مانگو تو جنت الفردوس مانگا کرو کیونکہ وہ جنت کا افضل ترین اور اعلیٰ ترین درجہ ہے اور اس کے اوپر اللہ تعالیٰ کا عرش ہے جس سے جنت کی نہریں نکلتی ہیں...... الحدیث۔(4)

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں اور میرے وہ ساتھی جو میرے ہمراہ کشتی میں آئے تھے، بقیع بطحان میں ٹھہرے ہوئے تھے اور حضور ﷺ مدینہ طیبہ میں تشریف فرما تھے۔ ہر روز عشاء کی نماز کے وقت ان میں سے کچھ لوگ باری باری، حضور ﷺ کی خدمت میں حاضری دیتے تھے۔ ایک روز میں اور میرے ساتھی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور ﷺ اپنے کسی کام میں مصروف تھے اور آپ نے عشاء کی نماز مؤخر کر دی حتیٰ کہ آدھی رات کا وقت ہو گیا۔ پھر حضور ﷺ باہر تشریف لائے اور صحابہ کرام کو نماز پڑھائی۔ جب نماز سے فارغ

1۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 909
2۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 918
3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 982
4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 1104

ہوئے تو حاضرین سے فرمایا: اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھے رہو۔ میں تمہیں کچھ بتانا چاہتا ہوں جو تمہارے لیے خوشخبری ہے۔ یہ تم پر اللہ تعالیٰ کا (خصوصی) فضل ہے کہ اس گھڑی تمہارے بغیر اور کوئی شخص نہیں جو نماز پڑھ رہا ہو؟ یا فرمایا: جس نے اس گھڑی نماز ادا کی ہو...... حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: حضور ﷺ سے جو خوشخبری ہم نے سنی تھی اس کی وجہ سے ہم خوشی خوشی واپس لوٹے۔(1)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ کے پاس سے ایک یہودی کو گزارا گیا جس کا منہ کالا کیا گیا تھا اور جس کو کوڑے لگائے گئے تھے۔ حضور ﷺ نے ان (یہودیوں) کو بلایا اور ان سے پوچھا: کیا تم اپنی کتاب میں زانی کی حد یہی پاتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں۔ آپ نے ان کے ایک عالم کو طلب فرمایا اور اس سے فرمایا: میں تجھے اس ذات کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل فرمائی، کیا تم اپنی کتاب میں زانی کی حد یہی پاتے ہو؟ اس نے کہا: نہیں۔ اور اگر آپ مجھے یہ قسم نہ دیتے تو میں آپ کو کبھی نہ بتاتا۔ ہم زانی کی حد تورات میں رجم پاتے ہیں...... الحدیث۔(2)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: دو عورتیں اپنے دو بچوں کے ہمراہ تھیں کہ ایک بھیڑیا آیا اور ان میں سے ایک کے بچے کو اٹھا کر لے گیا۔ ایک عورت نے اپنی ساتھی عورت سے کہا: بھیڑیا تیرے بچے کو اٹھا کر لے گیا ہے۔ دوسری عورت نے کہا: وہ تیرے بچے کو اٹھا کر لے گیا ہے۔ انہوں نے اپنا مقدمہ حضرت داؤد علیہ السلام کے سامنے پیش کیا۔ آپ نے بڑی کے حق میں فیصلہ فرما دیا۔ وہ دونوں عورتیں حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئیں اور انہیں ساری بات بتائی۔ آپ نے فرمایا: مجھے چھری لا کر دو تا کہ میں اس (زندہ) بچے کو دو حصے کر کے تم دونوں کے درمیان تقسیم کروں۔ چھوٹی نے عرض کیا: نہیں، اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے (آپ ایسے نہ کریں) یہ بچہ اسی عورت کا ہے۔ اس پر آپ نے چھوٹی کے حق میں فیصلہ فرما دیا...... الحدیث۔(3)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا، برکت گھوڑوں کی پیشانیوں میں ہے۔(4)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جس کسی کو راہ خدا میں زخم آتا ہے، اور یہ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ کس کا زخم راہ خدا میں ہے، وہ قیامت کے روز اس حالت میں آئے گا کہ اس کے زخم سے خون بہہ رہا ہوگا۔ اس کا رنگ خون کا سا ہوگا اور اس کی خوشبو

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 70

2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 77

3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 133

4۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 229

کستوری جیسی ہوگی۔(1)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: کچھ لوگ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: ہمارے ساتھ کچھ آدمی روانہ فرمایئے جو قرآن وسنت کی تعلیم دیں۔ آپ نے ان کے ہمراہ انصار میں سے ستر آدمی بھیجے جن کو قراء کہا جاتا تھا۔ ان میں میرے ماموں حرام بھی تھے۔ وہ لوگ رات کو قرآن حکیم پڑھتے اور (علم دین) سیکھا کرتے تھے اور دن کے وقت پانی لا کر مسجد میں رکھتے تھے اور لکڑیاں کاٹ کر لاتے تھے اور انہیں بیچ کر اہل صفہ اور فقراء کے لیے کھانا خریدا کرتے تھے۔ حضور ﷺ نے ان قراء کو ان لوگوں کی طرف بھیج دیا۔ وہ لوگ راستے میں ان کے درپے ہو گئے اور اپنی منزل پر پہنچنے سے پہلے ہی ان کو شہید کر دیا۔ ان قراء نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی: اے اللہ تعالیٰ! ہماری طرف سے ہمارے نبی ﷺ تک یہ خبر پہنچا دے کہ ہم نے تجھ سے ملاقات کا شرف حاصل کر لیا ہے (یعنی شہید ہو گئے ہیں) اور ہم تجھ سے خوش ہیں اور تو ہم سے خوش ہے۔ راوی کہتے ہیں: ایک آدمی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ماموں حرام کے پیچھے کی طرف سے آیا اور انہیں نیزہ مارا جو ان کے جسم کے پار ہو گیا۔ اس پر حضرت حرام نے فرمایا: رب کعبہ کی قسم، میں کامیاب ہو گیا ہوں۔ حضور ﷺ نے (مدینہ طیبہ میں) اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے فرمایا: تمہارے بھائیوں کو شہید کر دیا گیا ہے۔ انہوں نے دعا کی تھی: اے اللہ تعالیٰ! ہماری طرف سے ہمارے نبی ﷺ تک یہ بات پہنچا دے کہ ہم نے تجھ سے ملاقات کا شرف حاصل کر لیا ہے اور ہم تجھ سے راضی ہیں اور تو ہم سے راضی ہے۔(2)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جب رات آ جائے یا شام کا وقت ہو تو اپنے بچوں کو (باہر نکلنے سے) روک دو۔ کیونکہ اس وقت شیاطین پھیل جاتے ہیں اور جب رات کا کچھ حصہ گزر جائے تو ان (بچوں) کو چھوڑ دو، دروازے بند کر دو اور اللہ تعالیٰ کو یاد کرو کیونکہ شیطان بند دروازہ نہیں کھول سکتا۔ اپنی مشکوں کے منہ باندھو اور اللہ تعالیٰ کا نام لو، برتنوں کو ڈھانپو اور اللہ تعالیٰ کو یاد کرو خواہ ان کے اوپر کوئی چیز رکھ دو اور چراغ گل کر دیا کرو۔(3)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا: برتنوں کو ڈھانپ دیا کرو اور مشکوں کے منہ باندھ دیا کرو کیونکہ ہر سال میں ایک رات ایسی آتی ہے جس میں ایک وبا نازل ہوتی ہے جو ہر اس برتن میں داخل ہو جاتی ہے جسے ڈھانپا نہ گیا ہو اور ہر اس مشک میں داخل ہو جاتی ہے جس کا منہ باندھا نہ گیا ہو۔(4)

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 133
2۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 139
3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 71-170
4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 171

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو جنت میں مصور فرمایا تو انہیں جتنا عرصہ چاہا اسی حال میں رہنے دیا۔ شیطان آپ کے اردگرد چکر لگانے لگا اور سوچنے لگا کہ یہ کون ہے۔ جب اس نے دیکھا کہ اس کے اندر خلا ہے تو وہ سمجھ گیا کہ یہ ایسی مخلوق ہے جو اپنے آپ پر قابو نہیں رکھ سکے گی۔(1)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی سے جنگ کرے تو چہرے پر وار کرنے سے اجتناب کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو بلاتمثیل اپنی صورت پر تخلیق فرمایا ہے۔(2)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ ایک سفر سے واپس تشریف لائے۔ جب مدینہ طیبہ کے قریب پہنچے تو سخت ہوا چلی گویا سوار کو دفن کر دیتی۔ راوی کا خیال ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: یہ ہوا ایک منافق کی موت پر بھیجی گئی ہے۔ جب آپ مدینہ طیبہ پہنچے تو منافقوں میں سے ایک بڑا منافق مر چکا تھا۔(3)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جب بندے کو قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے ساتھی واپس جاتے ہیں تو وہ ان کے قدموں کی چاپ سنتا ہے۔ فرمایا: (پھر) اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اس کو (اٹھا کر) بٹھاتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں: تو اس شخص (حضرت محمد ﷺ) کے متعلق کیا کہا کرتا تھا؟ فرمایا: جہاں تک مومن کا تعلق ہے، وہ تو کہے گا: میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ فرمایا: اس سے کہا جائے گا: تم دوزخ میں اپنے ٹھکانے کی طرف دیکھو جس کے بدلے میں تجھے جنت کا ٹھکانا عطا کر دیا گیا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: وہ ان دونوں (جنت اور دوزخ میں اپنے ٹھکانوں) کو دیکھ لیتا ہے...... الحدیث۔(4)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: فرشتوں کو نور سے پیدا کیا گیا ہے۔ جنات کو بھڑکتی ہوئی آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور آدم کو اس چیز سے پیدا کیا گیا ہے جو تمہیں بتادی گئی ہے۔(5)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: لید اور ہڈیوں سے استنجا نہ کیا کرو کیونکہ یہ تمہارے بھائی جنات کی خوراک ہے۔(6)

1۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 327 2۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 327 3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 370
4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 386 5۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 413 6۔ جامع الترمذی، جلد 1، صفحہ 5

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ سے یہ حدیث سنی کہ آپ نے فرمایا، قیامت کی نشانیوں میں سے یہ (بھی) ہے کہ علم کو اٹھا لیا جائے گا۔ جہالت کا غلبہ ہوگا، بدکاری عام ہوگی، شراب پی جائے گی، عورتوں کی تعداد بڑھ جائے گی اور مردوں کی تعداد کم ہو جائے گی حتیٰ کہ پچاس عورتوں کے امور کا نگران (محض) ایک (مرد) ہوگا...... الحدیث (1)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: میری امت کی (اوسط) عمر ساٹھ سے ستر سال تک ہوگی...... الحدیث۔ (2)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے مجھے شرف ملاقات بخشا تو مجھ سے فرمایا: جابر! کیا بات ہے، میں تمہیں آزردہ دیکھتا ہوں؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ میرے والد ماجد شہید ہو گئے ہیں اور اپنے پیچھے اہل و عیال اور قرض چھوڑ گئے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں یہ بشارت نہ دوں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے والد ماجد کو کیسے شرف ملاقات بخشا ہے؟ انہوں (میں) نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ ضرور ارشاد فرمائیے۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے کبھی کسی سے کلام نہیں فرمایا مگر پردے کے پیچھے سے۔ اور تیرے باپ کو اللہ تعالیٰ نے زندہ کیا اور ان سے روبرو خطاب کیا اور فرمایا: اے میرے بندے! میرے سامنے اپنی تمنا کا اظہار کرو میں تمہیں وہ عطا فرما دوں گا۔ انہوں نے عرض کیا: اے میرے رب! (میری تمنا یہ ہے کہ) تو مجھے زندگی عطا فرمائے تاکہ دوبارہ تیرے راستے میں جام شہادت نوش کروں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: میرا یہ فیصلہ پہلے صادر ہو چکا ہے کہ وہ (موت کا ذائقہ چکھنے والے) واپس نہیں لوٹائے جائیں گے۔ اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ...... الآیہ (آل عمران: 169) یعنی جو راہ خدا میں شہید ہو جائیں انہیں مردہ گمان بھی نہ کرو۔ (3)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: یہودی حضور ﷺ کے پاس آئے اور کہا: اے ابو القاسم! (ﷺ) ہمیں رعد (آسمانی بجلی) کے متعلق بتائیے کہ وہ کیا ہے۔ فرمایا: وہ فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہے جس کے ذمہ بادلوں کا انتظام ہے۔ اس کے پاس آگ سے بنے ہوئے کوڑے ہیں جن کے ساتھ وہ بادلوں کو ہانک کر جہاں اللہ تعالیٰ چاہتا ہے لے جاتا ہے۔ انہوں (یہودیوں) نے پوچھا: یہ آواز جو ہم سنتے ہیں، وہ کیا ہے؟ فرمایا: وہ اس جھڑک کی آواز ہے جس کے ذریعہ وہ بادلوں کو اس جگہ لے جاتا ہے جہاں لے جانے کا اسے حکم ملتا ہے۔ یہودی کہنے لگے: آپ نے سچ فرمایا ہے۔ پھر انہوں نے پوچھا: ہمیں ان چیزوں کے متعلق بتائیے جن کو حضرت یعقوب علیہ

1۔ ایضاً جلد 2، صفحہ 43 2۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 56 3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 125

السلام نے اپنے اوپر حرام کیا تھا۔ فرمایا: وہ (حضرت یعقوب علیہ السلام) عرق النساء کے مرض میں مبتلا ہوئے تو انہیں اونٹوں کے گوشت اور دودھ کے علاوہ کوئی چیز اپنی طبیعت کے موافق نہ لگی۔ اس لیے ان چیزوں کو آپ نے اپنے اوپر حرام کر دیا۔ انہوں نے کہا: آپ نے سچ فرمایا ہے۔(1)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ آسمان پر کسی کام کا فیصلہ فرماتا ہے تو فرشتے اللہ تعالیٰ کے قول پر، عاجزی سے، اپنے پر پھڑ پھڑاتے ہیں، گویا چکنی چٹان پر زنجیر گری ہو۔ اور جب ان کے دلوں سے خوف دور ہوتا ہے تو کہتے ہیں: تمہارے پروردگار نے کیا فرمایا ہے؟ وہ (مقرب فرشتے) جواب دیتے ہیں: اس نے حق فرمایا ہے اور وہ بزرگی اور عظمت والا ہے۔ فرمایا: اور شیاطین (چوری چھپے سننے کے لیے) ایک دوسرے کے اوپر موجود ہوتے ہیں۔(2)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: بعض یہودیوں نے بعض صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے پوچھا: کیا تمہارے نبی کو اس بات کا علم ہے کہ دوزخ کے داروغوں کی تعداد کتنی ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ہم نہیں جانتے، جب تک کہ ہم حضور ﷺ سے پوچھ نہ لیں۔ ایک آدمی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اے محمد! (ﷺ) آج آپ کے صحابہ مغلوب ہو گئے ہیں۔ آپ نے پوچھا: کس بات میں مغلوب ہوئے ہیں؟ اس نے جواب دیا: یہودیوں نے ان سے پوچھا کہ کیا تمہارے نبی دوزخ کے داروغوں کی تعداد جانتے ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ ہمیں علم نہیں ہے جب تک کہ ہم حضور ﷺ سے پوچھ نہ لیں۔ آپ نے فرمایا: کیا وہ لوگ مغلوب ہوتے ہیں جن سے ایک ایسی چیز کے متعلق پوچھا جائے جو ان کے علم میں نہ ہو تو وہ کہیں کہ ہم نہیں جانتے جب تک کہ اپنے نبی ﷺ سے پوچھ نہ لیں؟ لیکن ان لوگوں (یہودیوں) نے تو اپنے نبی سے یہ سوال بھی کیا تھا کہ وہ انہیں اللہ تعالیٰ واضح طور پر دکھا دیں۔ ان دشمنان خدا کو میرے پاس لے آؤ۔ میں ان سے جنت کی مٹی کے متعلق پوچھوں گا، جب کہ وہ نرم و ملائم مٹی ہے۔ جب وہ یہودی آئے تو کہا: اے ابوالقاسم! (ﷺ) جہنم کے داروغوں کی تعداد کتنی ہے؟ آپ نے جواب دیا: اتنی اتنی ان کی تعداد ہوتی ہے۔ کبھی دس اور کبھی نو۔ انہوں نے جواب دیا: ہاں۔ (ٹھیک ہے) حضور ﷺ نے ان سے پوچھا: جنت کی مٹی کیا چیز ہے؟ وہ تھوڑی دیر خاموش رہے اور پھر کہا: اے ابوالقاسم! وہ روٹی کی طرح ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: نرم و ملائم مٹی کی روٹی کی طرح۔(3)

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میری والدہ نے مجھ سے پوچھا کہ

1- جامع ترمذی، جلد2، صفحہ140　　2- جامع ترمذی، جلد2، صفحہ154　　3- ایضاً، جلد2، صفحہ168

بارگاہ رسالت میں حاضری دیے تمہیں کتنا عرصہ ہو گیا ہے تو میں نے جواب دیا: اتنے عرصے سے بارگاہ رسالت میں حاضر نہیں ہو سکا۔ وہ مجھ سے خفا ہوئیں۔ میں نے عرض کیا: مجھے اجازت دیں کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضری دوں، آپ کے ساتھ نماز مغرب ادا کروں اور آپ سے درخواست کروں کہ آپ ﷺ میرے لیے اور آپ کے لیے دعائے مغفرت فرمائیں۔ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے ساتھ نماز مغرب ادا کی۔ آپ نماز میں مشغول رہے حتی کہ آپ نے عشا کی نماز ادا کی۔ پھر آپ واپس مڑے تو میں آپ کے پیچھے چل دیا۔ آپ نے میری آواز سنی تو فرمایا: یہ کون ہے، کیا یہ حذیفہ ہے؟ میں نے عرض کیا: ہاں، یا رسول اللہ! ﷺ آپ نے فرمایا: تمہاری حاجت کیا ہے، اللہ تعالیٰ تیری اور تیری والدہ کی مغفرت فرمائے۔ پھر فرمایا: یہ فرشتہ ہے جو اس سے پہلے کبھی زمین پر نہیں اترا۔ اس نے اللہ تعالیٰ سے اس بات کا اذن طلب کیا کہ وہ مجھ کو سلام کہے اور مجھے اس بات کی بشارت دے کہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جنتی عورتوں کی سردار ہیں اور حسن اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔(1)

حضرت رفاعہ بن رافع الزرقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک روز ہم حضور ﷺ کی اقتداء میں نماز ادا کر رہے تھے۔ جب حضور ﷺ نے رکوع سے سر اٹھایا تو پڑھا: سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ ''اللہ تعالیٰ سنتا ہے جو اس کی حمد کرتا ہے''۔ آپ کے پیچھے کھڑے ہوئے ایک شخص نے کہا: اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْدُ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُّبَارَکًا فِیْہِ ''اے اللہ تعالیٰ! اے ہمارے رب! تمام حمد تیرے لیے ہے، ایسی حمد جو کثیر ہے، پاک ہے اور بابرکت ہے''۔ جب حضور ﷺ نے نماز سے رخ انور پھیرا تو فرمایا: یہ کلمات ابھی ابھی کس نے ادا کیے ہیں؟ اس شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ میں نے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: میں نے تیس سے کچھ زیادہ فرشتوں کو دیکھا ہے کہ وہ اس بات میں مسابقت کر رہے تھے کہ ان میں سے کون ان کلمات کو پہلے لکھتا ہے۔(2)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے اپنے صحابہ کو طلب فرمایا اور بدر کی طرف روانہ ہوئے۔ انہیں قریش کے پانی بردار اونٹ نظر آئے جن کے ساتھ بنوحجاج کا ایک سیاہ فام غلام بھی تھا۔ حضور ﷺ کے صحابہ نے اس غلام کو پکڑ لیا اور اس سے پوچھنے لگے کہ ابوسفیان کہاں ہے۔ اس نے جواب دیا: خدا کی قسم، مجھے ابوسفیان کے متعلق کسی چیز کا علم نہیں ہے البتہ یہ قریش ہیں جو پہنچ چکے ہیں۔ ان میں ابوجہل، عتبہ و شیبہ پسران ربیعہ اور امیہ بن خلف بھی ہیں۔ جب وہ غلام ان (صحابہ) کو یہ بتاتا تو وہ اسے مارتے۔ وہ کہتا: مجھے چھوڑو، مجھے چھوڑو، میں تمہیں بتاتا ہوں۔ جب وہ

1۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 219 2۔ سنن ابی داؤد، جلد 1، صفحہ 119

اسے چھوڑتے تو وہ کہتا: خدا کی قسم، مجھے ابوسفیان کے متعلق کچھ علم نہیں، البتہ یہ قریشی آ گئے ہیں۔ ان میں ابوجہل، عتبہ و شیبہ پسران ربیعہ اور امیہ بن خلف بھی ہیں اور وہ پہنچ چکے ہیں۔ اس وقت حضور ﷺ نماز ادا فرما رہے تھے اور آپ اس (کارروائی) کو سن رہے تھے۔ جب آپ ﷺ نے نماز سے رخ پھیرا تو فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، وہ جب تم سے سچ بولتا ہے تو تم اس کو مارتے ہو اور جب جھوٹ بولتا ہے تو اسے چھوڑ دیتے ہو۔ یہ قریش پہنچ چکے ہیں تاکہ ابوسفیان (اور اس کے قافلے) کی حفاظت کر سکیں۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: یہ فلاں کے گرنے کی جگہ ہے اور آپ نے اپنا دست اقدس زمین پر رکھا۔ اور کل یہ فلاں کے گرنے کی جگہ ہوگی اور آپ نے اپنا دست مبارک زمین پر رکھا۔ اور کل یہ فلاں کے پچھڑنے کی جگہ ہوگی اور آپ نے اپنا دست مبارک زمین پر رکھا اور کل یہ فلاں کے پچھڑنے کی جگہ ہوگی اور آپ نے اپنا دست مبارک زمین پر رکھا۔ راوی کہتے ہیں: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، ان میں سے کوئی بھی اس جگہ سے ادھر ادھر نہیں گرا جہاں حضور ﷺ نے ہاتھ رکھا تھا...... الحدیث۔ (1)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ وادی القریٰ کی طرف روانہ ہوئے۔ حضور ﷺ کو ایک غلام بطور عطیہ پیش کیا گیا تھا جس کا نام مدعم تھا۔ جب وہ وادی القریٰ میں پہنچے تو مدعم حضور ﷺ کے کجاوے کو کھینچ رہا تھا کہ ایک تیر آیا اور اس سے مدعم فوت ہو گیا۔ لوگ کہنے لگے: اسے جنت مبارک ہو۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ہرگز نہیں، اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، وہ چوری چادر جو اس نے خیبر کے دن مغانم کی تقسیم سے پہلے لے لی تھی وہ اس پر آگ بھڑکا رہی ہے۔ لوگوں نے جب یہ بات سنی تو ایک شخص ایک یا دو تسمے لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: یہ آگ کا ایک تسمہ یا دو تسمے ہیں۔ (2)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا، جب کہ ہم آپ کی معیت میں طائف کی طرف روانہ ہوئے اور ہم ایک قبر کے پاس سے گزرے، تو حضور نے فرمایا: یہ ابورغال کی قبر ہے۔ وہ حرم میں ٹھہرا ہوا تھا اور اس طرح اپنے آپ کو (عذاب سے) بچا رہا تھا۔ جب وہ (حرم کی حدود سے) باہر نکلا تو اس کو اسی عذاب نے آلیا جو اسی مقام پر اس کی قوم پر نازل ہوا تھا اور اس کو اس مقام پر دفن کر دیا گیا۔ اور اس بات کی دلیل یہ ہے کہ اس کے ساتھ ایک سونے کی شاخ بھی دفن کی گئی تھی۔ اگر تم قبر کو کھودو گے تو وہ شاخ تمہیں مل جائے گی۔ لوگوں نے جلدی جلدی قبر کو کھودا اور وہ شاخ نکال لی۔ (3)

1۔ سنن ابی داؤد، جلد 2، صفحہ 8 2۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 14 3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 84

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک شخص بیمار ہوا اور (اس کے اہل خانہ نے) اس پر رونا شروع کر دیا۔ اس کا پڑوسی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ فلاں شخص فوت ہو گیا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: تمہیں اس کا کیسے علم ہوا؟ اس نے عرض کیا: میں نے اس کو (مراہوا) دیکھا ہے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ فوت نہیں ہوا۔ راوی کہتے ہیں: وہ شخص واپس آیا اور (دیکھا کہ) اس پر آہ و بکا ہو رہی ہے۔ وہ (پھر) حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: وہ فوت ہو گیا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: وہ فوت نہیں ہوا۔ راوی کہتے ہیں: وہ شخص واپس آیا (تو دیکھا کہ) اس پر آہ و بکا ہو رہی تھی۔ اس (مریض) کی بیوی نے اس (پڑوسی) سے کہا: حضور ﷺ کی خدمت میں جاؤ اور آپ کو اطلاع کرو۔ اس آدمی نے کہا: اے اللہ تعالیٰ! اس پر لعنت فرما۔ راوی کہتے ہیں: پھر وہ شخص گیا تو دیکھا کہ اس (مریض) نے اپنے آپ کو تیر کے اس پھل سے ذبح کر لیا تھا جو اس کے پاس موجود تھا۔ وہ (پھر) حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ وہ شخص فوت ہو گیا ہے۔ حضور ﷺ نے پوچھا: تمہیں اس کا علم کیسے ہوا؟ اس نے عرض کیا: میں نے اس کو دیکھا کہ وہ اپنے آپ کو تیر کے پھل سے ذبح کر رہا تھا۔ آپ نے پوچھا: کیا تم نے یہ دیکھا ہے؟ اس نے عرض کیا: ہاں، یا رسول اللہ! ﷺ آپ نے فرمایا: پھر میں اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھوں گا۔ (1)

ایک انصاری سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ہم حضور ﷺ کی معیت میں ایک جنازہ کے لیے نکلے۔ میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ قبر پر (کھڑے) تھے اور گورکن کو ہدایت دے رہے تھے کہ پائینتی کی طرف سے قبر کو وسیع کرو۔ سرہانے کی طرف سے قبر کو وسیع کرو۔ جب حضور ﷺ واپس مڑے تو ایک خاتون کی طرف سے دعوت دینے والا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ (اس عورت کے گھر) تشریف لے گئے۔ آپ کی خدمت میں کھانا حاضر کیا گیا۔ آپ ﷺ نے کھانے میں ہاتھ ڈالا۔ لوگوں نے بھی کھانے میں ہاتھ ڈالے اور کھانے لگے۔ ہمارے بزرگوں نے دیکھا کہ حضور ﷺ لقمہ کو اپنے دہن مبارک میں آہستہ آہستہ چبا رہے تھے (اور اسے نگل نہیں رہے تھے) پھر آپ نے فرمایا: مجھے محسوس ہوتا ہے کہ یہ ایسی بکری کا گوشت ہے جس کو اس کے مالک کی اجازت کے بغیر لیا گیا ہے۔ اس عورت نے حضور ﷺ کی خدمت میں آدمی بھیج کر عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ میں نے بقیع میں بکری خریدنے کے لیے آدمی بھیجا لیکن بکری نہ ملی۔ پھر میں نے اپنے پڑوسی کے پاس آدمی بھیجا، جس نے ایک بکری خریدی تھی، کہ وہ بکری اس کی قیمت کے بدلے مجھے دے دے لیکن وہ (پڑوسی) نہ ملا۔ پھر میں نے اس پڑوسی کی بیوی کے پاس آدمی بھیجا تو اس نے بکری میرے پاس بھیج دی۔ حضور

1۔ سنن ابی داؤد، جلد 2، صفحہ 98

ﷺ نے فرمایا: تم یہ کھانا قیدیوں کو کھلا دو۔ (1)

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ہم جب حضور ﷺ کی معیت میں کھانے پر حاضر ہوتے تھے تو اس وقت تک ہم میں سے کوئی بھی کھانے میں ہاتھ نہیں ڈالتا تھا جب تک کہ حضور ﷺ کھانا تناول کرنا شروع نہیں فرما دیتے تھے۔ ہم آپ کی معیت میں ایک کھانے پر حاضر ہوئے۔ ایک اعرابی آیا، گویا اسے دھکیل کر لایا جا رہا تھا۔ وہ کھانے میں ہاتھ ڈالنے لگا تو حضور ﷺ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ پھر ایک لڑکی آئی، گویا اس کو پیچھے سے دھکیلا جا رہا تھا اور وہ کھانے میں ہاتھ ڈالنے لگی۔ راوی کہتے ہیں: حضور ﷺ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا: شیطان اس کھانے کو اپنے لیے جائز سمجھتا ہے جس پر خدا کا نام نہ لیا گیا ہو۔ شیطان اس اعرابی کے ساتھ آیا کہ کھانا کھا سکے تو میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ پھر وہ اس لڑکی کے ساتھ آیا تا کہ کھانا کھانے پر قادر ہو سکے تو میں نے اس لڑکی کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، اس (شیطان) کا ہاتھ ان دونوں (اعرابی اور لڑکی) کے ہاتھوں کے ساتھ میرے ہاتھ میں ہے۔ (2)

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ تشریف فرما تھے اور آپ کی معیت میں آپ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی بیٹھے تھے کہ ایک آدمی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درپے ہو گیا اور آپ کو اذیت پہنچائی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاموش رہے۔ پھر اس نے دوبارہ آپ کو اذیت پہنچائی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاموش رہے۔ پھر اس نے تیسری مرتبہ آپ کو اذیت پہنچائی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے انتقام لیا۔ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انتقام لیا تو حضور ﷺ اٹھ کھڑے ہوئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ کیا آپ خفا ہو گئے ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا: آسمان سے ایک فرشتہ نازل ہوا تھا جو ان باتوں کو جھٹلا رہا تھا جو وہ شخص تمہارے بارے میں کہہ رہا تھا۔ جب تم نے انتقام لیا تو شیطان در آیا۔ اور جہاں شیطان در آیا تھا، میں وہاں بیٹھنے والا نہیں تھا۔ (3)

حضرت عبداللہ الصنابحی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: سورج طلوع ہوتا ہے تو شیطان کا سینگ اس کے ساتھ ہوتا ہے۔ جب سورج بلند ہو جاتا ہے تو وہ سینگ اس سے جدا ہو جاتا ہے۔ پھر جب سورج نصف النہار پر پہنچتا ہے تو شیطان کا سینگ اس کے ساتھ مل جاتا ہے اور جب سورج ڈھلتا ہے تو وہ اس سے جدا ہو جاتا ہے۔ اور جب سورج غروب ہونے کے قریب ہوتا ہے تو وہ اس کے ساتھ مل جاتا ہے اور جب سورج غروب ہو جاتا ہے تو وہ اس سے جدا ہو

1۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 117 2۔ سنن ابی داؤد، جلد 2، صفحہ 73-172 3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 323

جاتا ہے۔ حضور ﷺ نے ان اوقات میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔(1)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ایک شخص کو (ایک مہم پر) لشکر کا امیر بنا کر بھیجا۔ وہ اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھاتے ہوئے قرآن حکیم کی قراءت کرتا اور قراءت کا اختتام سورۂ اخلاص (قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ) پر کرتا۔ جب وہ لوگ واپس (مدینہ طیبہ) لوٹے تو انہوں نے اس کا ذکر حضور ﷺ سے کیا۔ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: ان سے پوچھو کہ وہ ایسا کیوں کرتے ہیں۔ انہوں نے ان (امیر) سے پوچھا تو انہوں نے جواب دیا: چونکہ یہ (سورۃ) رحمن عزوجل کی صفت ہے اور میں اس کی تلاوت کو پسند کرتا ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ان کو بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ ان سے محبت فرماتا ہے۔(2)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کے کسی (دوسرے) صحابی سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جس رات مجھے معراج کرائی گئی اس رات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا، اس حال میں کہ وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔(3)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: (جنگ موتہ میں) حضرت زید اور حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے شہید ہونے کی خبر، وہاں سے خبر آنے سے پہلے حضور ﷺ نے دے دی تھی۔ آپ ان کے شہید ہونے کی خبر دے رہے تھے اور آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔(4)

حضرت سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ہم حضور ﷺ کی معیت میں ایک جنازے میں حاضر تھے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا فلاں قبیلے کا کوئی شخص یہاں موجود ہے؟ آپ نے یہ سوال تین مرتبہ پوچھا۔ (تیسری مرتبہ سوال کرنے پر) ایک شخص کھڑا ہوا تو حضور ﷺ نے اس سے فرمایا: پہلی مرتبہ تم نے میرے سوال کا جواب کیوں نہیں دیا؟ میں نے تمہاری بھلائی کی خاطر ہی تمہارا نام لے کر تمہیں نہیں پکارا تھا۔ پھر آپ ﷺ نے ان کے قبیلے کے ایک شخص کا نام لے کر فرمایا کہ وہ فوت ہو گیا ہے اور اس کا حال یہ ہے کہ وہ اپنے قرض میں محبوس ہے۔(5)

حضرت حارث بن حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ کی خدمت میں ایک چور پیش کیا گیا۔ آپ نے فرمایا: اس کو قتل کر دو۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ اس نے تو چوری کے جرم کا ارتکاب کیا ہے(6)۔ آپ نے فرمایا: اس کو قتل کر دو۔

1۔ سنن النسائی، جلد 1، صفحہ 95　2۔ سنن النسائی، جلد 1، صفحہ 155　3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 243

4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 265　5۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 232

6۔ چونکہ قرآن حکیم میں چوری کے جرم کی سزا قتل نہیں ہاتھ کاٹنا ہے اس لیے صحابہ کرام کو اس فرمان پر تعجب ہوا۔

انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ اس نے تو چوری کی ہے۔ آپ نے فرمایا: اس کا ہاتھ کاٹ دو۔ راوی کہتے ہیں: اس شخص نے پھر چوری کی تو اس کا پاؤں کاٹ دیا گیا۔ پھر اس نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں چوری کی تو اس کے تمام ہاتھ پاؤں کاٹ دیے گئے۔ پھر اس نے پانچویں بار چوری کی تو حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: حضور ﷺ اس وقت بھی اس بات کو (یعنی یہ بار بار چوری کرے گا) جانتے تھے جب آپ نے فرمایا تھا کہ اس کو قتل کر دو۔ پھر آپ نے اس کو قتل کرنے کے لیے قریش کے کچھ جوانوں کے سپرد کر دیا...... الحدیث۔ (1)

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: خیبر میں قبیلہ اشجع کا ایک شخص فوت ہو گیا۔ حضور ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے فرمایا: تم اپنے ساتھی کی نماز جنازہ پڑھو۔ (یعنی آپ نے خود اس کی نماز جنازہ پڑھنے سے اعراض فرمایا۔) حضور ﷺ کا یہ فرمان سن کر لوگ حیران ہوئے اور ان کے چہرے متغیر ہو گئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: تمہارے اس ساتھی نے راہ خدا میں (استعمال ہونے والے مال میں) خیانت کی ہے۔ زید (راوی) فرماتے ہیں: لوگوں نے اس کے سامان کی تلاشی لی تو اس میں یہودیوں کے منکوں میں سے چند منکے ملے جن کی مالیت دو درہم کے برابر بھی نہ تھی۔ (2)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ہم حضور ﷺ کی معیت میں مکہ اور مدینہ کے درمیان (سفر کر رہے) تھے کہ ہم ایک وادی کے پاس سے گزرے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: یہ وادی کون سی ہے؟ لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ یہ وادی الازرق ہے۔ آپ نے فرمایا: گویا میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں۔ آپ نے ان کے بالوں کی لمبائی کے متعلق کچھ فرمایا جو داؤد (راوی) کو یاد نہیں۔ آپ (حضرت موسیٰ علیہ السلام) نے اپنی انگلی کان میں ڈالی ہوئی ہے اور تلبیہ کے ساتھ بارگاہ خداوندی میں تضرع و انکساری کا اظہار کرتے ہوئے اس وادی سے گزر رہے ہیں۔ راوی کہتے ہیں: ہم پھر روانہ ہوئے اور ایک چوٹی پر پہنچے۔ آپ ﷺ نے پوچھا: یہ چوٹی کون سی ہے؟ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض کیا: یہ ہرشی یا لفت کی چوٹی ہے۔ آپ نے فرمایا: گویا میں حضرت یونس علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں۔ وہ سرخ اونٹنی پر سوار ہیں۔ انہوں نے اونی جبہ زیب تن کر رکھا ہے۔ ان کی اونٹنی کی مہار کھجور کی چھال کی ہے۔ اور وہ تلبیہ کہتے ہوئے اس وادی سے گزر رہے ہیں۔ (3)

حضرت عبد اللہ بن کنانہ بن عباس بن مرداس السلمی سے مروی ہے کہ ان کے والد نے انہیں اپنے

1۔ سنن النسائی، جلد 2، صفحہ 261 2۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 204 3۔ ایضاً، صفحہ 8-207

والد کی طرف سے یہ خبر دی کہ حضور ﷺ نے عرفہ کی شام اپنی امت کی مغفرت کے لیے دعا کی۔ آپ ﷺ کو (بارگاہ خداوندی سے) جواب ملا: میں نے ان (سب کو) معاف کر دیا ہے سوائے ظالم کے کیونکہ میں اس سے مظلوم کا (انتقام) لوں گا۔ آپ نے عرض کیا: اے پروردگار عالم! اگر تو چاہے تو مظلوم کو جنت عطا فرما دے اور ظالم کو بخش دے۔ اس شام آپ کو اس دعا کی قبولیت کی بشارت نہ ملی۔ اگلی صبح جب آپ مزدلفہ میں تھے تو آپ نے اپنی اس دعا کو دوہرایا تو آپ نے جو دعا کی تھی وہ قبول کر لی گئی۔ راوی کہتے ہیں: (اس پر) حضور ﷺ ہنسے یا راوی کہتے ہیں کہ آپ مسکرا دیے۔ حضرات ابو بکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے عرض کیا: ہمارے ماں باپ آپ پر قربان، اس گھڑی آپ ہنسا نہیں کرتے تھے، اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ خوشیاں عطا فرمائے، آپ کے ہنسنے کی وجہ کیا تھی؟ آپ نے فرمایا: دشمن خدا ابلیس کو جب پتا چلا کہ اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول فرمالی ہے اور میری امت کو بخش دیا ہے تو اس نے اپنے ہاتھوں میں مٹی لی اور اسے اپنے سر پر ڈالنے لگا اور ہلاکت وتباہی کی دہائیاں دینے لگا۔ اس کی اس پریشانی کو دیکھ کر مجھے ہنسی آ گئی۔(1)

حضرت نافع حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اے نافع! میرے خون کا دباؤ بڑھ گیا ہے، اس لیے میرے لیے پچھنے لگانے والے کو تلاش کرو۔ اور اگر ممکن ہو تو پچھنے لگانے کے لیے ایسا آدمی لاؤ جو نرم دل ہو۔ اور پچھنے لگانے کے لیے ایسے شخص کو نہ لانا جو بہت بوڑھا یا بالکل بچہ ہو کیونکہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: نہار منہ پچھنے لگوانا بہت اچھا ہے، اس میں شفا اور برکت ہے اور اس سے عقل اور حفظ میں اضافہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے برکت کی امید پر جمعرات والے دن پچھنے لگواؤ اور پچھنے لگوانے کے لیے بدھ، جمعہ، ہفتہ اور اتوار کے دنوں کا قصد کرنے سے اجتناب کرو۔ اور پیر اور منگل کے دن پچھنے لگوایا کرو کیونکہ یہی (منگل) وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو مصیبت سے نجات عطا فرمائی تھی۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان (حضرت ایوب علیہ السلام) کو بدھ والے دن مصیبت میں مبتلا کیا تھا۔ کیونکہ کوڑھ یا برص کا مرض بدھ کے دن یا بدھ کی رات کو ہی ظاہر ہوتے ہیں۔(2)

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: مجھ پر میری امت اپنے اچھے اور برے اعمال کے ساتھ پیش کی گئی۔ امت کے اچھے اعمال میں، میں نے یہ بھی دیکھا کہ راستے سے کسی تکلیف دہ چیز کو دور کر دیا گیا تھا۔ اور امت کے برے اعمال میں، میں نے مسجد میں پڑی ہوئی اس رینٹ کو بھی دیکھا جسے دفن نہیں کیا گیا تھا۔(3)

1۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 216 2۔ ایضاً، صفحہ 249 3۔ ایضاً، صفحہ 262

حضرت یحییٰ بن طلحہ اپنی والدہ سُعدی المریہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: حضور ﷺ کے انتقال کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس سے گزرے اور فرمایا: کیا بات ہے؟ تم مجھے آزردہ نظر آتے ہو۔ کیا تمہیں اپنے چچازاد (حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی خلافت اچھی نہیں لگی؟ انہوں نے فرمایا: نہیں، بلکہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا تھا: میں ایک کلمہ جانتا ہوں کہ جو شخص بھی موت کے وقت وہ کلمہ پڑھ لے وہ اس کے نامۂ اعمال کا نور بن جاتا ہے اور موت کے وقت اس شخص کا جسم اور اس کی روح اس کلمے کی خوشبو محسوس کرتے ہیں، لیکن میں نے حضور ﷺ سے اس کلمے کے متعلق نہیں پوچھا حتی کہ آپ کا انتقال ہو گیا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں اس کلمہ کو جانتا ہوں۔ یہ وہی کلمہ ہے (یعنی کلمہ طیبہ) جو حضور ﷺ نے اپنے چچا کی موت کے وقت، ان سے پڑھوانے کا ارادہ فرمایا تھا۔ اور اگر حضور ﷺ کے علم میں کوئی اور شے ہوتی جو ان کی نجات کے لیے اس سے زیادہ مفید ہوتی تو آپ انہیں اس کا حکم ضرور دیتے۔(1)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: یاجوج و ماجوج ہر روز کھدائی کرتے ہیں حتی کہ جب وہ سورج کی شعاع کو دیکھتے ہیں تو ان کا امیر کہتا ہے: اب واپس لوٹ چلو۔ ہم مزید کھدائی کل کریں گے۔ اللہ تعالیٰ اس (دیوار) کو پہلے سے بھی زیادہ سخت حالت میں لوٹا دیتا ہے۔ جب ان (یاجوج و ماجوج) کے ظہور کا وقت آئے گا اور اللہ تعالیٰ ان کو لوگوں پر ظاہر کرنے کا ارادہ فرمائے گا تو وہ کھدائی کریں گے حتی کہ جب وہ سورج کی شعاع کو دیکھنے کے قریب ہوں گے تو وہ (ان کا امیر) کہے گا: اب واپس لوٹ چلو تم ''انشاء اللہ'' کل اس کو کھودو گے۔ اس پر انہوں نے ''انشاء اللہ'' کا کلمہ کہا ہوگا (اس لیے) جب وہ لوٹیں گے تو اس (دیوار) کو اسی حالت میں پائیں گے جس حالت میں انہوں نے اسے چھوڑا تھا۔ وہ اسے کھود لیں گے اور نکل کر لوگوں کی طرف آجائیں گے۔ وہ سارا پانی پی کر ختم کر دیں گے۔ لوگ ان کے خوف سے اپنے قلعوں میں قلعہ بند ہو جائیں گے۔ وہ اپنے تیر آسمان کی طرف پھینکیں گے تو وہ تیر خون میں لتھڑے ہوئے واپس آئیں گے۔ (اس پر) وہ کہیں گے: ہم نے زمین والوں کو بھی زیر نگین کر لیا ہے اور ہم آسمان والوں پر بھی غالب آگئے ہیں۔ (پھر) اللہ تعالیٰ ان کی گدیوں میں کیڑے پیدا فرمائے گا جن کے ذریعے انہیں ہلاک کر دے گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، زمین کے چوپائے ان کا گوشت کھا کر موٹے ہو جائیں گے اور اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر کریں گے۔(2)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ہم حضور ﷺ کی خدمت

1۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 269 2۔ ایضاً، صفحہ 299

میں بیٹھے تھے کہ آپ نے فرمایا: تمہارے پاس قبیلہ عبدالقیس کے وفد آ رہے ہیں، جب کہ ہمیں کوئی (شخص) نظر نہیں آ رہا تھا۔ ہم اسی حالت میں تھے کہ وہ (وفودِ عبدالقیس) آئے اور انہوں نے پڑاؤ کیا۔ وہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اشجع العصری پیچھے رہ گئے۔ وہ بعد میں آئے اور ایک مقام پر قیام کیا۔ انہوں نے اپنی اونٹنی کو بٹھایا، اپنے کپڑے ایک طرف رکھے اور پھر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اے اشجع! تیرے اندر دو خصلتیں ہیں جن سے اللہ تعالیٰ محبت فرماتا ہے۔ ایک بردباری اور دوسری طبیعت کا ٹھہراؤ۔ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ کیا یہ خوبیاں پیدائشی طور پر میرے اندر موجود ہیں یا بعد میں ظاہر ہوئی ہیں؟ فرمایا: تمہاری پیدائش ان خوبیوں کے ساتھ ہوئی ہے۔ (1)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: میت جب قبر میں جاتا ہے تو (اگر میت مرد) صالح ہو تو وہ اپنی قبر میں بیٹھتا ہے، اس حال میں کہ اسے نہ کوئی خوف ہوتا ہے اور نہ اضطراب۔ پھر اس سے پوچھا جاتا ہے۔ (دنیوی زندگی میں) تم کس دین پر تھے؟ وہ جواب دیتا ہے: میں دینِ اسلام پر تھا۔ پھر اس سے پوچھا جاتا ہے: یہ شخص کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے: یہ اللہ تعالیٰ کے رسول محمد ﷺ ہیں۔ آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے واضح نشانیوں کے ساتھ ہمارے پاس تشریف لائے تھے اور ہم نے آپ کی تصدیق کی تھی۔ پھر اس سے پوچھا جاتا ہے: کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے: اللہ تعالیٰ کے دیدار کا کوئی سزاوار نہیں۔ (پھر) اس کے لیے دوزخ کی طرف ایک دریچہ سا کھولا جاتا ہے اور وہ اس کو دیکھتا ہے کہ اس کے مختلف حصے ایک دوسرے کو توڑ رہے ہیں۔ پھر اس سے کہا جاتا ہے: دیکھ اس چیز کو جس سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں محفوظ رکھا ہے۔ پھر اس کے لیے جنت کی طرف ایک دریچہ سا کھولا جاتا ہے۔ وہ جنت کی تر و تازگی اور ان (نعمتوں) کو دیکھتا ہے جو اس میں موجود ہیں۔ اس سے کہا جاتا ہے: یہ ہے تمہارا ٹھکانا۔ اور اس سے کہا جاتا ہے: تم (دنیوی زندگی میں) ایمان پر تھے۔ اسی پر تمہیں موت آئی اور اسی پر ان شاء اللہ تم اٹھائے جاؤ گے۔ اور برے شخص کو قبر میں بٹھایا جاتا ہے، اس حال میں کہ وہ خوف زدہ اور مضطرب ہوتا ہے۔ اس سے پوچھا جاتا ہے: (دنیوی زندگی میں) تم کس حال پر تھے؟ وہ جواب دیتا ہے: میں نہیں جانتا۔ اس سے پوچھا جاتا ہے: یہ شخصیت کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے: میں نے لوگوں کو (ان کے متعلق) کچھ کہتے سنا، میں نے بھی وہی کچھ کہہ دیا۔ پھر اس کے لیے جنت کی طرف ایک دریچہ سا کھولا جاتا ہے وہ اس کی تر و تازگی اور اس میں موجود (نعمتوں) کو دیکھتا ہے۔ اس سے کہا جاتا ہے: دیکھو اس چیز کو جس

1۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 308

سے اللہ تعالیٰ نے تجھے محروم رکھا ہے۔ پھر اس کے لیے دوزخ کی طرف ایک دریچہ سا کھولا جاتا ہے۔ وہ اس کی طرف دیکھتا ہے کہ اس کے مختلف حصے ایک دوسرے کو توڑ رہے ہیں، تو اس سے کہا جاتا ہے: یہ ہے تمہارا ٹھکانا۔ تم (دنیوی زندگی میں) شک کی حالت میں تھے۔ اسی پر تمہیں موت آئی۔ اور اسی پر تم انشاء اللہ اٹھائے جاؤ گے۔(1)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: کوثر جنت میں ایک نہر ہے جس کے کنارے سونے کے ہیں اور اس کا پانی یاقوت اور موتیوں پر بہتا ہے۔ اس کی مٹی کستوری سے بھی زیادہ معطر ہے اور اس کا پانی شہد سے زیادہ میٹھا اور برف سے زیادہ سفید ہے۔(2)

حضور ﷺ کا کسی شخص کے متعلق بتانا کہ وہ جنتی ہے یا دوزخی

عام انسانوں کے لیے جنت بھی غیب ہے اور دوزخ بھی۔ کسی انسان کے جنتی یا دوزخی ہونے کا علم بھی ان علوم میں سے ہے جن کا تعلق امور غیبیہ کے ساتھ ہے کیونکہ اس چیز کا ادراک نہ تو حواس خمسہ سے ممکن ہے اور نہ عقل سے۔

حضور ﷺ نے اپنی حیات طیبہ میں بے شمار لوگوں کے متعلق وضاحت کے ساتھ بتایا کہ وہ جنتی ہیں یا دوزخی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے یہ باتیں سنیں اور ان پر نہ صرف ایمان لائے بلکہ اپنے نبی ﷺ کی زبان پاک سے امور غیبیہ کے متعلق یہ باتیں سن کر ان کے ایمانوں کو نئی تازگی ملی اور انہوں نے اس بات پر اپنے رب کریم کا شکر ادا کیا جس نے انہیں ان شانوں والے نبی کی امت ہونے کا شرف عطا فرمایا ہے۔

ذیل میں ہم چند ایسی احادیث طیبہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں جن میں حضور ﷺ نے کسی شخص کو جنتی یا دوزخی قرار دیا ہے۔ جن خوش نصیب لوگوں کے سینوں میں ایمان بالرسل کی شمع روشن ہے اور جن کے دلوں میں نبی کریم ﷺ کی محبت کے دریا موجزن ہیں، یقیناً وہ ان کے مطالعہ سے اپنے ایمان میں تازگی محسوس کریں گے اور جو لوگ تاجدار مدینہ ﷺ کے علوم کی وسعتوں پر ایمان لانے میں ہچکچاہٹ محسوس کرتے ہیں، شاید یہ احادیث طیبہ ان کی ہدایت کا باعث بن جائیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جو شخص راہ خدا میں (کسی چیز کا) جوڑا خرچ کرتا ہے اس کو جنت کے تمام دروازوں سے ندا دی جائے گی: اے اللہ تعالیٰ کے بندے! یہ دروازہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ نمازیوں کو نماز کے دروازے سے بلایا جائے گا۔ اہل جہاد کو جہاد کے دروازے سے ندا دی جائے گی۔ روزہ داروں کو باب ریان سے پکارا جائے گا اور صدقہ

1۔ ایضاً، صفحہ 315　　2۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 322

دینے والوں کو صدقہ کے دروازے سے بلایا جائے گا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ جس خوش نصیب کو ان دروازوں سے دعوت دخول ملے گی، اس کو اس بات کی حاجت تو نہیں ہے کہ اس کو تمام دروازوں سے بلایا جائے، لیکن پھر بھی کیا کوئی خوش نصیب ایسا ہے جس کو ان تمام دروازوں سے ندا دی جائے گی؟ حضور ﷺ نے فرمایا: ہاں، اور مجھے امید ہے کہ تم ان خوش نصیبوں میں سے ہو گے۔(1)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ایک شخص راستے پر چل رہا تھا کہ اس کو راستے پر کانٹوں والی ایک ٹہنی پڑی نظر آئی۔ اس نے اس ٹہنی کو راستے سے ہٹا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے اس عمل کو شرف قبولیت بخشا اور اس کی مغفرت فرما دی۔(2)

حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کا اور مشرکین کا آمنا سامنا ہوا اور ان کے درمیان لڑائی ہوئی۔ جب حضور ﷺ اپنے لشکر (لشکر گاہ) کی طرف متوجہ ہوئے اور دوسرا (فریق) اپنے لشکر کی طرف متوجہ ہوا (تو یہ بات سامنے آئی کہ) حضور ﷺ کے ہمراہیوں میں ایک شخص تھا جو کافروں کے لشکر سے جدا یا تنہا، کسی شخص کو نہیں چھوڑتا تھا۔ وہ اس کا پیچھا کرتا اور اس پر اپنی تلوار سے وار کرتا تھا۔ (اس پر) کسی نے کہا: آج لڑائی کا جو حق اس شخص نے ادا کیا ہے وہ اور کسی نے ادا نہیں کیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: دراصل وہ شخص دوزخی ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے ایک شخص نے کہا: میں اس کے ساتھ رہوں گا۔ پس وہ اس کے ساتھ چلا۔ وہ جب رکتا تو یہ بھی رک جاتا اور جب وہ تیز چلتا تو یہ بھی تیز رفتاری سے چلنے لگتا۔ راوی کہتے ہیں: وہ شخص شدید زخمی ہو گیا۔ اس نے جلدی مرنے کی خواہش کی، اپنی تلوار کا پھل زمین پر رکھا، اس کی دھار اپنی چھاتیوں کے درمیان رکھی، پھر تلوار پر دباؤ ڈالا اور خودکشی کر لی۔ وہ شخص (جس نے اس کی نگرانی کا تہیہ کیا تھا) حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔ آپ نے فرمایا: بات کیا ہے؟ اس نے عرض کیا: وہ شخص جس کے متعلق آپ نے ابھی بتایا تھا کہ وہ دوزخی ہے اور یہ بات لوگوں پر شاق گزری تھی اور میں نے کہا تھا کہ میں تمہارے لیے اس کی نگرانی کروں گا اور میں اس کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا تھا، وہ شخص شدید زخمی ہو گیا۔ اس نے جلدی موت کو گلے لگانا چاہا۔ اس نے اپنی تلوار کے پھل کو زمین پر رکھا۔ اس کی دھار کو اپنی چھاتیوں کے درمیان رکھا۔ پھر اس پر دباؤ ڈالا اور خودکشی کر لی۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا: بے شک ایک شخص ایسا عمل کرتا رہتا ہے جو لوگوں کی نظر میں جنتیوں والے ہوتے ہیں لیکن

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 55-254

2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 336

دراصل وہ دوزخیوں میں سے ہوتا ہے اور ایک شخص ایسے عمل کرتا رہتا ہے جو لوگوں کی نظر میں دوزخیوں والے ہوتے ہیں لیکن دراصل وہ شخص جنتی ہوتا ہے۔(1)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ کے سامان کی نگرانی پر ایک شخص مقرر تھا جس کا نام کرکرہ تھا۔ وہ مر گیا تو حضور ﷺ نے فرمایا: وہ دوزخی ہے۔ لوگ صورت حال کی تحقیق کے لیے گئے تو انہوں نے ایک چوغہ دیکھا جس پر اس نے بطور خیانت قبضہ کر لیا تھا......الحدیث۔(2)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو موجود نہ پایا (اور ان کی غیر حاضری کا ذکر کیا۔) ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ میں ان کے متعلق پتا کر کے آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں۔ وہ صحابی ان (حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پاس گئے اور دیکھا کہ وہ اپنے گھر میں بیٹھے ہیں اور اپنے سر کو جھکا رکھا ہے۔ انہوں نے پوچھا: تمہارا کیا حال ہے؟ انہوں نے جواب دیا: حال بہت برا ہے۔ یہ (یعنی حضرت ثابت خود) حضور ﷺ کی آواز سے اپنی آواز کو بلند کیا کرتا تھا (اس لیے) اس کے اعمال برباد ہو گئے ہیں اور وہ دوزخیوں میں سے ہے۔ وہ شخص حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ ثابت نے یہ بات کہی ہے۔ موسیٰ بن انس (راوی) کہتے ہیں: پھر وہی شخص ایک بہت بڑی بشارت کے ساتھ ان کی طرف واپس آیا۔ حضور ﷺ نے اس سے فرمایا: تم اس کے پاس جاؤ اور اس سے کہو: تم دوزخیوں میں سے نہیں ہو، تم تو جنتیوں میں سے ہو۔(3)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا چلتی ہوئی آئیں گویا ان کی چال (ہو بہو) حضور ﷺ کی چال جیسی تھی۔ حضور ﷺ نے فرمایا: میری بچی کو خوش آمدید۔ پھر آپ نے ان کو اپنی دائیں یا بائیں جانب بٹھایا۔ پھر آپ نے ان سے سرگوشی میں کوئی بات کہی تو وہ رونے لگیں۔ میں نے ان سے کہا: روتی کیوں ہو؟ پھر حضور ﷺ نے ان سے سرگوشی میں کوئی بات کی تو وہ ہنس دیں۔ میں نے کہا: خوشی کو غم سے جتنا قریب میں نے آج دیکھا ہے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ میں نے ان سے پوچھا کہ حضور ﷺ نے کیا فرمایا تھا تو انہوں نے جواب دیا: میں حضور ﷺ کے راز کو فاش کرنے والی نہیں۔ (انہوں نے اس کے متعلق کسی کو کچھ نہ بتایا) حتی کہ حضور ﷺ کا انتقال ہو گیا۔ (اس کے بعد) پھر میں نے ان سے پوچھا کہ حضور ﷺ نے کیا فرمایا تھا تو انہوں نے جواب دیا: حضور ﷺ نے سرگوشی میں مجھے بتایا تھا کہ جبریل امین ہر سال ایک مرتبہ

1۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 406 2۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 432 3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 510

میرے ساتھ قرآن حکیم کا دور کیا کرتے تھے، اس سال انہوں نے دو مرتبہ میرے ساتھ قرآن حکیم کا دور کیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ میری موت کا وقت آ گیا ہے اور یہ کہ میرے اہل خانہ میں سے تم سب سے پہلے میرے ساتھ ملو گی۔ اس پر میں رونے لگی۔ پھر آپ نے فرمایا: کیا تم اس بات سے خوش نہیں ہو کہ تم جنتی عورتوں یا فرمایا: مومنوں کی عورتوں کی سردار ہو؟ اس پر میں ہنس دی۔(1)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: جتنی غیرت مجھ کو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر آتی تھی اتنی کسی اور عورت پر نہیں آئی حالانکہ میرے ساتھ حضور ﷺ کے نکاح سے تین سال پہلے ہی ان کا انتقال ہو گیا تھا۔ کیونکہ میں حضور ﷺ کو ان کا تذکرہ کرتے ہوئے سنتی تھی۔ اور اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو حکم دیا تھا کہ آپ ان کو جنت میں ایک ایسے گھر کی بشارت دیں جو چمکدار موتیوں سے بنا ہو گا۔ اور حضور ﷺ بکری ذبح کرتے تھے اور اس کا گوشت حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سہیلیوں کے پاس بطور تحفہ بھیجتے تھے۔(2)

حضرت عطاء بن ابی رباح سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے مجھ سے فرمایا: کیا میں تمہیں ایک جنتی عورت نہ دکھاؤں؟ میں نے عرض کیا: ضرور دکھائیے۔ فرمایا: یہ سیاہ فام عورت حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا: مجھ پر مرگی کے دورے پڑتے ہیں اور میں بے پردہ ہو جاتی ہوں۔ آپ بارگاہ خداوندی میں میرے لیے دعا فرمائیں۔ آپ نے فرمایا: اگر چاہو تو (اس مصیبت پر) صبر کرو اور (اس کے بدلے) تمہیں جنت عطا ہو اور اگر چاہو تو میں تمہارے لیے دعا کروں اور اللہ تعالیٰ تمہیں (اس تکلیف سے) نجات عطا فرمائے۔ اس نے عرض کیا: میں صبر کروں گی۔ پھر اس نے عرض کیا: میں بے پردہ ہو جاتی ہوں۔ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ میرا ستر نہ کھلے۔ اس پر آپ نے اس کے لیے دعا کی۔(3)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضرت حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ بدر میں شہید ہو گئے۔ وہ ابھی بچے ہی تھے۔ ان کی والدہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ حارثہ کے لیے میرے دل میں جو محبت ہے اس کو آپ جانتے ہیں۔ اگر وہ جنت میں ہے تو میں صبر کر لوں گی اور اس پر ثواب کی امید رکھوں گی۔ اور اگر معاملہ دوسرا ہے تو آپ دیکھیں گے کہ میں (گریہ وزاری میں) کیا کچھ کرتی ہوں۔ آپ نے فرمایا: تجھ پر افسوس، کیا تو پاگل ہو گئی ہے؟ کیا جنت صرف ایک ہے؟ جنتیں تو بے شمار ہیں اور وہ (تیرا بچہ) جنت الفردوس میں ہے۔(4)

1۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 512
2۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 888
3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 844
4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 970

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ ایک باغ کے اندر تشریف لے گئے اور مجھے دروازے پر چوکیداری کرنے کا حکم دیا۔ ایک آدمی آیا اور اندر جانے کی اجازت طلب کی۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اسے اندر آنے کی اجازت دو اور اسے جنت کی خوشخبری بھی دو۔ دیکھا تو وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر ہوئے تو حضور ﷺ نے فرمایا: انہیں اندر آنے کی اجازت دو اور جنت کی خوشخبری بھی دو۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر ہوئے تو حضور ﷺ نے فرمایا: انہیں اندر آنے کی اجازت دو اور جنت کی خوشخبری بھی دو۔ (1)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک اعرابی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ مجھے کوئی ایسا عمل تعلیم فرمایئے جس پر میں کاربند رہوں تو جنت میں داخل ہو جاؤں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ۔ فرض نماز ادا کرو، فرض زکوٰۃ دیا کرو اور رمضان کے روزے رکھو۔ اس اعرابی نے کہا: اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، میں اس پر نہ کسی چیز کی زیادتی کروں گا اور نہ اس میں کوئی کمی کروں گا۔ جب وہ اعرابی واپس پلٹا تو حضور ﷺ نے فرمایا: جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ وہ کسی جنتی کی زیارت کرے تو وہ اس شخص کو دیکھ لے۔ (2)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا: میری امت کا ایک گروہ جنت میں داخل ہوگا، ان کی تعداد ستر ہزار ہوگی۔ ان کے چہرے یوں چمک رہے ہوں گے جیسے چودھویں کا چاند چمکتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: حضرت عکاشہ بن محصن اپنی کمبلی بلند کرتے ہوئے اٹھے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان میں سے کرے۔ پھر ایک انصاری اٹھے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان میں سے کرے۔ آپ نے فرمایا: عکاشہ (اس سعادت میں) تم پر سبقت لے گیا ہے۔ (3)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جنگ بدر کے متعلق ایک حدیث مروی ہے جس کے آخر میں یہ الفاظ ہیں: ...... مشرکین نزدیک آئے تو حضور ﷺ نے (مسلمانوں سے مخاطب ہو کر) فرمایا: اٹھو، اس جنت کی طرف (جانے کے لیے) جس کی چوڑائی زمینوں اور آسمانوں کے برابر ہے۔ راوی کہتے ہیں: حضرت عمیر بن حمام انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ جنت

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 1078 2۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 31 3۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 968

جس کی چوڑائی زمین اور آسمان کے برابر ہے؟ فرمایا: ہاں۔ انہوں نے کہا: واہ واہ۔ حضور ﷺ نے پوچھا: تمہارے، واہ واہ، کہنے کا سبب کیا ہے؟ عرض کیا: یارسول اللہ ! ﷺ اور تو کوئی سبب نہیں سوائے اس کے کہ میں یہ امید رکھتا ہوں کہ میں جنتیوں میں سے ہوں گا۔ آپ نے فرمایا: تم جنتیوں میں سے ہو۔ راوی کہتے ہیں: انہوں (عمیر بن حمام) نے اپنے ترکش سے کچھ کھجوریں نکالیں اور انہیں کھانے لگے۔ پھر وہ کہنے لگے: اگر میں یہ کھجوریں ختم کرنے تک زندہ رہوں تو یہ زندگی تو بہت طویل ہے۔ راوی کہتے ہیں: پھر انہوں نے وہ کھجوریں پھینک دیں جو ان کے پاس تھیں۔ پھر دشمن سے جنگ کی حتیٰ کہ شہید ہو گئے۔ (1)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: میرے پاس ایک غریب عورت اپنی دو بچیوں کو اٹھائے ہوئے آئی۔ میں نے اس عورت کو تین کھجوریں دیں۔ اس نے ایک ایک کھجور دونوں بچیوں کو دے دی اور ایک کھجور خود کھانے کے لیے اپنے منہ کی طرف اٹھائی۔ اس کی دونوں بچیوں نے وہ کھجور بھی اس سے مانگ لی۔ اس نے اس کھجور کے دو ٹکڑے کیے جس کو وہ کھانا چاہتی تھی اور وہ بھی دونوں بچیوں کو دے دی۔ مجھے اس کا یہ کام بہت اچھا لگا۔ اس نے جو کچھ کیا تھا، میں نے اس کا ذکر حضور ﷺ سے کیا تو آپ نے فرمایا: اس عمل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے جنت واجب کر دی ہے اور اس کو دوزخ سے آزاد کر دیا ہے۔ (2)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: جو شخص اس چوٹی یعنی مراد نامی چوٹی پر چڑھے گا اس سے وہ تمام سختیاں دور کر دی جائیں گی جو بنو اسرائیل سے دور کی گئی تھیں۔ راوی کہتے ہیں: سب سے پہلے اس چوٹی پر ہمارا بنوخزرج کا گھڑسوار دستہ چڑھا۔ بعد میں سب لوگ چوٹی پر چڑھ گئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: تم سب کی مغفرت کر دی گئی ہے سوائے اس سرخ اونٹ والے شخص کے۔ ہم اس شخص کے پاس گئے اور اس سے کہا: آؤ، حضور ﷺ تمہارے لیے مغفرت فرمائیں۔ اس نے جواب دیا: خدا کی قسم! مجھے اپنی گمشدہ (اونٹنی وغیرہ) مل جائے تو مجھے یہ بات اس سے زیادہ پسند ہے کہ تمہارے یہ صاحب (یعنی حضور ﷺ) میرے لیے دعائے مغفرت کریں۔ راوی کہتے ہیں: وہ شخص اپنی گمشدہ (اونٹنی وغیرہ) تلاش کر رہا تھا۔ (3)

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے احد کے دن دو زرہیں پہن رکھی تھیں۔ آپ نے ایک چٹان پر چڑھنے کا ارادہ کیا لیکن نہ چڑھ سکے۔ آپ ﷺ نے حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نیچے بٹھایا اور ان پر قدم رکھ کر آپ چٹان پر چڑھ گئے۔ راوی کہتے ہیں:

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 139　　2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 330　　3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 369

میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا: طلحہ نے اپنے لیے (جنت) واجب کرلی ہے۔(1)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے۔ آپ کے ہاتھ میں دو کتابیں تھیں۔ آپ نے پوچھا: کیا تم جانتے ہو کہ یہ دو کتابیں کیسی ہیں؟ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ نہیں، جب تک آپ ہمیں مطلع نہ فرمادیں۔ جو کتاب آپ کے دائیں ہاتھ میں تھی اس کے متعلق آپ نے فرمایا: یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اس میں جنتیوں کے نام ہیں بمع ان کے آباء اور قبیلوں کے ناموں کے۔ پھر آپ نے آخر میں ان کی میزان بیان کی (اور فرمایا) اس تعداد میں کبھی کمی بیشی نہیں ہوگی۔ پھر آپ نے اس کتاب کے متعلق جو آپ کے بائیں ہاتھ میں تھی، فرمایا: یہ کتاب پروردگار عالم کی طرف سے ہے۔ اس میں دوزخیوں کے نام ہیں بمع ان کے آباء اور قبیلوں کے ناموں کے۔ پھر آخر میں آپ نے ان کی کل تعداد بیان کی (اور فرمایا:) اس تعداد میں کبھی کمی بیشی نہیں ہوگی...... الحدیث۔(2)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارے پاس ایک جنتی شخص آرہا ہے۔ (اس اثناء میں) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے۔ آپ نے فرمایا: ایک (اور) جنتی شخص تمہارے پاس آرہا ہے۔ (اس پر) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر خدمت ہوگئے۔(3)

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: (جنت میں) ہر نبی کا ایک رفیق ہوگا۔ اور جنت میں میرے رفیق حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں گے۔(4)

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: ابوبکر جنتی ہے، عمر جنتی ہے، عثمان جنتی ہے، علی جنتی ہے، طلحہ جنتی ہے، زبیر جنتی ہے، عبدالرحمن بن عوف جنتی ہے، سعد بن ابی وقاص جنتی ہے، سعید بن زید جنتی ہے اور ابوعبیدہ بن الجراح جنتی ہے۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) (5)

حضرت محجن بن ازرع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ مسجد میں تشریف لائے۔ وہاں ایک آدمی موجود تھا جو نماز پڑھ چکا تھا اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کررہا تھا۔ وہ ان الفاظ سے دعا کررہا تھا: اَللّٰهُمَّ اِنِّیۡ اَسْئَلُكَ یَا اللّٰهُ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیۡ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ

1۔ جامع الترمذی، جلد 1، صفحہ 202 — 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 36 — 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 210
4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 210 — 5۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 216

كُفُوًا اَحَدٌ اَنْ تَغْفِرَ لِيْ ذُنُوْبِيْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ '' اے اللہ تعالیٰ! میں تیری بارگاہ میں دست سوال دراز کرتا ہوں۔ اے اللہ تعالیٰ! تو ایک ہے، بے نیاز ہے۔ تو وہ ذات ہے جس نے نہ کسی کو جنم دیا ہے اور نہ اس کو کسی نے جنم دیا ہے اور نہ اس کا کوئی ہمسر ہے۔ میری التجا ہے کہ میرے گناہ معاف فرما دے، بے شک تو بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے''۔ راوی کہتے ہیں: (اس کی یہ دعا سن کر) حضور ﷺ نے فرمایا: اس کو بخش دیا گیا ہے۔ اس کو بخش دیا گیا ہے۔(1)

حضرت سہل بن حنظلیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حنین کے دن وہ (صحابہ کرام) حضور ﷺ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ وہ دیر تک چلتے رہے حتی کہ شام کا وقت ہو گیا۔ (راوی کہتے ہیں) میں حضور ﷺ کے ساتھ نماز میں شامل ہوا۔ ایک گھڑ سوار شخص حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ میں آپ سے آگے چلا گیا تھا اور میں نے فلاں فلاں پہاڑوں پر چڑھ کر دیکھا۔ میں نے دیکھا ہے کہ قبیلہ بنو ہوازن کے لوگ آ گئے ہیں۔ ان کے ہمراہ ان کی عورتیں بھی ہیں اور بکریاں اور چوپائے بھی۔ وہ سب حنین کے مقام پر جمع ہیں۔ (یہ سن کر) حضور ﷺ مسکرائے اور فرمایا، انشاء اللہ، کل یہ ساری چیزیں مسلمانوں کے لیے مال غنیمت ہوں گی۔ پھر آپ نے فرمایا: آج رات ہم پر کون پہرہ دے گا؟ حضرت انس بن ابی مرثد غنوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ میں پہرہ دوں گا۔ آپ نے فرمایا: سوار ہو جاؤ۔ وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے اور حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اس گھاٹی کی طرف رخ کرو حتی کہ اس کے بالائی حصے تک پہنچ جاؤ۔ اور خیال رکھنا کہ رات کے وقت ہم تمہاری (غفلت کی) وجہ سے دھوکا نہ کھا جائیں۔ صبح ہوئی تو حضور ﷺ اپنی نماز گاہ کی طرف تشریف لے گئے۔ آپ نے دو رکعتیں ادا کیں اور فرمایا: کیا تمہیں اپنے گھڑ سوار کے متعلق کچھ پتا چلا ہے؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ ہمیں ان کے متعلق کچھ پتا نہیں چلا۔ نماز کے لیے اقامت کہی گئی۔ حضور ﷺ نماز بھی پڑھ رہے تھے اور اس وادی کی طرف توجہ بھی فرما رہے تھے۔ جب آپ نے نماز مکمل کر لی اور سلام پھیرا تو فرمایا: تمہیں مبارک ہو، تمہارا سوار آ گیا ہے۔ ہم درختوں کے درمیان وادی میں دیکھنے لگے کہ وہ آ گئے حتی کہ حضور ﷺ کے پاس آ کر رک گئے، آپ کو سلام کیا اور عرض کیا: میں گیا حتی کہ اس وادی کے بالائی حصے تک پہنچ گیا جہاں مجھے حضور ﷺ نے جانے کا حکم دیا تھا۔ صبح ہوئی تو میں نے دونوں گھاٹیوں کو دیکھا تو مجھے کوئی شخص نظر نہ آیا۔ حضور ﷺ نے ان سے پوچھا: کیا تم رات کو (گھوڑے سے) اترے تھے؟ انہوں نے عرض کیا: نہیں، سوائے نماز اور قضائے حاجت کے۔ حضور

1۔ سنن ابی داؤد، جلد 1، صفحہ 149

ﷺ نے ان سے فرمایا: تم نے جنت اپنے لیے واجب کر لی ہے، اس کے بعد تم اعمال صالحہ نہ کرو تو بھی تم پر کوئی حرج نہیں ہے۔(1)

حضرت حسناء بنت معاویہ الصریمیہ اپنے چچا سے روایت کرتی ہیں کہ انہوں نے فرمایا: میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا: جنت میں کون جائے گا؟ آپ نے فرمایا: (سب) نبی جنتی ہیں، شہید جنتی ہیں (بچپن میں فوت ہونے والا) چھوٹا بچہ جنتی ہے اور زندہ در گور کر دیا جانے والا جنتی ہے۔(2)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: اہل علیین میں سے کوئی شخص جنتیوں پر جھانکے گا تو اس کے چہرے کی وجہ سے جنت یوں چمک اٹھے گی جیسے چمکتا ہوا ستارہ...... ابوبکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اہل علیین میں سے ہیں۔ بلکہ ان کا اعزاز اس سے بھی بڑھ کر ہے۔(3)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رجم کیے جانے کی حدیث مروی ہے۔ اس کے آخر میں یہ الفاظ ہیں: ...... ان کو رجم کر دیا گیا۔ حضور ﷺ نے اپنے صحابہ میں سے دو کو سنا کہ ایک دوسرے سے کہہ رہا تھا: اس شخص (ماعز) کو دیکھو۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی پردہ پوشی فرما دی تھی لیکن اس کے نفس نے اس کو اس وقت تک نہ چھوڑا حتی کہ اس کو کتے کی طرح رجم کر دیا گیا۔ حضور ﷺ ان دونوں کی گفتگو سن کر خاموش رہے۔ پھر آپ نے کچھ دیر سفر جاری رکھا حتی کہ آپ ایک مردار گدھے کے پاس سے گزرے جس کے پاؤں پھول چکے تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: فلاں فلاں شخص کہاں ہیں؟ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ ہم حاضر ہیں۔ آپ نے فرمایا: اترو اور اس مردار گدھے کو کھاؤ۔ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ اس مردار کو کون کھا سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: تم ابھی ابھی اپنے بھائی کی عزت پر جو حملہ کر رہے تھے وہ اس مردار کو کھانے سے بھی زیادہ سخت ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، وہ (ماعز اسلمی) تو اب جنت کی نہروں میں غوطہ زنی کر رہا ہے۔(4)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جن لوگوں نے درخت کے نیچے بیعت (بیعت رضوان) کی تھی ان میں سے کوئی بھی دوزخ میں نہیں جائے گا۔(5)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: حضرت جبریل امین علیہ السلام میرے پاس آئے۔ انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے جنت کا وہ دروازہ دکھایا جس

1۔ سنن ابی داؤد، جلد 1، صفحہ 46-345 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 348 3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 198
4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 260 5۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 291

سے میری امت جنت میں داخل ہوگی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ میری خواہش تھی کہ کاش میں آپ کے ساتھ ہوتا اور اس دروازے کو دیکھ لیتا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ابوبکر! جہاں تک تمہارا تعلق ہے تو تم میری امت میں سب سے پہلے جنت میں داخل ہو گے۔(1)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا: بنواسرائیل میں دو آدمی تھے جن کے درمیان بھائی چارے کا تعلق تھا۔ ان میں سے ایک گناہ کیا کرتا تھا اور دوسرا عبادت میں بہت کوشاں رہتا تھا۔ عبادت میں کوشاں رہنے والا دوسرے کو جب بھی گناہ کی حالت میں دیکھتا تو اس سے کہتا: اس سے باز آجاؤ۔ ایک روز اس نے اس کو گناہ کرتے دیکھا تو اس سے کہا: اس سے باز آجاؤ۔ اس نے جواب دیا: تم میرے اور میرے رب کے معاملے میں دخل اندازی نہ کرو۔ کیا تم کو مجھ پر داروغہ بنا کر بھیجا گیا ہے؟ اس نے کہا: خدا کی قسم، اللہ تعالیٰ تجھے معاف نہیں کرے گا یا اللہ تعالیٰ تجھے کبھی جنت میں داخل نہیں کرے گا۔ ان دونوں کی روحیں قبض کر لی گئیں اور وہ دونوں اکٹھے رب العالمین کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے عبادت میں کوشاں رہنے والے سے فرمایا: کیا تم کو میرے متعلق علم تھا یا کیا تم اس چیز پر قدرت رکھتے تھے جو میرے ہاتھ میں ہے؟ اللہ تعالیٰ نے گناہگار سے فرمایا: جاؤ، اور میری رحمت سے جنت میں داخل ہو جاؤ۔ اور دوسرے کے متعلق فرمایا: اس کو دوزخ میں لے جاؤ۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، اس شخص نے اپنی زبان سے ایک ایسی بات کہی جس نے اس کی دنیا اور آخرت دونوں کو تباہ کر دیا۔(2)

حضرت ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ جب عصر کی نماز پڑھ لیتے تو قبیلہ بنواشہل کے پاس تشریف لے جاتے۔ آپ ان کے ہاں گفتگو فرماتے حتیٰ کہ نماز مغرب کے لیے واپس تشریف لاتے۔ حضرت ابورافع فرماتے ہیں: ایک روز جب حضور ﷺ جلدی جلدی نماز مغرب کے لیے تشریف لے جا رہے تھے تو ہم بقیع (مدینہ کے قبرستان) کے پاس سے گزرے تو حضور ﷺ نے فرمایا: تم پر افسوس، تم پر افسوس۔ مجھ میں (ان کلمات کو سن کر) برداشت کرنے کی ہمت نہ رہی اور میں پیچھے رہ گیا۔ میرا خیال تھا کہ حضور ﷺ ان کلمات سے میرا ارادہ فرما رہے ہیں۔ آپ فرمانے لگے: چلو، تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ میں نے عرض کیا: بہت بڑا حادثہ پیش آ گیا ہے۔ فرمایا: وہ کیا؟ میں نے عرض کیا: آپ نے ابھی مجھ پر افسوس کا اظہار فرمایا ہے۔ آپ نے فرمایا: نہیں، بلکہ فلاں شخص کو میں نے فلاں قبیلہ میں صدقات کی وصولی پر مقرر کر کے بھیجا تھا۔ اس نے بطور خیانت ایک چادر ہتھیا لی

1۔ سنن ابی داؤد، جلد 2، صفحہ 292
2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 24-323

اور اب اس کو اسی چادر جیسی آگ کی چادر پہنا دی گئی ہے۔(1)

حضور ﷺ کے غلام حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: میری امت میں دو جماعتیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے دوزخ کی آگ سے محفوظ فرما دیا ہے۔ ایک جماعت وہ جو ہندوستان پر لشکر کشی کرے گی اور دوسری جماعت وہ جو حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے ساتھ ہوگی(2) (یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ زمین پر تشریف لانے کے وقت)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک آدمی تکبر و غرور سے اپنی چادر گھسیٹ رہا تھا کہ زمین نے اسے نگل لیا۔ اور وہ قیامت تک یونہی چیختا چلا تا زمین میں نیچے کی طرف جاتا رہے گا۔(3)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا: ہم عبدالمطلب کی اولاد جنتیوں کے سردار ہیں: میں، حمزہ، علی، جعفر، حسن، حسین اور مہدی (4) (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)

امورِ ماضیہ کے متعلق معلومات

گزرے ہوئے زمانے کے حالات کا ادراک نہ ہم حواسِ خمسہ سے کر سکتے ہیں اور نہ ہی عقل کے زور سے ماضی کی تاریکیوں میں چھپے ہوئے واقعات کا سراغ لگا سکتے ہیں۔ تخلیقِ کائنات اور تخلیقِ انسان کے موضوعات کا تعلق ماضی سے ہے۔ ان موضوعات پر عقلِ انسانی نے بڑی عجیب قسم کی تک بندیاں کی ہیں اور تخلیقِ کائنات اور تخلیقِ انسانیت کے متعلق ایسے ایسے نظریات کو جنم دیا ہے کہ آج عقلِ انسانی خود ان پر خندہ زن نظر آتی ہے۔

ماضی کے متعلق صحیح صحیح جاننے کا واحد مستند ترین اور قابلِ اعتماد ذریعہ وحیِ الٰہی ہے۔ اور جو لوگ وحیِ الٰہی کی حقیقت کو ماننے کے لیے تیار نہیں ان کے لیے ماضی کے متعلق صحیح معلومات حاصل کرنا ممکن ہی نہیں ہے۔ الہامی کتابوں میں ماضی کے حقائق سے بنی نوع انسان کو مطلع فرمایا گیا ہے۔ قرآن حکیم بھی ماضی کے متعلق معلومات سے بھرا ہوا ہے۔ قرآن حکیم کے ذریعے بنی نوع انسان کو ماضی کا جو علم حاصل ہوا ہے وہ بھی حضور ﷺ ہی کی وساطت سے حاصل ہوا ہے۔ اس لیے قرآن حکیم میں ایسے بے شمار حقائق کے بیان کے بعد کسی کے لیے یہ جائز تو نہیں کہ وہ حضور ﷺ کے لیے عطائی علمِ غیب کی نفی کرے لیکن کچھ لوگ قرآن حکیم کے ذریعہ بیان کردہ علومِ غیبیہ کو حضور ﷺ کے لیے علمِ غیب کے ثبوت

1۔ سنن النسائی، جلد 1، صفحہ 138
2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 63
3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 298
4۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 300

کی دلیل تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں۔ ایسے احباب کی خدمت میں گزارش ہے کہ حضور ﷺ نے ماضی کے متعلق بے شمار ایسے امور کو بھی بیان فرمایا ہے جن کا ذکر قرآن حکیم میں بھی موجود نہیں ہے۔

یہاں ہم قارئین کرام کے ایمان کی تازگی کے لیے چند ایسی احادیث طیبہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں جن میں حضور ﷺ نے اپنے غلاموں کو ماضی کے ایسے حقائق سے آگاہ فرمایا ہے جن کا ذکر قرآن حکیم میں نہیں ہے۔ یقیناً ان احادیث طیبہ کے مطالعہ سے ان کے دلوں میں اس نبی مکرم ومحترم ﷺ کی محبت کے چراغ روشن ہوں گے جس کے سینے کو خالق کائنات نے علوم غیبیہ کا گنجینہ بنادیا ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ ان کے اور حضرت حر بن قیس بن حصن فزاری کے درمیان اس مسئلے پر بحث ہوئی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی (جن کے ساتھ آپ کی ملاقات کا ذکر قرآن حکیم میں موجود ہے) کون تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: وہ حضرت خضر علیہ السلام ہیں۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان دونوں کے پاس سے گزرے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ان کو بلایا اور فرمایا: میرے اور میرے اس دوست کے درمیان حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ان صاحب کے متعلق بحث ہوئی ہے جن سے ملاقات کے لیے آپ نے راستہ پوچھا تھا۔ کیا آپ نے حضور ﷺ کو ان کے متعلق کچھ ذکر کرتے سنا ہے؟ انہوں نے فرمایا: ہاں، میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: حضرت موسیٰ علیہ السلام بنو اسرائیل کی ایک جماعت کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ آپ کے پاس ایک آدمی آیا اور عرض کیا: کیا آپ کسی ایسے آدمی کو جانتے ہیں جس کے پاس آپ سے زیادہ علم ہو؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا: نہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی (اور فرمایا:) کیوں نہیں؟ ہمارے بندے خضر (کو یہ شان حاصل ہے۔) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان تک پہنچنے کا راستہ پوچھا اور اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو ان کے لیے نشانی بنادیا اور آپ سے کہا گیا کہ جب آپ کی مچھلی گم ہو جائے تو آپ واپس لوٹ آئیں۔ اس طرح آپ کی ان سے ملاقات ہو جائے گی...... الحدیث۔(1)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ایک تاجر تھا جو لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا۔ اگر وہ کسی تنگ دست (مقروض) کو دیکھتا تو اپنے آدمیوں کو کہتا: اس سے درگزر کرو شاید اللہ تعالیٰ ہم سے درگزر فرمادے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش دیا۔(2)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ ہمارے درمیان ایک جگہ

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 17　　2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 278

کھڑے ہوئے اور تخلیق کی ابتداء کے متعلق بتانا شروع کیا۔ (آپ بتاتے رہے) حتی کہ جنتی اپنے ٹھکانوں میں داخل ہو گئے اور دوزخی اپنے ٹھکانوں میں داخل ہو گئے۔ جس نے ان باتوں کو یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جس نے ان کو بھلا دیا اس نے بھلا دیا۔(1)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو ان کا قد ساٹھ ہاتھ تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا: جاؤ اور فرشتوں کی اس جماعت کو سلام کرو اور سنو کہ وہ تمہارے سلام کا جواب کن الفاظ میں دیتے ہیں کیونکہ وہی تمہارا اور تمہاری اولاد کا سلام ہوگا۔ آپ نے (فرشتوں کے پاس جاکر) کہا: السلام علیکم۔ انہوں نے جواب دیا: السلام علیك و رحمة الله۔ انہوں نے "رحمة الله" کے الفاظ کا اضافہ کیا۔ تو جو بھی جنت میں داخل ہوگا وہ حضرت آدم علیہ السلام کی صورت پر ہوگا۔ اس وقت سے اب تک (انسان کی) تخلیق یعنی قد و قامت میں کمی ہوتی رہی ہے۔(2)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے جب خانہ کعبہ میں تصاویر دیکھیں تو آپ اس وقت تک خانہ کعبہ میں داخل نہیں ہوئے جب تک کہ آپ کے حکم سے ان تصاویر کو مٹا نہیں دیا گیا۔ آپ نے حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کو یعنی ان کی تصاویر (کو) دیکھا کہ ان کے ہاتھوں میں بے پر کے تیر تھے۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ان (کافروں) کو غارت کرے، خدا کی قسم ان دونوں (حضرت ابراہیم، اسماعیل علیہما السلام) نے کبھی تیروں کے ذریعے فال نہیں نکالی۔(3)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق ایک حدیث مروی ہے جس میں آپ فرماتے ہیں...... ایک روز آپ اور حضرت سارہ (ہمسفر) تھے کہ آپ جابروں میں سے ایک جابر کے پاس (یعنی اس کی بستی میں) گئے۔ اس جابر کو بتایا گیا کہ یہاں ایک شخص آیا ہے جس کے ہمراہ ایک خوبصورت ترین عورت ہے۔ اس جابر نے آپ کے پاس آدمی بھیجا اور آپ سے اس عورت کے متعلق پوچھا کہ یہ کون ہے۔ آپ نے فرمایا: یہ میری بہن ہے۔ پھر آپ حضرت سارہ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: اے سارہ! روئے زمین پر میرے اور تمہارے سوا کوئی ایماندار نہیں ہے۔ اس شخص نے مجھ سے پوچھا تھا اور میں نے اس کو بتایا ہے کہ تم میری (دینی) بہن ہو۔ اس لیے میری تکذیب نہ کرنا۔ پھر اس جابر نے اس (سارہ) کو بلا بھیجا۔ جب آپ اس کے پاس تشریف لے گئیں اور اس نے آپ کو اپنے ہاتھ سے پکڑنے کا ارادہ کیا تو اسے (جابر کو) پکڑ لیا گیا۔ (یعنی قدرت خداوندی نے اسے اس کے برے ارادے کو پورا کرنے سے زبردستی روک دیا۔) وہ کہنے لگا: تم

1۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 453 2۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 468 3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 473

میرے لیے خدا سے دعا کرو، میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ انہوں (سارہ) نے دعا کی تو اسے چھوڑ دیا گیا۔ پھر اس نے دوبارہ دست درازی کی کوشش کی تو اسے پہلے کی سی بلکہ اس سے بھی زیادہ شدید گرفت میں لے لیا گیا۔ اس نے (پھر) کہا: تم میرے لیے دعا کرو، میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ آپ نے دعا کی تو اس کو چھوڑ دیا گیا۔ اس نے اپنے حاجب کو بلایا اور اس سے کہا: تم میرے پاس ایک انسان کو نہیں بلکہ ایک شیطان کو لائے ہو۔ اس نے ہاجرہ کو ان کی خدمت میں دے دیا۔ سارہ ان (ابراہیم علیہ السلام) کے پاس آئیں تو آپ کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ آپ نے اشارے سے پوچھا: کیا خبر ہے؟ انہوں نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ نے کافر و فاجر کے مکر کو اسی کی طرف لوٹا دیا ہے اور ہاجرہ کو ہماری خدمت کے لیے دے دیا ہے...... الحدیث۔(1)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اہلیہ (حضرت سارہ) کے درمیان وہ (کشیدگی) پیدا ہوئی جو پیدا ہوئی تھی، تو آپ حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ام اسماعیل علیہا السلام کے ہمراہ نکلے۔ ان کے پاس ایک چھوٹی پرانی مشک تھی جس میں پانی تھا۔ حضرت ام اسماعیل اس مشک سے پانی پیتی تھیں اور ان کے بچے کے لیے ان کا دودھ بڑھ جاتا تھا حتی کہ آپ مکہ پہنچ گئے اور ایک بڑے درخت کے نیچے اس مشک کو رکھ دیا۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے اہل خانہ (حضرت سارہ علیہا السلام) کی طرف واپس لوٹے۔ حضرت ام اسماعیل علیہا السلام ان کے پیچھے پیچھے چل دیں۔ جب وہ ''کداء'' کے مقام پر پہنچے تو انہوں نے پیچھے سے آواز دی: اے ابراہیم! آپ ہمیں کس کے حوالے کر کے جا رہے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ کے حوالے کر کے جا رہا ہوں۔ انہوں نے کہا: میں اللہ تعالیٰ (کے سپرد کیے جانے) پر خوش ہوں۔ (راوی) کہتے ہیں: وہ واپس لوٹ گئیں۔ وہ مشکیزے سے پانی پیتیں اور ان کا دودھ ان کے بچے کے لیے بڑھ جاتا۔ حتی کہ جب پانی ختم ہو گیا تو انہوں نے (اپنے جی میں) کہا: بہتر ہے کہ میں جاؤں اور دیکھوں، شاید کسی کی موجودگی کا پتا چل جائے۔ راوی کہتے ہیں: وہ گئیں اور کوہ صفا پر چڑھیں۔ انہوں نے دیکھا کہ شاید کوئی نظر آ جائے لیکن انہیں کسی کی موجودگی کا پتا نہ چلا۔ جب وہ وادی میں پہنچیں تو دوڑ پڑیں (اور) کوہ مروہ پر پہنچ گئیں۔ انہوں نے اسی طرح کئی چکر لگائے۔ پھر انہوں نے (اپنے جی میں) کہا: بہتر ہے کہ میں جاؤں اور دیکھوں کہ اس (یعنی بچے) کا کیا حال ہے۔ وہ گئیں اور دیکھا کہ بچہ اسی حال میں ہے گویا موت کے لیے اس کی سانسیں اکھڑ چکی ہیں۔ ان کے نفس نے ان کو سکون نہ لینے دیا اور انہوں نے کہا: بہتر ہے، میں جاؤں اور دیکھوں کہ کیا کسی شخص کا پتا چلتا ہے۔ وہ گئیں اور کوہ

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 474

صفا پر چڑھیں۔ انہوں نے ادھر ادھر دیکھا لیکن کسی کا سراغ نہ ملا حتی کہ انہوں نے سات چکر مکمل کر لیے۔ پھر انہوں نے (اپنے جی میں) کہا: بہتر ہے میں جاؤں اور دیکھوں کہ بچے کا کیا حال ہے۔ (اسی اثناء میں) ان کو ایک آواز سنائی دی۔ انہوں نے (آواز سے مخاطب ہوکر) کہا: اگر تمہارے ہاں کوئی بھلائی ہے تو ہماری مدد کرو۔ دیکھا تو وہ حضرت جبریل امین علیہ السلام تھے۔ راوی نے اپنی ایڑی زمین پر رگڑ کر کہا: جبریل امین نے اپنی ایڑی سے یوں کیا اور پانی پھوٹ نکلا۔ ام اسماعیل گھبرا گئیں اور گڑھا سا بنانے لگیں۔ راوی کہتے ہیں: ابوالقاسم ﷺ نے فرمایا: اگر ام اسماعیل پانی کو اپنے حال پر چھوڑ دیتیں تو وہ ظاہر (یعنی جاری) ہو جاتا۔ راوی کہتے ہیں: وہ پانی پیتیں اور اپنے بچے کو دودھ پلاتیں۔ قبیلہ بنو جرہم کے کچھ لوگ وادی سے گزرے تو انہیں پرندے نظر آئے۔ انہیں یہ بات عجیب معلوم ہوئی اور انہوں نے کہا: پرندے تو وہیں ہوتے ہیں جہاں پانی ہو۔ انہوں نے آدمی بھیجا۔ اس نے دیکھا تو پانی موجود تھا۔ وہ ان کے پاس آیا اور ان کو اطلاع دی۔ وہ حضرت ام اسماعیل علیہا السلام کے پاس آئے اور ان سے کہا: اے ام اسماعیل! کیا آپ ہمیں اجازت دیتی ہیں کہ ہم آپ کے ساتھ سکونت اختیار کریں یا آپ کے ساتھ رہیں؟ (ام اسماعیل نے ان کو اجازت دے دی اور وہ وہاں قیام پذیر ہو گئے) ان کے فرزند (یعنی حضرت اسماعیل علیہ السلام) بالغ ہوئے تو انہوں نے قبیلہ بنو جرہم کی ایک عورت سے شادی کر لی۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان کی خبر لینے کا خیال آیا تو انہوں نے اپنے اہل خانہ سے کہا: میں اپنے ان اہل خانہ کی خبر لینے جا رہا ہوں جن کو (بے آب و گیاہ وادی میں باذن ربی) چھوڑ آیا تھا۔ راوی کہتے ہیں، وہ (حضرت اسماعیل علیہ السلام کے گھر) تشریف لائے، سلام کیا اور پوچھا: اسماعیل کہاں ہیں؟ ان کی بیوی نے جواب دیا: شکار کے لیے گئے ہیں۔ انہوں نے فرمایا: جب اسماعیل آئیں تو ان سے کہنا کہ اپنے گھر کی چوکھٹ بدل دیں۔ جب اسماعیل علیہ السلام تشریف لائے تو بیوی نے ان کو صورت حال بتائی۔ انہوں نے فرمایا: وہ (چوکھٹ) تم ہی ہو اور تم اپنے اہل خانہ کے پاس چلی جاؤ۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو (کچھ مدت بعد) خیال آیا اور آپ نے اپنے اہل خانہ سے فرمایا: میں اپنے ان اہل خانہ کا حال معلوم کرنے جا رہا ہوں جن کو چھوڑ آیا تھا۔ راوی کہتے ہیں: آپ (حضرت اسماعیل علیہ السلام کے گھر) تشریف لائے، سلام کیا اور پوچھا: اسماعیل کہاں ہیں؟ ان کی بیوی نے جواب دیا: شکار کے لیے گئے ہیں، اور اس نے ساتھ ہی یہ بھی عرض کیا: کیا آپ قیام نہیں فرمائیں گے اور کچھ کھائیں پئیں گے نہیں؟ آپ نے پوچھا: تم کیا کھاتے ہو اور کیا پیتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا: ہمارا کھانا گوشت ہے اور ہمارا مشروب پانی ہے۔ آپ نے دعا کی: اے اللہ تعالیٰ! ان کے طعام و شراب میں برکت پیدا فرما۔ راوی کہتے ہیں کہ ابوالقاسم ﷺ نے فرمایا:

(مکہ کی خوش حالی) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی برکت سے ہے۔ راوی کہتے ہیں: پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خیال آیا اور انہوں نے اہل خانہ سے کہا: میں اپنے ان اہل خانہ کا حال معلوم کرنے جا رہا ہوں جن کو چھوڑ آیا تھا۔ آپ تشریف لائے اور چاہ زمزم کے پیچھے آپ کی ملاقات حضرت اسماعیل علیہ السلام سے ہوئی۔ اس وقت وہ اپنا تیر درست کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: اے اسماعیل! آپ کے رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اس کا گھر تعمیر کروں۔ انہوں نے عرض کیا: آپ اپنے رب کے حکم کی تعمیل کریں۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ حکم بھی دیا ہے کہ اس کام میں تم میری معاونت کرو۔ انہوں نے عرض کیا: میں حاضر ہوں، یا جن الفاظ میں آپ نے اپنی رضا مندی کا اظہار کیا۔ دونوں کھڑے ہو گئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام دیوار کو تعمیر کر رہے تھے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام ان کو پتھر پکڑا رہے تھے اور دونوں یہ دعا کر رہے تھے: اے اللہ تعالیٰ! ہمارے اس عمل کو قبول فرما بے شک تو سب کچھ سننے والا سب کچھ جاننے والا ہے۔ راوی کہتے ہیں: حتیٰ کہ دیوار بلند ہو گئی اور مرد بزرگ نے پتھروں کو اوپر منتقل کرنے میں کمزوری محسوس کی تو آپ مقام ابراہیم کے پتھر کے اوپر کھڑے ہو گئے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام ان کو پتھر پکڑانے لگے اور دونوں یہ دعا مانگنے لگے: اے ہمارے رب! ہمارے اس عمل کو قبول فرما، بے شک تو سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔ (1)

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ زمین پر سب سے پہلے کون سی مسجد بنائی گئی؟ آپ نے فرمایا: مسجد حرام۔ میں نے عرض کیا: پھر کون سی؟ فرمایا: مسجد اقصیٰ۔ میں نے عرض کیا: ان دونوں کے درمیان کتنا عرصہ گزرا؟ فرمایا: چالیس سال۔ اس کے بعد تمہیں جہاں بھی نماز کا وقت آ جائے وہیں نماز پڑھنا افضل ہے۔ (2)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تم جانتی ہو کہ تمہاری قوم نے جب خانہ کعبہ کو تعمیر کیا تو انہوں نے بناء ابراہیم میں کمی کر دی۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ کیا آپ کعبہ کو دوبارہ بناء ابراہیمی پر تعمیر نہیں فرما دیتے؟ آپ نے فرمایا: اگر تمہاری قوم کو کفر سے نجات پائے ہوئے قلیل مدت نہ گزری ہوتی تو میں ایسا کرتا...... الحدیث۔ (3)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: حضرت خضر علیہ السلام کو خضر اس لیے کہتے ہیں کہ آپ چٹیل زمین پر بیٹھے۔ (جب آپ اٹھے) تو وہ جگہ سرسبز و شاداب ہو کر لہلہانے لگی۔ (4)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: بنو

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 476 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 477 3۔ ایضاً 4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 483

اسرائیل سے کہا گیا تھا کہ دروازے میں داخل ہو، سجدہ کرتے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے کہ اے اللہ تعالیٰ! ہم سے عذاب کو ٹال دے۔ لیکن انہوں نے اس (حکم) کو بدل دیا اور اپنی سرینوں کے بل گھسٹتے ہوئے داخل ہوئے اور وہ یہ کہہ رہے تھے: حَبَّةٌ فِیْ شَعْرَةٍ "یعنی ایک بے معنی جملہ زبان سے ادا کر رہے تھے"۔(1)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ملک الموت کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف (روح قبض کرنے کے لیے) بھیجا گیا۔ جب ملک الموت ان کے پاس آئے تو انہوں نے ان کو تھپڑ کھینچ مارا۔ ملک الموت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے پروردگار! تو نے مجھے اپنے ایک ایسے بندے کے پاس بھیجا جو مرنے کا ارادہ نہیں رکھتا۔ حکم خداوندی ہوا: اس (بندے) کے پاس واپس جاؤ اور اس سے کہو کہ اپنا ہاتھ کسی بیل کی پشت پر رکھے۔ جتنے بال اس کے ہاتھ کے نیچے آئیں گے ان میں سے ہر بال کے بدلے اس کی عمر میں ایک سال کا اضافہ کر دوں گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے (یہ سن کر) پوچھا: اے پروردگار! پھر کیا ہوگا؟ فرمایا: موت۔ عرض کیا: تو پھر اب ہی (موت آجائے)۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ! مجھے بیت المقدس سے اتنا قریب کر دے جو پتھر پھینکنے کی دوری پر ہو۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میں وہاں ہوتا تو میں تمہیں راستے کی ایک جانب سرخ ٹیلے کے نیچے ان کی قبر دکھاتا...... الحدیث۔(2)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت آدم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کے درمیان بحث ہوئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت آدم علیہ السلام سے کہا: آپ آدم ہیں جن کو ان کی خطا نے جنت سے نکال دیا تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے جواب دیا: آپ موسیٰ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت اور کلام کے شرف کے لیے منتخب کیا، اس کے باوجود آپ ایک ایسے کام کے متعلق مجھے ملامت کر رہے ہیں جو میری تخلیق سے پہلے ہی مقدر ہو چکا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت آدم علیہ السلام دو مرتبہ بحث میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر غالب آئے۔(3)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: (ایک روز) حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام نے فرمایا: آج رات میں ستر عورتوں (بیویوں) کے پاس جاؤں گا اور ان میں سے ہر عورت ایک شہسوار کو جنم دے گی جو راہ خدا میں جہاد کرے گا۔ ان کے ساتھی

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 483 2۔ ایضاً، صفحہ 484 3۔ ایضاً

(فرشتے) نے کہا: اِنْ شَآءَ اللهُ، لیکن آپ نے (زبان سے) یہ جملہ ادا نہ کیا۔ ان میں سے کوئی عورت حاملہ نہ ہوئی سوائے ایک کے جس نے آدھے انسان کو جنم دیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اگر آپ اِنْ شَآءَ اللهُ کہتے تو (ہر عورت ایک بچے کو جنم دیتی اور) وہ سب راہ خدا میں جہاد کرتے۔ شعیب اور ابن ابی الزناد کی روایت میں ستر کی بجائے نوے کا لفظ ہے اور یہی صحیح ہے۔ (1)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا...... دو عورتیں تھیں اور ان کے ساتھ ان کے دو بچے تھے۔ بھیڑیا آیا اور ان میں سے ایک کے بچے کو اٹھا کر لے گیا۔ اس عورت نے اپنی ساتھی عورت سے کہا: وہ بھیڑیا تمہارے بچے کو اٹھا کر لے گیا ہے۔ دوسری نے کہا: وہ تو تیرے بیٹے کو اٹھا لے گیا ہے۔ انہوں نے اپنا معاملہ فیصلہ کے لیے حضرت داؤد علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے (دونوں کے دلائل سن کر) بڑی کے حق میں فیصلہ صادر فرمایا۔ پھر وہ ان کے پاس سے اٹھ کر حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور ان کو واقعہ سنایا۔ انہوں نے فرمایا: چھری لاؤ تاکہ میں اس بچے کے دو حصے کر کے ان دونوں کے درمیان تقسیم کر دوں۔ چھوٹی کہنے لگی: اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے، آپ ایسا نہ کریں، وہ اسی کا بیٹا ہے۔ اس پر آپ نے اس چھوٹی کے حق میں فیصلہ دے دیا...... الحدیث۔ (2)

حضرت جندب بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: تم سے پہلے ایک شخص تھا۔ وہ زخمی تھا۔ وہ (زخم کی تکلیف پر) صبر نہ کر سکا۔ اس نے چھری لی اور اپنا ہاتھ کاٹ دیا۔ اس کا خون اس وقت تک نہ رکا جب تک کہ اس کی موت واقع نہ ہو گئی۔ (اس پر) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرے اس بندے نے اپنے نفس کے معاملے میں مجھ سے پہل کرنے کی کوشش کی ہے، پس میں نے جنت کو اس پر حرام کر دیا ہے۔ (3)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا: بنو اسرائیل میں تین شخص تھے: ایک برص کے مرض میں مبتلا تھا، دوسرا گنجا تھا اور تیسرا اندھا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی آزمائش کا ارادہ فرمایا اور ان کے پاس ایک فرشتہ بھیجا۔ وہ (سب سے پہلے) برص زدہ شخص کے پاس گیا اور کہا: تمہیں کون سی چیز سب سے زیادہ پسند ہے؟ اس نے جواب دیا: خوبصورت رنگ اور خوبصورت جلد۔ لوگ (برص کی وجہ سے) مجھے ناپسند کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: فرشتے نے اس پر ہاتھ پھیرا تو (اس کا مرض) جاتا رہا اور اس کو خوبصورت رنگ اور خوبصورت جلد عطا فرما دی گئی۔ پھر فرشتے نے اس سے پوچھا: تمہیں مال کون سا زیادہ پسند ہے؟ اس نے جواب میں کہا: اونٹ، یا کہا:

1۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 487 2۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 487 3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 492

گائے۔ اس میں شک ہے کہ ابرص اور گنجے میں سے کس نے گائے اور کس نے اونٹ کہا۔ تو اس کو دس ماہ کی گابھن اونٹنی دے دی گئی اور فرشتے نے کہا: اللہ تعالیٰ اس میں تیرے لیے برکت پیدا فرمائے۔ راوی کہتے ہیں: پھر وہ فرشتہ گنجے کے پاس گیا اور کہا: تمہیں کون سی چیز سب سے زیادہ پسند ہے؟ اس نے جواب دیا: خوبصورت بال اور یہ کہ میرا یہ عیب مجھ سے دور ہو جائے کیونکہ اس کی وجہ سے لوگ مجھے ناپسند کرتے ہیں۔ راوی کہتے ہیں: فرشتے نے اس پر ہاتھ پھیرا تو اس کا عیب ختم ہو گیا اور اس کو خوبصورت بال عطا فرما دیے گئے۔ پھر فرشتے نے کہا: تمہیں مال کون سا زیادہ پسند ہے؟ اس نے جواب دیا: گائے۔ تو اس نے اسے ایک حاملہ گائے دی اور کہا: اللہ تعالیٰ اس میں تیرے لیے برکت پیدا فرمائے۔ پھر وہ فرشتہ اندھے کے پاس آیا اور اس سے کہا: تمہیں کون سی چیز سب سے زیادہ پسند ہے؟ اس نے جواب دیا: یہ کہ اللہ تعالیٰ میری بینائی لوٹا دے اور اس کے ذریعے میں لوگوں کو دیکھ سکوں۔ فرشتے نے اس پر ہاتھ پھیرا اور اللہ تعالیٰ نے اس کی بینائی لوٹا دی۔ فرشتے نے پوچھا: تمہیں مال کون سا زیادہ پسند ہے؟ س نے جواب دیا: بکریاں۔ تو اس نے اس کو ایک گابھن بکری دے دی۔ اونٹنی اور گائے بھی شیر دار ہوئیں اور بکری بھی شیر دار ہوئی۔ ابرص کے اونٹوں سے وادی بھر گئی۔ گنجے کی گایوں سے وادی بھر گئی اور اندھے کی بکریوں سے ایک وادی بھر گئی۔ پھر وہ فرشتہ ابرص کے پاس اسی پہلی شکل وصورت میں آیا اور کہا: ایک مسکین آدمی ہوں۔ حالت سفر میں اسباب رزق سے محروم ہو گیا ہوں۔ اب اللہ تعالیٰ کے سوا پھر آپ کے سوا کوئی آسرا نہیں۔ میں اس ذات کے وسیلہ سے تم سے سوال کرتا ہوں جس نے تمہیں خوبصورت رنگ اور خوبصورت جلد عطا کی ہے اور تمہیں اونٹوں کی شکل میں مال عطا فرمایا ہے کہ تم میری مدد کرو تاکہ میں اپنی منزل مراد کو پا سکوں۔ اس نے جواب دیا: میری ذمہ داریاں بہت زیادہ ہیں (میں تمہاری مدد نہیں کر سکتا) اس نے کہا: مجھے یوں لگتا ہے جیسے میں تمہیں پہچانتا ہوں۔ کیا تم برص زدہ نہیں تھے کہ لوگ تم سے نفرت کرتے تھے۔ اور کیا تم فقیر نہیں تھے؟ پھر اللہ تعالیٰ نے تمہیں مال عطا فرمایا۔ اس نے جواب دیا: یہ (عزت و مال) مجھے آباء و اجداد سے ورثے میں ملا ہے۔ اس (فرشتے) نے جواب دیا: اگر تم جھوٹ بول رہے ہو تو اللہ تعالیٰ تمہیں ایسا ہی کر دے جیسے تم (پہلے) تھے۔ پھر وہ گنجے کے پاس گیا اسی شکل وصورت میں اور اس سے وہی باتیں کہیں جو اس (برص زدہ) سے کہی تھیں اور اس نے وہی جواب دیا جو اس نے دیا تھا۔ اس نے کہا: اگر تم جھوٹ بول رہے ہو تو اللہ تعالیٰ تمہیں ایسا ہی کر دے جیسے تم پہلے تھے۔ پھر وہ (فرشتہ) اپنی اسی شکل میں اندھے کے پاس آیا اور کہا: مسکین آدمی ہوں اور مسافر ہوں، سفر میں اسباب رزق سے محروم ہو گیا ہوں۔ اب منزل تک پہنچنے کا اللہ تعالیٰ کے سوا پھر تمہارے سوا کوئی سہارا نہیں ہے۔ میں تم سے اس ذات کے نام پر ایک بکری

کا سوال کرتا ہوں جس نے تمہیں تمہاری بینائی لوٹائی تھی تا کہ میں اس کے ذریعے اپنے سفر کی ضروریات پوری کر سکوں۔ اس نے جواب دیا: یقیناً میں اندھا تھا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے میری بینائی واپس عطا فرمائی۔ اور (یقیناً) میں فقیر تھا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے صاحب ثروت بنایا۔ سو جو تم لینا چاہتے ہو لے لو۔ خدا کی قسم آج تم راہ خدا میں میری جو چیز لینا ترک کرو گے اس پر میں تمہاری تعریف نہیں کروں گا۔ اس نے جواب دیا: تمہارا مال تمہیں مبارک ہو۔ تم لوگوں کو تو آزمایا گیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ تم سے راضی ہو گیا ہے اور تمہارے دونوں ساتھیوں پر غضب ناک ہوا ہے۔ (1)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا: ایک عورت بیٹھی اپنے بچے کو دودھ پلا رہی تھی کہ اس کے پاس سے ایک سوار گزرا۔ اس نے بچے کو دودھ پلاتے پلاتے کہا: اے اللہ تعالیٰ! میرے بچے کو اس وقت تک موت نہ آئے جب تک کہ وہ اس (شہسوار) جیسا نہ ہو جائے۔ اس (بچے) نے کہا: اے اللہ تعالیٰ! مجھے اس جیسا نہ بنانا۔ (یہ کہہ کر) وہ پھر دودھ پینے لگا۔ پھر اس کے پاس سے ایک عورت کو گزارا گیا جس کو گھسیٹا جا رہا تھا اور اس کا مذاق اڑایا جا رہا تھا۔ اس عورت نے دعا کی: اے اللہ تعالیٰ! میرے اس بچے کو اس (عورت) جیسا نہ بنانا۔ اس (بچے) نے دعا کی: اے اللہ تعالیٰ! مجھے اس جیسا بنا دے۔ (حضور ﷺ نے) فرمایا: وہ شہسوار کافر تھا۔ اور وہ جو عورت تھی، لوگ اس سے کہتے تھے کہ وہ بدکاری کرتی ہے لیکن وہ جواب دیتی تھی: مجھے میرا رب کافی ہے۔ لوگ کہتے تھے کہ وہ چوری کرتی ہے تو وہ کہتی تھی: مجھے میرا رب کافی ہے۔ (2)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ایک کتا ایک کنوئیں کے گرد چکر لگا رہا تھا۔ قریب تھا کہ وہ شدت پیاس سے ہلاک ہو جاتا کہ بنو اسرائیل کی ایک پیشہ ور بدکار عورت نے اسے دیکھا۔ اس عورت نے اپنا موزہ اتارا اور اس کے ذریعے اس کتے کو پانی پلایا تو اللہ تعالیٰ نے اس عورت کو معاف کر دیا۔ (3)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: بنو اسرائیل میں ایک شخص تھا جس نے ننانوے (99) آدمیوں کو قتل کر رکھا تھا۔ پھر وہ (اپنے انجام کے متعلق) پوچھنے کے لیے (گھر سے) نکلا۔ وہ ایک راہب کے پاس آیا اور اس سے پوچھا کہ اس کے لیے توبہ کی گنجائش ہے۔ اس نے جواب دیا: نہیں۔ اس نے اس (راہب) کو بھی قتل کر دیا۔ پھر وہ (اپنی توبہ کے متعلق لوگوں سے) پوچھنے لگا۔ ایک آدمی نے اس سے کہا: تم فلاں گاؤں چلے جاؤ (وہاں تمہیں اپنے سوال کا جواب ملے گا۔) موت نے اسے (راستے ہی میں) آلیا۔ اس نے اپنے سینے کو اس (گاؤں) کی

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 492　2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 493　3۔ ایضاً

طرف کھینچا۔ اس کے متعلق رحمت اور عذاب کے فرشتوں کے درمیان بحث ہونے لگی۔ (یعنی رحمت کے فرشتے کہتے تھے کہ یہ توبہ کی نیت سے نکلا ہے، اسے ہم اپنی تحویل میں لیں گے اور عذاب کے فرشتے کہتے تھے کہ یہ سو انسانوں کا قاتل ہے، اس لیے یہ ہماری تحویل میں آنے کا مستحق ہے) اللہ تعالیٰ نے اس (گاؤں جس کی طرف وہ جا رہا تھا) کی طرف وحی فرمائی کہ تو قریب ہو جا اور اس (گاؤں جس سے وہ نکلا تھا) سے فرمایا: تو دور ہو جا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے (فرشتوں سے) فرمایا: اس سے دونوں گاؤں کا فاصلہ ناپو۔ تو اسے بالشت بھر، اس گاؤں کے قریب پایا گیا جدھر وہ جا رہا تھا اور اس کی بخشش فرما دی گئی۔ (1)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے صبح کی نماز پڑھی۔ پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ایک آدمی گائے کو ہانک کر لے جا رہا تھا کہ وہ اس پر سوار ہو گیا اور اس کو مارا۔ اس (گائے) نے کہا: ہم اس (سواری) کے لیے پیدا نہیں کیے گئے، ہم تو ہل چلانے کے لیے پیدا کیے گئے ہیں۔ لوگ کہنے لگے: سبحان اللہ۔ گائے کلام کر رہی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: میں اس (کی صداقت) پر ایمان رکھتا ہوں۔ میں، ابوبکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور وہ دونوں حضرات وہاں موجود نہیں تھے۔ اور (فرمایا) ایک آدمی اپنی بکریوں کے ساتھ تھا کہ ایک بھیڑیے نے حملہ کیا اور ایک بکری کو اٹھا کر لے گیا۔ اس شخص نے اس بھیڑیے کو ڈھونڈا حتیٰ کہ گویا اس نے بکری اس سے چھڑا لی۔ بھیڑیے نے کہا: اس نے بکری (آج تو) مجھ سے چھڑا لی ہے لیکن درندوں کے دن اسے مجھ سے کون بچائے گا جب میرے بغیر کوئی اس کا چرواہا نہیں ہوگا۔ لوگ کہنے لگے: سبحان اللہ، بھیڑیا بات کر رہا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: میں اس (کی صداقت) پر ایمان رکھتا ہوں۔ میں، ابوبکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما، اور وہ دونوں حضرات وہاں موجود نہ تھے۔ (2)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ایک آدمی اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے چل رہا تھا کہ اسے زمین نے نگل لیا۔ اور وہ قیامت تک یونہی زمین میں دھنستا چلا جائے گا۔...... الحدیث۔ (3)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: بنو اسرائیل عریاں غسل کرتے تھے اور ایک دوسرے کی شرم گاہوں کو دیکھتے تھے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام تنہا غسل کیا کرتے تھے۔ وہ (بنو اسرائیل) کہنے لگے: موسیٰ (علیہ السلام) ہمارے ساتھ اسی لیے غسل نہیں کرتے کیونکہ آپ کبیر الخصیتین ہیں۔ ایک روز حضرت موسیٰ علیہ السلام غسل کرنے لگے تو آپ نے اپنے کپڑے ایک پتھر پر رکھے۔ پتھر آپ کے کپڑے لے کر بھاگ گیا۔ راوی کہتے ہیں: حضرت

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 494　2۔ ایضاً　3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 861

موسیٰ علیہ السلام اس پتھر کے تعاقب میں تیزی سے چلنے لگے۔ آپ کہہ رہے تھے: میرے کپڑے، پتھر! میرے کپڑے، پتھر! حتی کہ بنواسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شرمگاہ کو دیکھ لیا اور کہہ اٹھے: خدا کی قسم، موسیٰ علیہ السلام میں تو کوئی عیب نہیں ہے۔ پتھر کھڑا ہو گیا حتی کہ لوگوں نے اس کو دیکھ لیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے کپڑے لے لیے اور پتھر کو مارنے لگے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: خدا کی قسم، اس پتھر پر چھ یا سات نشان ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مارنے سے پڑے تھے۔ (1)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ کے پاس سے ایک یہودی کو گزارا گیا جس کا منہ کالا کیا گیا تھا اور اس کو کوڑے مارے گئے تھے۔ حضور ﷺ نے ان (یہودیوں) کو بلایا اور فرمایا: کیا تمہاری کتاب میں زانی کی حد یہی ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں۔ آپ نے ان کے ایک عالم کو طلب کیا اور اس سے فرمایا: میں تمہیں اس رب کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جس نے تورات کو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمایا، کیا تم اپنی کتاب میں زانی کی سزا یہی پاتے ہو؟ اس نے جواب دیا: نہیں۔ اور اگر آپ مجھے یہ قسم نہ دیتے تو میں آپ کو کبھی نہ بتاتا۔ ہم (توراۃ میں زانی کی سزا) رجم پاتے ہیں لیکن یہ (برائی) ہمارے معززین میں بہت بڑھ گئی تھی اور ہم اگر کسی معزز شخص کو اس جرم میں پکڑ لیتے تو اسے چھوڑ دیتے تھے اور اگر کسی کمزور کو پکڑتے تو اس پر حد قائم کرتے تھے۔ پھر ہم نے (ایک دوسرے سے) کہا: آؤ ہم کسی ایسی سزا پر جمع ہو جائیں جو معزز کو بھی دی جائے اور کمزور کو بھی۔ سو ہم نے رجم کے بجائے منہ کالا کرنے اور کوڑوں کی سزا مقرر کی۔ حضور ﷺ نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا: اے اللہ تعالیٰ! میں تیرا وہ پہلا بندہ ہوں جس نے تیرے اس حکم کو زندہ کیا ہے جب کہ انہوں (بنواسرائیل) نے اس کو ختم کر دیا تھا۔ پھر آپ کے حکم سے اس یہودی کو رجم کیا گیا......الحدیث۔ (2)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے جنت میں حضرت آدم علیہ السلام کو مصور فرمایا تو انہیں اس حال پر چھوڑ دیا جب تک کہ اس کی مشیت تھی۔ ابلیس ان کے گرد چکر لگاتا اور دیکھتا کہ یہ کیا ہے۔ جب اس نے دیکھا کہ یہ اندر سے خالی ہے تو وہ سمجھ گیا کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسی مخلوق تخلیق فرمائی ہے جو اپنے آپ پر قابو نہیں رکھ سکے گی۔ (3)

حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: تم سے پہلے لوگوں میں ایک بادشاہ تھا۔ اس کے پاس ایک جادوگر تھا۔ جب وہ جادوگر بوڑھا ہو گیا تو اس نے بادشاہ سے کہا:

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 154 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 70 3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 327

میں بوڑھا ہو گیا ہوں، اس لیے آپ میرے پاس ایک لڑکے کو بھیجیں کہ میں اس کو جادو سکھا دوں۔ بادشاہ نے اس کے پاس ایک لڑکے کو بھیجا تا کہ وہ اسے جادو سکھا دے۔ لڑکا جب جادوگر کی طرف جاتا، تو راستے میں ایک راہب (کاذیرہ) تھا، وہ اس راہب کے پاس بیٹھتا، اس کی باتیں سنتا اور وہ باتیں اسے بہت اچھی لگتیں۔ وہ جب جادوگر کے پاس جاتا تو وہ اسے مارتا۔ لڑکے نے اس کی شکایت راہب سے کی تو اس نے کہا: جب تمہیں جادوگر کا خوف ہو تو کہہ دیا کرو کہ مجھے گھر والوں نے روک لیا تھا اور جب تمہیں گھر والوں کا خوف ہو تو کہہ دیا کرو کہ مجھے جادوگر نے روک لیا تھا۔ اسی دوران وہ ایک عظیم چوپائے کے پاس سے گزرا جس نے لوگوں کا راستہ روک رکھا تھا۔ اس نے (جی میں) کہا: آج مجھے پتا چل جائے گا کہ جادوگر افضل ہے یا راہب افضل ہے۔ اس نے ایک پتھر اٹھایا اور کہا: اے اللہ تعالیٰ! تیری بارگاہ میں اگر راہب کا معاملہ جادوگر کے معاملہ سے زیادہ محبوب ہے تو اس چوپائے کو ہلاک کر دے تا کہ لوگ گزر سکیں۔ (یہ کہہ کر) اس نے پتھر پھینکا اور جانور کو قتل کر دیا اور لوگ گزر گئے۔ لڑکا راہب کے پاس آیا اور اسے سارا ماجرا سنایا۔ راہب نے اسے کہا: اے بیٹے! آج سے تم مجھ سے افضل ہو۔ تمہارا مقام اتنا بلند ہو گیا ہے جو میں دیکھ رہا ہوں۔ اور (سن!) تجھ کو آزمائش میں ڈالا جائے گا، اور اگر تم آزمائش میں پڑو تو میرے متعلق کسی کو کچھ نہ بتانا۔ وہ لڑکا مادرزاد اندھوں اور کوڑھیوں کو (باذن اللہ) صحت مند کرتا تھا اور ہر قسم کے امراض سے لوگوں کا علاج کرتا تھا۔ بادشاہ کا ایک ہم مجلس تھا، جو نابینا ہو گیا تھا، اس نے اس لڑکے کے متعلق سنا۔ وہ بہت سارے تحفے تحائف لے کر لڑکے کے پاس آیا اور کہا: اگر تم مجھے اس مرض سے شفا دے دو تو یہ سب کچھ تمہارا ہے۔ لڑکے نے کہا: میں کسی کو شفا نہیں دے سکتا، شفا تو اللہ تعالیٰ (کے ہاتھ میں ہے وہی) دیتا ہے۔ اگر تم اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آؤ تو میں تمہارے لیے دعا کروں گا اور اللہ تعالیٰ تمہیں شفا دے دے گا۔ وہ آدمی اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو شفا عطا فرما دی۔ وہ آدمی بادشاہ کے پاس آیا اور اس کی مجلس میں جیسے پہلے بیٹھا کرتا تھا اسی طرح بیٹھ گیا۔ بادشاہ نے اس سے پوچھا: تمہاری بینائی تمہیں کس نے لوٹائی ہے؟ اس نے جواب دیا: میرے رب نے۔ بادشاہ نے کہا: کیا تمہارا میرے بغیر اور بھی کوئی رب ہے؟ اس نے جواب دیا: میرا اور تیرا دونوں کا رب اللہ تعالیٰ ہے۔ بادشاہ نے اسے پکڑوا لیا، اس پر تشدد کرتا رہا حتی کہ اس نے لڑکے کا پتا دے دیا۔ لڑکے کو لایا گیا تو اس سے بادشاہ نے کہا: بیٹے! تمہارا جادو یہاں تک پہنچ گیا ہے کہ تم مادرزاد اندھوں اور کوڑھیوں کو شفا دیتے ہو اور ایسے ایسے کارنامے سرانجام دیتے ہو۔ لڑکے نے کہا: میں کسی کو شفا نہیں دے سکتا، شفا تو اللہ تعالیٰ دیتا ہے۔ بادشاہ نے اسے پکڑوا لیا اور اس پر تشدد کرتا رہا حتی کہ اس نے راہب کا پتا دے دیا۔ راہب کو لایا گیا اور اس سے کہا گیا کہ اپنے دین

سے پھر جائے، اس نے انکار کر دیا۔ بادشاہ نے آرا منگوایا۔ اسے اس کی سر کی مانگ پر رکھا اور اسے چیر دیا حتی کہ اس کے دو ٹکڑے ہو کر گر پڑے۔ پھر بادشاہ کے ہم مجلس کو بلایا گیا۔ اس سے کہا گیا کہ اپنے دین سے پھر جائے تو اس نے بھی انکار کر دیا۔ بادشاہ نے آرا اس کے سر کی مانگ پر رکھا اور اسے بھی چیر دیا حتی کہ اس کے دو ٹکڑے ہو کر گر پڑے۔ پھر لڑکے کو بلایا گیا۔ اس سے کہا گیا کہ اپنے دین سے پھر جاؤ تو اس نے بھی انکار کر دیا۔ اس (بادشاہ) نے اسے اپنے کچھ کارندوں کے حوالے کیا اور کہا: اس کو فلاں پہاڑ کی طرف لے جاؤ۔ اور اس کو لے کر پہاڑ کے اوپر چڑھو۔ جب پہاڑ کی چوٹی پر پہنچو تو اگر یہ اپنے دین سے پھر جائے تو ٹھیک ورنہ اس کو پہاڑ سے نیچے پھینک دو۔ وہ اس (لڑکے) کو لے گئے اور اسے لے کر پہاڑی پر چڑھ گئے۔ اس نے دعا کی: اے اللہ تعالیٰ! تو خود ہی مجھے ان کے شر سے محفوظ رکھ، جس طرح تو چاہتا ہے۔ پہاڑ ان کے ساتھ کانپ اٹھا اور وہ پہاڑ سے نیچے گر گئے۔ وہ چلتا ہوا بادشاہ کے پاس آیا۔ بادشاہ نے اس سے پوچھا: تمہارے ساتھیوں کا کیا بنا؟ اس نے جواب دیا: میرا رب میرے لیے ان کی طرف سے کافی ہو گیا ہے۔ پھر بادشاہ نے اسے ایک اور جماعت کے سپرد کیا اور ان کو حکم دیا: اسے لے جاؤ۔ اس کو ایک چھوٹی کشتی پر بٹھا کر سمندر کے وسط میں لے جاؤ۔ اگر یہ اپنے دین سے پھر جائے تو ٹھیک ورنہ اس کو (سمندر میں) پھینک دو۔ وہ اسے لے گئے۔ اس نے دعا کی: اے اللہ تعالیٰ! تو ہی مجھے ان کے شر سے محفوظ رکھ، جس طرح تجھے منظور ہے۔ کشتی ان کے ساتھ الٹ گئی اور وہ غرق ہو گئے۔ لڑکا چلتا ہوا بادشاہ کے پاس آ گیا۔ بادشاہ نے اس سے پوچھا: تمہارے ساتھیوں کا کیا بنا؟ اس نے جواب دیا: میرا رب میرے لیے ان کی طرف سے کافی ہو گیا ہے۔ پھر اس لڑکے نے بادشاہ سے کہا: تم مجھے اس وقت تک قتل نہیں کر سکو گے جب تک تم وہ کام نہ کرو جو میں تمہیں کہتا ہوں۔ بادشاہ نے پوچھا: وہ کام کیا ہے؟ لڑکے نے کہا: تم لوگوں کو ایک کھلے میدان میں جمع کرو۔ مجھے ایک لکڑی پر سولی دو۔ پھر میرے ترکش سے ایک تیر نکالو۔ اس تیر کو کمان کے وسط میں رکھو اور پھر کہو: اللہ کے نام سے جو اس لڑکے کا رب ہے، پھر مجھے تیر مارو۔ اگر تم نے اس طرح کیا تو تم مجھے قتل کر سکو گے۔ بادشاہ نے لوگوں کو ایک بڑے میدان میں جمع کیا۔ اس لڑکے کو ایک لکڑی پر سولی دی۔ پھر اس کے ترکش سے ایک تیر لیا۔ اسے کمان کے وسط میں رکھا اور کہا: اللہ کے نام سے جو اس لڑکے کا رب ہے۔ پھر اس نے تیر پھینکا اور تیر اس کی کنپٹی پر جا لگا۔ لڑکے نے اپنا ہاتھ اپنی کنپٹی پر اس جگہ رکھا جہاں تیر لگا تھا اور جان دے دی۔ لوگ کہنے لگے: ہم اس لڑکے کے رب پر ایمان لے آئے ہیں۔ ہم اس لڑکے کے رب پر ایمان لے آئے ہیں۔ ہم اس لڑکے کے رب پر ایمان لے آئے ہیں۔ لوگ بادشاہ کے پاس آئے اور کہا: کیا تم نے دیکھا نہیں کہ تم جس چیز سے ڈرتے تھے وہ تم پر نازل ہو گئی ہے اور لوگ (خدائے واحد پر) ایمان لے

آئے ہیں۔ اس نے حکم دیا کہ راستوں کے سروں پر لمبے گڑھے کھودے جائیں۔ گڑھے کھود دیے گئے اور ان میں آگ کے شعلے بھڑکا دیے گئے۔ بادشاہ نے حکم دیا: جو اپنے (نئے) دین سے رجوع نہ کرے اسے ان میں ڈال دو۔ یا (ان میں سے ہر ایک سے) کہا گیا: آگ میں داخل ہو جاؤ۔ لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ حتی کہ ایک عورت آئی۔ اس کے ساتھ اس کا بچہ بھی تھا۔ اس عورت نے گڑھے میں داخل ہونے میں توقف کیا تو اس کے بچے نے اس سے کہا: امی! صبر کرو، کیونکہ تم حق پر ہو۔(1)

حضرت سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: سام عربوں کے جد اعلیٰ ہیں۔ حام حبشیوں کے اور یافث رومیوں کے۔(2)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: جب ہم حضور ﷺ کے ساتھ طائف کی طرف نکلے اور ہم ایک قبر کے پاس سے گزرے تو میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا: یہ ابو رغال کی قبر ہے۔ وہ حرم میں تھا اور اپنے آپ کو عذاب سے محفوظ رکھے ہوئے تھا۔ جب وہ حرم سے نکلا تو اس مقام پر اس پر وہی عذاب نازل ہو گیا جو اس کی قوم (ثمود) پر نازل ہوا تھا۔ اس کو اس مقام پر دفن کیا گیا۔ اس کی نشانی یہ ہے کہ اس کے ساتھ سونے کی ایک ٹہنی بھی دفن کی گئی۔ اگر تم اس کی قبر کو کھودو گے تو اس کے ساتھ سونے کی اس ٹہنی کو بھی پالو گے۔ لوگ جلدی سے قبر کھودنے لگے اور وہ سونے کی ٹہنی نکال لی۔(3)

حضرت فروہ بن مسیک الغطیفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا...... لوگوں میں سے ایک نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ ہمیں بتائیے کہ ''سبا'' کیا ہے، آیا یہ کسی عورت کا نام ہے یا کسی جگہ کا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: یہ نہ کسی عورت کا نام ہے اور نہ جگہ کا بلکہ یہ ایک مرد تھا جس کے دس عرب بیٹے تھے۔ ان میں سے چھ نے یمن میں سکونت اختیار کی اور چار نے شام میں...... الحدیث۔(4)

حضرت سعید بن مسیب سے مروی ہے کہ ایک عورت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آئی۔ آپ کے ہاتھ میں ایک ڈنڈا تھا۔ اس نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ اس چھپکلی کے لیے ہے کیونکہ حضور ﷺ نے ہمیں بتایا ہے کہ ہر چیز حضرت ابراہیم علیہ السلام پر (بھڑکائی جانے والی) آگ کو بجھاتی تھی سوائے اس جانور کے۔ اس لیے حضور ﷺ نے اس کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور آپ نے ہمیں گھروں میں رہنے والے سانپوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے سوائے اس کے جس کی

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 415
2۔ جامع الترمذی، جلد 1، صفحہ 155
3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 84
4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 99-198

پشت پر دو لکیریں ہوں اور سوائے اس کے جس کی دم چھوٹی ہو کیونکہ یہ بینائی کو ختم کرنے اور عورتوں کا حمل گرانے کا سبب بنتے ہیں۔(1)

حضرت محمد بن عمرو انصاری اپنے والد ماجد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: میں مکہ کے راستے میں ایک بڑے درخت کے نیچے پڑاؤ کیے ہوئے تھا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما میری طرف مڑے اور فرمایا: تمہارے اس درخت کے نیچے اترنے کی وجہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: اس کے سائے کی وجہ سے اترا ہوں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: حضور ﷺ نے فرمایا ہے: جب تم منیٰ میں جبل ابوقبیس اور اس کے سامنے والے پہاڑ کے درمیان ہو، یہ کہتے ہوئے آپ نے ہاتھ سے مشرق کی طرف اشارہ فرمایا، تو وہاں ایک وادی ہے جس کو ''سربہ'' کہتے ہیں۔ اور حارث کی حدیث کے الفاظ ہیں کہ اس کو ''سرر'' کہتے ہیں۔ اس وادی میں ایک بڑا درخت ہے جس کے نیچے ستر نبیوں کی ولادت ہوئی ہے۔(2)

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ اس شخص کا کیا حکم ہے جو دو دن روزہ رکھتا ہے اور ایک دن افطار کرتا ہے؟ آپ نے فرمایا: کیا کوئی ایسا کرنے کی طاقت رکھتا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ اس شخص کا کیا حکم ہے جو ایک دن روزہ رکھتا ہے اور ایک دن افطار کرتا ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ حضرت داؤد علیہ السلام کا روزہ ہے۔ (یعنی آپ اس طرح روزہ رکھتے تھے۔) پھر انہوں نے پوچھا: اس شخص کا کیا حکم ہے جو ایک دن روزہ رکھے اور دو دن افطار کرے؟ آپ نے فرمایا: میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ مجھ میں ایسا روزہ رکھنے کی ہمت ہو۔(3)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا: حضرت نوح علیہ السلام ہمیشہ روزہ رکھا کرتے تھے سوائے عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے دنوں کے۔(4)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: انبیائے کرام میں سے ایک نبی کو ایک چیونٹی نے ڈس لیا۔ انہوں نے حکم دیا تو چیونٹیوں کے گھروندے کو آگ لگا دی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی کہ ایک چیونٹی نے تمہیں کاٹا تھا اور اس پر تم نے ایک پوری ایسی امت کو برباد کر دیا ہے جو تسبیح پڑھتی تھی۔(5)

1۔ سنن النسائی، جلد 2، صفحہ 26 2۔ سنن النسائی، جلد 2، صفحہ 43
3۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 123 4۔ ایضاً 5۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 232

امور غیبیہ کے متعلق حضور ﷺ کا یہ فرمانا کہ میں نے ان کو دیکھا ہے

اس کائنات کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ کائنات کے بے شمار حقائق ایسے ہیں جن کا تعلق عالم غیب سے ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے خصوصی فضل و کرم سے اپنی کتابوں اور اپنے مخصوص بندوں کے ذریعے ان حقائق کو بنی نوع انسان پر منکشف فرماتا ہے۔ جنت اور دوزخ کا تعلق بھی ایسی ہی چیزوں سے ہے۔ ہم جب احادیث طیبہ کا مطالعہ کرتے ہیں تو بے شمار مقامات پر ہمیں ایسی احادیث طیبہ نظر آتی ہیں جن میں حضور ﷺ نے عالم غیب کی کسی حقیقت کے متعلق یہ فرمایا ہے کہ میں نے اس کو دیکھا ہے۔ مثلاً حضور ﷺ کا یہ فرمانا کہ میں نے جنت کو دیکھا ہے۔ میں نے دوزخ کو دیکھا ہے۔ اس قسم کی احادیث طیبہ کا مطالعہ یقیناً ہماری راہنمائی اس خوشنما حقیقت کی طرف کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جس عظیم ہستی کا امتی ہونے کا شرف بخشا ہے ان کے سینہ انور کو اللہ تعالیٰ نے علوم غیبیہ کا گنجینہ بنا دیا تھا۔ اس طرح اس عظیم ہستی کی خداداد عظمتوں کا نقش ہمارے دلوں پر ثبت ہو جاتا ہے اور ہم اپنے دلوں میں آپ کے لیے محبت کے حسین جذبات کو کروٹیں لیتے ہوئے محسوس کرتے ہیں۔

ذیل میں ہم ایسی چند احادیث طیبہ قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ قارئین کرام اپنے نبی ﷺ کے جمال و کمال کے جلوے دیکھ کر اپنے دلوں کو محبت رسول کے جذبات سے معمور کر سکیں جو ان کے ایمان کی جان بھی ہے اور دنیا اور آخرت کی کامیابیوں کا ذریعہ بھی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: مجھے دوزخ دکھائی گئی اور میں نے دیکھا کہ دوزخیوں کی اکثریت عورتوں پر مشتمل تھی کیونکہ وہ ناشکری کرتی ہیں۔ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! ﷺ کیا وہ اللہ تعالیٰ کا انکار کرتی ہیں؟ فرمایا: وہ اپنے خاوند کی نافرمانی کرتی ہیں اور احسان کی ناشکری کرتی ہیں۔ اور اگر تم کسی عورت پر عمر بھر احسان کرتے رہو اور پھر اس کو تمہارے اندر کوئی (ناپسندیدہ) چیز نظر آئے تو وہ کہہ دے گی: میں نے تم سے کبھی بھلائی نہیں دیکھی۔ (1)

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ نماز پڑھ رہی تھیں۔ میں نے عرض کیا: لوگوں کو کیا ہوا ہے؟ آپ نے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔ دیکھا تو لوگ کھڑے ہوئے تھے۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پڑھا: سبحان اللہ، میں نے عرض کیا: کیا (قدرت خداوندی کی) کوئی نشانی ظاہر ہوئی ہے؟ آپ نے سر کے اشارے سے ہاں میں جواب دیا۔ میں کھڑی ہو گئی حتی کہ مجھ پر غشی طاری ہو گئی اور

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 9

میں اپنے سر پر پانی ڈالنے لگی۔ حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی پھر فرمایا: جو چیز بھی مجھے نہیں دکھائی گئی تھی اسے میں نے اس مقام پر دیکھ لیا ہے حتی کہ میں نے جنت اور دوزخ کو دیکھ لیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی فرمائی ہے کہ قبروں میں فتنہ مسیح دجال کی طرح یا اس کے قریب، راوی کہتے ہیں مجھے معلوم نہیں کہ حضرت اسماء نے ان میں سے کون سا لفظ استعمال کیا، تمہاری آزمائش کی جائے گی۔ کہا جائے گا: اس ہستی (محمد ﷺ) کے متعلق تم کیا جانتے ہو؟ صاحب ایمان یا صاحب یقین، راوی کہتے ہیں، مجھے معلوم نہیں کہ حضرت اسماء نے ان میں سے کون سا لفظ استعمال کیا تھا، کہے گا: یہ اللہ تعالیٰ کے رسول محمد ﷺ ہیں۔ آپ ہمارے پاس واضح نشانیاں اور ہدایت لے کر تشریف لائے تھے۔ ہم نے آپ کی دعوت کو قبول کیا تھا اور آپ کی پیروی اختیار کی تھی۔ وہ تین مرتبہ کہے گا: یہ حضرت محمد ﷺ ہیں۔ اس سے کہا جائے گا: مزے سے سو جاؤ، ہمیں معلوم تھا کہ تم صاحب یقین تھے۔ جہاں تک منافقین یا مبتلائے شک، راوی کہتے ہیں: مجھے معلوم نہیں کہ حضرت اسماء نے ان میں سے کون سا لفظ استعمال کیا تھا، کا تعلق ہے تو وہ کہے گا: مجھے نہیں معلوم، میں نے لوگوں کو (ان کے متعلق) کچھ کہتے سنا تو میں نے بھی وہی کچھ کہہ دیا۔(1)

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: میں مکہ میں تھا کہ میری گھر کی چھت کو کھولا گیا اور حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوئے۔ انہوں نے میرا سینہ چاک کیا۔ پھر اس کو آب زمزم سے دھویا۔ پھر حکمت و ایمان سے بھرا ہوا سونے کا ایک طشت لائے اور اس کو میرے سینے میں انڈیل دیا۔ پھر میرے سینے کو جوڑ دیا۔ پھر میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے ساتھ لے کر آسمان کی طرف عروج کیا۔ جب میں آسمان دنیا پر پہنچا تو حضرت جبریل علیہ السلام نے آسمان کے داروغے سے کہا: (دروازہ) کھولو۔ اس نے پوچھا: کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا: جبریل ہوں۔ اس نے پوچھا: کیا تمہارے ساتھ بھی کوئی ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں، میرے ساتھ حضرت محمد ﷺ ہیں۔ اس نے پوچھا: کیا ان کو طلب فرمایا گیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں۔ جب دروازہ کھولا گیا تو ہم اوپر آسمان کی طرف گئے۔ دیکھا تو ایک مرد تشریف فرما تھے۔ ان کی دائیں جانب بھی کچھ شکلیں تھیں اور ان کی بائیں جانب بھی کچھ شکلیں تھیں۔ جب وہ دائیں جانب دیکھتے تو ہنستے تھے اور جب بائیں جانب دیکھتے تھے تو روتے تھے۔ انہوں نے فرمایا: صالح نبی اور صالح فرزند کو خوش آمدید۔ میں نے جبریل سے پوچھا: یہ کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: یہ حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ اور ان کے دائیں بائیں جو شکلیں ہیں یہ ان کی اولاد کی روحیں ہیں۔ دائیں جانب والی شکلیں اہل جنت کی ہیں اور بائیں جانب

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 18

والی دوزخیوں کی۔ جب وہ اپنی دائیں جانب دیکھتے ہیں تو (جنتی اولاد کو دیکھ کر) ہنستے ہیں اور جب بائیں جانب دیکھتے ہیں تو (دوزخی اولاد کو دیکھ کر) رودیتے ہیں۔ (ہم اوپر جاتے رہے) حتی کہ مجھے دوسرے آسمان تک لایا گیا۔ جبریل نے اس کے داروغے سے کہا: (دروازہ) کھولو۔ اس داروغے نے بھی جبریل سے وہی باتیں کیں جو پہلے آسمان کے داروغے نے کی تھیں۔ پھر (دروازہ) کھول دیا گیا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ راوی نے بیان کیا کہ حضور ﷺ نے آسمانوں میں حضرات آدم، ادریس، موسیٰ، عیسیٰ اور ابراہیم علیہم السلام سے ملاقات کی، البتہ انہوں نے وثوق سے ان کی منازل کو بیان نہیں کیا سوائے اس کے کہ انہوں نے بیان کیا کہ آپ نے پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات کی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے چھٹے آسمان پر ملاقات کی۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: جب جبریل امین حضور ﷺ کو لے کر حضرت ادریس علیہ السلام کے پاس سے گزرے تو انہوں نے کہا: صالح نبی اور صالح بھائی کو خوش آمدید۔ (حضور ﷺ فرماتے ہیں:) میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ حضرت جبریل علیہ السلام نے جواب دیا: یہ حضرت ادریس علیہ السلام ہیں۔ پھر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا۔ انہوں نے فرمایا: نبی صالح اور برادر صالح کو خوش آمدید۔ میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ جبریل نے جواب دیا: یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ پھر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا۔ انہوں نے فرمایا: نبی صالح اور برادر صالح کو خوش آمدید۔ میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ جبریل نے جواب دیا: یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ پھر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے گزرا۔ انہوں نے فرمایا: نبی صالح اور فرزند صالح کو خوش آمدید۔ میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ جبریل نے جواب دیا: یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ (راوی) ابن شہاب کہتے ہیں: مجھے ابن حزم نے بتایا کہ حضرت ابن عباس اور حضرت ابو حبہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرمایا کرتے تھے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: مجھے اوپر لے جایا گیا حتی کہ میں مقام ''مستویٰ'' پر پہنچا۔ وہاں میں قلموں کے چلنے کی آواز سن رہا تھا۔ ابن حزم اور انس بن مالک فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میری امت پر پچاس نمازیں فرض کیں۔ میں یہ (نمازوں کا تحفہ) لے کر واپس لوٹا حتی کہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا۔ انہوں نے پوچھا: اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت پر کیا فرض کیا ہے؟ میں نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے پچاس نمازیں فرض فرمائی ہیں۔ انہوں نے فرمایا: واپس اپنے رب کی بارگاہ میں حاضری دیں کیونکہ آپ کی امت اس فریضے کو ادا نہیں کر سکے گی۔ میں نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا تو اللہ تعالیٰ نے کچھ نمازیں کم کر دیں۔ میں واپس حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس گیا اور کہا: اللہ تعالیٰ نے کچھ نمازیں کم کر دی ہیں۔ انہوں نے

فرمایا: واپس بارگاہ خداوندی میں حاضری دیں کیونکہ آپ کی امت اس کی طاقت نہیں رکھتی۔ میں نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا تو اللہ تعالیٰ نے کچھ نمازیں (اور) کم کر دیں۔ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس گیا تو انہوں نے فرمایا: اپنے رب کے پاس واپس جائیں کیونکہ آپ کی امت اس کی طاقت نہیں رکھتی۔ میں نے پھر بارگاہ خداوندی میں عرض کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ (فرض نمازیں) پانچ ہیں اور ثواب پچاس نمازوں کا ہے۔ میرا فرمان تبدیل نہیں ہوا کرتا۔ میں واپس حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس گیا۔ انہوں نے فرمایا: بارگاہ خداوندی میں (مزید تخفیف کی) درخواست کریں۔ میں نے جواب دیا: مجھے اپنے رب سے حیاء آتی ہے۔ پھر مجھے لے جایا گیا حتی کہ میں سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچا۔ اسے مختلف رنگوں نے گھیرے میں لے رکھا تھا۔ مجھے معلوم نہیں کہ وہ رنگ کیا تھے۔ پھر مجھے جنت میں داخل کیا گیا۔ دیکھا تو وہاں موتیوں کے گنبد (1) تھے اور ان کی مٹی کستوری کی تھی۔ (2)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: عہد نبوی میں سورج کو گرہن لگا تو حضور ﷺ نے نماز پڑھی۔ (نماز کے بعد) صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ ہم نے آپ کو دیکھا تھا کہ آپ نے کسی چیز کو اپنی جگہ پر (کھڑے کھڑے) پکڑا اور پھر ہم نے دیکھا کہ آپ پیچھے کی طرف ہٹے۔ آپ نے فرمایا: میں نے جنت کو دیکھا تھا اور ارادہ کیا تھا کہ وہاں سے ایک گچھا لے لوں۔ اگر میں اس گچھے کو پکڑ لیتا تو تم رہتی دنیا تک اس سے کھاتے رہتے۔ (3)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ہمیں نماز پڑھائی پھر فرمایا: شیطان میرے سامنے آیا اور اس نے میری نماز میں خلل ڈالنے کے لیے مجھ پر وار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر قابو عطا فرمایا۔ میں نے اس کو زور سے بھینچا۔ میں نے ارادہ کیا کہ اس کو ایک ستون کے ساتھ باندھ دوں کہ تم صبح آؤ تو اس کو دیکھ سکو۔ پھر مجھے حضرت سلیمان علیہ السلام کی یہ دعا یاد آ گئی: ''اے اللہ تعالیٰ! مجھے ایسی بادشاہی عطا فرما جو میرے بعد کسی کو نہ ملے''۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کو نامراد واپس لوٹا دیا۔ (4)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سورج گرہن کے متعلق مروی ایک حدیث کے آخر میں یہ الفاظ ہیں: ...... میں نے جہنم کو دیکھا کہ اس کے بعض حصے دوسرے حصوں کو توڑ پھوڑ رہے

1۔ نوٹ: بخاری شریف کے نسخوں میں یہاں ''حبائل'' کا لفظ ہے جب کہ دیگر ائمہ حدیث نے جہاں اس حدیث کو روایت کیا ہے وہاں ''حبائل'' کی جگہ ''جنابذ'' کا لفظ ہے اور ائمہ نے اسی کو صحیح قرار دیا ہے۔ ہم نے ترجمہ اسی کے مطابق کیا ہے۔

2۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 51-50 3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 103 4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 161

تھے۔ یہ اس وقت تھا جب تم نے مجھے پیچھے ہٹتے دیکھا۔ وہاں میں نے عمرو بن لحی کو بھی دیکھا۔ یہ وہ شخص تھا جس نے سب سے پہلے اونٹنیوں کو سائبہ کرنے (یعنی بتوں کے نام پر ان پر سواری نہ کرنے) کو رواج دیا تھا۔(1)

حضرت ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ باہر تشریف لے گئے، جب کہ سورج غروب ہو چکا تھا۔ آپ نے ایک آواز سنی اور فرمایا: یہودیوں کو ان کی قبروں میں عذاب ہو رہا ہے۔(2)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: مجھے جس رات معراج کرائی گئی اس رات میں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا، ان کا رنگ گندمی اور قد لمبا تھا اور سر کے بال گھنگریالے تھے گویا وہ قبیلہ شنوءہ کے ایک فرد ہوں۔ اور میں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا، وہ درمیانے قد اور درمیانی وضع کے مرد تھے۔ رنگ سرخی مائل سفید تھا اور سر کے بال ہموار تھے۔ اور میں نے دوزخ کے داروغہ مالک کو بھی دیکھا اور دجال کو بھی دیکھا...... الحدیث۔(3)

حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: میں جنت کے دروازے پر کھڑا ہوا۔ جنت میں داخل ہونے والوں کی اکثریت مسکینوں پر مشتمل تھی۔ (دنیا میں) جو دولت مند تھے ان کو روک لیا گیا تھا البتہ جو دوزخ کے مستحق تھے ان کو دوزخ کی طرف لے جانے کا حکم دے دیا گیا تھا۔ اور میں دوزخ کے دروازے پر کھڑا ہوا تو دوزخ میں داخل ہونے والوں کی اکثریت عورتوں پر مشتمل تھی۔(4)

حضرت عمران رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: میں نے جنت میں جھانکا تو دیکھا کہ جنت میں اکثریت غریبوں کی تھی اور میں نے دوزخ میں جھانکا تو دیکھا کہ دوزخ میں اکثریت عورتوں کی تھی...... الحدیث۔(5)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: میں جنت میں داخل ہوا، یا فرمایا: میں جنت میں گیا تو مجھے ایک محل نظر آیا۔ میں نے پوچھا: یہ محل کس کا ہے؟ انہوں (فرشتوں) نے جواب دیا: یہ محل حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔ میں نے اس محل میں داخل ہونے کا ارادہ کیا اور مجھے اس میں داخل ہونے سے اس کے سوا کسی چیز نے نہ روکا کہ (اے عمر!) مجھے تمہاری غیرت کا علم تھا۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یا رسول

1۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 161 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 184 3۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 459
4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 782 5۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 783

اللہ !صلی اللہ علیہ وسلم کیا میں آپ پر غیرت کا اظہار کروں گا؟ (1)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سدرۃ المنتہیٰ کو میری آنکھوں کے سامنے لایا گیا۔ دیکھا تو وہاں چار دریا تھے۔ دو دریا ظاہر تھے اور دو دریا باطن تھے (یعنی جنت کے اندر بہہ رہے تھے) جو دو دریا ظاہر تھے ان میں سے ایک نیل تھا اور دوسرا فرات اور باطنی دریا جنت کی دو نہریں تھیں۔ مجھے تین پیالے پیش کیے گئے۔ ایک پیالے میں دودھ تھا، ایک پیالے میں شہد تھا اور ایک پیالے میں شراب تھی۔ میں نے وہ پیالہ پکڑ لیا جس میں دودھ تھا اور اسے پی لیا۔ مجھ سے کہا گیا: آپ نے اور آپ کی امت نے اس چیز کو لے لیا ہے جو (انسانی) فطرت کے عین مطابق ہے...... الحدیث۔ (2)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز باہر تشریف لائے اور شہدائے احد پر اسی طرح نماز جنازہ پڑھی جیسے آپ میت کی نماز جنازہ پڑھتے تھے۔ پھر آپ منبر شریف کی طرف پلٹے اور فرمایا: میں (تمہارے معاملات کے انتظام کے لیے) تم سے پہلے جانے والا ہوں۔ میں تم پر گواہ ہوں۔ اور خدا کی قسم، میں اپنے حوض کو اب بھی دیکھ رہا ہوں۔ اور مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا کی گئی ہیں۔ اور خدا کی قسم، مجھے تمہارے متعلق یہ خوف نہیں کہ تم میرے بعد مشرک ہو جاؤ گے البتہ مجھے یہ خوف ہے کہ تم اس (دنیا) کے متعلق ایک دوسرے سے مقابلہ کرنے لگو گے۔ (3)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمام امتوں کو مجھ پر پیش کیا گیا۔ (انبیائے کرام علیہم السلام اپنی امتوں کے ساتھ گزرنے لگے۔) کسی نبی کے ساتھ ایک پوری امت تھی۔ کسی نبی کے ساتھ چند لوگ تھے۔ کسی نبی کے ساتھ دس آدمی تھے۔ کسی نبی کے ساتھ پانچ آدمی تھے اور کوئی نبی تنہا گزر رہا تھا۔ مجھے ایک بہت بڑی جماعت نظر آئی۔ میں نے کہا: جبریل! کیا یہ میری امت ہے؟ انہوں نے جواب دیا: نہیں، البتہ آپ افق کو دیکھیں۔ دیکھا تو وہاں جم غفیر تھا۔ (جبریل امین نے کہا:) یہ آپ کی امت ہے۔ ان کے آگے آگے ستر ہزار وہ (خوش نصیب) ہیں جن پر کوئی حساب نہیں۔ میں نے پوچھا: کیوں؟ انہوں نے جواب دیا: وہ نہ داغ لگاتے تھے، نہ جادو منتر کراتے تھے، نہ فال لیتے تھے اور اپنے رب پر توکل کرتے تھے۔ عکاشہ بن محصن اٹھے اور عرض کیا: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے (ان خوش نصیبوں) میں شامل کر دے۔ آپ نے دعا کی: اے اللہ تعالیٰ! اس کو ان میں سے کر دے۔ پھر ایک اور آدمی اٹھا اور عرض کیا: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرمایئے، اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان میں سے کر دے۔ آپ نے فرمایا: اس (سعادت) میں

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 786　3۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 839　3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 951

عکاشہ تم پر سبقت لے گئے ہیں۔(1)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اے گروہ خواتین! تم صدقہ کیا کرو اور کثرت سے استغفار کیا کرو کیونکہ میں نے دوزخیوں میں تمہاری اکثریت دیکھی ہے......الحدیث۔(2)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ کے زمانے میں سورج کو گرہن لگا...... پھر حضور ﷺ نے فرمایا: مجھے وہ تمام چیزیں دکھائی گئی ہیں جن میں تم (بنی نوع انسان) داخل ہو گے۔ اور مجھ پر جنت پیش کی گئی حتی کہ میں نے اس سے ایک گچھا لینے کا ارادہ کیا۔ یا فرمایا: میں نے گچھا لینے کا ارادہ کیا لیکن میرا ہاتھ وہاں تک نہ پہنچا۔ اور مجھ پر دوزخ پیش کی گئی۔ اس میں میں نے بنو اسرائیل کی ایک عورت کو دیکھا جس کو ایک بلی کی وجہ سے عذاب ہو رہا تھا۔ اس نے اس بلی کو باندھ رکھا تھا۔ نہ وہ اس کو کھانے کو کچھ دیتی تھی اور نہ وہ اسے چھوڑتی تھی کہ وہ زمین کے حشرات وغیرہ کھا سکے۔ اور میں نے ابوثمامہ عمرو بن مالک کو دیکھا کہ وہ دوزخ میں اپنی آنتیں کھینچ رہا تھا......الحدیث۔(3)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جس رات مجھے معراج کرائی گئی، (اس رات) میں سرخ ٹیلے کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر پر آیا۔ ہداب (راوی) کی روایت میں ہے کہ ''میں ان کی قبر کے پاس سے گزرا''۔ وہ اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔(4)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اِنَّآ اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَ کے متعلق فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: وہ (کوثر) جنت کی ایک نہر ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: میں نے جنت میں ایک نہر دیکھی جس کے کناروں پر موتیوں کے گنبد تھے۔ میں نے پوچھا: جبریل! یہ کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: یہ کوثر ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی ہے۔(5)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: میں نے جعفر (طیار) کو دیکھا۔ وہ جنت میں فرشتوں کے ساتھ اڑ رہے تھے۔(6)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اپنی صفوں میں ایک دوسرے کے ساتھ مل کر کھڑے ہوا کرو۔ صفوں کا درمیانی فاصلہ تھوڑا رکھو اور کندھے سے کندھا ملا کر رکھو۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، میں شیطان

1۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 968　　2۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 60　　3۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 297

4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 268　　5۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 172　　6۔ ایضاً جلد 2، صفحہ 218

کو صف کے خلا میں یوں داخل ہوتے دیکھتا ہوں جیسے بکری کا بچہ ہو۔(1)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: ایک آدمی نماز کے لیے آیا۔ اس کی سانس پھولی ہوئی تھی۔ اس نے پڑھا: اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيْهِ۔ حضور ﷺ نے جب نماز ختم کی تو فرمایا: یہ کلمات کس شخص نے پڑھے تھے؟ اس نے کوئی غلط بات نہیں کہی۔ اس شخص نے جواب دیا: یارسول اللہ! ﷺ میں نے (یہ کلمات پڑھے تھے۔) میں جب آیا تو میرا سانس پھولا ہوا تھا اور میں نے زبان سے یہ کلمات ادا کیے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: میں نے بارہ فرشتوں کو دیکھا کہ وہ ان کلمات کو اوپر لے جانے کے لیے ایک دوسرے سے مقابلہ کر رہے تھے...... الحدیث۔(2)

حضرت رفاعہ بن رافع الزرقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک روز ہم حضور ﷺ کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے۔ جب حضور ﷺ نے رکوع سے سر اٹھایا تو پڑھا: سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ۔ حضور ﷺ کے پیچھے (کھڑے) ایک شخص نے پڑھا: اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيْهِ، جب حضور ﷺ نے رخ پھیرا تو فرمایا: ابھی یہ کلمات کس نے کہے تھے؟ اس شخص نے جواب دیا: یارسول اللہ! ﷺ میں نے (یہ کلمات کہے تھے) حضور ﷺ نے فرمایا: میں نے تیس سے کچھ زیادہ فرشتوں کو دیکھا کہ وہ اس چیز میں باہم مقابلہ کر رہے تھے کہ اس (نیکی) کو پہلے کون لکھتا ہے۔(3)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک روز حضور ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی۔ پھر آپ نے اپنا رخ انور ہماری طرف پھیرا اور فرمایا: میں تمہارا امام ہوں، رکوع، سجدے، قیام اور سلام پھیرنے میں مجھ سے پہل نہ کیا کرو کیونکہ میں تمہیں اپنے سامنے سے بھی دیکھتا ہوں اور اپنے پیچھے سے بھی۔ پھر آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، اگر تم وہ دیکھ لو جو میں نے دیکھا ہے تو تم ہنسو کم اور رووٴ زیادہ۔ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ آپ نے کیا دیکھا ہے؟ فرمایا: جنت اور دوزخ کو دیکھا ہے۔(4)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ کے زمانے میں سورج کو گرہن لگا۔ حضور ﷺ نے نماز پڑھی اور لمبا قیام کیا۔ پھر آپ نے رکوع کیا اور رکوع کو لمبا کیا۔ پھر آپ نے رکوع سے سر اٹھایا اور (قومے کو) لمبا کیا۔ شعبہ (راوی) کہتے ہیں: میرا خیال ہے کہ راوی

1۔ سنن ابی داؤد، جلد 1، صفحہ 104　2۔ سنن ابی داؤد، جلد 1، صفحہ 118

3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 119　4۔ سنن النسائی، جلد 1، صفحہ 200

نے سجدے کے متعلق بھی یہی کہا کہ آپ نے سجدے کو لمبا کیا۔ آپ نے سجدے میں رونا شروع کر دیا اور پھونکیں مارنے لگے۔ آپ عرض کر رہے تھے: پروردگار! تو نے مجھ سے اس (عذاب) کا وعدہ تو نہیں فرمایا تھا جب کہ میں ان (امتیوں) کے درمیان موجود ہوں۔ جب آپ نماز پڑھ چکے تو فرمایا، جنت مجھ پر پیش کی گئی حتی کہ میں چاہتا تو اس سے خوشے توڑ لیتا۔ اور مجھ پر دوزخ پیش کی گئی اور میں اس خوف سے پھونکیں مارنے لگا کہ دوزخ کی گرمی تم پر چھا نہ جائے۔ اور میں نے دوزخ میں قبیلہ بنو دعدع کے ایک شخص کو بھی دیکھا جو حاجیوں کی چیزیں چرایا کرتا تھا اور جب پتا چل جاتا کہ اس نے چوری کی ہے تو وہ کہتا: یہ (میری) اس خمدار چھڑی کی حرکت ہے۔ اور میں نے دوزخ میں ایک لمبے قد کی عورت کو دیکھا جس کو ایک بلی کی وجہ سے عذاب ہو رہا تھا۔ اس نے اس بلی کو باندھے رکھا تھا، نہ اسے کچھ کھلاتی تھی اور نہ اسے کھلا چھوڑتی تھی کہ وہ زمین کے کیڑے مکوڑے کھا سکے، حتی کہ وہ بلی مر گئی...... الحدیث۔ (1)

حضور ﷺ کے غلام حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: زمین کو میرے لیے سمیٹا گیا حتی کہ میں نے اس کے مشرقی حصوں اور مغربی حصوں کو دیکھ لیا۔ اور مجھے زرد اور سرخ دونوں خزانے عطا کیے گئے یعنی سونا اور چاندی اور مجھ سے کہا گیا: تمہاری مملکت وہاں تک پہنچے گی جہاں تک زمین کو تمہارے لیے سمیٹا گیا...... الحدیث۔ (2)

زمانۂ مستقبل کے متعلق صحیح پیشینگوئیاں

آنے والے کل کیا ہوگا؟ یہ ایک ایسا سوال ہے جس کا تعلق عالم غیب سے ہے اور کوئی ایسا شخص ہی اس قسم کے سوال کا جواب دے سکتا ہے جس کو غیب کا علم عطا کیا گیا ہو۔ تاریخ انسانی میں متعدد لوگ گزرے ہیں جو مستقبل کے متعلق پیشینگوئیاں کرتے رہے ہیں اور آج بھی ہمیں آئے روز اخبارات میں ایسی مختلف پیشینگوئیوں سے واسطہ پڑتا ہے لیکن ان پیشینگوئیوں کے پورا ہونے کی کوئی ضمانت نہیں ہوتی۔ تاریخ انسانی میں جن نفوس قدسیہ کی، مستقبل کے متعلق، پیشینگوئیاں صحیح طور پر پوری ہوئیں وہ انبیائے کرام تھے کیونکہ ان کا منبع علم انسان کا وضع کیا ہوا کوئی ایسا نظام تعلیم نہیں تھا جس کی بنیاد ظن اور تخمینے پر ہو بلکہ ان کا اعتماد وحی الٰہی پر تھا جس کی صداقت ہر قسم کے شک وشبہ سے بالاتر ہوتی ہے۔ بائبل میں ہزاروں تحریفات کے باوجود آج بھی حضور ﷺ کی تشریف آوری اور آپ کی حیات طیبہ کے متعلق مختلف تفصیلات کا ذکر موجود ہے۔ بائبل میں بیان کردہ ان پیشینگوئیوں کی صداقت کو دنیا اپنی آنکھوں سے دیکھ چکی ہے۔ قرآن حکیم نے مستقبل کے متعلق بے شمار پیشینگوئیاں کیں جن میں سے کچھ وہ تھیں جن کو پورا ہوتے ہوئے ان لوگوں نے ہی دیکھ لیا جن کے درمیان قرآن حکیم نازل ہو رہا تھا۔ کچھ وہ تھیں جو

1۔ سنن النسائی، جلد 1، صفحہ 222
2۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 283

آنے والے زمانوں میں پوری ہوتی رہیں اور دنیا انہیں دیکھتی رہی اور کچھ ایسی بھی ہیں جن کے پورا ہونے کا ابھی انتظار ہے۔ ایک فرانسیسی مفکر اور سائنسدان مورس بکائے نے کہیں لکھا ہے کہ اسے قرآن حکیم میں ایسے سائنسی حقائق کے اشارے ملے ہیں جہاں سائنس شاید دس صدیاں بعد پہنچے۔

قرآن حکیم اور بائبل میں بیان کردہ پیشینگوئیاں کسی انسان کے علم کی مرہون منت نہیں بلکہ یہ اس ہستی کے اقوال ہیں جو عالم الغیب ہے اور ان کا بیان ان ہستیوں کی زبان سے ہوا ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان تک غیب کی خبریں پہنچانے کے لیے منتخب فرمایا تھا۔

حضور ﷺ سے بھی ایسی بے شمار پیشینگوئیاں مروی ہیں جن کا ذکر قرآن حکیم میں موجود نہیں ہے۔ ان میں سے اکثر پیشینگوئیاں پوری بھی ہو چکی ہیں۔ اس قسم کی پیشینگوئیاں اور ان کا صحیح صحیح پورا ہو جانا اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے سینۂ انور کو ان علوم کا گنجینہ بنایا تھا جن سے صرف وہی خوش نصیب بہرہ ور ہو سکتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ ان سعادتوں کے لیے چن لیتا ہے۔ قارئین کرام کو اپنے آقا ﷺ کی علمی عظمتوں کی ایک جھلک دکھانے کے لیے ہم ایسی چند احادیث طیبہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں جن میں حضور ﷺ نے مستقبل کے متعلق صحیح صحیح پیشینگوئیاں کی ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے اپنی حیات طیبہ کے آخری دنوں میں ہمیں عشاء کی نماز پڑھائی۔ جب آپ نے سلام پھیرا تو فرمایا: کیا تم آج کی اس رات کو دیکھ رہے ہو؟ اس رات سے سو سال کا عرصہ گزرنے پر ایسا کوئی شخص روئے زمین پر باقی نہ ہوگا جو آج موجود ہے۔(1)

حضرت عکرمہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے مجھے اور اپنے بیٹے علی کو حکم دیا: تم دونوں حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جاؤ اور ان سے حدیث سنو۔ ہم ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو وہ اپنے باغ میں تھے اور اس کی اصلاح کر رہے تھے۔ انہوں نے اپنی چادر پکڑ لی، اسے لپیٹا اور حدیث بیان کرنا شروع کر دی۔ حتیٰ کہ جب آپ تعمیر مسجد (نبوی) کے ذکر پر پہنچے تو فرمایا: ہم ایک ایک اینٹ اٹھا رہے تھے اور حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ دو دو اینٹیں اٹھا رہے تھے۔ حضور ﷺ نے (عمار) کو دیکھا تو ان کے جسم سے مٹی جھاڑنے لگے۔ آپ یہ کہہ رہے تھے: خدا عمار پر رحمت کرے، اس کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔ یہ ان کو جنت کی طرف دعوت دے رہا ہوگا اور وہ اس کو دوزخ کی طرف دعوت دے رہے ہوں گے۔ راوی کہتے ہیں: حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے تھے: میں فتنوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔(2)

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 22 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 64

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ہم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ آپ نے فرمایا: تم میں سے فتنہ کے بارے میں حضور ﷺ کا ارشاد کس کو یاد ہے؟ میں نے عرض کیا: مجھے آپ کا وہ ارشاد اسی طرح یاد ہے جس طرح کہ آپ نے فرمایا تھا۔ آپ نے فرمایا: تم حضور ﷺ کی احادیث بیان کرنے پر بہت جری ہو۔ میں نے عرض کیا: بندہ اپنے اہل، مال، بچوں اور پڑوسیوں کے حوالے سے جس آزمائش میں مبتلا ہوتا ہے اس کا کفارہ نماز، روزے، صدقہ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے ادا ہو جاتا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں اس فتنے کے متعلق نہیں پوچھ رہا، میں تو اس فتنے کے متعلق پوچھ رہا ہوں جو اسی طرح موجزن ہوگا جیسے سمندر موجزن ہوتا ہے۔ انہوں (حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے عرض کیا: اے امیر المومنین! اس فتنے سے آپ پر کوئی حرج نہیں ہے۔ آپ کے اور اس کے درمیان ایک دروازہ ہے جو بند ہے۔ آپ نے پوچھا: اس دروازے کو کھولا جائے گا یا توڑا جائے گا؟ حضرت حذیفہ نے جواب دیا: توڑا جائے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: پھر وہ دروازہ ہمیشہ کے لیے بند نہیں کیا جائے گا۔ راوی کہتے ہیں: ہم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا: کیا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معلوم تھا کہ وہ دروازہ کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں ان کو اس بات کا اسی طرح علم تھا جیسے ان کو یہ علم تھا کہ دن کے بعد رات ہوتی ہے۔ میں نے ان کو وہ حدیث پاک سنائی جو ہر قسم کے شک وشبہ سے بالاتر ہے۔ راوی کہتے ہیں: ہم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کی تفصیل پوچھنے میں خوف محسوس کیا۔ ہم نے یہ کام مسروق کو سونپا۔ انہوں نے ان (حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے پوچھا تو انہوں نے جواب دیا: وہ دروازہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ (1)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ علم کو اٹھا نہیں لیا جائے گا، زلزلوں کی کثرت نہیں ہوگی، وقت تیزی سے نہیں گزرے گا، فتنے ظاہر نہیں ہوں گے، قتل و غارت کی کثرت نہیں ہوگی اور تمہارے ہاتھوں میں دولت کی ریل پیل نہیں ہوگی۔ (2)

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: لوگوں پر ایک ایسا وقت آئے گا کہ ایک آدمی بطور صدقہ سونا لے کر چکر لگائے گا اور اسے صدقہ لینے والا کوئی نہیں ملے گا۔ اور دیکھا جائے گا کہ ایک آدمی کا پیچھا چالیس عورتیں کر رہی ہوں گی جو اس کی پناہ چاہیں گی کیونکہ مردوں کی کمی ہوگی اور عورتوں کی کثرت ہوگی۔ (3)

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 75　2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 141　3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 190

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: کعبہ کو حبشہ کا دو باریک پنڈلیوں والا ایک شخص منہدم کرے گا۔(1)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا: لوگ مدینہ کو چھوڑ جائیں گے حالانکہ یہ اسی عمدہ حالت پر ہوگا جیسے پہلے تھا۔ مدینہ میں صرف خوراک کی تلاش میں پھرنے والے چوپائے اور پرندے رہ جائیں گے۔ اور سب سے آخر میں جن کو اٹھایا جائے گا وہ قبیلہ مزینہ کے دو چرواہے ہوں گے۔ وہ اپنی بکریوں کو ہانکتے ہوئے مدینہ کی طرف جارہے ہوں گے اور مدینہ کو وہ وحوش سے بھرا ہوا پائیں گے۔ جب وہ ثنیۃ الوداع کے پاس پہنچیں گے تو منہ کے بل گر پڑیں گے۔(2)

حضرت سفیان بن ابی زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا: یمن فتح ہوگا تو لوگ اونٹوں کو ہانکتے ہوئے اور اپنے اہل خانہ اور زیر اثر لوگوں کو لے کر یمن کی طرف چل پڑیں گے۔ حالانکہ مدینہ ان کے لیے بہتر ہے، اگر وہ اس حقیقت کو جانتے ہوں۔ اور شام فتح ہوگا اور لوگ اونٹوں کو ہانکتے ہوئے اور اپنے اہل خانہ اور متعلقین کو لے کر ادھر چل نکلیں گے حالانکہ اگر وہ سمجھیں تو مدینہ ان کے لیے بہتر ہے۔ اور عراق فتح ہوگا اور لوگ اونٹوں کو ہانکتے ہوئے اور اپنے اہل و عیال اور متعلقین کو لیے ادھر چل پڑیں گے حالانکہ، اگر وہ سمجھیں تو، مدینہ ان کے لیے بہتر ہے۔(3)

حضرت ابو بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: مدینہ طیبہ میں مسیح دجال کا رعب داخل نہیں ہو سکے گا۔ اس وقت مدینہ کے سات دروازے ہوں گے اور ہر دروازے پر دو فرشتے ہوں گے۔(4)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے ہمیں دجال کے متعلق ایک طویل حدیث سنائی۔ آپ نے ہمیں جو حدیث سنائی، اس میں یہ الفاظ بھی تھے: آپ نے فرمایا: دجال آئے گا، حالانکہ مدینہ کے راستوں پر اس کا داخلہ ممنوع ہے۔ وہ مدینہ کے باہر کلر والی زمین پر اترے گا۔ اس کی طرف مدینہ سے ایک شخص نکلے گا جو اس وقت کے لوگوں میں سب سے افضل ہوگا اور کہے گا: میں گواہی دیتا ہوں کہ تو وہی دجال ہے جس کے متعلق ہمیں حضور ﷺ نے بتایا تھا۔ دجال (حاضرین سے) کہے گا: اگر میں اس شخص کو قتل کردوں اور پھر اسے زندہ کروں تو کیا تمہارے دلوں میں اس معاملے (یعنی میرے دعویٰ) کے متعلق کوئی شک باقی رہ جائے گا؟ وہ کہیں گے: نہیں۔ وہ اس شخص کو قتل کرے گا، پھر اسے زندہ کرے گا تو وہ شخص کہہ اٹھے گا: خدا کی قسم، مجھے (تمہارے

1۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 216 2۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 252 3۔ ایضاً 4۔ ایضاً

کذاب ہونے کا) جتنا یقین اب ہے اس سے زیادہ یقین پہلے کبھی نہ تھا۔ دجال کہے گا: میں اس کو قتل کر دوں گا لیکن وہ اس کو قتل کرنے پر قادر نہیں ہوگا۔(1)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک تم میں حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام حاکم عادل کے طور پر نازل نہیں ہوں گے۔ وہ صلیب کو توڑیں گے، خنزیر کو قتل کر دیں گے، جزیہ کو ختم کر دیں گے اور مال کی اتنی کثرت ہو جائے گی کہ کوئی اس کو قبول کرنے والا نہیں ہوگا۔(2)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: جب سے میں نے حضور ﷺ کی زبان پاک سے بنوتمیم کے بارے میں تین باتیں سنی ہیں اس وقت سے میں ان کے ساتھ محبت کرتا ہوں۔ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: وہ (بنوتمیم) میری امت میں دجال کے خلاف سب سے زیادہ سخت ہوں گے...... الحدیث۔(3)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: تمام زمانوں سے بہتر زمانہ میرا زمانہ ہے۔ پھر وہ جو اس کے بعد آئے گا۔ پھر وہ جو اس کے بعد آئے گا۔ عمران (راوی) فرماتے ہیں: مجھے معلوم نہیں کہ حضور ﷺ نے دو زمانوں کا ذکر کیا تھا یا تین زمانوں کا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: تمہارے بعد ایسے لوگ آئیں گے جو خیانت کریں گے اور لوگ ان کو امانت کے قابل نہیں سمجھیں گے۔ وہ گواہی دیں گے حالانکہ ان سے گواہی طلب نہیں کی جائے گی۔ وہ نذر مانیں گے اور اسے پورا نہیں کریں گے اور ان میں موٹاپا ظاہر ہو جائے گا۔(4)

حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ فرماتے سنا ہے: میں نے حضور ﷺ کو دیکھا، آپ منبر پر تشریف فرما تھے اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ کے پہلو میں تھے۔ آپ کبھی اپنا رخ انور لوگوں کی طرف پھیرتے اور کبھی ان (یعنی حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی طرف پھیرتے اور فرماتے: میرا یہ بیٹا سردار ہے۔ شاید اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں کے درمیان صلح کرا دے...... الحدیث۔(5)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ حضرت ام حرام بنت ملحان رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لے جایا کرتے تھے اور وہ آپ کو کھانا پیش کیا کرتی تھیں۔ حضرت ام حرام بنت ملحان حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجیت میں

1۔ صحیح البخاری، صفحہ 253
2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 336
3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 345
4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 362
5۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 372

تھیں۔ایک روز حضور ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے۔انہوں نے آپ کی خدمت میں کھانا پیش کیا اور پھر آپ کے بالوں میں جوئیں تلاش کرنے (کی مانند انگلیاں پھیرنے) لگیں۔(1) حضور ﷺ کی آنکھ لگ گئی۔ پھر آپ بیدار ہوئے تو مسکرا رہے تھے۔حضرت ام حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ آپ کے مسکرانے کی وجہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: میری امت کے کچھ لوگ میرے سامنے پیش کیے گئے جو راہ خدا میں جہاد کر رہے تھے۔وہ وسط سمندر میں اپنے جہازوں پر یوں براجمان تھے جیسے بادشاہ تختوں پر بیٹھے ہوں...... حضرت ام حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان (خوش نصیبوں) میں سے کر دے۔آپ نے ان کے لیے دعا کی۔آپ پھر سو گئے۔پھر بیدار ہوئے تو مسکرا رہے تھے۔میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ آپ کے مسکرانے کی وجہ کیا ہے؟ فرمایا: میری امت کے کچھ لوگ مجھ پر پیش کیے گئے جو راہ خدا میں جہاد کر رہے تھے،جس طرح آپ نے پہلی بار ذکر کیا تھا۔وہ فرماتی ہیں: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان میں سے کر دے۔آپ نے فرمایا: تم پہلے گروہ میں سے ہو...... حضرت ام حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانے میں سمندر کے سفر پر گئیں۔جب سمندر سے باہر آئیں تو چوپائے سے گریں اور انتقال فرما گئیں۔(2)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے،فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک تم یہودیوں کے خلاف جنگ نہ کرو۔حتی کہ وہ پتھر جس کے پیچھے کوئی یہودی چھپا ہوگا وہ کہے گا: اے مسلمان! یہ یہودی ہے،اس کو قتل کر دے۔(3)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے،فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک تم ترکوں کے خلاف جنگ نہ کرلو،جن کی آنکھیں چھوٹی،چہرے سرخ اور ناک چھوٹے ہوں گے گویا ان کے چہرے دوہری ڈھالیں ہیں۔اور قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک تم ان لوگوں کے خلاف جنگ نہ کرلو جن کے جوتے بالوں کے ہوں گے۔(4)

حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے،فرماتے ہیں: غزوۂ خیبر میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے پیچھے رہ گئے تھے۔ان کی آنکھیں دکھتی تھیں۔انہوں نے (اپنے جی میں) کہا: کیا میں حضور ﷺ کے ساتھ شریک جہاد ہونے سے پیچھے رہ جاؤں گا؟ پھر حضرت علی رضی

1۔محدثین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت ام حرام حضور ﷺ کی محرمات میں سے تھیں۔

2۔صحیح البخاری،جلد 1،صفحہ 391 3۔ایضاً،جلد 1،صفحہ 410 4۔ایضاً

اللہ تعالیٰ عنہ نکلے اور حضور ﷺ کے ساتھ جا ملے۔ جب اس رات کی شام ہوئی جس کی صبح آپ نے خیبر کو فتح کر لیا، تو حضور ﷺ نے فرمایا: کل میں جھنڈا ایک ایسے شخص کو دوں گا، یا فرمایا: ایک ایسا شخص جھنڈا پکڑے گا جس سے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول (ﷺ) محبت کرتے ہیں، یا فرمایا: وہ خدا اور رسول (ﷺ) سے محبت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر فتح عطا فرمائے گا۔ ہم نے دیکھا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ موجود تھے حالانکہ ہمیں ان کے آنے کی امید نہ تھی۔ لوگ کہنے لگے: یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ حضور ﷺ نے ان کو جھنڈا عطا کیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر فتح عطا فرمائی۔(1)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: کسریٰ (شاہ فارس) ہلاک ہو جائے گا اور بعد میں کوئی کسریٰ نہیں ہو گا۔ اور قیصر (شاہِ روم) ہلاک ہو جائے گا اور اس کے بعد کوئی قیصر نہیں ہو گا۔ اور ان دونوں کے خزانے اللہ تعالیٰ کی راہ میں تقسیم ہوں گے۔ اور آپ ﷺ نے جنگ کو مکر وحیلہ کا نام دیا۔(2)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: اس وقت تمہارا کیا حال ہو گا جب تم بطور خراج ایک درہم یا ایک دینار تک وصول نہیں کر پاؤ گے۔ ان سے پوچھا گیا: اے ابو ہریرہ! (رضی اللہ عنہ) آپ کے خیال میں ایسا کیونکر ہو گا؟ انہوں نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، اس ہستی کے قول کی وجہ سے جو سچے ہیں اور جن کی سچائی مانی ہوئی ہے۔ لوگوں نے پوچھا: وہ کیسے؟ انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے عہدوں کو توڑا جائے گا اور اللہ تعالیٰ ذمیوں کے دلوں کو سخت کر دے گا اور وہ اس مال کو روک لیں گے جو ان کے پاس ہے۔(3)

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک آدمی آپ کے پاس آیا اور فاقے کی شکایت کی۔ پھر ایک اور شخص حاضر خدمت ہوا اور راستوں پر ڈاکہ پڑنے کی شکایت کی۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اے عدی! کیا تم نے ''حیرہ'' دیکھا ہے؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ میں نے وہ شہر دیکھا تو نہیں البتہ اس کے متعلق سنا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تمہاری عمر نے وفا کی تو تم دیکھو گے کہ ایک اونٹنی سوار عورت حیرہ سے چلے گی حتی کہ خانہ کعبہ کا طواف کرے گی اور اسے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی چیز کا خوف نہیں ہو گا۔ (عدی کہتے ہیں:) میں نے اپنے جی میں کہا: قبیلہ طے کے ڈاکو کہاں ہوں گے، جنہوں نے شہروں میں (شر وفساد کی) آگ

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 418 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 425 3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 451

بھڑکا رکھی ہے۔ (پھر آپ ﷺ نے فرمایا:) اگر تمہاری عمر نے وفا کی تو (تم دیکھو گے کہ) کسریٰ کے خزانے فتح ہوں گے۔ میں نے عرض کیا: کسریٰ بن ہرمز؟ آپ نے فرمایا: ہاں، کسریٰ بن ہرمز۔ اور اگر تمہاری عمر نے وفا کی تو تم دیکھو گے کہ ایک شخص سونے یا چاندی سے ہتھیلی بھر کر نکلے گا اور ایسے شخص کو تلاش کرے گا جو یہ سونا چاندی قبول کرلے لیکن اسے کوئی قبول کرنے والا نہیں ملے گا۔ اور تم میں سے ایک شخص یقیناً اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا اور اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی ترجمان نہیں ہوگا اور اللہ تعالیٰ یقیناً اس سے پوچھے گا: کیا میں نے تمہارے پاس اپنے احکام کی تبلیغ کے لیے رسول نہیں بھیجا تھا؟ وہ عرض کرے گا: پروردگار عالم! یقیناً بھیجا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا میں نے تمہیں مال اور اولاد دے کر تم پر اپنا فضل نہیں کیا تھا؟ وہ عرض کرے گا: پروردگار عالم! ضرور کیا تھا۔ وہ اپنی دائیں جانب دیکھے گا تو اس کو جہنم کے سوا کچھ نظر نہ آئے گا۔ پھر وہ اپنی بائیں جانب دیکھے گا تو اسے جہنم کے سوا کچھ نظر نہ آئے گا۔ حضرت عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: آگ سے بچو خواہ نصف کھجور کے ذریعے۔ اور جس کو نصف کھجور بھی میسر نہ ہو وہ عمدہ کلام کے ذریعے آگ سے بچنے کی کوشش کرے۔ حضرت عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں نے اونٹنی سوار عورت کو حیرہ سے چل کر خانہ کعبہ کا طواف کرتے دیکھا ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی چیز کا خوف نہیں تھا۔ اور میں اس لشکر میں موجود تھا جس نے کسریٰ (بن ہرمز) کے خزانوں کو فتح کیا تھا اور اگر تمہاری عمروں نے وفا کی تو تم حضور ﷺ کے اس قول کی صداقت کو بھی دیکھ لو گے کہ ایک آدمی سونے اور چاندی سے ہتھیلی بھر کر نکلے گا (اور اسے کوئی قبول کرنے والا نہیں ملے گا)۔(1)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا: لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا جب ایک مسلمان کا سب سے اچھا مال بکریاں ہوں گی جنہیں لے کر وہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر ایسی جگہ چلا جائے گا جہاں بارش کا امکان ہوگا۔ اور وہ ایسا فتنوں سے اپنے دین کو بچانے کی خاطر کرے گا۔(2)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے صادق و مصدوق ﷺ کو یہ فرماتے سنا: میری امت کی ہلاکت قریش کے چھوکروں کے ہاتھوں پر ہوگی۔ مروان نے کہا: کیا چھوکروں کے ہاتھ پر؟ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا: اگر میں چاہوں تو میں تمہیں ان کے نام اور ان کی ولدیت بھی بتا سکتا ہوں۔(3)

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: لوگ حضور ﷺ سے

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 08-507 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 508 3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 509

بھلائی کے متعلق سوال کرتے تھے اور میں آپ سے شر کے بارے میں سوال کیا کرتا تھا، اس خوف سے کہ کہیں میں اس شر میں مبتلا نہ ہو جاؤں۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ ہم جہالت اور بدی (کے نرغے) میں تھے تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس خیر (اسلام) سے نوازا۔ یارسول اللہ! ﷺ کیا اس خیر کے بعد شر ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ میں نے عرض کیا: کیا اس شر کے بعد پھر خیر ہوگا؟ فرمایا: ہاں، البتہ اس میں دھواں سا بھی شامل ہوگا۔ میں نے عرض کیا: اس کا دھواں کیا ہوگا؟ فرمایا: ایسے لوگ ہوں گے جو میرے طریقے سے ہٹ کر (لوگوں کی) راہنمائی کریں گے۔ ان کی کچھ باتیں تمہیں اچھی لگیں گی اور کچھ کو تم ناپسند کرو گے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ کیا اس خیر کے بعد پھر شر ہوگا؟ فرمایا: ہاں، ایسے لوگ ہوں گے جو لوگوں کو جہنم کے دروازوں کی طرف بلائیں گے۔ جو ان کی دعوت کو قبول کرے گا وہ اس کو دوزخ میں پھینک دیں گے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ ہمیں ان کی نشانیاں بتایئے۔ فرمایا: وہ ہماری نسل سے ہوں گے اور ہماری زبان بولیں گے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ اگر میں ان لوگوں کو پاؤں تو میرے لیے کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا: تم مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امیر کے ساتھ وابستہ رہو۔ میں نے عرض کیا: اگر (اس وقت) مسلمانوں کا نہ کوئی امیر ہو اور نہ جماعت، تو پھر؟ فرمایا: پھر ان تمام فرقوں سے دور رہو خواہ اس کے لیے تمہیں کسی درخت کی جڑ کو دانتوں سے پکڑنا پڑے اور تم اسی حالت پر قائم رہو حتی کہ تمہاری موت آ جائے۔(1)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک دو گروہ آپس میں جنگ نہ کریں اور ان کے درمیان ایک بہت بڑا معرکہ برپا نہ ہو، جب کہ ان دونوں گروہوں کا دعویٰ ایک ہوگا۔ اور قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ تیس کے قریب انتہائی جھوٹے اور سخت فریبی ظاہر نہ ہوں جن میں سے ہر ایک یہ دعویٰ کرے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا رسول ہے۔(2)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ہم حضور ﷺ کی خدمت میں بیٹھے تھے اور آپ عطیات تقسیم فرما رہے تھے کہ آپ کے پاس ذوالخویصرہ آیا۔ وہ بنو تمیم کا ایک شخص تھا۔ اس نے کہا: یارسول اللہ عدل کیجئے۔ آپ نے فرمایا: تیرا ستیاناس، اگر میں عدل نہیں کروں گا تو عدل کون کرے گا؟ اگر میں عدل نہ کروں تو میں نے تو بڑے خسارے کا سودا کیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ مجھے اجازت فرمایئے کہ میں اس کی گردن اڑا دوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اسے چھوڑ دو کیونکہ اس کی نسل میں ایسے لوگ ہوں گے کہ تم ان کی نمازوں کے

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 509 2۔ ایضاً

مقابلے میں اپنی نمازوں کو بے وقعت سمجھو گے اور ان کے روزوں کے مقابلے میں اپنے روزوں کو بے وقعت سمجھو گے۔ وہ قرآن کریم پڑھیں گے جو ان کے گلے سے نیچے نہیں اترے گا۔ وہ دین سے یوں نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے پار ہو جاتا ہے۔...... ان کی نشانی کالے رنگ کا ایک شخص ہے جس کا ایک بازو عورت کے پستان یا گوشت کے حرکت کرتے ہوئے ٹکڑے کی طرح ہوگا۔ وہ اس وقت ظاہر ہوں گے جب لوگ تفرقے کا شکار ہوں گے۔ حضرت ابوسعید (راوی) فرماتے ہیں: میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے اس حدیث کو حضور ﷺ سے سنا ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان لوگوں کے خلاف جنگ کی تھی اور میں آپ کے ساتھ تھا۔ آپ نے اس نشانی کے آدمی کو تلاش کرنے کا حکم دیا۔ اسے تلاش کر کے پیش کیا گیا اور میں نے اسے دیکھا کہ وہ بالکل اسی طرح تھا جیسا کہ حضور ﷺ نے اس کے متعلق بتایا تھا۔(1)

حضرت خباب بن الارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ہم نے حضور ﷺ کی بارگاہ میں شکایت کی، جب آپ خانہ کعبہ کے سائے میں اپنی چادر کو تکیہ بنائے تشریف فرما تھے، اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ کیا آپ اللہ تعالیٰ سے ہماری مدد کی درخواست نہیں کریں گے؟ کیا آپ ہمارے لیے بارگاہ خداوندی میں دعا نہیں کریں گے؟ آپ نے فرمایا: تم سے پہلے جو لوگ تھے ان میں سے ایک (صاحب ایمان) کے لیے زمین میں گڑھا کھودا جاتا تھا۔ اسے اس گڑھے میں ڈال دیا جاتا تھا۔ پھر آرا منگایا جاتا تھا اور اس کو اس کے سر پر رکھ کر اس کو دو ٹکڑے کر دیا جاتا تھا۔ اور یہ (آزمائش) اس کو اپنے دین سے منحرف نہیں کر سکتی تھی۔ اور لوہے کی کنگھیاں ان کے گوشت کے نیچے ان کی ہڈیوں اور پٹھوں پر پھیری جاتی تھی اور یہ سلوک بھی اسے دین سے منحرف نہیں کر سکتا تھا۔ اللہ تعالیٰ اس معاملے (یعنی دین اسلام) کو مرتبۂ کمال تک پہنچائے گا حتی کہ ایک سوار صنعاء سے حضر موت تک سفر کرے گا اور اسے اللہ تعالیٰ کے خوف کے علاوہ کوئی خوف نہیں ہوگا اور یا بکریوں پر بھیڑیئے کا خوف ہوگا، البتہ تم جلد بازی کر رہے ہو۔(2)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں: حضور ﷺ نے، اپنے اس مرض کے دوران جس میں آپ کا انتقال ہوا، حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو طلب فرمایا اور ان سے سرگوشی فرمائی تو وہ رونے لگیں۔ پھر آپ نے ان کو طلب فرمایا اور سرگوشی فرمائی تو وہ ہنس دیں۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: میں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس کا سبب پوچھا تو انہوں نے فرمایا: حضور ﷺ نے (پہلی بار) مجھ سے سرگوشی کی تو فرمایا کہ اس مرض میں آپ کا انتقال

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 10-509 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 510

ہو جائے گا۔ یہ سن کر میں رونے لگی۔ پھر آپ نے مجھ سے سرگوشی فرمائی اور مجھے بتایا کہ آپ کے اہل بیت میں سے سب سے پہلے میں ہی آپ کے پیچھے جاؤں گی تو میں ہنس دی۔(1)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ، اپنے اس مرض میں جس میں آپ کا انتقال ہوا، ایک کپڑا لپیٹے باہر تشریف لائے۔ آپ کا سر مبارک ایک چکنائی والے کپڑے سے بندھا ہوا تھا۔ آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی پھر فرمایا: اما بعد! بے شک (دوسرے) لوگوں کی تعداد میں اضافہ ہوگا اور انصار کی تعداد میں کمی ہوگی حتی کہ وہ صرف اتنے رہ جائیں گے جتنا کھانے میں نمک ہوتا ہے۔ تو تم میں سے جو شخص کسی ایسے منصب پر فائز ہو جس میں وہ کچھ لوگوں کو نقصان پہنچا سکے اور کچھ کو نفع پہنچا سکے تو اسے چاہیے کہ ان (انصار) میں سے جو اچھائی کرے اسے قبول کرے اور ان میں سے جو غلطی کرے اس سے درگزر کرے۔ یہ آخری بار تھی جب حضور ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے۔(2)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عمرے کے لیے تشریف لے گئے۔ انہوں نے ابوصفوان امیہ بن خلف کے ہاں قیام کیا۔ امیہ جب شام جاتا اور مدینہ سے گزرتا تو وہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں قیام کرتا تھا۔ امیہ نے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا: ذرا انتظار کیجئے۔ جب نصف النہار کا وقت ہوگا اور لوگ (آرام کی خاطر) غافل ہو جائیں گے تو جانا اور (خانہ کعبہ کا) طواف کر لینا۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ مصروف طواف تھے کہ ابوجہل آ نکلا۔ اس نے پوچھا: یہ شخص کون ہے جو طواف کر رہا ہے؟ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں سعد ہوں۔ ابوجہل نے کہا: تم بے خوف ہو کر خانہ کعبہ کا طواف کر رہے ہو حالانکہ تم نے محمد اور ان کے اصحاب کو پناہ دے رکھی ہے۔ انہوں نے جواب دیا: ہاں۔ ان دونوں کے درمیان تکرار شروع ہو گئی۔ امیہ نے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا: ابوالحکم (ابوجہل) کے سامنے آواز بلند نہ کرو کیونکہ وہ اس وادی کا سردار ہے۔ پھر حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: خدا کی قسم، اگر تم نے مجھے خانہ کعبہ کے طواف سے روکا تو میں تمہارا شام کی تجارت کا راستہ روک دوں گا۔ راوی کہتے ہیں: امیہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہتا رہا: آواز بلند نہ کرو اور وہ انہیں پکڑنے لگا۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غصہ آ گیا اور انہوں نے فرمایا: مجھے چھوڑ دو، کیونکہ میں نے حضرت محمد ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ وہ تمہیں (یعنی امیہ کو) قتل کرنے والے ہیں۔ اس نے پوچھا: مجھے؟ انہوں نے فرمایا: ہاں۔ اس نے کہا: خدا کی قسم، محمد (ﷺ) جب بات کرتے ہیں تو

1۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 512 2۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 512

جھوٹ نہیں بولا کرتے۔ وہ لوٹ کر اپنی بیوی کے پاس گیا اور اس سے کہا: کیا تو نہیں جانتی کہ میرے یثربی بھائی نے مجھ سے کیا کہا ہے؟ اس نے پوچھا: انہوں نے کیا کہا ہے؟ اس نے جواب دیا: اس کا خیال ہے کہ اس نے محمد (ﷺ) کو یہ کہتے سنا ہے کہ وہ مجھے قتل کرنے والے ہیں۔ اس نے کہا: خدا کی قسم، محمد (ﷺ) جھوٹ نہیں بولا کرتے۔ راوی کہتے ہیں: جب (قریش) بدر کی طرف روانہ ہوئے اور منادی نے ندا دی تو اس (امیہ) سے اس کی بیوی نے کہا: کیا تمہیں وہ بات یاد نہیں ہے جو تمہارے یثربی بھائی نے تم سے کہی تھی؟ راوی کہتے ہیں: امیہ نے نہ جانے کا ارادہ کیا تو ابو جہل نے اس سے کہا: تم اس وادی کے سرداروں میں سے ہو، اس لیے تم ایک یا دو روز کے لیے ہمارے ہمراہ چلو۔ وہ ان کے ساتھ روانہ ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو ہلاک کر دیا۔(1)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: میری امت کے کچھ لوگ ہمیشہ غالب رہیں گے حتی کہ غلبے کی حالت میں ہی ان پر خدا کا حکم (یعنی قیامت) آجائے گی۔(2)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے خطبہ دیا اور ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک (خاص) بندے کو اختیار دیا کہ وہ دنیا کو اختیار کر لے یا ان (نعمتوں) کو جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں تو اس بندے نے ان (نعمتوں) کو اختیار کر لیا جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں۔ راوی کہتے ہیں: (اس پر) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رو دیے۔ ہمیں ان کے رونے پر حیرت ہوئی کہ حضور ﷺ ایک ایسے بندے کے متعلق بتا رہے ہیں جس کو اختیار دیا گیا ہے (تو اس میں رونے کی کیا بات ہے؟) حالانکہ جس بندے کو اختیار دیا گیا وہ (خود) حضور ﷺ تھے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہم سب سے زیادہ جاننے والے تھے...... الحدیث۔(3)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنے گھر میں وضو کیا پھر باہر نکلے اور جی میں کہا: آج میں حضور ﷺ سے جدا نہیں ہوں گا اور پورا دن آپ کے ساتھ رہوں گا۔ راوی کہتے ہیں: وہ مسجد میں گئے اور حضور ﷺ کے متعلق دریافت کیا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے انہیں بتایا کہ آپ باہر تشریف لے گئے ہیں اور آپ نے اس طرف کا رخ کیا تھا۔ آپ ﷺ کے متعلق پوچھتے پوچھتے میں آپ کے پیچھے چل دیا حتی کہ آپ بیر اریس (باغ کا نام) میں داخل ہو گئے۔ میں دروازے پر بیٹھ گیا۔ اس کا دروازہ کھجور کی شاخ کا تھا۔ حتی کہ حضور ﷺ نے قضائے حاجت فرمائی اور وضو کیا۔ میں اٹھ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ اریس کے کنوئیں پر تشریف فرما تھے۔ آپ

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 513 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 514 3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 516

کنوئیں کے کنارے کے وسط میں بیٹھے، پنڈلیوں سے کپڑا اٹھایا اور انہیں کنوئیں میں لٹکا دیا۔ میں نے سلام عرض کیا، پھر واپس لوٹ آیا اور دروازے کے ساتھ بیٹھ گیا اور (اپنے جی میں) کہا: آج میں حضور ﷺ کا دربان بنوں گا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے۔ انہوں نے دروازہ دھکیلا۔ میں نے پوچھا: کون؟ انہوں نے جواب دیا: ابوبکر۔ میں نے عرض کیا: ذرا ٹھہریے۔ پھر میں گیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذنِ حضوری طلب کر رہے ہیں۔ آپ نے جواب دیا، انہیں اندر آنے کی اجازت دو اور انہیں جنت کی خوشخبری بھی دو۔ میں گیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا، اندر تشریف لایے اور حضور ﷺ آپ کو جنت کی بشارت دے رہے ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اندر تشریف لائے اور کنوئیں کے کنارے حضور ﷺ کی دائیں جانب آپ کے ساتھ بیٹھ گئے اور اپنے پاؤں اسی طرح کنوئیں میں لٹکا دیے جیسے حضور ﷺ نے لٹکا رکھے تھے اور پنڈلیوں سے کپڑا اٹھا دیا۔ پھر میں واپس لوٹا اور بیٹھ گیا۔ میں (گھر سے روانہ ہوتے ہوئے) اپنے بھائی کو وضو کرتے چھوڑ آیا تھا کہ وہ وضو کر کے مجھ سے آ ملیں گے۔ میں نے جی میں کہا: اگر اللہ تعالیٰ فلاں (یعنی حضرت ابوموسیٰ کے بھائی) کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمائے گا تو انہیں یہاں لے آئے گا۔ دیکھا تو کوئی انسان دروازے کو حرکت دے رہا تھا۔ میں نے پوچھا: کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا: عمر بن خطاب ہوں۔ میں نے عرض کیا: ذرا ٹھہریے۔ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضری کے لیے اجازت طلب کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: انہیں اجازت دو اور جنت کی بشارت دو۔ میں ان کے پاس آیا اور عرض کیا: اندر تشریف لایے اور حضور ﷺ نے آپ کو جنت کی بشارت بھی دی ہے۔ وہ اندر تشریف لائے اور کنوئیں کے کنارے حضور ﷺ کی بائیں جانب بیٹھ گئے اور اپنے پاؤں کنوئیں میں لٹکا دیے۔ پھر میں واپس آ کر بیٹھ گیا اور (جی میں کہا:) اگر اللہ تعالیٰ فلاں (یعنی ان کے بھائی) کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمائے گا تو انہیں یہاں لے آئے گا۔ ایک شخص آیا اور دروازے کو حرکت دینے لگا۔ میں نے پوچھا: کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا: عثمان بن عفان ہوں۔ میں نے عرض کیا: ذرا رکیے۔ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو اطلاع کی تو آپ نے فرمایا: ان کو اندر آنے کی اجازت دو اور ان کو جنت کی بشارت دو اس مصیبت پر جو ان کو پہنچے گی۔ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اندر تشریف لایے۔ اور حضور ﷺ نے آپ کو جنت کی بشارت دی ہے اس مصیبت پر جو آپ کو پہنچے گی۔ وہ اندر تشریف لائے۔ دیکھا تو کنوئیں کا کنارا پر ہو چکا تھا۔ آپ دوسری جانب آپ کے سامنے بیٹھ گئے...... الحدیث۔(1)

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 519

حضرت سعد بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حجۃ الوداع کے سال، میرے اس مرض میں جس میں میں موت کے دہانے پر پہنچ گیا تھا، حضور ﷺ میری عیادت کے لیے تشریف لائے۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ میری بیماری اس حد تک پہنچ گئی ہے جو آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ میں ایک مالدار شخص ہوں اور میرا وارث میری ایک بیٹی کے سوا اور کوئی نہیں۔ یا رسول اللہ! ﷺ کیا میں اپنا دو تہائی مال صدقہ کر دوں؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔ انہوں نے عرض کیا: کیا نصف مال صدقہ کر دوں؟ فرمایا: اے سعد! ایک تہائی صدقہ کرو اور ایک تہائی بہت ہے۔ اگر تم اپنے بچوں کو مالدار چھوڑ کر جاؤ گے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ تم ان کو فقیر چھوڑ کر جاؤ کہ وہ لوگوں سے سوال کرتے رہیں...... میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ کیا میں اپنے ساتھیوں کے چلے جانے کے بعد پیچھے (مکہ میں) رہ جاؤں گا؟ آپ نے فرمایا: پیچھے رہ جانے کی صورت میں تم رضائے خدا کے لیے جو عمل کرو گے اس سے تمہارے درجات اور رفعت میں اضافہ ہوگا اور امید ہے کہ تم زندہ رہو گے حتی کہ بہت سے لوگوں کو تم سے نفع پہنچے گا اور بہت سے لوگوں کو تم سے نقصان پہنچے گا۔(1)

نوٹ: حضور ﷺ کی یہ پیشینگوئی پوری ہوئی۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے بعد چالیس سال تک زندہ رہے۔ اور عراق کو فتح کیا۔ اس طرح امت مسلمہ کو ان سے نفع پہنچا اور کفار کو نقصان۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: بنو اسرائیل کی قیادت انبیاء کرتے تھے۔ ایک نبی کا انتقال ہوتا تو دوسرا نبی ان کی جگہ آجاتا۔ لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ البتہ خلفاء ہوں گے اور وہ بکثرت ہوں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ ہمارے لیے کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا: پہلے خلیفہ کی بیعت کو پورا کرو اور پھر جو اس کے بعد آئے۔ تم ان کے حقوق پورے کرو، ان سے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے متعلق خود سوال کرے گا جن کو اس نے ان کی رعیت بنایا تھا۔(2)

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: تم اپنے پیشروؤں کی بالشت بالشت اور ہاتھ ہاتھ (یعنی پوری پوری) پیروی کرو گے حتی کہ اگر وہ گوہ کی بل میں داخل ہوئے تو تم بھی اس میں داخل ہو گے۔ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ کیا آپ کی مراد یہود و نصاریٰ ہیں؟ آپ نے فرمایا: اور کون؟(3)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ بنو قحطان میں ایک شخص ظاہر نہ ہو جو لوگوں کو اپنی لاٹھی (یعنی

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 560 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 491 3۔ ایضاً

طاقت) سے ہانکے۔(1)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے (جنگ احد کے) آٹھ سال بعد شہدائے احد پر نماز پڑھی گویا آپ زندوں اور اموات کو الوداع کہہ رہے ہوں۔ پھر آپ منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا: میں تمہارے معاملات کی نگرانی کے لیے تم سے پہلے (دار آخرت کی طرف) جانے والا ہوں۔ میں تمہارا گواہ ہوں گا اور تم سے ملاقات حوض (کوثر) پر ہوگی۔ اور میں اس کو یہاں کھڑے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔ مجھے تمہارے بارے میں یہ خوف نہیں ہے کہ تم شرک کرنے لگو گے البتہ مجھے یہ خوف ہے کہ تم دنیا کے متعلق باہم مقابلہ کرنے لگو گے۔ راوی کہتے ہیں: یہ میرے لیے حضور ﷺ کا آخری دیدار تھا۔(2)

حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضور ﷺ کو، اس وقت یہ فرماتے سنا جب (جنگ خندق کے لیے آنے والے کفار کے) دستے واپسی پر مجبور ہو گئے: اب ہم ان سے جنگ کے لیے جائیں گے، وہ ہم سے لڑنے کے لیے نہیں آئیں گے۔ اب ہم ان کی طرف سفر کریں گے۔(3)

نوٹ: حضور ﷺ کی یہ پیشین گوئی سچی ثابت ہوئی اور قریش مکہ کو پھر مدینہ طیبہ پر حملہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی بلکہ فتح مکہ کے موقع پر مدنی تاجدار ﷺ نے مسلمانوں کی معیت میں مکہ کا رخ کیا اور مکہ فتح ہو گیا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے غزوۂ موتہ میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر لشکر مقرر فرمایا اور ارشاد فرمایا: اگر زید شہید ہو جائیں تو لشکر کی قیادت حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کریں۔ اور اگر حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جام شہادت نوش کریں تو قیادت کے فرائض حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انجام دیں۔(4)

نوٹ: حضور ﷺ کے اس فرمان میں یہ پیشین گوئی تھی کہ پہلے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جام شہادت نوش کریں گے، پھر حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، پھر حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان حضرات کو اسی ترتیب سے جام شہادت نوش کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضور ﷺ سے ایک حدیث سنی ہے جو میرے بغیر تمہیں کوئی نہیں سنائے گا۔ آپ نے فرمایا: قیامت کی نشانیوں میں سے یہ

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 498
2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 578
3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 590
4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 611

ہے کہ جہالت پھیل جائے گی، علم کم ہو گا، زنا کی کثرت ہو گی، شراب نوشی کی جائے گی اور مردوں کی تعداد کم ہو گی اور عورتوں کی تعداد بڑھ جائے گی حتی کہ پچاس عورتوں کا متولی صرف ایک مرد ہو گا۔ (1)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: مدینہ میں نہ دجال داخل ہو سکے گا اور نہ طاعون۔ (2)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہو گی جب تک سورج مغرب سے طلوع نہیں ہوتا۔ اور جب سورج مغرب سے طلوع ہو گا تو سب لوگ ایمان لے آئیں گے۔ اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ''کسی جان کو اس وقت کا ایمان لانا نفع نہ دے گا جو اس سے پہلے ایمان نہیں لائی تھی اور ایمان کی حالت میں اچھے اعمال کمائے تھے''۔ الآیہ۔ اور قیامت قائم ہو جائے گی (صرف اتنی دیر میں کہ) دو شخصوں نے خرید و فروخت کے لیے کپڑا پھیلا رکھا ہو گا۔ وہ اس کا نہ سودا کر پائیں گے اور نہ اسے لپیٹ سکیں گے کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔ اور قیامت قائم ہو جائے گی (اتنی دیر میں کہ) ایک شخص اپنی اونٹنی کا دودھ دوہ کر لوٹے گا اور اسے پی نہیں پائے گا۔ اور قیامت قائم ہو جائے گی (اتنی دیر میں) کہ ایک شخص اپنے حوض کو لیپ رہا ہو گا اور اس میں پانی نہیں پلا پائے گا۔ اور قیامت قائم ہو جائے گی (صرف اتنی دیر میں) کہ ایک شخص نے لقمہ اٹھایا ہو گا اور اسے اپنے منہ میں نہیں ڈال پائے گا۔ (3)

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا اور اس خطبے میں آپ نے قیامت تک وقوع پذیر ہونے والے واقعات میں سے کسی کا ذکر کرنا ترک نہیں فرمایا۔ جس نے اس کو جان لیا اس نے جان لیا اور جس نے اسے نہ سمجھا اس نے نہ سمجھا۔ میں کسی چیز کو دیکھتا جو مجھے فراموش ہو چکی ہوتی تھی تو میں اسے یوں پہچان لیتا جس طرح کوئی شخص اس چیز کو پہچان لیتا ہے جو غائب ہو (اور اسے بھول چکی ہو) اور جب وہ چیز اس کے سامنے آئے تو وہ اس کو پہچان لے۔ (4)

حضرت عمرو بن یحییٰ بن سعید سے مروی ہے، فرماتے ہیں: مجھ سے میرے جد امجد (سعید بن عمرو بن عاص) نے یہ حدیث بیان فرمائی: مروان (بن حکم) ہمارے ساتھ تھا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: میں نے صادق و مصدوق ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: میری امت کی ہلاکت قریش کے چھوکروں کے ہاتھوں پر ہو گی۔ مروان کہنے لگا: ان چھوکروں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ حضرت

1۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 836
2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 853
3۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 963
4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 977

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اگر میں چاہوں تو بتا سکتا ہوں کہ وہ بنو فلاں اور بنو فلاں ہیں۔ (راوی کہتے ہیں:) میں اپنے جد امجد کے ساتھ بنو مروان کے پاس جایا کرتا تھا جب کہ وہ شام کے حکمران بنا دیے گئے تھے۔ میرے جد امجد جب دیکھتے کہ وہ نوجوان لڑکے ہیں تو فرماتے: شاید یہ ان ہی میں سے ہیں (جن کا ذکر حضور ﷺ نے فرمایا تھا) ہم عرض کرتے: آپ زیادہ جاننے والے ہیں۔(1)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے دعا کی اور عرض کیا: اے اللہ تعالیٰ! ہمارے لیے ہمارے شام میں برکت پیدا فرما۔ اے اللہ تعالیٰ! ہمارے لیے ہمارے یمن میں برکت پیدا فرما۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: اور ہمارے نجد میں بھی۔ آپ نے (پھر) دعا کی: اے اللہ تعالیٰ ہمارے لیے ہمارے شام میں برکت پیدا فرما۔ اے اللہ تعالیٰ! ہمارے لیے ہمارے یمن میں برکت پیدا فرما۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ (یہ بھی دعا فرمایئے کہ) ہمارے نجد میں برکت پیدا فرما۔ راوی کہتے ہیں: میرے خیال میں تیسری مرتبہ آپ نے ارشاد فرمایا: وہاں (یعنی نجد میں) زلزلے اور فتنے ظاہر ہوں گے اور وہیں شیطان کا سینگ ظاہر ہوگا۔(2)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ ارض حجاز میں ایک آگ نہیں نکلتی جو بصریٰ میں اونٹوں کی گردنوں کو چمکا دے۔(3)

نوٹ: مولانا احمد علی سہارنپوری نے بخاری شریف کے حاشیہ پر ''فتح الباری'' کے حوالہ سے لکھا ہے کہ جس آگ کا اس حدیث طیبہ میں ذکر ہے وہ مدینہ طیبہ میں ظاہر ہو چکی ہے۔(4) اس آگ کا تفصیل کے ساتھ تذکرہ علامہ نبہانی علیہ الرحمہ کی کتاب ''حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین'' میں بھی موجود ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: قریب ہے کہ دریائے فرات سونے کے خزانے کو ظاہر کر دے۔ جو شخص اس وقت موجود ہو وہ اس سونے سے کچھ حاصل نہ کرے۔(5)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: دجال آئے گا اور مدینہ طیبہ کے کنارے پر اترے گا۔ مدینہ طیبہ میں تین جھٹکے آئیں گے اور (مدینہ طیبہ میں مقیم) ہر کافر اور منافق مدینہ سے نکل کر دجال کی طرف چلا جائے گا۔(6)

1۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 1046　　2۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 1051
3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 1054　　4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 1054 (حاشیہ نمبر 8)
5۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 1054　　6۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 1055

حضرت ابو بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: مسیح دجال کا رعب مدینہ میں داخل نہیں ہوگا۔ مدینہ کے اس وقت (یعنی خروج دجال کے وقت) سات دروازے ہوں گے اور ہر دروازے پر دو فرشتے مقرر ہوں گے...... الحدیث۔(1)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ یمن کی طرف سے ہوا بھیجے گا جو ریشم سے زیادہ ملائم ہوگی۔ اور ہر وہ شخص جس کے دل میں، ابو علقمہ کے قول کے مطابق، دانے کے برابر اور، عبد العزیز کے قول کے مطابق، ذرہ برابر ایمان ہوگا اس کو اٹھا لے گی۔(2)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: لوگ تم سے علم کے متعلق سوال کرتے رہیں گے حتی کہ وہ یہ کہیں گے: وہ اللہ تعالیٰ ہے جس نے ہم کو پیدا فرمایا ہے تو اللہ تعالیٰ کو کس نے پیدا کیا ہے؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، جب کہ انہوں نے ایک آدمی کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے سچ فرمایا تھا۔ یہ سوال اس سے پہلے دو شخصوں نے مجھ سے کیا ہے اور یہ تیسرا شخص ہے، یا آپ نے فرمایا: یہ سوال اس سے پہلے ایک شخص نے مجھ سے کیا اور یہ دوسرا شخص ہے۔(3)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسلام غریبی کی حالت میں شروع ہوا اور غریبی کی طرف لوٹایا جائے گا۔ سو بھلائی ہے غریبوں کے لیے۔(4)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کسی ایسے شخص پر قائم نہیں ہوگی جو اللہ اللہ کہتا ہو۔(5) (یعنی اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والوں کو قیام قیامت سے پہلے قبض کر لیا جائے گا)

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ہم حضور ﷺ کی معیت میں تھے کہ آپ نے فرمایا: میرے لیے ان لوگوں کو شمار کرو جو کلمہ اسلام پڑھتے ہیں۔ راوی کہتے ہیں: ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ کیا آپ ہمارے متعلق خوف رکھتے ہیں جب کہ ہماری تعداد چھ یا سات سو تک کے قریب ہے؟ آپ نے فرمایا: تمہیں خبر نہیں، شاید تم آزمائش میں مبتلا کیے جاؤ۔ راوی کہتے ہیں: ہم (حضور ﷺ کی پیشگوئی کے مطابق) آزمائش میں مبتلا ہوئے حتی کہ ہم میں سے کچھ لوگ چھپ کر نماز پڑھنے لگے۔(6)

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 1055　2۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 75　3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 79
4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 84　5۔ ایضاً　6۔ ایضاً

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: خدا کی قسم، ابن مریم علیہ السلام یقیناً عادل حاکم کی حیثیت میں نزول فرمائیں گے۔ یقیناً وہ صلیب کو توڑیں گے، خنزیر کو ملیا میٹ کر دیں گے اور جزیہ کو ختم کر دیں گے۔ جوان اونٹنیوں کو چھوڑ دیا جائے گا اور ان کی پروا نہیں کی جائے گی۔ کینہ، بغض اور حسد ختم ہو جائیں گے۔ اور لوگوں کو مال قبول کرنے کی دعوت دی جائے گی اور کوئی بھی اسے قبول نہیں کرے گا۔(1)

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا اور ارشاد فرمایا: تم شام اور رات کے وقت سفر کرو گے اور کل صبح کے وقت تم انشاء اللہ پانی پر پہنچ جاؤ گے۔ لوگ چل دیے۔ کوئی کسی کی طرف متوجہ نہیں ہو رہا تھا۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: حضور ﷺ سفر کر رہے تھے کہ نصف رات کا وقت ہو گیا۔ میں آپ ﷺ کے پہلو میں تھا۔ وہ فرماتے ہیں: حضور ﷺ کو اونگھ آ گئی اور آپ اپنی سواری سے ایک طرف جھک گئے۔ میں آپ کے پاس آیا اور آپ کو جگائے بغیر آپ کو سہارا دیا اور آپ اپنی سواری پر سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔ راوی کہتے ہیں: پھر حضور ﷺ چلتے رہے حتیٰ کہ رات کا اکثر حصہ گزر گیا اور آپ اپنی سواری سے ایک طرف جھک گئے۔ راوی کہتے ہیں: میں نے آپ کو جگائے بغیر آپ کو سہارا دیا اور آپ اپنی سواری پر سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔ راوی کہتے ہیں: آپ نے پھر سفر جاری رکھا حتیٰ کہ سحری کا آخری وقت ہو گیا۔ آپ پھر سواری سے جھک گئے۔ اس بار کا جھکاؤ پہلی بار کے جھکاؤ سے زیادہ سخت تھا حتیٰ کہ قریب تھا کہ آپ نیچے آ جاتے۔ میں آپ کے پاس گیا اور آپ کو سہارا دیا۔ آپ ﷺ نے سر مبارک اٹھایا اور پوچھا: کون ہے؟ میں نے عرض کیا: ابوقتادہ ہوں۔ آپ نے پوچھا: تم کب سے میرے ساتھ یوں چل رہے ہو؟ میں نے جواب دیا: میں رات ہی سے اسی طرح چل رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا: تم نے اللہ تعالیٰ کے نبی کی حفاظت کی ہے، اللہ تعالیٰ، اس کے بدلے، تمہاری حفاظت فرمائے۔ پھر آپ نے فرمایا: کیا تمہارے خیال میں ہم لوگوں سے اوجھل ہیں؟ پھر فرمایا: کیا تمہیں کوئی نظر آ رہا ہے؟ میں نے عرض کیا: یہ ایک سوار ہے۔ پھر میں نے عرض کیا: یہ ایک سوار اور ہے۔ حتیٰ کہ ہم سات سوار جمع ہو گئے۔ راوی کہتے ہیں: حضور ﷺ راستے کی ایک جانب ہٹے اور اپنا سر مبارک (آرام کے لیے) رکھ دیا۔ پھر فرمایا: ہمارے لیے ہماری نماز کا خیال رکھنا۔ سب سے پہلے بیدار ہونے والے حضور ﷺ ہی تھے۔ (اس وقت) سورج (طلوع ہو کر) آپ کی پیٹھ پر چمک رہا تھا۔ راوی کہتے ہیں: ہم دہشت زدہ ہو کر اٹھے۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا: سوار ہو جاؤ۔ ہم سوار ہو کر چل دیے حتیٰ کہ جب سورج بلند ہو گیا تو آپ

1۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 87

سواری سے اترے۔ پھر آپ ﷺ نے وضو کا برتن منگوایا۔ وہ وضو کا برتن میرے پاس تھا اور اس میں تھوڑا سا پانی تھا۔ راوی کہتے ہیں: آپ ﷺ نے اس پانی سے وضو فرمایا جو آپ کے عام وضو سے ذرا کم تھا۔ راوی کہتے ہیں: اس برتن میں کچھ پانی بچ گیا۔ پھر آپ نے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: اپنے اس پانی کے برتن کو ہمارے لیے سنبھال کر رکھنا۔ اس برتن سے ایک ایسی بات کا ظہور ہوگا جو خبر بنے گی۔ پھر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز کے لیے اذان کہی۔ حضور ﷺ نے دو رکعت (سنت) پڑھی۔ پھر نماز فجر ادا کی اور اسی طرح نماز پڑھی جیسے روزانہ پڑھا کرتے تھے۔ راوی کہتے ہیں: حضور ﷺ سوار ہوئے اور ہم بھی سوار ہو گئے۔ راوی کہتے ہیں: ہم ایک دوسرے سے سرگوشی میں کہنے لگے کہ نماز کے معاملے میں ہم سے جو کوتاہی سرزد ہوئی ہے اس کا کفارہ کیا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تمہارے لیے میری ذات ہی عمدہ نمونہ نہیں ہے؟ پھر آپ نے فرمایا: کوتاہی سونے میں نہیں ہے۔ کوتاہی تو وہ شخص کرتا ہے جو نماز ادا نہیں کرتا حتی کہ دوسری نماز کا وقت آجاتا ہے۔ اور جو ایسا کرے (یعنی سو جائے) وہ جب بیدار ہو تو نماز پڑھ لے۔ اور جب دوسرا دن ہو تو نماز کو اپنے وقت پر پڑھے۔ پھر فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے کہ لوگوں نے کیا کیا۔ راوی کہتے ہیں: پھر آپ نے (خود) فرمایا: صبح ہوئی تو لوگوں نے اپنے نبی ﷺ کو موجود نہ پایا۔ حضرات ابوبکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا: حضور ﷺ تمہارے پیچھے ہیں۔ یہ آپ کی شان نہیں ہے کہ آپ تمہیں پیچھے چھوڑ جائیں۔ (کچھ) لوگ کہتے ہیں: حضور ﷺ تمہارے آگے ہیں۔ اگر وہ ابوبکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی پیروی کریں گے تو راہ راست کو پالیں گے۔ راوی کہتے ہیں: ہم لوگوں کے پاس اس وقت پہنچے جب دن پھیل چکا تھا اور ہر چیز تپ رہی تھی۔ لوگ کہہ رہے تھے: یا رسول اللہ! ﷺ ہم پیاس کی وجہ سے ہلاک ہو رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: تم ہلاک نہیں ہو گے۔ پھر آپ نے فرمایا: میرے لیے ایک چھوٹا پیالہ لاؤ۔ راوی کہتے ہیں: آپ ﷺ نے پانی کا برتن منگوایا۔ حضور ﷺ پانی انڈیلنے لگے اور ابو قتادہ لوگوں کو پلانے لگے۔ لوگوں نے جب دیکھا کہ برتن میں کتنا پانی ہے تو اس کے قریب جمع ہو گئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: شائستگی کا مظاہرہ کرو، تمہاری پوری جماعت سیراب ہو جائے گی۔ راوی کہتے ہیں: لوگوں نے حضور ﷺ کے ارشاد پر عمل کیا۔ حضور ﷺ پانی انڈیلنے لگے اور میں لوگوں کو پلانے لگا حتی کہ میرے اور حضور ﷺ کے بغیر کوئی شخص باقی نہ رہا۔ راوی کہتے ہیں: پھر حضور ﷺ نے پانی انڈیلا اور مجھ سے فرمایا: پیو۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ میں اس وقت تک پانی نہیں پیوں گا جب تک آپ پانی پی نہیں لیتے۔ آپ نے فرمایا: جو قوم کا ساقی ہوتا ہے وہ سب سے آخر میں پیتا ہے۔ راوی کہتے ہیں: میں نے پانی پیا اور حضور ﷺ نے بھی پانی پیا۔ راوی کہتے ہیں: لوگ پانی

تک ہشاش بشاش اور سیراب ہو کر پہنچے......الحدیث۔(1)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ﷺ سے ایک حدیث روایت کی ہے جس میں ایک ایسی قوم کا ذکر ہے جو اس وقت ظاہر ہو گی جب لوگوں (ملت اسلامیہ) میں اختلاف رونما ہو چکا ہو گا اور اس قوم کو وہ جماعت قتل کرے گی جو دو فریقوں میں سے حق کے زیادہ قریب ہو گی۔(2)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام حج یا عمرہ کے لیے "فج الروحاء" کے مقام پر احرام باندھیں گے اور وہ ان دونوں (حج اور عمرہ) کو جمع کریں گے۔(3)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا: مدینہ طیبہ اپنی عمدہ ترین حالت پر ہو گا کہ لوگ اس کو چھوڑ جائیں گے اور وہاں درندوں کے بغیر کوئی نہ ہو گا۔ آپ کی مراد وحشی جانور اور پرندے تھے۔ پھر مزینہ سے دو چرواہے مدینہ کے ارادے سے اپنی بھیڑوں کو ہانکتے ہوئے نکلیں گے اور وہ مدینہ کو وحشیوں سے پر پائیں گے۔ اور جب وہ ثنیۃ الوداع کے مقام پر پہنچیں گے تو بے ہوش ہو کر منہ کے بل گر پڑیں گے۔(4)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جنگ بدر کے متعلق ایک حدیث مروی ہے، جس کے آخر میں ہے......حضور ﷺ نے فرمایا: یہ فلاں کی قتل گاہ ہے۔ آپ یہ فرماتے اور مختلف جگہوں پر اپنا دست مبارک رکھتے۔ راوی کہتے ہیں: حضور ﷺ نے جس جگہ دست مبارک رکھ کر بتایا (کہ فلاں کا فراس جگہ گرے گا) وہ اس سے ذرہ برابر بھی ادھر ادھر نہیں ہٹے۔(5)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ دین بارہ خلفاء کے زمانے تک مسلسل غالب رہے گا۔ راوی کہتے ہیں: پھر حضور ﷺ نے ایک بات فرمائی جسے میں نہ سمجھ سکا۔ میں نے اپنے والد ماجد سے پوچھا کہ آپ ﷺ نے کیا فرمایا تو انہوں نے جواب دیا: وہ سب قریش میں سے ہوں گے۔(6)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: جب میں نے شادی کی تو حضور ﷺ نے مجھ سے پوچھا: کیا تم نے غالیچے بنوائے ہیں؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ ہمارے پاس غالیچے کہاں؟ آپ نے فرمایا: تمہارے پاس غالیچے ہوں گے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: (اب) میری بیوی کے پاس ایک غالیچہ ہے۔ میں اس سے کہتا ہوں کہ اس کو مجھ

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 40-238 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 342 3۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 408

4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 446 5۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 102 6۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 119

سے دور رکھو تو وہ کہتی ہے: حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ (تمہارے پاس) غالیچے ہوں گے۔(1)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ سے، دجال کے متعلق مجھ سے زیادہ کوئی شخص نہیں پوچھتا تھا۔ آپ نے فرمایا: بیٹے! تم اس کے متعلق اتنے متفکر کیوں ہو؟ وہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ میں نے عرض کیا: لوگوں کا خیال ہے کہ اس کے ساتھ پانی کے دریا اور روٹیوں کے پہاڑ ہوں گے۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وہ اس سے زیادہ ذلیل ہے۔(2)

حضرت اسیر بن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جب یمن سے کوئی جماعت آتی تو آپ ان سے پوچھتے: کیا تمہارے درمیان اویس بن عامر نام کا کوئی شخص ہے؟ حتیٰ کہ آپ (پوچھتے پوچھتے) اویس تک پہنچ گئے۔ آپ نے ان سے پوچھا: کیا آپ اویس بن عامر ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں۔ آپ نے پوچھا: کیا تم قبیلہ قرن کی شاخ مراد سے ہو؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں۔ آپ نے پوچھا: کیا تم برص کے مرض میں مبتلا تھے اور اس سے شفا یاب ہو گئے سوائے ایک درہم کی جگہ کے برابر؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا: کیا تمہاری والدہ (زندہ) ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں۔ آپ نے فرمایا: میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: یمن کی امدادی جماعتوں کے ہمراہ تمہارے پاس ایک شخص اویس بن عامر آئے گا۔ اس کا تعلق قبیلہ قرن کی شاخ مراد سے ہے۔ وہ برص کے مرض میں مبتلا تھا اور اس سے شفا یاب ہو گیا سوائے درہم کے برابر جگہ کے۔ اس کی والدہ ہیں اور وہ ان کا فرمانبردار ہے۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کوئی بات کہہ دے تو اللہ تعالیٰ اس کو پورا کر دے۔ اگر تمہارے لیے یہ ممکن ہو کہ وہ تمہارے لیے دعائے مغفرت کرے تو ان سے دعائے مغفرت کرانا۔ اس لیے آپ میرے لیے دعائے مغفرت کریں۔ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے دعائے مغفرت کی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے پوچھا: آپ کہاں جانے کا ارادہ رکھتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: کوفہ جانا چاہتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کیا آپ کو عامل کوفہ کے نام ایک خط نہ دے دوں؟ انہوں نے جواب دیا: غریبوں اور فقیر لوگوں کے درمیان رہنا مجھے زیادہ پسند ہے۔ راوی کہتے ہیں: آئندہ سال ان کے سرداروں میں سے ایک نے حج کیا۔ اس کی ملاقات حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی۔ آپ نے اس سے اویس کے متعلق پوچھا۔ اس نے جواب دیا: میں نے اس کو اس حال میں چھوڑا ہے کہ اس کے گھر کی حالت ابتر تھی اور ان کے پاس مال و متاع کی کمی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا: یمن کی امدادی جماعتوں کے ساتھ تمہارے پاس اویس بن عامر نامی

1۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 194 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 210

ایک شخص آئے گا جس کا تعلق قبیلہ مراد سے اور پھر قرن سے ہے۔ وہ برص کے مرض میں مبتلا تھا اور اس سے شفایاب ہو گیا سوائے درہم کے برابر جگہ کے۔ اس کی والدہ ہیں جن کا وہ فرمانبردار ہے۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کوئی بات کہہ دے تو اللہ تعالیٰ اس کو پورا کر دے۔ اگر یہ ممکن ہو کہ وہ تمہارے لیے دعائے مغفرت کرے تو اس سے دعا کرانا۔ وہ سردار اویس کے پاس گیا اور ان سے کہا: آپ میرے لیے استغفار کریں۔ انہوں نے جواب دیا: آپ نئے نئے مقدس سفر سے لوٹے ہیں، اس لیے آپ میرے لیے دعا کریں۔ اس سردار نے پھر کہا: آپ میرے لیے دعائے مغفرت کریں۔ انہوں نے جواب دیا: آپ ابھی ابھی سفر مقدس سے واپس آئے ہیں: آپ میرے لیے دعا کریں۔ (پھر) انہوں نے (سردار سے) پوچھا: کیا تمہاری ملاقات حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں۔ پھر انہوں نے اس کے لیے دعائے مغفرت کی۔ پھر لوگوں کو ان کے حال کا پتا چل گیا اور وہ کہیں چلے گئے۔ اسیر (راوی) کہتے ہیں: ان کا لباس دھاری دار چادر تھی۔ جب کوئی شخص انہیں دیکھتا تو کہتا: اویس کے پاس یہ چادر کہاں سے آئی ہے؟ (1)

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا، بے شک تم مصر کو فتح کرو گے۔ یہ ایک ایسی زمین ہے جس میں ''قیراط'' کا لفظ بکثرت مستعمل ہے۔ جب تم اس ملک کو فتح کرو تو اس کے باسیوں سے اچھا سلوک کرو۔ کیونکہ ان کا تمہارے ساتھ عہد اور رحم کا تعلق ہے۔ یا فرمایا: ان کا تمہارے ساتھ عہد کا اور سسرال ہونے کا تعلق ہے۔ (2) اور جب تم یہ دیکھو کہ اس سرزمین پر دو شخص ایک اینٹ کے برابر جگہ پر جھگڑ رہے ہیں تو وہاں سے نکل جاؤ۔ راوی کہتے ہیں: میں نے شرحبیل بن حسنہ کے بیٹے عبدالرحمن اور اس کے بھائی ربیعہ کو اینٹ برابر جگہ پر جھگڑتے دیکھا تو میں نے وہاں سے کوچ کر لیا۔ (3)

حضرت عبداللہ بن صفوان حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا: ایک لشکر اس گھر (خانہ کعبہ) پر حملہ کرنے کا ارادہ کرے گا۔ جب وہ چٹیل زمین پر پہنچیں گے تو ان کے درمیانی حصے کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔ ان کا اگلا (دستہ) پچھلے (دستے) کو آواز دے گا۔ پھر ان کو بھی زمین میں دھنسا دیا جائے گا اور سوائے ان سے علیحدہ ہونے والے شخص کے کوئی نہیں بچے گا جو لوگوں کو ان کے متعلق بتائے گا...... الحدیث۔ (4)

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 311

2۔ مصریوں کا مسلمانوں کے ساتھ رحم کا تعلق یہ ہے کہ حضرت ہاجرہ ام اسماعیل علیہ السلام ان میں سے تھیں اور سسرال ہونے کا تعلق یہ ہے کہ حضرت ماریہ قبطیہ ام ابراہیم بن رسول اللہ ان میں سے تھیں۔

3۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 311 4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 388

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میرے لیے زمین کو سمیٹ دیا اور میں نے اس کے مشرقی حصوں اور مغربی حصوں کو دیکھ لیا۔ اور میری امت کی حکومت زمین کے ان حصوں تک پہنچے گی جن کو میرے لیے سمیٹا گیا۔ اور مجھے سرخ اور سفید دونوں خزانے (یعنی سونا اور چاندی) بخشے گئے۔ اور میں نے اپنے رب سے دعا کی کہ میری امت کو عام قحط سے ہلاک نہ کرے اور نہ ان پر اغیار میں سے کوئی دشمن مسلط کرے جو ان کو جڑوں سے اکھیڑ کر رکھ دے۔ تو میرے رب نے فرمایا: اے محمد! (ﷺ) میں جب ایک فیصلہ فرما لیتا ہوں تو میرے فیصلے میں تبدیلی نہیں آتی۔ میں تمہیں تمہاری امت کے متعلق یہ خوشخبری دیتا ہوں کہ انہیں عام قحط سے ہلاک نہیں کروں گا اور نہ ان پر اغیار میں سے کوئی دشمن مسلط کروں گا جو انہیں ملیا میٹ کر دے خواہ ساری دنیا کے لوگ ان کے خلاف جمع ہو جائیں حتیٰ کہ وہ خود ہی ایک دوسرے کو ہلاک کریں گے اور ایک دوسرے کو غلام بنائیں گے۔ (1)

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرمایا: قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے حضور ﷺ نے مجھے اس کی خبر دی۔ ان میں سے ہر چیز کے متعلق میں نے آپ سے سوال کیا البتہ میں نے آپ سے یہ نہیں پوچھا کہ اہل مدینہ کو مدینہ سے کیا چیز نکالے گی۔ (2)

حضرت عبداللہ بن حارث بن نوفل سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس کھڑا تھا کہ آپ نے فرمایا: دنیا کی طلب میں لوگوں کی گردنیں ہمیشہ مختلف رہیں گی۔ میں نے عرض کیا: آپ نے صحیح فرمایا ہے۔ آپ نے فرمایا: میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: قریب ہے کہ دریائے فرات سونے کے ایک پہاڑ کو ظاہر کرے۔ جب لوگ اس کے متعلق سنیں گے تو اس کی طرف چل پڑیں گے۔ جو لوگ اس (خزانے) کے پاس ہوں گے وہ ایک دوسرے سے کہیں گے: اگر ہم نے لوگوں کو چھوڑ دیا تو وہ سارا خزانہ لے جائیں گے۔ راوی کہتے ہیں: سو وہ اس سونے کی وجہ سے ایک دوسرے سے جنگ کریں گے اور ہر سو میں سے ننانوے لوگ قتل ہو جائیں گے...... الحدیث۔ (3)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: عراق اپنے درہم اور قفیز (یعنی نقدی اور غلہ) کو روک لے گا۔ شام اپنے مدی اور دینار کو روک لے گا اور مصر اپنے ردب اور دینار کو روک لے گا اور تم اسی حالت کی طرف لوٹ جاؤ گے جس سے تم نے آغاز کیا تھا۔ اور تم اسی حالت کی طرف لوٹ جاؤ گے جس سے تم نے آغاز کیا تھا۔ اور تم اسی حالت کی طرف لوٹ جاؤ گے جس سے تم نے آغاز کیا تھا۔ اس حقیقت پر ابو ہریرہ کا گوشت اور خون دونوں گواہ ہیں۔ (4)

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 390 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 390 3۔ ایضاً، صفحہ 191 4۔ ایضاً

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ رومی ''اعماق'' یا ''دابق'' کے مقام پر نہیں اترتے۔ مدینہ سے ان کی طرف ایک لشکر نکلے گا جو اس وقت زمین پر موجود سب سے زیادہ اچھے لوگوں پر مشتمل ہوگا۔ جب وہ ایک دوسرے کے سامنے صف آرا ہوں گے تو رومی کہیں گے: ہمارے اور ان لوگوں کے درمیان سے ہٹ جاؤ جنھوں نے ہمارے آدمی قیدی بنائے ہیں۔ مسلمان کہیں گے: نہیں، ہم تمہارے اور اپنے بھائیوں کے درمیان سے نہیں ہٹیں گے۔ وہ ان سے جنگ کریں گے۔ ان میں سے ایک تہائی شکست کھا کر پیٹھ پھیر جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کی توبہ کبھی قبول نہیں فرمائے گا۔ (یعنی ان کو توبہ کی توفیق نہیں دے گا۔) ان میں سے ایک تہائی شہید ہو جائیں گے اور وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک افضل ترین شہداء میں شمار ہوں گے۔ اور ایک تہائی کو فتح نصیب ہوگی اور وہ کبھی فتنہ میں مبتلا نہیں ہوں گے۔ وہ قسطنطنیہ کو فتح کریں گے۔ اور جب وہ غنائم تقسیم کر رہے ہوں گے اور انہوں نے اپنی تلوارں زیتون کے درختوں کے ساتھ لٹکا رکھی ہوں گی کہ شیطان ان کے درمیان پکارے گا: دجال پیچھے تمہارے گھروں میں پہنچ گیا ہے۔ وہ وہاں سے چلیں گے اور یہ خبر غلط ہوگی۔ جب وہ شام پہنچیں گے تو دجال خروج کرے گا اور جب وہ جنگ کی تیاری کر رہے ہوں گے اور اپنی صفوں کو درست کر رہے ہوں گے اور نماز کی اقامت کہی جائے گی کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نزول فرمائیں گے اور ان کی امامت کریں گے۔ اور جب دشمن خدا (دجال) انہیں دیکھے گا تو یوں پگھلنے لگے گا جیسے نمک پانی میں پگھلتا ہے۔ اور اگر آپ اسے چھوڑ دیتے تو وہ مکمل طور پر پگھل جاتا مگر اللہ تعالیٰ اسے ان کے ہاتھ سے قتل کرائے گا اور آپ لوگوں کو اپنے نیزے پر اس کا خون دکھائیں گے۔ (1)

حضرت موسیٰ بن علی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا: مستورد قرشی نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے یہ حدیث بیان کی: میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: جب قیامت قائم ہوگی تو رومیوں کی تعداد سب سے زیادہ ہوگی۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: دیکھو، تم کیا کہہ رہے ہو۔ انہوں نے جواب دیا: میں وہی کچھ کہہ رہا ہوں جو میں نے حضور ﷺ سے سنا ہے۔ انہوں نے فرمایا: اگر تم یہ کہتے ہو تو (اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ) ان میں چار خصلتیں ہیں: (جو ان کی کثرت تعداد اور بحیثیت قوم دیر تک زندہ رہنے کا سبب ہیں) (۱) فتنہ کے وقت وہ سب لوگوں سے زیادہ بردباری کا مظاہرہ کرنے والے ہیں (۲) مصیبت کے بعد وہ سب سے زیادہ جلدی سنبھلنے والے ہیں (۳) فرار کے بعد پلٹ کر حملہ کرنے میں سب سے آگے ہیں

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 92-391

(۴) اور یتیموں اور مسکینوں کے لیے سب سے اچھے ہیں اور پانچویں خوبی جو بہت اچھی ہے وہ یہ ہے کہ وہ بادشاہوں کے مظالم کے راستے میں رکاوٹ بننے میں سب سے آگے ہیں۔(1)

حضرت یسیر بن جابر سے مروی ہے، فرماتے ہیں: کوفہ میں سرخ آندھی چلی۔ ایک آدمی آیا۔ اس کا تکیہ کلام یہ تھا: اے عبداللہ بن مسعود! قیامت آ گئی ہے۔ راوی کہتے ہیں: وہ (یعنی حضرت عبداللہ) تکیہ لگائے بیٹھے تھے۔ وہ (سیدھے) بیٹھ گئے اور فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ نہ تو میراث تقسیم ہوگی اور نہ غنیمت پر خوشی کا اظہار کیا جاسکے گا۔ پھر آپ نے شام کی طرف اشارہ کر کے کہا: وہاں شامیوں کے لیے دشمن جمع ہوں گے اور ان کے مقابلے کے لیے مسلمان اکٹھے ہوں گے۔ میں نے عرض کیا: (دشمن سے) آپ کی مراد رومی ہیں؟ فرمایا: ہاں۔ اور اس جنگ کے دوران دین سے مرتد ہونے کے واقعات بہت ہوں گے۔ مسلمان موت کی شرط پر ایک دستہ تیار کریں گے جو عہد کریں گے کہ فتح کے بغیر واپس نہیں لوٹیں گے۔ وہ جنگ کریں گے حتی کہ ان کے اور ان کے درمیان رات حائل ہو جائے گی اور یہ اور وہ دونوں فریق غلبہ حاصل کیے بغیر واپس لوٹ آئیں گے اور وہ دستہ ختم ہو جائے گا (جس نے موت کا عہد کیا تھا۔) پھر مسلمان موت کی شرط پر ایک اور دستہ تیار کریں گے جو عہد کریں گے کہ موت کے بغیر واپس نہیں لوٹیں گے۔ وہ جنگ کریں گے حتی کہ ان کے درمیان رات حائل ہو جائے گی اور یہ اور وہ دونوں فریق غلبہ حاصل کیے بغیر واپس لوٹ آئیں گے اور وہ دستہ ختم ہو جائے گا۔ پھر مسلمان موت کی شرط پر ایک اور دستہ تیار کریں گے جو عہد کرے گا کہ وہ فتح کے بغیر واپس نہیں لوٹیں گے۔ وہ جنگ کریں گے حتی کہ شام ہو جائے گی اور یہ اور وہ دونوں غلبہ حاصل کیے بغیر واپس لوٹ آئیں اور وہ دستہ ختم ہو جائے گا۔ جب چوتھا روز ہوگا تو باقی اہل اسلام ان کے مقابلے کے لیے آگے بڑھیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کو شکست سے دو چار کرے گا، البتہ وہ جنگ ایسی کریں گے کہ ایسی جنگ نہیں لڑی جائے گی یا (فرمایا) نہیں لڑی گئی۔ حتی کہ پرندہ ان کے پاس سے گزرے گا اور ابھی ان سے آگے نہیں بڑھنے پائے گا کہ گر کر مر جائے گا۔ ایک باپ کے بیٹے جو سو تھے، ان کو گنا جائے گا تو صرف ایک کو زندہ پایا جائے گا تو (ایسی صورت میں) کون سی غنیمت ہوگی جس پر خوشی منائی جائے یا کون سی میراث ہوگی جسے تقسیم کیا جائے۔ وہ اسی حالت میں ہوں گے کہ انہیں اس مصیبت کی خبر ملے گی جو اس مصیبت سے بھی بڑی ہوگی۔ پکارنے والا انہیں بتائے گا کہ ان کے پیچھے ان کے اہل و عیال کو دجال نے آلیا ہے۔ ان کے ہاتھوں میں جو کچھ ہوگا اسے پھینک دیں گے اور دجال کی طرف متوجہ ہوں گے۔ وہ دس شہسواروں کو ہراول دستے کے طور پر بھیجیں گے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: میں ان شہسواروں

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 392

کے نام بھی جانتا ہوں۔ان کی ولدیت بھی جانتا ہوں۔اوران کے گھوڑوں کے رنگوں کو بھی جانتا ہوں۔ وہ اس وقت روئے زمین کے سب سے اچھے سوار ہوں گے۔ یا فرمایا: زمین کے سب سے اچھے سواروں میں سے ہوں گے......الحدیث۔(1)

حضرت نافع بن عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ہم ایک غزوے میں حضور ﷺ کے ہمراہ تھے۔مغرب کی طرف سے حضور ﷺ کے پاس کچھ لوگ آئے جنہوں نے اون کے لباس پہن رکھے تھے۔ایک ٹیلے کے پاس ان کی حضور ﷺ کے ساتھ ملاقات ہوئی۔وہ کھڑے تھے اور حضور ﷺ بیٹھے تھے۔راوی کہتے ہیں: میرے اندر سے آواز آئی: ان کے پاس جاؤ اوران کے اور حضور ﷺ کے درمیان کھڑے ہو جاؤ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ دھوکے سے حضور ﷺ کو شہید کرنے کی کوشش کریں۔راوی کہتے ہیں: پھر مجھے خیال آیا کہ شاید حضور ﷺ ان سے سرگوشی کر رہے ہوں۔ میں ان کے پاس گیا اوران کے اور حضور ﷺ کے درمیان کھڑا ہو گیا۔راوی کہتے ہیں: میں نے حضور ﷺ سے چار باتیں سنیں جن کو میں ہاتھ (کی انگلیوں) پر شمار کر سکتا ہوں۔آپ نے فرمایا: تم جزیرۂ عرب میں جہاد کرو گے اور اللہ تعالیٰ اسے فتح فرمادے گا۔پھر تم ملک فارس کے خلاف جہاد کرو گے اور اللہ تعالیٰ اسے فتح فرمادے گا۔پھر تم ملک روم کے خلاف جہاد کرو گے اور اللہ تعالیٰ اسے فتح فرمادے گا۔پھر تم دجال کے خلاف جہاد کرو گے اور اللہ تعالیٰ تمہیں اس پر فتح دے گا۔نافع (راوی) نے کہا: اے جابر! ہمارا نہیں خیال کہ روم فتح ہونے سے پہلے دجال ظاہر ہو۔(2)

حضرت حذیفہ بن اسید غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ اچانک ہمارے پاس تشریف لائے جب کہ ہم باہم گفتگو کر رہے تھے۔آپ نے پوچھا: تم کس چیز کا ذکر کر رہے ہو؟ ہم نے عرض کیا: ہم قیامت کا ذکر کر رہے ہیں۔آپ نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہو گی جب تک تم اس سے پہلے دس نشانیاں نہ دیکھ لو۔پھر آپ نے دھوئیں، دجال، چوپائے، مغرب سے طلوع آفتاب، نزول عیسیٰ بن مریم علیہ السلام، یاجوج وماجوج، تین بار زمین کے دھنسنے، مشرق میں زمین کے دھنسنے، مغرب میں زمین کے دھنسنے، جزیرۂ عرب میں زمین کے دھنسنے اوران سب کے آخر میں یمن سے آگ کے نکلنے کا ذکر کیا جو لوگوں کو محشر کی طرف دھکیل لے جائے گی۔(3)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے وادیٔ محسر (سے گزرتے ہوئے) اپنی سواری کو تیز چلایا۔بشر (راوی) نے اس روایت میں یہ اضافہ کیا ہے: آپ عرفات سے چلے تو آپ پر تمکنت (سایہ کناں) تھی اور آپ نے لوگوں کو بھی تمکنت اختیار کرنے کا حکم دیا۔اور ابونعیم

1۔الصحیح لمسلم، جلد2، صفحہ 392 2۔الصحیح لمسلم، جلد2، صفحہ 393 3۔ایضاً

(راوی) نے اس روایت میں یہ اضافہ کیا ہے: آپ نے ان کو حکم دیا کہ ٹھیکری جیسی کنکری سے رمی کریں اور فرمایا: ممکن ہے، اس سال کے بعد میں تمہیں نہ دیکھوں۔(1)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک درندے انسانوں سے کلام نہیں کرتے۔ حتیٰ کہ آدمی سے اس کے کوڑے کا کنارا گفتگو کرے گا۔ اس کے جوتے کا تسمہ اس سے ہم کلام ہوگا اور اس کی ران اسے اطلاع دے گی کہ اس کی عدم موجودگی میں اس کے گھر والوں نے کیا کیا...... الحدیث۔(2)

حضرت معاویہ بن قرہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: حضور ﷺ کا ارشاد ہے: جب اہل شام میں بگاڑ پیدا ہو جائے گا تو تمہارے اندر کوئی بھلائی نہیں رہے گی۔ اور میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ فتح یاب رہے گا۔ ان کی مدد سے کنارہ کش ہونے والا ان کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا، حتیٰ کہ قیامت قائم ہو جائے۔ محمد بن اسماعیل فرماتے ہیں کہ حضرت علی بن المدینی کا قول ہے کہ اس سے مراد اصحاب حدیث ہیں۔(3)

حضرت زبیر بن عدی سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ہم حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حجاج کے ہاتھوں ہم جن مصائب کا شکار تھے ان کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا: ہر سال سے وہ سال برا ہوگا جو اس کے بعد آئے گا حتیٰ کہ تم اپنے رب کی بارگاہ میں حاضر ہو جاؤ گے۔ اس بات کو میں نے تمہارے نبی ﷺ کی زبان سے سنا ہے۔(4)

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ دنیا میں دنیوی مال و متاع کے حساب سے سب سے زیادہ خوش بخت شخص اسے شمار نہ کیا جائے جو سب سے زیادہ ذلیل ہو۔(5)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: قبیلہ بنو ثقیف میں ایک جھوٹا اور ایک مہلک شخص ہوں گے...... الحدیث۔(6)

نوٹ: اسی باب میں تھوڑا آگے یہ الفاظ ہیں: کہا جاتا ہے کہ جھوٹے سے مراد مختار بن عبید ثقفی ہے اور مہلک سے مراد حجاج بن یوسف ثقفی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ حجاج بن یوسف نے جنگوں وغیرہ کے علاوہ جن لوگوں کو ظلماً قتل کیا ان کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار تھی۔

حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری

1۔ جامع الترمذی، جلد 1، صفحہ 108 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 41 3۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 42
4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 43 5۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 44 6۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 45

امت میں خلافت (علیٰ منہاج النبوۃ) تیس سال تک رہے گی۔ اس کے بعد ملوکیت ہو گی۔ (راوی کہتے ہیں:) مجھ سے حضرت سفینہ نے فرمایا: حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ شمار کرو۔ پھر حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خلافتوں کا زمانہ شمار کرو پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا زمانہ شمار کرو۔ ہم نے یہ مدت شمار کی تو اسے تیس سال پایا...... الحدیث۔ (1)

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: دنیا اس وقت تک ختم نہیں ہو گی جب تک عرب پر میرے اہل بیت میں سے ایک شخص حکمران نہیں بنتا، اس کا نام میرے نام کے موافق ہو گا۔ (2)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: بڑی جنگ، (جس میں سو میں سے محض ایک بچے گا) قسطنطنیہ کی فتح اور خروج دجال کے واقعات سات ماہ کے اندر اندر ہوں گے۔ (3)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: خراسان سے سیاہ جھنڈے نکلیں گے اور انہیں کوئی چیز نہیں روک سکے گی حتی کہ وہ بیت المقدس پر نصب کر دیے جائیں گے...... الحدیث۔ (4)

حضرت کثیر بن عبداللہ بن عمرو بن عوف بن زید بن ملحہ اپنے والد سے وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: دین سمٹ کر حجاز کی طرف ایسے ہی لوٹے گا جیسے سانپ اپنے بل کی طرف لوٹتا ہے۔ اور دین حجاز میں اسی طرح پناہ حاصل کرے گا جیسے پہاڑی بکرا پہاڑ کی چوٹی پر پناہ حاصل کرتا ہے۔ اور بے شک دین حالت غربت میں شروع ہوا اور یہ غربت کی حالت کی طرف لوٹ جائے گا۔ ان غریبوں کو بھلائی مبارک ہو جو میرے بعد میری اس سنت کی صحیح تعبیر کریں گے جس کو لوگوں نے بگاڑ دیا ہو گا۔ (5)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری امت پر بالکل ایسا ہی وقت آئے گا جیسا بنو اسرائیل پر آیا تھا۔ ان کی حالت بالکل ایک جیسی ہو گی۔ حتی کہ اگر بنو اسرائیل میں کوئی شخص تھا جو اعلانیہ اپنی ماں سے بدکاری کرتا تھا تو میری امت میں بھی ایسا شخص ہو گا جو یہ حرکت کرے گا۔ اور بنو اسرائیل بہتر فرقوں میں منقسم ہوئے تھے اور میری امت تہتر فرقوں میں بٹے گی۔ جن میں سے ایک کے علاوہ باقی سارے دوزخی ہوں گے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم

1۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 45   2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 46   3۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 47
4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 51   5۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 87

اجمعین نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ وہ ایک جماعت کون سی ہوگی؟ فرمایا: وہ جو اس طریقے پر چلے گی جس پر میں اور میرے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم چل رہے ہیں...... الحدیث۔(1)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ایک چوپایہ ظاہر ہوگا جس کے پاس حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا ہوگا۔ وہ مومن کے چہرے کو روشن کرے گا اور کافر کی ناک پر مہر لگائے گا۔ حتیٰ کہ لوگ ایک دسترخوان پر جمع ہوں گے تو ایک شخص دوسرے کو یہ کہہ کر پکارے گا: اے مومن!۔ دوسرا اس کو یہ کہہ کر پکارے گا: اے کافر...... الحدیث۔(2)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے ایک فتنے کا ذکر کیا اور فرمایا: اس فتنے میں اس کو یعنی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کر دیا جائے گا...... الحدیث۔(3)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ لوگ اپنی مسجدوں کے متعلق باہم مفاخرت نہیں کریں گے۔(4)

قبیلہ بنوفزارہ سے ایک خاتون عقیلہ سے مروی ہے، فرماتی ہیں: میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا: قیامت کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ مسجد میں لوگ امامت کی ذمہ داری ایک دوسرے پر ڈالیں گے اور انہیں کوئی ایسا شخص نہیں ملے گا جو انہیں نماز پڑھائے۔(5)

حضرت ولید بن عبداللہ بن جمیع روایت کرتے ہیں کہ مجھے میری دادی نے یہ حدیث سنائی اور عبدالرحمن بن خلاد انصاری حضرت ام ورقہ بنت نوفل سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے جب غزوۂ بدر کا ارادہ کیا تو راویہ کہتی ہیں: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ مجھے جنگ میں شریک ہونے کی اجازت مرحمت فرمائیے۔ میں آپ کے (لشکر کے) بیماروں کی تیمارداری کروں گی۔ شاید اللہ تعالیٰ مجھے شہادت کی دولت عطا فرمادے۔ آپ نے فرمایا: تم گھر میں مقیم رہو اور اللہ تعالیٰ تمہیں شہادت کی دولت بھی عطا فرمادے گا۔ راوی کہتے ہیں: انہیں (حضور ﷺ کی اس پیشگوئی کی وجہ سے) شہیدہ کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ راوی کہتے ہیں: انہوں نے قرآن حکیم بھی پڑھ رکھا تھا۔ انہوں نے حضور ﷺ سے اجازت طلب کی کہ وہ اپنے گھر میں ایک مؤذن مقرر کریں جو ان کے لیے اذان دے۔ راوی کہتے ہیں: انہوں نے ایک غلام اور ایک لونڈی کو مدبر بنا رکھا تھا (یعنی انہیں اختیار دے رکھا تھا کہ وہ میرے مرنے کے بعد آزاد ہو جائیں) وہ رات کو ان کے پاس آئے۔ ایک کپڑے سے ان کو

1۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 89
2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 150
3۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 212
4۔ سنن ابی داؤد، جلد 1، صفحہ 71
5۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 93

(سختی سے) ڈھانپ دیا حتی کہ (سانس بند ہو جانے کی وجہ سے) ان کا انتقال ہو گیا۔ اور وہ دونوں (غلام اور لونڈی) بھاگ گئے۔ صبح حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کے درمیان کھڑے ہوئے اور فرمایا: جس کسی کو ان دونوں کا علم ہو یا جس نے ان کو دیکھا ہو وہ انہیں لے آئے۔ پھر ان کو سولی پر لٹکا دیا گیا۔ یہ پہلے لوگ تھے جن کو مدینہ میں سولی پر لٹکایا گیا۔(1)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا: ہجرت کے بعد ایک اور ہجرت ہوگی۔ اور اہل زمین میں سے سب سے اچھے لوگ وہ ہوں گے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت گاہ (یعنی شام) سے وابستہ رہیں گے۔ زمین پر صرف وہ لوگ رہ جائیں گے جو سب سے زیادہ برے ہوں گے۔ ان کی زمینیں انہیں پھینک دیں گی اور اللہ تعالیٰ بھی ان کو ناپسند فرمائے گا۔ اور آگ بندروں اور خنزیروں کے ہمراہ ان کو اکٹھا کرے گی۔(2)

حضرت ابن حوالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: معاملہ یہاں تک جا پہنچے گا کہ تم مختلف لشکروں کی شکل میں بٹ جاؤ گے۔ ایک لشکر شام میں ہوگا۔ ایک لشکر یمن میں اور ایک عراق میں۔ ابن حوالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ! ﷺ اگر میں اس وقت کو پاؤں تو میرے لیے اس لشکر کو اختیار فرمایئے جو اچھا ہو۔ آپ نے فرمایا: تم شام کے ساتھ وابستہ رہنا کیونکہ وہ روئے زمین پر خدا کے پسندیدہ ترین بندے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے پسندیدہ بندوں کو چن کر شام کی طرف لے جائے گا۔ اور اگر تم شام نہ جاؤ تو یمن کو لازم پکڑنا۔ اور اپنے حوضوں سے پانی پلاؤ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے شام اور اہل شام کے ساتھ بھلائی کی ضمانت دی ہے۔(3)

حضرت سہل بن حنظلیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جنگ حنین کے بارے میں ایک طویل حدیث مروی ہے جس میں یہ الفاظ بھی ہیں:...... ایک گھڑ سوار حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ ! ﷺ میں آپ سے آگے چلا گیا تھا۔ میں وہاں فلاں فلاں پہاڑوں پر چڑھا اور دیکھا کہ قبیلہ بنو ہوازن کثیر تعداد میں وہاں موجود ہے۔ ان کے ساتھ ان کی عورتیں، چوپائے اور بکریاں بھی ہیں۔ وہ سب حنین میں جمع ہو گئے ہیں۔ حضور ﷺ نے (یہ سن کر) تبسم فرمایا اور فرمایا: یہ سب چیزیں کل انشاء اللہ مسلمانوں کے پاس بطور غنیمت آ جائیں گی...... الحدیث۔(4)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا: جب تم بیع عینہ کرو گے (بیع عینہ یہ ہے کہ کوئی شخص کوئی چیز ایک مقررہ قیمت پر ادھار فروخت کرے اور پھر اس چیز کو قیمت فروخت سے کم قیمت پر واپس خریدے) اور تم بیلوں کی دمیں پکڑو گے اور زراعت پر

1۔ سنن ابی داؤد، جلد 1، صفحہ 94 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 343 3۔ ایضاً 4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 345

راضی ہو گئے اور جہاد کو ترک کر دو گے تو اللہ تعالیٰ تم پر ایسی خواری مسلط کر دے گا جس کو وہ تم سے اس وقت تک دور نہیں کرے گا جب تک تم اپنے دین کی طرف واپس لوٹ نہیں آتے...... الحدیث۔(1)

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: قسم بخدا، مجھے معلوم نہیں کہ میرے ساتھی سچ مچ بھول گئے ہیں یا محض یہ ظاہر کیا ہے کہ وہ بھول گئے ہیں، (حالانکہ) حضور ﷺ نے تو قیامت تک آنے والے کسی فتنہ کے قائد کے ذکر کو نہیں چھوڑا۔ آپ نے ہمارے سامنے اس کے نام کا بھی ذکر کیا، اس کے باپ اور اس کے قبیلے کے نام کا بھی ذکر کیا۔(2)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ہم حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ حضور ﷺ نے فتنوں کا ذکر کیا اور بکثرت فتنوں کا ذکر کیا حتی کہ آپ نے ''احلاس'' کے فتنہ کا ذکر کیا۔ (احلاس حلس کی جمع ہے۔ اور حلس اس ٹاٹ یا کپڑے کو کہتے ہیں جو پالان یا کجاوے کے نیچے رکھا جاتا ہے) ایک آدمی نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ فتنۂ احلاس سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا: فرار، ہلاکت اور تباہی۔ پھر آپ نے خوشحالی کے فتنے کا ذکر کیا (اور فرمایا) اس کا ظہور میرے اہل بیت میں سے ایک شخص کے ہاتھ پر ہوگا جو یہ دعویٰ کرے گا کہ وہ مجھ سے ہے حالانکہ وہ مجھ سے نہیں ہوگا کیونکہ میرے ولی تو پرہیزگار لوگ ہیں۔ پھر لوگ ایک ایسے آدمی پر صلح کر لیں گے جو اس کام کا بالکل اہل نہیں ہوگا۔ پھر آپ نے تاریکی کے فتنے کا ذکر کیا جس کی مصیبت سے اس امت کا ہر فرد دوچار ہوگا۔ جب یہ کہا جائے گا کہ وہ فتنہ گزر چکا ہے تو وہ مزید طویل ہو جائے گا۔ اس فتنے میں ایک شخص صبح کے وقت ایماندار ہوگا تو شام کے وقت کافر ہوگا۔ حتی کہ لوگ دو خیموں کی طرف چلے جائیں گے۔ ایک خیمہ ایمان کا ہوگا جس میں منافقت کا نام ونشان نہیں ہوگا اور دوسرا خیمہ نفاق کا ہوگا جس میں ایمان کا نام ونشان نہیں ہو گا۔ جب یہ وقت آجائے تو دجال کا انتظار کرو کہ وہ آج خروج کرتا ہے کہ کل۔(3)

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور ﷺ سے روایت کرتی ہیں کہ آپ نے فرمایا: ایک خلیفہ کی موت کے وقت اختلاف پیدا ہوگا تو اہل مدینہ میں سے ایک شخص (فتنے سے بچنے کے لیے) بھاگ کر مکہ کی طرف جائے گا۔ مکہ کے لوگ اس کو (اس کی قیام گاہ سے) نکالیں گے جب کہ اسے یہ بات ناپسند ہوگی اور حجر اسود اور مقام ابراہیم کے پاس اس کی بیعت کریں گے۔ شام سے اس کی طرف ایک لشکر بھیجا جائے گا جسے مکہ اور مدینہ کے درمیان ''بیداء'' کے مقام پر زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔ جب لوگ یہ صورت حال دیکھیں گے تو شام کے ابدال اور عراق کی جماعتیں ان کے پاس آئیں گی اور ان کی بیعت کریں گی۔ پھر قریش کا ایک شخص، جس کے ننہال قبیلہ بنو کلب سے ہوں گے، ان کی طرف

1۔ سنن ابی داؤد، جلد 2، صفحہ 134 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 231 3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 231

ایک لشکر بھیجے گا۔ وہ (مسلمان) ان پر غالب آئیں گے۔ یہ لشکر بنو کلب کا لشکر ہو گا اور وہ شخص خسارے میں ہو گا جو بنو کلب کی غنیمت کے وقت حاضر نہیں ہو گا۔ وہ مال تقسیم کریں گے اور لوگوں کے معاملات میں عین سنت نبوی کے مطابق عمل کریں گے اور اسلام کو مکمل طور پر نافذ کر دیں گے۔ وہ سات سال زندہ رہیں گے اور پھر انتقال فرما جائیں گے اور مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے۔ ابو داؤد فرماتے ہیں: ہشام (راوی) سے روایت کرنے والے بعض راویوں نے سات سال کہا ہے اور بعض نے نو سال۔(1)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ کی وساطت سے میں جو چیزیں جانتا ہوں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس امت کے لیے ہر صدی کے اختتام پر ایک شخص بھیجے گا جو امت کے لیے اس کے دین کی تجدید کرے گا۔(2)

حضرت جبیر بن نفیر نے حضرت مخبر صحابی رسول اللہ ﷺ، سے صلح کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا: میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: تم رومیوں سے پر امن صلح کرو گے۔ تم اور وہ مل کر دوسرے دشمنوں سے جنگ کرو گے۔ تمہیں فتح نصیب ہو گی اور تمہیں مال غنیمت بھی ملے گا اور تم سلامت بھی رہو گے۔ پھر تم واپس لوٹو گے اور جب ٹیلوں والی وسیع چراگاہ میں پہنچو گے تو عیسائیوں میں سے ایک شخص صلیب بلند کرے گا اور کہے گا: صلیب غالب آ گئی ہے۔ ایک مسلمان اس پر غضب ناک ہو جائے گا اور صلیب کو توڑ دے گا۔ اس وقت رومی وعدہ خلافی کریں گے اور جنگ کے لیے جمع ہو جائیں گے۔(3)

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: (بڑی) جنگ کے وقت مسلمانوں کا خیمہ (یعنی پڑاؤ) غوطہ میں ہو گا جو دمشق نامی شہر کے نزدیک ہے اور یہ شہر شام کے عمدہ ترین شہروں میں سے ہے۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں: مجھے ابن وہب سے یہ روایت پہنچی ہے، وہ کہتے ہیں: مجھے جریر بن حازم نے عبید اللہ بن عمر سے انہوں نے نافع سے اور انہوں نے ابن عمر سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: قریب ہے کہ مسلمان مدینہ میں محصور ہو جائیں حتی کہ ان کی بعید ترین سرحد "سلاح" (خیبر کے نزدیک ایک جگہ) ہو۔(4)

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے یہ حدیث روایت کرتے ہیں: چھوٹی آنکھوں والی ایک قوم (یعنی ترک) تم سے جنگ کریں گے۔ فرمایا: تم ان کو تین مرتبہ دھکیلو گے حتی کہ تم ان کو جزیرۃ العرب تک پہنچا دو گے۔ پہلے دھکیلنے میں، ان سے جو فرار ہو جائے گا وہ بچ جائے گا۔ اور دوسری بار دھکیلنے کے وقت، ان میں سے بعض بچ جائیں گے اور بعض ہلاک ہو جائیں گے اور تیسری بار دھکیلنے

1۔ سنن ابی داؤد، جلد 2، صفحہ 240 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 241 3۔ ایضاً 4۔ ایضاً، صفحہ 242

میں ان کا صفایا کر دیا جائے گا، یا جو الفاظ آپ نے فرمائے۔(1)

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری امت کے کچھ لوگ وسیع پست زمین پر اتریں گے جسے وہ بصرہ کا نام دیں گے۔ جو ایک دریا کے پاس ہوگا جس کو دجلہ کہا جائے گا۔ اس پر ایک پل ہوگا اور اس شہر کے باسیوں کی تعداد بہت زیادہ ہو جائے گی اور یہ مہاجرین کے شہروں میں سے ہو جائے گا۔ اور جب آخری زمانہ آئے گا تو بنو قنطوراء (ترک) آئیں گے، جن کے چہرے چوڑے اور آنکھیں چھوٹی ہوں گی۔ وہ دریا کے کنارے پڑاؤ کریں گے۔ اہل شہر تین حصوں میں بٹ جائیں گے۔ ایک حصہ کھیتی باڑی میں مشغول رہے گا اور ہلاک ہو جائے گا۔ ایک فریق اپنے لیے (دشمنوں سے) امان لے گا اور کافر ہو جائے گا۔ اور تیسرے فریق کے لوگ اپنے اہل وعیال کو اپنے پیچھے رکھیں گے اور دشمن سے جہاد کریں گے اور وہ شہید ہوں گے۔(2)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: اے انس بن مالک! لوگ شہروں کو آباد کریں گے اور ایک شہر کا نام بصرہ یا بصیرہ ہوگا۔ اگر تمہارا وہاں سے گزر ہو یا تم اس شہر میں داخل ہو تو اس کی شور جگہ، مقام کلاء، بازاروں اور امراء کے دروازوں سے دور رہنا اور اس کے نواحی علاقوں کو لازم پکڑنا کیونکہ وہاں زمین کے دھنسنے، زمین کے اشیاء کو پھینکنے اور زلزلوں کے واقعات پیش آئیں گے۔ ایک قوم رات گزارے گی اور جب صبح ہو گی تو وہ بندروں اور خنزیروں کی شکل میں مسخ ہو چکے ہوں گے۔(3)

حضرت صالح بن درہم سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ہم حج کے لیے گئے تو ایک آدمی ہم سے ملا۔ اس نے ہم سے پوچھا: کیا تمہارے نزدیک ایک گاؤں ہے جس کا نام "ابلہ" ہے؟ ہم نے جواب دیا: ہاں۔ اس شخص نے کہا: تم میں سے کون شخص مجھے اس بات کی ضمانت دیتا ہے کہ وہ میرے لیے مسجد عشار میں دو یا چار رکعتیں پڑھے گا اور کہے گا: یہ نماز ابو ہریرہ کی طرف سے ہے۔ میں نے اپنے خلیل ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: قیامت والے دن اللہ تعالیٰ مسجد عشار سے ایسے شہیدوں کو اٹھائے گا کہ ان کے سوا کوئی بھی شہدائے بدر کے ساتھ کھڑا نہیں ہو سکے گا۔ حضرت ابو داؤد فرماتے ہیں: یہ مسجد دریائے فرات کے قریب ہے۔(4)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: میرے اور ان یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے۔ جب تم ان کو دیکھو تو ان کو (ان نشانیوں سے) پہچان لینا۔ وہ درمیانے قد کے شخص ہیں۔ ان کا رنگ گندم گوں سفید ہے۔ وہ ہلکے زرد

1۔ سنن ابی داؤد، صفحہ 243　2۔ ،جلد2، صفحہ 243　3۔ ایضاً، صفحہ 44-243　4۔ ایضاً، صفحہ 244

رنگ کے دو کپڑوں میں ملبوس (نزول فرمائیں گے۔) یوں محسوس ہوگا جیسے ان کے سر سے پانی ٹپک رہا ہے حالانکہ وہ تر نہیں ہوگا۔ وہ اسلام کی خاطر لوگوں سے قتال کریں گے، صلیب کو توڑ دیں گے، خنزیر کو قتل کر دیں گے اور جزیہ ختم کر دیں گے۔ ان کے عہد میں اللہ تعالیٰ اسلام کے سوا تمام ملتوں کو ہلاک کر دے گا۔ وہ مسیح دجال کو قتل کریں گے اور زمین پر چالیس سال تک ٹھہریں گے۔ پھر ان کا انتقال ہوگا اور مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے۔(1)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: حضور ﷺ کی ازواج مطہرات آپ کے پاس جمع ہوئیں اور آپ سے پوچھا: (آپ کے انتقال کے بعد) ہم میں سے کون سب سے پہلے، آپ سے ملاقات کرے گی؟ فرمایا: جو تم سب سے زیادہ لمبے ہاتھوں والی ہے۔ (یعنی سب سے زیادہ صدقات دینے والی ہے) وہ ایک نلی سی لے کر (ایک دوسری کے) بازو ناپنے لگیں۔ حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو سب سے پہلے آپ کے ساتھ ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ وہی سب سے زیادہ لمبے ہاتھوں والی تھیں اور اس کا سبب یہ تھا کہ وہ سب سے زیادہ صدقہ کرنے والی تھیں۔(2)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے ہم سے غزوۂ ہند کا وعدہ فرمایا تھا۔ اگر مجھے اس غزوے کا زمانہ ملا تو میں اس میں اپنی جان اور مال سب خرچ کر دوں گا۔ اگر مجھے شہادت کا شرف حاصل ہوا تو میں افضل الشہداء میں سے ہوں گا اور اگر میں سلامت واپس لوٹ آیا تو وہ ابو ہریرہ بن کر لوٹوں گا جو آگ کے خوف سے آزاد ہوگا۔(3)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: لوگوں پر ایک وقت آئے گا کہ آدمی اس بات کی پروا نہیں کرے گا کہ اس کے پاس مال کہاں سے آیا ہے۔ حلال طریقے سے آیا ہے یا حرام طریقے سے۔(4)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: لوگوں پر ایک وقت آئے گا کہ وہ سود کھائیں گے۔ جو سود نہیں کھائے گا اس تک بھی اس کی دھول (ضرور) پہنچ جائے گی۔(5)

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے ایک فتنہ کا ذکر کیا اور بتایا کہ وہ فتنہ قریب ہے۔ ایک شخص وہاں سے گزرا جس نے اپنا سر ڈھانپا ہوا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: یہ شخص اس فتنے کے وقت راہ راست پر ہوگا۔ (راوی کہتے ہیں) میں اس شخص کی

1۔ سنن ابی داؤد، صفحہ 246 2۔ سنن النسائی، جلد 1، صفحہ 352 3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 63
4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 211 5۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 211

طرف لپکا اور میں نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دونوں بازو پکڑے۔ پھر حضور ﷺ کی طرف رخ کیا اور عرض کیا: آپ کی مراد یہ ہیں؟ فرمایا: ہاں۔(1)

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: اے ابوذر! اس وقت تمہارا حال کیا ہوگا جب لوگ موت کا شکار ہوں گے حتی کہ حالت یہ ہو جائے گی کہ ایک گھر (قبر) کی قیمت غلام سے لگائی جائے گی۔ میں نے عرض کیا: اس حالت میں میرے لیے میرا رب اور رسول ﷺ کس چیز کو پسند فرماتے ہیں؟ یا عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا: تم اس حالت میں صبر کرنا۔ پھر فرمایا: اس وقت تمہاری حالت کیا ہوگی جب لوگ بھوک سے دوچار ہوں گے حتی کہ تم اپنے مصلے پر جاؤ گے اور بستر پر واپس آنا تمہارے لیے ممکن نہیں رہے گا اور نہ تم میں اتنی طاقت ہوگی کہ بستر سے اٹھ کر مصلے تک جاسکو؟ راوی کہتے ہیں: میں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں۔ یا میں نے عرض کیا: اس حالت میں اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول میرے لیے کیا پسند فرماتے ہیں؟ فرمایا: پاک دامن رہنا۔ پھر فرمایا: اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب لوگ قتل و غارت کا شکار ہوں گے حتی کہ حجارۃ الزیت کا مقام خون میں ڈوب جائے گا؟ میں نے عرض کیا: اس حالت میں اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ میرے لیے کیا پسند کرتے ہیں؟ فرمایا: تم جن لوگوں میں سے ہو ان کے ساتھ مل جاؤ۔ راوی کہتے ہیں: میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! ﷺ کیا میں تلوار لے کر ان لوگوں سے قتال نہ کروں جنہوں نے یہ (قتل و غارت کا بازار گرم) کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: اگر تم ایسا کرو گے تو ان ہی میں سے ایک ہو جاؤ گے، بلکہ تم اپنے گھر میں داخل ہو جاؤ۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ اگر وہ لوگ میرے گھر میں داخل ہو جائیں؟ فرمایا: اگر تمہیں یہ خوف ہو کہ اس تلوار کی چمک تم پر غالب آجائے گی تو چادر کا پلو اپنے چہرے پر ڈال لینا اس وقت وہ اپنا اور تیرا گناہ اپنے سر لے لے گا اور دوزخیوں میں سے ہو جائے گا۔(2)

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ مجھے مکہ کے قریب ایک جنگل میں لے گئے۔ وہ ایک خشک جگہ تھی جس کے اردگرد ریت تھی۔ حضور ﷺ نے فرمایا: دابہ (چوپایہ جس کا ظہور قیامت کی نشانیوں میں سے ہے) اس جگہ سے نکلے گا۔ وہ جگہ بالکل تھوڑی سی تھی...... الحدیث۔(3)

حضرت حارث بن جزء الزبیدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: مشرق سے کچھ لوگ ظاہر ہوں گے جو امام مہدی کی خلافت کے لیے راستہ ہموار کریں گے۔(4)

1۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 11 2۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 284 3۔ ایضاً، صفحہ 295 4۔ ایضاً، صفحہ 300

امورِ آخرت کے متعلق پیش گوئیاں اور عالم آخرت کی خبریں

عالم آخرت میں کیا ہوگا؟ اس کا علم انسان کے حواس اور عقل کی رسائی سے ماوراء ہے۔ عالم آخرت کے امور کے متعلق جاننے کا واحد قابل اعتماد ذریعہ وحی الٰہی ہے۔ اور صرف وہی ہستیاں امور آخرت کے متعلق کچھ بتا سکتی ہیں جن کو پروردگار عالم نے علوم غیبیہ کا گنجینہ بنایا ہے۔ ذیل میں ہم چند ایسی احادیث طیبہ بیان کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں جن میں حضور ﷺ نے آخرت میں پیش آنے والے حالات کی پیش گوئی کی ہے۔ مقصد یہ ہے کہ مسلمان کو اس حقیقت کا احساس ہو کہ جس ہستی کی غلامی کا طوق انہوں نے زیب گلو کیا ہے وہ علم و معرفت کا ایک سمندر ہے جس کے خداداد علوم کائنات ارضی تک محدود نہیں بلکہ وہ عالم آخرت کو بھی اپنی لپیٹ میں لیے ہوئے ہیں۔ اور اس احساس کے ساتھ ان کے دلوں پر اپنے آقا ﷺ کی عظمت و رفعت کا نقش مرتسم ہو اور حبیب خدا ﷺ کی محبت سے ان کے دلوں کی دنیا جگمگا اٹھے۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جنتی جنت میں داخل ہو جائیں گے اور دوزخی دوزخ میں داخل ہو جائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: جس شخص کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان تھا اس کو دوزخ سے نکال لو۔ ان کو دوزخ سے نکالا جائے گا جب کہ ان کے چہرے سیاہ ہو چکے ہوں گے۔ پھر ان کو بارش کی نہر یا زندگی کی نہر (راوی کو شک ہے) میں پھینک دیا جائے گا۔ پھر وہ اس طرح اٹھیں گے جیسے سبز گھاس کا بیج بہتے پانی کے کنارے پر اگتا ہے۔ کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ جب وہ اگتا ہے تو رنگ زرد ہوتا ہے اور وہ لپٹا ہوا ہوتا ہے...... الحدیث۔ (1)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے (کسی چیز کا) جوڑا راہ خدا میں خرچ کیا اسے جنت کے دروازوں سے ندا دی جائے گی: اے خدا کے بندے! یہ (دروازہ) اچھا ہے۔ تو جو اہل صلوٰۃ میں سے ہوگا (یعنی کثرت سے نفل نمازیں پڑھنے والا ہوگا) اسے باب صلوٰۃ سے (داخلے کی) دعوت دی جائے گی۔ جو اہل جہاد میں سے ہوگا اس کو باب جہاد سے پکارا جائے گا۔ جو اہل صیام میں سے ہوگا اس کو باب الریان سے دعوت دی جائے گی۔ اور جو اہل صدقہ میں سے ہوگا اس کو باب صدقہ سے بلایا جائے گا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان، کسی کو اس بات کی حاجت تو نہیں ہے کہ اسے ان تمام دروازوں سے پکارا جائے، پھر بھی کیا کوئی (خوش نصیب) ایسا ہے جس کو ان تمام دروازوں سے پکارا جائے گا؟ فرمایا: ہاں، اور مجھے امید ہے کہ تم ان میں سے ہو گے۔ (2)

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 8 2۔ ایضاً، صفحہ 255

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: دو شخص، ایک مسلمان اور ایک یہودی آپس میں جھگڑ پڑے۔ مسلمان نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے حضرت محمد ﷺ کو تمام جہانوں سے چن لیا ہے...... یہودی نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تمام جہانوں سے چن لیا ہے۔ اس پر مسلمان نے اپنا ہاتھ بلند کیا اور یہودی کو طمانچہ دے مارا۔ یہودی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کے اور مسلمان کے درمیان جو ماجریٰ ہوا تھا وہ بیان کر دیا۔ حضور ﷺ نے مسلمان کو طلب فرمایا اور اس سے اس کے بارے میں پوچھا۔ اس نے، جو کچھ پیش آیا تھا، بتا دیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: مجھے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر فوقیت نہ دیا کرو کیونکہ قیامت کے دن لوگوں پر غشی طاری ہوگی اور ان کے ساتھ مجھ پر بھی غشی طاری ہوگی۔ سب سے پہلے میں ہوش میں آؤں گا اور دیکھوں گا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام عرش کے پائے کو پکڑے کھڑے ہیں۔ مجھے نہیں معلوم کہ آپ ان لوگوں میں سے تھے جن پر غشی طاری ہوئی اور مجھ سے پہلے ہوش میں آ گئے یا آپ ان میں سے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے اس (غشی) سے مستثنیٰ فرما دیا۔ (1)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ کی خدمت میں سندس کا جبہ بطور ہدیہ پیش کیا گیا اور آپ ریشم سے منع فرمایا کرتے تھے۔ لوگ اس جبے (کی خوبصورتی) کو دیکھ کر بہت حیران ہوئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمد (ﷺ) کی جان ہے، جنت میں سعد بن معاذ کے رومال اس سے اچھے ہیں۔ سعید (راوی) قتادہ کے حوالے سے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ یہ جبہ دومۃ الجندل کے بادشاہ اکیدر نے حضور ﷺ کو بطور ہدیہ پیش کیا تھا۔ (2)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص مر جاتا ہے تو اس کا ٹھکانا صبح وشام اس پر پیش کیا جاتا ہے۔ اگر وہ جنتیوں میں سے ہو تو اس کو جنت کا ٹھکانا دکھایا جاتا ہے اور اگر وہ دوزخیوں میں سے ہو تو اس کو دوزخ کا ٹھکانا دکھایا جاتا ہے۔ (3)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: پہلی جماعت جو جنت میں داخل ہوگی ان کے چہرے چودہویں کے چاند کی طرح (چمک رہے) ہوں گے۔ وہاں وہ نہ تھوکیں گے، نہ رینٹ صاف کریں گے اور نہ پیشاب کریں گے۔ ان کے برتن سونے کے ہوں گے اور ان کی کنگھیاں سونے اور چاندی کی ہوں گی۔ ان کی دھونی عود کی ہوگی اور ان کا پسینہ کستوری جیسا ہوگا۔ ان میں سے

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 325 2۔ ایضاً، صفحہ 356 3۔ ایضاً، صفحہ 459-60

ہر ایک کی دو بیویاں ہوں گی جن کی پنڈلیوں کا گودا گوشت کے نیچے سے نظر آئے گا، خوبصورتی کی وجہ سے۔ نہ ان کے درمیان کوئی اختلاف ہوگا، نہ ان کے دلوں میں کینہ ہوگا۔ ان کے دل ایک دل کی طرح ہوں گے اور وہ صبح و شام اللہ تعالیٰ کی تسبیح کریں گے۔ (1)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جنت میں ایک درخت ہے کہ (اس کا سایہ اتنا لمبا ہوگا کہ) ایک گھڑسوار اس سائے کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک کا فاصلہ ایک سال میں طے کرے گا۔ اور اگر چاہو تو قرآن حکیم کی یہ آیت پڑھو: وَّ ظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ (واقعہ:30) ''یعنی وہ جنتی پھیلے ہوئے سائے میں ہوں گے''۔ اور جنت کی، ایک کمان کے طول کے برابر (جگہ)، ہر اس چیز سے بہتر ہوگی جس پر سورج طلوع ہوا یا غروب ہوا۔ (2)

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ابن رسول اللہ ﷺ) کی وفات کے موقع پر فرمایا: جنت میں اس کی ایک دائی ہے (جو اس کو دودھ پلاتی ہے۔) (3)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: (عام) جنتی بالا خانوں والوں کو اس طرح دیکھیں گے جس طرح تم آسمان پر اس روشن ستارہ کو دیکھتے ہو جو مشرق سے مغرب کی طرف جاتا ہے۔ یہ اس لیے کہ ان کے درجوں میں باہمی تفاوت ہوگا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ کیا یہ انبیائے کرام علیہم السلام کے درجات ہیں جن تک اور کوئی نہیں پہنچ سکے گا؟ فرمایا: کیوں نہیں۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، وہ خوش نصیب بھی ان درجات پر فائز ہوں گے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور انبیائے کرام علیہم السلام کی تصدیق کی۔ (یعنی تصدیق کا حق ادا کیا۔) (4)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: تمہاری (اس دنیا کی) آگ جہنم کی آگ کے ستر حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! ﷺ (بدکاروں کو عذاب دینے کے لیے) یہ دنیا کی آگ ہی کافی تھی۔ فرمایا: اس آگ کو دنیا کی ستر آگوں پر فوقیت دی گئی ہے جن کی گرمی اس (دنیا کی) آگ جیسی ہے۔ (5)

حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ...... میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا: قیامت کے دن ایک شخص کو لایا جائے گا اور اس کو دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔ آگ

1۔ صحیح البخاری، صفحہ 460 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 461 3۔ ایضاً
4۔ ایضاً 5۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 462

میں اس کی آنتیں باہر نکل آئیں گی اور وہ اس طرح چکر لگائے گا جیسے گدھا چکی کو چلاتے ہوئے چکر لگاتا ہے۔ دوزخی اس کے گرد جمع ہو جائیں گے اور پوچھیں گے: جناب! آپ کی یہ حالت کیوں ہے؟ کیا آپ ہمیں نیکی کا حکم نہیں دیتے تھے اور برائی سے روکتے نہیں تھے؟ وہ کہے گا: میں تم کو نیکی کرنے کا حکم دیتا تھا اور خود نیکی نہیں کرتا تھا۔ اور تم کو برائی سے روکتا تھا اور خود برائی کا ارتکاب کرتا تھا۔(1)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: قیامت کے دن حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ (چچا) آزر سے ملاقات کریں گے۔ آزر کے چہرے پر دھوئیں کی سیاہی اور گرد و غبار ہوگی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس سے کہیں گے: کیا میں نے تم سے کہا نہیں تھا کہ میری نافرمانی نہ کرو؟ ان کا باپ (چچا) کہے گا: آج میں تمہاری نافرمانی نہیں کروں گا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام عرض کریں گے: اے پروردگار! تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا کہ قیامت کے دن مجھے رسوا نہیں کرے گا، تو رحمت خدا سے دور باپ (چچا) کی اس حالت سے بڑھ کر رسوائی اور کیا ہو گی؟ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: میں نے جنت کو کافروں پر حرام کر دیا ہے۔ پھر کہا جائے گا: اے ابراہیم! تمہارے پاؤں کے نیچے کیا ہے؟ وہ دیکھیں گے کہ ایک گھنے بالوں والا بجو خون میں لت پت پڑا ہے۔ پھر اس کو پاؤں سے پکڑ کر دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔(2)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ایماندار قیامت کے دن جمع ہوں گے اور کہیں گے: کتنا ہی اچھا ہو اگر ہم کسی سے بارگاہ خداوندی میں شفاعت کی درخواست کریں۔ وہ حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے: آپ تمام انسانوں کے جدامجد ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے دست اقدس سے پیدا فرمایا اور فرشتوں کو (تعظیماً) آپ کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیا اور اس نے آپ کو تمام اشیاء کے اسماء تعلیم فرمائے۔ آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجئے تاکہ اللہ تعالیٰ ہم کو اس حالت سے راحت عطا فرمائے۔ وہ فرمائیں گے: یہ میرا مرتبہ نہیں ہے۔ وہ اپنی خطا کا ذکر کریں گے اور فرمائیں گے: مجھے حیا آتی ہے۔ اور (فرمائیں گے) تم حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ کیونکہ وہ پہلے رسول ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے زمین والوں کی طرف مبعوث فرمایا۔ لوگ حضرت نوح علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔ وہ فرمائیں گے: یہ میرا مرتبہ نہیں ہے۔ وہ رب سے ایسا سوال کرنے کا ذکر کریں گے جس کا انہیں علم نہیں تھا اور فرمائیں گے: مجھے حیا آتی ہے۔ اور فرمائیں گے: تم حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ لوگ ان کی خدمت میں حاضر ہوں گے تو وہ فرمائیں گے: یہ میرا مرتبہ نہیں ہے۔ تم حضرت

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 462　2۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 473

موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ جو اللہ تعالیٰ کے (وہ عظیم) بندے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے کلام فرمایا اوران کوتورات عطا فرمائی۔لوگ ان کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔وہ فرمائیں گے: میرا یہ مرتبہ نہیں ہے۔وہ ایک جان کو، جان کے بدلے کے بغیر، قتل کرنے کا ذکر کریں گے اور فرمائیں گے: مجھے اپنے رب سے حیا آئی ہے اور فرمائیں گے: تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ جن کو عبداللہ، رسول اللہ، کلمۃ اللہ اور روح اللہ ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔وہ فرمائیں گے: میرا یہ مرتبہ نہیں ہے۔تم حضرت محمد ﷺ کے پاس جاؤ جن کے اگلے پچھلے تمام ذنب اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیے ہیں۔لوگ میرے پاس آئیں گے۔میں جاؤں گا اور بارگاہ خداوندی سے اذن طلب کروں گا۔ مجھے اذن مل جائے گا۔ میں اپنے پروردگار کو دیکھوں گا تو سجدے میں گر جاؤں گا۔اللہ تعالیٰ جتنی دیر چاہے گا مجھے (اسی حالت پر) رہنے دے گا۔پھر فرمایا جائے گا: اپنا سر اٹھاؤ۔ مانگو، تمہیں دیا جائے گا۔ بات کرو، تمہاری بات سنی جائے گی۔شفاعت کرو، تمہاری شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں سر اٹھاؤں گا اور ان کلمات سے اللہ تعالیٰ کی حمد کروں گا جو اللہ تعالیٰ (خاص طور پر) مجھے تعلیم فرمائے گا۔ پھر میں شفاعت کروں گا۔ اللہ تعالیٰ میرے لیے ایک حد مقرر فرمائے گا۔میں ان (اس حد میں آنے والوں) کو جنت میں داخل کروں گا۔ پھر میں دوبارہ بارگاہ خداوندی میں حاضر ہوں گا۔جب اپنے رب کو دیکھوں گا اس (پہلی بار) کی طرح (سجدے میں گر جاؤں گا) پھر میں شفاعت کروں گا۔اللہ تعالیٰ میرے لیے ایک حد مقرر فرمائے گا۔میں ان لوگوں کو جنت میں داخل کروں گا۔ پھر میں چوتھی مرتبہ لوٹوں گا تو کہوں گا۔اب دوزخ میں وہی لوگ رہ گئے ہیں جن کو قرآن (کے اٹل فیصلے) نے روک رکھا ہے اور دوزخ کا ابدی عذاب ان پر واجب ہو چکا ہے......الحدیث۔(1)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: قیامت کے دن بدعہدی اور خیانت کرنے والے کے لیے ایک جھنڈا نصب کیا جائے گا اور کہا جائے گا: یہ فلاں ابن فلاں کی خیانت ہے۔(2)

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تم میں سے ہر ایک کے ساتھ کلام فرمائے گا۔اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی ترجمان نہیں ہوگا۔ پھر وہ شخص نظر کرے گا تو اسے اپنے سامنے کوئی چیز نظر نہیں آئے گی۔ پھر وہ سامنے دیکھے گا تو آگ اس کے سامنے ہوگی۔تم میں سے جو شخص آگ سے بچ سکے وہ ایسا کرنے کی کوشش کرے خواہ نصف کھجور کے ذریعے ہی (بچنے کی کوشش کرے۔) (3)

1۔صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 43-642 2۔ایضاً، صفحہ 912 3۔ایضاً، صفحہ 968

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جنتی جنت میں داخل ہو جائیں گے اور دوزخی دوزخ میں داخل ہو جائیں گے۔ ان کے درمیان ایک اعلان کرنے والا اٹھے گا (اور کہے گا:) اے دوزخیو! اب تمہیں موت نہیں آئے گی اور اے جنتیو! اب تمہیں موت نہیں آئے گی، تمہارے لیے جنت ابدی ہے۔ (1)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ جنتیوں سے فرمائے گا: اے اہل جنت! وہ عرض کریں گے: پروردگار! حاضر ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا۔ کیا تم خوش ہو؟ وہ عرض کریں گے: پروردگار! ہم راضی کیوں نہ ہوں کہ تو نے ہمیں وہ نعمتیں عطا فرمائی ہیں جو اپنی مخلوق میں سے کسی کو عطا نہیں فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں تمہیں اس سے بھی افضل نعمت عطا فرماؤں گا۔ بندے عرض کریں گے: ان نعمتوں سے افضل چیز کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: میں تم پر اپنی رضا نازل کروں گا اور اس کے بعد کبھی تم سے ناراض نہیں ہوں گا۔ (2)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: کچھ لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ کیا ہم قیامت کے روز اپنے پروردگار کا دیدار کریں گے؟ آپ نے فرمایا: کیا سورج کی روشنی میں، جب کوئی بادل نہ ہو، تمہارے دیکھنے پر کسی کو کوئی اعتراض ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: نہیں، یا رسول اللہ! ﷺ آپ نے فرمایا: کیا چودھویں کے چاند کی چاندنی میں تمہارے دیکھنے پر کسی کو کوئی اعتراض ہے؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ نہیں۔ آپ نے فرمایا: اسی طرح تم اپنے رب کو قیامت کے دن دیکھو گے۔ اللہ تعالیٰ سب لوگوں کو جمع فرمائے گا اور ارشاد فرمائے گا: جو شخص کسی چیز کی عبادت کرتا تھا وہ اس کے پیچھے جائے۔ جو سورج کی پوجا کرتا تھا وہ اس کے پیچھے جائے)۔ جو چاند کی پوجا کرتا تھا وہ چاند کے پیچھے جائے۔ اور جو شیطانوں کی پوجا کرتا تھا (وہ ان کے پیچھے جائے۔ یہ امت پیچھے رہ جائے گی اور ان کے ساتھ اس امت کے منافقین بھی ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ایک ایسی صفت کے ساتھ ان پر تجلی فرمائے گا جس کو وہ نہیں جانتے ہوں گے اور فرمائے گا: میں تمہارا رب ہوں۔ وہ کہیں گے: ہم تم سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔ ہم یہاں کھڑے رہیں گے حتی کہ ہمارا رب تجلی فرمائے۔ جب ہمارا پروردگار تجلی فرمائے گا تو ہم اسے پہچان لیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ اس صفت پر تجلی فرمائے گا جس کو وہ جانتے ہوں گے اور فرمائے گا: میں تمہارا رب ہوں۔ وہ کہیں گے: (واقعی) تو ہمارا رب ہے۔ اور وہ اس کی پیروی کریں گے۔ پھر جہنم پر پل نصب کیا جائے گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: میں اس پل کو عبور کرنے والا پہلا شخص ہوں گا۔ اس روز انبیائے کرام علیہم السلام

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 969 2۔ ایضاً، صفحہ 70-969

کی دعا یہ ہوگی: اے پروردگار! بچا لے، بچا لے۔ اس (پل صراط) کے ساتھ لوہے کے کنڈے ہوں گے جو سعدان (خاردار بوٹی) کے کانٹوں جیسے ہوں گے البتہ ان کی لمبائی اور ضخامت کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ وہ کانٹے لوگوں کو، ان کے اعمال کی وجہ سے اچک لیں گے۔ کچھ وہ ہوں گے جو اپنے اعمال کی وجہ سے ہلاک ہوں گے۔ کچھ وہ ہوں گے جو گریں گے اور پھر نجات پا جائیں گے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان فیصلے فرمانے سے فارغ ہوگا اور لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی شہادت دینے والوں میں سے جن کو جہنم سے نکالنا اسے منظور ہوگا ان کو نکالنے کا ارادہ فرمائے گا تو فرشتوں کو حکم دے گا کہ ان کو دوزخ سے باہر نکال لائیں۔ فرشتے آثار وضو کی علامت سے ان کو پہچان لیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ نے آگ پر حرام کر رکھا ہے کہ وہ آدمی کے سجدہ کی نشانی کو کھائے۔ فرشتے ان کو نکالیں گے درآنحالیکہ وہ سیاہ ہو چکے ہوں گے۔ ان پر پانی ڈالا جائے گا جس کا نام آب حیات ہوگا۔ اور وہ اسی طرح اگ آئیں گے جیسے بہتے پانی کے کنارے خشک گھاس کا بیج اگ آتا ہے۔ ایک آدمی رہ جائے گا جس کا رخ دوزخ کی طرف ہوگا۔ وہ عرض کرے گا: دوزخ کی بدبو نے مجھے مصیبت میں ڈال رکھا ہے اور اس کی گرمی نے مجھے جلا دیا ہے۔ اے پروردگار! میرے چہرے کو آگ کی طرف سے پھیر دے۔ وہ مسلسل یہ دعا کرتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ہوسکتا ہے میں تیری یہ دعا قبول کرلوں تو تم کچھ اور مانگنے لگو۔ وہ عرض کرے گا: نہیں، پروردگار! تیری عزت کی قسم، میں اور کچھ نہیں مانگوں گا۔ اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کو آگ کی طرف سے پھیر دے گا۔ پھر وہ عرض کرے گا: پروردگار! مجھے جنت کے دروازے کے قریب کردے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تم نے یہ نہیں کہا تھا کہ مجھ سے مزید کچھ نہیں مانگو گے؟ افسوس، اے ابن آدم! تم کتنے وعدہ خلاف ہو۔ وہ مسلسل دعا کرتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ہوسکتا ہے میں تمہاری یہ دعا قبول کرلوں تو تم کچھ اور مانگنے لگو؟ وہ عرض کرے گا: نہیں، مجھے تیری عزت کی قسم، اور کچھ نہیں مانگوں گا۔ وہ اللہ تعالیٰ کو بڑے عہد و پیمان دے گا کہ مزید کچھ نہیں مانگے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے دروازے کے قریب کردے گا۔ جب وہ جنت کی نعمتوں کو دیکھے گا تو کچھ عرصہ، جتنا خدا کو منظور ہوگا، خاموش رہے گا پھر عرض کرے گا: اے میرے پروردگار! مجھے جنت میں داخل فرما دے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تو نے یہ نہیں کہا تھا کہ مزید کچھ نہیں مانگے گا۔ افسوس، اے ابن آدم! تو کتنا وعدہ خلاف ہے۔ وہ عرض کرے گا: اے میرے رب! مجھے اپنی مخلوقات میں سب سے زیادہ بدبخت نہ بنا۔ وہ مسلسل یہ دعا کرتا رہے گا حتی کہ اللہ تعالیٰ (اپنی شان کے مطابق) ضحک (ہنسی) فرمائے گا اور جب اللہ تعالیٰ ضحک فرمائے گا تو اس کو جنت میں داخل ہونے کی اجازت دے دے گا۔ جب وہ جنت میں داخل ہو جائے گا تو اس سے کہا جائے گا: ان (نعمتوں) کی خواہش کا اظہار کرو۔ وہ تمنا کا اظہار کرے

گا۔ پھر اس سے کہا جائے گا: مزید تمنا کا اظہار کرو۔ وہ مزید تمنا کا اظہار کرے گا حتی کہ اس کی خواہشات اور حسرتیں ختم ہو جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: یہ سب کچھ (جس کی تم نے تمنا کی تھی) تمہیں دیا جاتا ہے اور اتنا مزید اس کے ساتھ دیا جاتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: یہ جنت میں داخل ہونے والا آخری شخص ہوگا۔ (1)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن حضرت نوح علیہ السلام کو لایا جائے گا اور ان سے پوچھا جائے گا: کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا پیغام اپنی امت تک پہنچایا تھا؟ وہ عرض کریں گے: ہاں، میرے پروردگار! پھر ان کی امت سے پوچھا جائے گا: کیا انہوں نے تم تک خدا کا پیغام پہنچایا تھا؟ وہ کہیں گے: ہمارے پاس تو کوئی ڈرانے والا آیا ہی نہیں تھا۔ حضرت نوح علیہ السلام سے پوچھا جائے گا: تمہارے گواہ کون ہیں؟ وہ جواب دیں گے: حضرت محمد ﷺ اور ان کی امت۔ حضور ﷺ نے فرمایا: پھر تمہیں لایا جائے گا اور تم ان کی شہادت دو گے۔ پھر حضور ﷺ نے قرآن حکیم کی یہ آیت پڑھی۔ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا...... الآیہ (بقرہ: 143)...... الحدیث۔ (2)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں اس شخص کو جانتا ہوں جو سب سے آخر میں دوزخ سے نکلے گا اور سب سے آخر میں جنت میں داخل ہوگا۔ وہ شخص ہاتھوں اور پاؤں کے بل چلتا ہوا دوزخ سے نکلے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا: جاؤ، جنت میں داخل ہو جاؤ۔ راوی کہتے ہیں: وہ جنت کی طرف جائے گا اور سمجھے گا کہ جنت پر ہو چکی ہے۔ وہ واپس آئے گا اور عرض کرے گا: پروردگار! میں نے دیکھا ہے، جنت تو پر ہو چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا: جاؤ، جنت میں داخل ہو جاؤ۔ راوی کہتے ہیں: وہ جنت کی طرف جائے گا اور اسے خیال آئے گا کہ جنت پر ہو چکی ہے۔ وہ واپس آئے گا اور عرض کرے گا: میں نے جنت کو پر پایا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا: جاؤ، جنت میں داخل ہو جاؤ۔ وہاں تمہارے لیے پوری دنیا اور اس سے دس گنا زیادہ جگہ ہے...... وہ عرض کرے گا: بادشاہ ہو کر تو مجھ سے مذاق فرماتا ہے۔ راوی کہتے ہیں: میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ ہنسے حتی کہ آپ کے دانت مبارک نظر آنے لگے۔ راوی کہتے ہیں: کہا جاتا ہے کہ اس جنتی کا رتبہ تمام جنتیوں سے کم ہوگا۔ (3)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں جنت (میں داخلے) کے لیے شفاعت کرنے والا سب سے پہلا شخص ہوں گا اور میرے

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 973 2۔ ایضاً، صفحہ 1092 3۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 105

پیروکار تمام انبیاء علیہم السلام سے زیادہ ہوں گے۔(1)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن میرے پیروکار تمام انبیائے کرام علیہم السلام سے زیادہ ہوں گے اور میں سب سے پہلے جنت کے دروازے پر دستک دوں گا۔(2)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے ابن الدحداح کی نماز جنازہ پڑھائی۔ پھر زین کے بغیر ایک گھوڑا لایا گیا۔ ایک آدمی نے اس گھوڑے کو قابو کیا اور حضور ﷺ اس پر سوار ہو گئے۔ گھوڑا آپ کو لے کر دلکی چال چلنے لگا اور ہم اس کے پیچھے دوڑنے لگے۔ راوی کہتے ہیں: حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جنت میں ابن الدحداح کے لیے کتنے گچھے لٹک رہے ہیں۔(3)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن میں ساری اولاد آدم کا سردار ہوں گا۔ سب سے پہلے قبر میرے اوپر سے ہی کھلے گی اور میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں گا اور سب سے پہلے میری ہی شفاعت قبول ہو گی۔(4)

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: تمہارے آگے (یعنی آخرت میں تمہارے لیے) ایک حوض ہے جس کی لمبائی اتنی ہے جتنا جرباء اور اذرح کا درمیانی فاصلہ ہے۔ اس کے لوٹے ایسے ہیں جیسے آسمان کے ستارے۔ جو اس حوض پر جائے گا اور اس سے پیے گا وہ کبھی پیاسا نہیں ہو گا۔(5)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: میں جنت کے دروازہ پر کھڑا ہوا۔ دیکھا تو جو لوگ اس (جنت) میں داخل ہوئے ان میں اکثریت مسکینوں کی تھی۔ اور دولت مندوں کو روک رکھا گیا تھا مگر دوزخیوں کو دوزخ میں پھینکنے کا حکم دے دیا گیا تھا۔ اور میں دوزخ کے دروازے پر کھڑا ہوا تو وہاں اکثریت عورتوں کی تھی۔(6)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جنت کے مکینوں میں سب سے کم تعداد عورتوں کی ہو گی۔(7)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ایک آدمی

1۔ صحیح مسلم، صفحہ 112 2۔ صحیح مسلم، جلد 1، صفحہ 112 3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 311
4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 245 5۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 251 6۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 352
7۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 352

نے اپنی جان پر بہت ظلم کیے (یعنی بہت گناہ کیے۔) جب اس کی موت کا وقت قریب آیا تو اس نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی۔ جب میں مر جاؤں تو مجھے جلا دینا۔ پھر مجھے باریک راکھ بنانا اور ہوا میں اڑا کر سمندر میں ڈال دینا۔ خدا کی قسم، اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے پکڑ لیا تو وہ مجھے اتنا عذاب دے گا جتنا عذاب اس نے کسی اور بندے کو نہیں دیا۔ اس کے بیٹوں نے ایسا ہی کیا۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا: اس آدمی (کے بکھرے ہوئے ذرات میں) سے جو کچھ تیرے پاس ہے نکال دے۔ وہ آدمی (اس حکم خداوندی کے نتیجے میں) بارگاہ خداوندی میں کھڑا نظر آئے گا۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا: تو نے (مرتے وقت) جو حرکت کی تھی، اس کا سبب کیا تھا؟ وہ عرض کرے گا: اے پروردگار! تیرا خوف میرے اس فعل کا سبب تھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرما دے گا۔ امام زہری کہتے ہیں: مجھے حمید نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث سنائی کہ انہوں نے فرمایا: ایک عورت ایک بلی کی وجہ سے دوزخ میں داخل ہوئی۔ اس نے اس بلی کو باندھ رکھا تھا۔ وہ نہ تو اسے کچھ کھلاتی تھی اور نہ اسے کھلا چھوڑتی تھی کہ زمین کے کیڑے مکوڑے کھا کر گزارہ کر لیتی حتیٰ کہ وہ بلی مر گئی۔ زہری فرماتے ہیں، اس (یعنی حدیث کے ساتھ دوسری حدیث ذکر کرنے) کا سبب یہ ہے کہ لوگ رحمت خداوندی پر بھروسا کر کے بے خوف نہ ہو جائیں۔(1)

حضرت ایاس اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ہم نے حضور ﷺ کے ہمراہ بخار میں مبتلا ایک شخص کی عیادت کی۔ میں نے اپنا ہاتھ اس پر رکھا تو کہا: خدا کی قسم، اتنے گرم جسم والا شخص میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں ان کے متعلق نہ بتاؤں جن کے جسم قیامت کے دن اس سے بھی زیادہ گرم ہوں گے۔ یہ دو سوار جو لوٹ رہے ہیں، اس روز یہ دونوں اس قسم کے لوگوں میں سے ہوں گے۔(2)

حضرت ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: تم سے پہلے لوگوں میں سے ایک شخص کا حساب ہوا۔ اس کے ہاں کوئی نیکی نہ پائی گئی سوائے اس کے کہ وہ ایک مالدار شخص تھا اور لوگوں میں گھل مل کر رہتا تھا۔ وہ اپنے خادموں کو حکم دیتا تھا کہ (قرضدار) اگر تنگدست ہو تو اس سے درگزر کر دو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: درگزر کرنے کے ہم اس سے زیادہ مستحق ہیں۔ اس کو معاف کر دو۔(3)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: لوگوں کو قیامت کے دن، اسی طرح ننگے پاؤں، ننگے بدن اور ختنے کیے بغیر اٹھایا جائے گا جس طرح ان کو پیدا کیا گیا تھا۔ پھر آپ نے یہ آیۃ کریمہ پڑھی: كَمَا بَدَاْنَاۤ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِیْدُهٗؕ وَعْدًا عَلَیْنَاؕ

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 357 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 370 3۔ جامع الترمذی، جلد 1، صفحہ 156

اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ (انبیاء:104) لوگوں میں سے سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا۔ میرے صحابہ میں سے کچھ لوگوں کو پکڑ کر دائیں بائیں لے جایا جائے گا تو خدا کے رسول ﷺ عرض کریں گے: پروردگار! یہ میرے صحابہ ہیں تو جواب دیا جائے گا: آپ کو اس بات کا ادراک نہیں ہے کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا تھا۔ جب سے آپ ان سے جدا ہوئے یہ مسلسل مرتد رہے۔ تو میں عبد صالح (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کی طرح یہ عرض کروں گا: اگر تو ان کو عذاب دے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو معاف فرما دے تو تو بہت غالب، بڑی حکمت والا ہے۔(1)

بہز بن حکیم اپنے باپ سے وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں، فرمایا: میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا: تمہیں (قیامت کے دن) سوار اور پیدل اٹھایا جائے گا اور تم (میں سے کچھ) کو منہ کے بل گھسیٹا جائے گا...... الحدیث۔(2)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن لوگوں کی تین پیشیاں ہوں گی۔ پہلی دو پیشیوں میں کچھ لوگ اپنے بے گناہ ہونے کی دلیلیں پیش کریں گے اور کچھ اعتراف جرم کر کے اپنے آپ کو معذور قرار دیں گے۔ اور تیسری پیشی میں اعمال نامے اڑ کر ہاتھوں میں آئیں گے۔ کوئی انہیں دائیں ہاتھ میں پکڑے گا اور کوئی بائیں ہاتھ میں...... الحدیث۔(3)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضور ﷺ سے درخواست کی کہ آپ قیامت کے دن میری شفاعت فرمائیں۔ آپ نے فرمایا: (انشاء اللہ!) میں تمہاری شفاعت کروں گا۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ میں آپ کو کہاں تلاش کروں؟ آپ نے فرمایا: سب سے پہلے مجھے پل صراط پر تلاش کرنا۔ میں نے عرض کیا: اگر پل صراط پر آپ سے ملاقات نہ ہو تو؟ فرمایا: مجھے اس جگہ تلاش کرنا جہاں لوگوں کے اعمال تولے جا رہے ہوں گے۔ میں نے عرض کیا: اگر میزان کے پاس بھی آپ سے ملاقات نہ ہو تو کہاں تلاش کروں؟ فرمایا: پھر مجھے کوثر پر تلاش کرنا۔ میں ان تین جگہوں میں سے کسی ایک جگہ پر ضرور موجود ہوں گا۔(4)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا، قیامت کے روز جہنم کو لایا جائے گا۔ اس کی ستر ہزار مہاریں ہوں گی۔ ہر مہار کے ساتھ ستر ہزار فرشتے ہوں گے جو اسے کھینچ رہے ہوں گے...... الحدیث۔(5)

1۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 65 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً
4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 66 5۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 81

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی: يَاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ ...... الی قولہ ...... وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ (حج 2-1) حضور ﷺ پر جب یہ آیت نازل ہوئی اس وقت آپ سفر میں تھے۔ آپ نے فرمایا: جانتے ہو وہ دن کون سا ہے جس کا اس آیت کریمہ میں ذکر ہے؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: یہ وہ دن ہے جس دن اللہ تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام سے فرمائے گا: (اپنی اولاد میں سے) دوزخ میں پھینکے جانے والوں کو نکالو۔ وہ عرض کریں گے: پروردگار! دوزخ میں پھینکے جانے والوں کی تعداد کتنی ہے؟ فرمایا: (ایک ہزار میں سے) نوسو ننانوے دوزخ میں جائیں گے اور ایک جنت میں جائے گا۔ اس پر مسلمانوں نے رونا شروع کر دیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: میانہ روی اور راست روی اختیار کرو۔ کیونکہ جب بھی دنیا میں کوئی نبی آیا ہے، اس سے پہلے جاہلیت کا دور گزرا ہے۔ آپ نے فرمایا: دوزخ میں پھینکے جانے والوں کی تعداد زمانہ جاہلیت کے لوگوں سے پوری کی جائے گی۔ اگر تعداد پوری ہوگئی تو ٹھیک ورنہ منافقین سے تعداد مکمل کی جائے گی۔ امتوں کے ساتھ تمہاری نسبت تو اتنی ہی ہے جیسے چوپائے کے ساتھ اس کے بازو کے داغ کی یا اونٹ کے ساتھ اس کے پہلو کے تل کی ہوتی ہے۔ پھر فرمایا: مجھے امید ہے کہ جنتیوں میں ایک چوتھائی تعداد تمہاری ہوگی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اس پر تکبیر کہی۔ پھر فرمایا: مجھے امید ہے کہ جنتیوں میں تمہاری تعداد ایک تہائی ہوگی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اس پر تکبیر کہی۔ پھر آپ نے فرمایا: مجھے امید ہے کہ جنتیوں میں نصف تعداد تمہاری ہوگی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے تکبیر بلند کی۔ راوی کہتے ہیں: مجھے نہیں معلوم کہ آپ نے دو تہائی بھی فرمایا یا نہیں ...... الحدیث۔ (1)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: جب لوگوں کو (قیامت کے دن) اٹھایا جائے گا تو میں سب سے پہلے (قبر سے) نکلنے والا ہوں گا۔ اور جب وہ بارگاہ خداوندی میں حاضر ہوں گے تو میں ان کا خطیب ہوں گا۔ اور جب وہ مایوس ہو چکے ہوں گے تو میں ان کو بشارت دینے والا ہوں گا۔ حمد کا جھنڈا، قیامت کے دن، میرے ہاتھوں میں ہوگا اور میں بارگاہ خداوندی میں ساری اولاد آدم سے زیادہ معزز ہوں گا۔ اور یہ بات میں بطور فخر نہیں کہہ رہا ...... الحدیث۔ (2)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: میں وہ

1۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 146 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 201

پہلا شخص ہوں گا جس کے اوپر سے زمین شق ہوگی۔ پھر مجھے جنتی حلوں میں سے ایک حلہ پہنایا جائے گا اور میں عرش کی دائیں جانب کھڑا ہوں گا۔ اس مقام پر میرے بغیر کوئی بھی کھڑا نہیں ہوگا۔ (1)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں حضور ﷺ کے ساتھ تھا کہ حضرات ابوبکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نظر آئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اے علی! یہ دونوں، انبیاء و مرسلین کو چھوڑ کر، باقی ادھیڑ عمر کے تمام جنتیوں کے سردار ہوں گے اور یہ بات ان کو نہ بتانا۔ (2)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ایک روز حضور ﷺ کاشانۂ اقدس سے باہر تشریف لائے اور مسجد میں داخل ہوئے۔ حضرات ابوبکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں سے ایک آپ کی دائیں جانب تھے اور دوسرے بائیں جانب۔ آپ نے ان دونوں کے ہاتھوں کو پکڑ رکھا تھا اور آپ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن ہم کو اسی طرح اٹھایا جائے گا۔ (3)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: میں وہ پہلا شخص ہوں گا جس کے اوپر سے زمین پھٹے گی۔ پھر ابوبکر اور پھر عمر سے، رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ پھر میں جنت البقیع والوں کے پاس آؤں گا اور ان کا حشر میرے ساتھ ہوگا۔ پھر میں اہل مکہ کا انتظار کروں گا حتی کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان سے مجھے اٹھایا جائے گا...... الحدیث۔ (4)

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ہر نبی کا ایک رفیق خاص ہوتا ہے اور قیامت میں میرا رفیق خاص عثمان ہوگا...... الحدیث۔ (5)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں کمزور مہاجرین کے ایک گروہ کے ساتھ بیٹھا تھا۔ وہ کپڑے ناکافی ہونے کے سبب پردہ پوشی کے لیے ایک دوسرے کا سہارا لے رہے تھے۔ اور ایک قاری ہمیں قرآن حکیم سنا رہے تھے۔ اسی اثناء میں حضور ﷺ تشریف لے آئے۔ آپ ہمارے پاس آکر کھڑے ہوئے۔ حضور ﷺ کھڑے ہوئے تو قرآن حکیم کی تلاوت کرنے والا خاموش ہوگیا۔ حضور ﷺ نے سلام کیا پھر پوچھا: تم کیا کر رہے تھے؟ ہم نے عرض کیا، یا رسول اللہ! ﷺ ایک قاری قرآن حکیم کی تلاوت کر رہا تھا اور ہم تلاوت سن رہے تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: تمام تعریفیں اس ذات کے لیے ہیں جس نے میری امت میں ایسے لوگ پیدا فرمائے جن کی معیت کی سختیاں برداشت کرنے کا میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے۔ راوی کہتے ہیں: پھر حضور ﷺ ہمارے وسط میں بیٹھ گئے تاکہ آپ کا فاصلہ ہم سب سے برابر ہو۔ پھر حضور ﷺ نے ہاتھ سے اشارہ

1۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 201 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 207 3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 208
4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 210 5۔ ایضاً

کیا تو لوگوں نے حلقہ بنالیا اور اپنے چہرے حضور ﷺ کی طرف کر دیے۔ میرے خیال میں، حضور ﷺ میرے بغیر ان میں سے کسی کو نہیں پہچانتے تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اے فقیر مہاجرین کے گروہ! تمہیں قیامت کے دن دو کامل نوروں کی مبارک ہو۔ تم امیروں سے آدھا دن پہلے جنت میں داخل ہوگے۔ اور نصف دن کی یہ مدت دنیا کے پانچ سو سال کے برابر ہوگی۔ (1)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: اہل علیین میں سے ایک شخص اہل جنت پر جھانکے گا تو اس کے چہرے کی چمک سے جنت روشن ستارے کی طرح چمکنے لگے گی۔...... اور حضرات ابوبکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی ان (اہل علیین) میں سے ہیں۔ بلکہ ان کا مرتبہ اس سے بھی زیادہ بلند اور اعلیٰ ہے۔ (2)

حضرت عبداللہ بن عکیم سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پانی طلب کیا تو گاؤں کا سردار آپ کے لیے چاندی کے برتن میں پانی لے آیا۔ آپ نے اس برتن کو پرے پھینک دیا۔ پھر آپ نے اپنے اس فعل پر ان سے معذرت کی اور فرمایا: مجھے اس (یعنی چاندی کے برتن میں پانی پینے) سے منع کیا گیا ہے۔ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: سونے اور چاندی کے برتنوں میں پانی نہ پیا کرو کیونکہ یہ چیزیں دنیا میں ان (یعنی کافروں) کے لیے ہیں اور آخرت میں ہمارے لیے ہیں۔ (3)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا ہے اسی طرح اس نے مجھے بھی اپنا خلیل بنایا ہے۔ ان کی اور میری قیام گاہیں جنت میں آمنے سامنے ہوں گی اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہم دونوں کے درمیان ہوں گے۔ وہ ایک مومن ہوں گے جو دو خلیلوں کے درمیان ہوں گے۔ (4)

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: میں اپنی امت کے کچھ ایسے لوگوں کو جانتا ہوں جو قیامت کے دن تہامہ کے پہاڑوں جتنی نیکیاں لے کر آئیں گے اور اللہ تعالیٰ انہیں گرد و غبار کی طرح بے وقعت بنا دے گا۔ حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! ہمیں کوئی نشانی بتائیے کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم ان میں سے ہو جائیں اور ہمیں پتا بھی نہ چلے۔ آپ نے فرمایا: وہ تمہارے بھائی ہیں اور تم میں سے ہی ہیں۔ وہ راتوں کو اتنی ہی عبادت کرتے ہیں جتنی عبادت تم کرتے ہو لیکن وہ ایسے لوگ ہیں کہ جب تنہا ہوتے ہیں تو حرام کاموں کا ارتکاب کرتے ہیں۔ (5)

1۔ سنن ابی داود، جلد 2، صفحہ 160 — 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 198 — 3۔ سنن النسائی، جلد 2، صفحہ 296
4۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 13 — 5۔ ایضاً، صفحہ 313

حضرت رفاعہ جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں:...... حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے، جو بندہ ایمان لاتا ہے اور اس پر ثابت قدم رہتا ہے اس کو جنت میں لے جایا جاتا ہے۔ اور مجھے امید ہے کہ جنتیوں کو اس وقت تک جنت میں داخل ہونا نصیب نہ ہوگا جب تک تم اور تمہاری (ایماندار) اولاد جنت میں اپنے اپنے ٹھکانے نہ سنبھال لیں۔ اور میرے رب نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ میری امت میں سے ستر ہزار کو بغیر حساب کے جنت میں داخل فرمائے گا۔(1)

حضرت بہز بن حکیم اپنے والد صاحب سے، وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن ہم امتوں کی تعداد ستر پوری کریں گے اور ہم ان میں سے آخری امت ہوں گے۔(2)

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جنتیوں کی ایک سو بیس صفیں ہوں گی۔ اسی صفیں اس امت کی ہوں گی اور چالیس صفیں باقی تمام امتوں کی۔(3)

حضرت ابو بردہ اپنے والد ماجد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جب اپنی مخلوقات کو جمع کرے گا تو امت محمد ﷺ کو اذن سجود ملے گا۔ وہ دیر تک سر بسجود رہیں گے۔ پھر ان سے کہا جائے گا: اپنے سروں کو اٹھاؤ۔ ہم نے تمہاری تعداد کے مطابق (آگ کے مستحق لوگوں کو) تمہیں آگ سے بچانے کے لیے تمہارا فدیہ بنادیا ہے۔(4)

حضرت عبداللہ بن قیس الاشعری سے مروی ہے، فرماتے ہے: حضور ﷺ نے فرمایا: دو جنتیں ہوں گی کہ ان کے برتن اور جو کچھ بھی ان میں ہوگا چاندی کا ہوگا۔ اور دو جنتیں ہوں گی کہ ان کے برتن اور جو کچھ بھی ان میں ہوگا سونے کا ہوگا۔ اور بندوں اور دیدار خداوندی کے راستے میں صرف کبریائی کی چادر حائل ہوگی جس میں عظمت خداوندی کے جلوے مستور ہوں گے اور اس کے وہ بندے جنت عدن میں ہوں گے۔(5)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: جنگ احد میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن حزام (راوی کے والد ماجد) شہید ہوئے تو حضور ﷺ مجھ سے ملے اور فرمایا: جابر! کیا تمہیں وہ نہ بتاؤں جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تیرے والد سے فرمایا ہے؟ اور ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جابر! کیا وجہ ہے، تم مجھے غمگین نظر آتے ہو؟ راوی کہتے ہیں: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میرے والد شہید ہو گئے ہیں اور انہوں نے اپنے پیچھے اہل و عیال بھی چھوڑے ہیں اور

1۔سنن ابن ماجہ، صفحہ 317 2۔ایضاً 3۔ایضاً 4۔ایضاً 5۔ایضاً، صفحہ 17

قرضہ بھی چھوڑا ہے۔ آپ نے فرمایا: کیا میں تمہیں یہ خوش خبری نہ سناؤں کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے باپ کا استقبال کیسے کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ ضرور بتایئے۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جب بھی کسی سے کلام کیا ہے پردے کے پیچھے سے کلام کیا ہے اور تیرے باپ سے اللہ تعالیٰ نے پردے کے بغیر کلام کیا ہے اور ان سے فرمایا: اے میرے بندے! تم مجھ سے اپنی تمنا کا اظہار کرو، میں اسے پورا کروں گا۔ انہوں نے عرض کیا: پروردگار! میری تمنا یہ ہے کہ تو مجھے دوبارہ زندگی عطا فرما تاکہ دوبارہ تیری راہ میں شہادت کی لذت حاصل کروں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرا یہ فیصلہ پہلے ہو چکا ہے کہ جو لوگ اس دنیائے فانی سے کوچ کر جائیں گے ان کو واپس نہیں لوٹایا جائے گا۔ انہوں نے عرض کیا: میرے پسماندگان کو اس فضل سے مطلع فرمایئے جس سے تو نے مجھے نوازا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: ''جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہو جائیں ان کو مردہ گمان بھی نہ کرو، بلکہ وہ زندہ ہیں اور بارگاہ خداوندی سے انہیں رزق ملتا ہے''۔(1)

1۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 17

برکت سراپا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

الہامی ادب میں ایک لفظ ''برکت'' استعمال ہوتا ہے جس کا مطلب ہے، بڑھاؤ، زیادتی اور نیک بختی۔ برکت سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں اور دیگر مظاہر قدرت میں ایسی تاثیر پیدا فرمادیتا ہے کہ ان کے ساتھ نسبت یا تعلق کی وجہ سے مخلوق کی زندگیوں پر ایسے حیران کن اثرات مرتب ہوتے ہیں جن کی مادی توجیہ ممکن نہیں ہوتی۔

جدید ذہن جو سائنسی انداز تحقیق سے متاثر ہے، ممکن ہے، وہ برکت کے وجود کو تسلیم کرنے سے انکار کردے لیکن ایسی حقیقتیں جن کا مشاہدہ نسل آدم روز اول سے کررہی ہے، ان کا محض اس بنا پر انکار کردینا کہ عقل ان کی توجیہ نہیں کرسکتی، کوئی مثبت رجحان نہیں ہے۔

برکت کا اظہار اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں اور دیگر مقدس اشیاء سے ہر دور میں ہوتا رہا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ میں تو ہمیں برکت اپنے عروج پر نظر آتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس تو بہت دور کی بات ہے، آپ کی ذات کے ساتھ تعلق رکھنے والی ہر شے سے برکت کا ظہور ہوا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آب وضو، آپ کے لعاب دہن، آپ کے پسینے، آپ کے جسم اقدس کے ساتھ مس کرنے والے کپڑے، آپ کی سجدہ گاہ، آپ کی انگوٹھی اور آپ کے شہر مقدس کی برکتوں کے تذکرے سے حدیث کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا عمل اس بات کا بین ثبوت ہے کہ وہ ذات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منبع برکات سمجھتے تھے اور دنیا اور آخرت کی کامیابی کے لیے وہ ان برکات کے حصول کو ضروری سمجھتے تھے اور ان کے حصول کی کوشش کرتے تھے۔ ان برکات کا حصول ان کے لیے بہت بڑی سعادت تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود بھی انہیں، اپنے ساتھ نسبت رکھنے والی چیزوں سے، برکت حاصل کرنے کی ترغیب دیتے تھے اس لیے آثار رسول سے برکت حاصل کرنے کی کوشش کرنا سنت رسول پر بھی عمل ہے اور سنت صحابہ پر بھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک سے برکت کا ظہور اپنے اندر معجزانہ شان رکھتا تھا۔ ہم اس قسم کی احادیث کو تفصیل کے ساتھ تو ''معجزات رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' کے باب میں بیان کرنے کی سعادت حاصل کریں گے لیکن آپ کی برکات سے برکت حاصل کرنے اور ان صفحات کو برکات رسول سے مزین کرنے کے لیے ہم یہاں بھی چند احادیث طیبہ کا ذکر کررہے ہیں جن کا مطالعہ انشاءاللہ العزیز راقم کے لیے بھی اور قارئین کرام کے لیے بھی باعث برکت ہوگا۔

آب وضو کی برکتیں

پانی کو اللہ تعالیٰ نے طاہر (پاک) بھی بنایا ہے اور مطہر (پاک کرنے والا) بھی۔ لیکن جو پانی وضو وغیرہ کے لیے استعمال کیا جائے وہ، فقہ حنفی کے مطابق، طاہر تو رہتا ہے لیکن مطہر نہیں رہتا۔ لیکن جس پانی کو حضور ﷺ وضو کے لیے استعمال کریں اس کی شان ہی نرالی ہو جاتی ہے۔ اس قسم کے پانی کی شان کو سمجھنے کے لیے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اس عمل پر غور فرمایئے جس کا بیان درج ذیل احادیث طیبہ میں ہوا ہے:

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: دوپہر کے وقت حضور ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے۔ آپ کی خدمت میں وضو کے لیے پانی پیش کیا گیا۔ آپ نے وضو فرمایا۔ لوگوں نے حضور ﷺ کے وضو کے بچے ہوئے پانی کو لے کر اسے اپنے چہروں پر ملنا شروع کر دیا۔ پس حضور ﷺ نے ظہر کی دو رکعتیں پڑھیں۔ پھر عصر کی دو رکعتیں پڑھیں اور ایک چھوٹا سا نیزہ آپ کے سامنے گاڑ دیا گیا تھا۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے پیالہ منگوایا جس میں پانی تھا۔ آپ نے اس سے اپنے ہاتھوں اور چہرۂ انور کو دھویا اور منہ کے اندر کا پانی پیالے میں ڈال دیا۔ پھر اپنے ان دونوں صحابیوں سے فرمایا: اس پانی کو پیو اور اس کو اپنے چہروں اور سینوں پر انڈیلو۔(1)

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میری خالہ مجھے حضور ﷺ کی خدمت میں لے گئیں اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ میرے بھانجے کے پاؤں دکھتے ہیں۔ حضور ﷺ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا، میرے لیے دعائے برکت فرمائی، پھر آپ نے وضو کیا تو میں نے آپ کے وضو کا پانی پیا۔ پھر میں آپ کی پشت کے پیچھے کھڑا ہوا اور میں نے آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت دیکھی جو حجلہ (چکور نما پرندے) کے انڈے کی طرح تھی۔(2)

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضور ﷺ کو چمڑے کے سرخ خیمے میں دیکھا۔ اور میں نے دیکھا کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ﷺ کے آب وضو (کا برتن) پکڑ رکھا تھا۔ اور میں نے دیکھا کہ لوگ اس آب وضو کو جلدی جلدی حاصل کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ جس کسی کو اس آب وضو میں سے کچھ مل گیا اس نے اس کو اپنے چہرے پر مل لیا اور جس کو آب وضو نہ مل سکا اس نے اپنے کسی بھائی کے (وضوئے رسول سے) تر ہاتھوں کی تری کو بطور تبرک حاصل کر لیا...... الحدیث۔(3)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں بیمار پڑ گیا تو حضور

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 31 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 31 3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 54

ﷺ میری عیادت کے لیے تشریف لائے۔ آپ نے مجھے بے ہوشی کی حالت میں پایا۔ حضور ﷺ جب میرے پاس تشریف لائے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے ہمراہ تھے اور آپ دونوں پیدل چل کر آئے تھے۔ حضور ﷺ نے وضو فرمایا اور اپنا آب وضو مجھ پر چھڑکا تو مجھے افاقہ ہو گیا...... الحدیث۔(1)

حضرت طلق بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ہم ایک وفد کی شکل میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ہم نے آپ کی بیعت کی اور آپ کی معیت میں نماز ادا کی۔ ہم نے آپ کو بتایا کہ ہمارے علاقے میں یہودیوں کا ایک گرجا ہے۔ ہم نے آپ سے درخواست کی کہ آپ ہمیں اپنا آب وضو عطا فرمائیں۔ حضور ﷺ نے پانی منگایا، وضو فرمایا، کلی کی اور اس پانی کو ایک برتن میں ڈال دیا۔ آپ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم جائیں اور جب اپنے علاقے میں پہنچیں تو اس گرجے کو توڑ دیں اور اس جگہ پر اس پانی کا چھڑکاؤ کر دیں اور اس جگہ کو مسجد بنالیں۔ ہم نے عرض کیا: ہمارا علاقہ بہت دور ہے اور گرمی شدید ہے، یہ پانی تو خشک ہو جائے گا۔ آپ نے فرمایا: اس میں مزید پانی ڈال کر اس کو زیادہ کر لینا۔ اس سے اس کی پاکیزگی (برکت) میں اضافہ ہی ہو گا۔ ہم روانہ ہوئے حتی کہ اپنے علاقے میں پہنچ گئے۔ ہم نے اس گرجے کو توڑا، اس کی جگہ پر چھڑکاؤ کیا اور اس کو مسجد بنالیا۔ ہم نے وہاں اذان دی۔ راوی کہتے ہیں: اس گرجے کا راہب قبیلہ طے کا ایک شخص تھا۔ اس نے (اذان سن کر) کہا: یہ کلمہ حق ہے۔ اس نے ہمارے علاقے کی ایک بلند زمین کی طرف رخ کیا اور پھر ہم نے اس کو نہیں دیکھا۔(2)

حضرت ام جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: میں نے حضور ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے یوم النحر کو بطن وادی سے جمرۂ عقبہ پر کنکریاں ماریں۔ پھر آپ واپس پلٹے تو قبیلہ بنو خثعم کی ایک عورت آپ کے پیچھے پیچھے چلی۔ اس کے ساتھ ایک بچہ تھا جس کو کوئی تکلیف تھی اور وہ بولتا نہیں تھا۔ اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ یہ میرا بچہ ہے اور میرے گھر میں (صرف) یہی ہے۔ اس کو کوئی تکلیف ہے، یہ بولتا نہیں ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: میرے پاس تھوڑا سا پانی لاؤ۔ آپ کی خدمت میں پانی پیش کیا گیا۔ آپ نے اپنے ہاتھ مبارک دھوئے اور کلی کی۔ پھر وہ پانی اس عورت کو عطا فرمایا اور فرمایا: اس بچے کو یہ پانی پلاؤ اور اس کو اس کے اوپر انڈیلو۔ پھر آپ نے اس کے لیے دعائے شفا کی۔ راویہ کہتی ہیں: میں اس عورت سے ملی اور اس سے گزارش کی کہ کچھ پانی مجھے بھی دے دے۔ اس نے کہا: یہ پانی اس بیمار کے لیے ہے۔ راویہ کہتی ہیں: میں اس عورت سے اگلے سال پھر ملی اور اس

1۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 31 2۔ سنن النسائی، جلد 1، صفحہ 114

سے بچے کے بارے میں پوچھا: اس نے جواب دیا: وہ شفایاب ہو گیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کو ایسی عقل عطا فرمائی ہے جو عام لوگوں کی عقلوں جیسی نہیں ہے۔ (1)

برکاتِ موئے رسول ﷺ

حضور ﷺ حجامت بنواتے یا بال کٹواتے تو ان کٹے ہوئے بالوں کو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جس نظر سے دیکھتے تھے اس کی ایک جھلک ملاحظہ فرمایئے:

حضرت ابن سیرین سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے عبیدہ سے کہا: ہمارے پاس حضور ﷺ کا ایک موئے مبارک ہے جو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا ان کے اہل خانہ کی وساطت سے ہم تک پہنچا ہے۔ (یہ سن کر) انہوں نے کہا: اگر میرے پاس حضور ﷺ کا موئے مبارک ہو تو یہ مجھے ساری دنیا اور اس کی ہر چیز سے زیادہ محبوب ہو گا۔ (2)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے بال کٹوائے تو جس خوش نصیب نے سب سے پہلے آپ کے بال حاصل کیے وہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ (3)

حضرت عثمان بن عبداللہ بن موہب سے مروی ہے، فرماتے ہیں: مجھے میرے گھر والوں نے پانی کا ایک پیالہ دے کر حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس بھیجا۔ (یہ کہتے ہوئے) اسرائیل (راوی) نے اپنی تین انگلیاں بند کیں۔ اور (مجھے وہاں) بھیجنے کا سبب وہ پیالہ تھا جس میں حضور ﷺ کے موئے مبارک تھے۔ اور اگر کسی شخص کو نظر بد لگ جاتی یا کوئی اور تکلیف ہوتی تو وہ اپنا برتن (حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے پاس بھیجتا۔ میں نے اس جار (مرتبان) میں دیکھا تو مجھے سرخ بال نظر آئے۔ (4)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے (حج کے موقع پر) جب جمروں کو کنکریاں ماریں، قربانی کی اور حلق کروایا تو آپ نے اپنے سر کی دائیں جانب حجام کے سامنے کی۔ اس نے اس جانب کے بال کاٹے۔ پھر آپ نے حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو طلب فرمایا اور وہ بال ان کو عطا فرمائے۔ پھر آپ نے اپنے سر کی بائیں جانب حجام کے سامنے کی اور اسے بال کاٹنے کا حکم دیا۔ اس نے بال کاٹے۔ حضور ﷺ نے وہ بال حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرمائے اور فرمایا: ان کو لوگوں میں تقسیم کر دو۔ (5)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضور ﷺ کو دیکھا، اس حال میں کہ حجام آپ کے بال کاٹ رہا تھا۔ آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے آپ

1۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 252　2۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 29　3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 29
4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 875　5۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 421

کے گرد گھیرا ڈال رکھا تھا۔ وہ صرف یہ چاہتے تھے کہ حضور ﷺ کا جو بال بھی گرے وہ کسی آدمی کے ہاتھ میں گرے۔(1)

حضرت عثمان بن موہب سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ حضور ﷺ کا ایک موئے مبارک نکال کر میرے پاس لے آئیں جسے مہندی یا کتم سے رنگا گیا تھا۔(2)

لباس رسول اللہ ﷺ کی برکتیں

حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: جب حضور ﷺ کی صاحبزادی کا انتقال ہوا تو آپ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا: اس کو پانی اور بیری کے پتوں سے تین بار یا پانچ بار غسل دو۔ اور اگر ضرورت محسوس کرو تو اس تعداد میں اضافہ بھی کر دینا۔ آخر میں کافور یا تھوڑا سا کافور استعمال کرنا۔ اور جب فارغ ہو جاؤ تو مجھے اطلاع دینا۔ جب ہم (غسل سے) فارغ ہوئیں تو ہم نے آپ کو اطلاع کی۔ آپ نے ہمیں اپنی چادر مبارک عطا فرمائی اور فرمایا: اسے میری بیٹی کو اس طرح پہناؤ کہ یہ اس کے جسم کے ساتھ رہے...... الحدیث۔(3)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: جب عبداللہ بن ابی (رئیس المنافقین) مر گیا تو اس کے بیٹے (عبداللہ بن عبداللہ بن ابی جو صحابی رسول ہیں) حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ مجھے اپنی قمیص عطا فرمایئے تاکہ میں اس میں اپنے باپ کو کفن دے سکوں۔ اور آپ اس کی نماز جنازہ بھی پڑھیں اور اس کے لیے دعائے مغفرت بھی کریں۔ آپ نے انہیں اپنی قمیص عطا فرمائی اور فرمایا: مجھے اطلاع کرنا میں اس کی نماز جنازہ پڑھاؤں گا۔ انہوں نے آپ کو اطلاع کی۔ جب حضور ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھانے کا ارادہ کیا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو پکڑ کر کھینچا اور عرض کیا: کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو منافقین کی نماز جنازہ پڑھانے سے منع نہیں فرمایا؟ آپ نے فرمایا: مجھے نماز جنازہ پڑھنے یا نہ پڑھنے دونوں کا اختیار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''تم ان کے لیے استغفار کرو یا تم ان کے لیے استغفار نہ کرو۔ اگر تم ان کے لیے ستر بار بھی استغفار کرو گے تو بھی اللہ تعالیٰ ان کو بالکل معاف نہیں کرے گا''۔ آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ''ان میں سے جو مر جائے، آپ اس کی نماز جنازہ کبھی نہ پڑھائیں اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں''۔(4)

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 256
2۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 258
3۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 167
4۔ ایضاً، صفحہ 169

حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک عورت حضور ﷺ کی خدمت میں ایک بُنی ہوئی دھاری دار چادر لے کر حاضر ہوئی۔ اس چادر پر کناری بھی لگی ہوئی تھی۔ راوی کہتے ہیں: کیا تم جانتے ہو، دھاری دار چادر کیا ہوتی ہے؟ انہوں نے جواب دیا: وہ جسے شملہ کہتے ہیں۔ انہوں نے کہا: ہاں تم ٹھیک کہتے ہو۔ اس عورت نے عرض کیا: میں نے یہ چادر اپنے ہاتھ سے بنی ہے اور آپ کو پہنانے کے لیے حاضر ہوئی ہوں۔ حضور ﷺ نے وہ چادر لے لی جب کہ آپ کو اس کی ضرورت بھی تھی۔ پھر آپ ہمارے پاس تشریف لائے تو آپ نے وہ چادر بطور ازار زیب تن فرما رکھی تھی۔ فلاں شخص نے اس چادر کی تعریف کی اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ یہ چادر کتنی خوبصورت ہے، یہ مجھے عطا فرما دیجئے۔ لوگوں نے اس سے کہا: تم نے اچھا نہیں کیا۔ حضور ﷺ نے وہ چادر اس حال میں زیب تن فرمائی تھی کہ آپ کو اس کی ضرورت تھی۔ اور تمہیں یہ بھی معلوم تھا کہ آپ کسی سوالی کا سوال رد نہیں فرماتے۔ اس نے جواب دیا: خدا کی قسم، میں نے یہ چادر پہننے کے لیے حضور ﷺ سے نہیں مانگی۔ میں نے تو یہ چادر اس لیے مانگی ہے کہ یہ میرا کفن ہے۔ سہل (راوی) فرماتے ہیں: واقعی وہ چادر اس کا کفن بنی۔ (1)

حضرت عیسیٰ بن طہمان سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے پاس دو جوتے نکال لائے۔ ثابت البنانی کہنے لگے: یہ حضور ﷺ کے پاپوش مبارک ہیں۔ (2)

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے غلام عبداللہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مجھے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس بھیجا اور فرمایا: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تم تین چیزوں کو حرام قرار دیتے ہو: (۱) کپڑے میں نقش کو (۲) ارغوان کے گدیلے کو اور (۳) تمام رجب کے روزے رکھنے کو۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے فرمایا: تم نے رجب کے روزوں کے متعلق جو کچھ کہا ہے تو (یہ قول) اس شخص سے کیسے ممکن ہے جو ہمیشہ روزہ رکھتا ہو (سوائے ان ایام کے جن میں روزہ رکھنا منع ہے۔) اور کپڑوں میں نقش کا جو تم نے ذکر کیا ہے تو میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ فرماتے سنا ہے: میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا: جو ریشم پہنتا ہے اس کا (آخرت میں) کوئی حصہ نہیں ہے۔ اس سے مجھے خوف لاحق ہوا کہ کہیں کپڑے کا نقش اس ضمن میں نہ آتا ہو (اس لیے اس کے استعمال سے احتیاطاً پرہیز کی) اور جہاں تک ارغوان کے گدیلوں کا تعلق ہے تو یہ عبداللہ کا گدیلہ ہے اور یہ ارغوان کا ہے۔ میں لوٹ کر حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس حاضر ہوا اور انہیں بتایا تو انہوں نے فرمایا: یہ حضور ﷺ کا جبہ ہے۔ وہ میرے

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 170
2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 871

پاس ایک جبہ نکال لائیں جو طیالسی کسروانی جبہ تھا اور اس کی آستینوں اور گریبان پر ریشم کے نقش و نگار بنے ہوئے تھے اور انہوں نے فرمایا: یہ جبہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس رہا حتی کہ ان کا انتقال ہو گیا۔ جب ان کا انتقال ہوا تو اس جبے کو میں نے اپنی تحویل میں لے لیا۔ حضور ﷺ اس جبہ کو پہنا کرتے تھے اور ہم اس کو دھو کر اس کا دھوون بیماروں کو، شفا کے حصول کے لیے، پلاتے ہیں۔(1)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہمارے پاس ایک پیوند لگی چادر یا کمبل نکال کر لائیں اور فرمایا: حضور ﷺ کا انتقال اس میں ہوا تھا۔(2)

حضور ﷺ کی رینٹ، لعاب اور آب دہن کی برکتیں

حضرت محمود بن الربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: مجھے یاد ہے کہ میں پانچ سال کا تھا کہ حضور ﷺ نے ایک لوٹے سے اپنے منہ میں پانی لے کر مجھ پر پھینکا تھا۔(3)

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے ایک پیالہ ...... منگایا جس میں پانی تھا۔ آپ نے اس سے ہاتھ دھویا اور اس پیالے میں کلی کی۔ پھر ان دونوں سے فرمایا: اس سے پانی پیو بھی اور اس کو اپنے چہروں اور سینوں پر انڈیلو بھی۔(4)

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حدیبیہ کے دن ہماری تعداد چودہ سو تھی۔ حدیبیہ ایک کنواں ہے۔ ہم نے اس کا سارا پانی نکال لیا حتی کہ اس میں پانی کا ایک قطرہ بھی نہ چھوڑا۔ حضور ﷺ کنوئیں کے کنارے پر تشریف فرما ہوئے۔ حضور ﷺ نے کلی کی اور کلی کا پانی کنوئیں میں ڈال دیا۔ تھوڑی ہی مدت گزری تھی کہ ہمیں پانی عطا کر دیا گیا اور ہم سیراب ہو گئے۔ اور ہماری سواریاں بھی سیراب ہو کر پانی سے پیچھے ہٹ گئیں۔(5)

حضرت مسور اور مروان رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حدیبیہ کے زمانے میں حضور ﷺ باہر تشریف لائے۔ پھر طویل حدیث بیان کی اور فرمایا: حضور ﷺ نے جب بھی رینٹ صاف کی تو وہ ان میں سے کسی کی ہتھیلی پر گری اور انہوں نے اسے اپنے چہرے اور جلد پر مل لیا۔(6)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ کو خیبر کے دن یہ فرماتے سنا: اب میں جھنڈا اس شخص کو عطا کروں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا۔ لوگ اس سعادت کو حاصل کرنے کی امید لے کر اٹھے کہ جھنڈا کس (خوش نصیب) کو عطا ہوتا ہے۔ صبح ہوئی تو

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 190 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 194 3۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 17
4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 31 5۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 505 6۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 38

ہر شخص کو یہ امید تھی کہ جھنڈا اسی کو عطا ہوگا۔ آپ ﷺ نے پوچھا: علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہاں ہیں؟ عرض کیا گیا: ان کی دونوں آنکھیں دکھتی ہیں۔ آپ کے حکم سے ان (یعنی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو بلوایا گیا۔ حضور ﷺ نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن ڈالا اور وہ اسی وقت صحت مند ہو گئے، گویا انہیں کوئی تکلیف ہوئی ہی نہ تھی۔ انہوں نے پوچھا: ہم ان سے لڑیں حتی کہ وہ ہماری طرح ہو جائیں؟ آپ نے فرمایا: انتظار کرنا حتی کہ تم ان کے علاقے میں اترو۔ پھر ان کو اسلام کی دعوت دینا اور ان کو بتانا کہ ان کے ذمے فرائض کیا ہیں۔ کیونکہ اگر فرد واحد کو تمہاری وجہ سے ہدایت نصیب ہو جائے تو تمہارے لیے یہ سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔(1)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ کے ایک سفر میں میں آپ کے ہمراہ تھا۔ ہم نے رات کے آخری حصے میں سفر کیا حتی کہ جب صبح قریب ہوئی تو ہم نے پڑاؤ کیا۔ نیند نے ہم پر غلبہ کیا حتی کہ سورج طلوع ہو گیا۔ راوی کہتے ہیں: ہم میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھ کھلی۔ ہمارا معمول یہ تھا کہ حضور ﷺ سو جاتے تو ہم آپ کو جگاتے نہیں تھے حتی کہ آپ خود بیدار ہو جاتے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھ کھلی۔ وہ حضور ﷺ کے نزدیک کھڑے ہو کر بلند آواز سے تکبیر کہنے لگے حتی کہ حضور ﷺ بیدار ہو گئے۔ جب حضور ﷺ نے سر اٹھایا اور دیکھا کہ سورج طلوع ہو چکا ہے تو آپ نے فرمایا: کوچ کرو۔ آپ ہمیں ساتھ لے کر چلتے رہے حتی کہ سورج کا رنگ سفید ہو گیا۔ پھر حضور ﷺ اترے اور ہمیں فجر کی نماز پڑھائی۔ ہم میں سے ایک آدمی ایک طرف چلا گیا اور اس نے ہمارے ساتھ نماز ادا نہیں کی۔ جب وہ واپس آیا تو حضور ﷺ نے اس سے پوچھا: اے فلاں! کیا وجہ ہے، تم نے ہمارے ساتھ نماز نہیں پڑھی؟ اس نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ میں جنبی ہو گیا تھا۔ حضور ﷺ کے حکم سے اس نے مٹی سے تیمم کیا اور نماز ادا کیا۔ پھر حضور ﷺ نے مجھے، چند سواروں کی معیت میں، پانی کی تلاش کے لیے آگے بھیج دیا۔ ہم شدید پیاس سے نڈھال تھے۔ ہم چل رہے تھے کہ ہم نے ایک عورت دیکھی جس نے (اونٹنی پر) دو مشکوں کے درمیان پاؤں لٹکا رکھے تھے۔ ہم نے اس سے پوچھا: پانی کہاں ہے؟ اس نے جواب دیا: اوے ہوئے! پانی تو تمہیں نہیں ملے گا۔ ہم نے اس سے پوچھا: پانی اور تمہاری قیام گاہ کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟ اس نے جواب دیا: ایک دن اور ایک رات کا سفر ہے۔ ہم نے اس سے کہا: تم حضور ﷺ کے پاس چلو۔ اس نے کہا: رسول اللہ سے مراد کیا ہے؟ ہم نے اس کو کچھ کرنے کی مہلت نہ دی اور اس کو حضور ﷺ کے پاس لے آئے۔ آپ نے اس سے پوچھا تو اس نے جو کچھ ہمیں بتایا تھا وہی کچھ

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 413

حضور ﷺ کو بھی بتادیا۔ اس نے آپ کو یہ بھی بتایا کہ وہ ایک بیوہ عورت ہے اور اس کے یتیم بچے ہیں۔ آپ نے حکم دیا اور اس کی اونٹنی کو بٹھا دیا گیا۔ آپ نے دونوں مشکوں کے بالائی دہانوں میں کلی کی اور پھر اونٹنی کو اٹھا دیا۔ ہم نے پانی پیا، جب کہ ہم چالیس آدمی تھے جو شدید پیاسے تھے حتی کہ ہم سیراب ہو گئے اور ہم نے وہ سارے برتن بھی بھر لیے جو ہمارے پاس تھے۔ ہم نے اپنے اس ساتھی کو اس پانی سے نہلایا بھی البتہ ہم نے اونٹوں کو پانی نہیں پلایا۔ اور وہ مشکیں گویا پانی کی فراوانی سے پھٹی جاتی تھیں۔ پھر حضور ﷺ نے (ہمیں) حکم دیا: تمہارے پاس جو کچھ ہے لے آؤ۔ ہم نے کھجور اور روٹی کے ٹکڑے جمع کیے اور اسے ایک گٹھڑی بھر دی۔ حضور ﷺ نے اس سے فرمایا: جاؤ اور یہ چیزیں اپنے اہل خانہ کو کھلاؤ۔ اور یہ بات ذہن میں رکھنا کہ ہم نے تمہارے پانی میں بالکل کمی نہیں کی۔ جب وہ اپنے اہل خانہ کے پاس گئی تو اس نے ان سے کہا: میں نے لوگوں میں سب سے بڑے جادوگر سے ملاقات کی ہے اور یا وہ نبی ہے جیسے کہ وہ خود کہتا ہے۔ اور اس کی کہانی کی تفصیلات یہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس بستی کو اس عورت کے وسیلے سے ہدایت دی۔ اس عورت نے بھی اسلام قبول کر لیا اور اس کی بستی کے لوگوں نے بھی۔(1)

حضرت وائل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ کی خدمت میں ایک لوٹا پیش کیا گیا۔ حضور ﷺ نے کلی کی اور کلی کا پانی اس لوٹے میں ڈالا جو کستوری کی طرح یا اس سے بھی زیادہ خوشبودار تھا۔ اور آپ نے ناک مبارک میں پانی ڈالا اور اس کو لوٹے سے باہر پھینکا۔(2)

حبیب خدا ﷺ کے پسینے کی برکتیں

حضرت ثمامہ سے مروی ہے کہ حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور ﷺ کی خاطر چمڑے کا بچھونا بچھاتی تھیں اور آپ اس پر قیلولہ فرمایا کرتے تھے۔ جب حضور ﷺ اٹھ جاتے تو وہ آپ کے پسینے اور بالوں کو اکٹھا کر کے ایک شیشی میں ڈال لیتیں اور پھر اس کو خوشبو میں شامل کر لیتیں جو مختلف خوشبوؤں سے مرکب ہوتی۔ راوی کہتے ہیں: جب حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے وصیت کی کہ تکفین کے وقت انہیں جو خوشبو لگائی جائے اس میں اس خوشبو کو شامل کیا جائے۔ اور ان کی تکفین کی خوشبو میں یہ خوشبو (جو پسینہ رسول کی خوشبو تھی) شامل تھی۔(3)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ ہمارے ہاں تشریف لائے اور ہمارے ہاں قیلولہ فرمایا۔ آپ کو پسینہ آیا۔ میری والدہ ایک شیشی لائیں اور اپنے ہاتھ سے

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 240 2 سنن ابن ماجہ: صفحہ 48 3۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 929

پسینے کو اس شیشی میں ڈالنے لگیں۔ حضور ﷺ بیدار ہو گئے اور پوچھا: ام سلیم! تم کیا کر رہی ہو؟ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ یہ آپ کا پسینہ مبارک ہے۔ ہم اس کو اپنی خوشبو میں ڈالیں گے اور وہ عمدہ ترین خوشبو ہو گی۔ (1)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں تشریف لے جاتے اور ان کے بستر پر آرام فرماتے جب کہ آپ موجود نہ ہوتیں۔ آپ نے فرمایا: ایک روز آپ تشریف لائے اور ان کے بستر پر استراحت فرما ہو گئے۔ وہ تشریف لائیں۔ ان کو بتایا گیا کہ حضور ﷺ آپ کے گھر تشریف فرما ہیں۔ راوی کہتے ہیں: وہ آئیں اور دیکھا کہ آپ کو پسینہ آیا ہوا تھا اور آپ کا پسینہ بستر کے اوپر پڑے چمڑے کے ایک ٹکڑے پر جمع ہو چکا تھا۔ آپ نے اپنی تھیلی کھولی اور اس پسینے کو پونچھ کر اپنی شیشیوں میں نچوڑنے لگیں۔ حضور ﷺ حالت اضطراب میں اٹھے اور فرمایا: ام سلیم! کیا کر رہی ہو؟ انہوں نے عرض کیا: ہمیں امید ہے کہ یہ ہمارے بچوں کے لیے باعث برکت ہو گا۔ آپ نے فرمایا، تم نے ٹھیک کیا ہے۔ (2)

سجدہ گاہ رسول ﷺ کی برکتیں

حضرت عتبان بن مالک انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ وہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ میری نظر کمزور ہو گئی ہے اور میں اپنے (محلے میں) لوگوں کو نماز پڑھاتا ہوں۔ جب بارش ہو تو اس وادی میں سیلاب آ جاتا ہے جو میرے اور میری قوم کے درمیان ہے، اس لیے میں ان کی مسجد میں جا کر ان کو نماز نہیں پڑھا سکتا۔ یا رسول اللہ! ﷺ میری خواہش ہے کہ آپ میرے گھر تشریف لائیں اور میرے گھر میں نماز ادا فرمائیں تاکہ میں اس (آپ کی سجدہ گاہ) کو مسجد بنا لوں۔ راوی کہتے ہیں: حضور ﷺ نے ان سے فرمایا کہ آپ ایسا کریں گے، انشاء اللہ۔ حضرت عتبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: صبح حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت میرے گھر تشریف لائے جب سورج بلند ہو چکا تھا۔ حضور ﷺ نے پوچھا کہ کیا آپ اندر آ سکتے ہیں تو میں نے عرض کیا کہ آپ ضرور تشریف لائیں۔ آپ جب گھر میں داخل ہوئے تو بیٹھے نہیں بلکہ مجھ سے پوچھا: تم کہاں چاہتے ہو کہ ہم نماز پڑھیں؟ میں نے گھر کی ایک جانب اشارہ کیا۔ حضور ﷺ کھڑے ہوئے اور تکبیر تحریمہ کہی۔ ہم نے آپ کے پیچھے صفیں باندھ لیں۔ آپ نے دو رکعتیں پڑھیں اور سلام پھیر دیا...... الحدیث۔ (3)

حضرت یزید بن ابی عبید سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 257   2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 257   3۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 60

عنہ کے ساتھ جایا کرتا تھا اور آپ اس ستون کے پاس نماز پڑھنے کے لیے تردد کرتے تھے جو مصحف کے پاس ہے۔ میں نے عرض کیا: اے ابو مسلم! آپ اس ستون کے پاس نماز پڑھنے کے لیے تردد کرتے ہیں۔ (اس کی وجہ کیا ہے؟) انہوں نے جواب دیا: میں نے دیکھا ہے کہ حضور ﷺ اس ستون کے پاس نماز پڑھنے کے لیے تردد فرمایا کرتے تھے۔(1)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ خانہ کعبہ میں داخل ہوئے۔ حضرات اسامہ بن زید، عثمان بن طلحہ اور بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ کے ہمراہ تھے۔ آپ کافی دیر خانہ کعبہ میں رہے۔ پھر آپ باہر تشریف لائے۔ میں پہلا شخص تھا جو آپ کے بعد خانہ کعبہ میں داخل ہوا اور میں نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا: آپ نے نماز کہاں پڑھی ہے؟ انہوں نے جواب دیا: سامنے کے دو ستونوں کے درمیان۔(2)

حضرت موسیٰ بن عقبہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضرت سالم بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ وہ راستے میں کچھ مقامات کو تلاش کرتے تھے اور وہاں نماز پڑھتے تھے اور بتایا کرتے تھے کہ ان کے والد (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما) وہاں نماز پڑھا کرتے تھے (اور بتایا کرتے تھے) کہ انہوں نے حضور ﷺ کو ان جگہوں پر نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ اور راوی موسیٰ بن عقبہ فرماتے ہیں: مجھے حضرت نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ روایت پہنچائی ہے کہ آپ ان مقامات پر نماز ادا فرمایا کرتے تھے (اور راوی کہتے ہیں:) میں نے حضرت سالم سے اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے ان تمام مقامات کے بارے میں حضرت نافع سے اتفاق کیا البتہ روحاء کی بلندی پر جو مسجد ہے اس کے بارے میں ان کی رائے میں اختلاف تھا۔(3)

نوٹ: حضرت امام بخاری نے اپنی صحیح میں ایک باب باندھا ہے، جس کا عنوان ہے: "وہ مساجد جو مدینہ طیبہ کے راستے میں ہیں اور وہ مقامات جہاں حضور ﷺ نے نماز ادا فرمائی ہے"۔(4) اس باب میں انہوں نے ایسی احادیث طیبہ روایت کی ہیں جن میں صحابہ کرام کے ان جگہوں کو تلاش کرنے کا ذکر ہے جہاں حضور ﷺ نے نماز پڑھی اور پھر صحابہ کرام کے وہاں نماز پڑھنے کی سعادت حاصل کرنے کا ذکر ہے۔

حضرت ابو بردہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں مدینہ طیبہ آیا۔ میری ملاقات حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی۔ انہوں نے مجھ سے فرمایا، میرے گھر آؤ، میں تمہیں اس پیالے میں پانی پلاؤں گا جس میں حضور ﷺ نے پیا اور تمہیں اس مسجد میں نماز پڑھنے کی سعادت حاصل ہو سکے

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 72 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 70 4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 69

گی جہاں حضور ﷺ نے نماز پڑھی۔ میں ان کے ساتھ گیا۔ انہوں نے مجھے پینے کو ستو اور کھانے کو کھجوریں دیں اور میں نے ان کی مسجد میں نماز ادا کی۔(1)

حضرت نافع حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ رمضان کا آخری عشرہ اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔ نافع فرماتے ہیں: مجھے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ جگہ دکھائی جہاں حضور ﷺ اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔(2)

حضرت موسیٰ بن انس حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ان کی دادی حضرت ملیکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور ﷺ کو کھانے پر مدعو کیا جو انہوں نے آپ کے لیے تیار کیا تھا۔ آپ نے کھانا تناول فرمایا پھر فرمایا: اٹھو، میں تمہیں نماز پڑھاؤں۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں نے ایک چٹائی لی جو طویل عرصہ پڑا رہنے کی وجہ سے سیاہ ہو چکی تھی۔ میں نے اس پر پانی چھڑکا۔ حضور ﷺ اس پر کھڑے ہوئے۔ میں اور ایک یتیم آپ کے پیچھے ایک صف میں کھڑے ہوئے اور معمر خاتون ہمارے پیچھے کھڑی ہوئیں۔ آپ نے ہمیں دو رکعتیں پڑھائیں اور رخ انور پھیر لیا۔(3)

مندرجہ بالا حدیث کو اسی صفحہ پر حضرت موسیٰ بن انس سے روایت کرنے کے بعد امام ترمذی یہ تبصرہ فرماتے ہیں: اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ آپ نے ان کو نفل نماز پڑھائی اور مقصد ان کو برکت سے متمتع کرنا تھا۔(4)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور ﷺ سے گزارش کی کہ آپ ان کے ہاں تشریف لائیں اور ان کے گھر میں نماز ادا فرمائیں تاکہ وہ اس جگہ کو مسجد بنا سکیں۔ آپ ان کے ہاں تشریف لائے۔ آپ نے ایک چٹائی لی، اس کو پانی سے دھویا اور آپ نے اس پر نماز پڑھی اور انہوں نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی۔(5)

قیام گاہ رسول اللہ ﷺ باعث برکت ہے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ذوالحلیفہ کی قیام گاہ، جو بطن وادی میں ہے، میں تھے کہ آپ کو خواب دکھایا گیا اور آپ سے کہا گیا کہ آپ بطحا کی مبارک وادی میں ہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت سالم بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ہمارے ساتھ اونٹوں کو وہ جگہ تلاش کر کے بٹھایا جس جگہ کو تلاش کر کے حضرت عبداللہ وہاں اونٹ بٹھایا کرتے تھے۔ وہ اس جگہ کا قصد کیا کرتے تھے جہاں حضور ﷺ نے پڑاؤ کیا تھا...... الحدیث۔(6)

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 1091
2۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 371
3۔ جامع الترمذی، جلد 1، صفحہ 32
4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 32
5۔ سنن النسائی، جلد 1، صفحہ 120
6۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 208

حبیب خدا ﷺ کے برتن باعث برکت ہیں

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ کے پاس ایک عرب عورت کا ذکر کیا گیا۔ آپ نے حضرت ابو اسید الساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس عورت کو بلوانے کا حکم دیا۔ انہوں نے اس عورت کی طرف آدمی بھیجا تو وہ آ گئی۔ اس نے بنوسعد کے ایک قلعہ نما مکان میں قیام کیا۔ حضور ﷺ اس کے پاس تشریف لے گئے۔ آپ اس کے پاس گئے تو اس نے اپنے سر کو جھکایا ہوا تھا۔ جب حضور ﷺ نے اس سے کلام فرمایا تو اس نے کہا: میں تم سے خدا کی پناہ مانگتی ہوں۔ آپ نے فرمایا: میں نے تجھے اپنے آپ سے پناہ دی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اس عورت سے کہا: کیا تم جانتی ہو کہ یہ صاحب کون ہیں؟ اس نے جواب دیا: نہیں۔ انہوں نے کہا: یہ رسول اللہ ﷺ ہیں جو تمہیں پیغام نکاح دینے آئے ہیں۔ اس نے کہا: میرا بخت اتنا رسا نہیں ہے۔ اس دن حضور ﷺ تشریف لائے اور سقیفہ بنوساعدہ میں آ کر بیٹھے۔ آپ کے ساتھ آپ کے صحابہ بھی تھے۔ پھر آپ نے فرمایا: سہل ! ہمیں پانی پلاؤ۔ تو میں نے ان کیلئے یہ پیالہ نکالا اور اس میں ان کو پانی پلایا۔ سہل نے وہ پیالہ ہمارے لیے نکالا اور ہم نے اس میں پانی پیا۔ راوی کہتے ہیں، پھر حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے وہ پیالہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مانگ لیا اور آپ نے وہ پیالہ انہیں ہبہ کر دیا۔ (1)

حضرت عاصم الاحول سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضور ﷺ کا پیالہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس دیکھا۔ وہ ٹوٹ گیا تھا اور انہوں نے چاندی کے ذریعہ اس کو جوڑ دیا تھا۔ راوی کہتے ہیں: وہ خالص لکڑی کا، کم لمبائی والا، عمدہ پیالہ تھا۔ راوی کہتے ہیں: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں نے حضور ﷺ کو اس پیالے میں اتنی اتنی بار مشروب پلایا ہے۔ راوی کہتے ہیں: حضرت ابن سیرین نے فرمایا: اس پیالے میں لوہے کا ایک کڑا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو سونے کے کڑے سے تبدیل کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے فرمایا: جو کام حضور ﷺ نے کیا ہے اس میں تبدیلی نہ کرو۔ سو انہوں نے اس ارادے کو ترک کر دیا۔ (2)

حضرت نافع سے مروی ہے فرماتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما صدقہ فطر حضور ﷺ کے مد (پیمانہ) سے ناپ کر دیتے تھے۔ اور یمین کا کفارہ بھی حضور ﷺ کے مد سے ناپ کر دیتے تھے۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: حضرت مالک نے ہم سے کہا: ہمارا مد

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 842　　2۔ ایضاً

تمہارے مد سے بڑا ہے۔ ہمارے خیال میں فضیلت صرف حضور ﷺ کے مد میں ہے اور مالک نے مجھ سے کہا: اگر تمہارا کوئی امیر آئے اور حضور ﷺ کے مد سے چھوٹا مد مقرر کر دے تو تم کس مد سے ناپ کرو گے؟ میں نے جواب دیا: ہم تو حضور ﷺ کے مد سے ناپ کریں گے۔ انہوں نے کہا: کیا آپ دیکھتے نہیں ہیں کہ بات لوٹ کر حضور ﷺ کے مد ہی کی طرف جاتی ہے۔(1)

حضرت ابو بردہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں مدینہ طیبہ حاضر ہوا تو میری ملاقات حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی۔ آپ نے فرمایا: میرے ساتھ میرے گھر چلو۔ میں تمہیں اس پیالے میں پلاؤں گا جس میں حضور ﷺ نے پیا اور تم اس مسجد میں نماز پڑھ سکو گے جس میں حضور ﷺ نے نماز ادا کی۔ میں ان کے ساتھ گیا۔ انہوں نے مجھے ستو پلائے، کھجوریں کھلائیں اور میں نے آپ کی مسجد میں نماز ادا کی۔(2)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے اس پیالے میں (حضور ﷺ کو) ہر قسم کے مشروبات پلائے، شہد بھی، نبیذ بھی، پانی بھی اور دودھ بھی۔(3)

حضرت کبشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتی ہیں: حضور ﷺ میرے ہاں تشریف لائے اور آپ نے لٹکی ہوئی ایک مشک کے منہ سے کھڑے کھڑے پانی پیا۔ میں اٹھی اور اس مشک کے منہ کو کاٹ (کر رکھ) لیا...... الحدیث۔(4)

اسی حدیث کو امام ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔ اس روایت کے آخر میں ان الفاظ کا اضافہ ہے: میں نے ایسا حضور ﷺ کے دہن مبارک کی برکت حاصل کرنے کے لیے کیا۔(5)

حضور ﷺ کی انگوٹھی باعث برکت ہے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ کی انگوٹھی آپ کے دست مبارک میں ہوتی تھی۔ آپ کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں ہوتی تھی اور اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں ہوتی تھی۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ آیا تو آپ ایک روز بیر اریس کے کنارے بیٹھے۔ آپ نے انگوٹھی نکالی اور اس کے ساتھ دل لگی کرنے لگے کہ انگوٹھی (کنوئیں میں) گر گئی۔ راوی کہتے ہیں: تین روز تک ہم حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ کنوئیں پر آتے جاتے رہے۔ پھر آپ نے کنوئیں کا سارا پانی نکلوایا لیکن ہمیں انگوٹھی نہ ملی۔(6)

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 993 — 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 1091 — 3۔ صحیح مسلم، جلد 2، صفحہ 169
4۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 11 — 5۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 244 — 6 صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 873

نوٹ: سنن ابی داؤد کے حاشیے پر امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ اس انگوٹھی میں کوئی ایسا راز تھا جو حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی میں تھا۔ کیونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی جب گم ہوگئی تو ان کی بادشاہی جاتی رہی اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب اس انگوٹھی سے محروم ہوئے تو ان کا معاملہ بگڑ گیا۔ خوارج نے ان کے خلاف خروج کیا اور یہ اس فتنے کا آغاز تھا جو آپ کے قتل پر منتج ہوا اور جس کے اثرات آخری زمانے تک رہیں گے۔ (1)

حبیب خدا ﷺ کے ترکے کی برکتیں

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: حضور ﷺ کا انتقال ہوا تو میرے طاقچے میں کوئی ایسی شے موجود نہیں تھی جسے کوئی ذی روح کھا سکتا سوائے کچھ جوؤں کے جو میرے طاقچے پر تھے۔ میں ان جوؤں کو کھاتی رہی حتی کہ طویل عرصہ گزر گیا۔ پھر میں نے ان کو ناپا تو وہ ختم ہو گئے۔ (2)

حضور ﷺ کا چھونا باعث برکت ہے

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک سفر میں میں حضور ﷺ کے ہمراہ تھا۔ میں ایک سست رفتار اونٹ پر سوار تھا اور وہ سب لوگوں سے پیچھے تھا۔ حضور ﷺ میرے پاس سے گزرے تو پوچھا: کون ہے؟ میں نے عرض کیا: جابر بن عبد اللہ ہوں۔ آپ نے پوچھا: کیا مسئلہ ہے؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ میری سواری کا اونٹ سست رفتار ہے۔ آپ نے پوچھا: کیا تمہارے پاس چھڑی ہے؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں۔ آپ نے فرمایا، مجھے دو۔ میں نے چھڑی پیش کی۔ آپ نے اس کے ساتھ اونٹ کو مارا اور اسے جھڑکا۔ اس جگہ سے لے کر (سارا راستہ) وہ اونٹ سب سے آگے آگے تھا...... الحدیث۔ (3)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک بار اہل مدینہ دہشت زدہ ہوئے۔ حضور ﷺ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک گھوڑے پر باہر تشریف لے گئے۔ وہ گھوڑا سست رفتار تھا۔ حضور ﷺ جب واپس تشریف لائے تو فرمایا: تمہارے گھوڑے کو ہم نے بہت تیز رفتار پایا ہے۔ اس کے بعد اس گھوڑے پر کوئی سبقت نہیں لے جا سکتا تھا۔ (4)

حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے جب سے اسلام قبول کیا حضور ﷺ نے مجھے (کاشانۂ اقدس میں داخل ہونے سے) نہیں روکا۔ اور آپ نے جب بھی مجھے

1۔ سنن ابی داؤد، جلد 2، صفحہ 228، حاشیہ نمبر 1 — 2۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 955
3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 10-309 — 4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 402

دیکھا، میری طرف دیکھ کر تبسم فرمایا۔ اور میں نے آپ سے شکایت کی کہ میں گھوڑے پر جم کر نہیں بیٹھ سکتا تو آپ نے میرے سینے پر اپنا ہاتھ مارا اور دعا کی: اے اللہ تعالیٰ! اس کو ثبات عطا فرما اور اس کو ہدایت یافتہ اور راہنما بنادے۔(1)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: جس مرض میں حضور ﷺ کا انتقال ہوا اس مرض میں آپ معوذات (سورۂ فلق، سورۂ الناس اور دیگر آیات جن میں اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنے کا ذکر ہے) پڑھ کر اپنے آپ پر پھونک مارا کرتے تھے۔ جب آپ کا مرض شدید ہو گیا تو میں وہ سورتیں پڑھ کر آپ پر پھونکا کرتی تھی اور آپ کا دست اقدس آپ کے جسم مبارک پر پھیرتی تھی، آپ کے ہاتھ کی برکت کے سبب۔ راوی کہتے ہیں: میں نے زہری سے پوچھا: آپ کیسے پھونکا کرتے تھے؟ فرمایا: اپنے ہاتھوں پر پھونکا کرتے تھے اور پھر ہاتھ چہرے پر مل لیتے تھے۔(2)

حضرت عثمان بن ابی العاص الثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ان سے فرمایا: اپنی قوم کی امامت کیا کرو۔ وہ فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ میں اپنے اندر کچھ (خوف سا) محسوس کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: قریب آ جاؤ۔ آپ نے مجھے اپنے سامنے بٹھایا۔ پھر اپنا دست مبارک میری چھاتیوں کے درمیان میرے سینے پر رکھا پھر فرمایا: مڑو (اپنی پیٹھ میرے سامنے کرو۔) پھر آپ نے اپنے دست مبارک کو میرے کندھوں کے درمیان میری پیٹھ پر رکھا۔ پھر فرمایا: تم اپنی قوم کی امامت کراؤ۔ اور جو شخص اپنی قوم کا امام بنے اسے چاہیے کہ نماز میں تخفیف کرے کیونکہ نمازیوں میں بوڑھے اور کمزور لوگ بھی ہوتے ہیں۔ اور جب تنہا نماز پڑھے تو جتنی چاہے لمبی نماز پڑھے۔(3)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں: حضور ﷺ جب نماز فجر سے فارغ ہوتے تو مدینہ طیبہ کے خدام اپنے اپنے برتنوں کے ساتھ حاضر ہو جاتے جن میں پانی ہوتا۔ جو برتن بھی حضور ﷺ کی خدمت میں لایا جاتا آپ اس میں اپنا دست اقدس ڈبوتے۔ بارہا ایسا ہوتا کہ شدید ٹھنڈی صبح کو آپ کی خدمت میں پانی کا برتن لایا جاتا اور آپ اس میں اپنا دست مبارک ڈبوتے۔(4)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: مجھے تکلیف تھی۔ حضور ﷺ میرے پاس سے گزرے تو میں کہہ رہا تھا: اے اللہ تعالیٰ! اگر میری موت کا وقت آ گیا ہے تو مجھے اس تکلیف سے راحت عطا فرما۔ اور اگر میری موت میں ابھی تاخیر ہے تو میری زندگی کو خوشگوار بنادے۔ اور اگر یہ

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 426
2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 854
3۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 188
4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 256

آزمائش ہے تو مجھے اس پر صبر کرنے کی توفیق عطا فرما۔ حضور ﷺ نے پوچھا: تم کیا کہہ رہے تھے؟ راوی کہتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو دعا مانگ رہے تھے، انہوں نے اس کو دوہرا دیا۔ راوی کہتے ہیں: حضور ﷺ نے اپنا پاؤں مبارک ان کے جسم پر مارا اور دعا کی: اے اللہ تعالیٰ! اس کو عافیت عطا فرما، یا عرض کی: شفا عطا فرما۔ شعبہ راوی کو شک ہوا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: مجھے پھر کبھی وہ درد محسوس نہ ہوا۔(1)

حضرت ابو محذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے، جس میں انہوں نے حضور ﷺ سے درخواست کی کہ آپ انہیں اذان اور اقامت کی تعلیم دیں۔ وہ فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے میرے سر کے اگلے حصے پر اپنا دست مبارک پھیرا...... راوی کہتے ہیں کہ حضرت ابو محذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی پیشانی کے بالوں کو نہ کٹواتے تھے اور نہ مانگ نکالتے تھے کیونکہ حضور ﷺ نے ان کی پیشانی کو چھوا تھا۔(2)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میری پیشانی پر بال تھے۔ میری امی کہتی تھیں: میں ان بالوں کو نہیں کاٹوں گی۔ کیونکہ حضور ﷺ ان کو پکڑا کرتے تھے اور ان کو کھینچا کرتے تھے۔(3)

حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: جب حضور ﷺ نے مکہ فتح کیا تو مکہ والے اپنے بچوں کو آپ کی خدمت میں لانے لگے۔ آپ ان کے لیے دعائے برکت کرتے اور ان کے سروں پر ہاتھ پھیرتے۔ مجھے بھی آپ کی بارگاہ میں لایا گیا۔ میں نے سر پر خلوق مل رکھا تھا۔ آپ نے خلوق کی وجہ سے میرے سر پر ہاتھ نہیں پھیرا۔(4)

حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو انصار میں سے ہیں، فرماتے ہیں کہ ان کی طبیعت میں مزاح کا عنصر تھا۔ وہ ایک روز لوگوں کو باتیں سنا رہے تھے اور انہیں ہنسا رہے تھے کہ حضور ﷺ نے ایک چھڑی کے ساتھ ان کے پہلو میں کچوکا دیا۔ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ مجھے اس کا قصاص دیجئے۔ آپ نے فرمایا: قصاص لے لو۔ انہوں نے عرض کیا: آپ نے قمیص پہن رکھی ہے جب کہ میرے جسم پر قمیص نہیں تھی۔ حضور ﷺ نے اپنی قمیص اٹھائی تو انہوں نے آپ کو گلے لگا لیا اور آپ کے پہلو کو بوسہ دینے لگے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ اسی (سعادت) کی خاطر میں نے قصاص کا مطالبہ کیا تھا۔(5)

1۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 195　　2۔ سنن ابی داؤد، جلد 1، صفحہ 80-79　　3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 225

4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 223　　5۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 362

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: جب مسجد نبوی ایک چھپر کی صورت میں تھی تو حضور ﷺ کھجور کے ایک تنے کے ساتھ نماز پڑھتے تھے۔ اور جب خطبہ ارشاد فرماتے تو اسی کے ساتھ کھڑے ہو کر ارشاد فرماتے تھے۔ ایک صحابی نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ کیا ہم آپ کے لیے ایک ایسی جگہ نہ بنا دیں کہ جمعہ کے روز آپ اس پر کھڑے ہوں تاکہ لوگ آپ کی زیارت کر سکیں اور آپ کی آواز ان تک پہنچ سکے۔ آپ نے فرمایا، ٹھیک ہے۔ آپ کے لیے تین سیڑھیوں کا ایک منبر بنایا گیا۔ اسی کی پیروی میں آج منبر کی تین سیڑھیاں ہوتی ہیں۔ جب منبر بن گیا تو اس کو اس جگہ رکھا گیا جہاں وہ آج ہے۔ حضور ﷺ نے جب منبر پر کھڑا ہونے کا ارادہ فرمایا تو آپ اس تنے کے پاس سے گزرے جس کے ساتھ کھڑے ہو کر آپ خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ جب آپ اس سے آگے بڑھے تو اس نے زور سے آواز نکالی گویا کہ وہ پھٹ گیا ہو۔ حضور ﷺ نے جب تنے کے رونے کی آواز سنی تو آپ منبر سے نیچے تشریف لائے اور اس پر اپنا دست مبارک پھیرا جس پر وہ پرسکون ہو گیا۔ پھر آپ منبر پر تشریف لے گئے۔ آپ جب نماز پڑھتے تو اس کے ساتھ نماز پڑھتے تھے۔ جب مسجد منہدم کر کے اس میں تغیر و تبدل کیا گیا تو اس تنے کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ لے گئے۔ وہ ان کے گھر میں ان کے پاس رہا حتی کہ وہ بوسیدہ ہو گیا اور دیمک نے اس کو چاٹ لیا۔ (1)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے مجھے یمن بھیجا۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ میں ایک جوان آدمی ہوں۔ آپ مجھے روانہ فرما رہے ہیں کہ میں ان کے درمیان فیصلے کروں جب کہ مجھے نہیں معلوم کہ فیصلہ کیا ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے اپنا دست مبارک میرے سینے پر مارا اور دعا کی: اے اللہ تعالیٰ! اس کے دل کو ہدایت عطا فرما اور اس کی زبان کو ثبات عطا فرما۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: اس کے بعد میں دو شخصوں کے درمیان فیصلہ کرنے میں کبھی شک میں مبتلا نہیں ہوا۔ (2)

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے جب مجھے طائف کا والی مقرر کیا تو میری نماز میں کوئی چیز آڑے آنے لگی حتی کہ مجھے پتا ہی نہ چلتا کہ میں کون سی نماز پڑھ رہا ہوں۔ جب میں نے یہ صورت حال دیکھی تو بارگاہ رسالت میں حاضری کے لیے چل دیا۔ آپ نے پوچھا: تم ابن العاص ہو؟ میں نے عرض کیا: ہاں، یارسول اللہ! ﷺ آپ نے فرمایا: کیسے آنا ہوا؟ عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ میری نماز میں کوئی چیز آڑے آنے لگی ہے حتی کہ مجھے پتا ہی نہیں چلتا کہ کون سی نماز پڑھ رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا: یہ شیطان ہے۔ تم قریب آ جاؤ۔ میں قریب ہوا

1۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 102 2۔ ایضاً، صفحہ 167

اور پاؤں کے بل بیٹھ گیا۔ آپ نے میرے سینے پر دست مبارک مارا، میرے منہ میں لعاب دہن ڈالا اور فرمایا: دشمن خدا! نکل جاؤ۔ آپ نے تین مرتبہ یہ عمل دہرایا۔ پھر فرمایا: جاؤ اپنی ذمہ داری کی طرف۔ حضرت عثمان فرماتے ہیں: خدا کی قسم، مجھے نہیں محسوس ہوتا کہ شیطان نے پھر کبھی میری نماز میں مداخلت کی ہو۔(1)

حضرت ابوزید بن اخطب سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے میرے چہرے پر ہاتھ پھیرا اور دعا کی۔ غزرہ (راوی) کہتے ہیں: انہوں نے ایک سو بیس سال عمر پائی اور ان کے سر پر صرف چند بال سفید تھے۔(2)

مدنی تاجدار ﷺ کی تحنیک باعث برکت ہے

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ عبداللہ بن زبیر ان کے پیٹ میں تھے۔ وہ فرماتی ہیں: میں (مکہ سے) اس حال میں نکلی کہ میرے حمل کی مدت پوری ہو چکی تھی۔ میں مدینہ طیبہ آئی اور قبا میں قیام کیا۔ اور میں نے قبا میں ہی اس (عبداللہ بن زبیر) کو جنم دیا۔ پھر میں اسے لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اسے آپ کی گود میں رکھ دیا۔ پھر حضور ﷺ نے ایک کھجور منگوائی، اسے چبایا اور لعاب دہن اس کے منہ میں ڈال دیا۔ سب سے پہلے جو چیز اس کے پیٹ میں داخل ہوئی وہ حضور ﷺ کا لعاب دہن تھا۔ پھر آپ نے کھجور سے اس کو گھٹی ڈالی۔ پھر اس کے لیے برکت کی دعا مانگی۔ وہ اسلام میں جنم لینے والا پہلا بچہ تھا...... الحدیث۔(3)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میرے ہاں ایک بچہ پیدا ہوا۔ میں اسے لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اس کا نام ابراہیم رکھا۔ کھجور سے اس کو گھٹی ڈالی، اس کے لیے دعائے برکت کی اور پھر اسے میرے حوالے کر دیا۔ وہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سب سے بڑا بچہ تھا۔(4)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک بچہ بیمار تھا۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ باہر گئے تو وہ بچہ فوت ہو گیا۔ جب حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ واپس لوٹے تو انہوں نے پوچھا: میرے بچے کا کیا حال ہے؟ حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا: وہ اب پہلے کی نسبت زیادہ پرسکون ہے۔ انہوں نے ان کی خدمت میں شام کا کھانا پیش کیا۔ انہوں نے کھانا کھایا پھر ان (ام سلیم) سے ہم بستری کی۔ جب وہ فارغ ہوئے تو

1۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 253
2۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 203
3۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 555
4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 821

حضرت ام سلیم نے کہا: بچے کو دفن کیجئے۔ صبح ہوئی تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور واقعہ عرض کیا۔ آپ نے پوچھا: کیا تم نے آج رات مجامعت کی تھی؟ انہوں نے عرض کیا: ہاں یارسول اللہ! ﷺ آپ نے دعا مانگی: اے اللہ تعالیٰ! ان کو برکت عطا فرما۔ سو حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک بچے کو جنم دیا۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے فرمایا: اس بچے کو حفاظت کے ساتھ حضور ﷺ کی خدمت میں لے جاؤ۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بچے کے ساتھ کچھ کھجوریں بھی بھیجیں۔ حضور ﷺ نے اس بچے کو اٹھایا اور پوچھا: کیا اس کے ساتھ کوئی چیز ہے؟ عرض کیا گیا: ہاں، یارسول اللہ! ﷺ کچھ کھجوریں ہیں۔ حضور ﷺ نے وہ کھجوریں لیں، انہیں چبایا، پھر وہ کھجوریں اپنے دہن مبارک سے نکالیں اور بچے کے منہ میں ڈال دیں اور اس سے اس کو گھٹی دی۔ اور آپ نے اس کا نام عبداللہ رکھا۔(1)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضور ﷺ کی خدمت میں بچوں کو پیش کیا جاتا تھا۔ آپ ان کے لیے دعائے برکت کرتے اور ان کو گھٹی پلاتے۔ ایک بچہ آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ اس نے آپ پر پیشاب کر دیا۔ آپ نے پانی منگوایا اور اس کو پیشاب پر بہا دیا اور کپڑے کو (معروف طریقے سے) نہیں دھویا۔(2)

حضور ﷺ کی مسواک کی برکتیں

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: حضور ﷺ مسواک کرتے۔ پھر مسواک دھونے کی خاطر مجھے عطا فرماتے۔ میں پہلے (برکت کے لیے) اس مسواک کو خود استعمال کرتی۔ پھر اسے دھوتی اور آپ کے حوالے کر دیتی۔(3)

مدنی تاجدار ﷺ کا پس خوردہ باعث برکت ہے

بنو عبداللہ بن کعب قبیلہ کے ایک شخص انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ کے گھڑسوار دستے نے ہماری قوم پر حملہ کیا۔ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ آپ کھانا تناول فرما رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: قریب آ جاؤ اور کھانا کھاؤ۔ میں نے عرض کیا: میں روزے سے ہوں۔ آپ نے فرمایا: قریب آ جاؤ، میں تمہیں روزے یا روزوں کے متعلق بتاتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مسافر سے آدھی نماز کی تکلیف اٹھا لی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے حاملہ عورت اور دودھ پلانے والی عورت سے روزوں کو اٹھا لیا ہے۔ خدا کی قسم، حضور ﷺ نے یہ دونوں باتیں فرمائی تھیں یا ان میں سے ایک بات فرمائی تھی۔ مجھے اپنی ذات پر افسوس ہے کہ میں نے حضور

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 822 2۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 139 3۔ سنن ابی داؤد، جلد 1، صفحہ 9

ﷺ کے کھانے سے کچھ تناول کرنے کی سعادت حاصل نہیں کی۔(1)

حبیب خدا ﷺ کے صحابہ اور تابعین باعث برکت ہیں

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ایک وقت آئے گا جب لوگوں کی ایک جماعت جہاد کرے گی۔ پوچھا جائے گا: کیا تم میں کوئی صحابی رسول ہیں؟ وہ عرض کریں گے: ہاں۔ تو (صحابہ کی برکت سے) ان کو فتح نصیب ہوگی۔ پھر ایک زمانہ آئے گا جب پوچھا جائے گا: کیا تم میں کوئی تابعی ہیں؟ کہا جائے گا: ہاں۔ تو (تابعین کی برکت سے) فتح نصیب ہوگی۔ پھر ایک وقت آئے گا جب پوچھا جائے گا: کیا تم میں کوئی تبع تابعی ہیں؟ کہا جائے گا: ہاں۔ تو (تبع تابعی کی برکت سے) فتح ہوگی۔(2)

ذات رسول ﷺ کی برکتیں

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: (میرے والد) حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام کا انتقال ہو گیا اور ان کے ذمہ قرض تھا۔ میں نے حضور ﷺ سے اس معاملے میں مدد کی درخواست کی کہ قرض خواہ کچھ قرضہ معاف کر دیں۔ حضور ﷺ نے ان سے ایسا کرنے کے لیے بات کی لیکن انہوں نے قرض معاف نہیں کیا۔ حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا: جاؤ اور ہر قسم کی کھجوروں کو علیحدہ علیحدہ کر دو۔ عجوہ کو علیحدہ کرو اور عذق زید کو علیحدہ کرو۔ ایسا کرنے کے بعد مجھے بلوا لینا۔ میں نے کھجوریں علیحدہ علیحدہ کیں اور پھر حضور ﷺ کو بلوا بھیجا۔ آپ تشریف لائے اور بالائی طرف والی یا درمیان والی کھجوروں پر بیٹھ گئے۔ پھر مجھ سے فرمایا: ان قرض خواہوں کو کھجوریں ناپ کر دے دو۔ میں نے ناپ کر ان تمام لوگوں کو ان کی کھجوریں پوری کر دیں اور میری کھجوریں اسی طرح باقی تھیں جیسے ان میں کوئی کمی ہوئی ہی نہیں ہے...... الحدیث۔(3)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: لوگ کہتے ہیں کہ ابوہریرہ بہت حدیثیں روایت کرتا ہے حالانکہ مجھے خدا کے پاس حاضر ہونا ہے۔ اور لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ مہاجرین اور انصار اس قدر حدیثیں روایت کیوں نہیں کرتے جتنی وہ (ابوہریرہ) روایت کرتے ہیں۔ (جب کہ صورت حال یہ ہے کہ) میرے مہاجر بھائی بازار میں لین دین میں مصروف رہتے تھے اور میرے انصاری بھائی اپنی زمینوں پر کام کاج میں مصروف رہتے تھے۔ میں ایک مسکین آدمی تھا۔ قوت لایموت پر قناعت کر کے بارگاہ رسالت میں حاضر رہتا تھا۔ جب وہ لوگ غائب ہوتے تو میں خدمت رسالت میں حاضر رہتا تھا۔ ایک روز حضور ﷺ نے فرمایا: تم میں سے جو شخص اپنا کپڑا بچھائے گا اور میرے اس

1۔ جامع الترمذی، جلد 1، صفحہ 89 2۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 406 3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 286

گفتگو کو ختم کرنے تک بچھائے رکھے گا۔ پھر اس کو اپنے سینے پر لپیٹے گا، اسے میرا کوئی قول فراموش نہیں ہو گا۔ میں نے ایک اونی چادر بچھائی۔ میرے پاس اس کے سوا (بچھانے کو) کوئی کپڑا نہ تھا۔ میں نے اس کو اس وقت تک بچھائے رکھا جب حضور ﷺ نے اپنی گفتگو ختم کی۔ پھر میں نے وہ کپڑا اپنے سینے پر لپیٹ لیا۔ اس ذات کی قسم جس نے حضور ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا تھا، مجھے آپ کے اس فرمان سے لے کر آج تک کوئی چیز فراموش نہیں ہوئی۔ خدا کی قسم، اگر قرآن حکیم کی دو آیتیں نہ ہوتیں تو میں تمہیں کبھی کوئی حدیث نہ سناتا: اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْتُمُوْنَ مَاۤ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَ الْهُدٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا بَیَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِی الْكِتٰبِۙ اُولٰٓىٕكَ یَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَ یَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ﴿۱۵۹﴾ اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا وَ اَصْلَحُوْا وَ بَیَّنُوْا فَاُولٰٓىٕكَ اَتُوْبُ عَلَیْهِمْۚ وَ اَنَا التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ (بقرہ: 60-159) ''جو چھپاتے ہیں اسے جو ہم نے نازل کیا...... الآیہ۔ (1)

حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: لوگوں کا زادِ راہ ختم ہو گیا اور وہ تنگ دستی کا شکار ہو گئے۔ وہ حضور ﷺ کی خدمت میں اونٹوں کو ذبح کرنے کی اجازت لینے کے لیے حاضر ہوئے۔ حضور ﷺ نے ان کو ایسا کرنے کی اجازت دے دی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہیں ملے تو انہوں نے آپ کو اس کے متعلق بتایا۔ انہوں نے فرمایا: اونٹوں کے بعد تم زندہ کیسے رہو گے؟ وہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ اونٹوں کے بعد یہ زندہ کیسے رہیں گے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: لوگوں میں منادی کراؤ کہ وہ اپنا بچا کچھا زادِ راہ لے آئیں۔ اس کے لیے چمڑے کی ایک چادر بچھائی گئی اور لوگوں نے اپنا زادِ راہ اس پر ڈال دیا۔ حضور ﷺ اٹھے، اس پر دعائے برکت کی پھر لوگوں کو بلایا کہ اپنے اپنے برتن لے کر آ جائیں۔ لوگوں نے ہاتھ بھر بھر کر زادِ راہ (اپنے برتنوں میں) لیا حتیٰ کہ وہ فارغ ہو گئے۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ (2)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے دورانِ سفر حضور ﷺ کے ہاتھ ایک گھوڑا فروخت کیا۔ جب ہم مدینہ طیبہ پہنچے تو حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا: مسجد میں جاؤ اور دو رکعتیں ادا کرو۔ آپ نے مجھے گھوڑے کی قیمت وزن کر کے دے دی اور میرے حق سے زیادہ مجھے عطا فرمایا۔ حضور ﷺ نے مجھے جو مال عطا فرمایا تھا وہ میرے پاس باقی رہا حتیٰ کہ حرہ کے دن اہلِ شام نے اس پر قبضہ کر لیا۔ (3)

حضرت عبد الرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ہم حضور ﷺ کے

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 316 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 338 3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 355

ساتھ تھے۔ ہماری تعداد ایک سوتیس تھی۔ حضور ﷺ نے پوچھا: کیا کسی کے پاس کچھ کھانا ہے؟ ایک آدمی کے پاس ایک صاع بھر کھانا (آٹا) تھا۔ اسے گوندھا گیا۔ پھر ایک لمبے قد کا بکھرے بالوں والا مشرک وہاں بکریوں کو ہانکتے ہوئے آیا۔ حضور ﷺ نے اس سے پوچھا: کیا تم ہمیں کوئی بکری فروخت کرو گے یا بطور ہدیہ دو گے؟ اس نے کہا: نہیں، بلکہ میں بکری فروخت کروں گا۔ حضور ﷺ نے اس سے ایک بکری خریدی۔ اس بکری کو ذبح کیا گیا۔ حضور ﷺ نے اس کے جگر کو بھوننے کا حکم دیا۔ خدا کی قسم، حضور ﷺ نے ان ایک سوتیس میں سے ہر ایک کو اس کے جگر سے ایک ایک ٹکڑا کاٹ کر دیا۔ جو لوگ وہاں موجود تھے ان کو عطا فرمایا اور جو غیر حاضر تھے ان کے لیے اس کو محفوظ کر لیا۔ اس آٹے اور بکری کے گوشت سے آپ نے کھانے کے دو بڑے پیالے (برتن) تیار کروائے اور ان سب لوگوں نے وہ کھانا کھایا حتی کہ ہم سیر ہو گئے اور کھانا پیالوں میں بچ گیا اور ہم نے اس کو اونٹوں پر لاد لیا۔(1)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں، غزوۂ خندق کے دن ہم خندق کھود رہے تھے کہ ایک سخت چٹان آ گئی۔ لوگ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے (اور عرض کیا) کہ ایک سخت چٹان آ گئی ہے۔ آپ نے فرمایا: میں (خندق میں) اترتا ہوں۔ پھر آپ اٹھے تو آپ کے پیٹ مبارک پر پتھر بندھا تھا۔ تین دن تک ہم نے کچھ نہیں کھایا تھا۔ حضور ﷺ نے کدال لے کر ضرب لگائی تو وہ چٹان نرم ٹیلے کی طرح ہو گئی۔ میں نے حضور ﷺ سے گھر جانے کی اجازت طلب کی۔ (گھر جا کر) میں نے اپنی اہلیہ سے کہا: میں نے حضور ﷺ کو کچھ ایسی حالت میں دیکھا ہے کہ میں اس کو برداشت نہیں کر سکتا۔ کیا تمہارے پاس (کھانے کی) کوئی چیز ہے؟ اس نے کہا: میرے پاس کچھ جو ہیں اور ایک چھوٹی بکری ہے۔ میں نے بکری کو ذبح کیا، جو پیسے حتی کہ ہم نے گوشت ہانڈی میں ڈال دیا۔ پھر میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جب کہ آٹا پکنے کے لیے تیار تھا اور ہنڈیا چولہے پر رکھی تھی اور پکنے کے قریب تھی۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ تھوڑا سا کھانا میرے ہاں میسر ہے، آپ بمع ایک دو آدمیوں کے تشریف لے چلیں۔ آپ نے پوچھا: وہ کھانا کتنا ہے؟ میں نے کھانے کی مقدار عرض کر دی۔ آپ نے فرمایا: بہت ہے اور پاکیزہ ہے۔ آپ نے فرمایا: اپنی اہلیہ سے کہنا کہ ہنڈیا چولہے سے نہ اتارے اور روٹیاں تنور سے نہ نکالے جب تک میں آ نہ جاؤں۔ آپ نے لوگوں سے فرمایا: اٹھو۔ مہاجرین اٹھ کھڑے ہوئے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب اپنی اہلیہ کے پاس گئے تو کہنے لگے: تیرا بھلا ہو، حضور ﷺ مہاجرین و انصار اور دوسرے لوگوں کے ساتھ

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 357

تشریف لا رہے ہیں۔ اس نے کہا: کیا حضور ﷺ نے تم سے (کھانے کی مقدار کے متعلق) پوچھا تھا؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں۔ آپ نے لوگوں سے فرمایا: اندر آجاؤ اور بھیڑ نہ کرنا۔ آپ نے روٹی توڑنا اور اس پر گوشت ڈالنا شروع کر دیا۔ آپ جب تنور اور ہانڈی سے کھانا نکالتے تو ان کو ڈھانپ دیتے، پھر یہ کھانا صحابہ کرام کو دیتے۔ پھر تنور اور ہانڈی کے منہ سے کپڑا اٹھاتے۔ آپ مسلسل روٹی توڑتے اور سالن نکالتے رہے حتی کہ سب لوگ سیر ہو گئے اور کھانا بچ گیا۔ آپ نے اس (خاتون خانہ) سے فرمایا: اسے کھاؤ اور لوگوں کو بطور ہدیہ دو، کیونکہ لوگ فاقہ کا شکار ہوئے ہیں۔(1)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہی مروی ہے، فرماتے ہیں: ہم حضور ﷺ کے ساتھ تھے کہ عصر کی نماز کا وقت ہو گیا۔ ہمارے پاس تھوڑے سے بچے ہوئے پانی کے سوا کوئی پانی نہ تھا۔ وہ پانی ایک برتن میں ڈال کر حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ حضور ﷺ نے اپنا دست مبارک اس میں ڈالا اور اپنی انگلیوں کو پھیلا دیا۔ پھر فرمایا: وضو کرنے والے آجائیں، اس پانی میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے برکت ظاہر ہو رہی ہے۔ راوی کہتے ہیں: میں نے حضور ﷺ کی انگلیوں کے درمیان سے پانی کو پھوٹتے ہوئے دیکھا۔ لوگوں نے وضو بھی کیا اور پانی پیا بھی۔ مجھے اس بات کی پروا نہ رہی کہ میرے پیٹ میں کتنا زیادہ پانی جا رہا ہے کیونکہ مجھے یقین تھا کہ یہ برکت ہے۔ راوی کہتے ہیں: میں نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا: اس روز تمہاری تعداد کتنی تھی؟ فرمایا: ایک ہزار اور چار سو...... الحدیث۔(2)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: قسم اللہ تعالیٰ کی، جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، میں بھوک کی وجہ سے اپنا پیٹ زمین پر ٹیکتا تھا اور (کبھی) بھوک کی وجہ سے میں اپنے پیٹ پر پتھر باندھتا تھا۔ ایک روز میں اس راستے پر بیٹھ گیا جس سے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین باہر آتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے پاس سے گزرے۔ میں نے ان سے قرآن حکیم کی ایک آیت کے متعلق پوچھا۔ سوال کرنے کا مقصد اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ وہ مجھے پیٹ بھر کر کھانا کھلا دیں۔ وہ گزر گئے اور جو کچھ میں چاہتا تھا وہ انہوں نے نہیں کیا۔ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ گزرے۔ میں نے ان سے (بھی) قرآن حکیم کی ایک آیت کے بارے میں سوال کیا۔ سوال کرنے کا مقصد یہی تھا کہ وہ مجھے کھانا کھلا دیں۔ وہ بھی گزر گئے اور انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ پھر حضرت ابوالقاسم ﷺ کا وہاں سے گزر ہوا۔ آپ نے مجھے دیکھا تو تبسم فرمایا۔ آپ نے میرے چہرے سے میری کیفیت کو بھانپ لیا۔ پھر فرمایا: ابوہریرہ! میں نے عرض کیا: حاضر ہوں، یا

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 588 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 842

رسول اللہ! ﷺ فرمایا: میرے ساتھ آؤ۔ آپ چل دیے۔ میں آپ کے پیچھے پیچھے چل دیا۔ آپ گھر میں داخل ہوئے، اندر آنے کی اجازت مانگی اور مجھے اندر آنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ آپ اندر داخل ہوئے تو آپ نے دیکھا کہ ایک پیالے میں دودھ ہے۔ پوچھا: یہ دودھ کہاں سے آیا ہے؟ اہل خانہ نے عرض کیا: فلاں صحابی یا صحابیہ نے آپ کے لیے بھیجا ہے۔ آپ نے فرمایا: ابو ہریرہ! میں نے عرض کیا: حاضر ہوں یا رسول اللہ! ﷺ، فرمایا: اہل صفہ کے پاس جاؤ اور انہیں میرے پاس بلا لاؤ۔ راوی کہتے ہیں: اہل صفہ اسلام کے مہمان تھے۔ وہ گھر، مال اور ہر ایک چیز سے بے نیاز تھے۔ اگر حضور ﷺ کے پاس صدقہ آتا تو آپ اسے ان کے پاس بھیج دیتے اور خود اس سے کچھ حاصل نہ کرتے۔ اور اگر آپ کے پاس ہدیہ آتا تو ان کے پاس بھی بھیجتے اور خود بھی اس سے لیتے اور ان کو اپنے ساتھ شریک کرتے۔ یہ حکم (اصحاب صفہ کو طلب کرنا) مجھ پر شاق سا گزرا اور میں نے (اپنے جی میں) کہا: یہ (تھوڑا سا دودھ) اصحاب صفہ کے کس کام آئے گا؟ میں اس بات کا حق دار تھا کہ میں اس دودھ کو پیتا تا کہ میرے بدن میں طاقت آجاتی۔ جب وہ لوگ آجائیں گے تو آپ ﷺ مجھے حکم دیں گے کہ میں ان کو دودھ پلاؤں۔ اس صورت میں اس بات کا امکان کم ہے کہ اس دودھ میں سے کوئی شے مجھ تک پہنچے۔ لیکن اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کے بغیر چارہ نہ تھا۔ میں اصحاب صفہ کے پاس گیا اور ان کو دعوت دی۔ وہ آئے۔ انہوں نے اجازت طلب کی اور آپ ﷺ نے ان کو اجازت مرحمت فرمائی۔ وہ گھر میں اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھ گئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ابو ہریرہ! میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ غلام حاضر ہے۔ فرمایا: پیالہ پکڑو اور ان کی خدمت میں پیش کرو۔ میں نے پیالہ پکڑا۔ میں وہ پیالہ ایک شخص کو پکڑاتا، وہ سیر ہو کر پیتا پھر پیالہ مجھے لوٹا دیتا۔ پھر میں پیالہ دوسرے شخص کو دیتا۔ وہ سیر ہو کر دودھ پیتا پھر پیالہ مجھے لوٹا دیتا۔ (یہ سلسلہ جاری رہا) حتی کہ میں حضور ﷺ تک پہنچ گیا۔ تمام لوگ سیراب ہو چکے تھے۔ حضور ﷺ نے پیالہ پکڑا اور اسے اپنے دست اقدس پر رکھا۔ پھر میری طرف دیکھا اور تبسم فرمایا۔ پھر فرمایا: ابو ہریرہ! میں نے عرض کیا: حاضر ہوں یا رسول اللہ! ﷺ۔ فرمایا: اب صرف میں اور تم باقی رہ گئے ہیں۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ آپ نے سچ فرمایا ہے۔ فرمایا: بیٹھو اور پیو۔ میں بیٹھا اور میں نے (دودھ) پیا۔ آپ نے فرمایا: اور پیو۔ میں نے پھر پیا۔ آپ مسلسل فرماتے رہے: پیو، حتی کہ میں نے عرض کیا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، اب میرے پیٹ میں مزید گنجائش نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: مجھے دو۔ میں نے پیالہ آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی، بسم اللہ پڑھی اور باقی دودھ پی لیا۔ (1)

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 56-955

حضرت سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ہم ایک غزوے میں حضور ﷺ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ اس سفر میں ہمیں شدید مشقت کا سامنا کرنا پڑا حتی کہ ہم نے اپنی بعض سواریوں کو ذبح کرنے کے متعلق سوچا۔ پھر ہم نے حضور ﷺ کے حکم سے تمام لوگوں کا زادراہ جمع کیا۔ اس کے لیے چمڑے کا ایک ٹکڑا بچھایا اور تمام لوگوں کا زادراہ اس پر اکٹھا کر دیا۔ راوی کہتے ہیں: میں نے اس زادراہ کی مقدار کا اندازہ لگانا چاہا تو وہ اتنا ہی تھا جتنی جگہ پر ایک بکری بیٹھتی ہے، جب کہ ہماری تعداد چودہ سو تھی۔ ہم نے وہ کھانا کھایا حتی کہ سیر ہو گئے اور پھر ہم نے اس سے اپنے تھیلے بھر لیے۔ پھر حضور ﷺ نے پوچھا: کیا وضو کے لیے پانی ہے؟ راوی کہتے ہیں: ایک شخص ایک برتن لایا جس میں بالکل تھوڑا سا پانی تھا۔ اس نے وہ پانی ایک پیالے میں ڈال دیا۔ ہم سب نے اس سے وضو کیا۔ ہم اس پانی کو کھل کر انڈیل رہے تھے جب کہ ہماری تعداد چودہ سو تھی۔ پھر آٹھ آدمی مزید آئے اور انہوں نے کہا: کیا وضو کے لیے پانی ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: لوگ وضو سے فارغ ہو گئے ہیں۔(1)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں، آپ کی خاطر، یہودیوں کے رسم الخط کی تعلیم حاصل کروں۔ آپ نے فرمایا: میں اپنے خطوط پر یہودیوں کی طرف سے بے خوف نہیں ہوں۔ راوی کہتے ہیں: نصف ماہ ہی گزرا تھا کہ میں نے ان کا رسم الخط سیکھ لیا۔ فرماتے ہیں: جب میں نے اس رسم الخط کی تعلیم حاصل کر لی تو جب حضور ﷺ نے یہودیوں کو کوئی خط لکھنا ہوتا تو میں وہ خط لکھتا اور اگر وہ حضور ﷺ کی خدمت میں کوئی خط بھیجتے تو میں اس کو پڑھا کرتا تھا...... الحدیث۔(2)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: جس روز حضور ﷺ مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے تھے اس روز (آپ کی برکت سے) مدینہ طیبہ کی ہر شے روشن ہو گئی تھی۔ اور جس روز آپ کا انتقال ہوا تھا اس روز مدینہ طیبہ کی ہر شے پر تاریکی چھا گئی تھی۔ ہم ابھی حضور ﷺ کی تدفین سے فارغ بھی نہیں ہوئے تھے کہ ہمیں اپنے دلوں کی کیفیات عجیب محسوس ہونے لگیں۔(3)

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: تم (قدرت خداوندی کی) نشانیوں کو عذاب سمجھتے ہو جب کہ ہم عہد نبوی میں انہیں برکت شمار کرتے تھے۔ ہم حضور ﷺ کے ساتھ شریک طعام ہوتے تو ہم طعام کو تسبیح پڑھتے سنتے تھے۔ حضور ﷺ کی خدمت میں ایک برتن پیش کیا گیا۔ آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک اس میں رکھا تو آپ کی انگلیوں سے پانی پھوٹنے لگا۔ حضور

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 81 2۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 96 3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 202

ﷺ نے فرمایا: آؤ، بابرکت وضو کی طرف۔ یہ آسمانی برکت ہے۔ ہم نے اس پانی سے وضو کیا۔ (1)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے دس سال حضور ﷺ کی خدمت کی۔ حضور ﷺ نے ان کے لیے دعا کی (جس کی برکت یہ تھی) کہ ان کا ایک باغ تھا جو سال میں دو دفعہ پھل دیتا تھا۔ اور اس میں ایک خوشبودار پودا تھا جس سے کستوری کی بو آتی تھی...... الحدیث۔ (2)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں کچھ کھجوریں لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ ان کھجوروں میں برکت کی دعا فرمائیے۔ آپ نے ان کو اکٹھا کیا پھر میرے لیے ان میں برکت کی دعا کی۔ اور پھر مجھے فرمایا: یہ لے لو اور ان کو اپنے اس توشہ دان میں ڈال لو۔ جب تم ان میں سے کچھ کھجوریں لینا چاہو تو اس میں ہاتھ ڈال کر نکال لینا اور کھجوروں کو بکھیرنا نہیں۔ راوی کہتے ہیں: ان کھجوروں میں سے اتنے وسق (تقریباً چھ من کا وسق ہوتا ہے) کھجوریں میں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں دیں۔ ہم خود بھی ان کھجوروں میں سے کھاتے تھے اور دوسروں کو بھی کھلاتے تھے۔ یہ توشہ دان ہمیشہ میری کمر کے ساتھ بندھا رہتا تھا۔ یہ سلسلہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت تک جاری رہا...... الحدیث۔ (3)

حضرت حارث بن عمرو السہمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ اس وقت منیٰ میں تھے یا عرفات میں۔ لوگوں نے آپ کو گھیرے میں لے رکھا تھا۔ راوی کہتے ہیں: جب بدو آتے اور آپ کے چہرۂ انور کی زیارت کرتے تو کہہ اٹھتے: یہ چہرہ بڑا برکت والا ہے۔ راوی کہتے ہیں: آپ نے ذات عرق کو عراق والوں کے لیے میقات مقرر فرمایا۔ (4)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: حضور ﷺ جنت البقیع سے واپس لوٹے تو آپ نے مجھے شدید سر درد کی حالت میں پایا۔ میں کہہ رہی تھی: ہائے میرا سر۔ آپ نے فرمایا: عائشہ! میرے سر میں بھی شدید درد ہو رہا ہے۔ پھر فرمایا: اگر تم مجھ سے پہلے فوت ہو گئیں تو اس میں تمہیں کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ میں تمہارے سرہانے کھڑا ہوں گا۔ تمہیں غسل دوں گا، تمہیں کفن دوں گا، تمہاری نماز جنازہ پڑھاؤں گا اور تمہیں دفن کروں گا۔ (5)

حضرت عروہ البارقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے انہیں ایک دینار دیا کہ آپ کے لیے ایک بکری خرید لائیں۔ انہوں نے اس دینار سے دو بکریاں خریدیں۔ ایک بکری انہوں نے ایک دینار میں فروخت کر دی اور ایک بکری اور دینار لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں پیش ہو

1۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 204 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 224 3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 224

4۔ سنن ابی داؤد، جلد 1، صفحہ 250 5۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 105

گئے۔ حضور ﷺ نے ان کے لیے دعائے برکت کی۔ وہ فرماتے ہیں کہ اگر وہ مٹی خرید لیں تو ان کو اس میں بھی منافع ہو جاتا ہے۔(1)

حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ وہ ایک روز قضائے حاجت کے لیے بقیع کی طرف گئے۔ بقیع قبرستان کا نام ہے۔ اس وقت لوگ قضائے حاجت کے لیے دوسرے یا تیسرے روز ہی جایا کرتے تھے اور ان کا پاخانہ (قلت خوراک کی وجہ سے) اونٹوں کی لید کی طرح ہی ہوا کرتا تھا۔ پھر وہ ایک ویران جگہ میں داخل ہوئے۔ وہ قضائے حاجت کے لیے بیٹھے ہوئے تھے کہ انہوں نے ایک چوہا دیکھا جس نے بل سے ایک دینار نکالا۔ پھر وہ دوبارہ بل میں داخل ہوا اور ایک اور دینار نکالا حتی کہ اس نے بل سے سترہ دینار نکالے۔ پھر اس نے سرخ رنگ کے چیتھڑے کا ایک پلو نکالا۔ حضرت مقداد فرماتے ہیں: میں نے کپڑے کے اس چیتھڑے کو کھینچا تو مجھے اس میں ایک دینار (مزید) ملا۔ وہ پورے اٹھارہ دینار ہو گئے۔ میں وہ دینار لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو سارا ماجریٰ سنایا اور عرض کیا: اس کی زکوٰۃ وصول فرمالیں۔ آپ نے فرمایا: یہ لے کر واپس چلے جاؤ، اس پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اس میں برکت عطا فرمائے۔ پھر آپ نے پوچھا: شاید تم نے اس بل میں ہاتھ ڈالا تھا؟ میں نے عرض کیا: نہیں، اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے۔ راوی فرماتے ہیں: حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موت تک وہ دینار ختم نہیں ہوئے۔(2)

قرب رسول ﷺ باعث فخر اور باعث برکت ہے

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: جس مرض میں حضور ﷺ کا انتقال ہوا اس مرض کے دوران آپ پوچھا کرتے: کل میرا قیام کس (زوجہ مطہرہ) کے گھر ہو گا؟ کل میرا قیام کس (زوجہ مطہرہ) کے ہاں ہو گا؟ آپ کا مقصد یہ تھا کہ عائشہ کے ہاں قیام کی باری کب آئے گی۔ ازواج مطہرات نے آپ کو اجازت دے دی کہ آپ جہاں چاہیں قیام فرمائیں۔ پھر آپ انتقال تک عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں مقیم رہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: آپ کا انتقال اسی روز ہوا جس روز آپ (معمول کے مطابق) میرے ہاں قیام کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح کو قبض کیا تو آپ کا سر مبارک ان (عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے سینے کے ساتھ تھا۔ اور آپ کا لعاب دہن میرے تھوک کے ساتھ شامل ہوا۔ فرماتی ہیں: عبدالرحمن بن ابی بکر اندر داخل ہوئے۔ ان کے ہاتھ میں مسواک تھی جس سے وہ مسواک کر رہے تھے۔ حضور ﷺ نے اس مسواک کی طرف دیکھا۔ میں نے ان سے کہا: عبدالرحمن! مسواک مجھے دو۔ انہوں نے مسواک مجھے

1۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 173 2۔ ایضاً، صفحہ 180

دی۔ میں نے اسے چبایا پھر اسے حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے میرے سینے کے سہارے بیٹھ کر مسواک استعمال فرمائی۔(1)

تبرک رسول ﷺ کی اہمیت صحابہ کی نظر میں

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ کی خدمت میں مشروب پیش کیا گیا۔ آپ نے اس سے پیا۔ آپ کی دائیں جانب ایک لڑکا بیٹھا تھا اور بائیں جانب بزرگ بیٹھے تھے۔ آپ نے اس لڑکے سے فرمایا: کیا تم مجھے اجازت دیتے ہو کہ میں یہ مشروب (پہلے) ان بزرگوں کو دے دوں؟ لڑکا کہنے لگا: نہیں، خدا کی قسم، (آپ کے جوٹھے) میں میرا جو حصہ ہے اس میں میں کسی کو اپنی ذات پر ترجیح نہیں دوں گا۔ سو حضور ﷺ نے مشروب کا برتن اس کے ہاتھ میں تھما دیا۔(2)

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 640　　2۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 175

معجزات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی رہنمائی کے لیے مختلف زمانوں اور مختلف قوموں میں انبیاء و رسل کو مبعوث فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے خصوصی فضل و کرم کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان انبیاء و رسل کی صداقت کو ثابت کرنے کے لیے محض ان کے دعویٰ نبوت و رسالت کو کافی قرار نہیں دیا بلکہ اپنی قدرت کاملہ سے ان کے ہاتھوں ایسے خارق عادت امور کا اظہار فرمایا جو انسانی قدرت سے باہر تھے اور جن کی عقلی توجیہ ممکن نہیں تھی۔

انبیاء و رسل علیہم السلام نے ایسے امور کے اظہار کے وقت یہ اعلان بھی فرمایا کہ ان کا اظہار اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ سے ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان خارق عادت امور کو ان کی صداقت کی دلیل بنایا ہے۔ ایسے امور کو شریعت کی اصطلاح میں معجزہ کہا جاتا ہے۔

معجزات کا ظہور تمام انبیائے کرام علیہم السلام کے ہاتھوں پر ہوا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا نے سانپ بن کر ساحران مصر کے جادو کی دھجیاں بکھیریں۔ ان کا عصا پتھر کی چٹان پر لگا تو پانی کے بارہ چشمے جاری ہوئے۔ ان کے عصا کی ایک ضرب سے پانی کی بپھری ہوئی موجیں تھم گئیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے قم باذن اللہ کہہ کر مردوں کو اٹھایا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے آگ گلزار بنی۔

پروردگار عالم نے جس طرح تمام انبیائے علیہم السلام کو معجزات عطا فرمائے تھے اسی طرح اس نے اپنے حبیب لبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دست اقدس پر ان گنت معجزات کا اظہار فرمایا۔ گو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی صداقت کی دلیل کے طور پر جن معجزات کو پیش فرمایا وہ آپ کے حسی معجزات نہیں تھے بلکہ آپ نے اپنی صداقت کی دلیل کے طور پر ایک تو اس کتاب کو پیش کیا جو آپ کے رب نے آپ پر نازل فرمائی تھی اور دوسرا آپ نے اپنی صداقت کی دلیل کے طور پر اپنی ذات کو پیش کیا۔ آپ نے اپنے مخاطبین کے سامنے اعلان فرمایا کہ اگر تم میرے رسول ہونے کے دعوے کو ماننے کے لیے تیار نہیں ہو تو تم عرب، جن کو اپنی فصاحت و بلاغت پر ناز ہے، سارے مل کر اس کتاب مبین کی ایک سورت جیسی سورت بنا کر دکھا دو۔ اگر تم مجھے نبی ماننے کے لیے تیار نہیں ہو تو آؤ، میں نے تمہارے درمیان جنم لیا ہے اور چالیس سال تک تمہارے ہی درمیان زندگی گزاری ہے، تم میری ذات کے پاک دامن پر شر کا کوئی ایک داغ دکھا دو۔

لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اگر اپنی صداقت کی دلیل کے طور پر بار بار حسی معجزات کو پیش نہیں کیا تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ کے حسی معجزات دیگر انبیائے کرام کے معجزات سے کم درجے کے تھے بلکہ

آپ کی ذات والا صفات سے ان گنت معجزات کا ظہور ہوا جن کے احاطے کے لیے ضخیم کتابیں درکار ہیں۔ یہاں ہم آپ کے معجزات کی صرف ایک جھلک قارئین کرام کے سامنے پیش کرنے پر اکتفا کریں گے۔

برکات رسول اللہ ﷺ کے باب میں ہم نے جو احادیث طیبہ پیش کی ہیں ان میں سے اکثر احادیث میں جہاں برکات رسول اللہ ﷺ کا اظہار ہو رہا ہے وہاں وہ برکات اپنے دامن میں معجزانہ شان بھی رکھتی ہیں۔ ہم کوشش کریں گے کہ احادیث طیبہ کا تکرار کم سے کم ہو لیکن جہاں ضروری محسوس ہوا وہاں احادیث طیبہ کا تکرار ہماری مجبوری ہوگا۔ اس مختصر سی تمہید کے بعد نبی آخر الزمان ﷺ کے معجزات کی ایک جھلک ملاحظہ فرمایئے:

تکثیر طعام کا معجزہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا: میں نے حضور ﷺ کی آواز میں کمزوری محسوس کی ہے۔ میرا خیال ہے، اس کا سبب بھوک ہے۔ کیا تمہارے پاس (کھانے کو) کچھ ہے؟ انہوں نے عرض کیا: ہاں۔ پھر انہوں نے جو کی چند روٹیاں نکالیں۔ پھر اپنا دوپٹہ نکالا۔ آپ نے اس دوپٹے کے ایک حصے میں روٹیوں کو لپیٹا اور پھر انہیں میری بغل میں چھپا دیا اور دوپٹے کا دوسرا حصہ میرے اوپر اوڑھا دیا اور مجھے حضور ﷺ کی خدمت میں روانہ کر دیا۔ میں گیا اور حضور ﷺ کو مسجد میں تشریف فرما پایا۔ آپ کے ساتھ اور لوگ بھی تھے۔ میں ان کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا۔ حضور ﷺ نے مجھ سے پوچھا: تمہیں ابوطلحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے بھیجا ہے؟ میں نے عرض کیا: ہاں، یا رسول اللہ! ﷺ آپ نے پوچھا: کھانا دے کر بھیجا ہے؟ میں نے اثبات میں جواب دیا۔ حضور ﷺ نے ان سب لوگوں کو جو آپ کے ساتھ تھے، فرمایا: چلو۔ میں ان کے آگے آگے چل دیا حتیٰ کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گیا اور ان کو اس صورت حال سے آگاہ کیا۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اے ام سلیم! حضور ﷺ لوگوں کے ہمراہ تشریف لے آئے ہیں اور ہمارے پاس ان کو کھلانے کے لیے کچھ نہیں۔ انہوں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ ہی زیادہ جاننے والے ہیں۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روانہ ہوئے حتیٰ کہ حضور ﷺ سے جا ملے۔ حضور ﷺ تشریف لائے۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے ہمراہ تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ام سلیم! جو کچھ تمہارے پاس ہے، لے آؤ۔ انہوں نے وہ روٹیاں پیش کر دیں۔ حضور ﷺ کے حکم سے ان روٹیوں کو توڑا گیا۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے گھی کی کپی نچوڑ کر اس کو بطور سالن استعمال کیا۔ پھر حضور

ﷺ نے اس پر پڑھا جو کچھ اللہ تعالیٰ کو منظور تھا۔ پھر فرمایا: دس آدمیوں کو بلاؤ۔ ان کو بلایا گیا، انہوں نے کھانا کھایا حتی کہ سیر ہو گئے اور پھر باہر چلے گئے۔ پھر فرمایا: (مزید) دس آدمیوں کو بلاؤ۔ انہیں بلایا گیا۔ انہوں نے کھانا کھایا حتی کہ سیر ہو کر باہر چلے گئے۔ پھر فرمایا: دس (مزید) آدمیوں کو بلاؤ۔ انہیں بلایا گیا، انہوں نے کھانا کھایا حتی کہ سیر ہو کر باہر چلے گئے۔ پھر فرمایا: دس (مزید) آدمیوں کو بلاؤ۔ اس طرح سب لوگوں نے سیر ہو کر کھانا کھالیا اور ان کی تعداد ستر یا اسی تھی۔ (1)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ان کے والد ماجد کا انتقال ہو گیا اور ان کے ذمہ (بہت سا) قرض تھا۔ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: میرے والد ماجد قرض چھوڑ کر فوت ہوئے ہیں اور میرے پاس ان کے باغ کی آمدنی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اور اس باغ کی کئی سالوں کی آمدنی بھی ان کا قرض ادا کرنے کے لیے کافی نہیں ہو سکتی۔ آپ میرے ساتھ روانہ ہو گئے تاکہ قرض خواہ، مطالبۂ قرض میں میرے ساتھ سختی نہ کریں۔ آپ نے کھجوروں کے ایک ڈھیر کے گرد چکر لگایا اور اس پر بیٹھ گئے۔ پھر فرمایا: اس سے کھجوریں لینا شروع کر دو۔ آپ نے قرض خواہوں کو ان کا حق پورا پورا دے دیا اور جتنی کھجوریں ان کو دیں، اتنی کھجوریں بچ بھی گئیں۔ (2)

حضرت ابو ہریرہ یا حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: جنگ تبوک کے دن لوگوں کو بھوک سے واسطہ پڑا۔ انہوں نے حضور ﷺ کی خدمت میں درخواست کی: یا رسول اللہ! ﷺ کتنا اچھا ہو، اگر آپ ہمیں اونٹوں کو ذبح کرنے کی اجازت عطا فرما دیں تاکہ ہم ان کا گوشت کھا سکیں اور ان کی چربی کو تیل کے طور پر استعمال کر سکیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: تم اونٹوں کو ذبح کر سکتے ہو۔ راوی کہتے ہیں: حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ اگر آپ اونٹوں کو ذبح کرنے دیں گے تو سواریاں کم ہو جائیں گی۔ بلکہ آپ ایسا کریں کہ ان لوگوں کو حکم دیں کہ وہ اپنا بچا ہوا زاد راہ لے آئیں۔ پھر آپ اس پر اللہ تعالیٰ کے حضور برکت کی دعا کریں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ اس میں برکت پیدا فرما دے گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ٹھیک ہے۔ راوی کہتے ہیں: آپ نے چمڑے کی ایک چادر منگائی، اسے بچھایا، پھر لوگوں سے کہا کہ بچا ہوا زاد راہ لے آئیں۔ راوی کہتے ہیں: کوئی شخص مٹھی بھر مکئی لا رہا تھا۔ کوئی مٹھی بھر کھجوریں لا رہا تھا اور کوئی روٹی کا ٹکڑا لا رہا تھا۔ (وہ لاتے رہے) حتی کہ چمڑے کی چادر پر تھوڑا سا کھانا جمع ہو گیا۔ راوی کہتے ہیں: حضور ﷺ نے اس پر دعائے برکت کی۔ پھر فرمایا: اپنے اپنے برتنوں میں کھانا لے لو۔ راوی کہتے ہیں: لوگوں نے اپنے اپنے برتنوں میں کھانا لیا حتی کہ لشکر میں جتنے برتن تھے وہ سب بھر لیے۔ راوی کہتے ہیں: لوگوں

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 505
2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 506

نے کھانا کھایا حتی کہ سیر ہو گئے اور کھانا بچ بھی گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ جو شخص ان دو شہادتوں کے ساتھ بارگاہ خداوندی میں حاضر ہوگا اور اسے اس میں شک نہیں ہوگا، اسے جنت میں داخل ہونے سے نہیں روکا جائے گا۔ (1)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضرت ام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنی ایک کپی میں حضور ﷺ کو گھی پیش کرتی تھیں۔ ان کے بیٹے آتے اور ان سے سالن مانگتے جب کہ ان کے پاس کوئی چیز موجود نہ ہوتی تو وہ اس کپی کی طرف دیکھتیں جس میں وہ حضور ﷺ کو گھی پیش کرتی تھیں تو اس میں انہیں گھی مل جاتا تھا۔ ان کے گھر کا یہ سالن ہمیشہ موجود رہتا حتی کہ انہوں نے اس کپی کو نچوڑ لیا۔ پھر وہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ آپ نے پوچھا: کیا تم نے اس کپی کو نچوڑا تھا؟ انہوں نے اثبات میں جواب دیا۔ آپ نے فرمایا: اگر تم اس کو اپنے حال پر چھوڑ دیتیں تو تمہارا یہ سالن ہمیشہ موجود رہتا۔ (2)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک آدمی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے طعام کا سوال کیا۔ آپ نے اس کو نصف وسق جو عطا فرمائے۔ وہ شخص، ان کی بیوی اور ان کے مہمان (طویل عرصہ) ان جووں کو کھاتے رہے حتی کہ اس نے ان جووں کو ماپ لیا۔ پھر وہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا: اگر تو ان کو نہ ماپتا تو تم ہمیشہ ان سے کھاتے رہتے اور وہ تمہارے پاس موجود رہتے۔ (3)

تکثیر آب کا معجزہ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ ''زوراء'' کے مقام پر تھے کہ آپ کی خدمت میں ایک برتن پیش کیا گیا۔ حضور ﷺ نے اپنا دست مبارک اس برتن میں رکھا تو آپ کی انگلیوں کے نیچے سے پانی پھوٹ نکلا۔ سب لوگوں نے اس پانی سے وضو کیا۔ حضرت قتادہ (راوی) کہتے ہیں: میں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا: تمہاری تعداد کتنی تھی؟ انہوں نے جواب دیا: تین سو یا تین سو کے لگ بھگ۔ (4)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: نماز کا وقت ہو گیا۔ جن لوگوں کے گھر مسجد سے قریب تھے وہ وضو کرنے کے لیے چلے گئے اور بہت سے لوگ باقی رہ گئے۔ حضور ﷺ کی

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 43-42 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 246

3۔ ایضاً 4۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 504

خدمت میں پتھر کا ایک لگن پیش کیا گیا جس میں کچھ پانی تھا۔ آپ نے اس میں اپنی ہتھیلی رکھی۔ لگن اتنا چھوٹا تھا کہ آپ ﷺ اس میں اپنی ہتھیلی پھیلا نہیں سکتے تھے۔ آپ نے اپنی انگلیوں کو باہم ملایا اور ان کو اس لگن میں رکھا۔ سب لوگوں نے اس پانی سے وضو کر لیا۔ میں نے پوچھا: ان کی تعداد کتنی تھی؟ انہوں نے جواب دیا: اسی۔(1)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حدیبیہ کے دن لوگ پیاس سے دو چار ہوئے۔ حضور ﷺ کے سامنے ایک چھاگل تھی۔ آپ نے اس سے وضو کیا۔ لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے۔ حضور ﷺ نے ان سے پوچھا: تمہیں کیا ہوا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ ہمارے پاس پینے اور وضو کے لیے پانی نہیں ہے، سوائے اس پانی کے جو آپ کے سامنے ہے۔ حضور ﷺ نے اپنا دست مبارک اس چھاگل میں رکھا تو آپ کی انگلیوں سے پانی یوں پھوٹ نکلا جیسے چشمہ جاری ہو۔ ہم نے اس پانی کو پیا بھی اور اس سے وضو بھی کیا۔ میں نے عرض کیا: تمہاری تعداد کتنی تھی؟ انہوں نے جواب دیا، اگر ہماری تعداد ایک لاکھ ہوتی تو بھی وہ پانی ہمارے لیے کافی ہوتا، البتہ ہماری تعداد پندرہ سو تھی۔(2)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے پانی طلب فرمایا۔ ایک کم گہرائی کا چوڑا برتن آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ لوگوں نے اس برتن میں موجود پانی سے وضو کرنا شروع کر دیا۔ میں نے اندازہ لگایا کہ وہاں لوگوں کی تعداد ساٹھ اور اسی کے درمیان ہوگی۔ راوی کہتے ہیں: میں حضور ﷺ کی انگلیوں سے پانی کو بہتے ہوئے دیکھنے لگا۔(3)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: غزوۂ تبوک کے سال ہم حضور ﷺ کی معیت میں روانہ ہوئے۔ آپ نمازوں کو ملا کر پڑھتے تھے۔ آپ نے ظہر اور عصر کی نمازوں کو ملا کر پڑھا اور مغرب اور عشاء کی نمازوں کو ملا کر پڑھا۔ ایک دن آپ نے نماز کو مؤخر کیا۔ پھر باہر تشریف لائے اور ظہر اور عصر کی نمازوں کو ملا کر پڑھا۔ پھر آپ اندر تشریف لے گئے۔ پھر آپ باہر تشریف لائے اور مغرب اور عشاء کی نمازوں کو ملا کر پڑھا۔ پھر فرمایا: انشاء اللہ، کل تم تبوک کے چشمے پر پہنچ جاؤ گے اور فرمایا: تم چاشت کے وقت ہی وہاں پہنچو گے۔ جو شخص وہاں پہنچ جائے وہ اس چشمے کے پانی کو ہاتھ نہ لگائے حتیٰ کہ میں وہاں پہنچ جاؤں۔ ہم وہاں پہنچے۔ دو آدمی ہم سے پہلے وہاں پہنچ چکے تھے۔ پانی کے چشمے میں تسمے کی طرح پانی بہہ رہا تھا۔ حضور ﷺ نے ان دونوں آدمیوں سے پوچھا: کیا تم نے اس چشمے کے پانی کو ہاتھ لگایا تھا؟ انہوں نے عرض کیا: ہاں۔ حضور ﷺ نے ان کو سرزنش کی اور جو کچھ خدا کو منظور

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 505 2۔ ایضاً 3۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 245

تھا وہ ان سے فرمایا: راوی کہتے ہیں: پھر لوگوں نے اس پانی سے چلو بھر بھر کر تھوڑا سا پانی جمع کیا۔ راوی کہتے ہیں: حضور ﷺ نے اس پانی سے اپنے ہاتھ اور چہرہ مبارک دھویا اور پانی واپس چشمے میں ڈال دیا۔ پانی تیز رفتاری سے بہہ نکلا۔ لوگوں نے اس سے پانی پیا۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا: اے معاذ! قریب ہے کہ اگر تیری عمر نے وفا کی تو تو دیکھے گا کہ اس پانی سے کئی باغ سیراب ہوں گے۔ (1)

امورِ غیبیہ پر اطلاع کا معجزہ

حضرت ابو بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضور ﷺ کو دیکھا آپ منبر پر تشریف فرما تھے اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ کے پہلو میں تھے۔ آپ کبھی لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے اور کبھی ان (حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی طرف متوجہ ہوتے۔ آپ فرما رہے تھے: میرا یہ بیٹا سردار ہے۔ امید ہے اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں کے درمیان مصالحت کرائے گا...... الحدیث۔ (2)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک تم اس قوم کے خلاف جنگ نہ کر لو جن کے جوتے بالوں کے ہوں گے، اور جب تک تم چھوٹی آنکھوں، سرخ چہروں اور چھوٹی ناکوں والے ترکوں کے خلاف جنگ نہ کر لو، جن کے چہرے گویا دوہری ڈھالیں ہوں۔ اور تم سب سے بہتر اس شخص کو پاؤ گے جو اس (امارت) کو سب سے زیادہ ناپسند کرے گا حتیٰ کہ اس کے کندھوں پر یہ ذمہ داری ڈال دی جائے۔ اور لوگوں کی مثال معادن (کانوں) جیسی ہے۔ جو زمانہ جاہلیت میں اچھے تھے وہ (بشرط معرفت دین) اسلام میں بھی اچھے ہوں گے۔ تم میں سے کچھ لوگوں پر وہ زمانہ آئے گا جب ایک شخص کے لیے میری زیارت اپنے مال اور اولاد سے زیادہ محبوب ہوگی۔ (3)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا: یہودی تمہارے خلاف جنگ کریں گے اور تمہیں ان پر غلبہ عطا ہوگا۔ حتیٰ کہ پتھر بھی یہ کہیں گے: اے مسلمان! یہ میرے پیچھے یہودی چھپا ہے، آ اور اس کو قتل کر دے۔ (4)

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ گھبراہٹ کے عالم میں، ان کے پاس تشریف لائے۔ آپ فرما رہے تھے۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ عربوں کے لیے ہلاکت ہے اس شر سے جو قریب آ گیا ہے۔ آپ نے دو انگلیوں کا حلقہ بنا کر فرمایا: آج یاجوج و ماجوج

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 246
2۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 373
3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 507
4۔ ایضاً

کی دیوار کو اتنا سا کھولا گیا ہے۔ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ کیا ہم ہلاکت میں مبتلا ہوں گے جب کہ ہمارے درمیان صالحین موجود ہیں؟ فرمایا: ہاں۔ جب خباثت بڑھ جائے گی تو ایسا ہی ہوگا...... الحدیث۔(1)

حضرت ابوصعصعہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے فرمایا: میں دیکھتا ہوں کہ تم بکریوں کو پسند کرتے ہو اور انہیں پالتے ہو۔ ان کی اچھی طرح دیکھ بھال کیا کرو اور ان کی بیماریوں کا خیال رکھا کرو کیونکہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: لوگوں پر ایک دور ایسا آئے گا جب ایک مسلمان کا پسندیدہ ترین مال بکریاں ہوں گی جن کو لے کر وہ پہاڑوں کی بلندیوں پر ایسی جگہ چلا جائے گا جہاں بارش برسنے کا امکان ہوگا۔ اور اس کے اس عمل کا سبب یہ ہوگا کہ وہ اپنے دین کو فتنوں سے محفوظ رکھنے کے لیے (آبادیوں سے) فرار اختیار کرے گا۔(2)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: جب حضور ﷺ کو معراج کرایا گیا تو (اس سفر کے متعلق) آپ فرماتے ہیں: میں ایک نہر پر گیا جس کے دونوں کنارے، اندر سے خالی، موتیوں کے قبوں کے تھے۔ میں نے پوچھا: جرائیل! یہ کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: یہ کوثر ہے۔(3)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ہم حضور ﷺ کی معیت میں غزوۂ خیبر میں شریک ہوئے۔ حضور ﷺ نے اپنے ہمراہ آنے والوں میں سے ایک شخص کے متعلق، جو مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتا تھا، فرمایا: یہ شخص دوزخیوں میں سے ہے۔ جب جنگ شروع ہوئی تو اس شخص نے زبردست جنگ لڑی۔ اس کے جسم پر بکثرت زخم آ گئے جن کی وجہ سے وہ چلنے پھرنے کے قابل نہ رہا۔ حضور ﷺ کے صحابہ کرام میں سے ایک شخص حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا، یا رسول اللہ! ﷺ وہ شخص جس کے بارے میں آپ نے فرمایا تھا کہ وہ دوزخی ہے، اس نے زبردست جنگ کی ہے اور اس کے جسم پر بکثرت زخم آئے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: البتہ وہ ہے دوزخی۔ قریب تھا کہ کچھ مسلمان شک میں مبتلا ہو جاتے۔ اسی اثناء میں اس شخص کو زخموں کی تکلیف شدت سے محسوس ہوئی۔ اس نے اپنا ہاتھ ترکش کی طرف بڑھایا اور ایک تیر نکال کر اس کے ساتھ اپنے آپ کو ذبح کر لیا۔ کچھ مسلمان دوڑتے ہوئے بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ اللہ تعالیٰ نے آپ کی بات کو سچ کر دیا ہے۔ اس شخص نے اپنے آپ کو ذبح کر کے خودکشی کر لی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: بلال! اٹھو اور لوگوں میں یہ اعلان کرو کہ جنت میں صرف مومن ہی داخل ہوں گے، البتہ اللہ تعالیٰ اس دین کی حمایت کبھی کسی فاجر شخص سے بھی کروا لیتا ہے۔(4)

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 508 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 742 4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 977

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے اپنے سفر معراج کا ذکر فرمایا اور اس میں فرمایا: حضرت موسیٰ علیہ السلام کا رنگ گندمی ہے اور آپ طویل القامت ہیں۔ گویا آپ قبیلہ شنوءہ کے لوگوں سے مشابہ ہیں۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوہرے جسم اور درمیانے قد کے ہیں۔ آپ نے جہنم کے داروغہ مالک کا بھی ذکر کیا اور دجال کا بھی۔ (1)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور ﷺ وادیٔ ازرق سے گزرے تو پوچھا: یہ وادی کون سی ہے؟ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض کیا: یہ وادیٔ ازرق ہے۔ آپ نے فرمایا: گویا میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو چوٹی سے اترتے ہوئے دیکھ رہا ہوں اور آپ تلبیہ کے الفاظ کے ساتھ آواز بلند کر کے اپنے رب کی طرف متوجہ ہیں۔ پھر آپ ﷺ وادیٔ ہرشیٰ کے پاس تشریف لائے اور پوچھا: یہ وادی کون سی ہے؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: یہ وادی ہرشی ہے۔ آپ نے فرمایا: گویا میں حضرت یونس بن متی علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں۔ آپ سرخ رنگ کی موٹی اونٹنی پر سوار ہیں۔ آپ نے اونی جبہ زیب تن فرما رکھا ہے۔ آپ کی اونٹنی کی مہار چھال کی ہے اور آپ تلبیہ پڑھ رہے ہیں...... الحدیث۔ (2)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جب قریش نے (سفر معراج کے متعلق) مجھے جھٹلایا تو میں حطیم میں کھڑا ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو میرے سامنے ظاہر فرما دیا اور میں اس کو دیکھ دیکھ کر اس کی نشانیاں قریش کو بتانے لگا۔ (3)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: میں مقام حطیم میں تھا اور قریش مجھ سے میرے سفر معراج کے متعلق سوال کر رہے تھے۔ انہوں نے مجھ سے بیت المقدس کی بہت سی چیزوں کے متعلق سوال کیے جو میرے ذہن میں محفوظ نہیں تھیں۔ مجھے اس صورت حال پر اتنا دکھ محسوس ہوا جتنا کبھی نہیں ہوا تھا۔ فرمایا: پھر اللہ تعالیٰ نے اس (بیت المقدس) کو میری آنکھوں کے سامنے کر دیا اور میں اسے دیکھنے لگا۔ وہ بیت المقدس کی جس چیز کے متعلق مجھ سے سوال کرتے، میں اس کو دیکھ کر ان کو جواب دے دیتا۔ اور میں نے اپنے آپ کو انبیائے کرام علیہم السلام کی جماعت کے ساتھ پایا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ دیکھا تو وہ گھنگریالے بالوں والے مرد تھے گویا کہ وہ قبیلہ شنوءہ کے مردوں سے مشابہ ہوں۔ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام بھی کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ لوگوں میں سے عروہ بن مسعود ثقفی ان سے زیادہ مشابہ ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ ان کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہت رکھنے والے

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 94　　2۔ ایضاً　　3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 96

تمہارے یہ صاحب یعنی حضور ﷺ خود ہیں۔ پھر نماز کا وقت آ گیا تو میں نے ان سب کی امامت کرائی۔ جب میں نماز سے فارغ ہوا تو کسی کہنے والے نے کہا: اے محمد! ﷺ یہ مالک ہیں جو دوزخ کے داروغہ ہیں، ان کو سلام کیجئے۔ میں ان کی طرف متوجہ ہوا تو انہوں نے سلام کرنے میں پہل کی۔(1)

حضرت ابو حمید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ہم غزوۂ تبوک کے لیے حضور ﷺ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ ہم وادیٔ قریٰ میں ایک عورت کے باغ کے پاس پہنچے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اس باغ کے پھل کا تخمینہ لگاؤ۔ ہم نے تخمینہ لگایا۔ حضور ﷺ نے اس کا تخمینہ دس وسق لگایا۔ پھر آپ نے اس عورت سے فرمایا: اس باغ کے پھل کا حساب رکھنا حتی کہ ہم لوٹ کر تمہارے پاس آئیں، انشاء اللہ۔ ہم چل پڑے حتی کہ تبوک پہنچ گئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: آج رات سخت تیز ہوا چلے گی۔ تم میں سے کوئی شخص اس میں کھڑا نہ ہو۔ اور جس کے پاس اونٹ ہو وہ اس کی رسی کو باندھ دے۔ (حضور ﷺ کی پیشگوئی کے مطابق) شدید ہوا چلی۔ ایک آدمی کھڑا ہوا تو ہوا نے اس کو اٹھا کر طے کے پہاڑوں پر پھینک دیا۔ والی ایلہ ابن العلماء کا قاصد حضور ﷺ کے پاس ایک خط لایا۔ اور والیٔ ایلہ نے آپ ﷺ کو ایک خچر بطور ہدیہ پیش کیا۔ حضور ﷺ نے بھی اس کی طرف ایک خط لکھا اور ایک چادر بطور ہدیہ عطا فرمائی۔ پھر ہم روانہ ہوئے حتی کہ وادیٔ القریٰ میں پہنچ گئے۔ حضور ﷺ نے اس عورت سے پوچھا کہ اس کے باغ میں پھل کہاں تک پہنچا تھا تو اس نے عرض کیا: دس وسق...... الحدیث۔(2)

مہرِ نبوت کا معجزہ

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ کے سر کے اگلے حصے اور داڑھی مبارک میں بال سفید ہونا شروع ہو گئے تھے۔ اگر آپ تیل لگاتے تو یہ بال ظاہر نہ ہوتے اور جب سر کے بال بکھرتے تو یہ بال ظاہر ہو جاتے۔ آپ کی داڑھی مبارک کے بال گھنے تھے۔ ایک شخص نے کہا: آپ کا چہرہ تلوار کی مانند تھا تو حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: نہیں، بلکہ آپ کا چہرہ آفتاب و ماہتاب کی مانند تھا۔ آپ کا چہرۂ مبارک گول تھا۔ میں نے آپ کے کندھے کے پاس کبوتری کے انڈے کے برابر مہرِ نبوت دیکھی جس کا رنگ آپ کے جسدِ انور جیسا تھا۔(3)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حافظہ معجزۂ رسول ﷺ ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: تم کہتے ہو کہ ابو ہریرہ حضور ﷺ کی زیادہ احادیث روایت کرتا ہے۔ اور تم یہ بھی کہتے ہو کہ (دیگر) مہاجرین اور انصار کیوں حضور ﷺ کی احادیث اس مقدار میں روایت نہیں کرتے جتنی احادیث ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 96 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 246 3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 259

کرتے ہیں۔(جب کہ بات یہ ہے کہ) میرے مہاجر بھائی بازار میں خرید وفروخت میں مصروف رہتے تھے جب کہ میں صرف پیٹ بھر کھانے پر قناعت کر کے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر رہتا تھا۔ جب وہ بارگاہ رسالت سے دور ہوتے تھے تو میں حاضر ہوتا تھا اور میں یاد رکھتا تھا جب وہ بھول جاتے تھے۔ اور میرے انصاری بھائی اپنی زمینوں پر کام کاج میں مصروف ہوتے تھے اور میں صفہ کے مسکینوں میں سے ایک مسکین شخص تھا۔ جب وہ بھولتے تھے تو میں یاد رکھتا تھا۔ ایک روز حضور ﷺ نے اپنی گفتگو کے دوران فرمایا: جو شخص میری اس گفتگو کے ختم ہونے تک اپنا کپڑا بچھائے رکھے گا۔ پھر اسے اپنے سینے کے ساتھ لگائے گا، اسے میری حدیث یاد رہے گی۔ سو میں نے چمڑے کا وہ کپڑا بچھا دیا جو میرے اوپر تھا۔ حتی کہ جب حضور ﷺ نے اپنی گفتگو ختم کی تو میں نے اس کپڑے کو اپنے سینے کے ساتھ لگالیا۔ حضور ﷺ کے اس فرمان کے بعد مجھے کچھ نہیں بھولا۔(1)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ میں نے آپ سے بہت ساری احادیث طیبہ سنی ہیں لیکن میں ان کو بھول جاتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: اپنی چادر بچھاؤ۔ میں نے چادر بچھائی۔ آپ نے ہاتھوں سے یوں اشارہ کیا جیسے آپ ہاتھوں سے چادر میں کوئی چیز ڈال رہے ہوں۔ پھر فرمایا: اسے اپنے (سینے کے) ساتھ لگاؤ۔ میں نے اس کو اپنے ساتھ لگایا اور پھر مجھے کوئی حدیث فراموش نہیں ہوئی۔(2)

شق قمر کا معجزہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ کے (مکی) عہد میں چاند دو ٹکڑے ہوا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: دیکھ لو (یعنی یہ میری صداقت کی نشانی ہے) (3)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اہل مکہ نے حضور ﷺ سے اپنی (نبوت کی صداقت کی) نشانی دکھانے کا مطالبہ کیا تو آپ نے ان کو چاند کے پھٹنے کا معجزہ دکھایا۔(4)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اہل مکہ نے حضور ﷺ سے معجزہ دکھانے کا مطالبہ کیا تو آپ نے ان کو دکھایا کہ چاند دو ٹکڑوں میں تقسیم ہو گیا اور لوگوں نے جبل حرا کو ان دونوں ٹکڑوں کے درمیان دیکھا۔(5)

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: چاند شق ہوا۔ اس وقت ہم منیٰ میں حضور ﷺ کے ساتھ تھے۔ آپ نے فرمایا: (قدرت خداوندی کی یہ نشانی) دیکھ لو۔ چاند کا

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 75-274　2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 515　3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 513
4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 513　5۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 546

ایک ٹکڑا پہاڑ کی طرف چلا گیا۔(1)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: اہل مکہ نے حضور ﷺ سے معجزے کا مطالبہ کیا تو مکہ میں چاند دو مرتبہ شق ہوا۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ (قمر: 1) (2) ''قیامت قریب آ گئی ہے اور چاند پھٹ گیا ہے''۔

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ کے زمانے میں چاند شق ہوا حتی کہ اس کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ ایک ٹکڑا اس پہاڑی پر تھا اور دوسرا ٹکڑا اس پہاڑی پر۔ کچھ لوگ کہنے لگے: محمد (ﷺ) نے ہم پر جادو کر دیا ہے۔ کچھ دوسرے کہنے لگے: اگر انہوں نے ہم پر جادو کیا ہے تو وہ تمام لوگوں پر تو جادو نہیں کر سکتے۔(3)

معراج النبی ﷺ کا معجزہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ حدیث سنایا کرتے تھے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: میں مکہ میں تھا کہ میرے گھر کی چھت کو کھولا گیا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور انہوں نے میرے سینے کو کھولا۔ پھر اسے آب زمزم سے دھویا۔ پھر سونے کا ایک برتن لائے جو حکمت اور ایمان سے لبریز تھا اور اسے میرے سینے میں انڈیل دیا۔ پھر اسے (یعنی میرے سینے کو) جوڑ دیا۔ پھر میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے لے کر آسمان کی طرف اوپر چلے۔ جب میں پہلے آسمان پر پہنچا تو جبریل امین نے آسمان کے داروغہ سے کہا: کھولو۔ اس نے پوچھا: کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا: جبرائیل ہوں۔ اس نے پوچھا: کیا تمہارے ساتھ بھی کوئی ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں، میرے ساتھ محمد ﷺ ہیں۔ اس نے پوچھا: کیا انہیں بلوایا گیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں۔ جب دروازہ کھولا گیا تو ہم پہلے آسمان پر چڑھے۔ وہاں ایک شخصیت تشریف فرما تھی۔ ان کی دائیں جانب بھی کچھ صورتیں تھیں اور بائیں جانب بھی۔ وہ اپنی دائیں جانب نظر کرتے تو ہنسنے لگتے اور بائیں جانب نظر اٹھتی تو رو دیتے۔ انہوں نے کہا: نبی صالح اور فرزند بزرگوار کو خوش آمدید۔ میں نے جبریل امین سے پوچھا: یہ صاحب کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: یہ حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور ان کے دائیں بائیں ان کی اولاد کی روحیں ہیں۔ ان میں سے دائیں جانب والے جنتی ہیں اور بائیں جانب والے دوزخی ہیں۔ اسی لیے جب وہ دائیں جانب دیکھتے ہیں تو ہنسنے لگتے ہیں اور بائیں جانب دیکھتے ہیں تو رو دیتے ہیں۔ (ہم نے سفر جاری رکھا) حتی کہ مجھے دوسرے آسمان تک لے جایا گیا۔ جبریل علیہ السلام نے آسمان کے داروغہ سے کہا: دروازہ کھولو۔ اس داروغہ

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 546 2۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 161 3۔ ایضاً

نے بھی حضرت جبریل امین سے وہی باتیں کہیں جو پہلے آسمان کے داروغہ نے کہی تھیں۔ پھر دروازہ کھولا گیا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ آپ نے (مختلف) آسمانوں پر حضرات آدم، ادریس، موسیٰ، عیسیٰ اور ابراہیم علیہم السلام کو پایا اور انہوں نے اس بات کا تعین نہیں کیا کہ کس آسمان پر کس نبی سے ملاقات ہوئی، سوائے اس کے کہ انہوں نے بیان کیا کہ پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام کو اور چھٹے آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پایا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: جب حضرت جبریل علیہ السلام حضور ﷺ کو لے کر حضرت ادریس علیہ السلام کے پاس سے گزرے تو انہوں نے کہا: نبی صالح اور برادر صالح کو خوش آمدید۔ میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: یہ حضرت ادریس علیہ السلام ہیں۔ پھر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا۔ انہوں نے کہا، نبی صالح اور برادر صالح کو خوش آمدید۔ میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ پھر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا۔ انہوں نے کہا: نبی صالح اور برادر صالح کو خوش آمدید۔ میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ پھر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے گزرا۔ انہوں نے فرمایا: نبی صالح اور فرزند صالح کو خوش آمدید۔ میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ ابن شہاب فرماتے ہیں: ابن حزم نے مجھے بتایا کہ حضرت ابن عباس اور حضرت ابوحبہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرمایا کرتے تھے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: پھر مجھے بلندیوں کی طرف لے جایا گیا حتی کہ میں مقام مستوی پر پہنچا۔ وہاں مجھے قلموں کے چلنے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ حضرت ابن حزم اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میری امت پر پچاس نمازیں فرض کیں۔ میں یہ نمازیں لے کر واپس لوٹا حتی کہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا۔ انہوں نے پوچھا: اللہ تعالیٰ نے آپ کی خاطر آپ کی امت پر کیا فرض کیا ہے؟ میں نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ نے پچاس نمازیں فرض کی ہیں۔ انہوں نے فرمایا: واپس بارگاہ خداوندی میں (تخفیف کے لیے) حاضری دیں۔ آپ کی امت اتنی نمازیں ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتی۔ میں واپس بارگاہ خداوندی میں حاضر ہوا تو اللہ تعالیٰ نے کچھ نمازیں کم کر دیں۔ میں واپس حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور انہیں بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ نمازیں کم کر دی ہیں۔ انہوں نے فرمایا: واپس بارگاہ خداوندی میں حاضر ہوں، آپ کی امت اتنی نمازیں نہیں پڑھ سکے گی۔ میں پھر بارگاہ خداوندی میں حاضر ہوا تو اللہ تعالیٰ نے کچھ نمازیں مزید کم کر دیں۔ میں واپس حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو انہوں نے فرمایا: واپس

بارگاہ خداوندی میں حاضری دیں، آپ کی امت اتنی نمازیں نہیں پڑھ سکے گی۔ میں واپس بارگاہ خداوندی میں حاضر ہوا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ پانچ نمازیں ہیں (جن کی ادائیگی آپ کی امت پر فرض ہے۔) اور ان پر ثواب پچاس نمازوں کا ہے۔ میرا قول تبدیل نہیں ہوا کرتا۔ میں واپس حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس گیا تو انہوں نے فرمایا: اپنے پروردگار سے پھر رجوع کیجئے۔ میں نے کہا: اب مجھے اپنے رب سے حیا آتی ہے۔ پھر مجھے لے جایا گیا حتی کہ مجھے سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچایا گیا۔ مختلف رنگوں نے اس کو گھیر رکھا تھا، میں ان کی کیفیت کو بیان نہیں کر سکتا۔ پھر مجھے جنت میں داخل کیا گیا۔ اس میں موتیوں کے ہار تھے اور اس کی مٹی کستوری کی تھی۔ (1)

نوٹ: یہ حدیث پاک صحیح البخاری، جلد اول کے صفحہ نمبر 471 پر، کتاب الانبیاء، میں بھی موجود ہے۔ وہاں ''حبائل اللؤلؤ'' کی جگہ ''جنابذ اللؤلؤ'' کے الفاظ مذکور ہیں جس کا مطلب ہے، موتیوں کے گنبد اور یہی زیادہ صحیح ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے انہیں شب اسراء کے متعلق بتایا اور فرمایا: میں حطیم میں تھا یا فرمایا: میں حجر میں لیٹا ہوا تھا۔ (نوٹ: حطیم اور حجر ایک ہی جگہ کے دو نام ہیں۔) کہ کوئی آنے والا میرے پاس آیا اور اس نے میرا سینہ شق کیا۔ راوی کہتے ہیں: میں نے آپ کو یہ فرماتے سنا: اس نے یہاں سے یہاں تک چاک کیا۔ جارود میرے ساتھ بیٹھے تھے، میں نے ان سے پوچھا: اس جملے سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے جواب دیا: گلے سے لے کر موئے زیر ناف تک۔ راوی کہتے ہیں: میں نے انہیں یہ کہتے بھی سنا: سینے سے موئے زیر ناف تک۔ اس نے میرے دل کو نکالا۔ پھر میرے پاس سونے کا ایک برتن لایا گیا جو ایمان سے لبریز تھا۔ میرے دل کو دھویا گیا۔ اسے (خدا کی محبت اور ایمان سے) بھرا گیا اور پھر اسے اپنی جگہ پر واپس رکھ دیا گیا۔ پھر میرے پاس ایک سفید چوپایہ لایا گیا جو خچر سے چھوٹا اور گدھے سے بڑا تھا۔ جارود نے ان سے کہا: اے ابوحمزہ! اس کا نام براق ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ وہ اپنا قدم وہاں رکھتا ہے جہاں اس کی نظر پہنچتی ہے۔ مجھے اس پر سوار کیا گیا۔ حضرت جبریل امین علیہ السلام مجھے لے کر روانہ ہوئے حتی کہ پہلے آسمان پر پہنچے۔ انہوں نے دروازہ کھولنے کے لیے کہا۔ ان سے پوچھا گیا: کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا: جبریل ہوں۔ پوچھا گیا: تمہارے ساتھ کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: میرے ساتھ حضرت محمد ﷺ ہیں۔ پوچھا گیا: کیا انہیں بلوایا گیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں۔ کہا گیا: ان کو خوش آمدید۔

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 51-50

ان کی آمد کتنی اچھی ہے۔ دروازہ کھولا گیا۔ میں آسمان پر پہنچا تو دیکھا کہ وہاں حضرت آدم علیہ السلام تشریف فرما تھے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: یہ آپ کے جد امجد آدم علیہ السلام ہیں، ان کو سلام کیجئے۔ میں نے ان کو سلام کیا۔ انہوں نے مجھے سلام کا جواب دیا پھر فرمایا: فرزند صالح اور نبی صالح کو خوش آمدید۔ پھر حضرت جبریل امین علیہ السلام اوپر کی طرف چلے حتیٰ کہ دوسرے آسمان پر پہنچے اور دروازہ کھولنے کے لیے کہا۔ ان سے پوچھا گیا: کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا: جبرائیل ہوں۔ پوچھا گیا: تمہارے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا: محمد ﷺ ہیں۔ پوچھا گیا: کیا انہیں بلوایا گیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں۔ کہا گیا: انہیں خوش آمدید، ان کی آمد کتنی خوش آئند ہے۔ دروازہ کھولا گیا۔ جب میں دوسرے آسمان پر پہنچا تو دیکھا کہ وہاں حضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ علیہما السلام موجود تھے۔ وہ دونوں خالہ زاد ہیں۔ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نے کہا: یہ حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام ہیں۔ ان کو سلام کیجئے۔ میں نے ان کو سلام کیا اور انہوں نے جواب دیا۔ پھر ان دونوں نے کہا: برادر نیک اور نبی صالح کو خوش آمدید۔ پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام مجھے لے کر تیسرے آسمان کی طرف بلند ہوئے اور دروازہ کھونے کے لیے کہا۔ پوچھا گیا: کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا: جبرائیل ہوں۔ پوچھا گیا: تمہارے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا: محمد ﷺ ہیں۔ پوچھا گیا: کیا انہیں بلوایا گیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں۔ کہا گیا: انہیں خوش آمدید، ان کی آمد کتنی خوش آئند ہے۔ پھر دروازہ کھولا گیا۔ جب میں آسمان پر پہنچا تو دیکھا کہ وہاں حضرت یوسف علیہ السلام موجود تھے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا: یہ حضرت یوسف علیہ السلام ہیں۔ ان کو سلام کیجئے۔ میں نے ان کو سلام کیا اور انہوں نے سلام کا جواب دیا۔ پھر انہوں نے کہا: برادر نیک اور نبی صالح کو خوش آمدید۔ پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام مجھے لے کر اوپر کی طرف گئے حتیٰ کہ چوتھے آسمان پر پہنچے اور دروازہ کھولنے کے لیے کہا۔ پوچھا گیا: کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا: جبرائیل ہوں۔ پوچھا گیا: تمہارے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا: محمد ﷺ ہیں۔ پوچھا گیا: کیا انہیں بلوایا گیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں۔ کہا گیا: انہیں خوش آمدید، ان کی آمد کتنی خوش آئند ہے۔ دروازہ کھولا گیا۔ جب میں حضرت ادریس علیہ السلام کے پاس پہنچا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا: یہ حضرت ادریس علیہ السلام ہیں۔ ان کو سلام کیجئے۔ میں نے ان کو سلام کیا اور انہوں نے سلام کا جواب دیا۔ پھر فرمایا: برادر نیک اور نبی صالح کو خوش آمدید۔ پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام مجھے لے کر اوپر کی طرف روانہ ہوئے حتیٰ کہ پانچویں آسمان پر پہنچے اور دروازہ کھولنے کے لیے کہا۔ پوچھا گیا: کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا: جبرائیل ہوں۔ پوچھا گیا: تمہارے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا: محمد

ﷺ ہیں۔ پوچھا گیا: کیا انہیں بلوایا گیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں۔ کہا گیا: انہیں خوش آمدید، ان کی آمد کتنی خوش آئند ہے۔ جب میں آسمان کے اوپر پہنچا تو وہاں حضرت ہارون علیہ السلام موجود تھے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: یہ حضرت ہارون علیہ السلام ہیں۔ ان کو سلام کیجئے۔ میں نے ان کو سلام کیا اور انہوں نے سلام کا جواب دیا۔ پھر انہوں نے کہا، برادر نیک اور نبی صالح کو خوش آمدید۔ پھر حضرت جبریئل امین مجھے لے کر اوپر کی طرف روانہ ہوئے حتی کہ چھٹے آسمان پر پہنچ گئے اور دروازہ کھولنے کے لیے کہا۔ پوچھا گیا: کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا: جبرائیل ہوں۔ پوچھا گیا: تمہارے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا: محمد ﷺ ہیں۔ پوچھا گیا: کیا انہیں بلوایا گیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں۔ کہا گیا: انہیں خوش آمدید۔ ان کی آمد کتنی خوش آئند ہے۔ جب میں آسمان پر پہنچا تو وہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام موجود تھے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ ان کو سلام کیجئے۔ میں نے ان کو سلام کیا اور انہوں نے سلام کا جواب دیا۔ پھر فرمایا: برادر نیک اور نبی صالح کو خوش آمدید۔ جب میں ان سے آگے بڑھا تو وہ رو دیے۔ ان سے پوچھا گیا: آپ کے رونے کی وجہ کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: میں رو اس لیے رہا ہوں کہ ایک جوان جو میرے بعد مبعوث ہوا، اس کے امتیوں میں سے میرے امتیوں کی نسبت زیادہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔ پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام مجھے لے کر ساتویں آسمان کی طرف بلند ہوئے اور دروازہ کھولنے کے لیے کہا: پوچھا گیا: کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا: جبرائیل ہوں۔ پوچھا گیا: تمہارے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا: محمد ﷺ ہیں۔ پوچھا گیا: کیا انہیں بلوایا گیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں۔ اس (داروغے) نے کہا: انہیں خوش آمدید، ان کی آمد بڑی خوش آئند ہے۔ جب میں آسمان پر پہنچا تو وہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام تشریف فرما تھے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا: یہ آپ کے جد امجد ہیں۔ ان کو سلام کریں۔ میں نے ان کو سلام کیا۔ انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا اور فرمایا: فرزند نیک اور نبی صالح کو خوش آمدید۔ پھر مجھے اوپر سدرۃ المنتہیٰ تک لے جایا گیا۔ اس کے پھل ہجر کے مٹکوں جیسے اور اس کے پتے ہاتھی کے کان جیسے تھے۔ حضرت جبریل امین نے کہا: یہ سدرۃ المنتہیٰ ہے۔ وہاں چار نہریں تھیں۔ دو باہر نکلنے والی اور دو اندر رواں رہنے والی۔ میں نے پوچھا: جبرائیل! یہ کیا ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: اندر بہنے والی دو نہریں جنت کی نہریں ہیں اور باہر نکلنے والی دو نہریں نیل اور فرات ہیں۔ پھر البیت المعمور کو میرے سامنے کیا گیا۔ پھر میرے سامنے ایک برتن شراب کا، ایک برتن دودھ کا اور ایک برتن شہد کا لایا گیا۔ میں نے دودھ والا برتن پکڑ لیا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: یہ فطرت ہے (یعنی دین فطرت ہے جو آپ نے چن لیا

ہے۔) آپ اور آپ کی امت فطرت پر قائم رہے گی۔ پھر مجھ پر ہر روز میں پچاس نمازیں فرض کی گئیں۔ میں واپس لوٹا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا۔ انہوں نے پوچھا: آپ کو کس چیز کا حکم ملا ہے؟ آپ نے فرمایا: مجھے روزانہ پچاس نمازیں پڑھنے کا حکم ملا ہے۔ انہوں نے فرمایا: آپ کی امت پر ہر روز پچاس نمازیں نہیں پڑھ سکے گی۔ خدا کی قسم، میں نے آپ سے پہلے لوگوں کو آزمایا ہے اور میں نے بنو اسرائیل پر سخت مشق کی ہے۔ اس لیے آپ واپس اپنے پروردگار کے پاس حاضر ہوں اور امت کے لیے تخفیف کی التجا کریں۔ میں واپس گیا تو اللہ تعالیٰ نے دس نمازیں معاف فرما دیں۔ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس واپس گیا تو انہوں نے وہی بات کہی جو پہلے کہی تھی۔ میں پھر بارگاہ خداوندی میں واپس گیا تو اللہ تعالیٰ نے دس نمازیں (مزید) کم کر دیں۔ میں واپس حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس گیا تو انہوں نے وہی بات کہی جو پہلے کہی تھی۔ میں واپس بارگاہ خداوندی میں حاضر ہوا تو اللہ تعالیٰ نے دس نمازیں (مزید) کم کر دیں۔ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس واپس گیا تو انہوں نے وہی بات کہی جو پہلے کہی تھی۔ میں واپس گیا تو مجھے ہر روز دس نمازیں پڑھنے کا حکم ملا۔ میں واپس گیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر وہی بات کہی۔ میں واپس لوٹا تو مجھے روزانہ پانچ نمازیں پڑھنے کا حکم ملا۔ میں واپس حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس گیا تو انہوں نے پوچھا: آپ کو کیا حکم ملا ہے؟ میں نے جواب دیا: مجھے روزانہ پانچ نمازیں پڑھنے کا حکم ملا ہے۔ انہوں نے فرمایا: آپ کی امت روزانہ پانچ نمازیں نہیں پڑھ سکے گی۔ میں نے آپ سے پہلے لوگوں کا تجربہ کیا ہے اور بنو اسرائیل پر بہت مشق کی ہے۔ اس لیے آپ واپس اپنے پروردگار کی بارگاہ میں حاضری دیں اور اپنی امت کے لیے تخفیف کی التجا کریں۔ آپ نے فرمایا: میں نے بار بار اپنے رب سے تخفیف کا سوال کیا ہے حتیٰ کہ مجھے شرم آنے لگی ہے۔ میں اس فریضے پر خوش ہوں اور اس کو قبول کرتا ہوں۔ جب میں آگے بڑھا تو ندا دینے والے نے ندا دی۔ میں نے اپنے فریضے کو بھی جاری کر دیا ہے اور اپنے بندوں پر تخفیف بھی کر دی ہے۔(1) (یعنی پڑھنے کے لحاظ سے نمازیں پانچ کر دی ہیں اور ثواب کے حساب سے پچاس بدستور قائم ہیں۔)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے پاس براق لایا گیا۔ وہ سفید رنگ کا ایک لمبا چوپایہ تھا جو گدھے سے بڑا اور خچر سے چھوٹا تھا۔ اس کا قدم اس کی نظر کی آخری حد پر پڑتا تھا۔ فرمایا: میں اس پر سوار ہوا حتیٰ کہ میں بیت المقدس آیا اور میں نے براق کو اس حلقے کے ساتھ باندھ دیا جس کے ساتھ انبیائے کرام علیہم السلام اپنی سواریاں

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 50-548

باندھتے تھے۔ فرمایا: پھر میں مسجد میں داخل ہوا اور دو رکعتیں پڑھیں۔ پھر میں باہر نکلا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام میرے پاس ایک برتن شراب کا اور ایک برتن دودھ کا، لے آئے۔ میں نے دودھ کو پسند کیا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: آپ نے فطرت کو اختیار کیا ہے۔ پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام ہمیں لے کر آسمان کی طرف روانہ ہوئے اور دروازہ کھولنے کے لیے کہا۔ پوچھا گیا: تم کون ہو؟ انہوں نے جواب دیا: جبرائیل ہوں۔ پوچھا گیا: تمہارے ساتھ کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: محمد ﷺ ہیں۔ پوچھا گیا: کیا ان کو بلوایا گیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں، ان کو بلوایا گیا ہے۔ ہمارے لیے دروازہ کھولا گیا۔ دیکھا تو میں حضرت آدم علیہ السلام کے پاس تھا۔ انہوں نے مجھے خوش آمدید کہا اور میرے لیے دعائے خیر کی۔ پھر وہ ہمیں لے کر دوسرے آسمان کی طرف گئے۔ جبریل امین نے دروازہ کھولنے کے لیے کہا۔ پوچھا گیا: کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا: جبرائیل ہوں۔ پوچھا گیا: تمہارے ساتھ کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: محمد ﷺ ہیں۔ پوچھا گیا: کیا ان کو بلوایا گیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں، انہیں بلوایا گیا ہے۔ دروازہ کھولا گیا تو میں دو خالہ زاد بھائیوں عیسیٰ بن مریم اور یحییٰ بن زکریا علیہم السلام کے ساتھ تھا۔ انہوں نے مجھے خوش آمدید کہا اور میرے لیے دعائے خیر کی۔ پھر ہمیں تیسرے آسمان کی طرف اوپر لے جایا گیا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے دروازہ کھولنے کے لیے کہا۔ پوچھا گیا: آپ کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: جبرائیل ہوں۔ پوچھا گیا: تمہارے ساتھ کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: محمد ﷺ ہیں۔ پوچھا گیا: کیا ان کو بلوایا گیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں، انہیں بلوایا گیا ہے۔ ہمارے لیے دروازہ کھلا تو میں حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ تھا۔ یہ وہ ہستی ہیں جن کو حسن سے حظ وافر عطا ہوا تھا۔ انہوں نے مجھے خوش آمدید کہا اور میرے لیے دعائے خیر کی۔ پھر ہمیں چوتھے آسمان کی طرف لے جایا گیا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے دروازہ کھولنے کے لیے کہا۔ پوچھا گیا: کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: جبرائیل ہوں۔ پوچھا گیا: تمہارے ساتھ کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: محمد ﷺ ہیں۔ پوچھا گیا: کیا انہیں بلوایا گیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں، ان کو بلوایا گیا ہے۔ دروازہ کھولا گیا تو میں حضرت ادریس علیہ السلام کے پاس تھا۔ انہوں نے مجھے خوش آمدید کہا اور میرے لیے دعائے خیر کی۔ انہی کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ''ہم نے ان کو بلند مقام پر فائز کیا ہے''۔ پھر ہمیں پانچویں آسمان کی طرف لے جایا گیا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے دروازہ کھولنے کے لیے کہا۔ پوچھا گیا: کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: جبرائیل ہوں۔ پوچھا گیا: تمہارے ساتھ کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: محمد ﷺ ہیں۔ پوچھا گیا: کیا ان کو بلوایا گیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں، ان کو بلوایا گیا ہے۔ ہمارے لیے دروازہ

کھلا تو میں حضرت ہارون علیہ السلام کے ساتھ تھا۔ انہوں نے مجھے خوش آمدید کہا اور میرے لیے دعائے خیر کی۔ پھر ہمیں اوپر چھٹے آسمان کی طرف لے جایا گیا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے دروازہ کھونے کے لیے کہا۔ پوچھا گیا: کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: جبرائیل ہوں۔ پوچھا گیا: تمہارے ساتھ کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: محمد ﷺ ہیں۔ پوچھا گیا: کیا انہیں بلوایا گیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں، انہیں بلوایا گیا ہے۔ ہمارے لیے دروازہ کھولا گیا تو میں نے اپنے آپ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس پایا۔ انہوں نے مجھے خوش آمدید کہا اور میرے لیے دعائے خیر کی۔ پھر ہمیں ساتویں آسمان کی طرف لے جایا گیا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے دروازہ کھولنے کے لیے کہا۔ پوچھا گیا: کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: جبرائیل ہوں۔ پوچھا گیا: تمہارے ساتھ کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: محمد ﷺ ہیں۔ پوچھا گیا: کیا انہیں بلوایا گیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں، انہیں بلوایا گیا ہے۔ دروازہ ہمارے لیے کھولا گیا تو میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس تھا۔ انہوں نے اپنی پشت سے بیت معمور کا سہارا لے رکھا تھا۔ اس بیت معمور میں روزانہ ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں جن کو دوبارہ اس میں داخل ہونے کی سعادت نہیں ملتی۔ پھر مجھے سدرۃ المنتہیٰ تک لے جایا گیا۔ اس کے پتے ہاتھی کے کانوں اور اس کے پھل مٹکوں کی طرح تھے۔ فرمایا: جب اس کو امر ربی نے اپنے احاطے میں لیا تو اس کی حالت بدل گئی اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے کوئی چیز اس کے حسن کی کیفیات کو بیان نہیں کر سکتی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی فرمائی جو فرمائی اور ہر شب و روز میں پچاس نمازیں مجھ پر فرض کیں۔ میں واپس حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو انہوں نے پوچھا: آپ کے رب نے آپ کی امت پر کیا فرض کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: پچاس نمازیں فرض کی ہیں۔ انہوں نے فرمایا: آپ واپس اپنے رب کی بارگاہ میں حاضری دیں اور تخفیف کی درخواست کریں کیونکہ آپ کی امت یہ فریضہ ادا نہیں کر سکے گی۔ میں نے اس سلسلے میں بنو اسرائیل کو بہت آزمایا ہے۔ فرماتے ہیں: میں واپس اپنے پروردگار کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا: پروردگار! میری امت کے لیے (اس فریضے میں) ذرا نرمی فرمائیے۔ اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں معاف فرما دیں۔ میں واپس حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور انہیں بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں معاف فرما دی ہیں۔ انہوں نے فرمایا: آپ کی امت اتنی نمازیں نہیں پڑھ سکے گی۔ آپ واپس بارگاہ خداوندی میں حاضری دیں اور تخفیف کی درخواست کریں۔ فرماتے ہیں: میں مسلسل اپنے رب اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان آتا جاتا رہا حتی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے محمد! ﷺ یہ ہر شب و روز میں پانچ نمازیں ہیں۔ ہر نماز پر دس نمازوں کا ثواب ہوگا۔ اس طرح (از روئے ثواب و درجہ) یہ پچاس نمازیں ہیں۔ جس نے نیکی کا ارادہ

کیا اور (کسی وجہ سے) وہ نیکی کر نہ سکا، میں اس کے نامۂ اعمال میں ایک نیکی لکھ دوں گا۔ اور اگر اس نے وہ نیکی کر بھی لی تو اس کے لیے دس نیکیاں لکھوں گا۔ اور جس نے برائی کا ارادہ کیا اور اس کا ارتکاب نہ کیا، اس کے نامہ اعمال میں کچھ نہیں لکھا جائے گا اور اگر اس نے اس برائی کا ارتکاب بھی کر لیا تو اس کے نامہ اعمال میں صرف ایک برائی لکھی جائے گی۔ فرماتے ہیں: میں نیچے آیا حتی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچا اور بتایا (جو کچھ رب نے فرمایا تھا۔) انہوں نے فرمایا: واپس اپنے رب کی بارگاہ میں حاضری دیں اور تخفیف کی درخواست کریں۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں: میں نے جواب دیا: میں اتنی بار بارگاہ خداوندی میں لوٹ کر گیا ہوں کہ اب مجھے اس سے شرم آتی ہے۔ (1)

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: جب حضور ﷺ کو معراج کرایا گیا تو آپ کو سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچایا گیا۔ یہ چھٹے آسمان پر ہے۔ اور زمین سے جو چیزیں اوپر جاتی ہیں وہ اس تک پہنچتی ہیں اور یہاں سے انہیں لے لیا جاتا ہے۔ اور جو چیزیں اوپر سے نازل ہوتی ہیں، وہ بھی اس تک پہنچتی ہیں اور اس سے ان کو لے لیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: جب ڈھانپ لیا سدرہ کو جس چیز نے ڈھانپ لیا۔ فرمایا: اس سے مراد سونے کے پروانے ہیں۔ راوی کہتے ہیں: (لیلۃ المعراج کو) حضور ﷺ کو تین چیزیں عطا ہوئیں۔ نماز پنجگانہ، سورۂ بقرہ کی آخری آیات اور یہ کہ آپ کی امت کے جن لوگوں کا دامن شرک سے آلودہ نہیں ہوگا ان کے بعض کبیرہ گناہوں کو بھی معاف کر دیا جائے گا۔ (2)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: میرے پاس ایک چوپایہ پیش کیا گیا جو گدھے سے بڑا اور خچر سے چھوٹا تھا۔ اس کا قدم وہاں پڑتا تھا جہاں اس کی نظر کی آخری حد ہوتی تھی۔ میں اس پر سوار ہو گیا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام میرے ہمراہ تھے۔ میں نے (کچھ دیر) سفر کیا۔ پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: سواری سے نیچے تشریف لائیں اور نماز پڑھیں۔ میں نے سواری سے اتر کر نماز پڑھی۔ انہوں نے پوچھا: کیا آپ کو معلوم ہے کہ آپ نے کس جگہ نماز پڑھی ہے؟ آپ نے طیبہ (مدینہ) میں نماز پڑھی ہے اور یہی آپ کی ہجرت گاہ ہے۔ پھر (کچھ دیر چلنے کے بعد) حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: سواری سے نیچے تشریف لائیں اور نماز پڑھیں۔ میں نے نماز پڑھی۔ انہوں نے پوچھا: کیا آپ جانتے ہیں کہ آپ نے کس مقام پر نماز پڑھی ہے؟ آپ نے طور سیناء پر نماز پڑھی ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا تھا۔ پھر (کچھ دیر چلنے کے بعد) حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: سواری سے نیچے

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 91 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 97

تشریف لائیے اور نماز ادا فرمایئے۔ میں نے نماز پڑھی۔ انہوں نے پوچھا: کیا آپ کو معلوم ہے کہ آپ نے کہاں نماز پڑھی ہے؟ آپ نے بیت لحم میں نماز پڑھی ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جائے ولادت ہے۔ پھر میں بیت المقدس میں داخل ہوا۔ انبیائے کرام علیہم السلام میری خاطر جمع ہوئے۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے مجھے آگے کیا اور میں نے ان تمام کی امامت کرائی۔ پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام مجھے پہلے آسمان کی طرف لے گئے، وہاں حضرت آدم علیہ السلام تشریف فرما تھے۔ پھر وہ مجھے دوسرے آسمان کی طرف لے گئے، وہاں دو خالہ زاد بھائی حضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ علیہما السلام موجود تھے۔ پھر وہ مجھے تیسرے آسمان کی طرف لے گئے وہاں حضرت یوسف علیہ السلام موجود تھے۔ پھر وہ مجھے چوتھے آسمان کی طرف لے گئے وہاں حضرت ہارون علیہ السلام موجود تھے۔ پھر وہ مجھے پانچویں آسمان کی طرف لے گئے وہاں حضرت ادریس علیہ السلام موجود تھے۔ پھر وہ مجھے چھٹے آسمان پر لے گئے وہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام تشریف فرما تھے۔ پھر وہ مجھے ساتویں آسمان پر لے گئے۔ وہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام تشریف فرما تھے۔ پھر وہ مجھے سات آسمانوں سے اوپر لے گئے اور ہم سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچے۔ مجھے ایک قسم کے بادل نے ڈھانپ لیا اور میں سجدے میں گر گیا۔ مجھ سے کہا گیا: میں نے جس روز زمینوں اور آسمانوں کو پیدا کیا تھا، اس روز (اے حبیب! ﷺ) میں نے تجھ پر اور تیری امت پر پچاس نمازیں فرض کر دی تھیں۔ آپ اور آپ کی امت ان کی پابندی کریں۔ میں واپس حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آیا تو انہوں نے مجھ سے کچھ نہیں پوچھا۔ پھر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو انہوں نے پوچھا: اللہ تعالیٰ نے آپ پر اور آپ کی امت پر کتنی (نمازیں) فرض کی ہیں؟ میں نے عرض کیا: پچاس نمازیں فرض کی ہیں۔ انہوں نے فرمایا: آپ اور آپ کی امت ان نمازوں کی پابندی نہیں کر سکیں گے۔ آپ واپس بارگاہ خداوندی میں حاضر ہوں اور تخفیف کی درخواست کریں۔ میں واپس بارگاہ خداوندی میں حاضر ہوا تو اللہ تعالیٰ نے دس نمازیں کم کر دیں۔ میں واپس حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو انہوں نے پھر مجھے بارگاہ خداوندی میں حاضر ہونے کا حکم دیا۔ میں واپس بارگاہ خداوندی میں حاضر ہوا تو اللہ تعالیٰ نے دس نمازیں (مزید) کم کر دیں۔ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس واپس گیا تو انہوں نے مجھے پھر واپس جانے کے لیے فرمایا۔ میں واپس بارگاہ خداوندی میں حاضر ہوا تو اللہ تعالیٰ نے دس نمازیں (مزید) کم کر دیں۔ پھر نمازیں پانچ کر دی گئیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: واپس بارگاہ خداوندی میں حاضری دیں اور تخفیف کی التجا کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بنو اسرائیل پر دو نمازیں فرض کی تھیں اور انہوں نے دو نمازوں کی پابندی نہیں کی۔ میں واپس بارگاہ خداوندی میں حاضر ہوا اور تخفیف کی التجا کی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے

جس روز زمینوں اور آسمانوں کو پیدا کیا تھا اسی روز آپ پر اور آپ کی امت پر پچاس نمازیں فرض کر دی تھیں۔ اب ان پچاس نمازوں کی جگہ یہ پانچ نمازیں ہیں۔ آپ اور آپ کی امت ان پانچ نمازوں کی پابندی کریں۔ میں سمجھ گیا کہ اب یہ حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے حتمی ہے۔ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس گیا تو انہوں نے فرمایا: واپس جائیں لیکن میں سمجھ چکا تھا کہ اب اللہ تعالیٰ کا یہ حکم حتمی ہے اس لیے میں واپس نہیں گیا۔(1)

سواری کے مامور من اللہ ہونے کا معجزہ

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حدیبیہ کے زمانہ میں حضور ﷺ ایک ہزار اور چند صد اصحاب کے ساتھ روانہ ہوئے۔ جب آپ ذوالحلیفہ کے مقام پر پہنچے تو آپ نے قربانی کے جانوروں کے گلے میں قلادے لٹکائے، انہیں نشان زدہ کیا اور عمرے کا احرام باندھا۔ حضور ﷺ جب اس چوٹی پر پہنچے جس سے مکہ کی طرف اترتے ہیں تو آپ کی اونٹنی بیٹھ گئی۔ لوگوں نے اونٹنی کو اٹھانے کے لیے مخصوص آوازیں نکالیں اور دو مرتبہ یہ جملہ کہا: قصویٰ کا رویہ بدل گیا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: نہ اس کا رویہ بدلا ہے اور نہ یہ اس کی عادت ہے لیکن اس کو اس طاقت نے آگے بڑھنے سے روک دیا ہے جس نے ہاتھی والوں کو روکا تھا۔ (مراد ابرہہ کا ہاتھی ہے جس نے کعبہ کو مسمار کرنے کا ارادہ کیا تھا۔) پھر آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، مکہ والے میرے سامنے جو بھی شرط رکھیں گے جس میں اللہ تعالیٰ کی حرمات کی تعظیم ہوگی، میں ان کی وہ شرط مان لوں گا۔ پھر آپ نے اونٹنی کو جھڑکا تو وہ اچھل کر کھڑی ہوگئی...... الحدیث۔(2)

تسبیح طعام کا معجزہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ہم معجزات کو برکت سمجھتے تھے جب کہ تم ان کو خوف کا سبب سمجھتے ہو۔ ایک سفر میں ہم حضور ﷺ کے ساتھ تھے۔ پانی کی قلت ہو گئی۔ حضور ﷺ نے فرمایا: بچا کھچا پانی لے آؤ۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ایک برتن لے آئے جس میں تھوڑا سا پانی تھا۔ آپ نے اپنا دست مبارک پانی میں ڈالا پھر فرمایا: آؤ مبارک پاکیزگی اور اللہ تعالیٰ کی برکت کی طرف۔ میں نے حضور ﷺ کی انگشتہائے مبارکہ سے پانی کو پھوٹتے ہوئے دیکھا۔ اور کھانا کھایا جا رہا ہوتا تھا اور ہم اس کی تسبیح سنتے تھے۔(3)

نزول باراں کا معجزہ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: عہد نبوی میں اہل مدینہ قحط کا شکار

1۔ سنن النسائی، جلد 1، صفحہ 78-77 2۔ سنن ابی داؤد، جلد 2، صفحہ 24 3۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 505

ہوئے۔ایک جمعۃ المبارک کوحضور ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ایک شخص اٹھا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ گھوڑے اور بکریاں ہلاک ہوگئی ہیں۔اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ ہم پر رحمت کی بارش نازل فرمائے۔آپ نے ہاتھ اٹھائے اور دعا کی۔حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: اس وقت آسمان شیشے کی طرح صاف تھا۔ہوا چلی جس سے بادل بنے اور پھر بادل اکٹھے ہوگئے اور آسمان سے موسلا دھار بارش ہونے لگی۔ہم پانی میں چلتے ہوئے اپنے گھروں تک آئے۔اگلے جمعہ تک ہم پر بارش نازل ہوتی رہی۔پھر وہی آدمی یا کوئی اور آدمی اٹھا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ گھر مسمار ہو رہے ہیں۔اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ بارش رک جائے۔حضور ﷺ نے تبسم فرمایا اور دعا کی: اے اللہ تعالیٰ ہمارے بجائے ہمارے گردونواح میں بارش نازل ہو۔میں نے دیکھا تو بادل پھٹ کر مدینے کے گردونواح میں چلے گئے اور یوں نظر آرہا تھا جیسے تاج ہو۔(1)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک شخص مسجد میں داخل ہوا۔اس وقت حضور ﷺ کھڑے خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔وہ شخص کھڑے کھڑے حضور ﷺ کی طرف متوجہ ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ مویشی ہلاک ہو گئے اور راستوں کی آمدورفت منقطع ہو گئی۔اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ ہم پر رحمت کی بارش نازل فرمائے۔حضور ﷺ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور عرض کیا: اے اللہ تعالیٰ! ہم پر بارش نازل فرما۔اے اللہ تعالیٰ! ہم پر بارش نازل فرما۔حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: خدا کی قسم، ہمیں آسمان پر بادل یا بادل کا کوئی ٹکڑا نظر نہیں آرہا تھا۔جب کہ ہمارے اور جبل سلع کے درمیان کوئی گھر یا مکان بھی نہیں تھا۔ڈھال کی مانند ایک بادل ظاہر ہوا۔جب وہ وسط آسمان میں پہنچا تو پھیل گیا اور اس سے بارش نازل ہونے لگی۔حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: خدا کی قسم، ہفتہ بھر ہمیں سورج نظر نہیں آیا۔راوی کہتے ہیں: اگلے جمعہ کو اسی دروازہ سے ایک آدمی داخل ہوا۔حضور ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے: اس نے کھڑے ہو کر حضور ﷺ کی طرف رخ کیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ مال مویشی تباہ ہو رہے ہیں اور راستے بند ہو گئے ہیں۔اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ بارش کو روک دے۔حضور ﷺ نے ہاتھ اٹھائے اور دعا کی: اے اللہ تعالیٰ! ہمارے بجائے ہمارے گردونواح میں (بارش) برسے۔اے اللہ تعالیٰ! یہ ٹیلوں پر، پہاڑیوں پر اور وادیوں کے دامن میں برسے۔اور ان جگہوں پر برسے جہاں گھاس اگتی ہے۔پھر بادل چھٹ گئے اور ہم دھوپ میں چلتے ہوئے مسجد سے نکلے۔شریک راوی کہتے ہیں: میں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا: کیا یہ وہی شخص تھا جس نے پہلی بار دعا کی درخواست کی تھی؟ انہوں نے جواب دیا: نہیں۔(2)

1۔صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 506 2۔سنن النسائی، جلد 1، صفحہ 26-225

حنین جذع کا معجزہ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ جمعہ کے دن ایک درخت، یا فرمایا: کھجور کے ساتھ کھڑے ہوا کرتے تھے۔ انصار میں سے ایک عورت یا مرد نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ کیا ہم آپ کے لیے ایک منبر نہ بنوالیں؟ فرمایا: اگر تمہاری مرضی ہے تو بنوالو۔ سو انہوں نے حضور ﷺ کے لیے ایک منبر بنوایا۔ جب جمعہ کا دن آیا اور حضور ﷺ منبر کی طرف بڑھے تو کھجور (کا تنا) یوں چیخنے لگا جیسے بچہ چیختا ہے۔ پھر حضور ﷺ منبر سے نیچے اترے اور اس تنے کو اپنے سینے کے ساتھ لگا لیا۔ وہ اس بچے کی طرح رو رہا تھا جس کو خاموش کرانے کی کوشش کی جا رہی ہو۔ راوی کہتے ہیں: وہ اس ذکر سے محروم ہونے کی وجہ سے رو رہا تھا جس کو وہ اپنے ساتھ ہوتے سنتا تھا۔ (1)

صحابہ کرام کے ہاتھوں مشعلیں آجانے کا معجزہ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے دو شخص ایک تاریک رات میں حضور ﷺ کے پاس سے روانہ ہوئے۔ دو مشعل نما چیزیں ان کے ساتھ ساتھ تھیں جو ان کے آگے روشنی کر رہی تھیں۔ جب وہ ایک دوسرے سے جدا ہوئے تو ہر ایک کے ساتھ ایک مشعل ہوگئی حتیٰ کہ وہ اپنے گھر پہنچ گئے۔ (2)

بیماریوں سے شفا کے معجزے

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے انصار میں سے کچھ لوگوں کو ابو رافع یہودی کی طرف بھیجا اور حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کا امیر مقرر فرمایا: ابو رافع حضور ﷺ کو اذیت پہنچایا کرتا تھا اور آپ کے مخالفین کی مدد کیا کرتا تھا۔ وہ ارض حجاز میں اپنے ایک قلعہ میں مقیم تھا۔ جب وہ لوگ اس کے قریب پہنچے تو سورج غروب ہو چکا تھا اور لوگ اپنے مویشیوں کو لے کر واپس لوٹ چکے تھے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا: تم یہاں بیٹھو۔ میں جاتا ہوں اور دربان کے ساتھ کوئی حیلہ کرتا ہوں، شاید میں اندر داخل ہونے میں کامیاب ہوسکوں۔ وہ روانہ ہوئے حتیٰ کہ دربان کے نزدیک پہنچ گئے۔ انہوں نے سر پر کپڑا اوڑھا اور یہ ظاہر کیا کہ وہ قضائے حاجت میں مصروف ہیں جب کہ لوگ اندر چلے گئے تھے۔ دربان نے ان کو آواز دے کر کہا: اے خدا کے بندے! اگر تم اندر آنا چاہتے ہو تو آجاؤ کیونکہ میں دروازہ بند کرنے والا ہوں۔ میں اندر داخل ہوا اور چھپ گیا۔ جب لوگ اندر آگئے تو دربان نے دروازہ بند کر دیا

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 506 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 514

اور چابیاں ایک کھونٹی کے ساتھ لٹکا دیں۔ میں گیا، چابیاں لے لیں اور دروازہ کھولا۔ رات کے وقت ابورافع کے پاس قصہ گوئی ہوتی تھی اور وہ اپنے بالا خانے میں تھا۔ جب قصہ گوئی کرنے والے اس کے پاس سے چلے گئے تو میں اس کی طرف چڑھ گیا۔ میں جو دروازہ بھی کھولتا تھا اس کو اندر سے بند کر دیتا تھا۔ میں نے اپنے جی میں کہا: ان لوگوں کو اگر میرا پتا چل گیا تو وہ اس وقت تک میرے پاس نہیں پہنچ سکیں گے جب تک کہ میں اس کو قتل نہیں کر دیتا۔ جب میں اس کے پاس پہنچا تو وہ ایک تاریک کمرے میں اپنے اہل خانہ کے درمیان تھا۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ وہ گھر میں کس جگہ پر ہے۔ میں نے آواز دی: ابورافع! اس نے پوچھا: کون ہے۔ میں آواز کی جانب گیا اور تلوار سے ایک وار کیا۔ میں حیران تھا اور سوچ رہا تھا کہ تلوار کے وار سے میرا کوئی مقصد پورا نہیں ہوا۔ وہ چیخا اور میں گھر سے نکل گیا۔ تھوڑی دیر رکا اور پھر دوبارہ اندر اس کے پاس گیا اور پوچھا: ابورافع! یہ آواز کیسی تھی؟ اس نے جواب دیا: تیرا ستیا ناس، ابھی تھوڑی دیر پہلے گھر میں موجود کسی شخص نے مجھ پر تلوار سے وار کیا ہے۔ راوی کہتے ہیں: میں نے پھر اس پر تلوار سے وار کیا۔ میں نے اس کو شدید زخمی تو کر دیا لیکن میں اس کو قتل نہیں کر سکا۔ پھر میں نے تلوار کی نوک اس کے سینے پر رکھی حتی کہ وہ اس کی پشت سے نکل گئی اور مجھے یقین ہو گیا کہ میں اس کو قتل کرنے میں کامیاب ہو گیا ہوں۔ میں ایک ایک دروازہ کھول کر باہر نکلنے لگا حتی کہ میں اس گھر کی سیڑھی تک پہنچا۔ میں نے اپنا پاؤں رکھا۔ میرا خیال تھا کہ میں زمین تک پہنچ چکا ہوں۔ میں لڑھکا حتی کہ میں تاریک رات میں زمین پر گر گیا اور میری پنڈلی ٹوٹ گئی۔ میں نے اسے پگڑی سے باندھا اور چل دیا حتی کہ دروازے پر بیٹھ گیا اور اپنے جی میں کہا: آج میں اس وقت تک باہر نہیں نکلوں گا جب تک مجھے یقین نہ ہو جائے کہ میں نے اس کو قتل کر دیا ہے۔ جب مرغ نے اذان دی تو منادی دیوار پر کھڑا ہوا اور کہا: میں تاجر اہل حجاز ابورافع کی موت کا اعلان کرتا ہوں۔ میں اپنے دوستوں کے پاس گیا اور کہا: جلدی بچنے کی کوشش کرو۔ اللہ تعالیٰ نے ابورافع کو قتل کر دیا ہے۔ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور واقعہ عرض کیا۔ آپ نے فرمایا: اپنا پاؤں آگے کرو۔ میں نے اپنا پاؤں آگے بڑھایا۔ حضور ﷺ نے اس پر دست اقدس پھیرا تو وہ یوں ہو گیا جیسے اسے کبھی کچھ ہوا ہی نہ تھا۔ (1)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے خیبر کے دن حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا: یقیناً میں یہ جھنڈا اس شخص کو دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا۔ لوگ اس سوچ کے ساتھ اٹھے کہ جھنڈا کس خوش نصیب کو عطا ہوگا۔ صبح ہر شخص کو امید تھی کہ جھنڈا اسی کو عطا ہوگا۔ حضور ﷺ نے پوچھا: علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کہاں ہیں؟ عرض کیا گیا: ان کی آنکھیں دکھتی

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 577

ہیں۔ آپ کے حکم سے ان کو بلایا گیا۔ آپ نے ان کی آنکھوں میں لعاب دہن ڈالا اور وہ اسی وقت صحیح و سلامت ہو گئیں، گویا کہ ان کو کبھی کوئی بیماری تھی ہی نہیں...... الحدیث۔(1)

درختوں کی فرماں برداری کا معجزہ

حضرت مرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں ایک سفر میں حضور ﷺ کے ساتھ تھا۔ آپ نے قضائے حاجت کا ارادہ فرمایا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا: کھجور کے ان دو چھوٹے پودوں کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ رسول اللہ ﷺ تمہیں حکم دے رہے ہیں کہ تم دونوں اکٹھے ہو جاؤ۔ (میں نے ان کو رسول اللہ ﷺ کا پیغام پہنچایا تو) وہ اکٹھے ہو گئے۔ حضور ﷺ نے ان کی اوٹ میں قضائے حاجت کی۔ پھر آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ان کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ ان میں سے ہر ایک اپنی اپنی جگہ پر لوٹ جائے۔ میں نے ان کو حضور ﷺ کا پیغام پہنچایا تو وہ اپنی اپنی جگہوں پر واپس لوٹ گئے۔(2)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک روز حضرت جبرائیل علیہ السلام حضور ﷺ کے پاس آئے۔ آپ غمگین بیٹھے تھے اور آپ کا جسد انور لہولہان تھا۔ مکہ کے کسی شخص نے آپ کو مضروب کیا تھا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ سے پوچھا: کیا بات ہے؟ آپ نے فرمایا: ان لوگوں نے میرے ساتھ یہ سلوک کیا ہے۔ انہوں نے عرض کیا: کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں آپ کو آپ کے مقام رفیع کی کوئی نشانی دکھاؤں؟ آپ نے فرمایا: ہاں، دکھاؤ۔ انہوں نے وادی کے پار ایک درخت کی طرف دیکھا اور کہا: آپ اس درخت کو اپنی طرف بلائیں۔ آپ نے اس درخت کو بلایا تو وہ چلتا ہوا آیا اور آپ کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: اب آپ اس سے کہیں کہ واپس لوٹ جائے۔ آپ نے اس کو واپس لوٹ جانے کے لیے کہا تو وہ واپس لوٹ گیا۔ حتی کہ اپنی جگہ پر پہنچ گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: میرے لیے یہ کافی ہے۔(3)

الصحیح لمسلم میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک طویل حدیث مروی ہے جس میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول مروی ہے: ہم حضور ﷺ کی معیت میں روانہ ہوئے حتی کہ ایک وسیع وادی میں اترے۔ حضور ﷺ قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے۔ میں پانی کا ایک برتن لے کر آپ کے پیچھے روانہ ہوا۔ حضور ﷺ نے ادھر ادھر دیکھا تو پردے کے لیے آپ کو کوئی چیز نظر نہ آئی۔ وادی کے کنارے پر دو درخت تھے۔ حضور ﷺ ان میں سے ایک کی جانب گئے۔ آپ نے اس کی ایک ٹہنی پکڑی اور فرمایا: میرے ساتھ آؤ حکم ربی سے۔ وہ اس اونٹ کی طرح آپ کے

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 413 2۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 29 3۔ ایضاً، صفحہ 291

ساتھ ساتھ چلنے لگا جس کی ناک میں نکیل ہوتی ہے اور وہ اپنے مالک کے ساتھ چلتا ہے۔ (آپ چلتے رہے) حتی کہ دوسرے درخت کے پاس پہنچے، اس کی ایک ٹہنی کو پکڑا اور فرمایا: حکم خداوندی سے میرے ساتھ ساتھ چلو۔ وہ بھی اسی طرح آپ کے ساتھ ساتھ چلا۔ جب اس جگہ پر پہنچے جو ان دونوں کے درمیان تھی تو ان کو جوڑ دیا اور فرمایا: حکم خداوندی سے یکجا ہو جاؤ۔ وہ یکجا ہو گئے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں اس خیال سے وہاں سے چل دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میری وہاں موجودگی کا احساس کر کے مزید دور تشریف نہ لے جائیں۔ میں بیٹھ کر خود کلامی کرنے لگا۔ میری نگاہ اٹھی تو دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے ہیں اور دیکھا کہ وہ دونوں درخت جدا ہو چکے تھے اور اپنی اپنی جگہ پر کھڑے تھے...... الحدیث۔(1)

پتھروں کے سلام عرض کرنے کا معجزہ

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں مکہ میں ایک پتھر کو جانتا ہوں جو بعثت سے پہلے مجھے سلام کیا کرتا تھا۔ اس پتھر کو میں اب بھی پہچانتا ہوں۔(2)

جانوروں کی قوت کار میں انقلاب کا معجزہ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک غزوے میں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ میرا اونٹ تھک گیا اور اس نے مجھے لوگوں سے پیچھے چھوڑ دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے۔ پوچھا: تم جابر ہو؟ میں نے عرض کیا: ہاں، یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم پوچھا: کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا: میرا اونٹ تھک گیا ہے۔ اور اس نے مجھے لوگوں سے پیچھے چھوڑ دیا ہے اور میں پیچھے رہ گیا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اتر کر اپنی خمدار چھڑی سے اس کو کچوکا لگایا پھر فرمایا: اب سوار ہو جاؤ۔ میں اس پر سوار ہو گیا اور میں نے محسوس کیا کہ میں اس کو روک رہا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے نہ بڑھے...... الحدیث۔(3)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک مرتبہ اہل مدینہ خوفزدہ ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک گھوڑے پر سوار ہوئے۔ وہ گھوڑا چھوٹے قدموں کے ساتھ بہت سست چلتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب واپس تشریف لائے تو فرمایا: ہم نے تمہارے گھوڑے کو تیز رفتاری میں سمندر کی طرح پایا ہے۔ پھر کوئی گھوڑا چلنے میں اس گھوڑے کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔(4)

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 18-417
2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 245
3۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 282
4۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 402

گستاخانِ رسول ﷺ کی گرفت میں آجانے کے معجزے

صحیح البخاری میں ہجرت کے متعلق حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایک طویل حدیث مروی ہے، جس میں راوی ابن شہاب زہری نے سراقہ بن مالک بن جعشم کے ان الفاظ کا بھی اضافہ کیا ہے۔ ''ہمارے پاس قریش کے ایلچی آئے۔ وہ حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں سے ہر ایک کو قتل کرنے یا گرفتار کرنے پر ایک آدمی کی دیت یعنی سو اونٹوں کا اعلان کر رہے تھے۔ میں ایک روز اپنی قوم بنو مدلج کی ایک مجلس میں بیٹھا تھا کہ ہماری قوم کا ایک آدمی آیا اور ہمارے پاس آ کر کھڑا ہو گیا جب کہ ہم بیٹھے ہوئے تھے۔ اس نے کہا: سراقہ! مجھے ابھی ابھی ساحل پر کچھ لوگ چلتے محسوس ہوئے ہیں۔ میرے خیال میں وہ محمد اور اس کے ساتھی ہیں۔ میں نے بھانپ لیا کہ یہ وہی ہیں لیکن میں نے اس شخص سے کہا: یہ وہ نہیں ہیں بلکہ تم نے فلاں فلاں آدمیوں کو دیکھا ہے جو ہمارے سامنے یہاں سے گئے ہیں۔ پھر میں کچھ دیر مجلس میں بیٹھا رہا۔ پھر میں اپنے گھر میں داخل ہوا اور اپنی لونڈی کو حکم دیا کہ وہ میرے گھوڑے کو لے کر ٹیلے کے پیچھے جائے اور وہاں اسے میرے لیے روک رکھے۔ میں نے اپنا نیزہ لیا اور اسے لے کر گھر کے پچھواڑے سے باہر نکلا۔ میں اس نیزے کے پھل کو زمین پر گھسیٹ رہا تھا اور اس کے بالائی حصے کو جھکایا ہوا تھا حتیٰ کہ میں اپنے گھوڑے کے پاس پہنچا اور اس پر سوار ہو گیا۔ میں نے اس کو تیز چلایا حتیٰ کہ میں ان کے قریب پہنچ گیا۔ میرا گھوڑا لڑکھڑایا اور میں اس سے گر گیا۔ میں اٹھا، اپنا ہاتھ ترکش کی طرف بڑھایا، اس سے تیر نکالے اور ان سے یہ فال نکالی کہ میں ان کو نقصان پہنچاؤں یا نہ پہنچاؤں۔ فال وہ نکلی جو مجھے پسند نہ تھی (یعنی یہ کہ ان کو نقصان نہ پہنچاؤ۔) میں گھوڑے پر سوار ہو گیا اور تیروں نے مجھے جو کچھ کرنے کا اشارہ کیا تھا اس کی خلاف ورزی کی۔ گھوڑا مجھے ان کے قریب کر رہا تھا حتیٰ کہ میں ان کے اتنا قریب پہنچ گیا کہ میں حضور ﷺ کی تلاوت کو سن سکتا تھا۔ حضور ﷺ تو ادھر ادھر نہیں دیکھ رہے تھے البتہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کثرت سے ادھر ادھر دیکھتے جا رہے تھے۔ (اچانک) میرا گھوڑا زمین میں دھنس گیا حتیٰ کہ وہ گھٹنوں تک زمین میں چلا گیا۔ میں اس سے گر گیا۔ میں نے اسے جھڑکا۔ وہ اٹھا لیکن وہ اپنے اگلے پاؤں زمین سے باہر نکالنے میں کامیاب نہیں ہو رہا تھا۔ جب وہ سیدھا کھڑا ہوا تو اس کے قدموں سے دھوئیں جیسا غبار اٹھا جو آسمان کی طرف بلند ہوا۔ میں نے (پھر) تیروں سے فال نکالی اور فال وہی نکلی جو مجھے ناپسند تھی۔ میں نے انہیں پکار کر امان کا اعلان کیا: وہ کھڑے ہو گئے۔ میں گھوڑے پر سوار ہو کر ان کے پاس پہنچا۔ ان تک پہنچنے کے راستے میں مجھے جس (معجزانہ) رکاوٹ سے واسطہ پڑا تھا اس سے مجھے یقین ہو گیا تھا کہ حضور ﷺ کا مشن غالب ہو کر رہے گا۔ میں نے حضور ﷺ کو بتایا کہ آپ کی قوم نے آپ کے قتل

یا گرفتاری پر سو اونٹوں کا انعام مقرر کر رکھا ہے۔ ساتھ ہی میں نے آپ کو یہ بھی بتایا کہ لوگ آپ کے متعلق کیا ارادہ رکھتے ہیں۔ میں نے ان کو زادراہ اور سامان کی بھی پیشکش کی۔ انہوں نے مجھ سے نہ کوئی چیز لی اور نہ مجھ سے کچھ پوچھا۔ صرف یہ فرمایا: ہمارے معاملہ کو خفیہ رکھنا۔ میں نے آپ سے درخواست کی کہ مجھے امان نامہ لکھ دیں۔ آپ نے عامر بن فہیرہ کو حکم دیا اور انہوں نے چمڑے کے ایک ٹکڑے پر مجھے امان نامہ لکھ دیا۔ پھر حضور ﷺ تشریف لے گئے...... الحدیث۔(1)

حضرت ابوحمید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سفر تبوک کے متعلق ایک حدیث مروی ہے، جس میں یہ الفاظ بھی ہیں: ہم روانہ ہوئے حتی کہ تبوک پہنچ گئے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: آج رات تم پر شدید آندھی چلے گی۔ تم میں سے کوئی شخص اس کے دوران کھڑا نہ ہو۔ اور تم میں سے جس کے پاس اونٹ ہوں وہ ان کی رسیوں کو باندھ دیں۔ شدید آندھی چلی۔ ایک آدمی (حضور ﷺ کے ارشاد کی خلاف ورزی کرتے ہوئے) کھڑا ہوا تو اسے آندھی نے اٹھالیا حتی کہ اسے طے کے دو پہاڑوں پر جا کر پھینک دیا...... الحدیث۔(2)

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 554 2۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 246

شفیع المذنبین ﷺ

سرورِ کائنات، فخرِ موجودات حضرت محمد ﷺ کی عظمتوں اور رفعتوں کی کئی جہتیں ہیں۔ خدا کے اس محبوب بندے کو جس جہت سے بھی دیکھو وہ حسن وزیبائی کا مرقع نظر آتا ہے۔ دل اس کی عظمتوں کو سلام عقیدت پیش کرنے کے لیے بے قرار ہیں اور زبانیں اس کے حسن و جمال کے تذکرے میں لذت محسوس کرتی ہیں۔

حبیب خدا ﷺ کی عظمتوں کا ایک نقش آپ کی شان شفیع المذنبینی کی شکل میں نظر آتا ہے۔ گناہوں کی دلدل میں پھنسے ہوئے، زندگی کا ایک ایک لمحہ اپنے خالق و مالک کی نافرمانی میں گزارنے والے، اعمال صالحہ کی دولت سے تہی دامن اور بدکاریوں سے بھری جھولیوں والے، زندگی بھر شیطان کی خوشی اور رحمن کی ناراضگی کے کام کرنے والے عصیاں کار، جب یوم حساب کی سختیوں کا تصور کرتے ہیں، اپنے نامہ اعمال کی تہی دامنی ان کے خرمن آس پر بجلی بن کر گرتی ہے اور بے بسی اور بے کسی کے اس عالم میں جب شفیع المذنبین ﷺ کی شفاعت کا آسرا ان کی ڈھارس بندھاتا ہے تو ان کے دلوں کی دنیا میں محبت رسول ﷺ کے دیپ جگمگا اٹھتے ہیں اور یہی محبت انسان کا منتہائے مقصود ہے۔ یہی کائنات کی سب سے بڑی نعمت ہے اور یہی محبت خدا کی رحمت اور حبیب خدا ﷺ کی شفاعت کا سب سے بڑا بہانہ ہے۔

کچھ احباب نجات اخروی کو ایمان اور اعمال صالحہ پر منحصر قرار دیتے ہیں اور شفاعت کی حقیقت کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں۔ ممکن ہے ان حضرات کے پاس اس خیال اور سوچ پر مطمئن ہونے کی معقول وجوہات ہوں لیکن ہم نے جہاں تک قرآن وحدیث کا مطالعہ کیا ہے ہمیں تو جابجا شفاعت کے حق ہونے کے دلائل ہی نظر آتے ہیں۔ حدیث کی کتابیں ایسی احادیث طیبہ سے بھری پڑی ہیں جن میں حضور ﷺ نے اعلان فرمایا ہے کہ پروردگار عالم کی جانب سے آپ کو اذن شفاعت ملے گا، آپ شفاعت کریں گے اور آپ کی شفاعت قبول ہو گی۔ آپ نے کچھ مخصوص کام کرنے والے اپنے غلاموں سے شفاعت کا وعدہ بھی فرمایا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے آپ سے شفاعت کی درخواست بھی کی ہے اور آپ نے ان کی اس درخواست کے مطابق ان سے شفاعت کا وعدہ بھی فرمایا ہے۔ آپ ﷺ نے یہ بھی بتایا ہے کہ انبیاء ومرسلین علیہم السلام اور ملائکہ شفاعت کریں گے۔ مومن دوسرے مومنوں کی شفاعت کریں گے۔ جنتی دوزخ میں گرے ہوئے مومنوں کے لیے شفاعت کریں گے۔ معصوم بچے اپنے والدین کی شفاعت کریں گے۔ شہداء دیگر مومنوں کے لیے

شفاعت کریں گے۔ آپ نے درخت کی سبز شاخ کے میت کے لیے شفاعت کرنے کا اشارہ بھی دیا ہے اور آپ نے یہ بھی بتایا کہ آپ کی شفاعت سے آپ کے چچا ابو طالب کو بھی فائدہ پہنچے گا۔ اس قسم کی احادیث طیبہ سے کتابیں بھری پڑی ہیں اور ان احادیث طیبہ کی موجودگی میں شفاعت کا انکار کرنا یقینا بڑے دل گردے کا کام ہے۔

ہم ذیل میں مختلف ذیلی عنوانات کے تحت شفاعت کے متعلق احادیث طیبہ قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں، اس امید پر کہ اپنی آخرت سے بے نیاز کوئی شخص جب توفیق خداوندی سے آخرت کی فکر کی طرف مائل ہو تو اپنی عصیاں کاریوں کو دیکھ کر رحمت خداوندی سے مایوس نہ ہو جائے بلکہ شفاعت محمدی ﷺ کے سہارے اپنے دل میں امید کی ایک شمع روشن کرے اور اس کی ضو میں حسب استطاعت اپنی عصیاں کاریوں کی تلافی کی کوشش کرے۔

شفاعت حق ہے

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک طویل حدیث مروی ہے جس میں صحابہ کرام نے حضور ﷺ سے سوال کیا کہ کیا ہم قیامت کے دن اپنے رب کا دیدار کریں گے۔ اس سوال کے جواب میں حضور ﷺ نے قیامت کے احوال بیان فرمائے اور آخر میں یہ فرمایا:...... پھر جہنم پر پل نصب کر دیا جائے گا اور شفاعت کا اذن عطا فرما دیا جائے گا۔ لوگ عرض کریں گے: اے اللہ تعالیٰ! بچا لے۔ اے اللہ تعالیٰ! بچا لے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ یہ پل کیا چیز ہے؟ فرمایا: یہ ایک پھسلن والی سطح ہوگی جس میں لوہے کے کنڈے اور کانٹے ہوں گے جیسے سعدان کے کانٹے ہوتے ہیں جو نجد میں پائی جانے والی ایک خاردار بوٹی ہے۔ کچھ مومن نظر کی سی تیزی سے گزر جائیں گے۔ کچھ بجلی کی رفتار سے، کچھ ہوا کی رفتار سے، کچھ پرندوں کی رفتار سے اور کچھ عمدہ گھوڑوں اور سواریوں کی رفتار سے گزر جائیں گے۔ کچھ صحیح سلامت بچ جائیں گے، کچھ کو خراشیں آئیں گی اور پھر خلاصی پا جائیں گے اور کچھ کو آگ میں گرا دیا جائے گا۔ حتیٰ کہ جب مومن آگ سے خلاصی پا جائیں گے تو خدا کی قسم، اس وقت وہ اپنے آگ میں گرائے جانے والے مومنوں کی شفاعت کے لیے جس طرح گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ کو پکاریں گے اس شدت سے دنیا میں اپنا حق دوسرے سے وصول کرنے کے لیے انہوں نے اپنے رب کو کبھی نہیں پکارا تھا۔ وہ عرض کریں گے: پروردگار! یہ ہمارے ساتھ روزے رکھتے تھے، ہمارے ساتھ نمازیں پڑھتے تھے، ہمارے ساتھ حج کرتے تھے۔ اس پر ان سے کہا جائے گا: جن کو تم پہچانتے ہو ان کو آگ سے نکال لو۔ ان کی صورتوں کو آگ پر حرام کر دیا جائے گا۔ وہ کثیر تعداد میں لوگوں کو دوزخ سے نکالیں گے۔ کچھ وہ ہوں گے جن کو نصف پنڈلیوں تک

آگ نے اپنی گرفت میں لیا تھا اور کچھ وہ ہوں گے جن کے گھٹنوں تک آگ پہنچی ہو گی۔ پھر وہ عرض کریں گے: اے پروردگار! جس قسم کے لوگوں کو نکالنے کا تو نے حکم دیا تھا ان میں سے کوئی دوزخ میں باقی نہیں رہا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: واپس جاؤ اور جس کے دل میں دینار کے برابر بھلائی (ایمان) پاؤ اس کو بھی نکال لاؤ۔ وہ پھر کثیر تعداد میں لوگوں کو نکالیں گے۔ پھر عرض کریں گے: پروردگار! جس قسم کے لوگوں کو نکالنے کا تو نے حکم دیا تھا ان میں سے کسی کو ہم نے دوزخ میں نہیں رہنے دیا۔ پروردگار عالم ارشاد فرمائے گا: واپس جاؤ اور جس کے دل میں نصف دینار کے برابر بھی بھلائی پاؤ اس کو بھی نکال لاؤ۔ وہ ایک انبوہ کثیر کو دوزخ سے نکالیں گے اور پھر عرض کریں گے: پروردگار! جس قسم کے لوگوں کو نکالنے کا تو نے حکم دیا تھا ان میں سے کسی کو ہم نے دوزخ میں نہیں رہنے دیا۔ اللہ تعالیٰ پھر ارشاد فرمائے گا: واپس جاؤ اور جس کے دل میں ذرہ برابر بھی بھلائی پاؤ اس کو نکال لاؤ۔ وہ انبوہ کثیر کو دوزخ سے نکالیں گے پھر عرض کریں گے: پروردگار! ہم نے دوزخ میں بھلائی کا نام بھی باقی نہیں چھوڑا۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (راوی) فرماتے ہیں: اگر تم اس حدیث میں میری تصدیق نہ کرو تو اگر چاہو تو قرآن حکیم کی یہ آیت پڑھ لو: ''بے شک اللہ تعالیٰ ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا۔ اگر بھلائی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو کئی گنا کر دیتا ہے اور اپنے پاس سے اجر عظیم عطا فرماتا ہے''۔ پھر اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا۔ فرشتوں نے بھی شفاعت کی، انبیائے کرام علیہم السلام نے بھی شفاعت کی اور مومنوں نے بھی شفاعت کی۔ اب باقی صرف وہ ذات رہ گئی ہے جو سب رحم کرنے والوں سے بڑی رحیم ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ دوزخ سے (بلاتمثیل) ایک مٹھی بھرے گا اور ان لوگوں کو دوزخ سے نکال لے گا جنہوں نے کبھی کوئی بھلائی (نیکی) نہیں کی۔ وہ کوئلے کی طرح سیاہ ہو چکے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جنت کے کنارے ایک نہر میں ڈالے گا جس کا نام نہر الحیات ہو گا تو وہ اس طرح نکلیں گے جیسے پانی کے کنارے دانا اگتا ہے۔ تم دیکھتے نہیں ہو کہ دانا کسی پتھر یا درخت کے پہلو میں ہوتا ہے اور اس کی جو جانب سورج کی طرف ہوتی ہے وہ زرد یا سبز ہوتی ہے اور جو جانب سائے کی طرف ہوتی ہے وہ سفید ہوتی ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ گویا آپ جنگل میں گلہ بانی کرتے رہے ہیں۔ فرمایا: وہ موتیوں کی طرح نکلیں گے۔ ان کی گردنوں میں مہریں ہوں گی۔ جنتی انہیں پہچانتے ہوں گے اور کہیں گے: یہ اللہ تعالیٰ کے آزاد کردہ بندے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے کسی عمل صالح یا بھلائی کے بغیر، جو انہوں نے آگے بھیجی ہو، جنت میں داخل کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا: جنت میں داخل ہو جاؤ اور جو چیز تمہیں نظر آتی ہے وہ تمہاری ہے۔ وہ عرض کریں گے: پروردگار عالم! تو نے ہمیں اتنا کچھ عطا فرمایا ہے جتنا اپنے کسی بندے کو عطا نہیں فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میرے پاس تمہارے

لیے اس سے بڑی نعمت بھی ہے۔ وہ عرض کریں گے: پروردگار عالم! اس سے بڑی نعمت کیا ہے؟ ارشاد ہوگا: وہ میری رضا ہے اور اس کے بعد میں تم سے کبھی خفا نہیں ہوں گا۔(1)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: جہاں تک دوزخیوں کا تعلق ہے جو اہل جہنم ہیں، وہ وہاں نہ مریں گے اور نہ ہی زندہ ہوں گے۔ البتہ تم میں سے کچھ لوگ جو اپنی خطاؤں اور غلطیوں کی وجہ سے عذاب دوزخ کا شکار ہوئے اللہ تعالیٰ ان پر موت طاری فرمائے گا حتی کہ جب وہ کوئلے کی طرح سیاہ ہو جائیں گے تو اذن شفاعت دیا جائے گا۔ انہیں ٹولیوں کی شکل میں لایا جائے گا اور جنت کی نہروں پر پھیلا دیا جائے گا۔ پھر جنتیوں سے کہا جائے گا: اے جنتیو! ان پر پانی انڈیلو تو وہ یوں اگ آئیں گے جیسے بہتے پانی کے کنارے دانہ اگ آتا ہے۔ لوگوں میں سے ایک شخص نے عرض کیا: گویا حضور ﷺ صحراء میں رہ چکے ہیں۔(2)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، ان سے جہنم میں داخل ہونے والوں کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: قیامت کے دن ہم اس جانب سے آئیں گے، وہ دیکھو لوگوں کے اوپر۔ فرمایا: قوموں کو باری باری ان کے بتوں اور باطل معبودوں سمیت بلایا جائے گا۔ پھر اس کے بعد ہمارا رب ہمارے سامنے جلوہ فرما ہوگا اور فرمائے گا: تم کس کا انتظار کر رہے ہو؟ لوگ عرض کریں گے: ہم اپنے رب کا انتظار کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: میں ہی تمہارا رب ہوں۔ لوگ عرض کریں گے: (ہماری تسلی تب ہوگی) جب ہم اپنے رب کا دیدار کر لیں گے۔ پروردگار (بلا تمثیل) ضحک فرماتے ہوئے جلوہ فرما ہوگا۔ فرمایا: اللہ تعالیٰ ان کو لے کر چلے گا اور وہ اس کی پیروی کریں گے۔ ان میں سے ہر انسان کو، خواہ وہ مومن ہوگا یا کافر، ایک نور عطا کیا جائے گا اور وہ اس کی پیروی کریں گے۔ دوزخ کے پل پر لوہے کے کنڈے اور کانٹے ہوں گے اور وہ ہر اس شخص کو پکڑ لیں گے جس کو اللہ تعالیٰ پکڑنا چاہے گا۔ پھر منافقوں کا وہ نور بجھ جائے گا۔ پھر مومن نجات پا جائیں گے۔ مومنوں کا پہلا جو گروہ نجات حاصل کرے گا ان کے چہرے چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہے ہوں گے۔ ان کی تعداد ستر ہزار ہوگی اور ان سے حساب نہیں لیا جائے گا۔ پھر ان کے بعد جو گروہ گزرے گا ان کے چہرے روشن ترین ستارے کی طرح چمک رہے ہوں گے۔ پھر اسی طرح لوگ گزریں گے۔ پھر اذن شفاعت دے دیا جائے گا اور لوگ شفاعت کریں گے حتی کہ ہر اس شخص کو دوزخ سے نکال لیا جائے گا جس نے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، پڑھا ہوگا یا جس کے دل میں جو کے دانے کے برابر بھی بھلائی ہوگی ان کو جنت کے صحن میں ڈال دیا جائے گا اور جنتی ان پر پانی چھڑکیں گے حتی کہ وہ بہتے پانی کے کنارے اگنے والی کسی چیز کی

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 102 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 104

طرح اگ آئیں گے اور آگ کا اثر ختم ہو جائے گا۔ پھر ان میں سے ہر ایک اپنے رب سے مانگے گا اور اس کو ساری دنیا اور اس کے ساتھ اس سے دس گنا مزید عطا فرمایا جائے گا۔(1)

حضرت حماد بن زید سے روایت ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضرت عمرو بن دینار سے پوچھا: کیا آپ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو حضور ﷺ سے یہ حدیث روایت کرتے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کچھ لوگوں کو شفاعت کی وجہ سے دوزخ سے نکالے گا تو انہوں نے فرمایا: ہاں۔(2)

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک اعرابی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ جانیں مشقت میں پڑ گئی ہیں، اہل وعیال ضائع ہو رہے ہیں، اموال کم ہو رہے ہیں اور مویشی ہلاک ہو رہے ہیں۔ یارسول اللہ! ﷺ اللہ تعالیٰ سے ہمارے لیے باران رحمت طلب کیجئے۔ ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ کی شفاعت پیش کرتے ہیں اور آپ کے پاس اللہ تعالیٰ کی شفاعت پیش کرتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: تجھ پر افسوس، کیا تجھے معلوم ہے تو کیا کہہ رہا ہے؟ حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھنے لگے اور مسلسل تسبیح پڑھتے رہے حتی کہ آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے چہروں پر اس کے اثرات نظر آنے لگے۔ پھر فرمایا: تجھ پر افسوس، اللہ تعالیٰ کو مخلوق میں سے کسی کے سامنے شفیع نہیں بنایا جاتا، اللہ تعالیٰ کی شان اس سے بہت بلند ہے......الحدیث۔(3)

نوٹ: اس حدیث پاک میں قابل غور بات یہ ہے کہ اعرابی نے حضور ﷺ کے سامنے دو باتیں کہیں۔ ایک بارگاہ خداوندی میں حضور ﷺ کی شفاعت پیش کرنے کی اور دوسری اللہ تعالیٰ کو حضور ﷺ کے پاس شفیع بنانے کی۔ دوسری بات غلط تھی۔ اس پر حضور ﷺ نے شدید اضطراب کا اظہار بھی کیا اور اس بات کے غلط ہونے کی وضاحت بھی کر دی۔ جب کہ پہلی بات یعنی بارگاہ خداوندی میں حضور ﷺ کو شفیع بنانے کی بات صحیح تھی اسی لیے حضور ﷺ نے اس کے متعلق خاموشی اختیار کی۔ اگر وہ بات بھی غلط ہوتی تو حضور ﷺ اس کی بھی اصلاح فرماتے اور قطعاً خاموشی اختیار نہ فرماتے کیونکہ غلط بات پر خاموشی اختیار کرنا شان نبوت کے خلاف ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: (قیامت کے دن) اونٹ اپنی بہترین حالت میں اپنے مالک کے پاس آئیں گے اور اگر اس نے وہ حق ادا نہ کیا ہوگا جو اونٹوں کی وجہ سے اس کے ذمہ تھا تو وہ اس کو اپنے کھروں تلے روندیں گے۔ اور بکریاں بھی اپنی عمدہ ترین حالت میں اپنے مالک کے پاس آئیں گی اور اس نے اگر اس کا حق ادا نہ کیا ہوگا تو وہ اسے

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 107 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 107 3۔ سنن ابی داؤد، جلد 2، صفحہ 302

اپنے کھروں تلے روندیں گی اور اسے اپنے سینگوں سے ماریں گی۔ فرمایا: ان کا حق یہ ہے کہ ان کا دودھ پانی کے پتن پر اترنے والے مسکینوں اور مسافروں کو پلایا جائے۔ خبردار قیامت کے دن تم میں سے کوئی اپنے بلبلاتے ہوئے اونٹ کو کندھوں پر اٹھائے میرے پاس آ کر یہ نہ کہے کہ اے محمد! ﷺ (میری شفاعت فرمائیں) اور میں جواب دوں کہ میں تیرے متعلق کسی چیز کا مالک نہیں ہوں، میں نے تو حق کا پیغام پہنچا دیا تھا۔ اور خبردار! تم میں سے کوئی اپنے کندھے پر ممیاتی ہوئی بکری اٹھائے میرے پاس آ کر یہ نہ کہے کہ اے محمد! ﷺ (میری شفاعت فرمایئے) اور میں کہوں کہ میں تیرے معاملے میں کسی چیز کا مالک نہیں ہوں، میں نے تو حق کا پیغام پہنچا دیا تھا۔ اور فرمایا: قیامت کے دن آدمی کا خزانہ گنجے سانپ کی شکل میں ہوگا۔ اس کا مالک اس سے دور بھاگے گا اور وہ اس کو ڈھونڈے گا اور کہے گا: میں تیرا خزانہ ہوں۔ وہ مسلسل یہی کہتا رہے گا حتی کہ وہ شخص اپنی انگلیاں اس کے منہ میں دے دے گا۔(1)

حبیب خدا ﷺ، دیگر انبیاء و رسل علیہم السلام اور آیات قرآنی کا مقام تو بہت بلند ہے۔ بارگاہ خداوندی میں ان کو جو مقام حاصل ہے اس کا اندازہ کرنا بھی مشکل ہے۔ ان کا شفاعت کرنا اور ان کی شفاعت کا قبول ہونا تو کوئی عجیب بات نہیں ہے، حقیقت تو یہ ہے کہ پروردگار عالم ان چیزوں کو بھی اذن شفاعت عطا فرمائے گا جن کا مقام ان سے بہت کم تر ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ فرمایئے:

سبز ٹہنیوں کی شفاعت

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ دو قبروں کے پاس سے گزرے۔ ان قبروں کے مکینوں کو عذاب ہو رہا تھا اور عذاب بھی ان کاموں کی وجہ سے ہو رہا تھا جن سے بچنا زیادہ مشقت کا کام نہ تھا۔ ان میں سے ایک تو پیشاب کے قطروں سے اپنے جسم اور کپڑوں کو بچانے کی کوشش نہیں کرتا تھا اور دوسرا چغلیاں کھایا کرتا تھا۔ پھر آپ ﷺ نے ایک تر ٹہنی لی، اسے چیر کر اس کے دو حصے کیے اور ہر قبر پر ایک حصہ گاڑ دیا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ آپ نے ایسا کیوں کیا ہے؟ فرمایا ہے: امید ہے کہ جب تک یہ خشک نہیں ہوتیں، ان کی وجہ سے، ان کے عذاب میں کمی کر دی جائے گی...... الحدیث۔(2)

معصوم بچوں کی شفاعت

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: خواتین نے حضور ﷺ سے درخواست کی کہ آپ ان کے لیے ایک دن مخصوص فرمائیں۔ حضور ﷺ نے ان سے خطاب کیا اور

1۔ سنن النسائی، جلد 1، صفحہ 339
2۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 35

فرمایا: جس عورت کے تین (معصوم) بچے فوت ہو جائیں، وہ اس کے لیے آگ میں گرنے کے راستے میں، رکاوٹ بن جائیں گے۔ ایک عورت نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ جس کے دو بچے فوت ہوں (اس کا کیا حکم ہے؟) فرمایا: جس کے دو بچے فوت ہوں اس کا بھی یہی حکم ہے...... یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے اور انہوں نے اپنی روایت میں ''نابالغ'' کے لفظ کا اضافہ کیا ہے۔(1)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جن دو مسلمانوں کے تین بچے، سن بلوغ تک پہنچنے سے پہلے، فوت ہو جائیں اللہ تعالیٰ ان بچوں پر رحمت و فضل کی وجہ سے ان کو جنت میں داخل فرما دے گا۔ فرمایا: ان بچوں سے کہا جائے گا: جنت میں داخل ہو جاؤ۔ وہ عرض کریں گے: ہم جنت میں تب جائیں گے جب ہمارے والدین جنت میں جائیں گے (اس پر) ان سے کہا جائے گا: تم بھی اور تمہارے والدین بھی جنت میں داخل ہو جاؤ۔(2)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک عورت حضور ﷺ کی خدمت میں اپنے ایک بیمار بچے کو لائی اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ مجھے اس بچے کی زندگی پر خوف ہے جب کہ میں اس سے پہلے اپنے تین بچوں کو (عالم آخرت کی طرف) آگے بھیج چکی ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: تم نے آگ کے راستے میں بڑی مضبوط باڑ کھڑی کر دی ہے۔(3)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: جس شخص کے تین بچے فوت ہوں وہ اتنے ہی وقت کے لیے دوزخ میں داخل ہوگا جس سے حکم ربی وَاِنۡ مِّنۡکُمۡ اِلَّا وَارِدُهَا (مریم: 71) (4) کی تصدیق ہو سکے۔(5)

حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: جس شخص کے تین نابالغ بچے فوت ہوئے وہ اس کے لیے آگ سے بچنے کے لیے مضبوط قلعہ بن جائیں گے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ میرے دو بچے فوت ہوئے ہیں۔ فرمایا: دو بچوں کا بھی یہی حکم ہے۔ سید القراء حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ میرا ایک بچہ فوت ہوا ہے۔ فرمایا: ایک بچے کا بھی یہی حکم ہے۔(6)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مردہ

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 167
2۔ سنن النسائی، جلد 1، صفحہ 265
3۔ سنن النسائی، جلد 1، صفحہ 265
4۔ اور تم میں سے ہر شخص اس (دوزخ) میں وارد ہوگا۔
5۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 115
6۔ سنن ابن ماجہ: صفحہ 115

پیدا ہونے والا بچہ اپنے رب سے ناراضگی کا اظہار کرے گا جب کہ اللہ تعالیٰ اس کے والدین کو دوزخ میں داخل کرے گا۔ اس سے کہا جائے گا: اے اپنے رب سے ناراضگی کا اظہار کرنے والے ناتمام بچے! تم اپنے والدین کو جنت میں داخل کردو تو وہ ان کو اپنی ناف (کی ڈوری) سے کھینچتے ہوئے جنت میں داخل کردے گا......الحدیث۔(1)

مومنوں کا شفاعت کرنا

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک طویل حدیث مروی ہے جس میں عام مومنوں کے شفاعت کرنے کے متعلق یہ الفاظ بھی ہیں: جب پل صراط سے آخری شخص گھسٹتے ہوئے گزر جائے گا تو اس روز تم اپنے بھائیوں کی رہائی کے لیے اپنے پروردگار کی بارگاہ میں جس اصرار سے التجا کرو گے وہ اس اصرار سے کم نہیں ہوگا جتنا اپنے بھائی سے اپنا ثابت شدہ حق حاصل کرنے کے لیے تم میرے سامنے اصرار کرتے ہو۔ مومن جب دیکھیں گے کہ وہ نجات پا چکے ہیں تو وہ اپنے بھائیوں کے بارے میں سوچیں گے۔ عرض کریں گے: پروردگار! یہ ہمارے بھائی ہیں۔ وہ ہمارے ساتھ نمازیں پڑھتے تھے، ہمارے ساتھ روزے رکھتے تھے اور ہمارے ساتھ مل کر اعمال صالحہ کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جاؤ اور جس کے دل میں دینار کے برابر بھی ایمان پاؤ، اس کو نکال لاؤ......الحدیث۔(2)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور ﷺ سے روایت کرتی ہیں کہ آپ نے فرمایا: جس میت پر مسلمانوں کی ایک جماعت نماز جنازہ پڑھے، جن کی تعداد سو تک پہنچتی ہو، اور وہ سب میت کی شفاعت کریں تو اس کے بارے میں ان کی شفاعت قبول ہوگی......الحدیث۔(3)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ان کا ایک بیٹا قدید یا عسفان کے مقام پر فوت ہو گیا۔ انہوں نے (اپنے غلام سے) فرمایا: اے کریب! دیکھو کتنے لوگ اس کے جنازے کے لیے جمع ہوئے ہیں۔ کریب فرماتے ہیں: میں باہر گیا تو دیکھا کہ بہت سارے لوگ اکٹھے ہو چکے تھے۔ میں نے آپ کو بتایا تو آپ نے پوچھا: کیا تمہارے خیال میں ان کی تعداد چالیس ہوگی؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں۔ تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: اس کا جنازہ لے چلو کیونکہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: جو مسلمان فوت ہو جائے اور چالیس مرد اس کا جنازہ پڑھیں، جو کسی چیز کو خدا کا شریک نہ بناتے ہوں، تو اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں ان کی شفاعت کو قبول فرمالیتا ہے......الحدیث۔(4)

1۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 115
2۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 1107
3۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 308
4۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 308

حضرت عبداللہ بن شقیق سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں ایک جماعت کے ساتھ بیت المقدس میں تھا کہ ان میں سے ایک شخص نے کہا: میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: میرے ایک امتی کی شفاعت سے بنو تمیم قبیلہ کی تعداد سے زیادہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! ﷺ وہ شخص آپ کے علاوہ کوئی اور ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ جب وہ اٹھ کر چلے گئے تو میں نے لوگوں سے پوچھا: یہ کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: یہ ابن ابی الجدعاء ہیں۔(1)

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: میری امت میں کچھ لوگ ہیں جو لوگوں کے انبوہ کثیر کی شفاعت کریں گے، کچھ وہ ہیں جو ایک قبیلہ کی شفاعت کریں گے، کچھ وہ ہیں جو ایک گروہ کی شفاعت کریں گے۔ اور کچھ وہ ہیں جو صرف ایک آدمی کی شفاعت کریں گے حتی کہ وہ (ان کی شفاعت سے) جنت میں داخل ہو جائیں گے...... الحدیث۔(2)

ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: حضور ﷺ نے مجھے بتایا کہ جس میت پر لوگوں کی ایک جماعت نماز جنازہ پڑھے، اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں ان کی شفاعت کو قبول کر لیا جاتا ہے۔ راوی کہتے ہیں: میں نے راوی ابوالملیح سے پوچھا کہ جماعت سے مراد کیا ہے تو انہوں نے جواب دیا: چالیس آدمی۔(3)

حضرت بلال بن رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ قیام مزدلفہ کی صبح حضور ﷺ نے ان سے فرمایا: اے بلال! لوگوں کو خاموش کراؤ۔ پھر آپ نے فرمایا: یہاں مزدلفہ کی رات اللہ تعالیٰ نے تم پر خصوصی فضل و کرم فرمایا ہے اور تم میں سے جو گناہ گار ہیں ان کو نیکوکاروں کے حوالے کر دیا ہے (یعنی ان کی شفاعت سے گنہگاروں کی مغفرت فرما دی ہے۔) اور نیکوکاروں کو ہر وہ نعمت عطا فرما دی ہے جس کا انہوں نے سوال کیا ہے۔ اب اللہ تعالیٰ کا نام لے کر روانہ ہو جاؤ۔(4)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن لوگ صفوں میں کھڑے ہوں گے۔ ابن نمیر راوی کی روایت میں ہے: جنتی صفوں میں کھڑے ہوں گے۔ دوزخیوں میں سے ایک شخص ان (جنتیوں) میں سے ایک شخص کے پاس سے گزرے گا اور اس سے کہے گا: جناب! کیا آپ کو وہ دن یاد نہیں ہے جب آپ نے مجھ سے پانی مانگا تھا اور میں نے آپ کو پانی پلایا تھا۔ فرمایا: وہ جنتی اس شخص کی شفاعت کرے گا۔ اور ایک اور شخص جنتی کے پاس سے گزرے گا اور اس سے کہے گا: جناب! کیا آپ کو وہ دن یاد ہے جب میں نے آپ کو وضو کا پانی پیش کیا تھا؟ تو وہ جنتی اس کی شفاعت کرے گا۔ ابن نمیر راوی کہتے ہیں: کوئی کہے گا:

1۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 67 2۔ ایضاً 3۔ سنن النسائی، جلد 1، صفحہ 282 4۔ سنن ابن ماجہ: صفحہ 217

جناب کیا آپ کو وہ دن یاد ہے جب آپ نے مجھے کسی کام سے بھیجا تھا اور میں وہ کام کرنے کے لیے گیا تھا، تو وہ جنتی اس کی شفاعت کرے گا۔(1)

شہداء کا شفاعت کرنا

حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: شہید کو بارگاہ خداوندی سے چھ نعمتیں عطا ہوتی ہیں: (۱) خون کا پہلا قطرہ گرتے ہی اس کی مغفرت فرمادی جاتی ہے (۲) وہ جنت میں اپنے ٹھکانے کو دیکھ لیتا ہے (۳) اس کو عذاب قبر سے نجات دے دی جاتی ہے (۴) وہ قیامت کے دن کی بڑی گھبراہٹ سے محفوظ ہو جاتا ہے (۵) خوبصورت آنکھوں والی حوریں اس کی زوجیت میں دے دی جاتی ہیں (۶) وہ اپنے رشتہ داروں میں سے ستر کی شفاعت کرتا ہے۔(2)

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن تین قسم کے لوگ شفاعت کریں گے۔ انبیائے کرام پھر علماء اور پھر شہدا۔(3)

قرآن حکیم کی سورۃ کا شفاعت کرنا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: قرآن حکیم میں تیس آیتوں کی ایک سورۃ ہے۔ اس نے اپنی تلاوت کرنے والی کی شفاعت کی حتی کہ اس کو بخش دیا گیا۔ وہ سورہ تَبٰرَكَ الَّذِىْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ۔ یعنی سورۃ الملک ہے۔(4)

انبیائے کرام علیہم السلام اور ملائکہ کا شفاعت کرنا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شفاعت کے متعلق ایک طویل حدیث مروی ہے جس میں یہ الفاظ بھی ہیں: ...... انبیائے کرام علیہم السلام شفاعت کریں گے۔ ملائکہ شفاعت کریں گے اور مومن شفاعت کریں گے۔ اور رب جبار ارشاد فرمائے گا: اب صرف میری شفاعت باقی رہ گئی ہے۔ سو اللہ تعالیٰ دوزخ سے ایک مٹھی بھرے گا (بلا تمثیل) جو جل کر سیاہ ہو چکے ہوں گے۔ ان کو جنت کے کنارے ایک نہر میں ڈالا جائے گا جس کا نام نہر الحیوٰۃ ہوگا اور وہ اس کے کنارے پر یوں اگیں گے جیسے پانی کے کنارے دانہ اگتا ہے...... الحدیث۔(5)

حضرت عطا بن یزید سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس بیٹھا تھا۔ ان دونوں میں سے ایک صاحب حدیث شفاعت بیان فرمارہے تھے

1۔ سنن ابن ماجہ: صفحہ 262 2۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 210 3۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 320
4۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 268 5 صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 8-1107

اور دوسرے خاموش بیٹھے تھے۔ فرمایا: فرشتے آئیں گے اور شفاعت کریں گے۔ اور رسول شفاعت کریں گے۔ پھر انہوں نے صراط کا ذکر کیا، فرمایا: حضور ﷺ نے فرمایا: سب سے پہلے میں پل صراط کو عبور کروں گا۔ جب اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے درمیان انصاف کرنے سے فارغ ہوگا اور جن لوگوں کو دوزخ سے نکالنے کا ارادہ فرمائے گا ان کو نکال چکے گا تو فرشتوں اور رسولوں کو حکم دے گا کہ وہ شفاعت کریں۔ وہ ان کو علامات سے پہچان لیں گے کیونکہ آگ انسان کے جسم کے ہر حصے کو کھائے گی لیکن سجدے کے دوران زمین پر لگنے والے حصوں کو نہیں کھائے گی۔ ان کے اوپر آب حیات انڈیلا جائے گا اور وہ یوں اگ آئیں گے جیسے پانی کے کنارے دانہ اگتا ہے۔(1)

شفیع المذنبین ﷺ کی شفاعت

فقط اتنی غرض ہے انعقاد بزم محشر سے　　کہ ان کی شان محبوبی دکھائی جانے والی ہے

یوم جزا بندوں کو ان کے اعمال کے مطابق جزاء وسزا دینے کا دن ہے۔ احادیث پاک کے مطالعہ سے انسان کا ذہن اس حقیقت کی طرف مائل ہوتا ہے کہ قیامت کے دن سزا اور جزا کا مسئلہ صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے بندے کے درمیان ہی محصور نہیں رہے گا بلکہ اللہ تعالیٰ جن بندوں کو سزا دے گا انہیں بر سر عام رسوا بھی کرے گا تاکہ دنیا میں جن لوگوں نے صبر کی صعوبتیں برداشت کر کے اپنے آپ کو اس جیسی بداعمالیوں سے محفوظ رکھا تھا وہ اس بدنصیب کا حشر دیکھ کر اطمینان کا سانس لیں، اور اس بات پر اپنے رب کا شکر ادا کریں کہ اس نے انہیں ان اعمال سیئہ سے بچنے کی توفیق عطا فرمائی تھی۔ اور یہ احساس ان کے لیے ایک بہت بڑی نعمت بن جائے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ جن خوش نصیبوں کو، کسی بھی بہانے، اپنی عطاؤں سے نوازے گا، ان پر اپنی ان نوازشات کو ساری مخلوق پر آشکارا بھی کرے گا تاکہ دنیا اعمال صالحہ کے ثمر کو بھی اپنی آنکھوں سے دیکھ لے اور اس لجپال کی شان لجپالی کا مظاہرہ بھی کرے۔

اس زاویۂ نگاہ سے جب آخرت کی نعمتوں کو دیکھا جاتا ہے تو اذن شفاعت اللہ تعالیٰ کی کرم نوازی کا سب سے بڑا مظہر نظر آتا ہے۔ ذرا تصور فرمائیے کہ جب کوئی حافظ قرآن، کوئی شہید جادۂ حق، کوئی مومن کامل، کوئی معصوم بچہ اور کوئی نبی معظم یا رسول مکرم اپنی شفاعت سے کسی کو پل صراط عبور کرا دے گا یا کسی جہنمی کو جہنم کے بھڑکتے ہوئے شعلوں سے باہر کھینچ لے گا اور ہنگامۂ حشر میں نفسی نفسی پکارنے والا ہر شخص اس کو ایسا کرتے ہوئے دیکھے گا تو ان سب کے دل و دماغ پر اس کی عظمت کا کیسا نقش ابھرے گا اور خصوصی طور پر جن لوگوں کی ڈوبتی ہوئی کشتی اس کی شفاعت سے کنارے پر لگے گی ان کی نظروں میں اس کا کیا مقام ہوگا۔

1۔ سنن النسائی، جلد 1، صفحہ 171

دنیا میں بڑائی اور عظمت کے پیمانے وقت کے بدلنے کے ساتھ ساتھ بدلتے رہتے ہیں لیکن یوم جزاء کی عظمت کا پیمانہ شفاعت کی صورت میں نظر آئے گا۔ جس بندے کی شفاعت سے کوئی ایک شخص بہرہ ور ہوگا اس کا اپنا مقام ہوگا۔ جس کی شفاعت سے چند آدمیوں کا گروہ نجات پائے گا اس کا اپنا منصب ہوگا۔ جس کی شفاعت ایک قبیلے کی بخشش کا سبب بنے گی اس کا اپنا مرتبہ ہوگا۔ جس نبی یا رسول کی شفاعت سے اس کی امت بہرہ ور ہوگی اس کا مرتبہ و مقام اپنا ہوگا۔ اور جس ہستی کی شفاعت سے اپنے اور پرائے، اگلے اور پچھلے، نیکوکار اور بدکار سب فیض پائیں گے اس کی تو شان ہی نرالی ہوگی۔

امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اپنے پروردگار کا جس قدر شکر کرے کم ہے کہ پروردگار نے اسے اس نبی معظم ﷺ کی امت ہونے کا شرف عطا فرمایا ہے، کہ قیامت کے دن جس کی شفاعت ہر سو جلوہ گر نظر آئے گی۔ حضور ﷺ اپنی امت کے عصیاں کاروں کے لیے تو شفاعت کریں گے ہی، یہ سلسلہ تو اس وقت تک جاری رہے گا جب تک آپ کا کوئی ایک کلمہ گو امتی بھی دوزخ میں باقی ہوگا، لطف کی بات تو یہ ہے کہ اس دن آپ کی شفاعت مخلوق کے ہر فرد کو فائدہ پہنچائے گی، اور دنیا مقام محمود پر فائز، اس خدا کے حبیب کی شفاعت کے مظاہر دیکھے گی تو آپ کی خداداد عظمتوں کا اعتراف کرے گی اور آپ کی رفعتوں کو سلام عقیدت پیش کرے گی۔

ذیل میں ہم حضور ﷺ کی شفاعت کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کرنے کے لیے چند احادیث صحیحہ قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں:

مقام شفاعت عطا ہونے کا اعلان

امت مسلمہ کا یہ مسلّمہ عقیدہ ہے کہ قیامت کے دن شفاعت وہی کرے گا جس کو بارگاہ خداوندی سے اذن شفاعت ملے گا۔ مدنی تاجدار ﷺ، جنہوں نے ہمیں وجود باری تعالیٰ کا پتا دیا ہے، جن کے قول سے ہمیں انبیاء و رسل علیہم السلام کی صداقت کا یقین ہوا ہے، جن کے بتانے پر ہم نے فرشتوں، جنت، دوزخ اور دوسری ان دیکھی مخلوق کے وجود کو مانا ہے، جن کے بیان سے ہم نے یوم آخرت اور اس دن پیش آنے والے تمام حادثات کا اقرار کیا ہے، اسی رسول معظم ﷺ نے ہمیں یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن آپ کو اذن شفاعت عطا فرمائے گا۔ آپ شفاعت کریں گے اور آپ کی شفاعت قبول ہوگی۔ ہم جس طرح آپ کے بیان کے اعتماد پر باقی حقائق پر ایمان رکھتے ہیں، اسی طرح آپ کے بیان پر ہم اس حقیقت پر بھی ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اذن شفاعت عطا فرمائے گا اور آپ کی شفاعت کو قبول بھی فرمائے گا۔

اس ضمن میں چند احادیث طیبہ ملاحظہ فرمائیں:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے پانچ چیزیں ایسی عطا ہوئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو عطا نہیں ہوئی تھیں: (۱) میری مدد رعب سے کی گئی ہے۔ میرا رعب ایک ماہ کی مسافت سے اثر کرتا ہے (۲) ساری زمین کو میرے لیے سجدہ گاہ اور پاک کرنے والی بنایا گیا ہے۔ میرے کسی امتی کو جہاں نماز کا وقت ہو جائے وہ وہیں نماز پڑھ لے (۳) غنیمتوں کو میرے لیے حلال کیا گیا ہے اور مجھ سے پہلے غنیمتیں کسی کے لیے حلال نہیں ہوئیں (۴) مجھے شفاعت کا اعزاز عطا کیا گیا ہے (۵) پہلے انبیائے کرام کو خصوصاً اپنی اپنی قوموں کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا اور مجھے تمام انسانوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے۔(1)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: قیامت کے دن مومن جمع ہوں گے اور (ایک دوسرے سے) کہیں گے: کتنا ہی اچھا ہو اگر ہم کسی کو بارگاہ ربی میں بطور شفیع پیش کریں۔ وہ حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے: آپ تمام انسانوں کے باپ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا ہے۔ فرشتوں سے آپ کے سامنے سجدہ کرایا ہے۔ آپ کو تمام چیزوں کے اسماء (اور ان کے خواص) کا علم عطا فرمایا ہے۔ برائے مہربانی آپ بارگاہ خداوندی میں ہماری شفاعت کریں تاکہ اللہ تعالیٰ ہمیں (میدان حشر کی) اس سختی سے نجات عطا فرمادے۔ وہ فرمائیں گے: یہ میرا مرتبہ نہیں ہے۔ وہ اپنے ذنب کا ذکر کریں گے اور شرمندگی کا اظہار کریں گے (اور فرمائیں گے:) حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ کیونکہ وہ پہلے رسول ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اہل زمین کی طرف مبعوث فرمایا۔ وہ حضرت نوح علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے تو وہ فرمائیں گے: یہ میرا مقام نہیں ہے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایسا سوال کرنے کا ذکر کریں گے جس کا انہیں علم نہیں تھا(2) وہ شرمندگی کا اظہار کریں گے اور فرمائیں گے: تم اللہ تعالیٰ کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ لوگ ان کے پاس حاضر ہوں گے تو وہ فرمائیں گے: یہ میرا مرتبہ نہیں ہے، تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ وہ اللہ تعالیٰ کے وہ مقبول بندے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے کلام فرمایا ہے اور ان کو تورات عطا فرمائی ہے۔ وہ ان کے پاس جائیں گے تو وہ فرمائیں گے: یہ میرا مقام نہیں ہے اور جان کے بدلے کے بغیر جان کو قتل کرنے کا ذکر کریں گے اور اپنے رب سے شرمندگی کا اظہار کریں گے اور فرمائیں گے: تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ جو

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 48

2۔ حضرت نوح علیہ السلام نے طوفان کے دوران بارگاہ خداوندی میں عرض کیا تھا کہ میرا بیٹا میرے اہل خانہ میں سے ہے اور میرے اہل خانہ کو بچانے گا آپ نے وعدہ فرمایا ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو تنبیہ کی تھی کہ اے نوح! ایسا سوال مت کرو جس کا تمہیں علم نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں اور جن کو کلمۃ اللہ اور روح اللہ ہونے کا شرف حاصل ہے۔ (لوگ ان کے پاس حاضر ہوں گے تو) وہ فرمائیں گے: یہ میرا مرتبہ نہیں ہے۔ تم محمد ﷺ کے پاس جاؤ جو اللہ تعالیٰ کے وہ مقبول بندے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے سب ذنب معاف فرما دیے ہیں۔ وہ میرے پاس آئیں گے۔ میں چل پڑوں گا حتی کہ بارگاہ خداوندی میں حاضر ہو کر اذن حضوری طلب کروں گا۔ مجھے اذن حضوری عطا ہوگا۔ جب میں اپنے پروردگار کا دیدار کروں گا تو سجدے میں گر جاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ جتنی دیر چاہے گا مجھے اسی حالت میں رہنے دے گا۔ پھر فرمایا جائے گا: اپنے سر کو اٹھاؤ، مانگو جو مانگو گے تمہیں عطا فرمایا جائے گا۔ بات کرو تمہاری بات سنی جائے گی۔ شفاعت کرو تمہاری شفاعت قبول کی جائے گی۔ پھر میں سر کو اٹھاؤں گا اور ان الفاظ سے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کروں گا جن کی تعلیم مجھے اللہ تعالیٰ دے گا۔ پھر میں شفاعت کروں گا اور میرے لیے ایک حد مقرر کی جائے گی (کہ میں اتنے لوگوں کو دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کر دوں۔) میں ان لوگوں کو جنت میں داخل کروں گا۔ پھر میں دوبارہ بارگاہ خداوندی میں حاضر ہوں گا اور وہی کچھ کروں گا جو پہلی بار کیا تھا۔ میرے لیے ایک حد مقرر کی جائے گی اور میں ان لوگوں کو جنت میں داخل کروں گا۔ پھر میں چوتھی بار لوٹوں گا اور کہوں گا: اب دوزخ میں وہی لوگ باقی رہ گئے ہیں جن کو قرآن حکیم کے فرمان خٰلِدِیْنَ فِیْهَا نے روک رکھا ہے یا جن کے لیے دوزخ کا ابدی عذاب واجب ہو چکا ہے...... الحدیث۔ (1)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ تشریف لائے اور آپ کی خدمت میں بازو کا گوشت پیش کیا گیا۔ بازو کا گوشت آپ کو بہت پسند تھا۔ آپ نے اس سے کچھ گوشت تناول فرمایا۔ پھر فرمایا: قیامت کے دن میں تمام لوگوں کا سردار ہوں گا، اور کیا تم جانتے ہو کہ ایسا کیوں ہوگا؟ اگلے پچھلے تمام لوگ ایک وسیع میدان میں جمع ہوں گے۔ بلانے والے کی آواز ان سب تک پہنچ سکے گی اور نگاہ ان سب سے پار ہو سکے گی۔ سورج زمین کے قریب آ جائے گا اور لوگ غم و کرب کی ایسی کیفیت سے دوچار ہوں گے جس کو وہ برداشت نہیں کر سکیں گے۔ لوگ (ایک دوسرے سے) کہیں گے: کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ تمہارے غم و کرب کا کیا حال ہے؟ کیا تم کسی ایسے بندے کو تلاش نہیں کرتے جو بارگاہ خداوندی میں تمہاری شفاعت کرے۔ لوگ ایک دوسرے سے کہیں گے: تمہیں حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہونا چاہیے۔ لوگ حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے: آپ تمام نسل انسانی کے باپ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے دست قدرت سے تخلیق کیا ہے۔ اور اس نے آپ کے اندر اپنی روح پھونکی ہے۔ اس نے فرشتوں کو حکم دیا اور

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 43-642

انہوں نے آپ کے سامنے سجدہ کیا۔ آپ بارگاہ خداوندی میں ہماری شفاعت فرمائیں۔ کیا آپ ملاحظہ نہیں فرمارہے کہ ہم کس کرب میں مبتلا ہیں؟ کیا آپ دیکھ نہیں رہے کہ ہمارا حال کیا ہو گیا ہے؟ حضرت آدم علیہ السلام جواب دیں گے: میرا پروردگار جتنے غضب میں آج ہے اتنا غضب ناک نہ وہ پہلے کبھی ہوا ہے اور نہ بعد میں کبھی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس درخت کا پھل کھانے سے منع فرمایا تھا اور میں نے اس کے اس حکم کی نافرمانی کی تھی۔ مجھے اپنی جان کی فکر ہے۔ مجھے اپنی جان کی فکر ہے۔ تم میرے بجائے کسی اور کے پاس جاؤ۔ تم حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور عرض کریں گے: اے نوح! علیک السلام آپ اہل زمین کی طرف مبعوث ہونے والے پہلے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو شکر گزار بندے کے نام سے موسوم کیا ہے۔ آپ بارگاہ خداوندی میں ہماری شفاعت فرمائیں۔ کیا آپ ملاحظہ نہیں فرمارہے کہ ہمارا کیا حال ہے؟ وہ فرمائیں گے؟ میرا رب جتنا غضب ناک آج ہے اتنا غضب ناک وہ نہ کبھی پہلے ہوا ہے اور نہ کبھی بعد میں ہوگا۔ مجھے ایک دعا عطا فرمائی گئی تھی جس کی قبولیت یقینی تھی اور اس کو میں نے اپنی قوم کے خلاف دعائے ضرر کے طور پر استعمال کرلیا۔ مجھے اپنی جان کی فکر ہے۔ مجھے اپنی جان کی فکر ہے۔ مجھے اپنی جان کی فکر ہے۔ تم میرے بجائے کسی اور کے پاس جاؤ۔ تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے: آپ اللہ تعالیٰ کے نبی اور اہل زمین میں سے اس کے خلیل ہیں۔ بارگاہ خداوندی میں ہماری شفاعت فرمائیں۔ کیا آپ ملاحظہ نہیں فرمارہے کہ ہمارا کیا حال ہے؟ وہ ان کو جواب دیں گے: میرا پروردگار جتنا غضبناک آج ہے اتنا غضب ناک نہ کبھی پہلے ہوا ہے اور نہ کبھی بعد میں ہوگا۔ میں نے تین بار (تعریضاً) خلاف واقعہ بات کہی ہے۔ ابوحبان نے اپنی حدیث میں ان باتوں کا ذکر کیا ہے۔ (آپ فرمائیں گے:) مجھے اپنی جان کی فکر ہے۔ مجھے اپنی جان کی فکر ہے۔ مجھے اپنی جان کی فکر ہے۔ تم میرے بجائے کسی اور کے پاس جاؤ۔ تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور عرض کریں گے: آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو منصب رسالت و کلام کے ساتھ لوگوں پر فضیلت دی ہے۔ آپ بارگاہ خداوندی میں ہماری شفاعت فرمائیں۔ کیا آپ ملاحظہ نہیں فرمارہے کہ ہمارا کیا حال ہے؟ وہ فرمائیں گے: میرا پروردگار جتنا غضب ناک آج ہے، اتنا غضب ناک نہ کبھی پہلے ہوا ہے اور نہ کبھی بعد میں ہوگا۔ میں نے ایک ایسی جان کو قتل کیا تھا جس کو قتل کرنے کا مجھے حکم نہیں دیا گیا تھا۔ مجھے اپنی جان کی فکر ہے۔ مجھے اپنی جان کی فکر ہے۔ مجھے اپنی جان کی فکر ہے۔ تم میرے بجائے کسی اور کے پاس جاؤ۔ تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور عرض کریں گے:

اے حضرت عیسیٰ! علیک السلام آپ اللہ تعالیٰ کے رسول اور کلمۃ اللہ ہیں جس کو اس نے حضرت مریم کی طرف القاء کیا تھا۔ آپ روح اللہ ہیں۔ آپ پنگھوڑے میں ایک (شیر خوار) بچے تھے کہ آپ نے لوگوں سے گفتگو کی۔ آپ بارگاہ خداوندی میں ہماری شفاعت کریں۔ کیا آپ دیکھتے نہیں کہ ہمارا کیا حال ہے؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے: میرا پروردگار جتنا غضب ناک آج ہے اتنا غضب ناک نہ کبھی پہلے ہوا ہے اور نہ کبھی بعد میں ہوگا۔ انہوں نے کسی ذنب کا ذکر نہیں کیا۔ (کہنے لگے:) مجھے اپنی جان کی فکر ہے۔ مجھے اپنی جان کی فکر ہے۔ مجھے اپنی جان کی فکر ہے۔ تم میرے بجائے کسی اور کے پاس جاؤ۔ تم حضرت محمد ﷺ کے پاس جاؤ۔ لوگ حضرت محمد ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے: اے پیارے حضرت محمد! ﷺ آپ رسول اللہ ہیں۔ آپ خاتم الانبیاء ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے سب ذنب معاف فرما دیے ہیں۔ آپ بارگاہ خداوندی میں ہماری شفاعت کریں۔ کیا آپ ملاحظہ نہیں فرما رہے کہ ہمارا کیا حال ہے؟ (فرمایا:) میں چل پڑوں گا۔ عرش کے نیچے آؤں گا اور اپنے پروردگار کے حضور سجدے میں گر جاؤں گا۔ پھر اللہ تعالیٰ مجھ پر اپنی حمد اور ثنائے جمیل کے ایسے کلمات منکشف فرمائے گا جو مجھ سے پہلے کسی پر منکشف نہیں ہوئے۔ (اور میں ان کلمات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کروں گا۔) پھر مجھ سے کہا جائے گا: اے محمد! ﷺ اپنے سر کو اٹھاؤ۔ مانگو، تمہیں دیا جائے گا۔ شفاعت کرو، تمہاری شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں اپنا سر اٹھاؤں گا اور عرض کروں گا: اے پروردگار! میری امت پر رحم فرما۔ اے پروردگار! میری امت پر رحم فرما۔ اے پروردگار! میری امت پر رحم فرما۔ فرمایا جائے گا: اے پیارے محمد! ﷺ جنت کے باب ایمن سے اپنے ان امتیوں کو جنت میں داخل کرو جن سے کوئی حساب نہیں لیا جائے گا اور جنت کے باقی دروازوں سے جنت میں داخل ہونے میں وہ باقی لوگوں کے ساتھ شریک ہوں گے۔ پھر فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، جنت (کے دروازوں) کے دو کواڑوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا فاصلہ مکہ اور حمیر یا مکہ اور بصریٰ کے درمیان ہے۔(1)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: کچھ لوگ حضرت محمد ﷺ کی شفاعت سے جہنم سے نکل کر جنت میں داخل ہوں گے اور وہ جہنمیین کے نام سے موسوم ہوں گے۔(2)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا: قیامت کے دن مجھے اذن شفاعت عطا ہوگا اور میں عرض کروں گا: پروردگار! جس شخص کے دل میں رائی

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 85-684 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 72-971

کے برابر بھی خیر ہے اس کو جنت میں داخل فرمادے۔ان لوگوں کو جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ پھر میں عرض کروں گا: پروردگار عالم! جس کے دل میں بالکل معمولی سی بھی بھلائی ہے اس کو جنت میں داخل کر دے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: گویا میں حضور ﷺ کی انگلیوں کو دیکھ رہا ہوں۔ (1)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن میں ساری اولاد آدم کا سردار ہوں گا اور یہ بات میں فخر کے طور پر نہیں کہہ رہا۔ لواء الحمد میرے ہاتھوں میں ہوگا اور یہ بات میں بطور فخر نہیں کہہ رہا۔ اس دن حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے علاوہ جتنے انبیائے کرام ہیں، سب میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔ اور سب سے پہلے زمین میرے اوپر سے شق ہوگی اور یہ بات میں فخر کے طور پر نہیں کہہ رہا۔ اس روز لوگ تین گھبراہٹوں سے دوچار ہوں گے۔ وہ حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے: آپ ہمارے جدامجد ہیں۔ آپ اپنے پروردگار کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کریں۔ وہ فرمائیں گے: میں نے ایک ذنب کا ارتکاب کیا تھا جس کی وجہ سے مجھے جنت سے نکال کر زمین پر پہنچا دیا گیا، البتہ تم حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جائیں گے تو وہ فرمائیں گے: میں نے تو زمین والوں کے خلاف دعا کی تھی اور وہ ہلاک ہو گئے تھے، البتہ تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جائیں گے تو وہ فرمائیں گے: میں نے تو تین بار (تعریضاً) خلاف واقعہ بات کہی ہے۔ (اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے) حضور ﷺ نے فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان باتوں کے ذریعہ اپنے دین کا دفاع کیا تھا۔ (فرمائیں گے) البتہ تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے تو وہ فرمائیں گے: میں نے تو ایک جان کو قتل کیا تھا، البتہ تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے تو وہ فرمائیں گے: میری تو خدا کو چھوڑ کر عبادت کی گئی ہے، البتہ تم حضرت محمد ﷺ کے پاس جاؤ۔ حضور ﷺ نے فرمایا: لوگ میرے پاس آئیں گے۔ میں ان کے ساتھ چل دوں گا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: گویا میں حضور ﷺ کو دیکھ رہا ہوں۔ فرمایا: میں جنت کے دروازے کے حلقے کو پکڑوں گا اور اس کو حرکت دوں گا۔ پوچھا جائے گا: کون ہے؟ جواب دیا جائے گا: محمد ﷺ ہیں۔ وہ (فرشتے) میرے لیے دروازہ کھولیں گے، مجھے خوش آمدید کہیں گے اور کہیں گے: آپ کو خوش آمدید۔ میں سجدے میں گر جاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ مجھے حمد وثناء کے مخصوص کلمات الہام فرمائے گا۔ (میں ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کروں گا۔) پھر مجھ سے کہا

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 1118

جائے گا: اپنے سر کو اٹھاؤ۔ مانگو، تمہیں دیا جائے گا۔ شفاعت کرو، تمہاری شفاعت قبول کی جائے گی۔ بات کرو، تمہاری بات سنی جائے گی۔ یہ وہ مقام محمود ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: عَسٰۤى اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا (الاسراء:79) ''امید ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو مقام محمود عطا فرمائے گا.....''۔ الحدیث۔(1)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: مجھے پانچ وہ چیزیں عطا فرمائی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو عطا نہیں کی گئیں۔ میری مدد رعب کے ذریعے کی گئی ہے جس کا اثر ایک مہینے کی مسافت تک ہوتا ہے۔ زمین کو میرے لیے سجدہ گاہ اور پاک کر دینے والی بنایا گیا ہے، میرے کسی امتی کو جہاں بھی نماز کا وقت ہو جائے وہ وہیں نماز پڑھ لے۔ مجھے شفاعت (عظمیٰ) کی گئی ہے جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں ہوئی۔ مجھے تمام انسانوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے جب کہ پہلے کسی نبی کو اس کی مخصوص قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا۔(2)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: مجھے اختیار دیا گیا کہ میں دو باتوں میں سے جس کو چاہوں اختیار کرلوں۔ ایک شفاعت اور دوسری یہ کہ میری آدھی امت کو جنت میں داخل کر دیا جائے۔ میں نے شفاعت کو اختیار کیا کیونکہ اس کا فائدہ عام ہے اور یہ کفایت کرنے والی ہے۔ تمہارا خیال ہوگا کہ شفاعت متقی لوگوں کے لیے ہے۔ نہیں، بلکہ یہ گنہگاروں، عصیاں کاروں اور گناہوں سے لتھڑے ہوؤں کے لیے ہے۔(3)

شفاعت کا وعدہ

حضور ﷺ نے جہاں اپنے غلاموں کی تسلی کے لیے انہیں اس حقیقت سے آگاہ کیا کہ قیامت کے روز پروردگار ان کے آقا ﷺ کو اذن شفاعت عطا فرمائے گا، وہاں آپ ﷺ نے اپنے غلاموں سے یہ وعدہ بھی فرمایا کہ آپ ان کی شفاعت کریں گے۔ چند احادیث طیبہ ملاحظہ فرمائیے:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اذان سن کر یہ الفاظ کہے: ''اے اللہ! اے اس دعوت کامل اور ادا ہونے والی نماز کے رب! حضرت محمد ﷺ کو وسیلہ اور فضیلت عطا فرما اور آپ کو اس مقام محمود پر فائز فرما جس کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے''۔ قیامت کے دن اس کے لیے میری شفاعت کا استحقاق ثابت ہو جائے گا۔(4)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: میں دخول

1۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 143
2۔ سنن النسائی، جلد 1، صفحہ 74-73
3۔ سنن ابن ماجہ: صفحہ 319
4۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 86

جنت کے لیے شفاعت کرنے والا پہلا بندہ ہوں گا۔ اور میرے پیروکاروں کی تعداد تمام انبیائے کرام علیہم السلام (کے پیروکاروں) سے زیادہ ہوگی۔(1)

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا: جب تم مؤذن کو اذان کہتے سنو تو جو وہ کہہ رہا ہے تم بھی وہی کہو۔ پھر مجھ پر درود بھیجو کیونکہ جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے اس کے بدلے اللہ تعالیٰ اس کو دس نعمتیں عطا فرماتا ہے۔ پھر میرے لیے وسیلہ کی دعا کرو۔ وسیلہ جنت کا ایک مقام ہے جو اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے صرف ایک بندے کو عطا ہوگا اور مجھے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہی ہوں گا۔ سو جس نے میرے لیے وسیلہ کی دعا کی اس کے لیے میری شفاعت ثابت ہوگئی۔(2)

حضرت سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: مدینہ طیبہ کی دو پتھریلی زمینوں کے درمیانی علاقے کو میں حرم قرار دیتا ہوں۔ نہ اس کے درختوں کو کاٹا جائے اور نہ اس کے شکار کو قتل کیا جائے۔ اور فرمایا: اگر لوگ حقیقت حال سے باخبر ہوں تو مدینہ ان کے لیے بہتر ہے۔ جو شخص مدینہ سے بے نیاز ہو کر اس کی سکونت ترک کرتا ہے اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ اس شخص کو مدینہ طیبہ میں لے آتا ہے جو اس سے بہتر ہو۔ اور جو شخص مدینہ کی سختیوں اور مشقتوں پر صبر کر کے اس میں ثابت قدم رہے گا، قیامت کے دن میں اس کا شفیع ہوں گا، یا فرمایا: گواہ ہوں گا۔(3)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضور ﷺ سے گزارش کی کہ آپ قیامت والے دن میری شفاعت فرمائیں۔ فرمایا: میں تمہاری شفاعت کرنے والا ہوں۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ میں آپ کو کہاں تلاش کروں؟ فرمایا: سب سے پہلے تو مجھے پل صراط پر تلاش کرنا۔ اور فرمایا: اگر میں تجھے پل صراط پر نہ ملوں تو مجھے میزان کے پاس تلاش کرنا (جہاں بندوں کے اعمال کے وزن ہو رہے ہوں گے) میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ اگر میزان کے پاس بھی ملاقات نہ ہو سکے تو؟ فرمایا: پھر مجھے حوض کوثر پر تلاش کرنا۔ میں ان تین مقامات میں سے کسی ایک مقام پر ضرور موجود ہوں گا...... الحدیث۔(4)

نوٹ: یہی تین مقامات ایسے ہوں گے جہاں غلاموں کو اپنے آقا کی شفاعت کی شدت سے ضرورت محسوس ہوگی۔ اور آقا نے وعدہ فرمایا کہ آپ ان تین مقامات میں سے کسی ایک مقام پر ضرور موجود ہوں گے۔

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 112
2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 166
3۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 440
4۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 66

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر نبی کو ایک دعا عطا ہوتی ہے (جس کی قبولیت یقینی ہوتی ہے) میں نے اپنی اس دعا کو اپنی امت کی شفاعت کے لیے چھپا رکھا ہے۔ انشاء اللہ میری شفاعت میرے ہر اس امتی کو نصیب ہوگی جس کا دامن شرک باللہ سے آلودہ نہیں ہوگا۔(1)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: جس شخص کے لیے ممکن ہو کہ اسے مدینہ میں موت آئے، اسے چاہیے کہ مدینہ میں موت کا سامان کرے کیونکہ جس کو مدینہ طیبہ میں موت آئے گی اس کے لیے میں شفاعت کروں گا۔(2)

صحابہ کرام اور سلف صالحین کا اعتماد شفاعت رسول پر

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی زندگیوں کا لمحہ لمحہ اطاعت خدا اور اطاعت رسول ﷺ میں گزرتا تھا۔ انہوں نے دین خدا کی سربلندی کے لیے گھر بار، آل اولاد، وطن اور قبیلہ سب کچھ چھوڑا تھا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ان کی بے تاب آنکھوں کو لمحہ بہ لمحہ زیارت حبیب کبریا علیہ التحیۃ والثناء کا شرف حاصل ہوتا تھا لیکن ان تمام نیکیوں کے باوجود وہ قیامت کے دن شفاعت رسول ﷺ کو ہی اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ وہ حضور ﷺ سے شفاعت کی استدعا کرتے تھے اور شفاعت کے متعلق آپ سے مختلف قسم کے سوال کرتے تھے۔ چند احادیث طیبہ ملاحظہ فرمایئے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! ﷺ قیامت کے دن، آپ کی شفاعت کے حوالے سے، زیادہ خوش بخت کون ہوگا؟ فرمایا: ابو ہریرہ! میرا خیال تھا کہ اس حدیث کے بارے میں تم سے پہلے کوئی شخص مجھ سے سوال نہیں کرے گا۔ کیونکہ میں تمہیں حدیث پر سب سے زیادہ حریص محسوس کرتا ہوں۔ قیامت کے دن، میری شفاعت کے حوالے سے، سب سے زیادہ خوش بخت وہ ہوگا جس نے دل یا جان کے خلوص کے ساتھ کہا: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔(3)

حضرت معبد بن ہلال العنزی سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ہم بصرہ کے کچھ لوگ اکٹھے ہو کر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ہم حضرت ثابت کو اپنے ساتھ لے گئے تاکہ وہ ہمارے لیے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث شفاعت (سنانے) کا سوال کریں۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے محل میں تھے۔ ہم اس وقت ان کے پاس پہنچے جب وہ چاشت کی نماز ادا فرما رہے تھے۔ ہم نے آپ سے اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ آپ نے اجازت عطا فرما دی۔ آپ اپنے بستر پر بیٹھے تھے۔ ہم نے حضرت ثابت سے عرض کیا: آپ حدیث شفاعت سے پہلے

1۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 200 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 231 3۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 20

ان سے کسی چیز کے بارے میں سوال نہ کریں۔ حضرت ثابت نے عرض کیا: اے ابوضمرہ! یہ آپ کے بھائی ہیں جن کا تعلق بصرہ سے ہے۔ یہ آپ سے حدیث شفاعت کے متعلق پوچھنے کے لیے آئے ہیں۔ آپ نے فرمایا...... الحدیث۔ (1)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضور ﷺ سے درخواست کی کہ آپ قیامت کے دن میری شفاعت فرمائیں۔ فرمایا: میں تمہاری شفاعت کروں گا۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ میں آپ کو کہاں تلاش کروں؟ فرمایا: سب سے پہلے مجھے پل صراط پر تلاش کرنا۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ اگر پل صراط پر آپ سے ملاقات نہ ہو تو کیا کروں؟ فرمایا: پھر مجھے میزان (اعمال کے وزن کرنے کا مقام) پر تلاش کرنا۔ عرض کیا: اگر میزان پر بھی آپ سے ملاقات نہ ہو تو؟ فرمایا: پھر مجھے حوض کوثر پر تلاش کرنا۔ میں ان تین مقامات میں سے کسی ایک مقام پر ضرور موجود ہوں گا...... الحدیث۔ (2)

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین قیامت کے دن کی شفاعت کے لیے بھی التجائیں کرتے تھے اور اپنے دنیوی مسائل کو بھی حضور ﷺ کی شفاعت کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے حل کرانے کی کوشش کرتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ مویشی ہلاک ہو گئے، راستے کٹ گئے۔ آپ بارگاہ خداوندی میں (بارش کے لیے) دعا کریں۔ (حضور ﷺ کی شفاعت سے) ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک ہم پر باران رحمت کا نزول ہوتا رہا۔ پھر ایک آدمی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ گھر منہدم ہو رہے ہیں، راستے کٹ گئے ہیں۔ حضور ﷺ نے دعا کی: اے اللہ تعالیٰ! یہ بارش پہاڑوں کی چوٹیوں، ٹیلوں، وادیوں اور درختوں کے اگنے کی جگہ پر برسے۔ حضور ﷺ کی اس دعا سے بادل مدینہ کے اوپر سے یوں کھل گئے جیسے کپڑا پھٹ جاتا ہے۔ (3)

دنیوی امور میں مشرکین کا شفاعت طلب کرنا

جو لوگ حضرت محمد مصطفی علیہ التحیۃ والثناء کی نبوت و رسالت پر ایمان لائے تھے اور جنہوں نے آپ کے نام کا کلمہ پڑھا تھا، ان کا آپ ﷺ کی شفاعت کو مدار نجات سمجھنا اور آپ کی شفاعت کی تمنا کرنا کوئی عجیب بات نہیں ہے۔ انہوں نے تو آپ ﷺ کو باعث تخلیق کائنات سمجھا تھا۔ وہ تو یہ ایمان رکھتے تھے کہ جس ہستی کے طفیل ہمیں اپنے رب کا عرفان نصیب ہوا ہے، خدا کی باقی ساری نعمتیں بھی

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 1118 2۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 66 3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 139

اسی کے وسیلے سے ملیں گی، اس لیے قدرتی طور پر وہ ہر دنیوی مسئلے کے حل کے لیے شفاعت محمدی پر بھروسا کرتے تھے اور اخروی نجات کے لیے بھی ان کا اعتماد شفاعت محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر تھا۔ لطف کی بات تو یہ ہے کہ جن لوگوں نے اس ہستی کے دعویٰ نبوت ورسالت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا، جو آپ کو صادق اور امین کے نام سے پکارنے کے باوجود آپ کے دعویٰ رسالت کو سچ ماننے کے لیے تیار نہ تھے، جنہوں نے محض آپ کی دعوت کا انکار ہی نہ کیا تھا بلکہ ان کو اس کرۂ ارضی پر اس عظیم ہستی کا وجود تک گوارا نہ تھا اور جنہوں نے اس شمع تاباں کو گل کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کی تھی، ان لوگوں کی کشتیٔ حیات بھی جب کبھی حوادث دہر کے گرداب میں پھنستی تو ان کی نگاہیں بھی طلب شفاعت کے لیے اس ہستی کی طرف اٹھتیں اور لطف کی بات یہ ہے کہ خدا کے اس رحمۃ للعالمین رسول نے ان کو بھی مایوس نہیں کیا۔ ایک حدیث پاک ملاحظہ فرمایئے:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: قریش نے اسلام قبول کرنے میں تاخیر کی۔ حضور ﷺ نے ان کے خلاف دعائے ضرر کی۔ ان کو قحط نے آلیا حتی کہ اس قحط کے سبب وہ ہلاک ہونے لگے اور مردار اور ہڈیاں کھانے پر مجبور ہو گئے۔ ابوسفیان (کفار مکہ کا سردار) حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا: اے محمد! (ﷺ) آپ صلہ رحمی کی تعلیم دینے آئے ہیں جب کہ آپ کی قوم ہلاک ہو رہی ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں۔ راوی کہتے ہیں کہ اس قحط کا بیان قرآن حکیم کی اس آیت میں ہے: ''اور تم اس روز کا انتظار کرو جب آسمان واضح دھواں لے کر آئے گا''۔ (شفاعت محمدی سے ان پر بارش ہوئی۔) وہ پھر کفر کی طرف لوٹ گئے۔ دوبارہ کفر پر ان کی جو گرفت ہوئی اس کا بیان اس آیت میں ہے: ''جب ہم ان کو سختی سے گرفت میں لے لیں گے''۔ حضور ﷺ نے ان کے لیے دعا کی تو انہیں بارش عطا کی گئی۔ ہفتہ بھر مسلسل بارش برستی رہی۔ لوگوں نے بارش کی زیادتی کی شکایت کی۔ حضور ﷺ نے دعا کی: اے اللہ تعالیٰ! ہمارے اردگرد باران رحمت برسا ہمارے اوپر نہیں۔ بادل آپ کے سر سے چھٹ گئے اور اردگرد کے لوگوں پر بارش برسی۔ (1)

ساری مخلوقات کی شفاعت

دخول جنت کے لیے شفاعت تو صرف ایمان والوں کے ساتھ خاص ہوگی، کفار ومشرکین اس سے محروم ہوں گے لیکن یوم حشر کی سختیوں میں انتظار کی کٹھن گھڑیوں کو ختم کرانے اور حساب شروع کرانے کے لیے حبیب خدا ﷺ کی شفاعت ساری مخلوق خدا کو شامل ہوگی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: آدمی

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 139

لوگوں کے سامنے دست سوال پھیلاتا رہتا ہے حتیٰ کہ جب وہ قیامت کے دن آئے گا تو اس کے چہرے پر (لوگوں سے بار بار مانگنے کی وجہ سے) گوشت کا ٹکڑا تک نہیں ہوگا۔ فرمایا: قیامت کے دن سورج قریب آجائے گا حتیٰ کہ گرمی کی شدت سے پسینہ اتنا بہے گا کہ آدمی کے کانوں کے نصف تک پہنچ جائے گا۔ لوگ اسی حالت میں ہوں گے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے مدد طلب کریں گے۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اور پھر حضرت محمد ﷺ سے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک اور سند سے مروی حدیث میں ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے: آپ شفاعت کریں گے کہ مخلوق کے درمیان فیصلہ کیا جائے۔ آپ جائیں گے حتیٰ کہ باب جنت کے حلقے کو پکڑیں گے (اور شفاعت کریں گے۔) اس روز اللہ تعالیٰ آپ کو مقام محمود عطا فرمائے گا۔ میدان حشر میں موجود سب آپ کی تعریفیں کر رہے ہوں گے...... الحدیث۔(1)

شفاعت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی خصوصیات

جیسے پہلے بیان ہو چکا ہے کہ پروردگار عالم قیامت کے دن اپنے متعدد بندوں کو اذن شفاعت عطا فرمائے گا۔ انبیاء و رسل علیہم السلام بھی باذن اللہ، شفاعت کریں گے۔ شہداء بھی شفاعت کریں گے۔ علماء اور مومنین بھی شفاعت کریں گے۔ معصوم بچے بھی شفاعت کریں گے اور قرآن حکیم کی سورتیں بھی اپنی تلاوت کرنے والوں کی شفاعت کریں گی، لیکن مدنی تاجدار ﷺ کی شفاعت کی شان ہی نرالی ہوگی۔ آپ کی شفاعت کی چند خصوصیات ملاحظہ فرمائیے:

شفاعت کے لیے مخصوص ذکر کا عطا ہونا

اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کی حمد و ثناء اللہ تعالیٰ کے خزانوں کو کھولنے کی کنجیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے جس بندے پر زیادہ مہربانی فرمانا چاہتا ہے اس کو اپنے ذکر کی توفیق کے ساتھ ساتھ ذکر کے لیے ایسے مخصوص کلمات سکھا دیتا ہے جو اس کو پسند ہوتے ہیں۔ قیامت کے دن جب ہر ذی روح میدان حشر کی سختیوں میں مبتلا ہوگا، کسی کو لب کھولنے کی جرأت نہیں ہوگی، اس دن اللہ تعالیٰ اپنے حبیب لبیب ﷺ کو اپنی حمد و ثناء کے خصوصی کلمات تعلیم فرمائے گا جن کی برکت سے اہل حشر کو انتظار کی سختیوں سے نجات ملے گی اور ان ہی کی برکت سے گنہگار امتی فرداً فرداً اور گروہوں کی صورت میں دوزخ سے نکل کر جنت میں پہنچ جائیں گے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: قیامت کے دن لوگ بوجہ اضطراب ایک دوسرے میں گھس رہے ہوں گے۔ وہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے: بارگاہ خداوندی میں ہماری شفاعت کریں۔ وہ فرمائیں گے: میں اس کام کے لیے موزوں

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 199

نہیں ہوں۔ البتہ تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں۔ لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جائیں گے تو وہ فرمائیں گے: میں تو اس کام کے لیے موزوں نہیں ہوں البتہ تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو شرف کلام سے نوازا ہے۔ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے تو وہ فرمائیں گے: میرا تو یہ مقام نہیں ہے البتہ تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ کیونکہ وہ روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں۔ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس حاضر ہوں گے تو وہ فرمائیں گے: میرا تو یہ مقام نہیں ہے البتہ تم حضرت محمد ﷺ کے پاس جاؤ۔ لوگ میرے پاس آئیں گے۔ میں کہوں گا: یہ کام میرا ہی ہے۔ میں اپنے رب سے اذن حضوری طلب کروں گا۔ اللہ تعالیٰ مجھے اذن عطا فرمائے گا اور مجھ پر حمد و ثناء کے خصوصی کلمات کا الہام فرمائے گا جن سے میں اس کی حمد و ثناء کروں گا۔ وہ کلمات اب مجھے یاد نہیں۔ میں ان کلمات سے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کروں گا اور سجدے میں گر جاؤں گا...... الحدیث۔ (1)

امام بخاری نے اسی حدیث کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت کیا ہے۔ اس روایت میں ان الفاظ کا اضافہ ہے: ''اللہ تعالیٰ مجھ پر اپنی حمد و ثناء کے ایسے کلمات کو کھولے گا جو مجھ سے پہلے کسی بندے پر نہیں کھولے تھے...... الحدیث۔ (2)

شفاعت کرنے اور شفاعت کی قبولیت میں سب سے اول

حضور ﷺ کی شفاعت کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ آپ ہی سب سے پہلے شفاعت کریں گے اور آپ ہی کی شفاعت کو سب سے پہلے شرف قبولیت حاصل ہوگا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: لوگوں میں دخول جنت کے لیے شفاعت کرنے والا پہلا بندہ میں ہوں گا اور تمام انبیائے کرام علیہم السلام (کے پیروکاروں) سے میرے پیروکاروں کی تعداد زیادہ ہوگی۔ (3)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: کچھ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حضور ﷺ کے انتظار میں بیٹھے تھے۔ فرماتے ہیں: آپ باہر تشریف لائے۔ جب قریب پہنچے تو ان کو گفتگو کرتے سنا۔ آپ نے ان کی باتیں سنیں۔ کوئی کہہ رہا تھا: کتنی عجیب بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو اپنا خلیل بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا ہے، کسی دوسرے نے کہا: اس سے زیادہ عجیب بات کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کلام فرمایا ہے۔ کوئی کہنے لگا: اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کلمۃ اللہ اور روح اللہ بنایا ہے۔

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 1118 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 685 3۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 112

کسی نے کہا: حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے چن لیا ہے۔ حضور ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے۔ ان کو سلام کیا، پھر فرمایا: میں نے تمہاری باتیں بھی سنی ہیں اور تمہاری حیرت کو بھی ملاحظہ کیا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں اور یقیناً یہی ان کا مرتبہ ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نجی اللہ (اللہ تعالیٰ سے کلام کرنے والے) ہیں اور یقیناً یہی ان کا مرتبہ ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں اور یقیناً یہی ان کا مقام ہے۔ اور حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے چن لیا ہے اور یقیناً یہی ان کا مرتبہ ہے۔ سنو! میں اللہ تعالیٰ کا حبیب ہوں اور میں یہ بات بطور فخر نہیں کہہ رہا۔ قیامت کے دن لواء الحمد میرے ہاتھ میں ہوگا اور یہ بات میں بطور فخر نہیں کہہ رہا۔ میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں گا اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول ہوگی اور یہ بات میں بطور فخر نہیں کہہ رہا۔ اور میں حلقہ جنت کو حرکت دینے والا پہلا شخص ہوں گا۔ اللہ تعالیٰ میرے لیے جنت کا دروازہ کھولے گا اور فقراء مہاجرین میرے ہمراہ ہوں گے اور یہ بات میں بطور فخر نہیں کہہ رہا۔ اور میں اگلے اور پچھلے سب لوگوں سے زیادہ صاحب اکرام ہوں گا اور یہ بات میں بطور فخر نہیں کہہ رہا۔(1)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: میں ساری اولاد آدم کا سردار ہوں اور یہ بات میں بطور فخر نہیں کہہ رہا۔ اور قیامت کے دن زمین سب سے پہلے میرے اوپر سے پھٹے گی اور یہ بات میں بطور فخر نہیں کہہ رہا۔ میں پہلا شفاعت کرنے والا ہوں گا اور میری شفاعت سب سے پہلے قبول ہوگی اور یہ بات میں بطور فخر نہیں کہہ رہا۔ اور قیامت کے دن لواء الحمد میرے ہاتھ میں ہوگا۔(2)

یہ بتانا کہ میں نے امت کی شفاعت کر دی ہے اور وہ قبول ہو چکی ہے

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ہم حضور ﷺ کی معیت میں مکہ سے مدینہ کے ارادے سے نکلے۔ جب ہم مقام غروراء کے قریب پہنچے تو حضور ﷺ سواری سے اترے۔ آپ نے ہاتھ بلند کیے اور کچھ دیر تک اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہے۔ پھر آپ سجدے میں گر گئے اور کافی دیر تک سجدے میں رہے۔ پھر آپ اٹھے، ہاتھ بلند کیے اور کچھ دیر اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ پھر آپ سجدے میں گر گئے اور کافی دیر تک سجدے میں رہے۔ پھر آپ اٹھے، ہاتھ بلند کیے اور کچھ دیر تک دعا کی۔ پھر آپ سجدے میں گر گئے۔ احمد راوی کہتے ہیں: آپ نے یہ عمل تین بار دہرایا۔ پھر فرمایا: میں نے اپنے رب سے سوال کیا اور اپنی امت کی شفاعت کی۔ پروردگار عالم نے مجھے ایک تہائی امت کی بخشش کی نوید عطا فرمائی۔ اس پر میں اپنے رب کریم کا شکر ادا کرنے کے لیے سجدے

1۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 202　2۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 319

میں گر گیا۔ پھر میں نے سر اٹھایا اور دوبارہ پروردگار عالم سے اپنی امت کی بخشش کی استدعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے پھر ایک تہائی امت کی بخشش کی نوید عطا فرمائی۔ میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے سجدے میں گر گیا۔ پھر میں نے سر اٹھایا اور اپنے رب سے اپنی امت کی بخشش کا سوال کیا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے باقی ماندہ ایک تہائی امت کی بخشش کی نوید بھی سنا دی۔ میں پھر اپنے رب کا شکر ادا کرنے کے لیے سجدے میں گر گیا...... الحدیث۔(1)

شفاعت حبیب خدا علیہ التحیۃ والثناء اور ابو طالب

امت مسلمہ کا ایک مسلمہ عقیدہ ہے کہ شفاعت اہل ایمان کے لیے ہوگی اور جو لوگ ایمان کی دولت سے محروم ہوں گے ان کو شفاعت سے فائدہ نہیں ہوگا۔ ابو طالب کا ایمان ملت اسلامیہ کے مابین ایک اختلافی مسئلہ ہے۔ ابو طالب کو خدا کے حبیب ﷺ سے محبت تھی۔ انہوں نے مشکل ترین حالات میں حضور ﷺ کا ساتھ دیا۔ یہ ساتھ نبھانے کے لیے انہیں اپنی ساری قوم کی ناراضگی بھی مول لینا پڑی، اس لیے ہم ان کے بارے میں کوئی ایسی بات کہنے کی جسارت نہیں کر سکتے جس سے حضور ﷺ کے قلب انور کو تکلیف پہنچے۔ احادیث طیبہ جو ہم یہاں نقل کرنے جا رہے ہیں ان میں دو چیزوں کا ذکر ہے۔ ایک ابو طالب کے دوزخ میں ہونے کا اور دوسرا حضور ﷺ کی شفاعت سے ان کے عذاب میں تخفیف ہونے کا۔ ان کا آگ میں ہونا اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ وہ ایمان کی دولت سے محروم رہے اور ان کے عذاب میں تخفیف اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو جہاں شفاعت کے معاملے میں اور بہت سی خصوصیات عطا فرمائی ہیں وہاں شفاعت محمدیہ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس سے وہ لوگ بھی فیض پاتے ہیں جن کو ایمان کی دولت نصیب نہیں ہو سکی۔

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: آپ نے اپنے چچا (ابو طالب) کو کیا فائدہ پہنچایا ہے جب کہ وہ آپ کا دفاع کرتے تھے اور آپ کی خاطر غضب ناک ہوتے تھے؟ آپ نے فرمایا: وہ ٹخنے ٹخنے آگ میں ہیں۔ اگر میں نہ ہوتا تو وہ دوزخ کے سب سے نچلے درجے میں ہوتے۔(2)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں، حضور ﷺ کے سامنے آپ کے چچا کا ذکر ہوا تو میں نے آپ کو یہ فرماتے سنا: شاید قیامت کے دن ان کو میری شفاعت نفع پہنچائے۔ اور ان کو ٹخنوں تک آگ میں رکھا جائے جس سے ان کا دماغ کھولنے لگے۔(3)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: دوزخیوں میں سب

1۔ سنن ابی داؤد، جلد 2، صفحہ 27 2۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 548 3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 548

سے کم عذاب والا ابو طالب ہوگا۔ انہوں نے (آگ کے) دو جوتے پہن رکھے ہوں گے جن سے ان کا دماغ کھول رہا ہوگا۔ (1)

مقام محمود کا شرف

حضور ﷺ کی شفاعت کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ مقام محمود جو شفاعت کا بلند ترین مقام ہے اس پر صرف خدا کا حبیب لبیب ﷺ ہی فائز ہوگا۔

یزید الفقیر کہتے ہیں: مجھے خارجیوں کی رائے سے دلچسپی تھی (یعنی ان کی اس رائے سے کہ گناہ کبیرہ کے مرتکب لوگ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔) ہم کچھ لوگ اس ارادے سے نکلے کہ حج کریں گے اور پھر خارجی تحریک کو پھیلانے کے لیے کام کریں گے۔ کہتے ہیں: ہم مدینہ سے گزرے تو دیکھا کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایک ستون کے ساتھ بیٹھے لوگوں کو حضور ﷺ کی حدیث سنا رہے تھے۔ راوی کہتے ہیں کہ (حدیث بیان کرنے کے دوران) انہوں نے جہنمیوں کا ذکر کیا۔ (یعنی وہ لوگ جو شفاعت محمدی سے دوزخ سے نکل کر جنت میں جائیں گے۔) میں نے ان سے عرض کیا: اے صحابی رسول! یہ تم کس قسم کی حدیثیں بیان کرتے ہو جب کہ اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں فرماتا ہے: ''بے شک تو نے جس کو آگ میں داخل کیا اس کو ذلیل کر دیا''۔ اور اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتا ہے: ''وہ جب بھی اس سے نکلنے کا ارادہ کریں گے اس میں لوٹا دیے جائیں گے''۔ تو (ان آیات کی موجودگی میں) آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ آپ نے مجھ سے پوچھا: کیا تم قرآن حکیم پڑھتے ہو؟ میں نے عرض کیا: ہاں۔ انہوں نے پوچھا: کیا تم نے حضرت محمد ﷺ کے مقام کے متعلق سنا ہے، یعنی وہ مقام جو اللہ تعالیٰ آپ کو عطا فرمائے گا؟ میں نے عرض کیا: ہاں۔ فرمایا: تو وہ حضرت محمد ﷺ کا مقام، مقام محمود ہے۔ اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ جس کو چاہے گا دوزخ سے نکال لے گا۔ راوی کہتے ہیں: پھر حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پل صراط کے بچھائے جانے اور اس پر سے لوگوں کے گزرنے کا ذکر کیا۔ راوی کہتے ہیں: ممکن ہے مجھے کچھ چیزیں یاد نہ رہی ہوں البتہ انہوں نے بیان کیا تھا کہ ایک جماعت دوزخ میں رہنے کے بعد دوزخ سے نکلے گی۔ وہ نکلیں گے تو ان کی شکلیں ایسی ہوں گی جیسے تل کی ٹہنی ہوتی ہے۔ فرمایا: وہ جنت کی نہروں میں سے ایک نہر میں داخل ہوں گے۔ اس میں غسل کریں گے۔ اس سے نکلیں گے تو ایسے ہوں گے جیسے ورق ہوتا ہے۔ ہم واپس لوٹے تو ہم نے ایک دوسرے سے کہا: تم پر افسوس، تمہارا کیا خیال ہے کہ یہ بزرگ حضور ﷺ کے متعلق غلط بیانی کریں گے۔ پھر ہم واپس لوٹے تو خدا کی قسم، ہم میں سے ایک آدمی کے سوا کوئی بھی خارجیوں کی رائے پر قائم نہ تھا...... الحدیث۔ (2)

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 115 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 107

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ سے اللہ تعالیٰ کے اس قول ''امید ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو مقام محمود عطا فرمائے گا'' کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: اس سے مراد شفاعت ہے۔(1)

گنہگار امتیوں کے لیے خوش خبری

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے۔ دنیا میں تو آپ کی رحمت کے دامن میں ہر ایک کو پناہ حاصل تھی۔ مومن اور کافر، نیک اور بد، اچھے اور برے، اپنے اور پرائے سب کو آپ کی رحمت کا سایہ حاصل تھا۔ عالم آخرت کے احکام کی نوعیت مختلف ہے۔ وہاں کی نعمتوں کے حصول کے لیے ایمان شرط ہے۔ وہاں حضور ﷺ کی رحمت کی شان یہ ہوگی کہ کوئی بدکار سے بدکار کلمہ گو آپ کی شفاعت سے محروم نہیں رہے گا۔ چند احادیث طیبہ ملاحظہ فرمائیں:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میری شفاعت میری امت کے ان لوگوں کے لیے (بھی) ہے جو کبیرہ گناہوں کے مرتکب ہوئے ہوں گے...... الحدیث۔(2)

حضرت عوف بن مالک الاشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: میرے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک فرستادہ آیا اور اس نے (باذن ربی) مجھے اختیار دیا کہ میری نصف امت کو جنت میں داخل کر دیا جائے یا مجھے اذن شفاعت عطا فرمایا جائے۔ میں نے شفاعت کو اختیار کر لیا۔ اور میری شفاعت ہر اس شخص کے لیے ہے جس کو اس حالت میں موت آئے کہ وہ کسی کو خدا کا شریک نہ بناتا ہو...... الحدیث۔(3)

طلب شفاعت کی تعلیم

حضور ﷺ نے اپنے غلاموں کو یہ خوشخبری بھی دی ہے کہ آپ کو اذن شفاعت عطا ہوگا۔ آپ نے اپنی ساری امت کی شفاعت کا وعدہ بھی فرمایا ہے۔ آپ نے اپنی شفاعت کی قبولیت کا مژدہ بھی سنایا ہے اور آپ نے یہ خوشخبری بھی دی ہے کہ میری شفاعت کا میری امت کے گنہگاروں کے ساتھ خصوصی تعلق ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ نے اپنے غلاموں کو یہ تعلیم بھی دی ہے کہ وہ اپنی زندگی کی مشکلات سے چھٹکارا پانے کے لیے آپ کی شفاعت کا سہارا لیا کریں۔ حدیث طیبہ ملاحظہ فرمائیں:

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک آدمی، جس کو آنکھوں کی بیماری تھی، حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس تکلیف سے نجات عطا فرما دے۔ فرمایا: اگر تم چاہو تو میں تمہارے لیے دعا

1۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 142 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 66 3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 67

کروں اور اگر تم چاہو تو اس پر صبر کرو اور یہ صبر تمہارے لیے بہتر ہے۔، اس نے عرض کیا: آپ بارگاہ خداوندی میں دعا کریں۔ آپ نے اس کو حکم دیا کہ وضو کرے اور خوب اچھی طرح سے وضو کرے اور پھر ان الفاظ سے دعا کرے: اے اللہ تعالیٰ! میں تیرے سامنے دست سوال دراز کرتا ہوں اور تیرے نبی محمد ﷺ جو نبی رحمت ہیں، ان کے وسیلے سے تیری طرف متوجہ ہوں۔ اے محمد! ﷺ میں اپنی اس حاجت کو پورا کروانے کے لیے آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوا ہوں۔ اے اللہ تعالیٰ! میرے بارے میں ان کی شفاعت کو قبول فرما۔(1)

سنن ابن ماجہ میں بھی یہ حدیث ایک دو الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ موجود ہے۔ میں اس حدیث کو بھی یہاں نقل کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: آنکھوں کی بیماری میں مبتلا ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس تکلیف سے نجات دے دے۔ آپ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو اس تکلیف پر صبر کرو اور اس تکلیف پر صبر کا ثواب تمہارے عالم آخرت کے لیے مؤخر کر دیا جائے اور یہ تمہارے لیے بہتر ہے اور اگر تم چاہو تو میں تمہارے لیے دعا کروں۔ اس نے عرض کیا: آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں۔ آپ نے اس کو حکم دیا کہ وضو کرے اور خوب اچھے طریقے سے وضو کرے۔ پھر دو رکعتیں پڑھے اور پھر ان الفاظ سے دعا کرے۔ اے اللہ تعالیٰ! میں محمد ﷺ، جو نبی رحمت ہیں، ان کے وسیلہ سے تیری بارگاہ میں دست سوال دراز کرتا ہوں اور تیری طرف متوجہ ہوں۔ اے محمد! ﷺ میں نے اپنی حاجت میں آپ کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ کی طرف (دعا کے لیے) توجہ مبذول کی ہے تا کہ میری یہ حاجت پوری ہو جائے۔ اے اللہ تعالیٰ! ان کی شفاعت کو قبول فرما۔ ابو اسحاق کہتے ہیں: یہ حدیث صحیح ہے۔(2)

ہم نے شفاعت کے مسئلہ پر تفصیل سے گفتگو کر دی ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم زندگی اس انداز سے گزاریں جس سے خدا اور خدا کا حبیب ﷺ ہم سے راضی ہوں تا کہ قیامت کے دن ہمارا حشر رحمت خداوندی اور شفاعت محمدی کے سائے میں ہو اور اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے مقبول بندوں میں شامل فرمائے۔ آمین بجاہ حبیبک الکریم ﷺ۔

1۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 197　　2۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 99

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے جہاں اور بے شمار شانیں عطا فرمائی ہیں وہاں ایک شان یہ بھی عطا فرمائی ہے کہ آپ پر نبوت، رسالت اور شریعت کے سلسلوں کو حد کمال تک پہنچا کر ختم کر دیا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے جو انبیاء و رسل تشریف لائے، ان کی عظمتیں اور رفعتیں ہر قسم کے شک و شبہہ سے بالاتر ہیں۔ وہ بارگاہ خداوندی میں بھی مقبول و منظور ہیں اور قیامت تک آنے والے اہل ایمان بھی ان کی عظمتوں کو خراج عقیدت پیش کرتے رہیں گے۔ اس حقیقت کے باوجود اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام کو دیگر نسل انسانی پر فضیلت عطا کی ہے اسی طرح اس نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت عطا کی ہے اور محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کو وہ شانیں عطا فرمائی ہیں جو صرف ان ہی کا حصہ ہیں۔ ختم نبوت و رسالت کا اعزاز بھی ان شانوں میں سے ایک شان ہے۔

انسان فکری اور سماجی میدانوں میں ارتقائی منازل طے کرتے ہوئے موجودہ حالت تک پہنچا ہے۔ اللہ تعالیٰ علیم وخبیر ہے۔ اس نے ہر زمانے اور ہر علاقے کے بندوں کے حالات اور ان کی ذہنی سطح کے مطابق ان پر احکامات نازل فرمائے۔ وہ احکام اور وہ شریعتیں ابد تک کے لیے نازل نہیں کی گئی تھیں۔ ان کو ایک مخصوص وقت تک کے لیے نازل کیا گیا تھا اور جب ان کا دور ختم ہو گیا اور جن لوگوں کے لیے وہ احکامات نازل کیے گئے تھے ان کے حالات میں تبدیلی آ گئی تو ان کی زندگی کے تقاضوں کے مطابق نئی شریعت نازل کر دی گئی۔

نہ ان شریعتوں میں عالمگیریت کا عنصر تھا اور نہ ان شریعتوں کو لانے والے رسولوں کا منصب عالمگیر نوعیت کا تھا بلکہ ہر رسول ایک مخصوص قوم کی طرف مبعوث ہوتا اور اس کی شریعت کا دائرہ بھی اسی قوم تک محدود ہوتا اور وہ بھی ایک مخصوص زمانے کے لیے۔ ایک ہی دور بلکہ ایک ہی علاقے میں ایک سے زیادہ نبی مبعوث ہوتے رہے۔ یہ سلسلہ چلتا رہا۔ پہلی شریعتوں کے بعد نئی شریعتیں آتی رہیں اور انبیاء و رسل کے اس دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد نئے انبیاء و رسل تشریف لاتے رہے اور اسی طرح دنیا پر ہمیشہ شمع ہدایت روشن رہی۔ اس ارتقائی عمل کا سبب یہ تھا کہ انسانی فکر اور انسانی ذہن ارتقائی منازل طے کر رہا تھا۔ بائبل میں آج بھی لاکھوں تحریفات کے باوجود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ ارشاد موجود ہے جس میں آپ اپنے پیروکاروں کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ بہت سی باتیں ایسی ہیں جو میں تم سے نہیں کہتا کیونکہ اگر کہوں گا تو تم سمجھ نہیں پاؤ گے لیکن جب وہ سچائی کی روح (یعنی

حضرت محمد ﷺ) آئے گی تو سب باتیں کھول کر بیان کرے گی۔

مدتوں ہدایت انسانی کے لیے انبیاء ورسل علیہم السلام اوران کی وساطت سے شریعتوں کا نزول جاری رہااور پھر وہ وقت آ گیا جب انسان فکری ارتقاء کے اس مقام تک پہنچ گیا جہاں وہ ایسے احکام اور قوانین کا متحمل ہوسکتا تھا جن میں عالمگیریت کی شان نمایاں ہواور جو قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کی رہنمائی کا فریضہ سرانجام دے سکیں۔اس مقام پر پروردگار عالم نے اپنے اس رسول معظم کو مبعوث فرمایا جس کا دائرۂ کار زمان اور مکان کی پابندیوں سے آزاد تھااور جس کوتمام انسانوں کے لیے بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا گیا تھا۔اس کی رسالت بھی ہمیشہ کے لیے تھی اوراس کو جوشریعت عطا ہوئی تھی وہ بھی قیامت تک،انسانی زندگی کے بدلتے ہوئے ہر قسم کے تقاضوں کا ساتھ دے سکتی تھی۔

اللہ تعالیٰ نےنسل انسانی کی ہدایت کے لیے جو حکیمانہ طریقہ اختیار فرمایا ہے اس میں عقیدۂ ختم نبوت کو بڑا اہم مقام حاصل ہے۔اگراس حکیمانہ طریقۂ کار کو پیش نظر نہ رکھا جائے توشریعتوں اور خدائی احکام کے منسوخ ہونے کے قرآنی بیان کی صحیح فہم ممکن ہی نہیں رہتی اور نہ اس حقیقت کو سمجھا جاسکتا ہے کہ پہلے سلسلۂ نبوت ورسالت کو جاری کیوں رکھا گیااور پھر اسے ختم کیوں کردیا گیا۔

عقیدۂ ختم نبوت کے انکار سے چونکہ بہت ساری خرابیاں جنم لیتی تھیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کو قرآن حکیم میں بڑی وضاحت کے ساتھ بیان فرمادیا ہے اورحضور ﷺ نے اپنی احادیث طیبہ کے ذریعہ ان تمام امکانات کوختم کردیا جن کے ذریعے عقیدۂ ختم نبوت کونقصان پہنچایا جاسکتا تھا۔ذیل میں ہم قارئین کرام کے استفادے کے لیےختم نبوت کےمختلف پہلوؤں کے متعلق چند احادیث طیبہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کررہے ہیں۔

خاتم النبیین کے معنی کی وضاحت

قرآن حکیم میں عقیدۂ ختم نبوت کا بیان مختلف طریقوں سے ہوا ہے۔مثلاً سورۂ بقرہ کے آغاز میں متقین کی صفات بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشادفرماتا ہے:''متقی وہ ہیں جوایمان لاتے ہیں اس پر جونازل کیا گیا آپ کی طرف اور جونازل کیا گیا آپ سے پہلے اور جو آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں''۔

یہاں حضور ﷺ پر نازل ہونے والی وحی اور آپ سے پہلے نازل ہونے والی وحی پر ایمان کو ہدایت اور تقویٰ دونوں کے لیے ضروری قرار دیا گیا ہےاوراس کے بعد آخرت پر ایمان کا ذکر کیا گیا ہے۔اگر حضور ﷺ کے بعد کسی نبی یارسول کے آنے کا امکان ہوتا توان پر ایمان لانے کوبھی ضروری قرار دیا جاتا لیکن چونکہ آپ ﷺ پر سلسلۂ نبوت ختم ہوگیا تھااور آپ کے بعد کسی نبی یارسول کونہیں آنا تھا اس لیے آپ کے بعد آنے والی وحی پر ایمان کا ذکر نہیں کیا گیا۔

قرآن حکیم میں عقیدۂ ختم نبوت کو زیادہ وضاحت کے ساتھ اس آیہ کریمہ میں بیان کیا گیا ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا (الاحزاب:40)

''نہیں ہیں محمد ﷺ باپ تم مردوں میں سے کسی کے۔لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے رسول اور آخری نبی ہیں۔اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے''۔

اس آیت کریمہ میں اس بات کی وضاحت کر دی گئی ہے کہ حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔لیکن جو لوگ کسی حقیقت کو ماننے کے لیے تیار نہیں ہوتے وہ اس حقیقت کے انکار کے لیے مختلف بہانے اور جواز تیار کر لیتے ہیں۔ختم نبوت کا انکار کرنے والوں نے بھی ''خاتم النبیین'' کے لفظ کو اپنی مرضی کے معانی پہنا کر اپنی دکانداری چمکانے کی کوشش کی ہے لیکن ایسا ممکن نہ تھا کیونکہ حضور ﷺ نے، چودہ سو سال پہلے، معلم قرآن کی حیثیت سے اس آیت کا مفہوم واضح فرما دیا اور لفظی ہیر پھیر کے ذریعہ اس کو اپنی مرضی کے معانی پہنانے والوں کے راستے بند کر دیے۔حضور ﷺ نے ''خاتم النبیین'' کے مفہوم کی وضاحت ایک تمثیل کے ذریعہ فرمائی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: میری اور مجھ سے پہلے آنے والے انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے ایک عمارت تعمیر کی، اور اسے بڑا حسین وجمیل بنایا۔لیکن اس عمارت کے ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ خالی رہنے دی۔لوگ اس عمارت کے گرد چکر لگاتے اور اس کی خوبصورتی پر حیران ہوتے اور اس سے کہتے: کیوں نہ تم نے یہ اینٹ بھی لگا دی۔ فرمایا: (قصر نبوت کی) وہ (آخری) اینٹ میں ہوں اور میں نبیوں کو ختم کرنے والا ہوں۔(1)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: میری اور دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے ایک گھر بنایا۔اس نے اس گھر کی تعمیر مکمل کر دی سوائے ایک اینٹ کی جگہ کے۔لوگ اس گھر میں داخل ہوتے اور اسے دیکھ کر حیران ہوتے اور کہتے: کاش یہ ایک اینٹ کی جگہ بھی خالی نہ ہوتی۔حضور ﷺ نے فرمایا: اس خالی جگہ لگنے والی اینٹ، میں ہوں۔میں آیا اور میں نے انبیائے کرام علیہم السلام کے سلسلے کو ختم کر دیا۔(2)

ایک جگہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے: میں عاقب ہوں، اور عاقب وہ ہوتا ہے جو آخری ہو۔حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں ماحی ہوں اللہ تعالیٰ میرے ذریعے کفر کو مٹائے گا، میں حاشر ہوں کہ لوگوں کا حشر میرے

1۔صحیح مسلم، جلد 2، صفحہ 248
2۔ایضاً

قدموں پر ہوگا اور میں عاقب ہوں اور عاقب وہ ہوتا ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔(1)

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا

حضور ﷺ نے اپنی متعدد احادیث طیبہ میں وضاحت فرمائی ہے کہ میں آخری نبی ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ ان احادیث طیبہ کی موجودگی میں ''خاتم النبیین'' کے لفظ کو آخری نبی کے سوا کوئی اور مفہوم پہنانے کی گنجائش ہی باقی نہیں رہتی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: بنو اسرائیل کے امور کی نگرانی انبیائے کرام علیہم السلام کرتے تھے۔ جب بھی ایک نبی محترم کا انتقال ہوتا، اللہ تعالیٰ ان کے بعد اور نبی بھیج دیتا۔ اور یقینا میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اور خلفاء ہوں گے اور بکثرت ہوں گے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ ان کے متعلق آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ فرمایا: پہلے کی بیعت کا حق ادا کرو اور پھر اس کی بیعت کا حق پورا کرو جو اس کے بعد آئے۔ تم ان کے حقوق پورے کرو اور ان سے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے حقوق کے بارے میں خود پوچھ لے گا جن کو اللہ تعالیٰ نے ان کی رعیت بنایا ہے۔(2)

حضرت سعد (بن ابی وقاص) رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ تبوک کی طرف روانہ ہوئے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا جانشین مقرر فرمایا۔ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ کیا آپ مجھے عورتوں اور بچوں کے ساتھ پیچھے چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: کیا تمہیں یہ بات پسند نہیں کہ میرے ساتھ تمہاری حیثیت وہی ہو جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ حضرت ہارون علیہ السلام کی تھی۔ ہاں، البتہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا...... الحدیث۔(3)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: میرے ساتھ تمہاری نسبت وہی ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ حضرت ہارون علیہ السلام کی تھی۔ ہاں البتہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے...... الحدیث۔(4)

نبوت اور رسالت کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: نبوت اور رسالت کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے۔ سو میرے بعد نہ کوئی رسول آئے گا اور نہ نبی۔ لوگوں پر یہ بات شاق گزری تو آپ نے فرمایا: لیکن مبشرات باقی رہیں گی۔ لوگوں نے پوچھا: یا رسول اللہ! ﷺ

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 261 2۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 491

3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 633 4۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 278

مبشرات سے مراد کیا ہے؟ فرمایا: مسلمانوں کے (سچے) خواب اور یہ نبوت کا جزو ہیں۔(1)

جھوٹے مدعیان نبوت کی پیش گوئی

حضور ﷺ نے اپنے آخری نبی ہونے کی حقیقت کو مختلف پیرایوں میں بڑی وضاحت سے بیان کر دیا۔ ساتھ ہی لوگوں کو یہ بات بھی بتادی کہ گو نبوت ورسالت کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے لیکن اس کے باوجود کچھ ایسے لوگ ظاہر ہوں گے جو اپنی نبوت کا اعلان کریں گے۔ حضور ﷺ نے اعلان فرمادیا کہ ایسے تمام مدعیان نبوت جھوٹے ہوں گے۔

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ میری امت کے کچھ قبیلے مشرکوں سے نہیں جاملیں گے۔ اور جب تک وہ بتوں کی پوجا نہیں کریں گے۔ اور یقینا میری امت میں تیس بہت بڑے جھوٹے ہوں گے۔ ان میں سے ہر ایک یہ گمان کرے گا کہ وہ نبی ہے حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا......الحدیث۔(2)

ختم نبوت کا عقیدہ مسلمانوں کے متفقہ عقائد میں سے ہے۔ قرآن وسنت میں اس عقیدہ کی وضاحت کر دی گئی ہے۔ حضور ﷺ کے بعد جو بھی نبوت ورسالت کا دعویٰ کرتا ہے یا ایسے دعویٰ کو سچ مانتا ہے وہ عقیدۂ ختم نبوت کا انکار کرتا ہے اور جو شخص عقیدۂ ختم نبوت کا انکار کرتا ہے وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

1۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 51 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 45

تاجدار مدینہ کی شانِ محبوبیت اور خداداد عظمتیں

اللہ تعالیٰ کائنات کی ہر چیز کا خالق، مالک اور رازق ہے۔ وہ کائنات کی ہر چیز پر اپنی عطاؤں اور نعمتوں کی بارش برساتا ہے اور اتنی کثرت سے برساتا ہے کہ نہ کوئی اس کی نعمتوں کو شمار کرسکتا ہے اور نہ ہی ان کا شکریہ ادا کرسکتا ہے۔

وہ ہر ایک کو عطا فرماتا ہے لیکن اس کی عطاؤں کی جہتیں مختلف ہوتی ہیں۔ کسی کو وہ محض اس لیے عطا فرماتا ہے کہ وہ اس کی مخلوق ہے اور اس کی روزی کو اس نے اپنے ذمۂ قدرت پر لے رکھا ہے۔ کسی کو وہ اس لیے دنیوی نعمتوں سے مالا مال کرتا ہے کہ اس کا امتحان لے کہ وہ ان نعمتوں پر شکر ادا کرتا ہے یا ان کی ناشکری کرتا ہے۔ کسی کو وہ ناشکری کی سزا کے طور پر دنیوی نعمتوں کے کٹھن ترین امتحان میں مبتلا کرتا ہے۔ کسی کو وہ اس لیے اپنی مخصوص نعمتوں سے نوازتا ہے کہ اس نے اپنے دل کی دنیا کو ایمان کے نور سے منور کیا ہے۔ کسی کو وہ اپنی بے مثال اور مخصوص نعمتوں سے نوازتا ہے کہ اس کے سر پر اس نے نبوت و رسالت کا تاج سجایا ہے لیکن محمد عربی ﷺ کو جب نوازنے پر آتا ہے تو اسے نوازنے کے لیے ایسا انداز اختیار فرماتا ہے جس انداز سے صرف اپنے محبوب کو ہی نوازا جاتا ہے۔

کتب حدیث ایسی احادیث طیبہ سے بھری پڑی ہیں جن میں مدنی تاجدار ﷺ کی شان محبوبیت جھلک رہی ہے۔ گزشتہ ابواب میں حضور ﷺ کی شان میں جو احادیث طیبہ نقل کی گئی ہیں ان میں سے اکثر بھی آپ کی شان محبوبیت کی جھلک دکھاتی ہیں لیکن ہم نے مناسب سمجھا ہے کہ ایک مستقل باب قائم کر کے اس میں ایسی احادیث طیبہ کو جمع کر دیا جائے تا کہ شمع جمال محمدی کے پروانے ان کو پڑھتے جائیں اور اپنے آقا و مولیٰ ﷺ کی عظمتوں اور رفعتوں کا ادراک کر کے ان کی غلامی کا طوق زیب گلو کرنے پر اپنے آپ کو دنیا کا خوش قسمت ترین انسان شمار کرنے لگیں۔

اس باب میں یقیناً ایسی احادیث طیبہ کا تکرار بھی ہوگا جن کا بیان مختلف ابواب میں پہلے گزر چکا ہے لیکن یہ تکرار ضروری ہے کیونکہ اس کے بغیر اس باب کے عنوان کے تقاضوں کو پورا نہیں کیا جاسکتا۔ اس قسم کے تکرار پر ہم قارئین کرام سے پیشگی معذرت کرتے ہیں۔

قرب خداوندی

بندے کی سب سے بڑی عظمت اپنے پروردگار سے اس کا قرب ہے۔ اس قرب کا اظہار بندے پر اللہ تعالیٰ کی مختلف عطاؤں سے ہوتا ہے۔ آیئے احادیث صحیحہ کی روشنی میں دیکھیں کہ مدنی تاجدار ﷺ کو اپنے پروردگار کا کتنا قرب حاصل ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: مجھے ان عورتوں پر غیرت آتی تھی جنہوں نے اپنا آپ حضور ﷺ کو ہبہ کر دیا تھا، اور میں کہتی تھی: کیا کوئی عورت اپنا نفس بھی ہبہ کر سکتی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: ''آپ ان میں سے جس کو چاہیں علیحدہ کر دیں اور جس کو چاہیں اپنے پاس رکھ لیں۔ اور جن کو آپ نے علیحدہ کیا ہے ان میں سے جس کو آپ اپنے پاس رکھنا چاہیں تو آپ پر کوئی حرج نہیں''۔ تو میں نے کہا: بے شک اللہ تعالیٰ آپ کی پسند کو پورا کرنے میں بہت جلدی فرماتا ہے۔(1)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ...... میں قبیلہ اشعر کے کچھ لوگوں کے ساتھ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب ہم حضور ﷺ کی خدمت میں گئے تو آپ ﷺ (کسی سبب سے) غصے میں تھے اور صدقے کے اونٹ تقسیم فرمارہے تھے۔ ہم نے آپ سے سواریوں کی درخواست کی۔ آپ نے قسم کھا کر فرمایا کہ آپ ہمیں سواری نہیں دیں گے۔ فرمایا: میرے پاس سواریاں نہیں ہیں جو میں تمہیں دوں۔ پھر حضور ﷺ کی خدمت میں مال غنیمت کے کچھ اونٹ آئے تو آپ نے فرمایا: وہ اشعری کہاں ہیں؟ وہ اشعری کہاں ہیں؟ فرماتے ہیں آپ نے ہمیں پانچ اونٹ عطا فرمائے جو سفید کوہانوں والے تھے۔ تھوڑی دیر گزری تھی کہ میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا: حضور ﷺ اپنی قسم کو بھول گئے ہیں۔ خدا کی قسم، اگر ہم نے حضور ﷺ کے قسم بھول جانے سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی تو ہم کبھی سرخرو نہیں ہوسکیں گے۔ ہم واپس حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ ہم نے آپ سے سواریوں کی درخواست کی تھی اور آپ نے قسم کھائی تھی کہ آپ ہمیں سواریاں عطا نہیں فرمائیں گے۔ ہمارا خیال ہے کہ آپ اپنی قسم کو بھول گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا: تمہیں یہ سواریاں اللہ تعالیٰ نے عطا کی ہیں۔ اور خدا کی قسم، میں اگر کسی کام کی قسم کھا لوں اور پھر دیکھوں کہ اچھائی اس کے بجائے دوسرے کام میں ہے تو میں وہ کام کرتا ہوں جو اچھا ہو اور قسم کا کفارہ ادا کر دیتا ہوں۔(2)

اس حدیث پاک میں حضور ﷺ نے اپنے غلاموں کو اونٹ عطا کر کے فرمایا: یہ اونٹ تمہیں اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائے ہیں۔ اس میں اس قرب خاص کی طرف اشارہ ہے جو اس ''عبدہ'' کو اپنے رب کے ساتھ حاصل تھا۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ایک مومن دوسرے مومن کے لیے ایسا ہے جیسے ایک دیوار، کہ اس کے مختلف حصے ایک دوسرے کو مضبوط

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 706 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 829

بناتے ہیں۔ پھر حضور ﷺ نے اپنی انگلیوں کو ایک دوسری میں داخل کر کے ایک جال سا بنایا۔ حضور ﷺ بیٹھے تھے کہ ایک آدمی کچھ مانگنے کے لیے آیا۔ یا صاحب حاجت، حاجت براری کے لیے حاضر ہوا۔ اس نے اپنا رخ ہماری طرف کیا۔ حضور ﷺ نے (ہم سے) فرمایا: سفارش کیا کرو، تمہیں اس کا اجر ملے گا۔ اور اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے اس کا فیصلہ اپنے نبی ﷺ کی زبان پر فرما دیتا ہے۔(1)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: جب حضور ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات سے علیحدگی اختیار کی، اس وقت میں مسجد میں داخل ہوا اور دیکھا کہ لوگ (پریشانی کے عالم میں) زمین پر کنکریاں پھینک رہے تھے اور کہہ رہے تھے۔ حضور ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات کو طلاق دے دی ہے۔ یہ حجاب کا حکم نازل ہونے سے پہلے کی بات ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں نے کہا: میں اس بات کی حقیقت سے ضرور آگاہی حاصل کروں گا۔ فرماتے ہیں: میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس گیا اور کہا: اے بنت ابی بکر! کیا تمہارا معاملہ اب یہاں تک پہنچ گیا ہے کہ تم حضور ﷺ کو ایذا پہنچاتی ہو؟ انہوں نے جواب دیا: اے ابن خطاب میرے ساتھ تمہارا کیا واسطہ ہے، تم اپنی صاحبزادی کی خبر لو۔ فرماتے ہیں: میں حفصہ بنت عمر کے پاس گیا اور اس سے کہا: اے حفصہ! کیا تمہارا معاملہ اب یہاں تک پہنچ گیا ہے کہ تم حضور ﷺ کو ایذا پہنچانے لگی ہو؟ خدا کی قسم، تجھے معلوم ہے کہ حضور ﷺ کو تم سے محبت نہیں، اگر میں نہ ہوتا تو حضور ﷺ تجھے طلاق دے دیتے۔ وہ زور زور سے رونے لگیں۔ میں نے اس سے پوچھا: حضور ﷺ کہاں ہیں؟ اس نے جواب دیا: آپ بالا خانے میں اپنے سامان کے کمرے میں ہیں۔ میں داخل ہوا تو دیکھا کہ رباح، حضور ﷺ کے غلام، کمرے کی دہلیز پر بیٹھے ہیں۔ انہوں نے کھجور کے تنے پر اپنے پاؤں لٹکائے ہوئے تھے۔ یہ کھجور کا وہ تنا تھا جس کے ذریعے حضور ﷺ اوپر چڑھتے اور نیچے اترتے تھے۔ میں نے آواز دی: رباح! میرے لیے حضور ﷺ سے حاضری کی اجازت طلب کرو۔ رباح نے پہلے کمرے کی طرف دیکھا پھر میری طرف دیکھا اور زبان سے کچھ نہیں کہا۔ میں نے پھر کہا: رباح! میرے لیے حضور ﷺ سے حاضری کی اجازت طلب کرو۔ میرا خیال ہے کہ حضور ﷺ یہ گمان فرماتے ہیں کہ میں حفصہ کی وجہ سے حاضر ہوا ہوں۔ خدا کی قسم، اگر حضور ﷺ نے مجھے اس کی گردن اڑانے کا حکم دیا تو میں اس کی گردن اڑا دوں گا۔ میں نے آواز بلند کی تو رباح نے مجھے اشارہ کیا کہ اوپر آ جاؤ۔ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ایک چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ میں بیٹھ گیا۔ آپ نے اپنی چادر مبارک اپنے اوپر کھینچ لی۔ اس چادر کے

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 890

سوا آپ پر کوئی کپڑا نہ تھا۔ چٹائی کے اثرات آپ کے پہلو پر پڑ چکے تھے۔ میں نے حضور ﷺ کے سٹور کا جائزہ لیا تو اس میں تھوڑے سے جو تھے جو صاع بھر ہوں گے۔ اسی قدر سلم کے درخت کے پتے تھے جو کمرے کے ایک کونے میں تھے۔ اور چمڑے کا ایک ٹکڑا لٹکا ہوا تھا جس کی رنگائی مکمل نہیں ہوئی تھی۔ فرماتے ہیں: میری آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ابن خطاب! روتے کیوں ہو؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ مجھے رونا کیوں نہ آئے جب کہ صورت حال یہ ہے کہ آپ کے پہلو پر اس چٹائی کے نشانات پڑے ہیں اور یہ آپ کا سٹور ہے جس میں جو کچھ ہے مجھے نظر آ رہا ہے...... ادھر قیصر اور کسریٰ پھلوں اور نہروں کے مزے لوٹ رہے ہیں جب کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول اور برگزیدہ بندے ہیں اور یہ ہے آپ کا کل خزانہ۔ فرمایا: اے ابن خطاب! کیا تمہیں یہ بات پسند نہیں ہے کہ ان لوگوں کے حصے میں دنیا آئے اور ہمارے حصے میں آخرت آئے۔ میں نے عرض کیا: کیوں نہیں یارسول اللہ! ﷺ فرمایا: میں جب آپ کے پاس حاضر ہوا تھا تو آپ کے چہرے پر غضب کے آثار تھے۔ عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ عورتوں کا معاملہ آپ پر شاق کیوں گزر رہا ہے؟ اگر آپ نے ان کو طلاق دے دی ہے تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہے، اس کے فرشتے آپ کے ساتھ ہیں، جبرائیل اور میکائیل علیہما السلام آپ کے ساتھ ہیں۔ میں، ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر مومنین آپ کے ساتھ ہیں۔ میں جب بھی کوئی بات کرتا یا کسی کلام کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا تو مجھے امید ہوتی کہ اللہ تعالیٰ میری بات کی تصدیق فرما دے گا۔ اسی وقت یہ آیت آیت تخییر نازل ہوئی۔ عَسٰی رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ الآیہ (تحریم:5)

''امید ہے کہ اگر آپ ﷺ نے تمہیں طلاق دے دی تو اللہ تعالیٰ آپ کو تمہارے بدلے ایسی بیویاں عطا فرمائے گا جو تم سے بہتر ہوں گی...... اور اگر تم نے ان کے خلاف ایکا کیا تو بے شک اللہ تعالیٰ ان کا مولیٰ ہے اور جبریل، نیک مومن اور پھر فرشتے بھی ان کے مددگار ہیں''۔ اور عائشہ بنت ابی بکر اور حفصہ تمام ازواج مطہرات پر اپنے آپ کو فوقیت دیتی تھیں۔ میں نے پوچھا: یارسول اللہ! ﷺ کیا آپ نے ان کو طلاق دے دی ہے؟ فرمایا: نہیں۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ میں مسجد میں داخل ہوا تو دیکھا کہ مسلمان (پریشانی کے سبب) کنکریاں پھینک رہے تھے اور کہہ رہے تھے: حضور ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات کو طلاق دے دی ہے۔ کیا میں نیچے جا کر ان کو بتاؤں کہ آپ ﷺ نے ازواج کو طلاق نہیں دی۔ آپ نے فرمایا: جیسے تمہاری مرضی۔ میں مسلسل آپ سے محو گفتگو رہا حتی کہ آپ کے چہرے سے غضب کے آثار دور ہو گئے۔ حتی کہ آپ نے تبسم فرمایا اور آپ کے دندان مبارک ظاہر ہوئے۔ حضور ﷺ کے دانت تمام لوگوں (کے دانتوں) سے زیادہ خوبصورت تھے

......الحدیث۔(1)

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے بنونضیر کے نخلستان ''بویرہ'' کو آگ لگادی...... تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: ''کھجوریں جو آپ نے کاٹ دی ہیں یا جن کو ان کی بنیادوں پر قائم رہنے دیا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کے اذن سے ہے اور اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ نافرمانوں کو ذلیل کرے''۔(2)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ سے پوچھا: یارسول اللہ! ﷺ کیا کوئی دن، یوم احد سے زیادہ سخت، بھی آپ پر گزرا ہے؟ فرمایا: ہاں، مجھے تمہاری قوم کی طرف سے اس سے بھی زیادہ سخت دنوں سے واسطہ پڑا ہے۔ اور سب سے زیادہ سخت دن، جس کا مجھے ان کی طرف سے واسطہ پڑا، وہ عقبہ کا دن تھا جب میں نے اپنے آپ کو ابن عبد یالیل بن عبدکلال کی سامنے پیش کیا۔ میں اس سے جس قسم کے جواب کی توقع رکھتا تھا اس نے مجھے ایسا جواب نہیں دیا۔ میں حالت غم میں، جدھر رخ تھا، چل دیا اور میں اس وقت سنبھلا جب کہ میں ''قرن الثعالب'' میں تھا۔ میں نے اپنا سر اٹھایا تو میں نے ایک بادل کو دیکھا جو مجھ پر سایہ کناں تھا۔ دیکھا تو اس میں حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے۔ انہوں نے مجھے آواز دی اور کہا: اے محمد! ﷺ آپ نے اپنی قوم سے جو بات کی ہے اور انہوں نے اس کا جو جواب دیا ہے، اس کو آپ کے رب نے سن لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کے فرشتے کو آپ کی خدمت میں بھیجا ہے کہ آپ اس کو، ان کے بارے میں، جو چاہیں حکم دیں۔ فرماتے ہیں: پھر پہاڑوں کے فرشتے نے مجھے ندا دی اور کہا: اے محمد! ﷺ آپ کی قوم نے آپ سے جو کچھ کہا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کو سن لیا ہے۔ میں پہاڑوں کا فرشتہ ہوں۔ آپ کے رب نے مجھے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے کہ آپ جو چاہیں مجھے حکم دیں۔ اگر آپ چاہیں تو میں اخشبین (جبل ابوقبیس اور اس کے سامنے کا پہاڑ) کو ان کے اوپر ڈال دوں۔ حضور ﷺ نے اس سے فرمایا: (میں ان کو تباہ کروانا نہیں چاہتا) بلکہ میں یہ امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشتوں سے ایسے لوگوں کو پیدا کرے گا جو خدائے واحد کی عبادت کریں گے اور کسی کو اس کا شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔(3)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک یہودی عورت حضور ﷺ کی خدمت میں زہر آلود بکری لے کر آئی۔ حضور ﷺ نے اس سے کچھ تناول فرمایا۔ (زہر کا انکشاف ہونے پر) اس یہودی عورت کو حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ آپ نے اس سے اس (زہر) کے متعلق پوچھا تو اس نے جواب دیا: میں آپ کو قتل کرنا چاہتی تھی۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تم کو اس کام کی قدرت

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 480 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 85 3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 109

عطا کرنے والا نہیں ہے۔ یا فرمایا: اللہ تعالیٰ تم کو مجھ پر مسلط کرنے والا نہیں ہے...... الحدیث۔(1)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: ہم میں سے کوئی شخص علیل ہوتا تو حضور ﷺ اس پر اپنا دایاں ہاتھ پھیرتے اور پڑھتے: اَذْھِبِ الْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ لَا شِفَآءَ اِلَّا شِفَآءُکَ شِفَآءً لَا یُغَادِرُ سَقَمًا "تکلیف دور فرما دے، اے تمام انسانوں کے رب! اور شفاء عطا فرما، تو ہی شفا عطا فرمانے والا ہے۔ شفا صرف تیری ہی طرف سے ہے۔ ایسی شفا عطا فرما جو بیماری کو کلیۃً ختم کر دے"۔ جب حضور ﷺ مبتلائے مرض ہوئے اور آپ کی طبیعت بوجھل ہوئی تو میں نے آپ کا ہاتھ مبارک پکڑا تا کہ جس طرح آپ ہم پر اپنا ہاتھ پھیر کر دم کیا کرتے تھے اسی طرح میں آپ کا دست انور آپ کے جسم پر پھیر کر وہی دم پڑھ دوں۔ حضور ﷺ نے اپنا دست انور میرے ہاتھ سے کھینچ لیا۔ پھر دعا کی: اے اللہ تعالیٰ! میری مغفرت فرما اور مجھے رفیق اعلیٰ کی معیت عطا فرما۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: میں نے دیکھا تو آپ ﷺ کا وصال ہو چکا تھا۔(2)

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: میرے کئی نام ہیں، میں محمد ہوں۔ (یعنی ساری کائنات کا ممدوح ہوں۔) میں احمد ہوں۔ (یعنی اپنے رب کا سب سے بڑا ثناء گو ہوں۔) میں ماحی ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے ذریعے کفر کو ختم کرتا ہے اور کرے گا۔ میں حاشر ہوں کہ لوگوں کا حشر میرے قدموں پر ہوگا۔ میں عاقب ہوں جس کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور میں وہ ہوں جس کو اللہ تعالیٰ نے (اپنے صفاتی ناموں پر) رؤف اور رحیم کا نام عطا کیا ہے۔(3)

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اگر میں اہل زمین میں سے کسی کو اپنا خلیل بناتا تو میں ابن ابی قحافہ (یعنی صدیق اکبر) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا خلیل بناتا لیکن تمہارے یہ صاحب تو اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں۔(4)

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: ہر نبی کے انبیائے کرام علیہم السلام میں سے کچھ ولی ہوتے ہیں۔ میرے ولی میرے جد امجد (حضرت ابراہیم علیہ السلام) ہیں۔ اور میرا خلیل میرا رب ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: "لوگوں میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سب سے زیادہ حق دار وہ لوگ ہیں جنہوں نے آپ کی پیروی کی اور یہ نبی معظم ﷺ اور ایمان والے، اور اللہ تعالیٰ مومنوں کا ولی (یعنی ناصر اور مددگار) ہے"۔(5)

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 222 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 261
4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 273 5۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 124

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ منبر پر تھے کہ آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں آپ کو قرآن حکیم پڑھ کر سناؤں۔ میں نے آپ کو سورۃ النساء سنائی۔ جب میں اس آیت پر پہنچا: ترجمہ ''اور کیا عالم ہوگا جب ہم لائیں گے گواہ ہر امت سے اور لائیں گے گواہ آپ کو ان سب پر''۔ تو آپ نے مجھے ہاتھ کے اشارے سے رکنے کا حکم دیا۔ میں نے دیکھا تو آپ کی آنکھیں اشکبار تھیں۔(1)

حضرت جندب البجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں غار میں حضور ﷺ کے ہمراہ تھا کہ آپ کی انگلی زخمی ہوگئی اور اس سے خون بہنے لگا۔ حضور ﷺ نے (انگلی سے مخاطب ہو کر) فرمایا: کیا تو ایک انگلی ہی نہیں ہے، جو زخمی ہوئی ہے۔ اور راہ خدا میں تو نے کون سی تکلیف اٹھائی ہے۔ راوی کہتے ہیں، جبریل امین نے حضور ﷺ کے پاس آنے میں تاخیر کی تو مشرکین کہنے لگے: محمد (ﷺ) کو ترک کر دیا گیا ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: ''نہ آپ کے رب نے آپ کو چھوڑا ہے اور نہ ناراض ہوا ہے''۔...... الحدیث۔(2)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ کے کچھ صحابہ بیٹھے آپ کا انتظار کر رہے تھے۔ آپ باہر تشریف لائے۔ جب آپ ان کے قریب آئے تو آپ نے ان کو گفتگو کرتے سنا۔ آپ نے ان کی باتیں سنیں۔ کوئی کہہ رہا تھا: کتنی عجیب بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو اپنا خلیل بنایا ہے۔ اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا ہے۔ کسی دوسرے نے کہا: کیا اس سے زیادہ عجیب بات بھی کوئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کلام فرمایا ہے۔ کسی نے کہا: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کلمۃ اللہ اور روح اللہ ہونے کا شرف حاصل ہے۔ کسی نے کہا: حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے چن لیا ہے۔ حضور ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے، ان کو سلام کیا اور فرمایا: میں نے تمہاری باتیں سنی ہیں اور تمہاری حیرت کا مشاہدہ بھی کیا ہے۔ (سنو!) حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ ہیں اور یقیناً وہ ایسے ہی ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نجی اللہ ہیں اور یقیناً وہ ایسے ہی ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کلمۃ اللہ اور روح اللہ ہیں اور یقیناً وہ ایسے ہی ہیں۔ اور حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے چنا ہے اور یقیناً یہی ان کا مقام ہے۔ یاد رکھو! میں اللہ تعالیٰ کا حبیب ہوں اور یہ بات میں بطور فخر نہیں کہہ رہا۔ قیامت کے دن لواء الحمد میرے ہاتھ میں ہوگا اور یہ بات میں بطور فخر نہیں کہہ رہا۔ قیامت کے دن میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں گا اور سب سے پہلے میری ہی شفاعت قبول ہوگی اور یہ بات میں بطور فخر نہیں کہہ رہا۔ میں ہی وہ پہلا شخص ہوں گا جو

1۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 127　2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 170

جنت کے حلقوں کو حرکت دے گا اور اللہ تعالیٰ میرے لیے جنت کے دروازے کھولے گا اور مجھے جنت میں داخل فرمائے گا۔ غریب مومن میرے ہمراہ ہوں گے۔ اور یہ بات میں بطور فخر نہیں کہہ رہا۔ اگلے اور پچھلے سب لوگوں سے زیادہ صاحب اکرام میں ہوں گا اور یہ بات میں بطور فخر نہیں کہہ رہا۔(1)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا: ایک بندہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے کہ اگر وہ چاہے تو دنیوی دولت جتنی وہ چاہے اس کو عطا کر دی جائے اور اگر وہ چاہے تو ان نعمتوں کو اختیار کرے جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں، تو اس بندے نے ان نعمتوں کو چن لیا ہے جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں۔ اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے لگے: یا رسول اللہ! ﷺ ہمارے ماں باپ آپ پر قربان۔ ہمیں حیرت ہوئی۔ لوگ کہنے لگے: اس مرد بزرگ کو دیکھو، حضور ﷺ ایک بندے کے متعلق بتا رہے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے دنیوی نعمتوں اور ان نعمتوں کے درمیان اختیار دیا ہے جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں تو وہ بزرگ کہتے ہیں: ہمارے ماں باپ آپ پر قربان۔ راوی کہتے ہیں: حضور ﷺ ہی وہ بندے تھے جن کو اختیار دیا گیا تھا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہم سب سے زیادہ جاننے والے تھے...... الحدیث۔(2)

حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ فرمایا: یہ کہ تم کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک بناؤ جب کہ اس نے تم کو پیدا کیا ہے۔ فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا: پھر کون سا گناہ بڑا ہے؟ فرمایا: یہ کہ تم اپنی اولاد کو اس خوف سے قتل کر دو کہ کہیں وہ کھانے میں تمہارے ساتھ شریک نہ ہو جائے۔ عرض کیا: پھر کون سا گناہ بڑا ہے؟ فرمایا: یہ کہ تم اپنے پڑوسی کی اہلیہ سے بدکاری کرو۔ راوی کہتے ہیں: حضور ﷺ کے اس قول کی تصدیق کلام اللہ کی صورت میں نازل ہوگئی۔" (اور کامیاب ہو گئے وہ لوگ)...... جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے۔ اور نہیں قتل کرتے کسی جان کو جس کے قتل کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا مگر حق کے ساتھ اور نہ بدکاری کرتے ہیں...... الآیہ۔(3)

حضرت عبد اللہ الہوزنی سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں مؤذن رسول حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حلب میں ملا اور پوچھا: اے بلال! رضی اللہ تعالیٰ عنک۔ مجھے بتائیے کہ حضور ﷺ کے اخراجات کیسے پورے ہوتے تھے۔ فرمایا: حضور ﷺ کی بعثت سے لے کر آپ کے انتقال تک آپ کے پاس جو چیز بھی ہوتی اس کی دیکھ بھال میرے ذمہ تھی۔ جب کوئی مسلمان آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور آپ دیکھتے کہ اس پر کپڑے نہیں ہیں تو مجھے حکم دیتے اور میں قرض لے کر اس کے لیے

1۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 202　2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 207　3۔ سنن ابی داؤد، جلد 1، صفحہ 323

چادر خریدتا اور اس کو پہنا دیتا اور اس کو کھانا کھلاتا۔ (یہ سلسلہ چلتا رہا) حتیٰ کہ ایک مشرک مجھے ملا اور کہنے لگا: اے بلال! میرے پاس دولت بہت ہے۔ تم کسی اور سے قرض لینے کے بجائے صرف مجھی سے قرض لیا کرو۔ میں نے اس سے قرض لینا شروع کر دیا۔ ایک دن میں نے وضو کیا اور اذان دینے کے لیے کھڑا ہوا کہ وہ مشرک آ گیا اور تاجروں کا ایک گروہ اس کے ساتھ تھا۔ جب اس نے مجھے دیکھا تو کہنے لگا: اوئے حبشی! میں نے کہا: حاضر ہوں۔ وہ میرے ساتھ سختی سے پیش آیا اور میرے ساتھ بہت سخت باتیں کیں۔ کہنے لگا: کیا تجھے معلوم ہے کہ مہینا ختم ہونے میں کتنے دن باقی رہ گئے ہیں؟ میں نے جواب دیا: مہینا ختم ہونے کے قریب ہے۔ کہنے لگا: مہینا ختم ہونے میں صرف چار دن رہ گئے ہیں۔ پھر میں تمہیں اس قرض کے بدلے پکڑوں گا جو تیرے ذمہ ہے اور میں تجھے اس حالت کی طرف لوٹا دوں گا کہ تو بکریاں چرایا کرے گا جیسے پہلے چرایا کرتا تھا۔ میں اس صورت حال سے بہت مغموم ہوا جیسے کہ لوگ ایسے حالات میں ہو جایا کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ میں نے جب عشاء کی نماز پڑھ لی اور حضور ﷺ اپنے کاشانۂ اقدس میں واپس تشریف لے گئے تو میں نے حاضری کی اجازت طلب کی۔ آپ نے مجھے اجازت دی۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ میرے ماں باپ آپ پر قربان، وہ مشرک جس سے میں قرض لیا کرتا تھا، اس نے میرے ساتھ یہ یہ باتیں کی ہیں۔ نہ آپ کے پاس کوئی چیز ہے جس سے یہ قرض ادا ہو سکے اور نہ میرے پاس۔ اور وہ مشرک تو مجھے رسوا کرے گا۔ حضور ﷺ نے مجھے اجازت دی کہ میں ان قبائل کی طرف جاؤں جنہوں نے اسلام قبول کیا ہے تا کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کو کچھ مال عطا فرمائے جس سے میں وہ قرض ادا کر سکوں۔ میں وہاں سے روانہ ہوا، اور اپنے گھر آیا۔ میں نے اپنی تلوار، تھیلی، جوتے اور ڈھال سب اپنے سرہانے رکھے۔ جب صبح اول کی روشنی ظاہر ہوئی تو میں نے روانہ ہونے کا ارادہ کیا۔ اسی اثناء میں ایک شخص دوڑتا ہوا آواز دے رہا تھا: اے بلال! حضور ﷺ کی خدمت میں حاضری دو۔ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ وہاں چار اونٹنیاں بیٹھی تھیں جن کے اوپر سامان بھی لدا ہوا تھا۔ میں نے اجازت طلب کی تو حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا: اے بلال! تمہیں مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تیرے قرض کی ادائیگی کا سامان کر دیا ہے۔ پھر فرمایا: کیا تم نے بٹھائی ہوئی چار اونٹنیاں نہیں دیکھیں؟ میں نے عرض کیا: دیکھی ہیں۔ فرمایا: وہ اونٹنیاں اور ان پر لدا ہوا سامان تمہارا ہے۔ ان پر کپڑے اور کھانا لدا ہوا ہے جو فدک کے رئیس نے میرے پاس بطور ہدیہ بھیجا ہے۔ ان کو اپنی تحویل میں لے لو اور اپنا قرض ادا کرو...... پھر میں مسجد میں گیا۔ دیکھا تو حضور ﷺ تشریف فرما تھے۔ میں نے سلام عرض کیا۔ آپ نے پوچھا: تمہارے پاس جو مال آیا تھا، اس کا کیا بنا؟ عرض کیا۔ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کے ذمہ جتنا قرض تھا وہ سارا ادا ہو گیا ہے

اور اس قرض سے کچھ بھی باقی نہیں بچا۔ فرمایا: کیا اس مال سے کوئی چیز باقی بچی ہے؟ میں نے عرض کیا: ہاں، یارسول اللہ! ﷺ فرمایا: دیکھو، مجھے اس مال سے سبکدوش کرو کیونکہ جب تک تم مجھے اس سے سبکدوش نہیں کرو گے میں اپنے اہل خانہ میں سے کسی کے پاس نہیں جاؤں گا۔ جب حضور ﷺ نے عشاء کی نماز ادا فرمائی تو مجھے طلب فرمایا اور پوچھا: جو مال تمہارے پاس تھا اس کا کیا بنا؟ میں نے عرض کیا: وہ میرے پاس ہی ہے۔ کوئی حاجت مند میرے پاس آیا ہی نہیں۔ حضور ﷺ نے وہ رات مسجد ہی میں بسر کی۔ راوی نے حدیث بیان کرتے ہوئے کہا: حتی کہ جب حضور ﷺ نے اگلے روز کی نماز عشاء ادا فرمائی تو مجھے طلب فرمایا اور پوچھا: تمہارے پاس جو مال آیا تھا اس کا کیا بنا؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے سبکدوش کر دیا ہے۔ آپ نے تکبیر کہی اور اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی۔ آپ نے یہ اس خوف کے پیش نظر کیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کی موت اس حال میں آ جائے کہ یہ مال آپ کے پاس ہو۔ پھر میں آپ کے پیچھے پیچھے گیا۔ آپ اپنی ازواج مطہرات کے پاس تشریف لے گئے اور ان کو ایک ایک کر کے سلام کیا حتی کہ آپ اس گھر میں پہنچ گئے جہاں رات بسر کرنی تھی۔ تو یہ ہے اس سوال کا جواب جو تم نے مجھ سے پوچھا ہے۔ (1)

سبحان اللہ، قرب کی کیا شان ہے۔ بندے کو اس وقت تک چین نہیں آتا جب تک مال دنیا نام کی کوئی چیز قبضے میں ہے اور پروردگار اپنے حبیب ﷺ کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے نرالے انداز اختیار فرماتا ہے۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتی ہیں: حضور ﷺ نے نماز کسوف (سورج گرہن کی نماز) ادا فرمائی۔ آپ نے قیام کیا اور لمبا قیام کیا۔ پھر رکوع کیا اور لمبا رکوع کیا۔ پھر سر اٹھایا، قیام کیا اور لمبا قیام کیا۔ پھر رکوع کیا اور لمبا رکوع کیا، پھر سر کو اٹھایا، پھر سجدہ کیا اور لمبا سجدہ کیا، پھر سجدے سے سر اٹھایا، قیام کیا اور لمبا قیام کیا۔ پھر رکوع کیا اور لمبا رکوع کیا۔ پھر رکوع سے سر اٹھایا، قیام کیا اور لمبا قیام کیا۔ پھر رکوع کیا اور لمبا رکوع کیا۔ پھر سر کو رکوع سے اٹھایا۔ پھر سجدہ کیا اور لمبا سجدہ کیا۔ پھر سجدے سے سر اٹھایا۔ پھر سجدہ کیا اور لمبا سجدہ کیا۔ پھر رخ انور پھیرا اور فرمایا: جنت میرے نزدیک آ گئی تھی۔ اگر میں جنت کا خوشہ توڑنے کا ارادہ کرتا تو جنت کا خوشہ توڑ کر تمہارے پاس لے آتا۔ اور دوزخ بھی میرے نزدیک آئی۔ حتی کہ میں نے عرض کیا: اے پروردگار! اس دوزخ کا عذاب میرے امتیوں پر آئے گا جب کہ میں ان کے درمیان موجود ہوں؟............ الحدیث۔ (2)

حضرت ابو واقد اللیثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ مسجد میں بیٹھے تھے۔ لوگ

1۔ سنن ابی داؤد، جلد 2، صفحہ 78　　2۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 90

بھی آپ کے پاس بیٹھے تھے کہ تین آدمی آئے۔ دو آدمی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور ایک آدمی چلا گیا۔ راوی کہتے ہیں: وہ دونوں حضور ﷺ کے پاس کھڑے ہوئے۔ ایک کو حلقے میں کچھ گنجائش نظر آئی تو وہ وہاں بیٹھ گیا اور دوسرا لوگوں کے پیچھے بیٹھ گیا۔ تیسرا واپس چلا گیا۔ جب حضور ﷺ فارغ ہوئے تو فرمایا: کیا میں تمہیں ان تین اشخاص کے بارے میں نہ بتاؤں؟ ایک آدمی تو اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی پناہ میں لے لیا۔ دوسرے نے اللہ تعالیٰ سے حیا کی اور اللہ تعالیٰ نے اس پر رحم فرمایا۔ اور تیسرے نے روگردانی کی تو اللہ تعالیٰ نے اس سے اعراض کیا۔(1)

یہ ہے قرب مصطفی علیہ التحیۃ والثناء کہ آپ کی بارگاہ میں آنے والا خدا کی پناہ میں آجاتا ہے۔ اور آپ ﷺ سے اعراض کرنے والا خدا کی پناہ سے محروم ہو جاتا ہے۔

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ نماز پڑھ رہی تھیں۔ میں نے عرض کیا: لوگوں کو کیا ہوا ہے؟ آپ نے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔ دیکھا تو لوگ کھڑے تھے۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پڑھا: سبحان اللہ، میں نے پوچھا: کیا قدرت خداوندی کی کوئی نشانی ظاہر ہو رہی ہے؟ انہوں نے سر کے اشارے سے جواب دیا: ہاں۔ میں (نماز کے لیے) کھڑی ہوئی حتی کہ مجھ پر غشی طاری ہونے لگی۔ میں سر پر پانی ڈالنے لگی۔ حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی پھر فرمایا: جو چیز بھی مجھے نہیں دکھائی گئی تھی، وہ مجھے اس مقام پر دکھادی گئی ہے حتی کہ جنت اور دوزخ بھی دکھادی گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی فرمائی کہ تمہیں قبروں میں مسیح دجال کے فتنہ جیسی یا اس کے قریب قریب آزمائش میں مبتلا کیا جائے گا۔ راوی کہتے ہیں: مجھے معلوم نہیں کہ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان دونوں میں سے کون سا لفظ استعمال کیا تھا۔ پوچھا جائے گا: اس ہستی (یعنی محمد ﷺ) کے بارے میں تم کیا جانتے ہو؟ صاحب ایمان یا صاحب یقین، راوی کہتے ہیں: مجھے معلوم نہیں کہ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان میں سے کون سا لفظ استعمال کیا تھا، کہے گا: یہ حضرت محمد ﷺ ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ یہ ہمارے پاس واضح نشانیاں اور ہدایت لے کر تشریف لائے تھے۔ ہم نے ان کی دعوت کو قبول کیا تھا اور ان کی پیروی کی تھی۔ یہ محمد ﷺ ہیں۔ وہ یہ بات تین بار کہے گا۔ اس سے کہا جائے گا: سکون سے سو جاؤ۔ ہمیں معلوم تھا کہ تم ان پر یقین رکھنے والے تھے۔ اور جہاں تک منافق یا مبتلائے شک، راوی کہتے ہیں: مجھے معلوم نہیں کہ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان دونوں میں سے کون سا لفظ استعمال کیا تھا، کہے گا: مجھے کچھ معلوم نہیں۔ میں نے لوگوں کو (ان کے متعلق) کچھ کہتے سنا تو میں

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 16

نے بھی وہی کچھ کہہ دیا۔(1)

کیا اس سے بڑے قرب کا تصور ممکن ہے کہ حضرت محمد ﷺ کی معرفت کو مدارِ نجات بنا دیا گیا ہے اور جو بدنصیب آپ ﷺ کو پہچاننے میں ناکام رہتا ہے وہ کہیں کا نہیں رہتا۔

حبیبِ خدا ﷺ کے خداداد اختیارات، عطائیں اور رفعتیں

رب کائنات کی اپنے حبیب لبیب ﷺ پر بے مثال عطاؤں کے کچھ نقوش ملاحظہ فرمایئے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جب عبداللہ بن ابی (رئیس المنافقین) فوت ہوا تو اس کا بیٹا حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: آپ مجھے اپنی قمیص عطا فرمائیں تاکہ میں اس میں اپنے باپ کو کفن دوں، آپ اس کی نماز جنازہ پڑھائیں اور اس کے لیے دعائے مغفرت کریں۔ آپ نے اس کو اپنی قمیص عطا فرمائی اور فرمایا: مجھے اطلاع کرنا، میں اس کی نماز جنازہ بھی پڑھاؤں گا۔ اس نے آپ کو اطلاع کی۔ جب حضور ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھانے کا ارادہ کیا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو کھینچا اور عرض کیا: کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو منافقین کی نماز جنازہ پڑھانے سے منع نہیں فرمایا؟ آپ نے فرمایا: مجھے اختیار ہے کہ میں دو باتوں میں سے جس کو چاہوں منتخب کرلوں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ''آپ ان کے لیے طلب مغفرت کریں یا ان کے لیے طلب مغفرت نہ کریں، اگر آپ ان کے لیے ستر مرتبہ بھی مغفرت طلب کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو معاف نہیں کرے گا۔ آپ نے اس کی نماز پڑھائی تو یہ آیت کریمہ نازل ہوگئی: ''ان میں سے جو فوت ہوجائے آپ کبھی اس کی نماز جنازہ نہ پڑھائیں اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں''۔(2)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ ایک روز باہر تشریف لے گئے اور آپ نے شہدائے احد پر ایسے ہی نماز پڑھی جیسے میت پر پڑھا کرتے تھے۔ پھر آپ منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا: میں تمہارے معاملات کی نگرانی کے لیے تم سے آگے جانے والا ہوں۔ میں تم پر گواہ ہوں گا اور خدا کی قسم، میں اپنے حوض کو اب بھی دیکھ رہا ہوں۔ اور مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا ہوئی ہیں۔ اور خدا کی قسم، مجھے تمہارے بارے میں یہ خوف نہیں ہے کہ تم میرے بعد مشرک ہوجاؤ گے بلکہ مجھے خوف یہ ہے کہ تم (حصول) دنیا میں باہم مسابقت کرنے لگو گے۔(3)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: میرے گھر اور منبر کے درمیان کی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ اور میرا منبر میرے حوض پر ہے۔(4)

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 18
2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 169
3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 179
4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 253

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یمن سے قرظ سے رنگے ہوئے چمڑے کے ٹکڑے میں کچھ سونا ارسال کیا۔ اس سونے سے مٹی علیحدہ نہیں کی گئی تھی۔ حضور ﷺ نے اس سونے کو چار آدمیوں میں تقسیم کر دیا۔ وہ چار آدمی عیینہ بن بدر، اقرع بن حابس، زید الخیل اور چوتھے علقمہ یا عامر بن طفیل تھے۔ آپ ﷺ کے صحابہ میں سے ایک آدمی نے کہا: اس سونے کے حق داران لوگوں سے زیادہ ہم تھے۔ راوی کہتے ہیں: یہ بات حضور ﷺ تک پہنچی تو آپ نے فرمایا: کیا تم مجھے امانت دار نہیں سمجھتے، جب کہ میں اس ہستی کا امین ہوں جو آسمانوں میں ہے۔ آسمان کی خبریں صبح و شام میرے پاس آتی ہیں......الحدیث۔(1)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ (نماز میں) قیام فرماتے حتی کہ آپ کے قدم مبارک متورم ہو جاتے۔ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! ﷺ (آپ اتنا زیادہ قیام کیوں فرماتے ہیں جب کہ) آپ کے اگلے پچھلے ذنب پہلے ہی مٹا دیے گئے ہیں؟ فرمایا: کیا میں اپنے رب کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟(2)

حضرت ابوعبیدہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ارشاد خداوندی اِنَّآ اَعۡطَیۡنٰکَ الۡکَوۡثَرَ کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا: یہ نہر ہے جو تمہارے نبی ﷺ کو عطا فرمائی گئی ہے۔ اس کے کناروں پر موتی ہیں جن کے اندر خلا ہے اور اس کے برتنوں کی تعداد ستاروں جتنی ہے......الحدیث۔(3)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: یہودی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا: السام علیك(4) آپ ﷺ نے فرمایا: اور تم پر بھی۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: تم پر ہلاکت ہو۔ اللہ تعالیٰ تم پر لعنت کرے اور تم پر غضب ناک ہو۔ حضور ﷺ نے فرمایا: عائشہ! صبر کرو۔ تمہیں نرمی اپنانی چاہیے اور درشتی اور فحش سے دور رہنا چاہیے۔ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ کیا آپ نے سنا نہیں کہ وہ کیا کہہ رہے تھے؟ آپ نے فرمایا: کیا تم نے سنا نہیں تھا کہ میں نے کیا کہا تھا؟ میں نے ان کی بات کو ان کی طرف لوٹا دیا تھا۔ ان کے بارے میں میری دعا قبول ہوگی اور میرے بارے میں ان کی دعا قبول نہیں ہوگی۔(5)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا، میرے حوض کی لمبائی ایک ماہ کی مسافت کے برابر ہے۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 624 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 716 3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 742
4۔ السام کا معنی موت ہے۔ 5۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 947

سفید ہے اور اس کی خوشبو کستوری سے بھی اچھی ہے۔ اس کے کوزے آسمان کے تاروں کی طرح کثیر ہیں۔ جس کو اس حوض سے پانی پینا نصیب ہوگا اس کو کبھی پیاس نہیں لگے گی۔ (1)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ملائکہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ آرام فرما رہے تھے۔ ان میں سے کسی نے کہا: یہ سو رہے ہیں۔ اور کسی نے کہا: آنکھیں سو رہی ہیں اور دل جاگتا ہے۔ انہوں نے کہا: تمہارے ان صاحب کی ایک تمثیل ہے۔ وہ تمثیل بیان کرو۔ ان میں سے کسی نے کہا: یہ سو رہے ہیں اور کسی نے کہا: آنکھ سو رہی ہے اور دل جاگتا ہے۔ انہوں نے کہا: ان کی مثال ایسی ہے جیسے کسی آدمی نے گھر بنایا۔ اس گھر میں بہت بڑی دعوت کا انتظام کیا اور پھر ایک آدمی کو دعوت دینے کے لیے بھیجا۔ جس نے دعوت دینے والے کی دعوت قبول کر لی وہ گھر میں داخل ہوا اور دعوت سے کھانا کھایا۔ اور جس نے دعوت دینے والے کی دعوت کو قبول نہ کیا وہ نہ اس گھر میں داخل ہوا اور نہ اس کی نعمتیں کھائیں۔ پھر انہوں نے کہا: ان کے لیے اس تمثیل کی تفسیر کرو تا کہ وہ اس کو سمجھ جائیں۔ ان میں سے کسی نے کہا: وہ سو رہے ہیں۔ اور کسی نے کہا: آنکھ سو رہی ہے اور دل جاگتا ہے۔ پھر انہوں نے کہا: وہ گھر جنت ہے۔ دعوت دینے والے حضرت محمد ﷺ ہیں۔ جس نے حضرت محمد ﷺ کی فرمانبرداری کی اس نے اللہ تعالیٰ کا حکم مانا اور جس نے محمد ﷺ کی نافرمانی کی وہ اللہ تعالیٰ کا نافرمان بنا۔ محمد ﷺ کی ذات ہی فرق کرنے والی ہے لوگوں کے درمیان ...... الحدیث۔ (2)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: جتنے بھی انبیائے کرام علیہم السلام مبعوث ہوئے ہیں ان میں سے ہر ایک کو معجزات عطا ہوئے اور ان معجزات کے مطابق ہی لوگ ان پر ایمان لائے۔ اور مجھے جو معجزہ عطا ہوا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی وحی ہے جو اس نے مجھ پر کی ہے۔ (اور اس معجزۂ قرآن کی برکت سے) مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن میرے پیروکاروں کی تعداد سب سے زیادہ ہوگی۔ (3)

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے۔ ہم حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں بیٹھے تھے۔ حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ سے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم آپ پر درود بھیجیں۔ یا رسول اللہ! ﷺ ہم کس طرح آپ پر درود بھیجا کریں؟ راوی کہتے ہیں: حضور ﷺ نے سکوت فرمایا حتی کہ ہم یہ تمنا کرنے لگے کہ کاش بشیر نے یہ سوال نہ کیا ہوتا۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا: تم ان الفاظ کے ساتھ درود بھیجا کرو: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 974 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 1081 3۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 86

وَعَلٰی آلِ اِبْرَاهِیْمَ وَبَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ فِی الْعَالَمِیْنَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ اور سلام بھیجنے کا طریقہ تمہیں معلوم ہی ہے۔ (1)

حضرت ربیعہ بن کعب الاسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں رات حضور ﷺ کی خدمت میں بسر کیا کرتا تھا۔ میں آپ کی خدمت میں آبِ وضو اور اشیاءِ ضروریہ پیش کیا کرتا تھا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا: مانگو (جو مانگنا چاہتے ہو۔) میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ میں جنت میں آپ کی رفاقت کا سوال کرتا ہوں۔ فرمایا: اس کے علاوہ کچھ اور بھی مانگنا ہے؟ عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ یہی سوال ہے۔ فرمایا: اپنے نفس کے خلاف کثرتِ سجود سے میری مدد کرنا۔ (2)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں مسجد میں تھا کہ ایک آدمی نماز پڑھنے کے لیے داخل ہوا۔ اس نے قرآن حکیم کی تلاوت اس طرح کی جو میرے لیے اجنبی تھی۔ پھر ایک اور شخص داخل ہوا اور اس نے قرآن حکیم کی تلاوت کی جو پہلے شخص کی تلاوت سے مختلف تھی۔ جب ہم نماز سے فارغ ہوئے تو ہم سب حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ اس شخص نے قرآن حکیم کی تلاوت کی، اس طرح کہ وہ میرے لیے اجنبی تھی۔ پھر دوسرا آیا اور اس نے تلاوت کی جو پہلے کی تلاوت سے مختلف تھی۔ حضور ﷺ نے ان دونوں کو تلاوت کرنے کا حکم دیا۔ ان دونوں نے تلاوت کی اور حضور ﷺ نے ان دونوں سے فرمایا: تم نے خوب تلاوت کی ہے۔ میرے دل میں حضور ﷺ کی رسالت کو جھٹلانے کا اتنا شدید وسوسہ پیدا ہوا جتنا شدید اس وقت بھی نہیں تھا جب میں ابھی حالتِ جاہلیت میں تھا۔ جب حضور ﷺ نے اس حالت کو ملاحظہ فرمایا جو مجھ پر طاری ہو چکی تھی تو آپ نے میرے سینے پر ہاتھ مارا جس سے میں پسینے میں شرابور ہو گیا گویا میں شدتِ خوف سے اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا تھا۔ پھر آپ نے فرمایا: اے ابی! مجھ پر قرآن حکیم نازل ہوا کہ میں اسے ایک قراءت پر پڑھوں۔ میں نے یہ امانت بارگاہِ خداوندی میں واپس پیش کی اور التجا کی: پروردگارِ عالم! میری امت پر آسانی فرما۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اسے دوبارہ میری طرف لوٹایا اور فرمایا: اس کو دو قراءتوں کے مطابق پڑھا کرو۔ میں نے پھر یہ امانت واپس پیش کی اور عرض کیا: پروردگارِ عالم! میری امت پر آسانی فرما۔ اللہ تعالیٰ نے اسے تیسری بار میری طرف لوٹایا اور فرمایا: اس کو سات قراءتوں کے مطابق پڑھا کرو۔ اور جتنی بار میں نے اسے آپ کی طرف لوٹایا ہے ان میں سے ہر لوٹانے کے بدلے آپ کو ایک قطعی القبول دعا عطا کی جاتی ہے۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ تعالیٰ! میری امت کو بخش دے۔ اے اللہ تعالیٰ! میری امت کو بخش دے۔ اور تیسری دعا کو میں نے اس دن

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 175　　2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 193

کی خاطر مؤخر کر رکھا ہے جس دن تمام مخلوق میری طرف رجوع کرے گی حتی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی۔(1)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: حضور ﷺ بیمار ہوتے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ کو دم کیا کرتے تھے۔ وہ ان الفاظ سے دم کرتے: بِسْمِ اللّٰهِ يُبْرِيكَ وَمِنْ كُلِّ دَاءٍ يَشْفِيكَ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ وَشَرِّ كُلِّ ذِي عَيْنٍ۔(2) ”اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو مرض سے پاک فرمائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ آپ کو ہر بیماری سے شفا عطا فرمائے گا۔ اور حسد کرنے والے کے حسد سے اور نظر بد والے کی نظر سے آپ کو محفوظ رکھے گا“۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: حضور ﷺ کی تمام ازواج مطہرات ایک جگہ اکٹھی تھیں۔ ان میں سے کوئی ایک بھی غیر حاضر نہ تھی کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تشریف لائیں۔ ان کی چال گویا (ہو بہو) حضور ﷺ کی چال ہو۔ آپ نے فرمایا: میری بیٹی کو خوش آمدید۔ آپ نے ان کو اپنی دائیں جانب بٹھایا یا بائیں جانب بٹھایا۔ پھر ان سے کوئی سرگوشی کی۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رونے لگیں۔ پھر آپ نے ان سے دوبارہ سرگوشی کی تو وہ ہنس دیں۔ میں نے پوچھا: روتی کیوں ہو تو کہنے لگیں: میں حضور ﷺ کے راز کو فاش کرنے والی نہیں ہوں۔ میں نے کہا: غم سے خوشی کو اتنا قریب میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ جب وہ روئی تھیں تو میں نے ان سے کہا تھا: حضور ﷺ نے اپنے کسی راز کے لیے ہمیں چھوڑ کر آپ کو مخصوص فرمایا ہے اور آپ پھر بھی رو رہی ہیں؟ اور میں نے پوچھا تھا کہ حضور ﷺ نے کیا فرمایا تھا تو انہوں نے جواب دیا تھا: میں حضور ﷺ کے راز کو فاش کرنے والی نہیں ہوں۔ حتی کہ جب حضور ﷺ کا انتقال ہو گیا تو میں نے ان سے دوبارہ پوچھا۔ انہوں نے فرمایا: حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ جبریل امین آپ سے ہر سال ایک مرتبہ قرآن حکیم کا دور کرتے تھے اور اس سال انہوں نے دو مرتبہ قرآن حکیم کا دور کیا ہے۔ میرا خیال ہے، وقت اجل آ گیا ہے۔ اور یہ کہ میرے اہل خانہ میں سے سب سے پہلے تم مجھ سے ملو گی اور میں تمہارا بہت اچھا پیشرو ہوں۔ اس پر میں رو دی تھی۔ پھر آپ نے مجھ سے سرگوشی کی تھی اور فرمایا تھا: کیا تم اس پر خوش نہیں ہو کہ تم مومنوں کی عورتوں کی سردار ہو گی یا فرمایا: اس امت کی عورتوں کی سردار ہو گی، تو اس سے میں ہنس دی تھی۔(3)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: انتقال سے پہلے حضور ﷺ پر تسلسل سے وحی نازل ہونے لگی تھی اور سب سے زیادہ وحی آپ پر اس روز نازل ہوئی جس روز

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 273 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 219 3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 291

آپ کا انتقال ہوا۔(1)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے انبیائے کرام پر فضیلت عطا فرمائی ہے اور ہمارے لیے غنیمتوں کو حلال کیا ہے۔(2)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: چھ چیزوں کے ساتھ مجھے انبیائے کرام علیہم السلام پر فضیلت عطا فرمائی گئی ہے: (۱) مجھے جوامع الکلم کی نعمت عطا ہوئی ہے۔ یعنی میں مختصر الفاظ میں کثیر معانی کو ادا کرتا ہوں (۲) رعب کے ذریعہ میری مدد کی گئی ہے (۳) غنیمتوں کو میرے لیے حلال کیا گیا ہے (۴) زمین کو میرے لیے سجدہ گاہ اور پاک کرنے والی بنایا گیا ہے (۵) مجھے ساری مخلوق کی طرف مبعوث کیا گیا ہے اور (۶) سلسلہ نبوت کو مجھ پر ختم کر دیا گیا ہے۔(3)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ مسجد میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے منبر رکھواتے تھے جس پر وہ حضور ﷺ کی طرف سے کفار کے ساتھ مفاخرت کرتے تھے، یا فرمایا: حضور ﷺ کا دفاع کرتے تھے اور حضور ﷺ فرماتے تھے: حسان جب تک رسول اللہ ﷺ کی طرف سے مفاخرت یا مدافعت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ روح القدس کے ذریعے ان کی مدد فرماتا ہے۔(4)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ہم غار میں تھے کہ میں نے حضور ﷺ سے عرض کیا: ان میں سے کسی نے اپنے قدموں کی طرف دیکھا تو اپنے قدموں کے نیچے ہمیں دیکھ لے گا۔ حضور ﷺ نے جواب دیا: اے ابوبکر! ان دو (بندوں) کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے جن کے ساتھ تیسرا اللہ تعالیٰ ہو؟(5)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ معراج کی رات حضور ﷺ کی خدمت میں براق پیش کیا گیا۔ اس کو لگام بھی دی گئی تھی اور اس پر زین بھی کسی ہوئی تھی۔ اس نے سرکشی کی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اس سے کہا: کیا تم حضرت محمد ﷺ کے ساتھ یہ حرکت کر رہے ہو جب کہ خدا کے نزدیک ان سے زیادہ مکرم کوئی بندہ کبھی تم پر سوار نہیں ہوا۔ راوی کہتے ہیں: اس پر براق کا پسینہ نکل آیا......الحدیث۔(6)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرمایا: جب حضور ﷺ سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچے، فرمایا: سدرہ وہ مقام ہے کہ زمین سے جو چیزیں اوپر جاتی ہیں ان کا انتہائی مقام بھی یہی ہے اور اوپر

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 419　2۔ جامع الترمذی، جلد 1، صفحہ 187　3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 188
4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 107　5۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 136　6۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 141

سے جو چیزیں نیچے آتی ہیں وہ بھی یہیں تک پہنچتی ہیں۔ سدرہ کے مقام پر اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو تین چیزیں عطا فرمائیں جو آپ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں ہوئی تھیں۔ آپ پر نماز پنجگانہ فرض کی گئی، آپ کو سورۃ بقرہ کی آخری آیتیں عطا ہوئیں اور آپ کی امت کے کبیرہ گناہوں کی معافی کا وعدہ فرمایا گیا جب تک کہ وہ کسی شے کو اللہ تعالیٰ کا شریک نہ بنائیں...... الحدیث۔(1)

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ تشریف فرما تھے کہ ایک آدمی (مسجد) میں داخل ہوا، نماز پڑھی اور دعا مانگی: اے اللہ تعالیٰ! مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اے نمازی! تو نے جلد بازی کا مظاہرہ کیا ہے۔ جب تم نماز پڑھ چکو اور بیٹھو تو اللہ تعالیٰ کی حمد کرو جو اس کی شان کے لائق ہو۔ پھر مجھ پر درود پڑھو۔ پھر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو۔ راوی کہتے ہیں: پھر اس کے بعد ایک اور آدمی نے نماز پڑھی۔ اس نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی اور حضور ﷺ پر درود پڑھا تو حضور ﷺ نے فرمایا: اے نمازی! دعا مانگو، تمہاری دعا قبول ہوگی...... الحدیث۔(2)

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو منتخب فرمایا۔ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے بنو کنانہ کو منتخب فرمایا۔ بنو کنانہ سے قریش کو منتخب فرمایا۔ قریش سے بنو ہاشم کو منتخب فرمایا اور بنو ہاشم سے مجھ کو منتخب فرمایا۔(3)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ہر نبی کے دو وزیر آسمان والوں میں سے ہوتے ہیں اور دو وزیر زمین والوں میں سے۔ اہل سماء میں سے میرے دو وزیر جبرائیل اور میکائیل علیہما السلام ہیں اور اہل زمین میں سے میرے دو وزیر ابوبکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں۔(4)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ہر نبی کو سات نجیب عطا ہوئے جو ان کے خاص رفیق ہوتے ہیں اور مجھے چودہ نجیب عطا ہوئے۔ ہم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا: وہ چودہ نقیب کون ہیں؟ فرمایا: میں، میرے دو بیٹے، جعفر، حمزہ، ابوبکر، عمر، مصعب بن عمیر، بلال، سلمان، عمار، مقداد، حذیفہ اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔(5)

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے سورۃ النجم پڑھی اور اس کی آیت پر سجدہ کیا۔ وہاں جتنے لوگ تھے (مسلمان بھی اور کافر بھی) سب نے سجدہ کیا اور کوئی باقی نہ رہا۔ ایک شخص نے ہتھیلی میں سنگریزے یا مٹی لی اور انہیں اٹھا کر پیشانی کے ساتھ لگایا اور کہا:

1۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 160 — 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 186 — 3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 201
4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 208 — 5۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 220

میرے لیے اتنا ہی کافی ہے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں نے اس شخص کو دیکھا کہ وہ بعد میں حالت کفر میں قتل ہوا۔ (1)

حضرت اوس بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: تمہارا افضل ترین دن یوم جمعہ ہے۔ اس دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ راوی کہتے ہیں: صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ ہمارا درود آپ پر کیسے پیش ہوگا جب کہ آپ کو وصال فرمائے کافی عرصہ گزر چکا ہوگا؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیائے کرام علیہم السلام کو کھانا حرام کردیا ہے۔ (2)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: جب بھی کوئی شخص مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح کو ادھر متوجہ فرمادیتا ہے تاکہ میں اس کو سلام کا جواب دوں۔ (3)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: اپنے گھروں کو قبریں نہ بناؤ اور نہ میری قبر کو عید (میلے کی جگہ) بناؤ۔ اور مجھ پر درود پڑھا کرو کیونکہ تم جہاں بھی ہو تمہارا درود مجھ تک پہنچ جاتا ہے۔ (4)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ تشریف فرما تھے اور حضرت جبرائیل امین آپ کی خدمت میں حاضر تھے کہ آپ ﷺ نے اوپر سخت آواز سنی۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے نگاہ آسمان کی طرف اٹھائی اور فرمایا: یہ آسمان کا دروازہ ہے جو آج کھلا ہے اور آج سے پہلے کبھی نہیں کھلا۔ پھر اس سے ایک فرشتہ نازل ہوا۔ وہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: آپ کو دو نور مبارک ہوں جو آپ کو عطا ہوئے ہیں اور آپ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں ہوئے۔ ایک سورۂ فاتحہ اور دوسرا سورۂ بقرہ کی آخری آیات۔ تم ان کے جس حصے کی بھی تلاوت کروگے وہ حصہ جس دعا پر مشتمل ہوگا تمہاری وہ دعا قبول ہوگی۔ (5)

حضرت ابوسعید بن المعلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ ان کے پاس سے گزرے جب کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ آپ نے ان کو آواز دی۔ وہ فرماتے ہیں: میں نے نماز مکمل کی اور پھر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوگیا۔ فرمایا: تم نے میری پکار کا جواب کیوں نہیں دیا تھا؟ میں نے عرض کیا: میں نماز پڑھ رہا تھا۔ آپ نے فرمایا: کیا یہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد نہیں ہے کہ ''جب اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ تمہیں پکاریں اس چیز کی طرف جس میں تمہاری زندگی ہے (یعنی علم کی طرف)

1۔ سنن ابی داؤد، جلد 1، صفحہ 206 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 221 3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 286
4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 286 5۔ سنن النسائی، جلد 1، صفحہ 145

تو ان کی پکار پر لبیک کہا کرو''......الحدیث۔(1)

حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ہیں جو محو سیاحت رہتے ہیں۔ وہ میرے امتیوں کی طرف سے مجھ پر سلام پہنچاتے ہیں۔(2)

حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اس (بندے) کی نماز نہیں جس کا وضو نہیں۔ اور اس کا وضو نہیں جس نے اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کیا۔ اور اس کی نماز نہیں جس نے رسول اللہ ﷺ پر درود نہیں بھیجا۔ اور اس کی بھی کوئی نماز نہیں جس نے انصار سے محبت نہیں کی......الحدیث۔(3)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: تم میں سے جو شخص مسجد میں داخل ہو وہ رسول اللہ ﷺ پر سلام بھیجے اور کہے: اے اللہ تعالیٰ! میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔ اور جب مسجد سے نکلے تو رسول اللہ ﷺ پر سلام بھیجے اور کہے: اے اللہ تعالیٰ! مجھے شیطان مردود سے محفوظ فرما۔(4)

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جو مسلمان مجھ پر درود بھیجتا ہے، جب تک وہ مجھ پر درود بھیجتا رہتا ہے فرشتے اس پر درود بھیجتے رہتے ہیں۔ اب بندہ چاہے تو تھوڑا درود بھیجے اور چاہے تو زیادہ۔(5)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: میں مکہ میں تھا کہ میرے گھر کی چھت کھلی۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے۔ انہوں نے میرا سینہ کھولا اور اسے آب زمزم سے دھویا۔ پھر ایمان وحکمت سے بھرا ہوا ایک سنہری طشت لائے اور اسے میرے سینے میں انڈیل دیا۔ پھر اسے جوڑ دیا۔ پھر میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے لے کر اوپر آسمان کی طرف روانہ ہوئے......الحدیث۔(6)

حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ایک انصاری نے حضور ﷺ کے پاس حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف حرہ کی نالی کے متعلق مخاصمت کی جس سے وہ اپنی کھجوروں کو سیراب کیا کرتے تھے۔ انصاری نے کہا: پانی کو نالی میں چلتے رہنے دو۔ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ وہ اپنا مقدمہ حضور ﷺ کے پاس لے گئے۔ حضور ﷺ نے حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: اے زبیر! تم اپنی کھجوروں کو سیراب کرو اور پھر پانی کو اپنے پڑوسی کی طرف جانے دو۔ انصاری اس (فیصلے) پر غصے میں آ گئے اور کہا: یہ اس لیے کہ یہ آپ کے پھوپھی زاد

1۔ سنن النسائی، جلد 1، صفحہ 145 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 189 3۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 32
4۔ ایضاً، صفحہ 56 5۔ ایضاً، صفحہ 65 6۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 221

ہیں۔ حضور ﷺ کا رخ انور (غصے سے) سرخ ہو گیا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: زبیر! اپنی کھجوروں کو سیراب کرو اور پھر پانی کو روک لو حتی کہ پانی کناروں تک پہنچ جائے۔ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: خدا کی قسم، میرا خیال ہے کہ یہ آیت اسی کے متعلق نازل ہوئی: ”آپ کے رب کی قسم، یہ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے تنازعات میں آپ ﷺ کو حکم تسلیم نہ کریں اور پھر آپ جو فیصلہ فرمائیں اس پر اپنے دلوں میں تنگی محسوس نہ کریں اور اس فیصلے کو دل سے تسلیم کر لیں۔(1)

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا: اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اس کو دین کی سمجھ عطا فرما دیتا ہے۔ میں تو تقسیم کرنے والا ہوں اور دیتا اللہ تعالیٰ ہے۔ یہ امت دین پر قائم رہے گی اور مخالفین ان کو نقصان نہیں پہنچا سکیں گے حتی کہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ آ جائے۔(2)

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: میرے نام پر اپنے نام (محمد) رکھا کرو اور میری کنیت پر اپنی کنیت (ابو القاسم) نہ رکھا کرو کیونکہ میں تو قاسم ہوں، تمہارے درمیان (خدا کے رزق کو) تقسیم کرتا ہوں...... الحدیث۔(3)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: میں تمہیں کوئی شے دوں یا کسی چیز کو تم سے روک لوں (تو یہ سب کچھ میری مرضی سے نہیں ہے) میں تو محض خازن ہوں۔ کسی چیز کو جہاں رکھنے کا حکم ملتا ہے اس کو وہاں رکھ دیتا ہوں۔(4)

لشکرِ مصطفی ﷺ کے انوکھے سپاہی

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے جنگ بدر کے دن فرمایا: یہ جبریل امین ہیں۔ انہوں نے اپنے گھوڑے کا سر پکڑا ہوا ہے اور ان کے جسم پر جنگ کے ہتھیار ہیں۔(5)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: جنگ احد کے دن میں نے حضور ﷺ کو دیکھا۔ دو شخص آپ کے ہمراہ مصروف قتال تھے۔ انہوں نے سفید کپڑے پہن رکھے تھے اور انتہائی شدید لڑائی لڑ رہے تھے۔ ان دونوں کو میں نے نہ پہلے دیکھا تھا اور نہ بعد میں کبھی دیکھا۔(6)

نوٹ: علماء فرماتے ہیں، یہ دونوں سفید پوش مجاہد حضرات جبرائیل اور میکائیل علیہما السلام تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: جب حضور ﷺ جنگ خندق سے واپس تشریف لائے، ہتھیار اتارے اور غسل کیا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ کی خدمت میں

1۔ جامع الترمذی، جلد 1، صفحہ 63-162 2۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 16 3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 915
4۔ سنن ابی داؤد، جلد 2، صفحہ 53 5۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 570 6۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 580

حاضر ہوئے اور عرض کیا: آپ نے ہتھیار اتار دیے ہیں۔ خدا کی قسم، ہم نے ابھی (ہتھیار) نہیں اتارے۔ آپ ان کی طرف تشریف لے چلیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا: کدھر؟ انہوں نے جواب دیا: ادھر، اور بنو قریظہ کی طرف اشارہ کیا۔(1)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں حضور ﷺ کی معیت میں جنگ حنین میں شریک ہوا۔ میں اور ابو سفیان بن حارث بن عبد المطلب حضور ﷺ کے ساتھ ساتھ رہے۔ ہم آپ سے بالکل جدا نہیں ہوئے۔ حضور ﷺ ایک سفید خچر پر سوار تھے جو فروہ بن نفاثہ الجذامی نے آپ کو بطور ہدیہ پیش کیا تھا۔ جب مسلمانوں اور کافروں کا مقابلہ ہوا تو مسلمان پسپا ہو گئے۔ حضور ﷺ اپنے خچر کو کفار کی طرف مسلسل ایڑ لگا رہے تھے۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں نے حضور ﷺ کے خچر کی باگ پکڑی ہوئی تھی اور اس کو تیز چلنے سے روک رہا تھا۔ ابو سفیان نے حضور ﷺ کی رکاب پکڑی ہوئی تھی۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اے عباس! اصحاب سمرہ (یعنی بیعت رضوان والوں) کو آواز دو۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز بہت بلند تھی۔ وہ فرماتے ہیں: میں نے باآواز بلند پکارا: اصحاب سمرہ کہاں ہیں؟ وہ فرماتے ہیں: خدا کی قسم، جب انہوں نے میری آواز سنی تو اس اشتیاق سے مڑے جیسے گائیں اپنے بچوں کی طرف آتی ہیں۔ وہ کہہ رہے تھے: یا رسول اللہ! ﷺ ہم حاضر ہیں، ہم حاضر ہیں۔ فرماتے ہیں: مسلمانوں اور کافروں کے درمیان جنگ ہوئی۔ انصار ایک دوسرے کو: اے گروہ انصار کے الفاظ سے پکار رہے تھے۔ فرماتے ہیں: پھر یہ پکار صرف بنی الحارث بن خزرج تک محدود ہوگئی۔ میں نے حضور ﷺ کو دیکھا آپ اپنے خچر پر سوار تھے اور اس کو قتال کی خاطر کفار کی طرف آگے بڑھا رہے تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اب آگ کی بھٹی گرم ہوئی ہے۔ راوی کہتے ہیں: پھر حضور ﷺ نے کچھ کنکریاں اٹھائیں اور انہیں کفار کے چہرے کی طرف پھینکا۔ کہتے ہیں: رب کعبہ کی قسم! پھر ان کو شکست ہوگئی۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں نے دیکھا تو میرے خیال میں جنگ پہلے کی طرح جاری تھی اور خدا کی قسم، جوں ہی حضور ﷺ نے ان پر کنکریاں پھینکیں تو میں نے دیکھا کہ ان کی دھار کند ہو چکی تھی اور ان کا معاملہ الٹ ہو گیا تھا۔(2)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ سے پوچھا: یا رسول اللہ! ﷺ کیا یوم احد سے زیادہ سخت کوئی دن بھی آپ پر گزرا ہے؟ فرمایا: ہاں، تمہاری قوم کی طرف سے مجھے اس سے بھی زیادہ سخت دنوں سے واسطہ پڑا ہے۔ اور ان میں سب سے زیادہ

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 590 2۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 100

سخت دن عقبہ کا دن تھا جب میں نے اپنے آپ کو عبد یالیل بن عبد کلال کے سامنے پیش کیا تھا۔ اس نے میری دعوت کو قبول نہیں کیا۔ میں حالت غم میں جدھر رخ تھا ادھر چل دیا اور اس وقت سنبھلا جب میں ''قرن الثعالب'' میں تھا۔ میں نے سر اٹھایا تو ایک بادل کو دیکھا جو مجھ پر سایہ کناں تھا۔ دیکھا تو اس میں جبریل امین علیہ السلام تھے۔ انہوں نے مجھے آواز دی اور کہا: آپ نے اپنی قوم سے جو کچھ کہا ہے اور انہوں نے اس کا جو جواب دیا ہے، اسے اللہ تعالیٰ نے سن لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کے فرشتے کو آپ کی خدمت میں بھیجا ہے کہ آپ جو چاہیں اس کو حکم دیں۔ فرماتے ہیں: پھر پہاڑوں کے فرشتے نے مجھے ندا دی، مجھ کو سلام کیا اور کہا: اے محمد! ﷺ اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کی باتیں سن لی ہیں۔ میں پہاڑوں کا فرشتہ ہوں۔ آپ کے رب نے مجھے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے کہ آپ جو چاہیں مجھے حکم دیں۔ اگر آپ چاہیں تو میں اخشبین (مکہ کے دو پہاڑوں) کو ان پر الٹ دوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: (نہیں) بلکہ میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشتوں سے وہ لوگ پیدا فرمائے گا جو خدائے واحد کی عبادت کریں گے اور کسی کو اس کا شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ (1)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ابوجہل نے (کفار سے) کہا: کیا محمد (ﷺ) تمہارے سامنے اپنا چہرہ خاک آلود کرتے ہیں؟ (یعنی سجدہ کرتے ہیں) اسے جواب دیا گیا: ہاں۔ کہنے لگا: لات وعزیٰ کی قسم، اگر میں نے ان کو ایسا کرتے دیکھا تو میں ان کی گردن لتاڑ دوں گا۔ یا ان کے چہرے کو مٹی سے لتھیڑ دوں گا۔ راوی کہتے ہیں: حضور ﷺ نماز پڑھ رہے تھے کہ وہ آپ کے پاس آیا۔ اس کا خیال تھا کہ آپ کی گردن لتاڑے گا۔ راوی کہتے ہیں: کفار نے اچانک دیکھا کہ وہ پچھلے پاؤں ہٹ رہا ہے اور اپنے ہاتھوں کے ذریعے اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کر رہا ہے۔ اس سے پوچھا گیا: تمہیں کیا ہوا ہے؟ کہنے لگا: میرے اور ان (یعنی محمد ﷺ) کے درمیان آگ کی خندق ہے۔ وہاں خوفناک چیزیں اور پر ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اگر وہ میرے نزدیک آتا تو فرشتے اس کے جسم کا جوڑ جوڑ علیحدہ کر دیتے...... الحدیث۔ (2)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: جنگ بدر کے دن حضور ﷺ نے مشرکین کی طرف دیکھا۔ ان کی تعداد ایک ہزار تھی اور آپ کے صحابہ کی تعداد تین سو انیس تھی۔ حضور ﷺ نے اپنا رخ قبلہ کی طرف کیا، پھر ہاتھ پھیلائے اور اپنے رب سے التجائیں کرنے لگے: اے اللہ تعالیٰ! تو نے مجھ سے جو وعدہ فرمایا ہے، اس کو پورا کر دے۔ اے اللہ تعالیٰ! مجھے وہ (مدد) عطا فرما جس کا تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے۔ اے اللہ تعالیٰ! اگر مسلمانوں کی یہ جماعت ہلاک

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 109 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 372

ہو گئی تو زمین پر کبھی تیری عبادت نہیں کی جائے گی۔ آپ مسلسل روبقبلہ ہو کر اور ہاتھ پھیلا کر اپنے رب سے دعائیں کرتے رہے حتیٰ کہ آپ کے کندھے سے چادر گر گئی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے پاس آئے۔ انہوں نے آپ کی چادر آپ کے کندھے پر ڈالی، پیچھے سے آپ کو اپنے سینے سے لگایا اور عرض کیا: اے نبی اللہ! ﷺ آپ کا اپنے رب کو اتنا پکارنا کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ سے جو وعدہ فرمایا ہے وہ اس کو ضرور پورا فرمائے گا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل کی: ''(یاد کرو) جب تم مانگ رہے تھے اپنے رب سے۔ اس نے تمہاری دعا قبول فرمالی (اور فرمایا:) میں مدد کروں گا تمہاری ایک ہزار فرشتوں سے جو پے در پے آئیں گے''۔ پس اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ذریعہ آپ ﷺ کی مدد فرمائی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: اس دن ایک مسلمان ایک کافر کے پیچھے دوڑ رہا تھا کہ اسے اپنے اوپر کوڑے کی آواز سنائی دی اور شہسوار کی آواز بھی سنائی دی جو کہہ رہا تھا: خیزوم آگے بڑھو۔ اس نے اپنے آگے مشرک کی طرف دیکھا تو وہ زمین پر گرا پڑا تھا۔ اس کی ناک پر نشانات تھے اور اس کا چہرہ پھٹا ہوا تھا، جیسے کوڑے کی ضرب سے ہوتا ہے۔ اور اس کا رنگ سبز ہو چکا تھا۔ وہ انصاری حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ واقعہ آپ ﷺ کو سنایا۔ آپ نے فرمایا: تم سچ کہتے ہو۔ یہ مدد تھی جو تیسرے آسمان سے آئی تھی۔ اس دن انہوں نے ستر مشرکوں کو قتل کیا اور ستر کو قیدی بنایا...... الحدیث۔(1)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: ہند بنت عتبہ آئی اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ پہلے اس زمین پر کوئی گھرانہ ایسا نہ تھا جس کا ذلیل ہونا مجھے آپ کے گھرانے کے ذلیل ہونے سے زیادہ پسند تھا اور آج حالت یہ ہو گئی ہے کہ روئے زمین پر کوئی گھرانہ ایسا نہیں ہے جس کی عزت مجھے آپ کے گھرانے کی عزت سے زیادہ عزیز ہو...... الحدیث۔(2)

حبیب! مانگو تمہیں عطا کیا جائے گا

اللہ تعالیٰ نے اپنے ہر بندے کو دعوت عام دی ہے کہ تم اپنے رب سے مانگو وہ تمہاری دعائیں قبول کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنے تمام بندوں کی دعائیں سنتا بھی ہے اور انہیں قبول بھی فرماتا ہے لیکن قبولیت دعا کی جو شان اس نے اپنے حبیب لبیب ﷺ کو عطا فرما رکھی ہے اس کا اپنا ہی مقام ہے۔ ذیل میں حبیب خدا ﷺ کی دعاؤں کی قبولیت کے متعلق چند احادیث طیبہ درج کی جا رہی ہیں جن میں مدنی تاجدار ﷺ کی شان محبوبیت جھلک رہی ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ خانہ کعبہ کے

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 93　2۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 539

پاس نماز پڑھ رہے تھے۔ ابوجہل اور اس کے ساتھی بیٹھے تھے کہ ان میں سے کسی نے دوسروں سے کہا: تم میں سے کون فلاں قبیلے کے ذبح شدہ اونٹ کی اوجھڑی لا کر محمد (ﷺ) کی پیٹھ پر رکھے گا، جب وہ سجدے میں ہوں گے؟ ان میں سے جو سب سے بڑا بدبخت تھا (یعنی عقبہ بن ابی معیط لعنۃ اللہ علیہ) وہ اٹھا اور اوجھڑی اٹھا لایا۔ وہ انتظار کرتا رہا حتی کہ جب حضور ﷺ نے سجدہ کیا تو اس نے اوجھڑی آپ کے کندھوں کے درمیان رکھ دی۔ میں دیکھ رہا تھا اور کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ کاش میرے اندر ان کو روکنے کی طاقت ہوتی۔ فرماتے ہیں: وہ ہنسنے لگے اور ایک دوسرے پر لوٹنے لگے۔ حضور ﷺ سجدے ہی میں تھے اور سر نہیں اٹھا رہے تھے حتی کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آئیں اور اوجھڑی آپ ﷺ کی پیٹھ سے پرے پھینکی۔ حضور ﷺ نے سر اٹھایا اور دعا کی: اے اللہ تعالیٰ! قریش کو ان کے کرتوتوں کی سزا دے۔ آپ نے یہ دعا تین مرتبہ دوہرائی۔ ان (کفار مکہ) پر یہ بات ناگوار گزری کیونکہ آپ نے ان کے خلاف دعا کی تھی۔ راوی کہتے ہیں: ان کا عقیدہ تھا کہ اس شہر میں دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ پھر حضور ﷺ نے نام لے کر دعا کی۔ عرض کیا: اے میرے رب! ابوجہل کو مبتلائے عذاب کر۔ عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ، امیہ بن خلف اور عقبہ بن ابی معیط کو عذاب میں مبتلا کر۔ انہوں نے ساتویں کو بھی شمار کیا لیکن راوی کو وہ نام یاد نہ رہا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: خدا کی قسم، جن لوگوں کے حضور ﷺ نے نام لیے تھے ان کو میں نے بدر کے کنوئیں میں مقتول دیکھا ہے۔ (1)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ کے زمانے میں لوگ قحط میں مبتلا ہوئے۔ ایک جمعہ کے دن حضور ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ایک اعرابی اٹھا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ مویشی ہلاک ہو رہے ہیں اور اہل و عیال بھوکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے ہمارے لیے دعا کیجیے۔ حضور ﷺ نے اپنے ہاتھ بلند کیے۔ اس وقت ہمیں آسمان پر بادل کا کوئی ٹکڑا نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس ذات کی قسم، جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، ابھی حضور ﷺ نے ہاتھ نیچے کیے ہی نہ تھے کہ بادل پہاڑوں کی طرح امڈ کر آ گئے اور آپ ﷺ ابھی منبر سے اترے بھی نہ تھے کہ میں نے بارش کے قطروں کو آپ کی ریش مبارک سے ٹپکتے ہوئے دیکھا۔ اس دن ہم پر بارش ہوئی۔ اگلے دن بھی، اس سے اگلے دن بھی اور اس سے اگلے دن بھی (بارش ہوئی) حتی کہ دوسرے جمعہ تک بارش ہوتی رہی۔ پھر وہی اعرابی اٹھا، یا فرمایا: کوئی اور آدمی اٹھا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ گھر مسمار ہو رہے ہیں اور مویشی پانی میں ڈوب رہے ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیے۔ آپ نے ہاتھ بلند کیے اور دعا کی: اے اللہ تعالیٰ! ہمارے اردگرد بارش برسے ہم پر نہیں۔ آپ ﷺ اپنے

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 38

ہاتھ سے جس طرف اشارہ فرماتے وہاں سے بادل چھٹ جاتے حتیٰ کہ مدینہ کے اوپر آسمان گویا ایک خالی گول قطعہ تھا جس کے ہر طرف بادل تھے۔ وادیٔ قناۃ میں پورا مہینا پانی بہتا رہا اور اطراف سے جو بھی آیا اس نے بارش برسنے کی خبر سنائی۔(1)

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: جب حضور ﷺ نے دیکھا کہ لوگ (یعنی قریش) اسلام سے روگردانی کر رہے ہیں تو آپ نے دعا کی: اے اللہ تعالیٰ! ان پر قحط کے ایسے سات سال مسلط فرما جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے میں لوگوں پر مسلط کیے تھے۔ وہ لوگ مبتلائے قحط ہوئے۔ ایسا قحط جس نے ہر چیز کی بیخ کنی کر دی۔ (حالت یہ ہوگئی کہ) وہ چمڑے، مری ہوئی چیزیں اور مردار کھانے لگے۔ کوئی شخص آسمان کی طرف نگاہ اٹھاتا تو بھوک کی وجہ سے اسے دھواں نظر آتا۔ ابو سفیان آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اے محمد! (ﷺ) آپ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا اور صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں، آپ کی قوم ہلاک ہو رہی ہے، ان کے لیے دعا کیجئے......الحدیث۔(2)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لائے۔ انہوں نے آپ کی خدمت میں کھجوریں اور مکھن پیش کیا۔ آپ نے فرمایا: کھجوروں اور گھی کو واپس رکھ دو کیونکہ میں روزے سے ہوں۔ پھر حضور ﷺ گھر کے ایک کونے میں تشریف لے گئے اور نفل نماز پڑھی۔ پھر آپ نے ام سلیم اور ان کے اہل خانہ کے لیے دعا کی۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ میری ایک چھوٹی سی بڑی خاص چیز ہے۔ فرمایا: وہ کیا ہے؟ عرض کیا: آپ کا غلام انس۔ آپ نے میرے لیے دنیا اور آخرت کی ہر بھلائی کی دعا کی۔ آپ نے دعا کی: اے اللہ تعالیٰ! اس کو مال اور اولاد عطا فرما اور اس کے لیے برکتیں پیدا فرما۔ فرماتے ہیں: میں انصار میں سب سے زیادہ دولت والا ہوں اور میری بیٹی اُمینہ نے مجھے بتایا ہے کہ حجاج کے بصرہ آنے تک میرے بیٹے بیٹیوں میں سے ایک سو بیس سے کچھ زیادہ کو دفن کیا جا چکا تھا......الحدیث۔(3)

حضرت ام خالد بنت خالد بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: میں اپنے والد کے ہمراہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ میں نے ایک زرد رنگ کی قمیص زیب تن کر رکھی تھی۔ آپ نے اس کو دیکھ کر فرمایا: سنہ سنہ۔ سنہ حبشی زبان میں خوبصورت کو کہتے ہیں۔ فرماتی ہیں: میں خاتم نبوت سے دل لگی کرنے لگی۔ میرے والد نے مجھے ڈانٹا تو حضور ﷺ نے فرمایا: اسے کچھ نہ کہو۔ پھر

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 127 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 137 3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 266

حضور ﷺ نے دعا کی: تم کپڑے پہنو اور انہیں پرانا کرو، پھر پہنو اور انہیں پرانا کرو۔ پھر پہنو اور انہیں پرانا کرو (یعنی آپ ﷺ نے ان کے لیے درازیٔ عمر کی دعا کی۔) حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (راوی) فرماتے ہیں: وہ اتنا عرصہ زندہ رہیں کہ ان کی درازیٔ عمر کے تذکرے ہونے لگے۔ (1)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے جس میں حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول درج ہے کہ حضرت ام خالد مذکورہ نے جتنی طویل عمر پائی اتنی طویل عمر کسی دوسری خاتون نے نہیں پائی۔ (2)

حضرت عروہ البارقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے انہیں بکری خریدنے کے لیے ایک دینار دیا۔ انہوں نے اس دینار سے دو بکریاں خریدیں۔ ایک بکری ایک دینار میں فروخت کر دی اور ایک دینار اور ایک بکری حضور ﷺ کی خدمت میں لے آئے۔ حضور ﷺ نے ان کے لیے کاروبار میں برکت کی دعا کی۔ (اس دعا کا اثر یہ تھا کہ) وہ مٹی خرید لیتے تو اس میں بھی ان کو منافع ہوتا ......الحدیث۔ (3)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک بیٹا بیمار تھا۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ باہر تشریف لے گئے تو وہ بچہ فوت ہو گیا۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ واپس آئے تو پوچھا: میرے بچے کا کیا حال ہے؟ حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا: وہ اب پہلے کی نسبت زیادہ پرسکون ہے۔ انہوں نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں کھانا پیش کیا۔ انہوں نے کھانا کھایا۔ پھر انہوں نے مجامعت کی۔ جب فارغ ہوئے تو حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا: بچے کو دفن کیجئے۔ صبح حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور واقعہ عرض کیا: آپ نے پوچھا: کیا تم نے آج رات ہم بستری کی تھی؟ انہوں نے عرض کیا: ہاں، یا رسول اللہ! ﷺ آپ نے ان کے لیے دعا کی: اے اللہ تعالیٰ! ان کو برکت عطا فرما۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک بچے کو جنم دیا اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے فرمایا: اسے اٹھاؤ اور حضور ﷺ کی خدمت میں لے جاؤ......الحدیث۔ (4)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میری والدہ مشرکہ تھیں اور میں ان کو اسلام کی دعوت دیا کرتا تھا۔ ایک روز میں نے ان کو اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے میرے سامنے حضور ﷺ کے متعلق ایسی باتیں کیں جنہیں میں ناپسند کرتا تھا۔ میں روتے ہوئے حضور ﷺ

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 432
2۔ ایضاً
3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 514
4۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 209

کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ میں پہلے اپنی والدہ کو اسلام کی دعوت دیتا تھا تو وہ اس کو قبول کرنے سے انکار کر دیتی تھیں۔ آج میں نے ان کو اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے میرے سامنے آپ کے متعلق ایسی باتیں کیں جن کو میں پسند نہیں کرتا۔ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ابو ہریرہ کی والدہ کو ہدایت عطا فرمادے۔ حضور ﷺ نے دعا کی: اے اللہ تعالیٰ! ابو ہریرہ کی والدہ کو ہدایت عطا فرمادے۔ میں حضور ﷺ کی دعا کی وجہ سے خوش خوش روانہ ہوا۔ جب میں دروازے پر پہنچا تو دروازہ بند تھا۔ میری والدہ نے پاؤں کی آہٹ سن لی اور کہا: ابو ہریرہ! ٹھہرو۔ مجھے پانی کے گرنے کی آواز سنائی دی۔ فرماتے ہیں: انہوں نے غسل کیا، قمیص پہنی اور دوپٹہ اوڑھنے سے پہلے جلدی جلدی دروازہ کھولا پھر کہا: اے ابو ہریرہ! میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں گواہی دیتی ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں۔ کہتے ہیں: میں حضور ﷺ کی طرف واپس مڑا۔ میں آپ کے پاس پہنچا تو خوشی سے رو رہا تھا۔ فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ مبارک ہو، اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمالی ہے اور ابو ہریرہ کی والدہ کو ہدایت عطا فرمادی ہے۔ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی اور اچھی باتیں کہیں۔ فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور میری ماں کو اپنے مومن بندوں کے ہاں محبوب بنادے اور ان کی محبت ہمارے دلوں میں پیدا فرمادے۔ فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے دعا کی: اے اللہ تعالیٰ! اپنے اس عاجز بندے ابو ہریرہ اور اس کی ماں کو اپنے مومن بندوں کا محبوب بنادے اور مومنوں کو ان کا محبوب بنادے۔ (حضور ﷺ کی دعا کا اثر یہ ہے کہ) جو صاحب ایمان بھی مجھے دیکھتا ہے یا میرے متعلق سنتا ہے وہ مجھ سے محبت کرتا ہے۔ (1)

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے لیے زمین کو سمیٹا اور میں نے اس کے مشرقی حصوں کو بھی دیکھا اور مغربی حصوں کو بھی دیکھا۔ اور میری امت کی حکومت زمین کے ان تمام علاقوں تک پہنچے گی جن کو میری خاطر سمیٹا گیا تھا۔ مجھے سرخ اور سفید دو خزانے (یعنی سونا اور چاندی) عطا ہوئے۔ اور میں نے اپنے رب سے اپنی امت کے لیے التجا کی کہ انہیں عام قحط سالی سے ہلاک نہ کرے اور نہ ان پر اغیار میں سے کسی دشمن کو مسلط کرے جو ان کے مرکز قوت کو تباہ کر دے۔ میرے رب نے فرمایا: اے محمد! ﷺ میں نے فیصلہ کر لیا ہے اور میری قضا ٹلتی نہیں ہے۔ میں نے آپ کو آپ کی امت کے لیے یہ نعمت عطا فرمائی ہے کہ ان کو

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 301

عام قحط سالی سے ہلاک نہیں کروں گا اور نہ اغیار میں سے ان پر کسی دشمن کو مسلط کروں گا جو ان کے مرکز قوت کو برباد کر دے، خواہ ساری دنیا ان کے خلاف یکجا کیوں نہ ہو جائے، ہاں البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ وہ خود ایک دوسرے کو ہلاک کریں گے اور ایک دوسرے کو اسیر بنائیں گے...... الحدیث۔(1)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ کے زمانے میں سورج کو گرہن لگا۔ حضور ﷺ نے قیام فرمایا۔ قیام اتنا طویل تھا کہ یوں لگتا تھا کہ آپ رکوع نہیں کریں گے۔ پھر آپ نے رکوع کیا اور رکوع اتنا طویل تھا کہ یوں لگتا تھا کہ آپ رکوع سے سر نہیں اٹھائیں گے۔ پھر آپ نے رکوع سے سر اٹھایا اور قومہ اتنا طویل تھا کہ یوں لگتا تھا کہ آپ سجدہ نہیں کریں گے۔ پھر آپ نے سجدہ کیا اور سجدہ اتنا طویل تھا کہ آپ سجدے سے سر اٹھاتے محسوس نہیں ہوتے تھے۔ پھر سجدے سے سر اٹھایا اور (جلسہ) اتنا طویل تھا کہ دوسرا سجدہ کرتے محسوس نہیں ہوتے تھے۔ پھر سجدہ کیا اور سجدہ اتنا طویل تھا کہ لگتا تھا کہ سجدے سے سر نہیں اٹھائیں گے۔ پھر آپ نے سجدے سے سر اٹھایا اور دوسری رکعت بھی پہلی رکعت کی طرح پڑھی۔ پھر آخری سجدے میں پھونک ماری۔ پھر زبان مبارک سے ''اف، اف'' کے الفاظ نکلے۔ پھر عرض کیا: اے میرے پروردگار! کیا تو نے مجھ سے وعدہ نہیں فرمایا کہ تو ان پر عذاب نازل نہیں فرمائے گا جب کہ میں ان میں موجود ہوں؟ کیا تو نے مجھ سے وعدہ نہیں فرمایا کہ تو ان کو عذاب نہیں دے گا جب کہ وہ استغفار کرتے ہوں؟ حضور ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو سورج صاف ہو چکا تھا۔(2)

حضرت رافع بن سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے اسلام قبول کیا اور ان کی بیوی نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ وہ عورت حضور ﷺ کی خدمت میں آئی اور عرض کیا: یہ میری بچی ہے اور اس کی عمر دودھ چھوڑنے کی یا اس سے ملتی جلتی عمر ہے۔ حضرت رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یہ میری بچی ہے۔ حضور ﷺ نے ان کو ایک کونے میں بیٹھنے کا حکم دیا اور عورت کو دوسرے کونے میں بیٹھنے کا حکم دیا۔ پھر بچی کو ان دونوں کے درمیان بٹھا دیا۔ پھر ان دونوں سے فرمایا: اس کو بلاؤ۔ بچی ماں کی طرف مائل ہوئی۔ حضور ﷺ نے دعا کی: اے اللہ تعالیٰ! اس بچی کو راہ راست پر لگا دے۔ بچی اپنے باپ کی طرف مائل ہو گئی اور انہوں نے اس کو پکڑ لیا۔(3)

حضرت عمران بن حصین اور حضرت ابو برزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ہم ایک جنازے میں حضور ﷺ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ آپ نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ انہوں نے اپنی چادریں اتار پھینکی تھیں اور صرف قمیصوں میں چل رہے تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: کیا تم زمانہ جاہلیت

1۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 40 2۔ سنن ابی داؤد، جلد 1، صفحہ 176 3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 312

کے کاموں پر کاربند ہو؟ یا فرمایا، کیا تم زمانہ جاہلیت کے کاموں کی نقل کرتے ہو؟ میں نے سوچا کہ تمہارے خلاف ایسی دعا کروں کہ تمہاری شکلیں بدل جائیں۔ راوی کہتے ہیں: انہوں نے اپنی چادریں پکڑیں اور پھر اس حرکت کا کبھی اعادہ نہیں کیا۔(1)

حضرت حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: جب حضرت قاسم بن رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہوا تو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ قاسم کی مرضعہ (دودھ پلانے والی) کا دودھ بہت ہے۔ کاش اللہ تعالیٰ اس کو اتنی زندگی عطا فرماتا کہ وہ اپنی رضاعت کو مکمل کر لیتا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اس کی رضاعت جنت میں مکمل ہو گی۔ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ اگر مجھے اس کا یقین ہو تو قاسم کا معاملہ میرے لیے آسان ہو جائے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں اور اللہ تعالیٰ تمہیں قاسم کی آواز سنا دے۔ عرض کیا: نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا فرمان سچا ہے۔(2)

ان کہی آرزوؤں کی تکمیل

کائنات کی ہر چیز کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ بندگی کا تعلق ہے۔ اس نے اپنے بندوں کو مانگنے کا حکم دیا ہے اور وعدہ فرمایا ہے کہ وہ دامن پھیلائیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی جھولیوں کو بھر دے گا۔ وہ دعائیں سنتا ہے، انہیں قبول فرماتا ہے اور خاص کر اپنے مقبول بندوں کی دعاؤں کو بڑی شان سے پورا فرماتا ہے۔ اور حبیب خدا علیہ التحیۃ والثناء کی دعاؤں کی قبولیت کی تو شان ہی نرالی ہے۔ حبیب خدا ﷺ کی دعائیں بھی قبول ہوتی ہیں لیکن آپ ﷺ کی محبوبیت کا جو پہلو انتہائی دلکش ہے وہ یہ ہے کہ کوئی تمنا آپ کے دل کی گہرائیوں میں کروٹ لیتی ہے اور اس کے زبان پر آنے سے پہلے ہی آپ کا علیم وخبیر رب اس تمنا کو پورا فرما دیتا ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ فرمائیے:

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے سولہ مہینے یا سترہ مہینے بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی۔ اور حضور ﷺ کے دل کو یہ بات پسند تھی کہ آپ نماز میں خانہ کعبہ کی طرف رخ کیا کریں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: ''ہم نے دیکھ لیا ہے آپ کے رخ کا بار بار آسمان کی طرف اٹھنا...... الآیہ''۔ آپ ﷺ نے (حکم خداوندی کے مطابق) خانہ کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا شروع کر دی۔ احمق لوگوں یعنی یہودیوں نے کہا: ''ان کو کس چیز نے پھیرا ہے اس قبلہ سے جس پر یہ پہلے تھے۔ فرمائیے: اللہ تعالیٰ ہی کا ہے مشرق بھی اور مغرب بھی۔ ہدایت دیتا ہے اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے راہ راست کی طرف......''۔ ایک آدمی نے

1۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 107 2۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 109

حضور ﷺ کے ساتھ نماز ادا کی۔ پھر نماز کے بعد وہ روانہ ہوا اور انصار کی ایک جماعت کے پاس سے گزرا جو نماز عصر ادا کر رہے تھے۔ وہ بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھ رہے تھے۔ اس شخص نے کہا کہ وہ گواہی دیتا ہے کہ اس نے حضور ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی ہے اور حضور ﷺ کا رخ کعبہ کی طرف تھا۔ وہ لوگ اسی وقت پھر گئے اور انہوں نے اپنے رخ خانہ کعبہ کی طرف کر لیے۔ (1)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: مجھے ان عورتوں پر غیرت آتی تھی جنہوں نے اپنا آپ حضور ﷺ کو ہبہ کر دیا تھا اور میں کہتی تھی: کیا کوئی عورت اپنا آپ بھی ہبہ کر سکتی ہے؟ جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ''آپ ان میں سے جن کو چاہیں علیحدہ کر دیں اور جن کو چاہیں اپنے پاس رکھ لیں۔ جن کو آپ نے علیحدہ کیا ہے ان میں سے جس کو آپ اپنے پاس رکھنا چاہیں تو آپ پر کوئی حرج نہیں''۔ تو میں نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ کی تمنا کو پورا کرنے میں بڑی جلدی فرماتا ہے۔ (2)

مقام حبیب ﷺ مقبولان بارگاہ کی نظر میں

حبیب خدا ﷺ کی عظمت کا ایک پہلو یہ تھا کہ آپ مقبولان بارگاہ ایزدی کی آنکھوں کے تارے ہیں۔ جن لوگوں کو پروردگار عالم نے حقیقی عظمتیں عطا کی ہیں وہ آپ ﷺ کی رفعتوں کو سلام کرتے ہیں اور تسلیم کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو مقام آپ کو عطا فرمایا ہے وہ صرف آپ ہی کا حصہ ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ فرمائیے:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے معراج النبی ﷺ کے متعلق ایک طویل حدیث مروی ہے۔ جس میں ذکر ہے کہ حضور ﷺ مختلف آسمانوں پر تشریف لے گئے اور مختلف آسمانوں پر مختلف انبیائے کرام علیہم السلام آپ کا استقبال نبی صالح اور برادر پاکباز کے محبت بھرے الفاظ سے کرتے رہے۔ اس حدیث پاک کے یہ الفاظ ملاحظہ فرمائیے...... جب میں وہاں (چھٹے آسمان پر) پہنچا تو وہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام موجود تھے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا: یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں ان کو سلام کیجئے۔ میں نے ان کو سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا: برادر پاکباز اور نبی صالح! مرحبا۔ جب میں آگے بڑھا تو وہ رو دیے۔ ان سے پوچھا گیا آپ روتے کیوں ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: روتا اس لیے ہوں کہ ایک جوان جو میرے بعد مبعوث ہوا اس کی امت میں سے اس سے زیادہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے جتنے میری امت سے داخل ہوں گے...... الحدیث۔ (3)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے مروی ایک اور حدیث پاک میں یہ الفاظ بھی ہیں:...... تو

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 57 2۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 473 3۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 549

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا: اے پروردگار! میرا خیال یہ نہیں تھا کہ کسی کو مجھ سے بلند مرتبہ عطا ہوگا۔ پھر اللہ تعالیٰ آپ کو اس سے بھی اوپر لے گیا ان بلندیوں کی طرف جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔(1)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: میں مقام حجر میں تھا۔ قریش مجھ سے سفر اسراء کے متعلق سوال کر رہے تھے۔ انہوں نے مجھ سے بیت المقدس کے متعلق کئی ایسی چیزیں پوچھیں جو میرے ذہن میں محفوظ نہیں تھیں۔ اس سے مجھے اتنا غم لاحق ہوا جتنا پہلے کبھی لاحق نہیں ہوا تھا۔ فرماتے ہیں: پھر اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو میرے سامنے کر دیا۔ وہ مجھ سے جس چیز کے متعلق پوچھتے، میں بیت المقدس کو دیکھ کر ان کے سوال کا جواب دے دیتا۔ میں نے اپنے آپ کو انبیائے کرام علیہم السلام کی ایک جماعت کے ساتھ پایا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کھڑے صلوٰۃ پڑھ رہے تھے۔ وہ مضبوط بدن اور گھنگریالے بالوں والے شخص تھے، گویا قبیلہ شنوءہ کے کوئی فرد ہوں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کھڑے صلوٰۃ پڑھتے دیکھا۔ ان کے ساتھ سب سے زیادہ ملتے جلتے شخص عروہ بن مسعود ثقفی ہیں۔ اور دیکھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کھڑے صلوٰۃ پڑھ رہے تھے۔ ان کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہت رکھنے والے تمہارے یہ صاحب یعنی خود حضور ﷺ ہیں۔ پھر میں نے ان تمام کی امامت کی۔ جب میں نماز سے فارغ ہوا تو کسی نے کہا: یہ مالک ہیں، داروغہ جہنم، ان کو سلام کیجئے میں ان کی طرف متوجہ ہوا تو انہوں نے مجھے سلام کرنے میں پہل کر دی۔(2)

آقا کے طفیل غلاموں پر عطائیں

خالق کائنات نے اپنے حبیب ﷺ کو جن بے مثال عطاؤں سے نوازا ہے ان کو نہ تو کوئی شمار کر سکتا ہے اور نہ کوئی ان کا اندازہ لگا سکتا ہے۔ رب کائنات کے فضل و کرم اور انعامات کی جو بارشیں ان کے حبیب ﷺ کے توسل سے آپ کے غلاموں پر برستی ہیں وہ بھی ایک بڑا کیف آگیں موضوع ہے۔ اس کی چند جھلکیاں آپ کی خدمت میں پیش کی جاتی ہیں:

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ کے پاس کچھ لوگ صدقہ لے کر حاضر ہوتے تو حضور ﷺ دعا کرتے: اے اللہ تعالیٰ! آل فلاں کی مغفرت فرما اور ان پر رحمت نازل فرما۔ میرے والد ماجد آپ ﷺ کی خدمت میں اپنا صدقہ لے کر حاضر ہوئے تو آپ نے دعا کی: اے اللہ تعالیٰ! آل ابی اوفیٰ پر رحمتیں نازل فرما۔(3)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور ﷺ شہدائے احد میں سے دو کو

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 1120 2۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 96 3۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 203

ایک کپڑے میں اکٹھا کرتے، پھر پوچھتے: ان دونوں میں سے کس کو زیادہ قرآن حکیم یاد تھا؟ اگر ان میں سے کسی ایک کے متعلق اشارہ کیا جاتا کہ اس کو زیادہ قرآن یاد تھا تو آپ اس کو لحد میں مقدم رکھتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن میں ان کا گواہ ہوں گا۔ آپ نے خون سمیت ان کو دفن کرنے کا حکم دیا اور نہ ان کی نماز جنازہ پڑھی اور نہ ان کو غسل دیا۔ اور ابو الولید نے شعبہ عن ابن المنکدر روایت کیا ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ فرماتے سنا: جب میرے والد ماجد شہید ہوئے تو میں نے رونا شروع کر دیا اور میں ان کے چہرے سے کپڑا اٹھانے لگا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین مجھے منع کرنے لگے لیکن حضور ﷺ نے مجھے منع نہیں فرمایا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اس پر نہ روؤ، یا فرمایا: اس پر روتے کیوں ہو، اس پر تو فرشتے سایہ کناں رہے ہیں حتی کہ اس کے جنازے کو اٹھایا گیا۔(1)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: میری امت کے تمام لوگ جنت میں داخل ہوں گے سوائے ان کے جنہوں نے انکار کیا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے پوچھا: یا رسول اللہ! ﷺ انکار کرنے والے کون ہیں؟ فرمایا: جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کیا۔(2)

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: جنگ احد کے دن حضور ﷺ نے دو زرہیں پہن رکھی تھیں۔ حضور ﷺ نے ایک چٹان پر چڑھنے کا ارادہ کیا لیکن چڑھ نہ پائے۔ آپ نے حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نیچے بٹھایا اور ان پر قدم رکھ کر چٹان پر چڑھ گئے۔ راوی کہتے ہیں: میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا: طلحہ نے (اس خدمت رسول کے ذریعے) اپنے لیے جنت واجب کر لی ہے...... الحدیث۔(3)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا: میرے رب نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ میری امت کے ستر ہزار ایسے آدمیوں کو جنت میں داخل فرمائے گا جن کا نہ حساب ہوگا اور نہ ان پر عذاب ہوگا۔ اور ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار مزید کو جنت میں داخل فرمائے گا۔ اور ان کے علاوہ پروردگار عالم (بلا تمثیل) تین بار اپنی قدرت کی ہتھیلیاں بھر کر میرے امتیوں کو جنت میں داخل فرمائے گا۔(4)

حضرت حنظلہ الاسیدی، جو حضور ﷺ کے کاتبوں میں سے تھے، روایت کرتے ہیں کہ وہ

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 584
2۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 1081
3۔ جامع الترمذی، جلد 1، صفحہ 202
4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 66

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس سے روتے ہوئے گزرے۔ انہوں نے پوچھا: حنظلہ! کیا بات ہے؟ عرض کیا: اے ابوبکر! حنظلہ (کے دل) میں نفاق در آیا ہے۔ ہم حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔ آپ ہمیں جنت اور دوزخ کی یاد دلاتے ہیں تو ہماری حالت یہ ہوتی ہے کہ گویا ہم جنت اور دوزخ کو دیکھ رہے ہیں۔ پھر ہم لوٹتے ہیں اور اپنی بیویوں اور مال مویشیوں میں مشغول ہوتے ہیں تو اس میں سے بہت کچھ بھول جاتے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: خدا کی قسم، میرا بھی یہی حال ہے۔ ہمیں حضور ﷺ کی خدمت میں لے چلو۔ ہم چل دیے۔ جب حضور ﷺ نے ان کو دیکھا تو فرمایا: حنظلہ! کیا بات ہے؟ عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ حنظلہ میں نفاق در آیا ہے۔ ہم آپ کی خدمت میں ہوتے ہیں۔ آپ ہمیں جنت اور دوزخ کی یاد دلاتے ہیں تو ہماری حالت یہ ہوتی ہے گویا ہم ان کو دیکھ رہے ہیں۔ پھر ہم جب لوٹتے ہیں اور اپنی بیویوں اور مال مویشیوں میں مشغول ہوتے ہیں تو بہت کچھ بھول جاتے ہیں۔ راوی کہتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: اگر تمہاری حالت ہمیشہ وہی رہے جو اس وقت ہوتی ہے جب تم میرے پاس ہوتے ہو تو فرشتے مجلسوں، بستروں اور راستوں پر تم سے ہاتھ ملایا کریں۔ لیکن حنظلہ! اس کیفیت کا کبھی کبھی طاری ہونا (ہی قرین مصلحت ہے) (1)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے مجھے قاضی بنا کر یمن بھیجا۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ آپ مجھے بھیج رہے ہیں جب کہ میں کم عمر ہوں اور قضا کا مجھے کوئی علم نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہارے دل کو ہدایت اور زبان کو ثبات عطا فرمائے گا۔ جب دو مخالف فریق تمہارے سامنے بیٹھیں تو اس وقت تک فیصلہ نہ کرنا جب تک تم دوسرے فریق کا موقف بھی اسی طرح سن نہ لو جس طرح پہلے فریق کا سنا ہے کیونکہ یہ طریقہ اس لائق ہے کہ اس کے ذریعے فیصلے کی صورت تمہارے ذہن میں واضح ہو جائے۔ فرماتے ہیں: اس کے بعد میں ہمیشہ (بغیر شک کے) فیصلے کرتا رہا یا مجھے فیصلے میں کبھی شک نہیں ہوا۔ (2)

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: (قیامت کے دن) کوئی نبی آئے گا تو اس کے ساتھ دو آدمی ہوں گے۔ کوئی نبی آئے گا تو اس کے ساتھ تین اشخاص ہوں گے یا اس سے کچھ زیادہ یا کچھ کم۔ اس نبی سے پوچھا جائے گا: کیا آپ نے اپنی قوم کو پیغام حق پہنچایا تھا؟ وہ عرض کریں گے: ہاں۔ ان کی قوم کو بلایا جائے گا اور ان سے پوچھا جائے گا: کیا اس نبی نے تمہیں تبلیغ کی تھی؟ وہ کہیں گے: نہیں۔ اس نبی سے پوچھا جائے گا: تمہارے گواہ کون ہیں؟

1۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 74 2۔ سنن ابی داؤد، جلد 2، صفحہ 148

وہ عرض کریں گے: محمد ﷺ اور آپ کی امت۔ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو بلایا جائے گا اور ان سے پوچھا جائے گا: کیا اس نبی نے تبلیغ کا فریضہ ادا کیا تھا؟ وہ عرض کریں گے: ہاں۔ اللہ تعالیٰ ان سے پوچھے گا: تمہیں اس کا علم کیسے ہوا؟ وہ عرض کریں گے: ہمارے نبی محمد ﷺ نے ہمیں خبر دی تھی کہ انبیائے کرام علیہم السلام نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا تھا اور ہم نے نبی ﷺ کی اس بات کو سچ یقین کیا تھا۔ فرماتے ہیں: یہی مراد ہے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے: ''اور اسی طرح بنایا ہے ہم نے تم کو امت وسط تاکہ گواہ ہو تم لوگوں پر اور گواہ ہو رسول معظم ﷺ تم پر''۔(1)

حبیب ﷺ کی قیام گاہ جنت کا ٹکڑا ہے

جنت کی بہاریں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی اخروی زندگی کے لیے خاص کر رکھی ہیں۔ یہ دنیا جنت کی بہاریں لوٹنے کی جگہ نہیں ہے۔ یہ تو آزمائش کا گھر ہے اور یہاں زیادہ سخت آزمائش ان بندوں کی ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں زیادہ مقبول ہوتے ہیں۔

حبیب خدا ﷺ کو اس حیات ارضی میں کڑی سے کڑی آزمائشوں سے گزرنا پڑا اور ہر آزمائش میں آپ ﷺ نے صبر واستقلال کی وہ مثالیں پیش کیں جو آپ ہی کی شان کی شایان ہیں لیکن محبوبیت حبیب ﷺ کا ایک خوبصورت ترین پہلو یہ ہے کہ اس دنیا کی پرشور زندگی میں بھی آپ کو جنت کے پر کیف ماحول سے محروم نہیں رکھا گیا۔ چند احادیث طیبہ ملاحظہ فرمائیے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: میرے گھر اور منبر کے درمیان جو جگہ ہے وہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر میرے حوض (یعنی حوض کوثر جو جنت میں ہے) کے اوپر ہے۔(2)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: میرے اس منبر کے پائے جنت میں گڑے ہوئے ہیں۔(3)

یوم محشر حبیب خدا ﷺ کی شان کے ظاہر ہونے کا دن

اللہ تعالیٰ اپنے پیارے بندوں کو اس دنیا میں بھی بڑی عزتیں عطا کرتا ہے لیکن ان کی للہیتوں، قربانیوں، جاں نثاریوں اور وفاؤں کا صحیح بدلہ انہیں قیامت کے دن عطا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب لبیب ﷺ کو اس دنیا میں جو عزتیں عطا فرمائی ہیں وہ کس کو نظر نہیں آتیں؟ دنیا کے ہر کونے میں: اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ، کی روح پرور صدائیں بلند ہو رہی ہیں۔ آپ کے نام لیوا ایک مدت تک، بڑے طمطراق کے ساتھ دنیا پر توحید خداوندی اور رسالت مصطفوی

1۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 317 2۔ صحیح البخاری، جلد 1 صفحہ 159 3۔ سنن النسائی، جلد 1، صفحہ 113

کے پھریرے لہراتے رہے ہیں اور آج اپنی کمزوریوں، پستیوں اور ناکامیوں کے باوجود وہ دنیا کے ہر گوشے میں موجود ہیں اور جہاں بھی امت محمدیہ کا کوئی ایک فرد بھی موجود ہے وہاں عظمت مصطفی کے نعرے بلند ہو رہے ہیں۔ یہ سب حق ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو جو رفعتیں عطا فرمائی ہیں ان کا صحیح اظہار قیامت والے دن ہی ہوگا جب اگلے اور پچھلے، اپنے اور پرائے، نیک اور بد، دوست اور دشمن، سب عظمت مصطفی علیہ التحیۃ والثناء کا اعتراف کریں گے اور خدا کا پیارا حبیب مقام محمود پر جلوہ فرما ہو کر ساری مخلوق سے خراج عقیدت وصول کر رہا ہوگا۔ یوم محشر عظمت مصطفی کی ایک جھلک احادیث طیبہ کی روشنی میں ملاحظہ فرمایئے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک طویل حدیث مروی ہے جس کے کچھ جملے یہ ہیں:
......اور جہنم پر پل صراط نصب کیا جائے گا اور رسولان عظام علیہم السلام میں سے میں وہ پہلا رسول ہوں گا جو اپنی امت کے ساتھ اس پل کو عبور کروں گا......الحدیث۔(1)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: آدمی لوگوں سے مسلسل دست سوال دراز کرتا (مانگتا) رہتا ہے حتی کہ وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے چہرے پر گوشت کا ٹکڑا تک نہیں ہوگا۔ اور فرمایا: قیامت کے دن سورج قریب آجائے گا (اتنا زیادہ قریب کہ اس کی گرمی سے) پسینہ نصف کانوں تک جا پہنچے گا۔ لوگ اسی حال میں ہوں گے کہ وہ مدد طلب کریں گے حضرت آدم علیہ السلام سے، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اور پھر حضرت محمد ﷺ سے۔ راوی کہتے ہیں کہ عبداللہ نے لیث عن ابی جعفر (والی روایت) میں ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے کہ آپ ﷺ شفاعت فرمائیں گے کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے۔ حضرت محمد ﷺ چل پڑیں گے حتی کہ باب جنت کے حلقے کو پکڑیں گے۔ اس روز اللہ تعالیٰ آپ کو مقام محمود عطا فرمائے گا۔ محشر میں جمع سب لوگ آپ کی تعریف کریں گے......الحدیث۔(2)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ کی خدمت میں گوشت لایا گیا۔ بازو کا گوشت آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا کیونکہ وہ آپ کو بہت پسند تھا۔ آپ نے اس سے کچھ گوشت تناول فرمایا اور پھر ارشاد فرمایا: قیامت کے دن میں لوگوں کا سردار ہوں گا اور جانتے ہو ایسا کیوں ہوگا؟ اللہ تعالیٰ اگلے اور پچھلے سب لوگوں کو ایک میدان میں جمع کرے گا۔ پکارنے والا ان کو اپنی آواز سنا سکے گا اور نظر ان سے پار جا سکے گی۔ سورج قریب آجائے گا اور لوگ اتنے غم اور کرب میں مبتلا ہوں گے کہ وہ ان کی برداشت سے باہر ہوگا۔ لوگ ایک دوسرے سے کہیں گے: کیا تم دیکھتے

1۔ صحیح البخاری، جلد 1 صفحہ 111 2۔ ایضاً، جلد 1 صفحہ 199

نہیں کہ تمہاری حالت کیا ہو گئی ہے۔ کیا تم کسی ایسی ہستی کو نہیں دیکھتے جو بارگاہ خداوندی میں تمہاری شفاعت کرے؟ لوگ ایک دوسرے سے کہیں گے: تم حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جاؤ .... حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے: تم میرے بجائے کسی اور کے پاس جاؤ۔ تم حضرت محمد ﷺ کے پاس جاؤ۔ وہ حضرت محمد ﷺ کے پاس جائیں گے اور عرض کریں گے: اے محمد! ﷺ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے سب ذنب مٹا دیے ہیں۔ آپ بارگاہ خداوندی میں ہماری شفاعت فرمائیں۔ کیا آپ ملاحظہ نہیں فرما رہے کہ ہم کس حال میں ہیں؟ میں چل پڑوں گا۔ عرش کے نیچے پہنچوں گا اور سجدے میں گر جاؤں گا۔ پھر اللہ تعالیٰ مجھ پر اپنی حمد و ثناء کے ایسے کلمات کو کھولے گا جو مجھ سے پہلے کسی پر نہیں کھولے گئے۔ (میں ان کلمات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کروں گا) پھر ارشاد ہو گا: اے محمد! ﷺ اپنے سر کو اٹھاؤ۔ مانگو، تمہیں عطا کیا جائے گا۔ شفاعت کرو، تمہاری شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں سر اٹھاؤں گا اور عرض کروں گا: میری امت، اے میرے پروردگار! میری امت، اے میرے پروردگار! میری امت، اے میرے پروردگار!۔ ارشاد ہو گا: اے محمد! ﷺ اپنی امت میں سے ان لوگوں کو باب ایمن سے جنت میں داخل کرو جن پر کوئی حساب نہیں ہے اور باقی دروازوں سے جنت میں داخل ہونے میں وہ (دوسرے) لوگوں کے ساتھ شریک ہوں گے...... الحدیث۔(1)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے مجھے حکم دیا: مجھے قرآن حکیم پڑھ کر سناؤ۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ میں آپ کو قرآن حکیم پڑھ کر سناؤں جب کہ آپ پر یہ نازل ہوا ہے؟ فرمایا: ہاں۔ میں نے سورۂ نساء پڑھنا شروع کی۔ جب اس آیت پر پہنچا: ''' کیا حال ہو گا جب لائیں گے ہم ہر امت میں سے ایک گواہ اور لائیں گے آپ کو ان سب پر گواہ''۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: بس کافی ہے۔ میں نے دیکھا تو آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔(2)

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتی ہیں: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں حوض کوثر پر ہوں گا اور دیکھ رہا ہوں گا کہ تم میں سے کون میرے پاس (پیاس بجھانے) آتا ہے۔ کچھ لوگوں کو میرے پاس آنے سے روک دیا جائے گا تو میں عرض کروں گا: پروردگار عالم! یہ میرے ہیں اور میرے امتی ہیں۔ فرمایا جائے گا: کیا آپ نے محسوس کیا کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کرتوت کیے تھے؟...... الحدیث۔(3)

1۔ صحیح البخاری، جلد 2 صفحہ 684 2۔ ایضاً، جلد 2 صفحہ 755 3۔ ایضاً، جلد 2 صفحہ 975

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن میں جنت کے دروازے پر آؤں گا اور دروازہ کھولنے کے لیے کہوں گا۔ خازن (داروغۂ جنت) پوچھیں گے: آپ کون ہیں؟ میں جواب دوں گا: میں محمد (ﷺ) ہوں۔ وہ کہیں گے: آپ ہی کے متعلق مجھے حکم ملا ہے کہ آپ سے پہلے کسی کے لیے دروازہ نہ کھولوں۔(1)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک یہودی کچھ سامان بیچ رہا تھا کہ اسے اس کی کوئی قیمت پیش کی گئی جو اسے پسند نہ آئی۔ اس پر اس نے کہا: نہیں، اس ذات کی قسم جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تمام انسانوں سے چن لیا ہے۔ ایک انصاری نے یہ بات سنی تو اس یہودی کے منہ پر طمانچہ دے مارا اور کہا: تم یہ کہتے ہو کہ اس ذات کی قسم جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تمام انسانوں سے چنا ہے جب کہ حضور ﷺ ہمارے درمیان موجود ہیں۔ راوی کہتے ہیں: وہ یہودی حضور ﷺ کے پاس گیا اور عرض کیا: اے ابوالقاسم! میں ذمی اور معاہد ہوں۔ اور کہا: فلاں شخص نے میرے چہرے پر طمانچہ مارا ہے۔ حضور ﷺ نے اس انصاری سے پوچھا: تم نے اس کے چہرے پر طمانچہ کیوں مارا ہے؟ اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ یہ کہتا تھا: اس ذات کی قسم، جس نے حضرت موسیٰ کو تمام انسانوں سے چن لیا ہے جب کہ آپ ہمارے درمیان موجود ہیں۔ راوی کہتے ہیں: حضور ﷺ کو غصہ آ گیا جب کہ غصے کے آثار آپ کے چہرے پر نظر آنے لگے۔ پھر فرمایا: انبیائے کرام علیہم السلام کو ایک دوسرے پر (ایسی) ترجیح نہ دیا کرو (جس سے کسی کی تنقیص ہوتی ہو) یقینا صور پھونکا جائے گا اور زمینوں اور آسمانوں میں جتنے ذی روح ہیں سب بیہوش ہو جائیں گے الا ما شاء اللہ۔ پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا تو میں سب سے پہلے اٹھنے والا ہوں گا یا فرمایا: سب سے پہلے اٹھنے والوں میں ہوں گا۔ میں دیکھوں گا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام عرش کو پکڑے کھڑے ہوں گے۔ مجھے اس بات کا ادراک نہیں ہے کہ طور کی بیہوشی کی وجہ سے انہیں اس بے ہوشی سے محفوظ رکھا گیا تھا یا ان کو مجھ سے پہلے ہوش آ گیا تھا۔ اور میں نہیں کہتا کہ کوئی یونس بن متی علیہ السلام سے افضل ہے۔(2)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن میں اولاد آدم کا سردار ہوں گا۔ قبر سب سے پہلے میرے ہی اوپر سے کھلے گی۔ میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں گا اور سب سے پہلے میری ہی شفاعت قبول ہوگی۔(3)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا: جب تم مؤذن کو اذان کہتے سنو تو تم بھی وہ کہو جو وہ کہہ رہا ہے۔ پھر مجھ پر درود بھیجو، کیونکہ جو

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 112 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 267 3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 245

مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر اس کے بدلے دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ پھر میرے لیے اللہ تعالیٰ سے وسیلہ کی دعا کرو کیونکہ وسیلہ جنت کی منزلوں میں سے ایک منزل ہے جو اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے صرف ایک بندے کو مل سکتی ہے۔ اور مجھے امید (واثق) ہے کہ وہ بندہ میں ہی ہوں گا۔ اور جو میرے لیے وسیلہ کی دعا کرے گا اس کی شفاعت واجب ہوگی۔(1)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: میرا ایک حوض ہے جس کا طول اتنا ہے جتنا کعبہ اور بیت المقدس کا درمیانی فاصلہ۔ وہ (یعنی اس کا پانی) دودھ کی طرح سفید ہے۔ اس حوض کے برتنوں کی تعداد ستاروں جتنی ہے۔ اور قیامت کے دن تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی نسبت میرے پیروکاروں کی تعداد زیادہ ہوگی۔(2)

خدا کو اپنے حبیب ﷺ کا مشقت میں پڑنا گوارا نہیں

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو آزمانے کے لیے کئی انداز اختیار فرماتا ہے۔ وہ اپنے بندوں کو کبھی ان اوامر ونواہی کے ذریعے آزماتا ہے جن کی تعمیل کے لیے بندے کو اپنی خواہشات نفسانی سے نبرد آزما ہونا پڑتا ہے۔ کبھی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو مصیبتوں، بلاؤں اور آزمائشوں کے شکنجے میں کس کر آزماتا ہے۔ کبھی اللہ تعالیٰ بندے کو دنیا کی، نگاہوں کو خیرہ کر دینے والی، نعمتوں کے ذریعہ آزماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بندے ہر آزمائش، ہر دکھ اور ہر مصیبت کو اپنے پروردگار کی طرف سے ایک تحفہ سمجھ کر قبول کرتے ہیں اور ان آزمائشوں پر شکوہ کرنے کے بجائے اپنے رب کا شکر ادا کرتے ہیں۔

حبیب خدا ﷺ کی زندگی کا ہر لمحہ اپنے رب کریم کی رضا کے حصول کی کوششوں میں گزرا۔ اپنے رب کی خاطر آپ نے دنیا کی ہر آسائش کو جھٹکا اور ہر دکھ کو مسکراتے ہوئے قبول کیا کیونکہ یہی شیوۂ بندگی تھا لیکن پروردگار عالم نے اپنی عطاؤں کی انتہا فرما دی جب اپنے حبیب ﷺ کے مشقت کو محسوس فرمایا اور آپ کو ایسی مشقت سے رہائی دلانے کے لیے عمدہ انداز اختیار فرمایا۔ ایک حدیث پاک ملاحظہ فرمائیے:

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ (قیامہ:16) کی تفسیر میں فرماتے ہیں: جب حضرت جبرائیل علیہ السلام وحی لے کر نازل ہوتے تو حضور ﷺ اپنی زبان اور ہونٹوں کو حرکت دیتے تھے اور یہ عمل آپ پر بڑا سخت ہوتا تھا اور آپ کے چہرے پر اس کے آثار نظر آتے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے سورۃ لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ کی یہ آیت نازل فرمائی: لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ؕ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ (قیامہ:17-16) ”آپ قرآن

1۔ سنن ابی داود، جلد 1، صفحہ 85-84　　2۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 318

کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دیا کریں کہ آپ اس کو جلدی جلدی اخذ کر لیں۔ اس کو آپ کے سینے میں جمع کرنا اور پڑھانا ہمارے ذمہ ہے"۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس کو آپ کے سینے میں جمع کرنا اور پڑھانا، ہمارے ذمہ ہے۔ جب ہم (یعنی حضرت جبرائیل علیہ السلام) اس کو پڑھ چکیں تو آپ ان کی قراءت کی پیروی کریں۔ اور جب ہم وحی نازل کریں تو آپ سنا کریں۔ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ (قیامہ) فرمایا: پھر یہ بھی ہمارے ذمہ ہے کہ آپ کی زبان سے اس کی وضاحت کریں۔ اس کے بعد جب جبریل امین آتے تو حضور ﷺ سر جھکا کر بیٹھ جاتے اور جب وہ واپس جاتے تو آپ ﷺ وحی کی قراءت کرتے جیسے اللہ تعالیٰ نے آپ سے وعدہ فرمایا تھا۔(1)

حکم عدولی اور بے ادبی کے ادنیٰ شائبہ پر تنبیہ

اللہ تعالیٰ کو اپنے حبیب ﷺ کا ادب اور احترام منظور ہے۔ وہ لوگ جنہوں نے اپنی زندگیاں حبیب خدا ﷺ کی خاطر وقف کر رکھی تھیں اور جن کی طرف سے بارگاہ مصطفوی میں سوءِ ادب کا تصور بھی ناممکن ہے، ان کے قول و عمل میں اگر غیر ارادی طور پر بھی کوئی چیز ایسی آ گئی جو بارگاہ مصطفوی کے شایانِ شان نہیں تھی تو پروردگار عالم نے ان کو اتنی سی بات پر بھی تنبیہ فرمائی۔ قرآن حکیم کی سورۃ حجرات میں اللہ تعالیٰ نے بڑی تفصیل سے اپنے حبیب ﷺ کی بارگاہ میں حاضری کے آداب بتائے ہیں۔ مدنی تاجدار ﷺ کی محبوبیت اور رفعت کے اس پہلو کے متعلق چند احادیث طیبہ ملاحظہ فرمائیے:

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، انہوں نے لوگوں کو بتایا کہ بنو تمیم کا ایک قافلہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ قعقاع بن معبد بن زرارہ کو ان کا امیر مقرر فرما دیجئے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ نے عرض کیا: بلکہ اقرع بن حابس کو ان کا امیر مقرر فرمائیے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: آپ نے یہ بات محض مجھ سے اختلاف کرنے کے لیے کی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میرا ارادہ آپ سے اختلاف کرنے کا قطعاً نہ تھا۔ انہوں نے اس مسئلے پر مخاصمت کی حتی کہ ان کی آوازیں بلند ہو گئیں۔ اسی وقت یہ آیات کریمہ نازل ہو گئیں۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ...... الآیہ (حجرات: 1) "اے ایمان والو! نہ آگے بڑھو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے (یعنی ان کی طرف سے فیصلہ آنے سے پہلے خود فیصلہ نہ کرو)"۔(2)

حضرت ابوسعید بن المعلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا کہ حضور ﷺ نے مجھے بلایا۔ میں آپ کے بلانے پر حاضر نہ ہوا اور (بعد میں) عرض کیا: یارسول

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 754 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 626

اللہ! ﷺ میں نماز پڑھ رہا تھا۔ آپ نے فرمایا: کیا تمہیں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں معلوم نہیں: ''اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ تمہیں بلائیں تو اس (حکم) کی تعمیل کیا کرو......'' الحدیث۔(1)

حضرت سعید بن مسیب سے مروی ہے کہ ان کے دادا ''حزن'' بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔ حضور ﷺ نے ان سے پوچھا: تمہارا نام کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: میرا نام حزن ہے۔ آپ نے فرمایا: نہیں، بلکہ تمہارا نام سہل ہے۔ انہوں نے کہا: میں اس نام کو تبدیل نہیں کروں گا جو مجھے میرے باپ نے دیا ہے۔ حضرت ابن مسیب فرماتے ہیں: (ہمارے دادا کے اس انکار کی وجہ سے) غمگین رہنے کی علت ہمارے اندر ہمیشہ موجود رہی ہے۔(2)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور ﷺ ایک اعرابی کے پاس اس کی تیارداری کے لیے تشریف لے گئے۔ آپ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں، یہ تکلیف انشاء اللہ پاک کرنے والی ہے۔ راوی کہتے ہیں: اعرابی نے جواب دیا: آپ اسے پاک کرنے والی کہہ رہے ہیں، یہ تو بخار ہے جو ایک بوڑھے شخص پر جوش مار رہا ہے اور اسے قبر کا راستہ دکھا رہا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اگر تم یہ کہتے ہو تو ایسا ہی سہی۔(3)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ جمعہ کے دن کھڑے خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ایک قافلہ مدینہ کی طرف آیا۔ حضور ﷺ کے صحابہ کرام آپ کو چھوڑ کر جلدی جلدی اس قافلے کی طرف چلے گئے اور آپ کے پاس بارہ آدمیوں، جن میں حضرات ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی تھے، کے سوا کوئی نہ رہا۔ اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ''اور جب وہ دیکھتے ہیں تجارت یا کھیل کود کو تو جلدی جلدی ادھر چلے جاتے ہیں اور آپ کو کھڑا چھوڑ جاتے ہیں''......الآیہ''۔(4)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک طویل حدیث مروی ہے جس میں اس بات کا ذکر ہے کہ حضور ﷺ نے کچھ عرصہ اپنی ازواج مطہرات سے علیحدگی اختیار کی۔ اس حدیث پاک میں ایک جملہ قابل غور ہے، جو بارگاہ رسالت کے آداب کی نزاکت پر دلالت کرتا ہے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پتا چلا کہ ازواج مطہرات حضور ﷺ سے کبھی کبھی بحث بھی کر لیتی ہیں اور آپ ﷺ ان سے عارضی طور پر ناراض بھی ہوتے ہیں تو انہوں نے فرمایا: ان میں سے جو یہ حرکت کرتی ہے وہ خسارے میں ہے کیا ان میں سے کوئی عورت اس بات سے بے خوف ہو سکتی ہے کہ حضور ﷺ کی ناراضگی کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کے غضب کا شکار ہو جائے......الحدیث۔(5)

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 642 — 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 914 — 3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 1113

4۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 284 — 5۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 482

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ایک انصاری نے حضور ﷺ کے پاس حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف حرہ کے پانی کی ایک نالی کے متعلق جھگڑا کیا جس نالی سے وہ اپنی کھجوروں کو سیراب کیا کرتے تھے۔ انصاری نے کہا: تم اس نالی کے پانی کو آگے آنے دو۔ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔ وہ اپنا مقدمہ حضور ﷺ کے پاس لے گئے۔ حضور ﷺ نے حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: زبیر! تم اپنی کھجوروں کو سیراب کرو اور پانی کو اپنے پڑوسی کی طرف جانے دو۔ انصاری اس فیصلے پر غصے میں آگیا اور کہا: یہ اس لیے کہ وہ آپ کے پھوپھی زاد ہیں۔ اس پر حضور ﷺ کا رخ انور غصے سے متغیر ہو گیا۔ پھر آپ نے فرمایا: زبیر! تم اپنی کھجوروں کو سیراب کرو اور پھر پانی کو روک لوحتی کہ وہ باغ کی دیواروں سے جا لگے۔ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: خدا کی قسم، میرا خیال ہے کہ قرآن حکیم کی یہ آیت اسی (واقعہ) کے بارے میں نازل ہوئی: ''نہیں، آپ کے رب کی قسم، وہ (کامل) ایماندار نہیں ہو سکتے جب تک کہ آپ کو حکم تسلیم نہ کریں اپنے جھگڑوں میں اور پھر آپ جو فیصلہ فرمائیں اس پر اپنے دلوں میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں اور اس فیصلے کو دل سے تسلیم کر لیں......الآیہ''۔......الحدیث۔(1)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک طویل حدیث مروی ہے جس میں ذکر ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین حضور ﷺ کی دعوت پر آپ کے کاشانۂ اقدس پر آئے اور کھانے کے بعد وہیں بیٹھ کر باتوں میں مصروف ہو گئے۔ اس طویل حدیث کے یہ الفاظ ملاحظہ فرمائیے:......حضور ﷺ وہیں تشریف فرما تھے اور آپ کی اہلیہ محترمہ دیوار کی طرف رخ پھیر کر بیٹھی تھیں۔ ان لوگوں کا اس طرح بیٹھنا حضور ﷺ پر شاق گزرا۔ حضور ﷺ اپنی دیگر ازواج مطہرات کی طرف تشریف لے گئے اور پھر واپس تشریف لائے۔ جب انہوں نے حضور ﷺ کو دیکھا تو ان کو خیال آیا کہ ان کا اس طرح بیٹھنا حضور ﷺ کو ناگوار محسوس ہوا ہے۔ وہ جلدی جلدی دروازے کی طرف لپکے اور سب چلے گئے۔ حضور ﷺ تشریف لائے اور پردہ لٹکا دیا۔ میں کمرے میں بیٹھا تھا۔ تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ حضور ﷺ میرے پاس تشریف لائے۔ اس وقت یہ آیات نازل ہوئیں۔ حضور ﷺ باہر تشریف لے گئے اور لوگوں کو یہ آیات سنائیں: ''اے ایمان والو! نہ داخل ہوا کرو نبی ﷺ کے گھروں میں مگر (اس وقت) جب تمہیں دعوت دی جائے کھانے کی۔ اور کھانا پکنے کے انتظار میں نہ بیٹھا کرو، بلکہ جب تمہیں بلایا جائے تو داخل ہوا کرو اور جب کھانا کھا چکو تو منتشر ہو جایا کرو اور باتوں میں مشغول نہ ہوا کرو۔ اس سے نبی ﷺ کو تکلیف ہوتی ہے''......الآیہ......الحدیث۔(2)

1۔ جامع الترمذی، جلد 1، صفحہ 163 2۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 154

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے تیراندازوں پر، جن کی تعداد پچاس تھی، حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر مقرر فرمایا اور ارشاد فرمایا: اگر تم دیکھو کہ پرندے ہمیں اچک رہے ہیں تو بھی اپنی جگہ سے نہ ہٹنا حتی کہ میں تمہاری طرف پیغام بھیجوں۔ اور اگر تم یہ دیکھو کہ ہم نے دشمن کو شکست دے دی ہے تو بھی اپنی جگہ سے نہ ہٹنا حتی کہ میں تمہاری طرف پیغام بھیجوں۔ راوی کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے کافروں کو شکست سے دوچار کیا۔ فرماتے ہیں: خدا کی قسم، میں نے عورتوں کو پہاڑوں پر چڑھتے دیکھا۔ حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھیوں نے کہا: غنیمت کی طرف دوڑو۔ لوگو! غنیمت کی طرف دوڑو۔ تمہارے ساتھی غالب آ چکے ہیں۔ اب انتظار کس چیز کا کر رہے ہو؟ حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے فرمایا: کیا تم بھول گئے ہو کہ حضور ﷺ نے تم سے کیا فرمایا تھا؟ انہوں نے جواب دیا: خدا کی قسم، ہم تو لوگوں کی طرف جائیں گے اور مالِ غنیمت سے اپنا حصہ وصول کریں گے۔ وہ ان کے پاس گئے تو ان کے چہروں کو پھیر دیا گیا اور وہ شکست کھا کر آئے۔ (1)

گستاخانِ رسول پر گرفت اور ان کا انجام

محبت کے حسین ضابطوں میں سے ایک ضابطہ یہ بھی ہے کہ محبوب کے دشمن کو اپنا دشمن سمجھا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی اپنے محبوبوں کے دشمنوں کو اپنا دشمن ہی سمجھتا ہے۔ گو اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو دارِ عمل بنایا ہے اور جزاء و سزا کے لیے اس نے علیحدہ جہاں آباد کر رکھا ہے۔ اس دنیا میں اس نے اپنے سب سے بڑے دشمن ابلیس کو بھی مہلت دے رکھی ہے اور اس کے چیلوں کو بھی اکثر ڈھیل ہی دیتا ہے۔ نمرود اور فرعون اس کے مقابلے میں اپنی خدائی کے دعویدار بنتے ہیں تو وہ انہیں تختِ شاہی سے محروم نہیں کرتا۔ اس قسم کے لوگوں سے وہ ان کی گستاخیوں، سرکشیوں اور نافرمانیوں کا حساب قیامت کے دن لے گا۔ لیکن قرآن و حدیث کے مطالعہ سے یوں لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے گستاخوں اور نافرمانوں کو تو ڈھیل دیتا ہے لیکن جب حبیبِ خدا ﷺ کے گستاخوں کی باری آتی ہے تو اللہ تعالیٰ ان کو ان کے صحیح انجام تک پہنچانے میں زیادہ تاخیر نہیں فرماتا۔

اس حقیقت کے بیان کے لیے چند احادیثِ طیبہ پیش کی جاتی ہیں:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے اپنا خط دے کر ایک آدمی کو بھیجا اور اس کو حکم دیا کہ وہ یہ خط بحرین کے حاکم کے حوالے کر دے۔ حاکمِ بحرین نے وہ خط کسریٰ (شاہِ ایران) کو پہنچا دیا۔ کسریٰ نے اس خط کو پڑھا اور اسے پھاڑ دیا۔ راوی کہتے ہیں: میرا

1۔ سنن ابی داؤد، جلد 2، صفحہ 5

خیال ہے کہ حضرت ابن مسیب نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے ان کے خلاف دعا کی اور ان کو مکمل طور پر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا۔(1)

نوٹ: تاریخ اس حقیقت کی شاہد ہے کہ کسریٰ نے حضور ﷺ کا نامہ مبارک پھاڑا تھا اور اس کا بدلہ اسے اپنی موت اور اپنی، صدیوں سے قائم سلطنت کی تباہی کی شکل میں ملا۔

حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا: جس نے میری طرف ایسی بات منسوب کی جو میں نے نہ کہی ہو تو وہ دوزخ میں اپنا ٹھکانا بنانے کی تیاری کر لے۔(2)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سفر ہجرت کی طویل حدیث مروی ہے جس کے آخر میں یہ جملے ہیں:...... زوال آفتاب کے بعد ہم چل پڑے اور سراقہ بن مالک نے ہمارا تعاقب کیا۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ دشمن نے ہمیں آلیا ہے۔ فرمایا: غم نہ کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ حضور ﷺ نے اس (سراقہ بن مالک) کے خلاف دعا کی تو اس کا گھوڑا پیٹ تک زمین میں دھنس گیا۔ میرے خیال میں فرمایا کہ سخت زمین میں گھوڑا دھنسا۔ شک زہیر راوی کو ہے۔ اس (سراقہ) نے کہا: میرا خیال ہے کہ تم دونوں نے میرے خلاف دعا کی ہے۔ اب تم (میری رہائی کے لیے) دعا کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا۔ میں تمہیں وعدہ دیتا ہوں کہ تمہاری تلاش میں آنے والوں کو واپس کر دوں گا۔ حضور ﷺ نے اس کے لیے دعا کی اور اس کو اس مصیبت سے چھٹکارا مل گیا۔ اب وہ جس شخص سے بھی ملتا اس سے کہتا: تم جن لوگوں کو تلاش کر رہے ہو وہ یہاں نہیں ہیں۔ میرا ان کو تلاش کرنا ہی تمہارے لیے کافی ہے۔ وہ جس سے بھی ملتا اس کو واپس لوٹا دیتا۔ فرماتے ہیں: اس نے ہمارے ساتھ جو وعدہ کیا تھا اس کو پورا کیا۔(3)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک عیسائی شخص اسلام لے آیا۔ اس نے سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران پڑھی۔ وہ حضور ﷺ کے لیے کتابت کیا کرتا تھا۔ وہ دوبارہ عیسائی ہو گیا۔ وہ کہا کرتا تھا: محمد (ﷺ) اس کے سوا کچھ نہیں جانتے جو میں نے ان کے لیے لکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے موت دے دی۔ لوگوں نے اسے دفن کیا۔ صبح ہوئی تو دیکھا کہ زمین نے اس کو پھینک دیا تھا۔ اس کے ساتھیوں نے کہا: یہ کام محمد (ﷺ) اور آپ کے صحابہ کا ہے۔ چونکہ یہ ان سے بھاگ گیا تھا اس لیے انہوں نے ہمارے ساتھی کی قبر کھودی اور اسے باہر پھینک دیا۔ انہوں نے اس کے لیے (دوبارہ) قبر کھودی اور زمین میں اس کو خوب گہرا کیا جتنا گہرا کر سکتے تھے۔ صبح ہوئی تو دیکھا کہ زمین نے اس کو

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 15 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 21 3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 511

پھینک دیا تھا۔ انہوں نے کہا: یہ محمد (ﷺ) اور ان کے صحابہ کا کام ہے۔ چونکہ یہ ان سے بھاگ آیا تھا اس لیے انہوں نے اس کی قبر کھودی اور اسے باہر پھینک دیا۔ انہوں نے پھر اس کے لیے گڑھا کھودا اور زمین میں اس کو جتنا گہرا کر سکتے تھے اتنا گہرا کیا۔ صبح ہوئی تو دیکھا کہ زمین نے اس کو پھینک دیا تھا۔ وہ سمجھ گئے کہ یہ کارروائی انسانوں کی نہیں ہے لہٰذا انہوں نے اسے پھینک دیا۔ (1)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک روز حضور ﷺ کوہ صفا پر چڑھے اور (مدد کی خاطر پکارنے والے کی طرح) ''یا صباحاہ'' کہہ کر لوگوں کو ندا دی۔ قریش آپ کے پاس جمع ہو گئے اور کہا: کیا بات ہے؟ فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے، اگر میں تمہیں کہوں کہ دشمن صبح کے وقت یا شام کے وقت تم پر چڑھائی کرنے والا ہے تو کیا تم میری بات مان لو گے؟ انہوں نے جواب دیا: کیوں نہیں (ضرور مانیں گے) فرمایا: تو میں سخت عذاب کے آنے سے پہلے تمہیں اس (عذاب) سے ڈرانے والا ہوں۔ (یہ سن کر) ابولہب نے کہا: تمہاری ہلاکت ہو، کیا اسی کی خاطر تم نے ہمیں جمع کیا تھا؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی: ''ٹوٹ گئے دونوں ہاتھ ابولہب کے اور وہ ہلاک ہو گیا''...... الی آخر السورہ۔ (2)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس قوم پر اللہ تعالیٰ کا غضب شدید ہوا جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کے ساتھ یہ سلوک کیا۔ یہ بات آپ نے اپنے (شہید) دندان مبارک کی طرف اشارہ کر کے فرمائی۔ اور حضور ﷺ نے فرمایا: اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب بھڑکا جس کو رسول اللہ ﷺ نے راہ خدا میں قتل کیا۔ (3)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا: آپ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرما رہے تھے: اے حسان! ان (کافروں) کی ہجو کرو۔ ان کی ہجو کرنے میں جبریل امین بھی تمہارے ساتھ ہیں۔ (4)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ (علق: 18) کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ابوجہل نے کہا: اگر میں نے محمد (ﷺ) کو دیکھا تو میں ان کی گردن کو روندوں گا۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا: اگر وہ ایسا کرتا تو فرشتے سب کے سامنے اس کو پکڑ لیتے...... الحدیث۔ (5)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک نابینا شخص تھا۔ اس کی ایک ام ولد (ایسی لونڈی جو اپنے مالک کے بچے کو جنم دے) تھی جو حضور ﷺ کو گالیاں دیتی تھی اور

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 511　2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 708　3۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 108
4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 300　5۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 171

آپ کی شان میں گستاخی کرتی تھی۔ وہ اسے اس حرکت بد سے روکتا تھا اور وہ باز نہیں آتی تھی۔ راوی کہتے ہیں: ایک رات وہ حضور ﷺ کے متعلق نازیبا باتیں کرنے لگی اور آپ کو گالیاں دینے لگی۔ اس شخص نے اپنی برچھی پکڑی، اسے اس کے پیٹ میں گاڑا، اس پر دباؤ ڈالا اور اس کو قتل کر دیا۔ (نو مولود) بچہ اس کے پاؤں میں پڑا تھا اور وہ ساری جگہ خون آلود ہو چکی تھی۔ صبح ہوئی تو اس واردات کا ذکر حضور ﷺ سے کیا گیا۔ حضور ﷺ نے لوگوں کو جمع کیا اور فرمایا: جس شخص نے یہ کام کیا ہے، اگر وہ اس حق کو تسلیم کرتا ہے جو میرا اس پر ہے تو وہ کھڑا ہو جائے۔ وہ نابینا شخص کھڑا ہو گیا اور لڑکھڑاتے اور لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے آیا حتی کہ حضور ﷺ کے سامنے آکر بیٹھ گیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ اس عورت کا قاتل میں ہوں۔ وہ آپ کو گالیاں دیا کرتی تھی اور آپ کی شان میں گستاخی کیا کرتی تھی۔ میں اس کو اس حرکت سے منع کیا کرتا تھا اور وہ باز نہیں آتی تھی۔ حالانکہ اس سے میرے دو بیٹے ہیں جو موتیوں کی طرح خوبصورت ہیں۔ اور وہ بھی میرے ساتھ بہت اچھا سلوک کرتی تھی۔ گزشتہ رات وہ آپ کو گالیاں دینے لگی اور آپ کی شان میں گستاخی کرنے لگی۔ میں نے اپنی برچھی لی، اسے اس کے پیٹ میں گاڑا اور اس پر زور ڈالا حتی کہ اس کو قتل کر دیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: سنو، میں گواہی دیتا ہوں کہ اس کا خون رائیگاں چلا گیا ہے۔ (1) (یعنی اس کا کوئی تاوان وغیرہ نہیں ہے کیونکہ وہ گستاخی رسول کے جرم میں قتل ہوئی ہے۔)

ہم نے گزشتہ صفحات میں قارئین کرام کو حبیب رب العالمین ﷺ کی شان محبوبیت کی چند جھلکیاں دکھانے کی کوشش کی ہے۔ محبوب پر محب کی عطاؤں کا نہ کوئی اندازہ کر سکتا ہے اور نہ انہیں بیان کر سکتا ہے۔ قرآن حکیم کی آیات طیبات میں حبیب کبریا علیہ التحیۃ والثناء کی شان محبوبی جھلک رہی ہے۔ احادیث طیبہ کی کتب اس پر کیف موضوع کے متعلق احادیث طیبہ سے بھری پڑی ہیں۔ اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ کا عنوان بھی در حقیقت یہی ہے لیکن اس کے ادراک کے لیے نگاہ صدیق درکار ہوتی ہے۔ جو خدا کے بندے خدا کے حبیب ﷺ کو اپنے بڑے بھائی سے زیادہ حیثیت دینے کے لیے تیار نہیں، انہیں کائنات میں کہیں بھی محبوبیت مصطفی علیہ التحیۃ والثناء کا کوئی نقش نظر نہیں آتا۔ وہ لوگ اس قسم کے ہر نقش کی مادی توجیہ ضروری سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس قسم کی سوچ سے ہر مسلمان کو محفوظ رکھے۔

1۔ سنن ابی داؤد، جلد 2، صفحہ 252

اطاعت رسول مدار نجات ہے

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی راہنمائی کے لیے جو آخری پیغام ہدایت نازل فرمایا ہے اس کے بنیادی ستون دو ہیں: کتاب اللہ او سنت رسول اللہ ﷺ۔ یہ دونوں چیزیں نسل انسانی پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل اور کرم ہیں۔ یہ دو نور ہیں جن کی روشنی میں حضرت انسان اپنی خداداد صلاحیتوں کو استعمال کر کے دنیوی اور اخروی عظمتوں اور رفعتوں سے مالا مال ہو سکتا ہے۔

انسان کو اللہ تعالیٰ نے بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے جن میں سے ایک بہت بڑی نعمت، نعمت عقل ہے۔ عقل کی بدولت انسان اس کائنات کی بے شمار گتھیوں کو سلجھاتا رہا ہے، سلجھا رہا ہے اور سلجھاتا رہے گا۔ اس حقیقت سے کسی کو بھی مجال انکار نہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ انسانی عقل اپنی تمام وسعتوں کے باوجود کچھ حدود رکھتی ہے اور اس کائنات کی وسعتیں اس کے احاطے میں نہیں سما سکتیں۔ سائنس اپنی تمام تر ترقی کے باوجود ابھی نظام شمسی کی بھول بھلیوں میں سرگرداں ہے جو کروڑوں کہکشاؤں میں سے ایک کہکشاں کا معمولی سا حصہ ہے۔ اس زاویہ نگاہ سے دیکھا جائے تو اس حقیقت کا اعتراف آسان ہو جاتا ہے کہ ان گنت کائناتی حقائق میں سے، عقل انسانی کے ذریعے محض چند حقائق ہی کا ادراک ممکن ہے۔

اللہ تعالیٰ کو یہ منظور نہیں تھا کہ اپنی جس مخلوق کے سر پر اس نے وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ ''ہم نے بنی آدم کو عزت و اکرام عطا کیا ہے'' کا تاج سجایا ہے، اس کا علم، اس کے حواس اور اس کی عقل کے ادراکات تک محدود رہے بلکہ اس نے اس مشت خاک کو تمام کائناتی حقائق کا علم عطا کرنے کا ارادہ فرمایا اور اس مقصد کے لیے اس رؤف و رحیم پروردگار نے اپنے مقدس رسولوں کو مبعوث فرمایا اور انہیں الہامی کتابیں عطا فرمائیں اور ان دو واسطوں سے حضرت انسان کو ان تمام علوم سے بہرہ ور کر دیا جو اس کے حواس اور اس کی عقل کی رسائی سے ماوراء تھے۔ ان ذریعوں سے اللہ تعالیٰ نے ان تمام حقیقتوں کے رخ سے بھی پردہ اٹھا دیا جن کا کھوج لگانے کے لیے انسانیت ہمیشہ سرگرداں رہی ہے لیکن وہ ان حقیقتوں کا سراغ لگانے میں ناکام رہی ہے۔ کتاب و سنت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ انسانوں کو جو علم عطا فرماتا ہے اس کا مقصد علم برائے علم نہیں بلکہ علم برائے ہدایت ہے۔ ایسا علم جو صحیح تو ہو لیکن نفع بخش نہ ہو، اس سے حضور ﷺ نے خود بھی اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی ہے اور اپنی امت کو بھی اس سے پناہ مانگنے کی تعلیم دی ہے۔

وحی متلو (یعنی کتاب اللہ) کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے علوم کا بحر ذخار نازل فرمایا ہے۔ وحی غیر

متلو کی شکل میں اس (وحی متلو) کی تفصیلات بتائی گئی ہیں اور اس میں بیان کردہ علوم سے حصول ہدایت کے طریقے سمجھائے گئے ہیں۔ یہی وحی غیر متلو، سنت کہلاتی ہے۔

ہدایت کا مقصد پیش نظر ہو تو سنت رسول ﷺ کو کتاب اللہ سے علیحدہ کرنے کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ تاریخ میں جن قسمت آزماؤں نے کتاب اللہ کو بیان رسول کے بغیر سمجھنے کے لیے محض اپنی عقل پر بھروسا کرنے کی غلطی کی، ان کے مقدر میں ہدایت نہیں بلکہ گمراہی آئی اور اس قسم کے سب لوگوں کا سب سے بڑا کارنامہ یہی تھا کہ وہ ایک نئے گمراہ فرقے کو جنم دے کر ملت اسلامیہ میں افتراق کا سبب بنے۔

سنت رسول کی اس اہمیت کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے اپنے مقدس کلام میں محض کسی ایک مقام پر نہیں بلکہ متعدد مقامات پر اپنی اطاعت کے ساتھ اپنے رسول ﷺ کی اطاعت کو ضروری قرار دیا۔ کہیں فرمایا: ''اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اطاعت کرو رسول اللہ ﷺ کی''۔ کہیں فرمایا: ''جس نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی''۔ کہیں اپنے حبیب ﷺ کی زبان سے کہلوایا: ''اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کا دعویٰ کرتے ہو تو میری پیروی کرو''۔

قرآن حکیم میں ایسی متعدد آیات ہیں جن کا، تعصب کی عینک اتار کر، مطالعہ کیا جائے تو اطاعت خدا اور اطاعت رسول کے درمیان تفریق ممکن نہیں رہتی۔ اللہ تعالیٰ کے بے شمار احکام ایسے ہیں جن پر، اطاعت رسول کے بغیر، عمل ہو ہی نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو جو بے شمار عظمتیں عطا فرمائی ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر اپنے حبیب ﷺ کی غیر مشروط اطاعت کو ضروری قرار دیا ہے۔

ہم جس زمانے میں سانس لے رہے ہیں اس زمانے میں کئی کلمہ گو، اغیار کے زیر اثر، مسلمانوں کے لیے صرف اطاعت خدا کو کافی قرار دیتے ہیں اور اطاعت رسول ﷺ ان کے نزدیک، مسلمانوں کے لیے ضروری نہیں ہے۔ یہ سوچ انتہائی خطرناک ہے۔ اگر اس سوچ کے مطابق عمل کیا جائے تو بے شمار آیات قرآنی، جن میں اطاعت رسول کا حکم دیا گیا ہے، کا انکار لازم آتا ہے۔

ہم نے احادیث طیبہ کی روشنی میں دیکھنا یہ ہے کہ اطاعت رسول اللہ ﷺ کے بارے میں خود حضور ﷺ کے ارشادات کیا ہیں: اطاعت رسول سے روگردانی کرنے والوں کے متعلق حضور ﷺ نے کیا فرمایا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، تابعین اور تبع تابعین کا حضور ﷺ کی اطاعت کے متعلق مؤقف اور رویہ کیا تھا اور اطاعت رسول ﷺ سے روگردانی کرنے والوں کو وہ کس نظر سے دیکھتے تھے۔

جو لوگ احادیث طیبہ کو حجت شرعیہ تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں اور انہیں محض تاریخی حیثیت ہی دیتے ہیں وہ بے شک اس کو تاریخ ہی سمجھیں اور پھر فیصلہ کریں کہ اس تاریخ کی روشنی میں سنت رسول اللہ ﷺ کے متعلق ہمارا رویہ کیا ہونا چاہیے۔

اطاعت رسول ﷺ کا حکم اور ترغیب

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں متعدد مقامات پر اپنے بندوں کو حضور ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ اور خود حضور ﷺ نے اپنے پیروکاروں کو، ان کی نجات کی خاطر، سختی سے حکم دیا ہے کہ وہ آپ کی پیروی کریں۔ چند احادیث طیبہ ملاحظہ فرمائیں:

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ انہوں نے اس سال حضور ﷺ کے ساتھ حج کیا جس سال آپ نے قربانی کے جانوروں کو روانہ کیا تھا۔ لوگوں نے حج مفرد کی نیت کی تھی۔ حضور ﷺ نے ان سے فرمایا: خانہ کعبہ کا طواف کر کے اور صفا اور مروہ کے درمیان سعی کر کے اور بال کٹوا کر احرام کی پابندیوں سے باہر آ جاؤ۔ پھر حلال (یعنی احرام کے بغیر) قیام کرو۔ حتیٰ کہ جب ذوالحجہ کی آٹھویں تاریخ ہو تو حج کا احرام باندھو اور اپنے اس حج کو حج تمتع (یعنی حج کے ساتھ عمرہ) بنا دو۔ لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ ہم اس کو حج تمتع کیسے بنا دیں جب کہ ہم نے حج (مفرد) کی نیت کی ہے؟ فرمایا: تم وہ کرو جس کا میں تمہیں حکم دیتا ہوں۔ اگر میں نے قربانی کے جانور روانہ نہ کیے ہوتے تو میں بھی وہی کرتا جس کا میں تمہیں حکم دے رہا ہوں۔ لیکن احرام کی وجہ سے جو چیزیں مجھ پر حرام ہیں وہ اس وقت تک حلال نہیں ہو سکتیں جب تک قربانی کے جانور اپنی منزل پر پہنچ نہ جائیں۔ اس پر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے حضور ﷺ کے ارشاد کی تعمیل کی ...... الحدیث۔ (1)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ہم نے حضور ﷺ کی معیت میں حج کا احرام باندھا۔ جب ہم مکہ پہنچے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہم احرام کھول دیں اور اس کو عمرہ بنا دیں۔ یہ بات ہم پر شاق گزری اور ہم نے دل میں تنگی محسوس کی۔ یہ بات حضور ﷺ تک پہنچ گئی۔ ہمیں نہیں معلوم کہ آپ تک آسمان کی طرف سے کوئی چیز پہنچی یا لوگوں کی طرف سے۔ آپ نے فرمایا: ''لوگو! احرام کھول دو۔ اگر میں نے قربانی کے جانور روانہ نہ کیے ہوتے تو میں بھی وہی کرتا جو تم کر رہے ہو۔ راوی کہتے ہیں: ہم نے احرام کھول دیے حتیٰ کہ ہم نے عورتوں سے ہم بستری کی اور سارے وہ کام کیے جو ایک حلال شخص کرتا ہے۔ حتیٰ کہ جب ذوالحجہ کی آٹھویں تاریخ آئی اور ہم نے مکہ سے روانہ ہونے کا ارادہ کیا تو ہم نے حج کا احرام باندھا۔ (2)

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 213　2۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 393

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: مدینہ طیبہ میں حضور ﷺ نے ہمیں عید الاضحیٰ کے دن عید کی نماز پڑھائی۔ کچھ لوگوں نے جلدی کی اور قربانی کے جانور (نماز عید سے پہلے) ذبح کر دیے۔ ان کا خیال تھا کہ حضور ﷺ قربانی کر چکے ہیں۔ حضور ﷺ نے حکم دیا کہ جس شخص نے آپ سے پہلے قربانی کر دی ہے وہ اس کے بدلے میں اور قربانی دے۔ اور نبی ﷺ کے قربانی کرنے سے پہلے قربانی نہ کیا کرو۔ (1)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا: جس کام سے میں تم کو منع کروں اس سے رک جایا کرو اور جس کام کا میں تمہیں حکم دوں، وہ کام کیا کرو، جہاں تک تم سے ممکن ہو کیونکہ جو لوگ تم سے پہلے تھے ان کو زیادہ سوالات کرنے اور اپنے انبیاء علیہم السلام کے متعلق اختلاف نے ہلاک کیا۔ (2)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور ﷺ فتح مکہ کے سال مدینہ سے روانہ ہوئے۔ آپ روزے سے تھے حتیٰ کہ آپ ''کراع الغمیم'' کے مقام پر پہنچے۔ لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ روزہ رکھا ہوا تھا۔ آپ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ روزہ لوگوں پر شاق گزر رہا ہے اور لوگ آپ کے عمل کو دیکھ رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے عصر کے بعد پانی کا ایک پیالہ منگوایا اور پانی نوش فرما لیا۔ لوگ آپ کو (پانی پیتے) دیکھ رہے تھے۔ بعض لوگوں نے (آپ کو دیکھ کر) روزہ افطار کر لیا اور بعض نے روزہ جاری رکھا۔ آپ کو پتا چلا کہ بعض لوگ روزے پر قائم ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ لوگ گنہگار ہیں۔ (3)

حضرت ابو حازم بن دینار سے مروی ہے کہ کچھ لوگ حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے۔ انہیں اس بات میں شک تھا کہ منبر رسول ﷺ کی لکڑی کون سی تھی۔ انہوں نے اس کے متعلق حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا۔ انہوں نے فرمایا: خدا کی قسم، مجھے علم ہے کہ وہ لکڑی کون سی ہے۔ پہلا دن جب یہ منبر رکھا گیا مجھے اس کا بھی علم ہے۔ اور پہلا دن جب حضور ﷺ اس پر تشریف فرما ہوئے مجھے اس کا بھی علم ہے۔ حضور ﷺ نے فلاں عورت، حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس عورت کا نام بھی لیا، کے پاس پیغام بھیجا کہ وہ اپنے بڑھئی غلام کو حکم دے کہ میرے لیے کچھ لکڑیاں جوڑ کر ایک ایسی چیز بنائے جس پر میں لوگوں سے خطاب کرتے وقت بیٹھ سکوں۔ اس عورت نے اپنے غلام کو حکم دیا اور اس نے غابہ کے طرفاء نامی درخت کی لکڑی سے یہ منبر بنایا۔ پھر وہ اس کو لے کر آیا تو اس عورت نے اسے حضور ﷺ کے پاس بھیج دیا۔ حضور ﷺ نے حکم دیا اور اسے

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 155 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 262 3۔ جامع الترمذی، جلد 1، صفحہ 89

اس جگہ رکھ دیا گیا۔ میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ نے اس پر نماز پڑھی۔ آپ ﷺ نے اس کے اوپر کھڑے ہو کر تکبیر کہی۔ پھر آپ نے اس کے اوپر ہی رکوع کیا۔ پھر آپ پچھلے پاؤں نیچے اترے اور منبر کے پایوں کے ساتھ سجدہ کیا۔ پھر آپ واپس منبر پر تشریف لے گئے۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: اے لوگو! میں نے ایسا اس لیے کیا ہے تا کہ تم میری اقتداء کر سکو اور تمہیں میری نماز کا طریقہ معلوم ہو سکے۔(1)

حضرت عقبہ بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے ایک دستہ روانہ فرمایا: ان میں سے ایک شخص کو میں نے تلوار دی۔ جب وہ شخص واپس آیا تو اس نے (مجھ سے) کہا: کیا آپ جانتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ہمیں کس بات پر ملامت فرمائی ہے؟ آپ نے فرمایا ہے: کیا تم اتنا بھی نہیں کر سکتے تھے، کہ ایک شخص جس کو میں نے (امیر بنا کر) بھیجا اور اس نے میرے احکامات کی تعمیل نہیں کی، کہ تم اس کی جگہ کسی دوسرے شخص کو امیر بنا لیتے (جو میرے احکام کی تعمیل کرتا۔)(2)

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ہم حضور ﷺ کی معیت میں خیبر میں اترے۔ آپ کے صحابہ کرام بھی آپ کے ساتھ تھے۔ خیبر کا سردار ایک سرکش اور متکبر آدمی تھا۔ وہ حضور ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا: اے محمد! (ﷺ) کیا تمہارے لیے حلال ہے کہ تم ہمارے گدھوں کو ذبح کرو، ہمارے پھل کھاؤ اور ہماری عورتوں کو زدوکوب کرو؟ حضور ﷺ غضب ناک ہو گئے اور فرمایا: اے ابن عوف! گھوڑے پر سوار ہو جاؤ اور منادی کرو کہ جنت صرف اس کے لیے حلال ہے جو مومن ہے۔ اور یہ بھی منادی کرو کہ لوگ نماز کے لیے اکٹھے ہو جائیں۔ فرماتے ہیں: لوگ اکٹھے ہو گئے۔ حضور ﷺ نے انہیں نماز پڑھائی پھر کھڑے ہوئے اور فرمایا: کیا تم میں سے کوئی شخص اپنے مزین تخت پر تکیہ لگائے یہ سمجھتا اور گمان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس قرآن حکیم میں جن چیزوں کو حرام کیا ہے ان کے علاوہ اس نے کسی چیز کو حرام قرار نہیں دیا؟ خبردار! خدا کی قسم، میں نے وعظ کیا ہے اور (بار بار) وعظ کیا ہے۔ میں نے (کچھ کاموں کا) حکم دیا ہے اور کچھ چیزوں سے منع کیا ہے۔ ایسے احکام قرآن حکیم کے احکام جتنے بلکہ اس سے بھی زیادہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے حلال نہیں کیا کہ تم اہل کتاب کے گھروں میں (ان کی) اجازت کے بغیر داخل ہو۔ اور نہ اس نے تمہارے لیے ان کی عورتوں کو زدوکوب کرنے اور ان کے پھل کھانے کو حلال کیا ہے۔ جب تک کہ وہ تمہیں وہ حق ادا کرتے رہیں جو ان کے ذمہ ہے۔(3)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حجۃ الوداع کے دوران

1۔ سنن ابی داؤد، جلد 1، صفحہ 162 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 360 3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 77-76

حضور ﷺ نے طواف بیت اللہ اور صفا اور مروہ کے درمیان سعی اپنی اونٹنی پر کی۔ اس کا سبب یہ تھا کہ لوگ آپ کا دیدار کر سکیں اور آپ بلندی پر ہوں اور لوگ آپ سے (مسائل) پوچھ سکیں۔ لوگوں نے حضور ﷺ کو گھیرا ہوا تھا۔(1)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین (حج کے لیے) روانہ ہوئے۔ ہم نے حج کا احرام باندھا تھا۔ جب ہم مکہ پہنچے تو حضور ﷺ نے حکم دیا: اپنے حج کو عمرہ بنا دو۔ لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ ہم نے احرام حج کا باندھا ہے، ہم اس کو عمرہ کیسے بنا دیں؟ فرمایا: دیکھو، جو میں تمہیں حکم دیتا ہوں اس پر عمل کرو۔ لوگوں نے آپ کے اس فرمان پر عمل نہ کیا۔ آپ غصے میں چل دیے۔ آپ غصے ہی کی حالت میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لے گئے۔ انہوں نے آپ کے چہرے پر غضب کے آثار دیکھے تو عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ آپ کو کس نے غضب ناک کیا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو غضب میں مبتلا کرے۔ فرمایا: میں غضب ناک کیوں نہ ہوں، جب کہ میں حکم دیتا ہوں اور میرے حکم پر عمل نہیں کیا جاتا۔(2)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: حضور ﷺ نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو طلب فرمایا۔ وہ حاضر خدمت ہوئے تو آپ نے فرمایا: اے عثمان! کیا تم میری سنت سے روگردانی کر گئے ہو؟ انہوں نے عرض کیا: نہیں، خدا کی قسم، یارسول اللہ! ﷺ بلکہ میں تو آپ کی سنت پر عمل کرنے کا ہی خواہشمند ہوں۔ فرمایا: میں تو سوتا بھی ہوں اور نماز بھی پڑھتا ہوں۔ روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں۔ اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں۔ اے عثمان! اللہ تعالیٰ سے ڈرا کرو۔ کیونکہ تیرے اہل خانہ کا بھی تجھ پر حق ہے۔ تیرے مہمان کا بھی تجھ پر حق ہے اور تیرے نفس کا بھی تجھ پر حق ہے۔ سو روزہ بھی رکھو اور افطار بھی کرو۔ نماز بھی پڑھو اور سویا بھی کرو۔(3)

اطاعت رسول ﷺ سے روگردانی پر وعید

حضور ﷺ نے واضح طور پر اپنی اطاعت اور فرمانبرداری کا حکم بھی دیا ہے، اس کی ترغیب بھی دی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ان لوگوں کو سختی سے تنبیہ بھی کی ہے جو آپ ﷺ کی اطاعت سے روگردانی کرتے ہیں یا آپ کی اطاعت کو ضروری نہیں سمجھتے۔ چند احادیث طیبہ ملاحظہ فرمائیے:

حضرت جابر بن عبداللہ اور کچھ دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ہم، حضور ﷺ کے صحابہ، نے حج کا احرام باندھا۔ خالص حج کا جس کے ساتھ عمرہ نہیں تھا

1۔ سنن النسائی، جلد 2، صفحہ 41 2۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 214 3۔ سنن ابی داؤد، جلد 1، صفحہ 201

............حضور ﷺ ذوالحجہ کی چار تاریخ کو پہنچ گئے۔ جب ہم پہنچے تو حضور ﷺ نے ہمیں (عمرہ کر کے) احرام کھولنے کا حکم دیا۔ فرمایا: احرام کھول دو اور (چاہو تو) عورتوں سے مباشرت کرو۔ عطا راوی کہتے ہیں: (عورت سے مباشرت کو) آپ نے ان پر لازم نہیں کیا تھا البتہ اس کو حلال قرار دیا تھا۔ آپ کو پتا چلا کہ ہم کہتے ہیں: اب جب عرفہ کو محض پانچ دن رہ گئے ہیں، آپ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم احرام کھول کر عورتوں کے ساتھ مباشرت کو بھی حلال سمجھیں اور عرفات میں اس حال میں جائیں کہ ہماری شرمگاہوں سے اس طرح پانی ٹپک رہا ہو۔ راوی کہتے ہیں: یہ کہتے ہوئے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ہاتھ کو حرکت دی۔ حضور ﷺ کھڑے ہوئے اور فرمایا: تم جانتے ہو کہ میں تم سب سے زیادہ خدا کا خوف رکھنے والا ہوں، تم سب سے زیادہ سچا اور تم سب سے زیادہ نیک ہوں۔ اگر میں نے قربانی کے جانور روانہ نہ کیے ہوتے تو جس طرح تم احرام کھول رہے ہو (اسی طرح) میں بھی احرام کھول دیتا۔ سو تم احرام کھول دو۔ جو بات مجھ پر بعد میں ظاہر ہوئی ہے اگر پہلے ظاہر ہو گئی ہوتی تو میں قربانی کے جانور روانہ نہ کرتا۔ پس ہم نے احرام کھول دیے اور ہم نے حضور ﷺ کا ارشاد سنا بھی اور اس کی پیروی بھی کی۔(1)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ایک انصاری نے حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف حرہ کے پانی کی ایک نالی، جس سے وہ اپنی کھجوروں کو سیراب کرتے تھے، کے متعلق حضور ﷺ کے پاس مقدمہ دائر کیا۔ انصاری نے ان سے مطالبہ کیا کہ وہ نالی کے پانی کو چلنے دیں۔ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔ وہ اپنا مقدمہ حضور ﷺ کے پاس لے گئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: زبیر! تم اپنی کھجوریں سیراب کر دو اور پھر پانی کو اپنے پڑوسی کی طرف جانے دو۔ انصاری کو (اس فیصلے پر) غصہ آ گیا اور اس نے کہا: یارسول اللہ! ﷺ یہ آپ کے پھوپھی زاد ہیں اس لیے آپ نے یہ فیصلہ فرمایا ہے۔ (اس پر) حضور ﷺ کا رخ انور (غصے سے) رنگین ہو گیا اور آپ نے حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: زبیر! اپنی کھجوروں کو سیراب کر دو اور پھر پانی کو روک لو حتیٰ کہ وہ باغ کے کناروں تک پہنچ جائے۔ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: خدا کی قسم، میرے خیال میں یہ آیات اسی واقعہ کے متعلق نازل ہوئیں: ''نہیں، آپ کے رب کی قسم، یہ مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ آپ کو حکم تسلیم نہ کریں ان تنازعات میں جو ان کے درمیان پیدا ہو جائیں'' ......الآیہ(2)

حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 95-1094 2۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 262

فرمایا: خبردار! مجھے کتاب (قرآن حکیم) بھی عطا کی گئی ہے اور اس کے ساتھ اس جیسی ایک اور چیز (یعنی حکمت) بھی عطا کی گئی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی شخص، شکم سیر ہو کر، اپنے مزین تخت پر بیٹھا کہہ رہا ہو: تم اس قرآن کو لازم پکڑو۔ اس میں جس چیز کو حلال پاؤ اسے حلال سمجھو اور اس میں جس چیز کو حرام پاؤ اس کو حرام سمجھو۔ خبردار! گھریلو گدھا تمہارے لیے حلال نہیں ہے۔ نہ کچلی والے درندے اور نہ معاہد کی گری ہوئی چیز، ہاں اگر اس کا مالک اس چیز کی ضرورت محسوس نہ کرے تو ٹھیک ہے...... الحدیث۔(1)

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، وہ فرمایا کرتے تھے: جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ کل وہ اللہ تعالیٰ سے ایک مسلمان کی حیثیت سے ملاقات کرے تو اسے چاہیے کہ نماز پنجگانہ باقاعدگی سے وہاں ادا کرے جہاں سے ان (نمازوں) کی ندا دی جاتی ہے (یعنی مساجد میں) کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی ﷺ پر ہدایت کے طریقے مشروع فرمائے ہیں۔ اور یہ (یعنی مساجد میں نماز کی ادائیگی) انہی ہدایت کے طریقوں میں سے ہے۔ میرے خیال میں تم میں سے ہر ایک نے اپنے گھر میں نماز کے لیے مسجد بنا رکھی ہے۔ اگر تم نمازیں اپنے گھروں میں ادا کرو گے اور مساجد کو ترک کر دو گے تو اپنے نبی ﷺ کی سنت کو ترک کرو گے۔ اور اگر اپنے نبی ﷺ کی سنت کو ترک کرو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے۔ جو مسلمان بھی وضو کرتا ہے اور اچھے طریقے سے وضو کرتا ہے۔ پھر نماز کے لیے (مسجد کی طرف) روانہ ہوتا ہے تو ہر قدم جو وہ اٹھاتا ہے اس پر اس کے لیے ایک نیکی لکھی جاتی ہے۔ اس پر اس کا ایک درجہ بلند ہوتا ہے اور اس کی وجہ سے اس کی ایک خطا معاف ہوتی ہے۔ مجھے یاد ہے کہ (ثواب میں زیادتی کے لیے) ہم چھوٹے چھوٹے قدم اٹھایا کرتے تھے۔ اور ہم میں سے (مسجد میں) نماز کے ساتھ شامل ہونے سے وہی آدمی پیچھے رہتا تھا جو منافق تھا اور جس کے نفاق کا سب کو علم تھا۔ اور میں نے دیکھا ہے کہ ایک آدمی دو آدمیوں کے درمیان ان کے سہارے چلتے ہوئے آتا تھا اور اسے صف میں کھڑا کیا جاتا تھا۔(2)

اطاعت رسول کے متعلق صحابہ کرام اور سلف صالحین کا رویہ

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی اطاعت کا حکم متعدد قرآنی آیات میں بڑی تاکید کے ساتھ دیا۔ حضور ﷺ نے خود بڑی تاکید سے اپنی امت کو اس حقیقت سے باخبر کیا کہ ان کی دنیوی اور اخروی فوز وفلاح کا دارومدار آپ ﷺ کی سنت کی پیروی پر ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ان ارشادات اور حضور ﷺ کے ان فرمودات کی صحیح عملی تفسیر ہمیں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے عمل میں ملتی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اپنی زندگیوں کا ایک ایک لمحہ حضور ﷺ کی پیروی میں بسر کرنے کی

1۔ سنن ابی داؤد، جلد 2، صفحہ 284 2۔ سنن النسائی، جلد 1، صفحہ 136

کوشش کی ہے۔ خالص دنیوی معاملات، جن میں حضور ﷺ نے اپنے امتیوں کو اپنی صوابدید کے مطابق عمل کرنے کی رخصت عطا فرمائی تھی، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ایسے معاملات میں بھی حضور ﷺ کے نقوش پا تلاش کرتے محسوس ہوتے ہیں۔ آیئے احادیث طیبہ کی روشنی میں اس بات کا جائزہ لیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین فکری اور عملی طور پر حضور ﷺ کی اطاعت اور آپ کی سنت کی پیروی کو کتنی اہمیت دیتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں اس بات سے منع فرماتا ہے کہ تم اپنے آباء واجداد کی قسم کھاؤ۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: خدا کی قسم، جب سے میں نے حضور ﷺ سے یہ بات سنی ہے، اس کے بعد میں نے کبھی نہ تو آباء کی قسم کھائی ہے اور نہ کسی کے اس قسم کی قسم کھانے کا ذکر کیا ہے...... الحدیث۔ (1)

نوٹ: یاد رہے کہ آباء کی قسم کھانا عربوں کا پرانا معمول تھا۔ حضور ﷺ کے فرمان پر اس آبائی رسم سے اجتناب کا اتنا اہتمام محض اس لیے تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک حضور ﷺ کے ہر حکم کے سامنے سر تسلیم خم کیے بغیر مسلمان کہلوانے کا کوئی مفہوم ہی نہ تھا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے سونے کی ایک انگوٹھی بنوائی۔ آپ وہ انگوٹھی پہنتے اور اس کا نگینہ اندر ہتھیلی کی جانب رکھتے تھے۔ لوگوں نے بھی (اسی قسم کی) انگوٹھیاں بنوالیں۔ پھر حضور ﷺ (ایک روز) منبر پر تشریف فرما ہوئے اور انگوٹھی اتار دی۔ پھر فرمایا: میں اس انگوٹھی کو پہنا کرتا تھا اور اس کا نگینہ اندر ہتھیلی کی جانب رکھا کرتا تھا۔ پھر فرمایا: خدا کی قسم، میں یہ انگوٹھی کبھی نہیں پہنوں گا۔ (یہ سن کر) لوگوں نے اپنی انگوٹھیاں اتار کر پھینک دیں۔ (2)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ ایک روز مدینہ طیبہ کے ایک باغ کی طرف حاجت کے لیے تشریف لے گئے۔ میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے چل دیا۔ جب حضور ﷺ باغ میں داخل ہوئے تو میں باغ کے دروازے پر بیٹھ گیا اور (اپنے جی میں) کہا: آج میں حضور ﷺ کا دربان بنوں گا۔ حضور ﷺ نے مجھے اس کا حکم نہیں دیا تھا۔ حضور ﷺ تشریف لے گئے، حاجت سے فارغ ہوئے اور کنوئیں کی منڈیر پر بیٹھ گئے۔ آپ نے اپنی پنڈلیوں سے کپڑا اہٹایا اور انہیں کنوئیں میں لٹکا دیا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے۔ وہ حضور ﷺ کے پاس جانے کی اجازت مانگ رہے تھے۔ میں نے عرض کیا: آپ یہیں ٹھہریں حتی کہ میں آپ کے لیے حضور ﷺ سے اجازت طلب کروں۔ وہ ٹھہر گئے۔ میں حضور ﷺ کی خدمت میں

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 983 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 984

حاضر ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی خدمت میں حاضری کے لیے اجازت طلب کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ان کو اندر آنے کی اجازت بھی دو اور ان کو جنت کی خوشخبری بھی دو۔ وہ اندر تشریف لے گئے۔ وہ حضور ﷺ کی دائیں جانب سے آئے (اور بالکل حضور ﷺ کی طرح) اپنی پنڈلیوں سے کپڑا اٹھایا اور انہیں کنوئیں میں لٹکا دیا۔ (پھر) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے۔ میں نے ان کی خدمت میں عرض کیا: آپ یہاں ٹھہریں حتی کہ میں آپ کے لیے حضور ﷺ سے حاضری کا اذن طلب کروں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ان کو اندر آنے کی اجازت دو اور ان کو جنت کی خوشخبری بھی دو۔ وہ حضور ﷺ کی بائیں جانب سے آئے، اپنی پنڈلیوں سے کپڑا اٹھایا اور انہیں کنوئیں میں لٹکا دیا۔ اس طرح منڈیر (کی وہ جانب) پر ہوگئی اور اس پر مزید کسی کے بیٹھنے کی گنجائش نہ رہی۔ پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے۔ میں نے ان سے عرض کیا: آپ یہاں ٹھہریں حتی کہ میں آپ کے لیے حضور ﷺ سے حاضری کی اجازت طلب کروں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ان کو اجازت دو۔ ان کو جنت کی بشارت بھی دو اور اس مصیبت کی بھی جوان پر آئے گی۔ وہ اندر تشریف لائے۔ ان حضرات کے ساتھ ان کو بیٹھنے کی جگہ نہ ملی۔ وہ پھر کر ان کے سامنے آئے اور کنوئیں کے کنارے پر بیٹھ گئے۔ انہوں نے بھی اپنی پنڈلیوں سے کپڑا اٹھایا اور انہیں کنوئیں میں لٹکا دیا۔ میری تمنا تھی کہ میرا بھائی آئے اور میں نے اس کے آنے کی اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کی۔ حضرت ابن مسیب فرماتے ہیں: اس کی تاویل میں نے ان کی قبروں سے کی کہ (تین قبریں) روضۂ رسول ﷺ مین اکٹھی ہیں اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر علیحدہ ہے۔ (1)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: اہل یمامہ کے قتل کے موقع پر مجھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ان کے پاس تشریف فرماتھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے طلب فرمایا: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے پاس تشریف لائے ہیں اور فرماتے ہیں: یمامہ کے دن بہت زیادہ حفاظ قرآن شہید ہوئے ہیں۔ اور مجھے خوف ہے کہ اگر تمام جنگوں میں حفاظ قرآن اسی کثرت سے شہید ہوئے تو قرآن حکیم کا بہت سارا حصہ ہمارے ہاتھوں سے چلا جائے گا۔ میرا خیال ہے کہ آپ قرآن حکیم کو جمع کرنے کا حکم دیں۔ میں نے جواب دیا: میں وہ کام کیسے کروں جو حضور ﷺ نے نہیں کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: خدا کی قسم، یہ کام اچھا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بار بار اس بات کو دوہراتے رہے حتی کہ اللہ تعالیٰ نے اس چیز کے لیے میرے سینے کو کھول دیا جس کے لیے اس نے حضرت عمر رضی

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 1051

اللہ تعالیٰ عنہ کے سینے کو کھولا تھا۔ اور اس معاملے میں میں بھی وہی کچھ سوچنے لگا جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سوچتے تھے۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: تم ایک نوجوان اور عقل مند آدمی ہو۔ ہم (کسی معاملے میں) تم کو متہم نہیں کرتے۔ تم حضور ﷺ کے لیے وحی کی کتابت بھی کرتے تھے لہٰذا پوری محنت سے قرآن حکیم کو تلاش کرو اور اسے ایک جگہ جمع کر دو۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: اگر آپ مجھے کسی پہاڑ کو اس کی جگہ سے ہٹانے کا حکم دیتے تو یہ حکم قرآن حکیم کو جمع کرنے کا جو حکم مجھے انہوں نے دیا تھا اس سے زیادہ بھاری نہ ہوتا۔ میں نے عرض کیا: تم دونوں حضرات وہ کام کیسے کر سکتے ہو جو حضور ﷺ نے نہیں کیا؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: خدا کی قسم، یہ کام اچھا ہے۔ وہ مسلسل اس بات کے مشتاق رہے کہ میں اس رائے سے پھر جاؤں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ بھی اس کام کے لیے کھول دیا جس کے لیے اس نے حضرات ابوبکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے سینوں کو کھولا تھا...... الحدیث۔(1)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: قبا میں لوگ فجر کی نماز پڑھ رہے تھے کہ ان کے پاس ایک آدمی آیا اور کہا: بے شک آج رات حضور ﷺ پر قرآن نازل ہوا ہے اور آپ کو حکم ہوا ہے کہ کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھیں۔ لہٰذا تم اپنے رخ کعبہ کی طرف کر لو۔ ان کے رخ شام (بیت المقدس) کی طرف تھے اور انہوں نے اپنے رخ موڑ کر خانہ کعبہ کی طرف کر لیے۔(2)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں حضرات ابوطلحہ انصاری، ابوعبیدہ بن جراح اور ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو کھجور کی شراب پلا رہا تھا کہ ان کے پاس ایک آدمی آیا اور کہا: بے شک شراب حرام کر دی گئی ہے۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: انس! اٹھو اور ان مٹکوں کو توڑ دو۔ میں اٹھ کر اپنی اوکھلی کی طرف گیا اور اس کے پیندے پر ضرب لگائی حتیٰ کہ وہ ٹوٹ گئی۔(3)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: (سب سے) آخر میں جنت میں داخل ہونے والا وہ شخص ہوگا جو کبھی چلے گا اور کبھی منہ کے بل گر پڑے گا اور کبھی وہ آگ کے تھپیڑے کی زد میں آئے گا۔ جب وہ آگ سے آگے بڑھے گا تو آگ کی طرف متوجہ ہوگا اور کہے گا: عظمتوں والی ہے وہ ذات جس نے مجھے تجھ سے نجات دلائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ چیز عطا فرمائی ہے جو اگلوں اور پچھلوں میں سے کسی کو عطا نہیں فرمائی۔ اسی اثناء میں ایک درخت کو اس کے سامنے کیا جائے گا۔ وہ عرض کرے گا: پروردگار! مجھے اس درخت کے نزدیک کر دے تاکہ میں اس کے سائے

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 1067　　2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 1077　　3۔ ایضاً

سے مستفیض ہوسکوں اور اس کا پانی پی سکوں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے ابن آدم! ممکن ہے کہ اگر میں تمہاری یہ دعا قبول کرلوں تو تم (اس پر قناعت نہ کرو اور) اس کے علاوہ کچھ اور مانگنے لگو۔ وہ عرض کرے گا: نہیں، میرے پروردگار! وہ اللہ تعالیٰ سے عہد کرے گا کہ مزید کچھ نہیں مانگے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو معذور قرار دے گا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ وہ اس پر صبر نہیں کرسکتا۔ وہ اسے اس درخت کے قریب کر دے گا۔ وہ اس کے سائے سے مستفیض ہوگا اور اس کا پانی پیے گا۔ پھر ایک اور درخت اس کے سامنے کیا جائے گا جو پہلے درخت سے زیادہ خوبصورت ہوگا۔ وہ عرض کرے گا: پروردگار! مجھے اس درخت کے قریب کر دے تاکہ میں اس کا پانی پی سکوں اور اس کے سائے سے مستفیض ہوسکوں۔ میں اس کے علاوہ تجھ سے کچھ نہیں مانگوں گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے فرزند آدم! کیا تو نے مجھ سے وعدہ نہیں کیا تھا کہ اس کے بغیر کچھ نہیں مانگے گا؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ممکن ہے میں تمہیں اس درخت کے نزدیک کر دوں تو تم اور مانگنے لگو۔ وہ اللہ تعالیٰ سے وعدہ کرے گا کہ اور کچھ نہیں مانگے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو معذور قرار دے گا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ وہ اس پر صبر نہیں کرسکتا۔ اللہ تعالیٰ اس کو اس درخت کے قریب کر دے گا۔ وہ اس کے سائے سے مستفیض ہوگا اور اس کا پانی پیے گا۔ پھر جنت کے دروازے کے پاس ایک اور درخت اس کے سامنے کیا جائے گا۔ وہ ان پہلے دونوں درختوں سے زیادہ خوبصورت ہوگا۔ وہ عرض کرے گا: پروردگار! مجھے اس درخت کے قریب کر دے تاکہ میں اس کے سائے سے لطف اندوز ہوسکوں اور اس کا پانی پی سکوں۔ پروردگار! میں اس کے علاوہ کچھ نہیں مانگوں گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے فرزند آدم! کیا تو نے مجھ سے وعدہ نہیں کیا تھا کہ اور کچھ نہیں مانگے گا؟ عرض کرے گا: پروردگار! وعدہ تو ضرور کیا تھا۔ پروردگار! بس، یہ عطا فرما دے۔ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں مانگوں گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو اس درخت کے نزدیک کر دے گا۔ جب اللہ تعالیٰ اس کو اس کے قریب کرے گا اور وہ جنتیوں کی آوازیں سنے گا تو عرض کرے گا۔ پروردگار! مجھے جنت میں داخل فرما۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے ابن آدم! مجھ سے تیرا یہ مسلسل مانگنا کیسے ختم ہوگا؟ کیا تو اس پر راضی ہے کہ ساری دنیا تجھے دے دی جائے اور اس کے ساتھ اتنی مزید بھی؟ عرض کرے گا: پروردگار! تو مجھ سے استہزاء فرما رہا ہے جب کہ تو پروردگار عالم ہے۔ (یہ کہتے ہوئے) حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ (راوی) ہنسے پھر فرمایا: کیا تم مجھ سے یہ نہیں پوچھتے کہ میں ہنسا کیوں ہوں؟ لوگوں نے پوچھا: آپ کیوں ہنس رہے ہیں؟ فرمایا: (یہ روایت بیان کرتے ہوئے) حضور ﷺ اسی طرح ہنسے تھے۔ لوگوں نے پوچھا: یا رسول اللہ! ﷺ آپ ہنسے کیوں ہیں تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے (بلاتمثیل) ضحک کی وجہ سے۔ جب وہ بندہ کہے گا: پروردگار! تو مجھ سے استہزاء فرما رہا ہے جب کہ آپ رب العالمین ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں

تیرے ساتھ استہزاء نہیں کر رہا بلکہ میں جو چاہتا ہوں اس کو کرنے پر قادر ہوں۔(1)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرمایا: حضور ﷺ جب نماز کے لیے اٹھتے اور کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے۔ پھر جب رکوع کرتے تو تکبیر کہتے۔ پھر جب رکوع سے اپنی پشت سیدھی کرتے تو پڑھتے: سمع اللہ لمن حمدہ پھر کھڑے ہو کر پڑھتے: ربنا لك الحمد۔ پھر جب سجدے کے لیے نیچے جاتے تو تکبیر کہتے۔ پھر جب سجدے سے سر اٹھاتے تو تکبیر کہتے۔ پھر (دوسرا) سجدہ کرتے تو تکبیر کہتے۔ پھر جب سجدے سے سر اٹھاتے تو تکبیر کہتے۔ پھر پوری نماز میں یوں ہی کرتے حتی کہ نماز مکمل کر لیتے۔ دو رکعتوں کے بعد قعدے سے اٹھتے تو بھی تکبیر کہتے۔ پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے: میری نماز تم سب کی نمازوں سے زیادہ حضور ﷺ کی نماز سے ملتی جلتی ہے۔(2)

حضرت مطرف سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی۔ آپ جب سجدہ کرتے تو تکبیر کہتے۔ جب سر کو اٹھاتے تو تکبیر کہتے۔ جب دو رکعتوں کے بعد اٹھتے تو تکبیر کہتے۔ جب ہم نماز سے فارغ ہوئے تو فرماتے ہیں: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: انہوں نے ہمیں اسی طرح نماز پڑھائی ہے جیسے حضور ﷺ نماز پڑھا کرتے تھے۔ یا فرمایا: انہوں نے ہمیں حضور ﷺ کی نماز کی یاد دلا دی ہے۔(3)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: قراءت قرآن کے بغیر کوئی نماز نہیں ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: جس (قراءت) کو حضور ﷺ نے ہم پر ظاہر فرمایا اس کو ہم تم پر ظاہر کریں گے اور جس کو آپ نے ہم سے مخفی رکھا اس کو ہم تم سے مخفی رکھیں گے۔(4)

حضرت سعید بن جبیر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے آیت قرآنی لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ (قیامہ:16) کی تفسیر کے متعلق روایت کرتے ہیں، فرمایا: حضور ﷺ کو نزول وحی سے سخت مشکل کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ آپ اپنے ہونٹوں کو حرکت دیتے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے مجھ سے (یعنی سعید راوی سے) فرمایا: میں ہونٹوں کو حرکت دے کر ایسے ہی تمہیں دکھاتا ہوں جیسے حضور ﷺ ہونٹوں کو حرکت دیتے تھے۔ پھر انہوں نے اپنے ہونٹوں کو حرکت دی۔ حضرت سعید نے (اپنے سامعین سے) کہا: میں اپنے ہونٹوں کو ایسے ہی حرکت دیتا ہوں جیسے حضرت ابن عباس

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 105
2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 169
3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 169
4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 170

رضی اللہ تعالیٰ عنہما حرکت دیا کرتے تھے۔ پھر انہوں نے اپنے ہونٹوں کو حرکت دی......الحدیث۔(1)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: لوگ ہر چیز میں آپ کا شکوہ کرتے ہیں حتی کہ نماز کے بارے میں بھی۔ انہوں نے جواب دیا: میں پہلی دو رکعتوں میں طویل قراءت کرتا ہوں اور آخری دو رکعتوں میں قراءت کو مختصر کرتا ہوں، اور چونکہ میں حضور ﷺ کی پیروی کرتا ہوں اس لیے مجھے کسی اور کی پروا نہیں ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: آپ کے متعلق یہی گمان ہوسکتا ہے۔ یا فرمایا: آپ کے متعلق میرا گمان یہی ہے۔(2)

حضرت انس بن سیرین سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ شام سے تشریف لائے تو ہم نے ان سے ملاقات کی۔ ان سے ہماری ملاقات ''عین التمر'' کے مقام پر ہوئی۔ میں نے دیکھا کہ وہ گدھے پر سوار نماز پڑھ رہے تھے اور ان کا رخ اس جانب تھا۔ یہ کہتے ہوئے انہوں نے قبلہ کی بائیں جانب اشارہ کیا۔ میں نے ان سے عرض کیا: میں نے دیکھا ہے کہ آپ قبلہ کی بجائے دوسری جانب رخ کر کے نماز پڑھ رہے تھے۔ فرمایا: اگر میں نے حضور ﷺ کو ایسا کرتے نہ دیکھا ہوتا تو میں کبھی ایسے نہ کرتا۔(3)

حضرت عبید بن جریج سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہا: اے ابوعبدالرحمن! میں نے آپ کو چار ایسے کام کرتے دیکھا ہے جو آپ کے سوا آپ کے کسی ساتھی کو کرتے نہیں دیکھا۔ انہوں نے فرمایا: ابن جریج! وہ چار کام کون سے ہیں؟ انہوں نے کہا: میں نے دیکھا ہے کہ آپ خانہ کعبہ کے ارکان میں سے صرف دو یمانی رکنوں (رکن یمانی اور وہ رکن جس میں حجر اسود ہے) کو چھوتے یا چومتے ہیں۔ اور میں نے دیکھا ہے کہ آپ سبتی جوتے پہنتے ہیں۔ اور میں نے دیکھا ہے کہ آپ زرد خضاب لگاتے ہیں۔ اور میں نے دیکھا ہے کہ آپ مکہ میں ہوں تو آپ حج کا احرام آٹھویں ذوالحجہ سے پہلے نہیں باندھتے جب کہ دوسرے لوگ چاند دیکھتے ہی احرام باندھ لیتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: جہاں تک ارکان کو ہاتھ لگانے کا تعلق ہے تو میں نے حضور ﷺ کو ان دو یمنی رکنوں کے علاوہ کسی رکن کو مس کرتے نہیں دیکھا، اور جہاں تک سبتی جوتوں کا تعلق ہے تو میں نے حضور ﷺ کو بالوں کے بغیر جوتے پہنتے دیکھا ہے جن میں آپ وضو بھی کیا کرتے تھے اور میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ میں بھی ایسے جوتے پہنوں۔ اور جہاں تک زرد خضاب لگانے کا تعلق ہے تو میں نے حضور ﷺ کو اس رنگ کا خضاب استعمال کرتے دیکھا ہے۔ اور

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 184 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 186 3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 245

میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ میں بھی زرد رنگ کا خضاب استعمال کروں۔ اور جہاں تک احرام باندھنے کا تعلق ہے تو میں نے حضور ﷺ کو اس وقت تک احرام باندھتے نہیں دیکھا جب تک کہ آپ کی اونٹنی آپ کو لے کر چل نہ پڑی۔(1)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حضور ﷺ کے حج کے متعلق ایک حدیث پاک مروی ہے۔ اس حدیث کے آخر میں یہ الفاظ ہیں:............حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی ڈیوٹی دے کر تشریف لائے۔ حضور ﷺ نے ان سے پوچھا: تم نے کس چیز کے احرام کی نیت کی تھی؟ انہوں نے عرض کیا: میں نے اسی چیز کی نیت کی تھی جس کی نیت حضور ﷺ نے کی ہے......الحدیث۔(2)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرمایا: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حجر اسود کو چوما، پھر فرمایا: خدا کی قسم، مجھے علم ہے کہ تو ایک پتھر ہے۔ اگر میں نے حضور ﷺ کو تجھے چومتے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے کبھی نہ چومتا......الحدیث۔(3)

حضرت بکر بن عبداللہ المزنی سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں کعبہ کے پاس حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ بیٹھا تھا کہ ان کے پاس ایک اعرابی آیا اور کہا: کیا وجہ ہے کہ میں دیکھتا ہوں کہ تمہارے چچا زاد شہد اور دودھ پلاتے ہیں اور تم نبیذ پلاتے ہو؟ کیا اس کا سبب تمہاری تنگدستی ہے یا بخل؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: الحمدللہ، نہ تو ہم نادار ہیں اور نہ ہی بخیل۔ حضور ﷺ اپنی اونٹنی پر تشریف لائے۔ حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے پیچھے تھے۔ آپ نے پانی طلب کیا۔ ہم نے آپ کی خدمت میں نبیذ کا ایک برتن پیش کیا۔ آپ نے اسے نوش فرمایا اور جو بچ گیا وہ حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پلایا اور فرمایا: تم نے بہت اچھا اور عمدہ کام کیا ہے۔ ایسا ہی کیا کرو (یعنی نبیذ ہی پلایا کرو۔) سو حضور ﷺ نے جس کام کا حکم فرمایا ہے ہم اس کو بدلنے کا ارادہ نہیں رکھتے۔(4)

حضرت نافع سے مروی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور ﷺ کے زمانہ میں، پھر عہد حضرات صدیق و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم میں اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے ابتدائی زمانہ میں اپنی زمین کرائے پر دیتے تھے، حتی کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے آخری زمانے میں آپ کو پتا چلا کہ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے زمین کو کرایہ پر دینے کی ممانعت کی حدیث روایت کرتے ہیں۔ آپ ان کے پاس تشریف لے گئے۔ میں (یعنی نافع) بھی آپ کے ساتھ تھا۔ آپ نے ان سے پوچھا تو انہوں نے جواب دیا: حضور ﷺ

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 377
2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 392
3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 412
4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 423

مزروعہ زمین کو کرائے پر دینے سے منع فرماتے تھے۔ اس کے بعد حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے زمین کو کرائے پر دینا بند کر دیا۔ اس کے بعد ان سے اس کے متعلق پوچھا جاتا تو آپ فرماتے: رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خیال ہے کہ حضور ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔(1)

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے زمانہ میں انہوں نے حضرت ابو حدرد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، مسجد کے اندر، اس قرض کی واپسی کا مطالبہ کیا جو ان کے ذمہ تھا۔ ان دونوں کی آوازیں بلند ہوئیں حتیٰ کہ حضور ﷺ نے اپنے گھر میں ان کو سن لیا۔ حضور ﷺ نے اپنے حجرے کا پردہ اٹھایا اور حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آواز دی۔ اے کعب بن مالک! انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ حاضر ہوں۔ آپ نے اشارے سے ان کو فرمایا: آدھا قرض معاف کر دو۔ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ آدھا قرض معاف کر دیا۔ پھر حضور ﷺ نے ان (حضرت ابو حدرد رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے فرمایا: اٹھو اور قرض ادا کرو۔(2)

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: جنگ احزاب کی رات ہم حضور ﷺ کی معیت میں تھے۔ تیز آندھی اور شدید سردی نے ہمیں اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: کون مرد مجھے دشمن کی خبر لا کر دے گا؟ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو میرا ساتھ عطا فرمائے گا۔ ہم خاموش رہے اور ہم میں سے کسی نے حضور ﷺ کو جواب نہیں دیا۔ آپ نے پھر فرمایا: کیا کوئی شخص مجھے دشمن کی خبر لا کر دے سکتا ہے؟ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو میرا ساتھ عطا فرمائے گا۔ ہم خاموش رہے اور ہم میں سے کسی نے بھی حضور ﷺ کو جواب نہیں دیا: آپ ﷺ نے پھر فرمایا: کیا کوئی مرد ہے جو مجھے دشمن کی خبر لا کر دے؟ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو میرا ساتھ عطا فرمائے گا۔ ہم خاموش رہے اور ہم میں سے کسی نے آپ کو جواب نہ دیا۔ پھر آپ نے فرمایا: اے حذیفہ! اٹھو، اور ہمیں دشمن کی خبر لا کر دو۔ اب جب حضور ﷺ نے میرا نام لے کر حکم دیا تو میرے پاس اٹھ کھڑا ہونے کے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا۔ آپ نے فرمایا: جاؤ اور ہمیں دشمن کی خبر لا کر دو اور ان کو میرے خلاف مشتعل نہ کرنا۔ جب میں آپ کے پاس سے (روانہ ہونے کے لیے مڑا) تو میں نے محسوس کیا کہ میں (سخت سردی کے باوجود) حمام میں چل رہا ہوں۔ حتیٰ کہ میں ان (دشمنوں) کے پاس پہنچا۔ میں نے دیکھا کہ ابوسفیان آگ سے اپنی پشت کو گرما رہا تھا۔ میں نے تیر کمان کے درمیان رکھا اور اس پر تیر پھینکنے کا ارادہ کیا۔ پھر مجھے حضور ﷺ کا یہ فرمان یاد آ گیا: "ان کو میرے خلاف مشتعل نہ کرنا"۔ اگر میں اس پر تیر پھینکتا تو میرا تیر اس کو جا لگتا۔ میں واپس مڑا تو (صورت یہ تھی) گویا میں حمام میں چل رہا

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 13 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 17

ہوں۔ جب میں آپ ﷺ کے پاس پہنچا تو آپ کو ان کی خبر دی اور اپنے کام سے فارغ ہو گیا تو مجھے سردی لگنے لگی۔ حضور ﷺ نے اپنے چغے، جس کو آپ پہنتے تھے اور اس میں نماز پڑھتے تھے، کا فالتو حصہ مجھے پہنا دیا، میں صبح تک مسلسل سویا رہا۔ جب صبح ہوئی تو حضور ﷺ نے مجھے فرمایا: اے سونے والے! اٹھو۔ (1)

حضرت عبدالعزیز بن صہیب سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لوگوں نے کچی کھجوروں کی شراب کے متعلق پوچھا: انہوں نے جواب دیا: ہمارے پاس تو کھجور کی اس شراب کے علاوہ اور کوئی شراب نہیں ہوتی تھی جس کو تم فضیح کہتے ہو۔ میں حضرت ابوطلحہ، حضرت ابوایوب انصاری اور کچھ دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو، اپنے گھر میں، شراب پلا رہا تھا کہ ایک آدمی آیا اور کہا: کیا تمہارے پاس خبر پہنچ گئی ہے؟ ہم نے کہا: نہیں۔ اس نے کہا: شراب حرام کر دی گئی ہے۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: انس! ان مٹکوں کو انڈیل دو۔ فرمایا: اس ایک آدمی کی خبر کے بعد انہوں نے نہ اس کے متعلق پوچھا اور نہ ہی تکرار کی۔ (2)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ایک آدمی کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی۔ آپ نے وہ انگوٹھی اتار کر پھینک دی اور فرمایا: تم میں سے کوئی شخص آگ کے انگارے کو پکڑتا ہے اور اس کو اپنے ہاتھ میں ڈال لیتا ہے۔ حضور ﷺ کے تشریف لے جانے کے بعد اس آدمی سے کہا گیا: اپنی انگوٹھی اٹھا لو اور اس سے فائدہ اٹھاؤ۔ (یعنی پہننے کے علاوہ کسی اور طریقے سے۔) اس شخص نے جواب دیا: اس انگوٹھی کو حضور ﷺ نے پھینکا ہے، میں اس کو کبھی نہیں اٹھاؤں گا۔ (3)

حضرت سیار سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں حضرت ثابت البنانی کے ساتھ چل رہا تھا کہ وہ بچوں کے پاس سے گزرے اور ان کو سلام کیا۔ حضرت ثابت نے بتایا کہ وہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ چل رہے تھے کہ وہ بچوں کے پاس سے گزرے، ان کو سلام کیا۔ اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ حدیث سنائی کہ وہ حضور ﷺ کے ساتھ چل رہے تھے کہ آپ بچوں کے پاس سے گزرے اور ان کو سلام کیا۔ (4)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: جس چیز کو آگ نے چھوا ہو اس کے استعمال سے وضو ضروری ہو جاتا ہے، خواہ وہ پنیر کا ٹکڑا ہی ہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: تو کیا تیل کے استعمال سے

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 107
2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 162
3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 195
4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 214

بھی ہم پر وضو ضروری ہو جاتا ہے؟ کیا گرم پانی کے استعمال سے ہم پر وضو ضروری ہو جاتا ہے؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: جب تم حضور ﷺ کی حدیث پاک سن لو تو اس کے متعلق مثالیں نہ دیا کرو۔(1)

حضرت سالم بن عبداللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک شامی شخص کو سنا: وہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حج تمتع یعنی حج کے ساتھ عمرہ کو شامل کرنے کے متعلق پوچھ رہا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: یہ جائز ہے۔ شامی نے کہا: آپ کے والد ماجد نے اس سے منع کیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے، اگر میرے والد ماجد نے اس سے منع فرمایا ہے اور حضور ﷺ نے یہ کام کیا ہے تو کیا میرے والد ماجد کے حکم پر عمل کیا جائے گا یا حضور ﷺ کے فرمان کی پیروی کی جائے گی؟ اس آدمی نے عرض کیا: بلکہ حضور ﷺ کے حکم پر عمل کیا جائے گا۔ تو حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: (تو یہ وہ کام ہے) جو حضور ﷺ نے کیا ہے ......الحدیث۔(2)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ دو دنبوں کی قربانی دیا کرتے تھے۔ ایک دنبہ حضور ﷺ کی طرف سے اور دوسرا اپنی طرف سے۔ آپ سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: مجھے حضور ﷺ نے اس کام کا حکم دیا ہے اور میں اس کام کو کبھی نہیں چھوڑوں گا۔(3)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: اہل صفہ اسلام کے مہمان تھے۔ ان کا نہ کوئی گھر تھا اور نہ مال۔ اللہ تعالیٰ کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، میں بھوک کی شدت کی وجہ سے اپنا پیٹ زمین پر رکھا کرتا تھا اور بھوک کی وجہ سے میں پیٹ پر پتھر باندھا کرتا تھا۔ ایک روز میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے راستے پر بیٹھ گیا جس سے وہ باہر آیا کرتے تھے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے پاس سے گزرے۔ میں نے ان سے قرآن حکیم کی ایک آیت کے متعلق پوچھا۔ میرے سوال کرنے کا مقصد یہ تھا کہ وہ مجھے اپنے پیچھے آنے کا حکم دیں گے۔ وہ گزر گئے لیکن انہوں نے مجھے اپنے پیچھے آنے کا حکم نہیں دیا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گزرے۔ میں نے ان سے (بھی) قرآن کریم کی ایک آیت کے متعلق پوچھا۔ میرے سوال کرنے کا مقصد یہ تھا کہ وہ مجھے اپنے پیچھے آنے کا حکم دیں گے۔ وہ گزر گئے لیکن انہوں نے مجھے اپنے ساتھ آنے کا حکم نہیں دیا۔ پھر حضرت ابو القاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں سے گزرے۔ آپ نے مجھے دیکھا تو تبسم فرمایا۔ فرمایا: ابو ہریرہ! میں نے عرض کیا: لبیک، یارسول اللہ! ﷺ فرمایا: آجاؤ۔ میں آپ کے پیچھے چل دیا۔ آپ

1۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 12　2۔ جامع الترمذی، جلد 1، صفحہ 101　3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 180

اپنے گھر میں داخل ہوئے۔ میں نے اندر آنے کی اجازت مانگی۔ آپ نے اجازت دے دی۔ آپ کو دودھ کا ایک پیالہ نظر آیا۔ آپ نے پوچھا: تمہارے پاس یہ دودھ کہاں سے آیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: فلاں شخص نے یہ دودھ بطور ہدیہ دیا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ابو ہریرہ! میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ حاضر ہوں۔ فرمایا: اہل صفہ کے پاس جاؤ اور انہیں بلا لاؤ۔ وہ اضیاف اسلام ہیں۔ ان کا کوئی گھر ہے نہ مال۔ اگر حضور ﷺ کے پاس صدقہ کا مال آجاتا تو آپ سارا ان (اہل صفہ) کی طرف بھیج دیتے اور خود اس سے کچھ نہ لیتے۔ اور اگر آپ کے پاس کوئی چیز بطور ہدیہ آتی تو آپ وہ چیز ان کے پاس بھی بھیجتے، خود بھی اس میں سے استعمال کرتے اور ان کو اپنے ساتھ شریک کرتے۔ یہ بات (یعنی اہل صفہ کو بلا لانے والی بات) اگرچہ میری تمنا کے خلاف تھی۔ میں نے جی میں کہا: یہ پیالہ اہل صفہ کے کیا کام آئے گا؟ اور میں تو آپ کا قاصد ہوں۔ آپ مجھے حکم دیں گے کہ میں پیالہ باری باری ان کو پیش کروں اور ممکن نہیں کہ اس دودھ سے مجھے کوئی شے ملے۔ مجھے امید تھی کہ میں یہ دودھ پیوں گا جس سے میری بھوک کا مداوا ہو سکے گا لیکن اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کی پیروی کے بغیر چارہ نہ تھا۔ سو میں ان (اہل صفہ) کے پاس گیا اور ان کو دعوت دی...... الحدیث۔ (1)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو نماز پڑھا رہے تھے کہ آپ نے نعلین اتارے اور انہیں اپنی بائیں جانب رکھ دیا۔ جب لوگوں نے یہ دیکھا تو انہوں نے بھی اپنے نعلین اتار دیے۔ حضور ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو پوچھا: تم نے جوتے کس وجہ سے اتارے تھے؟ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ ہم نے آپ کو جوتے اتارتے دیکھا تو ہم نے بھی جوتے اتار دیے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: بے شک حضرت جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے تھے اور مجھے بتایا تھا کہ میرے نعلین میں (قذر) میل ہے۔ اور فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں آئے تو دیکھے۔ اگر اسے جوتے میں میل نظر آئے تو اسے (زمین پر) رگڑے اور اس میں نماز پڑھ لے۔ (2)

حضرت قاسم بن مخیمرہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: حضرت علقمہ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے یہ حدیث سنائی کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کہ حضور ﷺ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور انہیں نماز میں تشہد کی تعلیم دی...... الحدیث۔ (3)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ جمعہ کے دن منبر پر تشریف فرما ہوئے تو فرمایا: بیٹھ جاؤ۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ فرمان سنا تو مسجد کے دروازے پر ہی

1۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 71 2۔ سنن ابی داؤد، جلد 1، صفحہ 102 3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 146

بیٹھ گئے۔ حضور ﷺ نے ان کو دیکھا تو فرمایا: اے عبداللہ بن مسعود! آگے آجاؤ..... الحدیث۔ (1)

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اس عورت کے ساتھ اس کی بیٹی تھی اور اس کے ہاتھ میں سونے کے دو موٹے کنگن تھے۔ حضور ﷺ نے پوچھا: کیا تم اس کی زکوٰۃ دیتی ہو؟ اس نے عرض کیا: نہیں، یارسول اللہ! ﷺ فرمایا: کیا تمہیں یہ بات پسند ہے کہ قیامت کے دن ان کے بدلے، اللہ تعالیٰ تجھے آگ کے دو کنگن پہنائے؟ اس نے وہ کنگن اتار کر حضور ﷺ کی طرف پھینک دیئے اور عرض کیا: یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا مال ہیں۔ (2)

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: کچھ لوگ یعنی اعرابی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ کچھ زکوٰۃ وصول کرنے والے ہمارے پاس آتے ہیں اور ہم پر ظلم کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: اپنے جامعین زکوٰۃ کو خوش رکھا کرو۔ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ اگر وہ ہم پر ظلم کریں (تو بھی ہم ان کو خوش رکھیں؟) فرمایا: اپنے جامعین زکوٰۃ کو خوش رکھا کرو..... اگرچہ تمہارے ساتھ ناانصافی ہو..... حضرت جریر نے فرمایا: حضور ﷺ کا یہ فرمان سننے کے بعد زکوٰۃ وصول کرنے والا جو بھی میرے پاس گیا وہ مجھ سے خوش گیا۔ (3)

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ہم سات، آٹھ یا نو آدمی حضور ﷺ کے پاس تھے۔ آپ نے فرمایا: کیا تم خدا کے رسول ﷺ سے بیعت نہیں کرو گے؟ ہم نے تھوڑا ہی عرصہ پہلے بیعت کی تھی۔ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ ہم بیعت کر چکے ہیں۔ حضور ﷺ نے یہی بات تین مرتبہ دوہرائی اور ہم نے اپنے ہاتھ پھیلا دیئے اور بیعت کی۔ ایک آدمی نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ ہم آپ سے اسلام کی بیعت کر چکے ہیں، اب ہم کس چیز پر بیعت کریں؟ فرمایا: اس بات پر کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو گے اور کسی کو اس کا شریک نہیں بناؤ گے اور نماز پنجگانہ کو قائم کرو گے اور (اولی الامر) کی باتیں سنو گے اور ان کی اطاعت کرو گے۔ اور ایک بات آپ نے آہستہ فرمائی، فرمایا: لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہیں کرو گے۔ راوی کہتے ہیں: ان (بیعت کرنے والوں میں سے) بعض کا حال یہ تھا کہ ان کا کوڑا اگر جاتا تو وہ کسی سے یہ سوال نہ کرتے کہ وہ ان کو کوڑا پکڑا دے..... الحدیث۔ (4)

1۔ سنن ابی داؤد، جلد 1، صفحہ 163 | 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 225
3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 231 | 4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 239

حضرت نافع سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب مکہ تشریف لاتے تو رات صبح تک ذی طویٰ میں قیام فرماتے، پھر غسل فرماتے اور مکہ میں دن کے وقت داخل ہوتے اور حضور ﷺ کے متعلق بتاتے کہ آپ یوں ہی کیا کرتے تھے۔(1)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: اب جب کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ عطا فرما دیا ہے اور اس نے کفر اور اہل کفر کو ختم کر دیا ہے، تو اب رمل کرنے یا کندھے سے کپڑا ہٹانے کا کیا مقصد ہے، لیکن ہم اس کام کو ترک نہیں کریں گے جو ہم حضور ﷺ کے عہد مبارک میں کیا کرتے تھے۔(2)

حضرت نافع حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ بطحا کے مقام پر ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں ادا فرماتے۔ پھر تھوڑی دیر کے لیے سو جاتے۔ پھر مکہ میں داخل ہوتے۔ (حضرت نافع فرماتے ہیں:) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی ایسے ہی کیا کرتے تھے۔(3)

حضرت ابن عثمان سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس جگہ بیٹھے جہاں آپ (راوی) بیٹھے ہیں۔ انہوں نے فرمایا: میں اس وقت تک یہاں سے نہیں نکلوں گا جب تک کہ کعبہ کا مال (یعنی جو مال کعبہ میں دفن تھا) تقسیم نہ کروں۔ راوی کہتے ہیں: میں نے عرض کیا: آپ ایسا نہیں کریں گے۔ انہوں نے فرمایا: کیوں؟ میں نے عرض کیا: اس لیے کہ حضور ﷺ کو بھی اس مال کا علم تھا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی۔ اور ان دونوں کو اس مال کی آپ سے زیادہ ضرورت تھی لیکن انہوں نے اس مال کو ہلایا تک نہیں۔ (آپ نے یہ بات سنی تو) اٹھ کھڑے ہوئے اور باہر تشریف لے گئے۔(4)

حضرت منصور الکلبی سے مروی ہے کہ حضرت دحیہ الکلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک بار، رمضان کے مہینے میں، دمشق کے ایک گاؤں سے اتنی مسافت کے لیے نکلے جتنی مسافت عقبہ سے فسطاط تک ہے، اور یہ مسافت تین میل ہے، تو آپ نے افطار کیا اور کچھ لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ افطار کیا۔ کچھ دوسرے لوگوں نے افطار کرنے کو پسند نہیں کیا۔ آپ جب اپنے گاؤں واپس تشریف لائے تو فرمایا: آج میں نے ایک ایسی چیز دیکھی ہے جو میرا گمان نہیں تھا کہ میں دیکھوں گا۔ اور وہ یہ ہے کہ لوگ حضور ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی سنت سے روگردانی کرنے لگے ہیں۔ آپ نے یہ بات ان لوگوں کے متعلق فرمائی جنہوں نے روزہ رکھا تھا۔ پھر اس کے ساتھ یہ دعا کی: اے اللہ

1۔ سنن ابی داؤد، جلد 1، صفحہ 264
2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 267
3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 282
4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 285

تعالیٰ، مجھے اپنے پاس بلالے۔(1) (کیونکہ مسلمانوں میں اطاعت رسول ﷺ سے روگردانی کا رجحان نظر آرہا ہے۔)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زمانہ جاہلیت میں نذر مانی تھی کہ وہ ایک دن اور ایک رات کعبہ کے پاس اعتکاف کریں گے۔ انہوں نے حضور ﷺ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا: اعتکاف کرو اور روزہ بھی رکھو۔(2)

ایک دوسری سند سے وہ روایت کرتے ہیں، فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اعتکاف میں تھے کہ لوگوں نے (بآواز بلند) تکبیر کہی۔ آپ نے پوچھا: عبد اللہ! یہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: حضور ﷺ نے ہوازن کے قیدیوں کو رہا کر دیا ہے۔ فرمایا: اس لونڈی (جو ہوازن کے قیدیوں میں سے آپ کے حصے میں آئی تھی) کو ان کے ساتھ بھیج دو۔(3)

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ کے عہد میں ہم زمین مزارعت پر دیا کرتے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ ان کے ایک چچا ان کے پاس آئے اور بتایا کہ حضور ﷺ نے ایک ایسے کام سے منع فرما دیا ہے جو ہمارے لیے نفع بخش ہے اور ہمارے لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت ہی زیادہ نفع بخش ہے۔ راوی کہتے ہیں: ہم نے پوچھا: وہ کیا چیز ہے؟ (جس سے حضور ﷺ نے منع فرمایا ہے) انہوں نے جواب دیا: حضور ﷺ نے فرمایا: جس کے پاس زمین ہو وہ اس کو یا تو خود کاشت کرے اور یا اپنے کسی بھائی کو کاشت کے لیے دے دے۔ اور اسے تہائی، چوتھائی یا مقرر کردہ غلے پر کرائے پر نہ دے۔(4)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: اگر تم میں سے کسی سے اس کا بھائی اس کی دیوار میں لکڑی گاڑنے کی اجازت طلب کرے تو وہ اس کو اس سے منع نہ کرے۔ (یہ حدیث سن کر) لوگوں نے سر جھکا لیے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کیا وجہ ہے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم اس سے اعراض کر رہے ہو؟ میں تو اس حدیث کو تمہارے درمیان عام کر کے ہی چھوڑوں گا...... الحدیث۔(5)

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں، فرماتے ہیں: ہم حضور ﷺ کی معیت میں ایک چوٹی سے اترے۔ میرے اوپر ایک چادر نما کپڑا تھا جو زرد رنگ میں لتھڑا ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے پوچھا: تمہارے اوپر یہ کپڑا کس قسم کا ہے؟ میں حضور ﷺ کی ناپسندیدگی

1۔ سنن ابی داؤد، جلد 1، صفحہ 335
2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 342
3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 342
4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 126
5۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 156

کو بھانپ گیا۔ میں گھر آیا تو میرے گھر والے تنور گرم کر رہے تھے۔ میں نے وہ کپڑا اس میں ڈال دیا۔ پھر اگلے روز میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا: عبداللہ! اس چادر نما کپڑے کا کیا بنا؟ میں نے آپ کو بتایا (کہ میں نے اس کو تنور میں پھینک دیا ہے۔) تو آپ نے فرمایا: تم نے کیوں نہ وہ کپڑا اپنے اہل خانہ میں سے کسی (عورت) کو پہنا دیا کیونکہ عورتوں کے لیے اس قسم کا کپڑا پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے۔(1)

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرمایا: ہم حضور ﷺ کی معیت میں ایک سفر پر روانہ ہوئے۔ آپ نے ہماری سواریوں اور اونٹوں پر کپڑے دیکھے جن میں سرخ اون کے ڈورے تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: کیا میں یہ نہیں دیکھ رہا کہ یہ سرخی تم پر غالب آ گئی ہے؟ حضور ﷺ کا یہ فرمان سن کر ہم جلدی جلدی اٹھے حتی کہ ہمارے بعض اونٹ بھاگنے لگے اور ہم نے اونٹوں سے ان کپڑوں کو کھینچ کر اتار دیا۔(2)

حضرت معاویہ بن قرہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: مجھے میرے والد نے حدیث سنائی، فرمایا: ...... میں قبیلہ مزینہ کی ایک جماعت کے ساتھ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ہم نے آپ سے بیعت کی۔ آپ کی قمیص کے بٹن کھلے تھے۔ فرماتے ہیں: ہم نے آپ سے بیعت کی۔ پھر میں نے آپ کی قمیص میں ہاتھ ڈال کر خاتم نبوۃ کو چھوا۔ عروہ راوی فرماتے ہیں: میں نے معاویہ اور ان کے بیٹے کو سردیوں میں یا گرمیوں میں، جب بھی دیکھا ان کی قمیصوں کے بٹنوں کو کھلا ہی دیکھا اور وہ اپنی قمیصوں کے بٹن بند کرتے ہی نہ تھے۔(3)

ابی جری جابر بن سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے ایک ہستی کو دیکھا کہ لوگ ان کی رائے کو قبول کرتے تھے۔ وہ جو کچھ فرماتے، لوگ اس پر عمل کرتے۔ میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ لوگوں نے جواب دیا: یہ رسول اللہ ﷺ ہیں۔ میں نے عرض کیا: علیك السلام یا رسول اللہ۔ میں نے دو مرتبہ یہ کلمات کہے۔ آپ نے فرمایا: علیك السلام نہ کہو کیونکہ ''علیك السلام'' مُردوں کا سلام ہے۔ تم السلام علیك کہا کرو۔ کہتے ہیں: میں نے عرض کیا: آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں؟ آپ نے جواب دیا: میں رسول ہوں اس اللہ کا کہ جب تمہیں کوئی تکلیف پہنچے اور تم اس سے دعا کرو تو وہ تمہاری تکلیف دور فرما دیتا ہے۔ اور اگر تم قحط سالی میں مبتلا ہو جاؤ اور اسے پکارو تو وہ تمہاری کھیتیاں اگا دیتا ہے۔ اور اگر تم چٹیل میدان میں ہو اور تمہاری سواری کھو جائے اور تم اسے پکارو تو وہ تمہاری سواری تمہیں لوٹا دیتا ہے۔ راوی کہتے ہیں: میں نے عرض کیا: مجھے نصیحت فرمائیے۔ فرمایا: کسی کو گالی نہ دینا۔

1۔ سنن ابی داؤد، جلد 2، صفحہ 207 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 208 3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 209

فرماتے ہیں: اس کے بعد میں نے کسی کو گالی نہیں دی، نہ کسی آزاد انسان کو، نہ کسی غلام کو، نہ اونٹ کو اور نہ کسی بکری کو۔ اور آپ نے فرمایا: کسی نیکی کو چھوٹا نہ سمجھنا خواہ وہ نیکی یہ ہو کہ تم اپنے بھائی کے ساتھ خندہ پیشانی سے گفتگو کرو، کیونکہ یہ بھی ایک نیکی ہے۔ اور اپنی چادر کو نصف پنڈلیوں تک اٹھا کے رکھو اور اگر تم ایسا نہ کر و تو اسے ٹخنوں تک رکھو اور چادر کو لٹکانے سے بچو کیونکہ یہ تکبر میں سے ہے اور اللہ تعالیٰ تکبر کو پسند نہیں فرماتا۔ اور اگر کوئی شخص تیری اس کمزوری کی وجہ سے جس کا اسے علم ہے، تجھے گالی دے یا عار دلائے تو تو اسے، اس کی اس کمزوری کی وجہ سے جسے تو جانتا ہے، گالی نہ دے اور نہ عار دلا کیونکہ (اس طرح) اس کا وبال اس پر پڑے گا۔ (1)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: اللہ تعالیٰ رحم فرمائے پہلے ہجرت کرنے والی مسلمان عورتوں پر، جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَلۡيَضۡرِبۡنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوۡبِهِنَّ (نور: 31) ''کہ مسلمان عورتیں اپنے گریبانوں کو اوڑھنیوں سے ڈھانپ لیں''، تو انہوں نے اپنی چادروں کے کنارے پھاڑے اور ان کو اوڑھنیوں کے طور پر استعمال کیا۔ (2)

حضرت عبداللہ بن بریدہ سے مروی ہے کہ ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف روانہ ہوئے۔ وہ مصر میں تھے۔ وہ ان کے پاس پہنچے تو کہا: میں آپ کی زیارت کے ارادے سے نہیں آیا۔ میں تو اس لیے آیا ہوں کہ میں نے اور آپ نے حضور ﷺ سے ایک حدیث سنی تھی۔ مجھے امید ہے کہ تمہیں وہ حدیث یاد ہوگی۔ انہوں نے پوچھا: کون سی حدیث؟ انہوں نے فرمایا: فلاں حدیث۔ پھر ان صحابی نے ان سے پوچھا: کیا وجہ ہے کہ آپ کے بال پراگندہ نظر آتے ہیں، حالانکہ آپ علاقہ کے امیر ہیں؟ فرمایا: حضور ﷺ ہمیں زیادہ عیش پسندی سے منع فرمایا کرتے تھے۔ انہوں نے پوچھا: کیا وجہ ہے کہ آپ نے جوتے نہیں پہن رکھے؟ انہوں نے جواب دیا: حضور ﷺ ہمیں حکم دیا کرتے تھے کہ ہم کبھی کبھی ننگے پاؤں بھی چلا کریں۔ (3)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ، اسامہ بن زید، بلال اور عثمان بن طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم خانہ کعبہ میں داخل ہوئے اور دروازہ بند کر لیا۔ جب حضور ﷺ نے دروازہ کھولا تو سب سے پہلے داخل ہونے والا میں تھا۔ میں نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا: کیا حضور ﷺ نے خانہ کعبہ کے اندر نماز پڑھی ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں۔ آپ نے دو یمنی ستونوں کے درمیان نماز پڑھی ہے۔ (4)

1۔ سنن ابی داؤد، جلد 2، صفحہ 210
2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 213
3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 220
4۔ سنن النسائی جلد 1، صفحہ 112

حضرت امیہ بن عبداللہ بن خالد سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے عرض کیا: مقیم کی نماز اور صلوٰۃ خوف کا ذکر ہمیں قرآن حکیم میں ملتا ہے لیکن نماز سفر کو ہم قرآن حکیم میں نہیں پاتے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ان سے فرمایا: بھتیجے! اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا جب کہ ہم کچھ بھی نہیں جانتے تھے۔ (اب) ہم وہی کچھ کرتے ہیں جو کچھ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے دیکھا ہے۔(1)

حضرت ابن السمط سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ذوالحلیفہ میں دو رکعتیں پڑھتے دیکھا۔ میں نے آپ سے اس کے متعلق استفسار کیا تو آپ نے فرمایا: میں وہی کچھ کرتا ہوں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے دیکھا ہے۔(2)

حضرت قیس سے مروی ہے، میں حضرت خباب کے پاس گیا۔ انہوں نے اپنے پیٹ میں سات جگہوں پر داغ لگائے ہوئے تھے۔ انہوں نے فرمایا: اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں موت کی دعا کرنے سے منع نہ کیا ہوتا تو میں موت کی دعا کرتا۔(3)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جنازہ کے لیے کھڑے ہوتے دیکھا تو ہم کھڑے ہو گئے اور ہم نے دیکھا کہ آپ نے بیٹھنا شروع کر دیا ہے تو ہم بیٹھنے لگے۔(4)

حضرت غیلان سے مروی ہے، میں حضرت ابو قلابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ سفر میں تھا۔ انہوں نے کھانا پیش کیا تو میں نے عرض کیا: میں روزے سے ہوں۔ انہوں نے فرمایا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم سفر پر تشریف لے گئے۔ کھانا پیش کیا گیا تو آپ نے ایک دوسرے آدمی سے فرمایا: قریب آ جاؤ اور کھانا کھاؤ۔ اس شخص نے عرض کیا: میں روزے سے ہوں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مسافر کو آدھی نماز اور روزے میں رخصت عطا فرمائی ہے۔ لہٰذا تم قریب آ جاؤ اور کھانا کھا لو۔ سو میں قریب آیا اور کھانا کھا لیا۔(5)

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ مانگا۔ آپ نے مجھے عطا فرمایا۔ میں نے پھر آپ سے سوال کیا۔ آپ نے پھر مجھے عطا فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے حکیم! یہ مال بڑی لذیذ شے ہے۔ جو شخص اس کو نفس کی حرص کے بغیر حاصل کرتا ہے اس کے لیے اس میں برکت ہوتی ہے اور جو شخص اس کو نفس کے لالچ سے حاصل کرتا ہے اس کے

1۔ سنن النسائی، جلد 1، صفحہ 211 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 211 3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 258
4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 282 5۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 316

لیے اس میں برکت پیدا نہیں کی جاتی اور وہ شخص اس آدمی کی مثل ہو جاتا ہے جو کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا۔ اور دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے بہتر ہوتا ہے۔ حضرت حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، میں آپ کے بعد کسی سے کوئی چیز نہیں مانگوں گا حتی کہ میں اس دنیا سے کوچ کر جاؤں۔ (1)

حضرت مروان بن حکم سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حج تمتع اور ایک سفر میں حج اور عمرہ کو جمع کرنے سے منع کیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (حج کی نیت کرتے ہوئے کہا:) میں حج اور عمرہ دونوں کی نیت سے لبیک (تلبیہ) کہتا ہوں۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: آپ یہ کام کر رہے ہیں جب کہ میں اس کام سے منع کر رہا ہوں؟ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں لوگوں میں سے کسی کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو ترک کرنے والا نہیں ہوں۔ (2)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرمایا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نو سال مدینہ طیبہ میں قیام کیا۔ پھر لوگوں میں اعلان کیا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس سال حج کریں گے۔ (اس اعلان پر) خلق کثیر مدینہ طیبہ میں جمع ہو گئی۔ وہ سب یہ چاہتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کریں اور جو کام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کریں، وہ بھی وہ کام کریں۔ ذوالقعدہ کے پانچ دن باقی تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہوئے۔ ہم بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روانہ ہوئے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان موجود تھے۔ آپ پر قرآن حکیم کا نزول ہو رہا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تاویل کو صحیح صحیح جانتے تھے۔ جو کام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کرتے، ہم بھی وہی کام کرتے۔ ہم صرف حج کی نیت سے روانہ ہوئے تھے۔ (3)

حضرت زبیر بن عدی سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک شخص نے حجر اسود کو چھونے/چومنے کے متعلق سوال کیا۔ انہوں نے فرمایا: میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اسے چھوتے اور بوسہ دیتے ہوئے دیکھا ہے۔ اس شخص نے عرض کیا: اگر مجھے وہاں شدید ہجوم سے واسطہ پڑے یا میں (دوسرے لوگوں سے) مغلوب ہو کر اسے چھو نہ سکوں تو اس صورت میں آپ کا کیا خیال ہے؟ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: تم اپنے اس "تمہارا کیا خیال ہے" کو یمن تک محدود رہنے دو۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اسے چھوتے اور بوسہ دیتے دیکھا ہے۔ (4)

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ، غزوۂ تبوک میں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہ جا سکنے کی

1۔ سنن النسائی، جلد 1، صفحہ 364 — 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 13
3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 15 — 4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 38

حدیث بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:...... آپ نے سارا قصہ بیان کیا اور فرمایا: دیکھا تو حضور ﷺ کا بھیجا ہوا شخص آ رہا تھا۔ اس نے کہا: حضور ﷺ تمہیں اپنی بیوی سے علیحدہ ہونے کا حکم دیتے ہیں۔ میں نے پوچھا: کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ میں اپنی بیوی کو طلاق دے دوں؟ اس نے کہا: نہیں، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اس سے علیحدہ رہو اور اس کے قریب نہ جاؤ۔ میں نے اپنی بیوی سے کہا: تم اپنے اہل خانہ (یعنی آبائی گھر) میں چلی جاؤ اور اس وقت تک ان کے پاس رہو جب کہ اللہ تعالیٰ اس معاملے کا فیصلہ فرما دے۔(1)

حضرت حمید بن نافع حضرت زینب بنت سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے یہ تین احادیث بیان کیں۔ حضرت زینب فرماتی ہیں: میں ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس گئی جب ان کے والد ابوسفیان بن حرب فوت ہوئے۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خوشبو منگائی اور وہ خوشبو اپنی ایک لونڈی کو لگائی پھر اس کو اپنے رخساروں پر مل لیا۔ پھر فرمایا: خدا کی قسم، مجھے خوشبو لگانے کی کوئی حاجت نہیں ہے مگر میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: کوئی عورت جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہے، اس کے لیے حلال نہیں ہے کہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ منائے سوائے اپنے شوہر کے کہ اس پر چار مہینے اور دس دن سوگ منائے گی۔ حضرت زینب فرماتی ہیں: پھر میں حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس گئی، جب ان کے بھائی کا انتقال ہوا۔ انہوں نے خوشبو منگائی اور لگائی۔ پھر فرمایا: خدا کی قسم، مجھے خوشبو کی حاجت نہیں ہے مگر میں نے حضور ﷺ کو منبر پر یہ فرماتے سنا ہے: کوئی عورت جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہے، اس کے لیے حلال نہیں ہے کہ وہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ منائے سوائے اپنے شوہر کے کہ اس پر چار ماہ اور دس دن سوگ منائے گی۔ اور حضرت زینب (بنت ابی سلمہ) فرماتی ہیں: میں نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو یہ فرماتے سنا: ایک عورت حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ میری بیٹی کا خاوند فوت ہو گیا ہے اور اس کی آنکھوں میں تکلیف ہے۔ کیا میں اس کو سرمہ لگا سکتی ہوں؟ حضور ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ اس کے لیے چار ماہ اور دس دن سوگ کے ہیں...... الحدیث۔(2)

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: خیبر کے دن ہم گاؤں سے نکل رہے تھے کہ کچھ گدھے ہمارے ہاتھ آئے۔ ہم نے ان کو پکا لیا۔ حضور ﷺ کا منادی آیا اور اس نے ندا دی: حضور ﷺ نے گدھوں کو حرام کر دیا ہے لہٰذا اپنی ہانڈیوں کو الٹ دو۔ ہم نے اپنی

1۔ سنن النسائی، جلد 2، صفحہ 102 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 117

ہانڈیاں الٹ دیں۔(1)

سمرہ بن سہم سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں ابوہاشم بن عتبہ کے پاس گیا۔ وہ مرض طاعون میں مبتلا تھے۔ حضرت معاویہ ان کی تیمارداری کے لیے آئے تو ابوہاشم رو دیے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: آپ روتے کیوں ہیں؟ کیا درد آپ کو بے چین کر رہا ہے یا دنیا کی فارغ البالی کے چلے جانے کا غم ہے؟ فرمایا: ان میں سے کوئی بھی (میرے رونے کا سبب نہیں (روتا اس لیے ہوں) کہ حضور ﷺ نے مجھے ایک نصیحت کی تھی، کاش میں نے اس پر عمل کیا ہوتا۔ آپ نے فرمایا تھا: ہو سکتا ہے، تم لوگوں کے درمیان مال تقسیم ہوتے ہوئے پاؤ۔ اس مال میں سے تمہارے لیے ایک خادم اور راہ خدا کے لیے ایک سواری کافی ہے۔ (لیکن) مجھے مال ملا اور میں اس کو جمع کرنے میں لگ گیا۔(2)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: حضور ﷺ تین بار استنجاء کیا کرتے تھے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: ہم نے حضور ﷺ کی اس سنت پر عمل کیا اور ہمیں پتا چلا کہ یہ عمل دوا بھی ہے اور پاک کرنے والا بھی ہے...... الحدیث۔(3)

حضرت فضل بن مبشر سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھا کہ وہ ایک وضو سے کئی نمازیں پڑھتے تھے۔ میں نے ان سے اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے جواب دیا: میں نے حضور ﷺ کو ایسے کرتے دیکھا ہے اور میں وہی کرتا ہوں جو حضور ﷺ نے کیا ہے۔(4)

حضرت معقل بن یسار سے مروی ہے، فرماتے ہیں: وہ کھانا کھا رہے تھے کہ ان کے ہاتھ سے ایک لقمہ گر پڑا۔ انہوں نے لقمہ اٹھایا، اس میں جو میل تھا اسے دور کیا اور وہ لقمہ کھا لیا۔ کسان آپ کے اس عمل پر آنکھوں سے اشارے کرنے لگے۔ ان کی خدمت میں عرض کیا گیا: اللہ تعالیٰ امیر کا بھلا کرے، یہ دہقان اس بات پر آنکھوں سے اشارے کر رہے ہیں کہ آپ نے (گرا ہوا) لقمہ اٹھا کر اسے تناول فرمایا ہے، جب کہ یہ کھانے آپ کی خدمت میں حاضر ہیں۔ فرمایا: میں ان عجمیوں کی وجہ سے اس چیز کو نہیں چھوڑ سکتا جو میں نے حضور ﷺ سے سنی ہے۔ ہم میں سے جب کسی کا لقمہ گر جاتا تو ہم اس کو حکم دیا کرتے تھے کہ وہ اس کو اٹھا لے، اس میں جو میل وغیرہ ہے اس کو دور کرے اور اس کو کھا لے۔ اور اسے شیطان کی خاطر نہ چھوڑے۔(5)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان

1۔ سنن النسائی، جلد 2، صفحہ 199 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 301 3۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 30
4۔ ایضاً، صفحہ 39 5۔ ایضاً، صفحہ 236

کے ہاں تشریف لائے۔ وہ اپنے دستر خوان پر تھے۔ انہوں نے مجلس کے وسط میں ان کے لیے جگہ خالی کر دی۔ آپ نے بسم اللہ پڑھی۔ طعام کی طرف ہاتھ بڑھایا اور ایک لقمہ اٹھایا۔ پھر دوسرا لقمہ اٹھایا۔ پھر فرمایا: مجھے یہ کھانا چکنائی والا لگتا ہے اور یہ چکنائی گوشت کی نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: اے امیر المومنین! میں بازار گیا تھا کہ کوئی موٹا جانور خرید کروں۔ وہ مہنگے تھے۔ میں نے ایک درہم میں ایک کمزور جانور خریدا اور اس کے ساتھ ایک درہم میں گھی بھی لے لیا۔ میرا خیال تھا کہ میرے اہل خانہ کو ایک ایک ہڈی مل جائے گی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: حضور ﷺ کے پاس جب بھی یہ دو چیزیں (یعنی گوشت اور گھی) جمع ہوئیں، آپ نے ان میں سے ایک کو تناول فرمایا اور دوسری صدقہ کر دی۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: امیر المومنین! آپ اس کو تناول فرمالیں۔ اس کے بعد جب بھی یہ دو چیزیں میرے پاس جمع ہوں گی میں بھی ایسے ہی کروں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں اسے نہیں کھاؤں گا۔ (1)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیمار ہوئے۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی تیمارداری کو آئے تو دیکھا کہ وہ رو رہے تھے۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے پوچھا: میرے بھائی! روتے کیوں ہو؟ کیا آپ کو صحابیت رسول کا شرف حاصل نہیں ہے؟ کیا آپ کو یہ یہ مرتبہ حاصل نہیں ہے؟ حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں ان دو میں سے کسی چیز کی خاطر نہیں رو رہا۔ میں نہ تو دنیا کی محبت کی وجہ سے رو رہا ہوں اور نہ آخرت کو ناپسند کرنے کی وجہ سے۔ مگر میں اس لیے رو رہا ہوں کہ حضور ﷺ نے مجھے ایک وصیت فرمائی تھی اور میرا خیال ہے کہ میں نے حضور ﷺ کی اس وصیت کو پورا نہیں کیا۔ انہوں نے پوچھا: حضور ﷺ نے آپ کو کیا وصیت کی تھی؟ انہوں نے جواب دیا: آپ نے مجھے وصیت کی تھی کہ تم میں سے ایک شخص کو اتنا ہی مال کافی ہے جتنا ایک سوار کا زادراہ ہوتا ہے۔ اور میرا خیال ہے کہ میں نے اس وصیت سے تجاوز کیا ہے۔ اور ہاں، اے سعد! آپ جب فیصلہ کریں تو اپنے فیصلے میں خدا سے ڈریں۔ اور تقسیم کریں تو خدا سے ڈریں اور جب کوئی ارادہ کریں تو خدا سے ڈریں۔ حضرت ثابت (راوی) فرماتے ہیں: مجھے خبر پہنچی ہے کہ انہوں نے ترکے میں بیس سے کچھ زیادہ درہم کے سوا کچھ نہیں چھوڑا، جو ان کے اخراجات کے لیے ان کے پاس تھے۔ (2)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ ایک گنبد کے پاس سے گزرے جو ایک انصاری کے دروازے پر تھا۔ آپ نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا:

1۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 241 2۔ ایضاً، صفحہ 302

یا رسول اللہ! ﷺ یہ گنبد ہے جو فلاں شخص نے بنایا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ہر مال جس کا یہ حال ہو (یعنی جس کو اس طرح خرچ کیا جائے) وہ مال قیامت کے دن اپنے مالک کے لیے وبال جان بن جائے گا۔ انصاری کو حضور ﷺ کا یہ ارشاد پہنچا تو اس نے قبہ گرا دیا۔ حضور ﷺ بعد میں اس جگہ سے گزرے تو آپ کو وہ گنبد نظر نہ آیا۔ آپ نے اس کے متعلق پوچھا تو آپ کو بتایا گیا کہ جب انصاری کو آپ کی حدیث پہنچی تو اس نے اس گنبد کو گرا دیا۔ آپ نے دعا کی: اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے، اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے۔(1)

اطاعت رسول سے روگردانی پر صحابہ کرام علیہم الرضوان کا ردعمل

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے نزدیک حضور ﷺ کے نقوش پا پر چلنا ہی دین تھا اور اسی کو وہ اپنی دنیوی اور اخروی فلاح کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ ان کے نزدیک قرآن حکیم کی وہی تفسیر معتبر تھی جو حضور ﷺ نے اپنے اقوال یا افعال کے ذریعے کی تھی۔ ان کے نزدیک کسی کام کے صحیح ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ تھی کہ انہوں نے حضور ﷺ کو وہ کام کرتے دیکھا تھا اور ان کے نزدیک کسی کام کے غلط ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ تھی کہ حضور ﷺ نے اس کام سے منع فرمایا تھا۔ حضور ﷺ کے قول یا فعل کے مقابلے میں نہ وہ کسی مصلحت کو خاطر میں لاتے تھے اور نہ عقلی موشگافیاں ان کو فرمان رسول کے مقابلے میں کوئی دوسری رائے قائم کرنے پر مجبور کر سکتی تھیں۔ قول رسول اللہ ﷺ کے مقابلے میں انہوں نے محض اپنی آراء ہی کو قربان نہیں کیا بلکہ اس مقصد کی خاطر انہیں اپنے جذبات کو قربان کرنے سے بھی کوئی چیز روک نہ سکی۔ ان تمام چیزوں کی جھلک ہم گزشتہ صفحات میں دیکھ چکے ہیں۔ یہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے جذبۂ اطاعت رسول کا ایک پہلو ہے۔ ان کے جذبۂ اطاعت رسول کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ وہ کسی کو اطاعت رسول ﷺ سے روگردانی کرتے ہوئے دیکھنا گوارا بھی نہیں کرتے تھے۔ اور اگر کسی سے اطاعت رسول سے روگردانی کی کوئی حرکت سرزد ہو جاتی تو اسے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی طرف سے شدید ناراضگی کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ اس سلسلے میں چند احادیث طیبہ ملاحظہ فرمائیں:

حضرت ابوعبیدہ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ مسجد میں داخل ہوئے تو عبدالرحمن بن ام حکم بیٹھے ہوئے خطبہ دے رہے تھے۔ انہوں نے فرمایا: اس خبیث کو دیکھو یہ بیٹھے ہوئے خطبہ دے رہا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''یہ جب کوئی تجارت یا کھیل کو دیکھتے ہیں تو ادھر ادھر بکھر جاتے ہیں اور آپ کو کھڑے (خطبہ دیتے ہوئے) چھوڑ جاتے ہیں''۔(2)

1۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 307   2۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 284

حضرت حصین، عمارہ بن رویبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بشر بن مروان کو منبر پر دیکھا۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے ہوئے تھے۔ انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ان دونوں ہاتھوں کا بھلا نہ کرے۔ میں نے حضور ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ اپنے ہاتھوں سے اس سے زیادہ کچھ نہیں کرتے تھے۔ یہ کہتے ہوئے انہوں نے اپنی انگشت شہادت سے اشارہ کیا۔ (1)

حضرت عبداللہ بن عکیم سے مروی ہے، فرماتے ہیں: مدائن میں ہم حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پانی طلب فرمایا۔ (گاؤں کا) رئیس چاندی کے برتن میں ان کے لیے پانی لایا۔ آپ نے اس برتن کو پھینک دیا اور فرمایا: میں آپ لوگوں کو بتاتا ہوں کہ میں نے اس کو حکم دیا تھا کہ مجھے اس (چاندی کے برتن) میں پانی نہ پلائے کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا: سونے اور چاندی کے برتنوں میں نہ پیا کرو اور نہ دیباج اور ریشم پہنا کرو کیونکہ یہ دنیا میں ان (یعنی کافروں) کے لیے ہیں اور آخرت میں، قیامت کے دن، یہ تمہارے لیے ہوں گے۔ (2)

حضرت علقمہ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ (بن مسعود) نے یہ حدیث روایت کی ہے: اللہ تعالیٰ لعنت کرتا ہے گودنے والیوں اور گدوانے والیوں پر، بال اکھیڑنے اور بال اکھڑوانے والیوں پر، اور حسن کی خاطر دانتوں کے درمیان فاصلہ کروانے اور اللہ تعالیٰ کی تخلیق کو تبدیل کروانے والیوں پر۔ راوی کہتے ہیں: یہ حدیث قبیلہ بنو اسد کی ام یعقوب نامی ایک عورت تک پہنچی۔ وہ عورت قرآن حکیم پڑھا کرتی تھی۔ اس نے پوچھا: یہ حدیث کیا ہے جو میں نے تمہارے حوالے سے سنی ہے کہ تم نے لعنت بھیجی ہے گودنے اور گدوانے والیوں پر، بال اکھیڑنے اور اکھڑوانے والیوں پر اور دانتوں کے درمیان فاصلے کروانے والیوں اور حسن کی خاطر خدا کی تخلیق میں تبدیلی کروانے والیوں پر؟ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں اس پر لعنت کیوں نہ بھیجوں جس پر حضور ﷺ نے لعنت بھیجی ہے اور جو چیز قرآن حکیم میں ہے۔ اس عورت نے کہا: میں نے سارا قرآن پڑھا ہے لیکن میں نے اس کو کہیں نہیں پایا۔ انہوں نے فرمایا: اگر تم نے قرآن حکیم پڑھا ہوتا تو تمہیں یہ بات وہاں مل گئی ہوتی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: حضور ﷺ جس کام کا حکم دیں اس پر عمل کرو اور جس کام سے منع فرمائیں اس سے رک جاؤ۔ اس عورت نے عرض کیا: اس میں سے بعض چیزیں مجھے اب بھی آپ کی بیوی پر نظر آتی ہیں۔ انہوں نے فرمایا: جاؤ اور دیکھ لو۔ راوی کہتے ہیں: وہ عورت حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی کے پاس گئی اور اسے ان میں سے کوئی چیز بھی اس پر نظر نہ آئی۔ وہ واپس حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئی اور عرض کیا: مجھے کچھ نظر نہیں آیا۔ انہوں نے فرمایا: اگر ایسا ہوتا تو ہم کبھی اس سے

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 287　　2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 189

مقاربت نہ کرتے۔(1)

حضرت مجاہد سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ہم حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس بیٹھے تھے کہ آپ نے فرمایا: حضور ﷺ نے فرمایا: رات کے وقت اپنی عورتوں کو مساجد میں جانے کی اجازت دیا کرو۔ ان کے بیٹے نے (یہ حدیث سن کر) کہا: خدا کی قسم، ہم ان کو اس کی اجازت نہیں دیں گے کیونکہ اس کو وہ فساد پھیلانے کا ذریعہ بنالیں گی۔ (بیٹے کی یہ بات سن کر حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے) کہا: اللہ تعالیٰ تیرے ساتھ یہ یہ سلوک کرے، میں کہہ رہا ہوں کہ حضور ﷺ نے یہ فرمایا ہے اور تو کہتا ہے: ہم اجازت نہیں دیں گے...... الحدیث۔(2)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ایک آدمی مسجد میں داخل ہوا۔ (وہ داخل ہونے والے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کیا تم لوگ نماز میں حاضر ہونے میں تاخیر کرتے ہو؟ آنے والے نے عرض کیا: میں نے بس اتنی ہی تاخیر کی ہے کہ اذان سننے کے بعد وضو کیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: (کیا تم نے تاخیر کے ساتھ دوسری غلطی یہ بھی کی ہے کہ) بس وضو ہی کیا ہے؟ کیا تم لوگوں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے نہیں سنا: تم میں سے کوئی شخص جب جمعہ کے لیے آئے (یعنی آنے کا ارادہ کرے) تو غسل کرے۔(3)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے یہ حدیث بیان کی: میت کو اس کے اہل خانہ کی نوحہ گری سے عذاب ہوتا ہے۔ ایک آدمی نے کہا: آپ کا کیا خیال ہے کہ ایک آدمی خراساں میں مرجائے اور اس کے گھر والے یہاں اس پر روئیں تو کیا اس کو اس کے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے عذاب ہوگا؟ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: حضور ﷺ نے سچ فرمایا ہے اور تم نے جھوٹ بولا ہے۔(4) (یعنی تمہارا استدلال جھوٹا ہے)

حضرت حبیب المالکی سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک آدمی نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا: اے ابو نجید! تم لوگ ہمیں ایسی احادیث سناتے ہو جن کی اصل ہمیں قرآن حکیم میں نہیں ملتی۔ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ غصے میں آگئے اور فرمایا: کیا تمہیں قرآن حکیم میں یہ حکم ملتا ہے کہ چالیس درہم پر ایک درہم واجب ہے اور اتنی بکریوں پر ایک بکری اور اتنے اونٹوں پر ایک اونٹ واجب ہے۔ کیا یہ ساری چیزیں تمہیں قرآن حکیم میں نظر آتی ہیں؟ اس شخص نے عرض کیا: نہیں۔

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 205　2۔ جامع الترمذی، جلد 1، صفحہ 74
3۔ سنن ابی داؤد، جلد 1، صفحہ 55　4۔ سنن النسائی، جلد 1، صفحہ 262

آپ نے فرمایا: تو پھر تم نے یہ چیزیں کس سے حاصل کی ہیں؟ تم نے یہ چیزیں ہم سے حاصل کی ہیں اور ہم نے ان کو حضور ﷺ سے حاصل کیا ہے۔ اور آپ نے اس قسم کی کئی اشیاء کا ذکر کیا۔ (1)

حضرت سعید بن جبیر سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مغفل کے ایک رشتہ دار نے انگلیوں میں کنکری رکھ کر پھینکی تو آپ نے اس کو اس کام سے منع کیا اور فرمایا: حضور ﷺ نے انگلیوں میں کنکری رکھ کر پھینکنے سے منع کیا اور فرمایا: یہ نہ تو کسی جانور کو شکار کرتی ہے اور نہ کسی دشمن کو زخمی یا قتل کرتی ہے بلکہ یہ دانت کو توڑتی اور آنکھ کو پھوڑتی ہے۔ راوی کہتے ہیں: اس شخص نے پھر کنکری پھینکی تو حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں تمہیں حدیث سنا رہا ہوں کہ حضور ﷺ نے انگلیوں میں کنکری رکھ کر پھینکنے سے منع فرمایا ہے اور تم پھر اس کام کا اعادہ کر رہے ہو۔ میں تمہارے ساتھ کبھی کلام نہیں کروں گا۔ (2)

1۔ سنن ابی داؤد، جلد 1، صفحہ 25-224 2۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 232

کاشانۂ رسول ﷺ کا پر کیف ماحول

ازواج مطہرات کی وفائیں، خدمات، ایثار اور ان کی خداداد عظمتیں

کسی انسان کی شخصیت، اس کے کردار اور اس کی سیرت کی حقیقی شناسائی انہی لوگوں کو ہوتی ہے جو اس کے بہت قریب ہوتے ہیں۔ رشتوں اور تعلقات کے اعتبار سے ہر انسان کے ساتھ مختلف لوگوں کو قرب حاصل ہوتا ہے لیکن کسی انسان کا شریک حیات اس کے جتنا قریب ہوتا ہے اتنا قریب اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

انسان کے اندر جو خامیاں ہوتی ہیں وہ بھی اس کے شریک حیات سے پنہاں نہیں رہ سکتیں اور اس کو رب قدوس نے جو خوبیاں عطا کی ہوتی ہیں وہ بھی اس کے شریک حیات پر مکمل طور پر عیاں ہوتی ہیں۔ اس لیے کسی انسان کے متعلق اس کے شریک حیات کا کوئی بیان لاعلمی یا غلط فہمی پر مبنی نہیں ہوتا بلکہ وہ حقیقت کا صحیح عکاس ہوتا ہے اور اس کے پیچھے ایک طویل تجربہ اس کی صداقت کا گواہ ہوتا ہے۔

حضور ﷺ کی پاکبازی اور عظمت کا یہ پہلو کتنا حسین ہے کہ آپ کے حرم میں ایک نہیں بلکہ متعدد ازواج مطہرات تھیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کئی دینی، سیاسی، انتظامی، عملی اور سماجی مصلحتوں کے تحت آپ ﷺ سے، چار سے زیادہ عورتوں کو نکاح میں جمع نہ کرنے، کی اس پابندی کو اٹھا لیا تھا جو آپ کی امت پر لاگو کی گئی تھی۔ ان ازواج مطہرات علیہن الرضوان کی عمریں مختلف تھیں، ان کے قبیلے مختلف تھے۔ بعض ان لوگوں کی نور نظر تھیں جو اسلام کے بدترین دشمن تھے یا رہ چکے تھے۔ کاشانۂ رسول میں فقر کی حکمرانی تھی اور تعیشات کے زمرے میں آنے والی کسی شے کا وہاں گزر نہ تھا۔ ان حالات میں گھریلو سکون کے برباد ہونے، باہمی چپقلش اور عدم اعتماد پیدا ہونے کے سارے امکانات موجود تھے لیکن اس کے باوجود کاشانۂ رسول ﷺ سے ہمیشہ خلوص، محبت، ایثار اور وفا کی خوشبو ہی اٹھتی اور فضاؤں کو معطر کرتی رہی۔ وجہ صرف یہی تھی کہ ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن نے حبیب خدا ﷺ کی عظمتوں کو بہت قریب سے دیکھا، انہوں نے آپ ﷺ کے ساتھ نسبت کو اپنی زندگی کی سب سے قیمتی متاع سمجھا، آپ کے ساتھ وفا کو اس قیمتی متاع کی بقا کا واحد ذریعہ سمجھا اور اس قیمتی متاع کے ملنے پر اتنی مسرور ہوئیں کہ اس پر ہر خواہش اور ہر جذبے کو قربان کر دیا۔

حضور ﷺ کی گھریلو زندگی کا ہر پہلو بڑا خوبصورت ہے۔ آپ اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ اس درجے کے حسن سلوک کا مظاہرہ کرتے ہیں کہ کسی خاوند کے لیے اپنی اہلیہ کے ساتھ اس سے بہتر حسن سلوک ممکن ہی نہیں۔ اور اس حقیقت کو آپ خود ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں: خَیْرُ کُمْ

خَيْرُ كُمْ لاَهْلِهِ وَاَنَا خَيْرُ كُمْ لاَهْلِي، ''کہ تم میں سب سے بہتر وہ ہے جس کا سلوک اپنے اہل خانہ کے ساتھ زیادہ عمدہ ہو اور میں تم سب سے زیادہ اپنے اہل خانہ کے ساتھ اچھا سلوک کرنے والا ہوں''۔ دوسری طرف آپ کی ازواج مطہرات رضوان اللہ تعالیٰ علیہن اجمعین نے آپ کے ساتھ وفا اور عقیدت کی جو داستانیں رقم کی ہیں ان کی مثال بھی تاریخ عالم میں تلاش کرنا فضول ہے۔ ادھر ازواج مطہرات علیہن الرضوان کو نسبت رسول اللہ ﷺ کی وجہ سے بارگاہ خداوندی میں قرب کا جو مقام حاصل ہوا وہ بھی ایک بڑا اروح پرور موضوع ہے۔ ذیل میں ہم حضور ﷺ کی خانگی زندگی کے ان تمام پہلوؤں کے متعلق چند احادیث طیبہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں، تا کہ قارئین کرام حبیب خدا ﷺ کی سیرت کے اس خوبصورت ترین پہلو کی ایک جھلک دیکھ کر اپنے دلوں کو آپ ﷺ کی محبت سے آباد کر سکیں۔

امہات المومنین کا خلوص، ایثار اور خدمات، ذات رسول ﷺ کی خاطر

حضور ﷺ نے جن عظیم خواتین کو اپنی زوجیت کا شرف بخشا تھا انہوں نے آپ کی خاطر جس خلوص اور ایثار کا مظاہرہ کیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ اس کی ایک جھلک احادیث طیبہ کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: حضور ﷺ جب سفر کا ارادہ فرماتے تو اپنی ازواج مطہرات کے درمیان قرعہ اندازی کرتے۔ جس کے نام قرعہ نکل آتا اس کو سفر پر اپنے ساتھ لے جاتے۔ آپ تمام ازواج مطہرات کے لیے ایک دن اور ایک رات (باری باری) مقرر فرماتے تھے، سوائے اس کے کہ حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنا دن اور رات عائشہ زوج النبی ﷺ کو ہبہ کر دیا تھا اور ایسا انہوں نے حضور ﷺ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کیا تھا۔ (1)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ یہودی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا: السام علیک، (یعنی آپ کو موت آئے) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان (یہودیوں) پر لعنت بھیجی۔ حضور ﷺ نے ان (عائشہ) سے فرمایا: تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ آپ نے سنا نہیں کہ انہوں نے کیا کہا ہے؟ آپ نے فرمایا: کیا تم نے وہ نہیں سنا جو میں نے کہا تھا؟ میں نے ان کے جواب میں کہہ دیا تھا کہ یہ (موت) تم پر آئے۔ (2)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: جب حضور ﷺ کے مرض

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 353 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 411

میں شدت آئی تو آپ نے ازواج مطہرات سے اجازت طلب کی کہ آپ کا علاج اور تیمارداری میرے گھر میں ہو۔ سب ازواج مطہرات علیہن الرضوان نے آپ کو اس کی اجازت دے دی۔(1)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: حضور ﷺ کا انتقال میرے گھر میں میری باری کے دن ہوا۔ انتقال کے وقت آپ کا جسد انور میرے سینے کے ساتھ تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے لعاب دہن اور میرے لعاب کو جمع کر دیا۔ فرماتی ہیں: عبدالرحمن (بن ابی بکر) مسواک لے کر حاضر ہوئے۔ حضور ﷺ کمزوری کے سبب مسواک نہیں کر سکتے تھے۔ میں نے وہ مسواک پکڑی، اس کو چبایا اور پھر اس کے ساتھ حضور ﷺ کو مسواک کرایا۔(2)

حضرت عروہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی موجودگی میں حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو برا بھلا کہنے لگا (کیونکہ وہ واقعہ افک میں ملوث لوگوں میں سے تھے) تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: ان کو گالی نہ دو کیونکہ وہ حضور ﷺ کا دفاع کیا کرتے تھے...... الحدیث۔(3)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: جب حضرات ابن حارثہ، جعفر بن ابی طالب اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شہادت کی خبر پہنچی تو حضور ﷺ (مسجد میں) تشریف فرما ہوئے۔ دکھ کے آثار آپ کے چہرۂ انور سے عیاں تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: میں دروازے کی درز سے دیکھ رہی تھی۔ ایک آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (کے گھر) کی عورتیں رو رہی ہیں۔ حضور ﷺ نے اس شخص کو حکم دیا کہ وہ ان عورتوں کو رونے سے منع کرے۔ وہ شخص گیا۔ پھر واپس آیا اور کہا: میں نے ان کو منع کیا ہے اور اس نے عرض کیا کہ وہ عورتیں بات نہیں مان رہیں۔ راوی کہتے ہیں: آپ نے اس شخص کو پھر حکم دیا کہ ان کو منع کرے۔ وہ شخص گیا، پھر واپس آ گیا اور عرض کیا: خدا کی قسم، وہ ہم پر غالب آ گئی ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا خیال ہے کہ حضور ﷺ نے اس شخص سے فرمایا: جاؤ اور ان کے منہ میں خاک ڈالو۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: میں نے (اپنے جی میں اس شخص سے مخاطب ہو کر) کہا: اللہ تعالیٰ تیری ناک خاک آلود کرے۔ نہ تو تو وہ کام کر رہا ہے جس کا حضور ﷺ تجھے حکم دے رہے ہیں اور نہ حضور ﷺ کو اس مشقت سے نکلنے کی مہلت دے رہا ہے۔(4)

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 437
2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 437
3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 500
4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 611

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: کہ حضور ﷺ ان کے پاس تشریف لائے جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ اپنی ازواج کو اختیار دے دیں۔ حضور ﷺ نے آغاز مجھ سے کیا اور فرمایا: میں تم سے ایک بات کہنے والا ہوں۔ تمہارے لیے ضروری نہیں ہے کہ تم والدین سے مشورہ کیے بغیر اس (کا جواب دینے) میں جلدی کرو، حالانکہ آپ بخوبی جانتے تھے کہ میرے والدین مجھے آپ سے جدائی کا مشورہ کبھی نہیں دیں گے۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اے نبی! اپنی ازواج سے کہہ دو''...... الآیہ۔ میں نے آپ سے عرض کیا: ان میں سے کس چیز کے متعلق میں اپنے والدین سے مشورہ کروں؟ میں تو اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور دار آخرت ہی کو پسند کرتی ہوں۔(1)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: اس آیت کے نزول کے بعد تُرْجِیْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُـْٔوِیْۤ اِلَیْكَ مَنْ تَشَآءُ ؕ وَمَنِ ابْتَغَیْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكَ (احزاب: 51) ''(آپ کو اختیار ہے) دور کر دیں جس کو چاہیں اپنی ازواج سے اور اپنے پاس رکھیں جس کو چاہیں۔ اور اگر آپ (دوبارہ) طلب کریں جس کو آپ نے علیحدہ کر دیا تھا تب بھی آپ پر کوئی مضائقہ نہیں''۔ حضور ﷺ اس زوجہ سے اجازت طلب کرتے جس کی باری ہوتی۔ (یعنی اگر کسی اور زوجہ کے پاس جانا چاہتے تو) حضرت معاذہ راویہ کہتی ہیں: میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا: آپ کیا کہتی تھیں؟ انہوں نے فرمایا: میں آپ ﷺ سے عرض کرتی تھی: اگر یہ اجازت میرے اختیار میں ہو تو میں آپ کے متعلق کسی کو اپنے آپ پر ترجیح نہیں دے سکتی...... الحدیث۔(2)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ سفر کا ارادہ کرتے تو اپنی ازواج مطہرات کے درمیان قرعہ اندازی کرتے۔ (ایک سفر میں) قرعہ عائشہ اور حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نام نکلا۔ رات ہوتی تو حضور ﷺ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ چلتے اور ان سے باتیں کرتے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا: کیا آج رات تم یہ نہیں کرتیں کہ تم میرے اونٹ پر سواری کرو اور میں تمہارے اونٹ پر سواری کروں تاکہ تم اور میں اس چیز کو دیکھ لیں جو ہم نے نہیں دیکھی۔ انہوں نے جواب دیا: کیوں نہیں؟ وہ سوار ہو گئیں۔ حضور ﷺ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اونٹ کے پاس آئے تو اس پر حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سوار تھیں۔ آپ نے ان کو سلام کیا پھر چل دیے حتی کہ انہوں نے پڑاؤ کیا اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضور ﷺ نظر نہ آئے۔ جب انہوں نے پڑاؤ کیا تو

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 705 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 706

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے پاؤں اذخر جھاڑی میں داخل کیے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی: اے اللہ تعالیٰ! مجھ پر کسی سانپ یا بچھو کو مسلط کر دے جو مجھے ڈس لے اور میں حضور ﷺ سے کچھ نہ کہہ سکوں۔(1)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا: تم مجھ سے راضی ہوتی ہو تو مجھے اس کا بھی علم ہوتا ہے اور تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو تو میں اس کو بھی جانتا ہوں۔ فرماتی ہیں: میں نے عرض کیا: آپ کو اس کا پتا کیسے چل جاتا ہے؟ فرمایا: جب تم مجھ پر راضی ہوتی ہو تو کہتی ہو: نہیں، رب محمد ﷺ کی قسم، اور جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو تو کہتی ہو، نہیں، رب ابراہیم علیہ السلام کی قسم۔ فرماتی ہیں: میں نے عرض کیا: آپ ٹھیک فرماتے ہیں۔ یا رسول اللہ! ﷺ، میں محض اتنا ہی کرتی ہوں کہ آپ کا اسم گرامی زبان سے نہیں لیتی۔(2)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے جب کہ حضور ﷺ میری ران پر اپنا سر مبارک رکھے آرام فرما رہے تھے۔ انہوں نے فرمایا: تم نے حضور ﷺ کو اور لوگوں کو روک رکھا ہے حالانکہ جہاں وہ رکے ہیں وہاں پانی نہیں ہے۔ آپ نے مجھے سرزنش کی اور اپنے ہاتھ سے میرے پہلو میں کچوکے دیے (لیکن میں نے حرکت نہ کی۔) اور میرے حرکت نہ کرنے کا سبب اس کے سوا اور کچھ نہ تھا کہ حضور ﷺ میری ران پر سر رکھے آرام فرما رہے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت تیمم نازل فرمائی۔(3)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں کہ عتبہ بن ابی وقاص نے اپنے بھائی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وصیت کی تھی کہ زمعہ کی لونڈی کا بیٹا میرا ہے، اس کو تم اپنی تحویل میں لے لینا۔ فتح مکہ کے سال حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس بچے کو اپنی تحویل میں لے لیا اور کہا: میرے بھائی نے اس کے متعلق وصیت کی تھی۔ عبداللہ بن زمعہ کھڑے ہوئے اور کہا: یہ میرا بھائی ہے اور میرے باپ کی لونڈی کا بیٹا ہے اور اس کی ولادت میرے باپ کے بستر پر ہوئی ہے۔ وہ دونوں اپنا مقدمہ حضور ﷺ کے پاس لے گئے۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ یہ میرے بھائی کا بیٹا ہے۔ اس کے متعلق میرے بھائی نے مجھے وصیت کی تھی۔ عبداللہ بن زمعہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ یہ میرا بھائی اور میرے باپ کی لونڈی کا بیٹا ہے اور اس کی ولادت میرے باپ کے بستر پر ہوئی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اے عبداللہ بن زمعہ! اس پر تمہارا حق ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: بیٹا اس کا ہوتا ہے جس کا بستر ہو اور زانی کے حصہ

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 784 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 787 3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 1012

میں پتھر (یعنی رجم) ہی آتا ہے۔ پھر حضور ﷺ نے ام المومنین حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا: تم اس (یعنی زمعہ کے بیٹے اور اپنے بھائی) سے پردہ کیا کرو۔ آپ نے یہ حکم اس لیے دیا کہ آپ کو اس میں عتبہ سے مشابہت نظر آئی۔ حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس حکم رسول کے بعد اس (اپنے بھائی) کو کبھی نہیں دیکھا حتی کہ اس کا انتقال ہو گیا۔(1)

ام المومنین حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ وہ حضور ﷺ کے سر مبارک میں جوئیں تلاش (کرنے کی مانند انگلیاں پھیر) رہی تھیں۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی اور کچھ مہاجر عورتیں آپ کی خدمت میں حاضر تھیں اور عرض کر رہی تھیں کہ (خاوندوں کی موت کے بعد) ان کے گھر ان کے لیے تنگ ہوتے ہیں اور ان کو ان سے نکال بھی دیا جاتا ہے۔ حضور ﷺ نے حکم دیا کہ مہاجرین کے گھر ان کی بیویوں کو ورثے میں دیے جائیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوا تو ان کی بیوی مدینہ میں ان کے گھر کی وارث بنی۔(2)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: میں حضور ﷺ کی خاطر تین برتن رکھتی تھی جو ڈھکے ہوتے تھے۔ ایک برتن آپ ﷺ کے وضو کے لیے، ایک آپ کے مسواک کرنے کے لیے اور ایک آپ کے پینے کے لیے۔(3)

امہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی خدمات، دین رسول ﷺ کی خاطر

امہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن نے حضور ﷺ کی خاطر زندگی کی ہر لذت کو ٹھکرایا اور زندگی کی ہر مشکل کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔ ان کی طرف سے یہ بھی دین اسلام کی بہت بڑی خدمت تھی لیکن انہوں نے اس کے علاوہ بھی، جب موقع ملا، دین حق کی خاطر کسی قربانی سے دریغ نہیں کیا۔ چند مثالیں ملاحظہ فرمائیے:

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: میں نے حضور ﷺ سے جہاد کی اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارا (عورتوں کا) جہاد حج ہے...... الحدیث۔(4)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: جنگ احد کے دن لوگ (یعنی مسلمان) شکست کھا کر حضور ﷺ سے پیچھے رہ گئے۔ میں نے حضرت عائشہ بنت ابی بکر اور حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھا۔ انہوں نے کپڑے کس رکھے تھے اور مجھے ان کی پنڈلیوں کی پازیبیں نظر آئیں۔ وہ اپنی پشتوں پر مشکیزے اٹھا کر لاتیں، ان کا پانی لوگوں کو پلاتیں، پھر واپس آتیں،

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 1065
2۔ سنن ابی داؤد، جلد 2، صفحہ 82
3۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 30
4۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 402

مشکیزے بھرتیں اور پھر آکر وہ لوگوں کو پلاتیں۔(1)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ ایک عورت نے حضور ﷺ سے حیض کے متعلق پوچھا کہ وہ غسل کیسے کرے۔ آپ نے فرمایا: روئی وغیرہ کا ایک خوشبودار ٹکڑا لو اور اس سے وضو کرو۔ اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ اس کے ساتھ کیسے وضو کروں؟ حضور ﷺ نے فرمایا: وضو کرو۔ اس نے (پھر) عرض کیا: اس کے ساتھ کیسے وضو کروں؟ حضور ﷺ نے فرمایا: اس کے ساتھ وضو کرو۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: میں حضور ﷺ کے فرمان کا مقصد سمجھ گئی۔ میں نے اس عورت کو اپنی طرف کھینچا اور اس کو (غسل کا طریقہ) سمجھایا۔(2)

حضرت سعد بن ہشام سے مروی ہے کہ وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ملے اور ان سے نماز وتر کے متعلق پوچھا۔ انہوں نے فرمایا: کیا میں تمہیں ایک ایسی ہستی کا پتا نہ دوں جو حضور ﷺ کی صلوٰۃ وتر کو روئے زمین پر بسنے والے سب لوگوں سے زیادہ جانتی ہے؟ انہوں نے عرض کیا: ضرور بتائیے۔ انہوں نے فرمایا: وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔ تم ان کے پاس جاؤ اور ان سے پوچھو۔ پھر میرے پاس واپس آنا اور مجھے بتانا کہ انہوں نے کیا جواب دیا ہے۔ (سعد بن ہشام کہتے ہیں) میں حکیم بن افلح کے پاس گیا اور ان سے درخواست کی کہ وہ میرے ساتھ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس چلیں۔ انہوں نے فرمایا: میں تو ان کے پاس نہیں جاؤں گا۔ میں نے ان کو ان دو (متحارب) فریقوں کے متعلق خاموش رہنے کا مشورہ دیا تھا لیکن انہوں نے انکار کر دیا تھا اور جانے سے باز نہیں آئی تھیں۔ (سعد فرماتے ہیں) میں نے ان (حکیم بن افلح) کو قسم دی تو وہ میرے ہمراہ تشریف لے آئے۔ وہ ان (حضرت صدیقہ) کے پاس حاضر ہوئے۔ انہوں نے حکیم سے پوچھا: یہ تمہارے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا: یہ ہشام کے بیٹے سعد ہیں۔ انہوں نے پوچھا: کون سے ہشام؟ میں نے عرض کیا: ہشام بن عامر۔ انہوں نے عامر کے لیے دعائے رحمت کی اور فرمایا: عامر اچھے انسان تھے۔ (حضرت حکیم نے) عرض کیا: اے ام المومنین! مجھے حضور ﷺ کے اخلاق کے متعلق بتائیے۔ انہوں نے فرمایا: کیا تم قرآن حکیم کی تلاوت نہیں کرتے؟ انہوں نے عرض کیا: ضرور کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: تو حضور ﷺ کا خلق قرآن ہی تھا۔ (یعنی قرآن کریم جن مکارم اخلاق کا درس دیتا ہے وہ حضور ﷺ کی ذات میں جلوہ گر نظر آتے ہیں۔) راوی کہتے ہیں: میں نے اٹھنے کا ارادہ کیا تو مجھے حضور ﷺ کے قیام (لیل) کا خیال آ گیا۔ میں نے عرض کیا: ام المومنین! مجھے حضور ﷺ کے قیام (لیل) کے متعلق بتائیے۔ انہوں نے فرمایا: کیا تم یہ سورۃ نہیں پڑھتے ہو جو یٰآیُّھَا

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 403 2۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 1093

الْمُزَّمِّلُ سے شروع ہوتی ہے؟ میں نے عرض کیا: ضرور پڑھتا ہوں۔ فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ کی ابتداء میں قیام لیل (نماز تہجد) کو فرض قرار دیا۔ حضور ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سال بھر قیام لیل کرتے رہے حتی کہ ان کے پاؤں سوج گئے اور اللہ تعالیٰ نے اس سورہ کے خاتمے کو بارہ ماہ تک روکے رکھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ کے آخر میں قیام لیل میں تخفیف کا حکم نازل فرمایا تو قیام لیل نفل ہو گیا جب کہ پہلے یہ فرض تھا۔ (راوی کہتے ہیں:) میں نے اٹھنے کا ارادہ کیا تو مجھے حضور ﷺ کی صلوٰۃ وتر کا خیال آ گیا۔ میں نے عرض کیا: ام المومنین! مجھے حضور ﷺ کی صلوٰۃ وتر کے متعلق بتائیے۔ فرمایا: ہم حضور ﷺ کے لیے مسواک اور وضو کا پانی تیار رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ رات کو جب چاہتا آپ کو بیدار کرتا۔ آپ مسواک کرتے، وضو کرتے اور آٹھ رکعتیں پڑھتے۔ آپ ان میں آٹھویں رکعت سے پہلے نہ بیٹھتے۔ آپ بیٹھتے، اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے، دعا کرتے پھر سلام پھیر دیتے اور ہمیں سنا کر سلام پھیرتے۔ پھر سلام کے بعد دو رکعتیں بیٹھے بیٹھے پڑھتے۔ پھر ایک رکعت پڑھتے۔ بیٹے! یہ گیارہ رکعتیں بن گئیں۔ پھر جب حضور ﷺ کی عمر زیادہ ہو گئی اور آپ کے جسد انور پر گوشت کا اضافہ ہو گیا تو آپ سات رکعتیں پڑھتے اور سلام کے بعد بیٹھے بیٹھے دو رکعتیں پڑھتے۔ اور بیٹے! اس طرح نو رکعتیں بن گئیں۔ اور حضور ﷺ جب کوئی نماز (نفل) پڑھتے تو پسند فرماتے کہ اس کو ہمیشہ ادا فرمائیں۔ اور اگر آپ نیند، مرض، یا درد کی وجہ سے قیام لیل نہ فرما سکتے تو (اس کے بدلے) دن کو بارہ رکعت پڑھ لیتے۔ اور میں نہیں جانتی کہ حضور ﷺ نے کبھی ایک رات میں پورا قرآن حکیم ختم کیا ہو۔ اور نہ میں یہ جانتی ہوں کہ حضور ﷺ نے کبھی پوری رات صبح تک قیام کیا ہو اور نہ میں یہ جانتی ہوں کہ حضور ﷺ نے رمضان کے بغیر کسی مہینے کے پورے روزے رکھے ہوں...... الحدیث۔ (1)

حضرت سلیمان بن یسار سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اس مسئلہ میں اختلاف ہوا کہ عورت خاوند کی وفات کے چند دن بعد بچے کو جنم دے تو اس کی عدت کب ختم ہو گی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: دو عدتوں (یعنی بیوہ اور حاملہ کی عدتوں) میں سے جو عدت بعد میں ختم ہو گی اس کا اعتبار ہو گا۔ اور حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: وہ جب بچے کو جنم دے گی تو اس کی عدت ختم ہو جائے گی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے اور فرمایا: میری رائے میرے بھتیجے یعنی ابوسلمہ بن عبدالرحمن سے متفق ہے۔ سو انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے غلام کریب کو ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس بھیجا کہ وہ ان سے یہ مسئلہ پوچھیں۔ انہوں نے

1۔ سنن النسائی، جلد 1، صفحہ 38-237

(واپس آکر) ان کو بتایا کہ وہ فرماتی ہیں: سبیعہ نے اپنے خاوند کے انتقال کے چند دن بعد بچے کو جنم دیا۔ اس نے اس کا ذکر حضور ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: تیری عدت مکمل ہوگئی ہے۔(1)

امہات المومنین کے باہمی تعلقات

سوکنوں کے باہمی تعلقات کی جو نوعیت ہوتی ہے اس کے متعلق کچھ زیادہ کہنا تحصیل حاصل کے زمرے میں آئے گا۔ حضور ﷺ کی زوجیت میں متعدد خواتین تھیں۔ ان کا تعلق مختلف قبائل سے تھا بلکہ ان میں سے بعض کا تعلق ایسے قبائل سے تھا جن کے درمیان جنگوں کا سلسلہ مدتوں چلتا رہا تھا۔ حضور ﷺ کے کاشانۂ اقدس میں فقر کی حکمرانی تھی اور زندگی کی سہولتوں کے متعلق سوکنوں کے درمیان باہمی چپقلش پیدا ہو جانے کے تمام مواقع موجود تھے۔ امہات المومنین کی عمریں، نسوانی کشش اور عقلی صلاحتیں مختلف تھیں اور ان حالات میں ان کے درمیان باہمی شکوہ شکایات کے پیدا ہو جانے کے قوی امکانات موجود تھے۔ ان تمام حقیقتوں کے باوجود امہات المومنین رضوان اللہ تعالیٰ علیہن اجمعین نے اپنے باہمی معاملات کو اس طرح منظم کیا کہ گو ان کے درمیان باہمی شکر رنجیاں بھی ظاہر ہوتی رہیں لیکن کاشانۂ اقدس میں متعدد ازواج کی بیک وقت موجودگی حضور ﷺ کے لیے کبھی پریشانی کا سبب نہیں بنی اور آپ ﷺ پوری یکسوئی کے ساتھ فرائض تبلیغ دین کی ادائیگی میں مصروف رہے۔ کاشانۂ اقدس کے روحانی ماحول کا یہ پہلو بڑا دلکش ہے۔ اس کی چند جھلکیاں ملاحظہ فرمائیں:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: حضور ﷺ کی ازواج کے دو گروہ تھے۔ ایک گروہ میں عائشہ، صفیہ، حفصہ اور سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن تھیں اور دوسرے گروہ میں حضرت ام سلمہ اور حضور ﷺ کی دیگر تمام ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن تھیں۔ لوگوں کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضور ﷺ کی محبت کا علم تھا۔ اگر ان میں سے کسی نے حضور ﷺ کی خدمت میں ہدیہ پیش کرنا ہوتا تو وہ اسے مؤخر کر دیتا اور جب حضور ﷺ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر ہوتے تو وہ شخص اس ہدیہ کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر میں حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کرتا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گروہ نے ان سے بات کی اور ان سے کہا کہ آپ ﷺ سے عرض کریں کہ آپ ﷺ لوگوں کو حکم دیں کہ جو آدمی حضور ﷺ کی خدمت میں ہدیہ پیش کرنا چاہے وہ حضور ﷺ کی خدمت میں ہدیہ پیش کر دیا کرے خواہ آپ کسی بھی زوجہ مطہرہ کے گھر میں ہوں۔ انہوں نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جو بات کہی وہ انہوں نے حضور ﷺ سے کی تو آپ نے ان کو کوئی جواب نہیں دیا۔ انہوں نے ان سے

1۔ سنن النسائی، جلد 2، صفحہ 114

استفسار کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ حضور ﷺ نے ان کی بات کے جواب میں کوئی بات نہیں فرمائی۔ انہوں نے ان سے کہا: دوبارہ آپ کی خدمت میں عرض کریں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: جب حضور ﷺ کے ان کے ہاں قیام کی باری آئی تو انہوں نے آپ سے بات کی تو آپ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ انہوں نے ان سے (پھر) پوچھا تو انہوں نے جواب دیا: آپ نے میری بات کے جواب میں کچھ نہیں فرمایا۔ انہوں نے کہا: آپ حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کرتی رہیں حتی کہ آپ اس کا جواب دیں۔ جب ان کی باری آئی تو انہوں نے حضور ﷺ سے بات کی۔ آپ نے فرمایا: عائشہ کے متعلق مجھے پریشان نہ کرو۔ کیونکہ عائشہ کے سوا کسی زوجہ کے بستر پر مجھ پر کبھی وحی نازل نہیں ہوئی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ میں آپ کو تکلیف پہنچانے کی غلطی پر اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتی ہوں...... الحدیث۔(1)

حضرت مالک بن اوس بن حدثان النصیری سے ترکہ رسول کے بارے میں ایک طویل حدیث مروی ہے جس میں حضرت عروہ بن زبیر کا یہ قول بھی ہے، فرمایا: میں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو یہ فرماتے سنا: حضور ﷺ کی ازواج مطہرات نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیجا۔ وہ اس مال سے اپنے آٹھویں حصے کا مطالبہ کرنا چاہتی تھیں جو اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو بطور فے (جنگ کے بغیر) عطا فرمایا تھا۔ میں ان کو اس مطالبے سے روکتی تھی اور کہتی تھی: کیا تم خدا سے نہیں ڈرتیں؟ کیا تم یہ بات نہیں جانتیں کہ حضور ﷺ فرمایا کرتے تھے: ہماری (یعنی انبیائے کرام کی) وراثت تقسیم نہیں ہوتی۔ ہم جو مال چھوڑ کر انتقال کریں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ اس سے آپ کی مراد آپ کی اپنی ذات مبارکہ تھی۔ اس مال سے محمد ﷺ کے اہل خانہ (بھی) کھائیں گے۔ پھر ازواج النبی نے بھی اسی بات کو اختیار کر لیا جو میں نے ان کو بتائی تھی...... الحدیث۔(2)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے واقعہ افک کے متعلق ایک طویل حدیث مروی ہے۔ اس حدیث میں آپ کا یہ بیان بھی ہے...... حضور ﷺ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے میرے متعلق پوچھتے تھے اور فرماتے تھے: تم عائشہ کے متعلق کیا جانتی ہو یا تم نے کیا دیکھا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ میں اپنی آنکھوں اور کانوں کو اس غلطی سے محفوظ رکھنا چاہتی ہوں کہ جو کچھ دیکھا یا سنا نہیں ہے اس کے متعلق کہوں کہ یہ دیکھا یا سنا ہے۔ مجھے تو عائشہ کی اچھائیوں ہی کا علم

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 351 2۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 576

ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: ازواج النبی علیہن الرضوان میں سے حضرت زینب ہی میرے ساتھ مقابلہ کرتی تھیں اور اپنی پرہیزگاری کے سبب وہ بچ گئیں...... الحدیث۔ (1)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: جتنی غیرت مجھے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر آتی تھی اتنی کسی دوسری عورت پر نہیں آتی تھی حالانکہ حضور ﷺ کے میرے ساتھ نکاح کرنے سے تین سال پہلے ان کا انتقال ہو چکا تھا۔ اور اس غیرت کی وجہ یہ تھی کہ میں حضور ﷺ کو (کثرت سے) ان کا ذکر کرتے سنتی تھی اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ ان (خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو جنت میں موتیوں کے گھر کی خوشخبری دیں اور اس لیے کہ حضور ﷺ بکری ذبح کرتے اور اس کے گوشت میں سے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سہیلیوں کو تحفہ بھیجا کرتے تھے۔ (2)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: میں نے کوئی عورت ایسی نہیں دیکھی جس کو دیکھ کر میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی ہو کہ کاش اس کی جگہ میں ہوتی، سوائے حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے۔ وہ ایک سخت خاتون تھیں۔ فرماتی ہیں: جب ان کی عمر زیادہ ہو گئی تو انہوں نے حضور ﷺ سے متعلقہ اپنی باری حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دے دی اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ آپ سے میں نے اپنی باری عائشہ کے حوالے کر دی ہے۔ سو حضور ﷺ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دو دن عطا فرماتے۔ ایک دن ان کا اپنا اور ایک حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا۔ (3)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: حضور ﷺ حلوے اور شہد کو بہت پسند فرماتے تھے۔ آپ عصر کی نماز کے بعد ازواج مطہرات علیہن الرضوان کے پاس چکر لگاتے اور ان کے قریب تشریف لے جاتے۔ (ایک روز) آپ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لے گئے اور جتنا آپ رکا کرتے تھے اس سے زیادہ ان کے پاس رک گئے۔ میں نے اس کے متعلق دریافت کیا تو مجھے بتایا گیا کہ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قبیلہ کی کسی خاتون نے ان کو شہد کا ہدیہ پیش کیا ہے اور انہوں نے اس سے حضور ﷺ کو شہد پیش کیا ہے۔ میں نے کہا: خدا کی قسم، اس کے متعلق ہم کوئی حیلہ ضرور کریں گی۔ میں نے اس کا ذکر حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کیا اور ان سے کہا: جب حضور ﷺ تمہارے پاس تشریف لائیں اور آپ تمہارے قریب تشریف لائیں گے، تو تم حضور ﷺ سے عرض کرنا: یا رسول اللہ! ﷺ آپ نے گوند تناول فرمایا ہے؟ آپ فرمائیں گے:

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 596 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 888 3۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 473

نہیں تو تم عرض کرنا: یا رسول اللہ! ﷺ یہ بو کیسی ہے؟ اور حضور ﷺ کو یہ بات سخت ناپسند تھی کہ آپ سے بو آتی۔ اس کے جواب میں آپ فرمائیں گے: حفصہ نے مجھے شہد کا مشروب پلایا ہے۔ اس پر تم عرض کرنا: اس شہد کی مکھی نے (شہد بنانے کے لیے) عروظ کا رس چوسا ہوگا۔ میں بھی آپ ﷺ کی خدمت میں یہی بات عرض کروں گی اور اے صفیہ! تم بھی آپ سے یہی عرض کرنا۔ جب حضور ﷺ حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لے گئے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا: تمہارے خوف سے، قریب تھا کہ جو کچھ تم نے کہا تھا میں وہ اسی وقت ظاہر کر دیتی جب کہ آپ ابھی دروازے ہی پر تھے۔ جب حضور ﷺ ان کے قریب تشریف لے گئے تو انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ آپ نے گوند تناول فرمایا ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔ انہوں نے عرض کیا: تو یہ بو کیسی ہے؟ آپ نے جواب دیا: حفصہ نے مجھے شہد کا مشروب پلایا ہے۔ انہوں نے عرض کیا: اس شہد کی مکھی نے عروظ کا رس چوسا ہے۔ جب آپ تشریف لائے تو میں نے بھی آپ سے یہی کہا۔ پھر آپ جب حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لے گئے تو انہوں نے بھی یہی عرض کیا: پھر آپ جب حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لے گئے تو انہوں نے عرض کیا: کیا میں آپ کو وہ مشروب نہ پلاؤں؟ آپ نے جواب دیا: مجھے اس کی حاجت نہیں ہے۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہنے لگیں: خدا کی قسم، ہماری وجہ سے حضور ﷺ نے اپنے اوپر شہد استعمال نہ کرنے کی پابندی لگالی ہے۔ فرماتی ہیں: میں نے ان سے کہا: خاموش رہو...... الحدیث۔ (1)

ازواج النبی رضی اللہ عنہن کے حسن کردار کی ایک جھلک

حضور ﷺ کا کسی خاتون کو اپنی زوجیت کے قابل سمجھنا ہی اس نیک بخت خاتون کے حسن اخلاق و کردار کا مرقع ہونے کا ناقابل تردید ثبوت ہے۔ امہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی مبارک زندگیوں میں کردار اور اخلاق کا حسن اپنے جوبن پر نظر آتا ہے۔ ہم یہاں کاشانۂ رسول ﷺ کے اس دلکش پہلو کی محض چند جھلکیاں ہدیہ قارئین کریں گے:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا واقعہ افک کے متعلق اپنی طویل حدیث میں حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حسن کردار کے متعلق فرماتی ہیں: ...... حضور ﷺ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے میرے متعلق پوچھتے تھے اور فرماتے تھے: زینب! تم نے اس کے متعلق کیا دیکھا ہے یا کیا جانتی ہو؟ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ میں اپنی آنکھوں اور

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 479

کانوں کو اس سے محفوظ رکھنا چاہتی ہوں کہ جو دیکھا یا سنا نہیں ہے اس کے متعلق کہوں کہ یہ دیکھا یا سنا ہے۔ میں تو ان (عائشہ) کے متعلق اچھی باتیں ہی جانتی ہوں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: حضور ﷺ کی ازواج مطہرات میں سے یہی (زینب) میری ہمسری کرتی تھیں اور ان کے تقویٰ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو (مجھ پر بہتان باندھنے سے) بچالیا۔(1)

عجز و انکسار انسانی حسن کردار کا ایک خوبصورت پہلو ہے۔ حدیث افک کے دوران حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی انکساری کو ملاحظہ فرمایئے:

فرماتی ہیں...... میں اپنے بستر پر لیٹ گئی۔ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں اس الزام سے پاک تھی۔ اور مجھے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے توقع تھی کہ اللہ تعالیٰ میری بے گناہی کے سبب میری براءت کو ظاہر فرمادے گا۔ لیکن خدا کی قسم، مجھے یہ گمان نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ میرے بارے میں وحی متلو نازل فرمائے گا۔ اپنی نظر میں میرا مقام اس سے فروتر تھا کہ اللہ تعالیٰ میرے معاملے میں کلام فرمائے البتہ مجھے امید تھی کہ حضور ﷺ کو ایسا خواب دکھا دیا جائے گا جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ میری براءت ظاہر فرمادے گا الحدیث۔(2)

حضرت ہشام اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آدمی بھیج کر عرض کیا: مجھے اپنے دو ساتھیوں (یعنی حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ساتھ دفن ہونے کی اجازت دے دیجئے۔ انہوں نے جواب دیا: ٹھیک ہے، خدا کی قسم، راوی کہتے ہیں: پہلے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کوئی شخص آپ سے یہ درخواست کرتا تو آپ جواب دیتیں: خدا کی قسم، میں ان کے متعلق کسی کو اپنے آپ پر ترجیح نہیں دوں گی۔(3)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: جب حضور ﷺ میرے گھر تشریف لائے تو فرمایا: ابوبکر کو حکم دو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ فرماتی ہیں: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نرم دل آدمی ہیں۔ وہ جب قرآن حکیم کی تلاوت کرتے ہیں تو اپنے آنسوؤں پر قابو نہیں رکھ سکتے۔ بہتر ہوگا کہ آپ ان کے علاوہ کسی اور کو امامت کا حکم دیں۔ فرماتی ہیں: خدا کی قسم، میں نے یہ گزارش محض اس لیے کی تھی کہ مجھے خدشہ تھا کہ حضور ﷺ کے بعد جو شخص حضور ﷺ کی جگہ کھڑا ہوگا لوگ اس کے کھڑا ہونے کو برا شگون سمجھیں گے اور مجھے یہ بات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق گوارا نہ تھی۔ سو میں نے یہ گزارش آپ کی خدمت میں دو یا تین مرتبہ دوہرائی تو آپ نے فرمایا: چاہیے کہ ابوبکر ہی لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ تمہارا معاملہ تو ان عورتوں

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 596　2۔ ایضاً　3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 1090

جیسا ہے جن سے حضرت یوسف علیہ السلام کو سابقہ پڑا تھا۔(1)

حضرت یزید بن اصم سے مروی ہے، فرماتے ہیں: مدینہ طیبہ میں ایک دولہا نے ہمیں کھانے پر دعوت دی۔ اس نے تیرہ گوہیں ہمارے سامنے پیش کیں۔ کچھ لوگوں نے گوہ کا گوشت کھایا اور کچھ لوگوں نے نہیں کھایا۔ اگلے دن میری ملاقات حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہوئی تو میں نے ان کی خدمت میں یہ واقعہ عرض کیا۔ بہت سے لوگ ان کے اردگرد جمع ہو گئے حتیٰ کہ ان میں سے کسی نے کہا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نہ اس (گوہ) کو کھاتا ہوں اور نہ اس سے منع کرتا ہوں اور نہ اس کو حرام قرار دیتا ہوں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تم نے جو بات کہی ہے وہ بہت بری ہے۔ جو نبی بھی مبعوث ہوتا ہے وہ کسی چیز کو حلال یا حرام کرنے کے لیے مبعوث ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں تھے۔ ان کے ساتھ فضل بن عباس، خالد بن ولید رضی اللہ عنہما اور ایک اور عورت بھی تھی کہ ان کی خدمت میں دسترخوان پیش کیا گیا جس پر گوشت تھا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے کا ارادہ فرمایا تو حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یہ گوشت گوہ کا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ ایسا گوشت ہے جو میں نے کبھی نہیں کھایا۔ آپ نے ان سے فرمایا: تم یہ گوشت کھاؤ۔ سو فضل بن عباس، خالد بن ولید اور اس دوسری عورت رضی اللہ عنہم نے اس گوشت کو کھایا اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں تو صرف اسی چیز کو کھاؤں گی جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تناول فرمائیں گے۔(2)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنی ایک طویل حدیث میں اپنی سوتن حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حسن کردار کی تصویر کشی ان الفاظ میں کرتی ہیں...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ ان میں سے یہی تھیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک، مرتبے میں، میری ہمسری کرتی تھیں۔ میں نے دین کے معاملے میں حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بہتر، ان سے زیادہ خدا سے ڈرنے والا، ان سے زیادہ راست گو، ان سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والا، ان سے زیادہ بڑھ کر صدقہ کرنے والا اور جن کاموں سے قرب خدا کے حصول کی کوشش کی جاتی ہے، ان کاموں میں اپنی جان لڑانے والا ان سے بڑھ کر میں نے کوئی نہیں دیکھا...... الحدیث۔(3)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (اپنی ازواج مطہرات سے) فرمایا: تم میں سے سب سے پہلے مجھ سے ملاقات وہ کرے گی جس کے ہاتھ لمبے ہوں گے۔ (یعنی جو زیادہ سخی ہوگی۔) فرماتی ہیں: ازواج مطہرات اپنے ہاتھوں کو پھیلا کر

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 178   2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 151   3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 285

دیکھتی تھیں کہ کس کے ہاتھ سب سے لمبے ہیں۔فرماتی ہیں: ہم سب سے زیادہ سخی زینب تھیں کیونکہ وہ ہاتھ سے کام کرتی تھیں اور صدقہ کیا کرتی تھیں۔(1)

حبیب خدا ﷺ کی عنایتیں ازواج مطہرات پر

حضور ﷺ کا کسی خوش بخت خاتون کو اپنی زوجیت میں لے لینا ہی اس پر آپ کی عظیم کرم نوازی ہے۔خصوصاً ان خواتین کو جن حالات میں حضور ﷺ نے شرف زوجیت بخشا، اگر ان حالات کو مدنظر رکھا جائے تو پتا چلتا ہے کہ ان کے ساتھ عقد زوجیت قائم کرنے کا ایک بڑا مقصد ان کے زخموں پر مرہم رکھنا تھا۔عقد زوجیت میں آنے کے بعد بھی ان پر لحظہ بہ لحظہ رحمۃ للعالمین ﷺ کی شان رحمت کا اظہار ہوتا رہا اور آپ ﷺ نے انا خیرکم لاھلی ''یعنی میں تم سب سے زیادہ اپنے اہل خانہ کے ساتھ اچھا سلوک کرنے والا ہوں''۔فرما کر اس حقیقت میں شک وشبہ کی کسی گنجائش کو باقی نہیں رہنے دیا۔اس ضمن میں بطور برکت، محض چند احادیث طیبہ ملاحظہ فرمائیں:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: حضور ﷺ کی بیویوں میں سے مجھے جتنی غیرت حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر آتی تھی اتنی کسی دوسری پر نہیں آئی حالانکہ میں نے ان کو دیکھا تک نہیں۔فرماتی ہیں: حضور ﷺ جب کوئی بکری ذبح کرتے تو فرماتے: اس کا گوشت خدیجہ کی سہیلیوں کی طرف بھیجو۔فرماتی ہیں: ایک روز میں نے آپ کو ناراض کر دیا اور عرض کیا: خدیجہ (یعنی آپ انہی کا ذکر کرتے رہتے ہیں۔) حضور ﷺ نے فرمایا: مجھے ان کی محبت عطا ہوئی ہے۔(2)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ کا ایک فارسی پڑوسی شوربہ بہت اچھا بناتا تھا۔(ایک روز) اس نے حضور ﷺ کے لیے شوربا بنایا اور پھر آپ کو بلانے کے لیے حاضر خدمت ہوا۔اس کی دعوت پر آپ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: اور یہ؟ (یعنی کیا یہ بھی ساتھ آسکتی ہیں۔) اس نے جواب دیا: نہیں۔حضور ﷺ نے بھی اس کی دعوت کے جواب میں فرمادیا: نہیں۔وہ دوبارہ حضور ﷺ کو دعوت دینے آیا تو حضور ﷺ نے پوچھا: اور یہ؟ اس نے عرض کیا: نہیں۔تو آپ نے فرمادیا: نہیں۔وہ پھر آپ کو بلانے آیا تو حضور ﷺ نے پوچھا: اور یہ؟ اس نے تیسری بار کہا: ہاں۔تو دونوں ایک دوسرے کے پیچھے چل دیے حتیٰ کہ ان کے گھر پہنچے۔(3)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا: جب تم مجھ سے راضی ہوتی ہو تو مجھے اس کا بھی علم ہوتا ہے اور جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو تو تمہاری ناراضگی کا بھی مجھے علم ہوتا ہے۔فرماتی ہیں: میں نے پوچھا: اس کا آپ کو کیسے پتا چلتا ہے؟ آپ نے فرمایا: جب تم

1۔الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 291　　2۔ایضاً، جلد 2، صفحہ 284　　3۔ایضاً، جلد 2، صفحہ 176

راضی ہوتی ہو تو کہتی ہو: نہیں، رب محمد کی قسم۔ اور جب ناراض ہوتی ہو تو کہتی ہو: نہیں، رب ابراہیم کی قسم۔ فرماتی ہیں: میں نے عرض کیا: یہ ٹھیک ہے۔ یا رسول اللہ! ﷺ خدا کی قسم! (میں دل سے تھوڑی ناراض ہوتی ہوں بلکہ) میں محض آپ کا اسم مبارک زبان پر لانے سے اعراض کرتی ہوں۔(1)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں کہ وہ (صغرسنی کی وجہ سے) حضور ﷺ کے پاس گڑیوں سے کھیلا کرتی تھیں۔ فرماتی ہیں: میری سہیلیاں میرے پاس آتی تھیں اور وہ آپ سے حیا کی وجہ سے دور ہو جاتی تھیں اور حضور ﷺ ان کو میرے پاس بھیج دیتے تھے۔(2)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: میں ہڈی سے گوشت کھاتی تھی اور ہڈی پر حضور ﷺ اس جگہ اپنا دہن مبارک رکھ کر گوشت کھاتے تھے جہاں میں نے منہ رکھا تھا حالانکہ میں حالت حیض میں ہوتی تھی۔ اور میں برتن سے پانی پیتی تو حضور ﷺ برتن کی اس جگہ دہن مبارک رکھ کر پانی پیتے تھے جہاں میں نے منہ رکھا تھا حالانکہ میں حالت حیض میں ہوتی تھی۔(3)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: ذوالقعدہ کے ختم ہونے میں پانچ دن باقی تھے کہ ہم حضور ﷺ کی معیت میں روانہ ہوئے۔ ہمارا ارادہ حج کے سوا کچھ نہ تھا۔ جب ہم مکہ کے قریب پہنچے تو حضور ﷺ نے حکم دیا: جس شخص کے ساتھ قربانی کا جانور نہ ہو، وہ طواف بیت اللہ اور صفا اور مروہ کے درمیان سعی کے بعد احرام کھول دے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: دس ذوالحجہ کو ہمارے پاس گائے کا گوشت لایا گیا تو میں نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ گوشت لانے والے شخص نے جواب دیا: حضور ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات کی طرف سے قربانی دی ہے...... الحدیث۔(4)

امہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن کا مقام بارگاہ خداوندی میں

مدنی تاجدار ﷺ سے کسی بھی قسم کی نسبت کسی بھی چیز کے لیے، باعث صد افتخار ہے۔ عربوں کو عربی ہونے پر، مدینہ والوں کو مدنی ہونے پر، قریشیوں کو قریشی ہونے پر اور ہاشمیوں کو ہاشمی ہونے پر فخر اسی لیے ہے کہ خدا کا حبیب ﷺ انہی میں سے تھا۔ آپ کے ساتھ ہر قسم کی نسبت باعث صد افتخار ہے لیکن آپ ﷺ کے ساتھ جو نسبت ان خوش بخت خواتین کو حاصل ہوئی جن کو آپ ﷺ نے اپنی زوجیت میں قبول فرمایا، ان کی قسمت پر جتنا رشک کیا جائے کم ہے۔ اس نسبت کی بدولت وہ روئے زمین کے تمام مسلمانوں کی مائیں قرار پائیں۔ قرآن حکیم نے ان سے خطاب کر کے فرمایا کہ حبیب خدا ﷺ کی زوجیت میں آنے کے بعد اب تم عام عورتوں جیسی نہیں ہو۔ اب تمہارا مقام بھی بلند ہو گیا

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 285
2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 285
3۔ سنن النسائی، جلد 1، صفحہ 23
4۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 414

ہے اور تمہاری ذمہ داریاں بھی بڑھ گئی ہیں۔ اس نسبت سے ان خوش بخت خواتین کو جو مقام عطا ہوا اس کے احاطے کے لیے مستقل کتابیں درکار ہیں۔ یہاں ہم محض برکت کے لیے اس مضمون کی محض چند احادیث طیبہ ذکر کرنے پر اکتفاء کریں گے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: حضور ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جنت میں ایک گھر کی خوشخبری دی تھی۔(1)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضرت جبریل امین حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ یہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کی خدمت میں حاضر ہو رہی ہیں۔ ان کے ہاتھ میں ایک برتن ہے جس میں مشروب ہے یا کھانا۔ جب وہ حاضر ہوں تو ان کو ان کے رب کی طرف سے اور میری طرف سے سلام پہنچانا اور ان کو جنت میں، اندر سے خالی، موتیوں کے گھر کی خوشخبری دینا جس میں کوئی شور و غوغا نہیں ہوگا...... الحدیث۔(2)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا: اس کی تمام خواتین سے بہتر مریم بنت عمران ہیں۔ اس کی تمام خواتین میں سے بہتر خدیجہ بنت خویلد ہیں۔ ابو کریب راوی فرماتے ہیں کہ وکیع راوی نے یہ کہتے ہوئے زمین و آسمان کی طرف اشارہ کیا۔ (3) (یعنی زمین و آسمان کی تمام عورتوں سے بہتر یہ معزز خواتین ہیں۔)

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: مردوں میں سے کامل مرد بہت ہوئے البتہ عورتوں میں سے اس مرتبہ کمال تک مریم بنت عمران اور آسیہ زوجہ فرعون کے بغیر کوئی نہیں پہنچی۔ اور عائشہ کی فضیلت عورتوں پر ایسی ہی ہے جیسے ثرید کو دوسرے کھانوں پر فضیلت حاصل ہے۔(4)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے واقعہ افک کے متعلق ایک طویل حدیث مروی ہے۔ اس میں آپ نے تحدیث نعمت کے طور پر یہ بھی فرمایا ہے:...... خدا کی قسم، میرا گمان یہ نہیں تھا کہ میرے بارے میں وحی نازل ہوگی اور اپنی نظر میں میرا مقام اس سے فروتر تھا کہ قرآن حکیم میں میرا ذکر آئے لیکن یہ امید تھی کہ ممکن ہے حضور ﷺ خواب دیکھیں جو میری براءت کا اظہار کر دے۔ خدا کی قسم، ابھی حضور ﷺ بیٹھنے بھی نہ پائے تھے اور نہ ہی کوئی فرد گھر سے نکلا تھا کہ آپ ﷺ پر وحی کا نزول ہوا اور وحی کی شدت جو آپ پر طاری ہوا کرتی تھی وہ طاری ہوئی حتیٰ کہ سردی کے دن میں آپ کے جسم انور سے موتیوں کی طرح پسینے کے قطرے گرنے لگے۔ جب حضور ﷺ سے یہ حالت زائل ہوئی تو آپ ہنس رہے تھے اور آپ نے جو بات سب سے پہلے کی وہ یہ تھی: اے عائشہ! اللہ تعالیٰ کی حمد

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 284 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً 4۔ ایضاً

کرو کہ اس نے تمہیں (اس الزام سے) بری کر دیا ہے...... الحدیث۔(1)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا: میں نے تمہیں خواب میں دیکھا تھا کہ فرشتہ تمہیں ریشم کے ایک ٹکڑے میں لپیٹ کر لا یا اور مجھ سے کہا: یہ آپ کی زوجہ ہیں۔ میں نے تمہارے چہرے سے کپڑا ہٹایا تو وہ تم تھیں۔ میں نے (جی میں) کہا: اگر یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو وہ اس کو ضرور پورا فرمائے گا۔(2)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں کہ انہوں نے حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایک ہار عاریۃً لیا اور وہ ہار گم ہو گیا۔ حضور ﷺ نے اپنے صحابہ میں سے کچھ لوگوں کو اس کی تلاش کے لیے بھیجا۔ (تلاش کے دوران) نماز کا وقت آ گیا اور انہوں نے بغیر وضو کے نماز پڑھی۔ جب وہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے حضور ﷺ کی خدمت میں شکایت کی۔ (اس موقع پر) تیمم کی آیت نازل ہو گئی۔ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا کرے، جب بھی آپ کسی مشکل صورت حال سے دوچار ہوتی ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کے لیے اس سے خلاصی کی راہ پیدا فرما دیتا ہے۔ اور مسلمانوں کے لیے اس میں برکت رکھ دی جاتی ہے۔(3)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! یہ جبریل امین ہیں تم کو سلام کہتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا: وعلیہ السلام و رحمۃ اللہ، (پھر) انہوں نے عرض کیا: وہ تو مجھے دیکھتے ہیں لیکن میں ان کو نہیں دیکھ سکتی۔(4)

حضرت ابی وائل سے مروی ہے کہ حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ کے منبر پر کھڑے ہوئے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ذکر کیا، ان کے (بصرہ کی طرف) سفر کرنے کو بیان کیا اور فرمایا: وہ دنیا اور آخرت میں تمہارے نبی ﷺ کی زوجہ مطہرہ ہیں لیکن ان کے ذریعے تمہیں آزمائش میں مبتلا کیا گیا ہے۔(5)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت زینب بنت جحش کے ساتھ حضور ﷺ کے نکاح کی ایک حدیث مروی ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں:...... اور وہ (یعنی حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا) حضور ﷺ کی ازواج مطہرات کے سامنے فخر کرتی تھیں اور کہتی تھیں: تمہارے نکاح تمہارے اہل خانہ نے کیے ہیں اور میرا نکاح اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر سے کیا ہے...... الحدیث۔(6)

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 365　2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 768　3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 776
4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 915　5۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 1052　6۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 1104

گستاخانِ رسول (ﷺ) کی نشانیاں اور ان کا انجام

اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں کی زندگیوں کا مشن اللہ تعالیٰ کی زمین پر اس کی خدائی اور اس کی عظمتوں کے جھنڈے لہرانے کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ ان کی دوستی اور دشمنی سب اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہوتی ہے۔ وہ اپنی ذات کی خاطر نہ تو کسی سے دوستی کرتے ہیں اور نہ ہی دشمنی۔

اللہ تعالیٰ بڑا الجپال ہے۔ جو بندے اس کی خاطر اپنا سب کچھ وقف کر دیتے ہیں وہ ان کو اتنا نوازتا ہے کہ زمانہ رشک کرتا ہے۔ وہ ان کو بھی نوازتا ہے اور ان کے ساتھ ان خوش نصیبوں کو بھی نوازتا ہے جو خلوص دل کے ساتھ، محض رضائے خداوندی کے حصول کے لیے ان کے دامن سے وابستہ ہو جاتے ہیں۔ اور جو بدنصیب لوگ ان محبوبانِ بارگاہ ایزدی کی گستاخی کے مرتکب ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو ایسے انجام سے دوچار کرتا ہے جو دیکھنے والوں کے لیے سامانِ عبرت بن جاتا ہے۔

حضرت محمد مصطفیٰ علیہ اطیب التحیۃ والثناء اللہ تعالیٰ کے حبیب ہیں۔ آپ نے اپنے رب کریم کی عظمتوں کے پھریرے چاردانگ عالم میں لہرانے کے لیے جو جدوجہد کی ہے اس کی مثال تاریخ عالم میں کہیں نہیں ملتی۔ اور ان مساعی جمیلہ کے صلہ میں آپ کے رب نے آپ پر اپنی نوازشوں کی جو بارشیں برسائی ہیں، ان کا بیان بھی الفاظ کے ذریعے ممکن نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی آپ ﷺ پر نوازشوں کے کئی پہلو ہیں اور ہر پہلو بڑا دلکش ہے۔ خدائی نوازشوں کے ان پہلوؤں میں سے ایک پہلو یہ بھی ہے کہ جو بدبخت آپ ﷺ کی گستاخی کے مرتکب ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسے انجام سے دوچار کیا ہے جو قیامت تک آنے والے انسانوں کے لیے درسِ عبرت ہے۔

آپ ﷺ کے گستاخوں کی دو قسمیں تھیں: ایک وہ تھے جو کھلے دشمن تھے اور دوسرے وہ جن کی دشمنی دوستی کے لبادے میں چھپی ہوئی تھی۔ دونوں قسم کے گستاخانِ رسول عبرتناک انجام سے دوچار ہوئے اور انشاء اللہ العزیز قیامت تک جو بدنصیب شخص بھی گستاخیِ رسول ﷺ کا مرتکب ہوگا اس کو جلد یا بدیر اسی قسم کے انجام سے دوچار ہونا پڑے گا۔

حضور ﷺ نے اپنی امت پر کرم فرماتے ہوئے ان لوگوں کی نشانیاں بتا دی ہیں جو دوستی کے لبادے میں دشمنی اور گستاخی کے مرتکب ہوتے ہیں۔

گستاخانِ رسول ﷺ کی نشانیاں کیا ہیں؟ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا گستاخانِ رسول کے متعلق موقف کیا تھا؟ حضور ﷺ نے خود اپنے گستاخوں کو کس سلوک کا مستحق سمجھا؟ اور اللہ تعالیٰ گستاخانِ رسول کی گرفت کیسے فرماتا ہے؟ ان سوالوں کے جوابات احادیث طیبہ کی روشنی میں

ملاحظہ فرمائیے:

گستاخانِ رسول کی نشانیاں

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ﷺ کی خدمت میں کچھ سونا بھیجا۔ آپ نے وہ سونا چار اشخاص میں تقسیم فرما دیا: (۱) اقرع بن حابس حنظلی ثم المجاشعی (۲) عیینہ بن بدر الفزاری (۳) زید الطائی جو بنی نبہان میں سے تھے اور (۴) علقمہ بن علاثہ عامری جو بنو کلاب میں سے تھے۔ قریشی اور انصاری اس (تقسیم) پر غصے میں آ گئے اور کہنے لگے: آپ نجد کے سرداروں کو عطا فرماتے ہیں اور ہمیں چھوڑ دیتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے ایسا ان کے دلوں کو مائل کرنے کے لیے کیا ہے۔ ایک شخص آیا۔ اس کی آنکھیں دھنسی ہوئی، رخسار ابھرے ہوئے، پیشانی اٹھی ہوئی، داڑھی گھنی اور سر منڈا ہوا تھا۔ اس نے کہا: اے محمد! (ﷺ) خدا سے ڈرو۔ آپ ﷺ نے جواب دیا: اگر میں خدا کی نافرمانی کروں گا تو اس کی اطاعت کون کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے تو مجھے زمین پر اپنا امین بنایا ہے اور تم مجھے امین نہیں سمجھتے؟ ایک آدمی (صحابی) نے آپ ﷺ سے اس (گستاخ) کو قتل کرنے کی اجازت طلب کی۔ راوی کہتے ہیں: میرے خیال میں وہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ آپ ﷺ نے ان کو ایسا کرنے سے روک دیا۔ جب وہ شخص واپس چلا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس شخص کی نسل سے، یا فرمایا: پشت سے ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو قرآن حکیم پڑھیں گے لیکن وہ ان کے گلوں سے نیچے نہیں اترے گا۔ وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے پار ہو جاتا ہے۔ وہ اہل اسلام کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے۔ اگر میں نے ان لوگوں کو پالیا تو میں ان کو اسی طرح قتل کروں گا جیسے قوم عاد کو ہلاک کر دیا گیا تھا۔ (1)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ کی حنین سے واپسی پر، جعرانہ کے مقام پر، ایک آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کپڑے میں کچھ چاندی تھی اور حضور ﷺ اس سے چاندی لے کر لوگوں کو عطا فرما رہے تھے۔ اس شخص نے کہا: اے محمد! (ﷺ) انصاف کرو۔ آپ نے فرمایا: تیرا ستیاناس، میں عدل نہیں کروں گا تو کون عدل کرے گا؟ اگر میں عدل نہ کروں تو میں تو سخت گھاٹے اور خسارے میں ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ مجھے اجازت دیجیے کہ میں اس منافق کو قتل کر دوں۔ فرمایا: میں اس بات سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں کہ لوگ میرے متعلق یہ کہیں کہ میں اپنے ساتھیوں

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 472

کو قتل کرتا ہوں۔ یہ شخص اور اس کے ساتھی قرآن پڑھتے ہیں لیکن وہ ان کے گلوں سے نیچے نہیں اترتا۔ یہ اس (دین) سے اسی طرح نکل جاتے ہیں جیسے تیر شکار سے پار ہو جاتا ہے۔(1)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ہم حضور ﷺ کے پاس تھے اور آپ اس مال کو تقسیم فرما رہے تھے جو آپ کے پاس آیا تھا کہ ذوالخویصرہ آپ کے پاس آیا۔ وہ بنو تمیم سے تھا۔ اس نے کہا: اے خدا کے رسول! انصاف کیجئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: تیرا ستیا ناس، اگر میں انصاف نہیں کروں گا تو کون انصاف کرے گا۔ میں اگر انصاف نہ کروں تو میں سخت گھاٹے اور خسارے میں ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس کی گردن اڑا دوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اسے چھوڑ دو۔ اس کے ساتھی ایسے ہیں کہ تم ان کی نمازوں کے مقابلے میں اپنی نمازوں کو حقیر سمجھو گے۔ تم ان کے روزوں کے مقابلے میں اپنے روزوں کو حقیر سمجھو گے۔ وہ قرآن حکیم پڑھتے ہیں لیکن وہ ان کے گلوں سے نیچے نہیں اترتا۔ وہ دین سے اس طرح نکل جاتے ہیں جیسے تیر شکار سے پار ہو جاتا ہے۔ (شکاری) تیر کے پھل کو دیکھتا ہے تو اسے کوئی چیز نظر نہیں آتی۔ وہ تیر کے پٹھے کو دیکھتا ہے تو کچھ نظر نہیں آتا۔ وہ اس کی لکڑی کو دیکھتا ہے تو کوئی چیز نظر نہیں آتی۔ پھر وہ اس کے پر کو دیکھتا ہے تو کچھ نظر نہیں آتا۔ وہ گوبر اور خون ہر چیز سے پار ہو جاتا ہے۔ ان کی نشانی ایک کالے رنگ کا آدمی ہے جس کا ایک بازو عورت کے پستان اور گوشت کے حرکت کرتے ہوئے لوتھڑے کی طرح ہوگا۔ وہ اس وقت نکلیں گے جب لوگوں میں اختلاف پیدا ہوگا۔ حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں گواہی دیتا ہوں کہ اس حدیث کو میں نے حضور ﷺ سے سنا ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان لوگوں سے جنگ کی تھی (جن کی نشانیاں حضور ﷺ نے بتائی تھیں) اور میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھا۔ آپ کے حکم سے اس آدمی کو تلاش کیا گیا۔ (جس کی نشانی حضور ﷺ نے بتائی تھی) وہ آدمی مل گیا۔ اسے پیش کیا گیا حتی کہ میں نے اس کو دیکھا اور اس کو اسی طرح پایا جیسے حضور ﷺ نے اس کی نشانیاں بیان کی تھیں۔(2)

حضرت زید بن وہب جہنی سے مروی ہے کہ وہ اس لشکر میں تھے جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی معیت میں خوارج کی طرف روانہ ہوا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اے لوگو! میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: میری امت میں ایک قوم ظاہر ہوگی، وہ قرآن حکیم پڑھیں گے۔ تمہاری تلاوت قرآن ان کی تلاوت قرآن کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہوگی، نہ تمہاری نماز ان کی نماز کے

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 340 2۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 341

مقابلے میں کوئی چیز ہوگی اور نہ تمہارے روزے ان کے روزوں کے مقابلے میں کوئی حیثیت رکھیں گے۔ وہ قرآن پڑھیں گے اور گمان کریں گے کہ وہ ان کے حق میں ہے لیکن وہ ان کے خلاف ہوگا۔ ان کی نماز ان کے گلوں سے نیچے نہیں اترے گی۔ وہ اسلام سے اسی طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ اگر اس لشکر کو، جو ان کے خلاف جنگ کریں گے، یہ علم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی زبان پر ان کے لیے کن انعامات کا وعدہ فرمایا ہے تو وہ اس (وعدہ) کے بھروسا پر اعمال صالحہ میں کمی کر دیں۔ اور اس کی نشانی یہ ہے کہ ان میں ایک آدمی ہوگا۔ راوی کہتے ہیں: شاید آپ نے فرمایا: اس کا ایک بازو ہوگا جو کلائی کے بغیر ہوگا۔ اس کے بازو کے سرے پر عورت کے پستان جیسا گوشت کا ایک لوتھڑا ہوگا۔ اس پر سفید بال ہوں گے۔ تم حضرت معاویہ اور اہل شام کی طرف (جنگ کے لیے) جاؤ گے اور ان لوگوں کو اہل خانہ اور اموال کے درمیان چھوڑ جاؤ گے۔ خدا کی قسم، میرا خیال ہے کہ یہ گروہ وہی ہے کیونکہ انہوں نے خون بہایا ہے جسے بہانا حرام تھا۔ اور انہوں نے لوگوں کے گھروں میں غارت گری کی ہے۔ سو اللہ تعالیٰ کا نام لے کر (ان کی طرف) چلو۔ سلمہ بن کہیل کہتے ہیں: مجھے زید بن وہب نے ایک مقام پر متعین کیا۔ انہوں نے کہا: ہم ایک پل پر سے گزرے۔ جب ہم آمنے سامنے آئے تو خوارج کی قیادت اس روز عبد اللہ بن وہب الراسبی کے ہاتھ میں تھی۔ اس نے ان سے کہا: نیزے پھینک دو اور تلواروں کو نیاموں سے نکال لو کیونکہ مجھے خوف ہے کہ آج بھی وہ تمہیں اسی طرح قسم دیں گے جیسے "حروراء" کے دن انہوں نے تمہیں قسم دی تھی۔ وہ پلٹے، انہوں نے دور سے اپنے نیزے پھینکے اور انہوں نے اپنی تلواریں سونت لیں۔ لوگوں نے ان پر نیزوں سے حملہ کیا اور وہ ایک دوسرے پر گر کر قتل ہوئے۔ اور لوگوں (اہل حق) میں سے اس روز صرف دو آدمی شہید ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ان کے درمیان چھوٹے بازو والے شخص کو تلاش کرو۔ لوگوں نے ایسے شخص کو تلاش کیا لیکن وہ انہیں نہ ملا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود اٹھے حتی کہ آپ ان لوگوں کے پاس پہنچے جو قتل ہو کر ایک دوسرے کے اوپر پڑے تھے۔ آپ نے فرمایا: ان کو ہٹاؤ۔ (لاشیں ہٹائی گئیں) تو وہ شخص زمین پر پڑا مل گیا۔ آپ نے تکبیر کہی پھر فرمایا: اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے اور اس کے رسول ﷺ نے پیغام پہنچا دیا ہے۔ راوی کہتے ہیں: حضرت عبیدہ السلمانی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے کھڑے ہوئے اور عرض کیا: اے امیر المومنین! اس خدا کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں، کیا آپ نے حضور ﷺ سے یہ حدیث سنی تھی؟ آپ نے فرمایا: ہاں، اس خدا کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ حضرت عبیدہ نے آپ سے تین بار اس بات پر قسم لی اور آپ نے تین بار قسم کھا کر اس کا اقرار کیا۔ (1)

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 343

عبید اللہ بن ابی رافع مولیٰ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ جب حروریہ (خوارج) نے خروج کیا تو وہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھے۔ ان (حروریہ) نے کہا: فیصلہ صرف اللہ تعالیٰ کا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: جو بات یہ زبان سے کہہ رہے ہیں وہ حق ہے لیکن اس سے جو مراد لے رہے ہیں وہ باطل ہے۔ حضور ﷺ نے ہمارے سامنے کچھ لوگوں کی نشانیاں بیان فرمائی تھیں۔ وہ نشانیاں مجھے ان لوگوں (خوارج) میں نظر آ رہی ہیں۔ وہ اپنی زبان سے کلمہ حق ادا کرتے ہیں لیکن وہ، آپ نے حلقوم کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: اس سے نیچے نہیں اترتا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں اس کی ساری مخلوق سے زیادہ مبغوض ہیں۔ ان میں ایک کالے رنگ کا شخص ہوگا جس کا ایک ہاتھ بکری کی کھیری یا پستان کے سرے جیسا ہوگا۔ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو قتل کیا تو فرمایا: (اس شخص کو) تلاش کرو۔ لوگوں نے اسے تلاش کیا لیکن اس کا کوئی پتا نہ چلا۔ آپ نے فرمایا: واپس جاؤ (اور تلاش کرو۔) خدا کی قسم، میں نے جھوٹ نہیں بولا۔ میں نے جھوٹ نہیں بولا۔ آپ نے یہ بات دو یا تین بار دہرائی۔ پھر وہ انہیں ایک اجاڑ جگہ پر مل گیا اور وہ اسے لے کر حاضر ہوئے حتیٰ کہ انہوں نے اسے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے رکھ دیا۔ حضرت عبید اللہ (راوی) فرماتے ہیں: میں ان کے ساتھ اس معاملے کے وقت حاضر تھا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے متعلق جو بات فرمائی تھی اس وقت بھی میں حاضر تھا...... الحدیث۔ (1)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: میری امت میں اختلاف اور افتراق ظاہر ہوگا۔ ایک گروہ ہوگا جو باتیں اچھی کریں گے اور کام برے کریں گے۔ وہ قرآن حکیم پڑھیں گے اور وہ ان کے حلقوم سے نیچے نہیں اترے گا۔ وہ دین سے یوں نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے اور دین کی طرف اسی طرح واپس نہیں آئیں گے جیسے تیر کمان میں واپس نہیں آتا۔ وہ انسانوں اور دیگر مخلوق میں سب سے زیادہ برے ہوں گے۔ سعادت ہے اس شخص کے لیے جو ان کو قتل کرے گا یا جسے وہ قتل کریں گے۔ وہ لوگوں کو کتاب اللہ کی طرف دعوت دیں گے لیکن ان کا کتاب اللہ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوگا۔ جس نے ان کے خلاف جنگ کی اس کو مومنوں میں سے سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوگا۔ لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ ان کی نشانی کیا ہوگی؟ فرمایا: سر منڈانا (ان کی نشانی ہوگی) (2)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا: آخری زمانے میں ایک جماعت ظاہر ہوگی۔ ان کی عمریں کم اور عقلیں ناقص ہوں گی۔ وہ سب سے اچھا

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 343
2۔ سنن ابی داؤد، جلد 2، صفحہ 308

کلام (یعنی قرآن حکیم) اپنی زبانوں پر لائیں گے لیکن ان کا ایمان ان کے گلوں سے نیچے نہیں اترے گا۔ وہ دین سے اسی طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ اگر تم ان کو دیکھو تو ان کو قتل کر دو۔ کیونکہ ان کا قتل کرنا قیامت کے دن ان کو قتل کرنے والے کے لیے باعث اجر ہوگا۔(1)

گستاخان رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کس سلوک کے مستحق ہیں؟

اسلام امن و آشتی کا دین ہے۔ اس کا رب ''الرحمٰن'' اور ''الرحیم'' ہے اور اس کا رسول ''رحمۃ للعالمین'' ہے۔ یہ حقائق ہر قسم کے شک وشبہ سے بالاتر ہیں۔ لیکن اسلام کے دین رحمت ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہر کوئی جو چاہے کرتا رہے، اس کو کھلی چھٹی دے دی جائے۔ اسلام دنیا رحمت ہونے کے ساتھ ساتھ انصاف کا دین بھی ہے اور دین فطرت بھی۔ اس میں رحمت، انصاف اور فطرت کے تقاضوں کو بیک وقت پورا کیا جاتا ہے۔ اسلام محسنین کو نوازتا بھی ہے اور ظالموں کے منہ میں لگام بھی دیتا ہے۔ اسلام کے سلوک کے ان دونوں مختلف پہلوؤں میں رحمت کا اظہار ہوتا ہے۔ محسنین کو نوازا تو جائے لیکن ظالموں کے منہ میں لگام دینے میں کوتاہی کی جائے تو یہ رحمت نہیں، انصاف کا خون ہے اور اسلام اس قسم کے رویے کو برداشت نہیں کرتا۔

گستاخی رسول ایک بہت بڑا ظلم ہے۔ اس سے بڑی ناشکری اور ظلم کیا ہو سکتا ہے کہ انسان اس ہستی کی شان میں گستاخی کرے جو کسی کی دشمن نہیں، کسی کی بدخواہ نہیں۔ جو ہر کسی کی خیر خواہ ہے اور جس کی زبان سے دشمنوں کے لیے بھی دعائیں نکلتی ہیں۔

ہمیں گستاخان رسول کے متعلق کیا رویہ اختیار کرنا چاہیے! اس سوال کے جواب کے لیے ہم پہلے یہ دیکھیں گے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا رویہ گستاخان رسول کے متعلق کیا تھا۔ پھر ہم یہ دیکھیں گے کہ خود رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس قسم کے لوگوں کو کس سلوک کا مستحق سمجھا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو کس انجام سے دوچار کیا۔

گستاخان رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی نظر میں

قارئین کرام نے گزشتہ صفحات میں ملاحظہ کیا ہوگا کہ جب بھی کسی شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں گستاخی کی جسارت کی تو کسی صحابی نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ نہیں پوچھا کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ شخص کس سلوک کا مستحق ہے بلکہ انہوں نے صرف یہی عرض کیا کہ انہیں اس گستاخ کا سر قلم کرنے کی اجازت دی جائے۔ کسی صحابی سے یہ توقع تو نہیں کی جا سکتی کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجودگی میں کوئی فیصلہ اپنی مرضی سے کرے لیکن احادیث طیبہ کے عمیق مطالعہ سے یہ بات کسی شک وشبہ کے بغیر ثابت ہو

1۔ سنن النسائی، جلد 2، صفحہ 173

جاتی ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی نظر میں گستاخ رسول کی سزا اس کے سوا کچھ نہیں تھی کہ اس کا سرتن سے جدا کر دیا جائے۔ چند احادیث طیبہ ملاحظہ فرمائیے:

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں میدان بدر میں صف میں کھڑا تھا کہ میں نے اپنے دائیں بائیں دیکھا۔ میں نے دیکھا کہ میں انصار کے دو کم عمر لڑکوں کے درمیان کھڑا ہوں۔ میری تمنا تھی کہ کاش میں ان سے زیادہ طاقتور آدمیوں کے درمیان ہوتا۔ (اسی اثنا میں) ان میں سے ایک نے مجھے ہاتھ سے اپنی طرف متوجہ کر کے پوچھا: چچا جان! کیا آپ ابوجہل کو پہچانتے ہیں؟ فرماتے ہیں: میں نے جواب دیا: ہاں، بھتیجے! تمہیں اس سے کیا کام ہے؟ اس نے جواب دیا: مجھے پتا چلا ہے کہ وہ حضور ﷺ کو گالیاں دیتا ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، اگر میں نے اس کو دیکھ لیا تو میں اور وہ اس وقت تک ایک دوسرے سے علیحدہ نہیں ہوں گے جب تک کہ وہ مر نہ جائے جس کی موت پہلے لکھی ہے۔ حضرت عبدالرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: مجھے اس پر بہت تعجب ہوا۔ پھر دوسرے نے مجھے اپنی طرف متوجہ کیا اور اس نے بھی یہی سوال کیا۔ جلد ہی مجھے ابوجہل لوگوں میں چکر لگاتا نظر آ گیا۔ میں نے ان لڑکوں سے کہا: یہ ہے تمہارا وہ مطلوبہ شخص جس کے متعلق تم مجھ سے پوچھ رہے تھے۔ فرماتے ہیں: وہ تیزی سے اس کی طرف لپکے۔ انہوں نے اپنی تلواروں سے اس پر وار کیے حتی کہ اس کو قتل کر دیا۔ پھر وہ واپس حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو اس کی اطلاع دی۔ آپ ﷺ نے پوچھا: تم میں سے کس نے اس کو قتل کیا ہے؟ ان دونوں میں سے ہر ایک نے کہا: میں نے اس کو قتل کیا ہے۔ آپ نے پوچھا: تم نے اپنی تلواروں کو صاف کر دیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: نہیں۔ آپ نے دونوں کی تلواروں کو ملاحظہ فرمایا اور فرمایا: تم دونوں نے اس کو قتل کیا ہے۔ آپ نے اس (ابوجہل) سے ملنے والی چیزیں معاذ بن عمرو بن جموح کو عطا فرمائیں۔ ان دونوں کم سن مردوں کے نام یہ تھے: معاذ بن عمرو بن جموح اور معاذ بن عفرا رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ (1)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ہم ایک غزوے میں حضور ﷺ کی معیت میں تھے کہ ایک مہاجر نے ایک انصاری کی پشت پر لات ماری۔ انصاری نے آواز لگائی: اے انصار! میری مدد کرو۔ مہاجر نے آواز لگائی: اے مہاجرین! میری مدد کرو۔ حضور ﷺ نے فرمایا: یہ زمانہ جاہلیت والی پکار کیوں بلند ہو رہی ہے؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ ایک مہاجر نے ایک انصاری کی پشت پر لات ماری ہے۔ آپ نے فرمایا: اس (پکار) کو چھوڑ دو۔ یہ بہت قبیح ہے۔ عبداللہ بن ابی نے یہ بات سنی تو کہا: انہوں نے یہ حرکت کی ہے؟ جب ہم مدینہ پہنچیں

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 88-87

گے تو ہم میں سے جو عزت والا ہے وہ ذلیلوں کو وہاں سے نکال دے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ مجھے اجازت مرحمت فرمائیے کہ میں اس منافق کی گردن اڑا دوں۔ آپ نے فرمایا: رہنے دو، کہیں لوگ یہ نہ کہنے لگیں کہ محمد ﷺ اپنے ساتھیوں کو قتل کرتے ہیں۔(1)

حضرت ابو برزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک آدمی حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ سختی سے پیش آیا۔ میں نے کہا: میں اس شخص کو قتل کر دوں گا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے جھڑکا اور فرمایا: یہ (یعنی کسی کو کسی انسان کی گستاخی پر قتل کرنا) حضرت محمد ﷺ کے علاوہ کسی اور کی گستاخی پر جائز نہیں ہے۔(2)

گستاخوں کے متعلق حضور ﷺ کا رویہ

حضور ﷺ رحمۃ للعالمین ہیں۔ آپ نے تیرہ سال مکہ میں اہل مکہ کے ستم برداشت کیے۔ ان کی طرف سے اپنے اور اپنے جاں نثاروں پر ڈھائے جانے والے مظالم پر آپ ﷺ نے کبھی ان ظالموں کے خلاف دعاء ضرر کرنے کو بھی پسند نہیں فرمایا۔ اہل طائف کے مظالم کے مقابلے میں ان کے لیے دعاء ہدایت کی۔ فتح مکہ کے دن کفار مکہ کے تمام مظالم کو معاف کر کے ان کو آزادی کا پروانہ عطا کیا۔ جس ہستی کا کردار یہ تھا اس نے بھی ان لوگوں کو معافی کا مستحق نہیں سمجھا جنہوں نے گستاخی رسول ﷺ کی تمام حدود کو پھلانگنے کی جسارت کی۔ چند احادیث طیبہ ملاحظہ فرمائیے:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: کعب بن اشرف سے کون نپٹے گا؟ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو اذیت پہنچاتا ہے۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: میں (اس کام کے لیے حاضر ہوں۔) حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس (کعب) کے پاس گئے اور کہا: ہم تم سے ایک وسق یا دو وسق قرض لینا چاہتے ہیں۔ اس نے کہا: اس کے بدلے تم میرے پاس اپنی عورتوں کو گروی رکھو۔ انہوں نے جواب دیا: ہم اپنی عورتیں تیرے پاس کیسے گروی رکھیں، جب کہ تو عرب کا خوبصورت ترین مرد ہے۔ اس نے کہا: تم اپنے بیٹے میرے پاس گروی رکھ دو۔ انہوں نے جواب دیا: ہم تیرے پاس اپنے بیٹے کیسے گروی رکھ دیں، اس طرح تو ان میں سے کسی کو گالی دی جائے گی اور کہا جائے گا کہ یہ تو وہ ہے جس کو وسق یا دو وسق میں گروی رکھا گیا تھا۔ یہ تو ہمارے لیے باعث عار ہے البتہ ہم تمہارے پاس اپنی زرہیں گروی رکھ دیتے ہیں۔ سفیان راوی فرماتے ہیں: اس (زرہیں) سے مراد ہتھیار ہے۔ انہوں نے وعدہ کیا کہ وہ ہتھیار اس کے پاس لے آئیں گے۔ (پھر وہ آئے) اور اس کو قتل کر دیا۔ پھر حضور ﷺ کی خدمت میں

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 321 2۔ سنن النسائی، جلد 2، صفحہ 170

حاضر ہوئے اور آپ کو اس کی اطلاع دی۔(1)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہی سے مروی ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: کعب بن اشرف سے کون نپٹے گا؟ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: کیا آپ یہ پسند فرماتے ہیں کہ میں اس کو قتل کر دوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ انہوں نے عرض کیا: مجھے اجازت دیجئے کہ میں (اس کو قابو کرنے کے لیے بطور تعریض) جو بات مناسب سمجھوں اس سے کہہ دوں۔ آپ نے جواب دیا: میں نے تمہیں اس کام کی اجازت دے دی۔(2)

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے ابورافع یہودی کی طرف کچھ انصار کو بھیجا اور ان پر حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر مقرر فرمایا۔ ابورافع حضور ﷺ کو اذیت پہنچاتا تھا اور آپ کو اذیت پہنچانے میں دوسروں کی مدد کرتا تھا۔ وہ ارض حجاز میں اپنے ایک قلعے میں رہتا تھا۔ جب وہ لوگ اس کے قریب گئے تو سورج غروب ہو گیا۔ حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا: تم اسی جگہ بیٹھو۔ میں جاتا ہوں اور دربان سے کوئی حیلہ کر کے اندر داخل ہونے کی کوشش کرتا ہوں۔ (وہ روانہ ہوئے) حتیٰ کہ دروازے کے قریب ہو گئے۔ انہوں نے کپڑا اوڑھ لیا اور یہ ظاہر کیا کہ قضائے حاجت کے لیے بیٹھے ہیں۔ لوگ اندر داخل ہو گئے تھے۔ دربان نے ان کو آواز دے کر کہا: اے بندۂ خدا! اگر تم اندر داخل ہونا چاہتے ہو تو داخل ہو جاؤ کیونکہ میں دروازہ بند کرنا چاہتا ہوں۔ (فرماتے ہیں:) میں اندر داخل ہوا اور چھپ گیا۔ جب لوگ اندر داخل ہو چکے تو دربان نے دروازہ بند کر دیا اور چابیاں ایک کھونٹی کے ساتھ لٹکا دیں۔ (فرماتے ہیں:) میں اٹھ کر چابیوں کے پاس گیا، وہ اٹھائیں اور دروازہ کھول لیا۔ ابورافع کے پاس قصہ گوئی ہوتی تھی اور وہ اپنے بالا خانے میں تھا۔ جب قصہ گو اس کے پاس سے اٹھ کر چلے گئے تو میں اوپر اس کی طرف چڑھ گیا۔ میں جب بھی کوئی دروازہ کھولتا، اندر داخل ہو کر اس کو اندر سے بند کر لیتا۔ میں نے (جی میں) کہا: اگر لوگوں کو میرے متعلق علم بھی ہو گیا تو بھی وہ اس وقت تک مجھ تک نہیں پہنچ سکیں گے جب تک کہ میں اس کو قتل نہیں کر دیتا۔ میں اس کے پاس پہنچا۔ وہ تاریک کمرے میں اپنے اہل خانہ کے درمیان سو رہا تھا۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ وہ اس کمرے میں کس جگہ پر ہے۔ میں نے آواز دی: ابورافع! اس نے جواب دیا: کون ہے؟ میں آواز کی طرف لپکا اور تلوار سے اس پر وار کیا۔ میں گھبراہٹ میں تھا اور (اس وار سے) کچھ بھی حاصل نہ کر سکا۔ وہ چیخا۔ میں گھر سے باہر نکل گیا۔ تھوڑی دیر رکا۔ پھر اندر داخل ہو کر اس کے پاس گیا اور کہا: ابورافع! یہ آواز کیسی تھی؟ اس نے جواب دیا: تیری ماں

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 341 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 425

ہلاک ہو، ایک آدمی نے تھوڑی دیر پہلے گھر کے اندر مجھ پر تلوار کا وار کیا ہے۔ فرماتے ہیں: میں نے اس پر تلوار کا وار کیا اور اسے شدید زخمی کر دیا لیکن میں اسے قتل نہ کر سکا۔ پھر میں نے تلوار کا پھل اس کے پیٹ پر رکھا حتی کہ وہ اس کی پشت سے پار ہو گیا۔ میں ایک ایک دروازہ کھولنے لگا حتی کہ میں سیڑھی تک پہنچ گیا۔ میں نے اپنا پاؤں رکھا۔ میں سمجھ رہا تھا کہ میں زمین پر پہنچ گیا ہوں (لیکن ابھی سیڑھی باقی تھی۔) اور میں چاندنی رات میں سیڑھی سے نیچے گر گیا اور میری پنڈلی ٹوٹ گئی۔ میں نے عمامے سے اس (پنڈلی) کو باندھ لیا۔ پھر چلا اور دروازے پر بیٹھ گیا۔ میں نے (اپنے جی میں کہا:) میں اس وقت تک باہر نہیں نکلوں گا جب تک مجھے یقین نہ ہو جائے کہ میں نے اسے قتل کر دیا ہے۔ جب مرغ سحر نے بانگ دی تو موت کا اعلان کرنے والا فصیل پر کھڑا ہوا اور اعلان کیا: میں تاجر اہل حجاز ابو رافع کی موت کا اعلان کرتا ہوں۔ میں اپنے ساتھیوں کے پاس گیا اور ان سے کہا: جلدی کرو، اللہ تعالیٰ نے ابو رافع کو قتل کر دیا ہے۔ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو تمام واقعہ سنایا۔ آپ نے فرمایا: اپنا پاؤں آگے کرو۔ میں نے پاؤں آگے کیا۔ آپ نے اس کو اپنے دست مبارک سے چھوا تو مجھے یوں لگا جیسے اس پاؤں کو کبھی کچھ ہوا ہی نہ تھا۔(1)

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جو ان تین (خوش نصیبوں) میں سے ہیں جن کی توبہ قبول ہونے کا بیان قرآن حکیم نے کیا ہے، فرماتے ہیں: کعب بن اشرف حضور ﷺ کی ہجو کرتا تھا اور قریش مکہ کو آپ کے خلاف بھڑکاتا تھا۔ حضور ﷺ جب مدینہ تشریف لائے تو اس (شہر) کے مکین ملے جلے تھے۔ ان میں مسلمان بھی تھے، بتوں کے پجاری مشرک بھی تھے اور یہودی بھی۔ وہ (مشرک اور یہودی) حضور ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو اذیت پہنچاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو صبر کرنے اور ان کو معاف کرنے کا حکم دیا۔ انہی کے متعلق قرآن حکیم کی یہ آیت نازل ہوئی: ''تم ان لوگوں سے جن کو آپ سے پہلے کتاب دی گئی اور مشرکوں سے اذیت کی بہت سی باتیں سنو گے''، الآیہ۔ جب کعب بن اشرف نے حضور ﷺ کی اذیت سے باز آنے سے انکار کر دیا تو حضور ﷺ نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ وہ ایک جماعت کعب کے پاس بھیجیں جو اس کو قتل کر دے۔ آپ نے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا۔ راوی نے یہاں کعب کے قتل کا واقعہ بیان کیا۔ جب مسلمانوں نے اسے قتل کر دیا تو یہودی اور مشرک خوفزدہ ہو گئے۔ وہ حضور ﷺ کے پاس گئے اور کہا: ہمارے آدمی پر رات کو حملہ ہوا ہے اور اسے قتل کر دیا گیا ہے۔ حضور ﷺ نے ان کو وہ باتیں یاد دلائیں جو وہ کہا کرتا تھا۔ آپ نے ان کو دعوت دی کہ وہ اور

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 577

مسلمان آپس میں ایک معاہدہ تحریر کریں جس پر عمل کیا جائے۔ پھر حضور ﷺ نے اپنے، ان کے اور عام مسلمانوں کے درمیان ایک معاہدہ تحریر فرمایا۔(1)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک نابینا شخص تھا۔ اس کی ایک لونڈی تھی جس سے اس کی اولاد تھی۔ وہ حضور ﷺ کو گالیاں دیا کرتی تھی اور آپ کی شان میں گستاخی کرتی تھی۔ وہ اس کو منع کرتا تھا لیکن وہ باز نہیں آتی تھی۔ وہ اس کو جھڑکتا تھا لیکن وہ اس حرکت سے رکتی نہیں تھی۔ راوی کہتے ہیں: ایک رات وہ حضور ﷺ کی شان میں گستاخیاں کرنے لگی اور آپ کو گالیاں دینے لگی۔ اس نے گپتی لی، اس کو اس کے پیٹ پر رکھا، اس پر زور ڈالا اور اس کو قتل کر دیا۔ اس کے دونوں پاؤں کے درمیان بچہ گر پڑا اور وہ جگہ خون آلود ہو گئی۔ صبح ہوئی تو حضور ﷺ کی خدمت میں اس کا ذکر کیا گیا۔ آپ نے لوگوں کو جمع کیا اور فرمایا: جس آدمی نے یہ کام کیا ہے اس کو میں اس حق کی قسم دیتا ہوں جو میرا اس پر ہے کہ وہ کھڑا ہو جائے۔ وہ نابینا شخص کھڑا ہو گیا اور لڑکھڑاتا ہوا اور لوگوں پر سے پھلانگتا ہوا حضور ﷺ کے سامنے آ کر بیٹھ گیا اور عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ اس عورت کا قاتل میں ہوں۔ وہ آپ کو گالیاں دیا کرتی تھی اور آپ کی شان میں گستاخی کیا کرتی تھی۔ میں اس کو منع کرتا تھا لیکن وہ باز نہیں آتی تھی۔ میں اس کو جھڑکتا تھا لیکن وہ رکتی نہیں تھی۔ میرے اس سے دو بیٹے ہیں جو موتیوں کی طرح خوبصورت ہیں اور وہ میرے ساتھ بہت اچھا سلوک بھی کرتی تھی۔ پچھلی رات وہ آپ کو گالیاں دینے لگی اور آپ کی شان میں گستاخی کرنے لگی۔ میں نے گپتی لی، اسے اس کے پیٹ پر رکھا اور اس پر دباؤ ڈالا حتی کہ اس کو قتل کر دیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: سنو، میں گواہی دیتا ہوں کہ اس کا خون رائیگاں چلا گیا ہے(2) (یعنی اس کا کوئی خون بہا نہیں ہے۔)

گستاخان رسول ﷺ اور غضب خداوندی

اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے۔ وہ اپنے منکروں اور اپنے گستاخوں کو تو بعض اوقات طویل مہلت بھی دے دیتا ہے لیکن اپنے پیاروں کے گستاخوں کی گرفت کرنے میں زیادہ دیر نہیں لگاتا۔ حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے حبیب ہیں۔ اعلان نبوت سے پہلے مکہ والے آپ کو سر اور آنکھوں پر بٹھاتے تھے لیکن کلمہ حق کے اظہار کے بعد آپ کو انہی لوگوں کی طرف سے قدم قدم پر شدید مظالم اور توہین کا سامنا کرنا پڑا۔ آپ ﷺ نے رضائے خدا کی خاطر ہر صورت حال پر صبر کیا اور اللہ تعالیٰ کی ان گنت نعمتوں پر اس کا شکر ادا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے گستاخوں کو کچھ مہلت تو دی لیکن پھر ان کو پکڑا اور اس شدت کے ساتھ پکڑا کہ وہ رہتی دنیا تک آنے والوں کے لیے درس عبرت بن گئے۔ چند مثالیں ملاحظہ فرمائیے:

1۔ سنن ابی داؤد، جلد 2، صفحہ 66 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 52-251

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ ایک بدو کے پاس اس کی تیمارداری کے لیے تشریف لے گئے۔ آپ کا معمول تھا کہ آپ کسی بیمار کے پاس تیمارداری کے لیے تشریف لے جاتے تو فرماتے: ''کوئی بات نہیں، انشاء اللہ، یہ مرض تمہیں پاک کر دے گا''۔ آپ نے اس اعرابی سے بھی فرمایا: ''کوئی بات نہیں، انشاء اللہ، یہ مرض پاک کرنے والا ہے''۔ تو اس نے جواب دیا: آپ فرماتے ہیں: یہ پاک کرنے والا ہے۔ ہرگز نہیں، بلکہ یہ تو ایک بخار ہے جو ایک بوڑھے شخص کو موت کی راہ دکھا رہا ہے۔ آپ نے فرمایا: اگر تم یہ کہتے ہو تو پھر یوں ہی سہی۔ (1)

نوٹ: امام طبرانی نے اس حدیث میں یہ زیادتی بھی کی ہے کہ وہ شخص اگلے دن شام سے پہلے ہی فوت ہو گیا۔ (2)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک شخص عیسائی تھا۔ وہ مسلمان ہو گیا اور اس نے سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران پڑھ لیں۔ وہ حضور ﷺ کے لیے کتابت کیا کرتا تھا۔ وہ دوبارہ عیسائی ہو گیا۔ وہ کہا کرتا تھا: محمد (ﷺ) اس کے سوا کچھ نہیں جانتے جو میں ان کے لیے لکھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اسے موت سے دو چار کر دیا۔ لوگوں نے اسے دفن کیا۔ صبح ہوئی تو دیکھا کہ زمین نے اسے پھینک دیا ہے۔ لوگ کہنے لگے: یہ (محمد ﷺ) اور ان کے صحابہ کا کام ہے۔ وہ چونکہ ان کو چھوڑ کر بھاگ گیا تھا اس لیے انہوں نے ہمارے آدمی کی قبر کھود کر اس کو باہر پھینک دیا ہے۔ انہوں نے اس کے لیے دوبارہ قبر کھودی اور اسے زمین میں گہرا کھودا جتنا کھود سکتے تھے۔ صبح ہوئی تو دیکھا کہ زمین نے اسے پھینک دیا تھا۔ انہوں نے کہا: یہ محمد (ﷺ) اور ان کے صحابہ کا کام ہے چونکہ یہ ان کو چھوڑ کر بھاگ گیا تھا اس لیے انہوں نے اس کی قبر کھود کر اسے باہر پھینک دیا ہے۔ پھر انہوں نے اس کے لیے اتنی گہری قبر کھودی جتنی ان کی طاقت تھی۔ صبح ہوئی تو دیکھا کہ زمین نے اس کو پھینک دیا تھا۔ انہیں یقین ہو گیا کہ یہ کام انسانوں کا نہیں ہے سو انہوں نے اسے پھینک دیا۔ (3)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے اپنا ایک خط دے کر ایک آدمی کو بھیجا کہ وہ یہ خط بحرین کے سردار (منذر) کے حوالے کر دے۔ بحرین کے سردار نے وہ خط کسریٰ (شاہ فارس) کے حوالے کیا۔ اس نے خط پڑھا تو اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ راوی کہتے ہیں: میرے خیال میں حضرت ابن مسیب نے یہ الفاظ بھی فرمائے: تو حضور ﷺ نے ان کے خلاف دعاء ضرر کی کہ ان کو مکمل طور پر پارہ پارہ کر دیا جائے۔ (4)

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 511
2۔ حاشیہ حوالہ گزشتہ
3۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 511
4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 15

نوٹ: کسریٰ نے حضور ﷺ کا خط پھاڑ کر جو حرکت کی تھی اس کے انجام کو تاریخ کے صفحات میں دیکھا جا سکتا ہے کہ جس قوم کی عظمت کے پھریرے صدیوں لہراتے رہے وہ یوں تباہ ہوئی کہ پھرا سے کبھی سر اٹھانے کا موقع ہی نہیں ملا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا غضب بھڑکا اس شخص پر جس نے اس کے نبی کے ساتھ یہ سلوک کیا۔ یہ فرماتے ہوئے آپ نے اپنے دندان مبارک (جو احد میں شہید ہوئے) کی طرف اشارہ کیا۔ اور اللہ تعالیٰ کا غضب بھڑکا اس شخص پر جس کو رسول اللہ ﷺ نے (اپنے ہاتھ سے) راہ خدا میں قتل کیا۔(1)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ بطحا کی طرف تشریف لے گئے۔ آپ ایک پہاڑی کے اوپر چڑھے اور اس طرح آواز دی جیسے کوئی شخص مدد کے لیے پکارتا ہے۔ قریش آپ کے پاس جمع ہو گئے۔ آپ نے فرمایا: اگر میں تمہیں یہ کہوں کہ دشمن صبح یا شام تم پر حملہ کرنے والا ہے تو کیا تم میری تصدیق کرو گے؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں۔ آپ نے فرمایا: میں عذاب شدید (کی آمد سے پہلے) تمہیں اس سے ڈراتا ہوں۔ اس پر ابولہب نے کہا: کیا تم نے اس لیے ہمیں جمع کیا تھا: تمہارے لیے ہلاکت ہو۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ سورۃ نازل فرما دی۔ ''ٹوٹ گئے دونوں ہاتھ ابولہب کے اور وہ ہلاک ہوا...... السورۃ''۔(2)

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 583 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 743

مقام حبیب کبریا علیہ التحیۃ والثناء صحابہ کرام علیہم الرضوان کی نظروں میں

آج ملت اسلامیہ بدقسمتی سے کئی فرقوں میں بٹ چکی ہے اور آئے روز نئے نئے فرقے جنم لے کر جسد ملت پر ناسوروں کی شکل میں ظاہر ہو رہے ہیں۔ ملت کے اس تشتت وافتراق میں جو بات سب سے زیادہ تکلیف دہ ہے وہ یہ ہے کہ جو ہستی پوری ملت کے اتحاد کا مرکز ہے، ہماری ملت اسی ہستی کے متعلق اختلافات کا شکار ہو کر رہ گئی ہے۔

آراء کا اختلاف صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں بھی تھا۔ کئی مسائل پر وہ ایک دوسرے سے مختلف رائے رکھتے تھے۔ لیکن جس بات نے ان کی آراء کے اختلاف کو باہمی تصادم کی شکل اختیار کرنے سے محفوظ رکھا وہ یہ تھی کہ اپنے رسول معظم ﷺ کے مقام، حیثیت اور آپ کی خداداد عظمتوں کے متعلق ان کی دو آراء نہیں تھیں۔ قرآن حکیم کی کسی آیت کی وہی تفسیر ان کے نزدیک معتبر تھی جو زبان رسول ﷺ سے نکلی تھی۔ حضور ﷺ نے جو فرمادیا تھا وہی ان کے نزدیک قانون اور شریعت تھا۔ آپ ﷺ نے جو بتادیا، خواہ اس کا تعلق عالم شہادت کے ساتھ ہو یا عالم غیب کے ساتھ، ان کے نزدیک اس میں شک کرنے کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ جس شخص کو حضور ﷺ نے جنتی فرمادیا وہ ان کے نزدیک لاریب جنتی تھا اور جس کو آپ نے دوزخی قرار دیا اس کے دوزخی ہونے میں انہیں کوئی شک نہ تھا۔ انہوں نے نہ تو کبھی اپنے رسول ﷺ کی عظمتوں کو پرکھنے کے لیے اپنی ذات کو معیار بنانے کی غلطی کی اور نہ ہی وہ اپنے رسول ﷺ پر خدا کی عطاؤں کی حد بندی کرنے کے جرم کے مرتکب ہوئے۔ کسی بات میں انہیں اپنے آقا ﷺ کی عظمت کے آثار نظر آئے تو اس سے ان کے ایمان کو بالیدگی اور روح کو مسرت حاصل ہوئی۔

ان کے سارے باہمی اختلافات ذات رسول کے اس ایک نقطے پر آکر اپنی ساری شدت کھودیتے تھے اور وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح خدا، رسول خدا اور دین خدا کے دشمنوں کے خلاف صف آرا رہتے تھے۔ ان کا رسول ﷺ ہی ان کے لیے سب کچھ تھا۔ خدا کا پتا بھی انہیں اسی ہستی کے وسیلہ سے چلا تھا۔ قرآن حکیم بھی انہیں اسی وسیلہ سے ملا تھا۔ اسلام کے حیات بخش اصول وضوابط بھی انہیں اس ہستی کے طفیل ملے تھے۔ اس لیے وہ اپنے اختلافات بھی اسی ہستی کے حوالے سے طے کر لیتے تھے۔

آج ہماری ملت انتشار کا شکار ہے۔ ہر کوئی ملت کے اتحاد پر زور دیتا ہے۔ یہ جذبہ بڑا ہی قابل قدر ہے لیکن جذبوں کو جب تک خلوص نیت کے ساتھ، حصول مقصد کے لیے کام میں نہ لایا جائے ان کی افادیت نہ ہونے کے برابر ہوتی ہے۔ اگر ہم ملت کے اتحاد کے سچ مچ خواہاں ہیں تو آئیں سارے

مسلمان بھائی مل کر اس ہستی کے متعلق ایک ہو جائیں جو ملت کے لیے مرکز کی حیثیت رکھتی ہے۔ اور اس ہستی کے متعلق وہی رویہ اپنائیں جو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اپنایا تھا۔

ان صفحات میں احادیث طیبہ کے حوالے سے آپ کے سامنے اس رویے کو بیان کرنے کی کوشش کریں گے جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اپنے ہادی و مرشد ﷺ کی ذات بابرکات کے متعلق اپنایا تھا۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان اور ادب و تعظیم رسول ﷺ

ایک مسلمان کا اپنے آقا و مولیٰ ﷺ کے ساتھ تعلق اطاعت، عقیدت، جاں نثاری اور محبت کا ہے۔ ان تمام رشتوں کا آغاز ادب سے ہوتا ہے۔ ادب نہ ہو تو اطاعت، عقیدت اور محبت کے سب دعوے بے بنیاد ہوتے ہیں۔ ایک شخص حضور ﷺ کے ساتھ محبت کا مدعی ہو لیکن آپ ﷺ کی ذات، آپ کے صحابہ کرام، آپ کے اہل بیت عظام اور آپ کے ساتھ تعلق رکھنے والی دیگر چیزوں کی توہین کو اپنا حق سمجھتا ہو اور اس توہین کو علمی تحقیق کی معراج قرار دیتا ہو تو اس کے دعویٰ محبت کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو حضور ﷺ سے محبت تھی۔ اسی محبت کو وہ قیامت کے دن اپنی نجات کا سب سے بڑا ذریعہ سمجھتے تھے لیکن ان کا دعویٰ محبت بے بنیاد نہ تھا بلکہ ان کی محبت کی بنیاد حضور ﷺ کے بے پناہ ادب پر تھی۔ آیئے احادیث طیبہ کی روشنی میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی زندگیوں میں ادب رسول کی ایک جھلک دیکھتے ہیں:

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضور ﷺ کے ایک سفر کے متعلق حدیث مروی ہے، جس کے یہ الفاظ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ادب رسول کا پتا دیتے ہیں......

حضرت عمران فرماتے ہیں: حضور ﷺ آرام فرما ہوتے تو ہم آپ کو جگاتے نہ تھے حتی کہ آپ خود بیدار ہو جاتے کیونکہ ہم اس بات سے بے خبر ہوتے تھے کہ نیند میں حضور ﷺ پر (وحی وغیرہ کی) کون سی کیفیت طاری ہے...... الحدیث۔(1)

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں مسجد میں کھڑا تھا کہ ایک آدمی نے کنکر پھینک کر مجھے اپنی طرف متوجہ کیا۔ دیکھا تو وہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ انہوں نے فرمایا: جاؤ اور ان دو آدمیوں کو میرے پاس بلا لاؤ۔ میں نے ان دونوں کو آپ کی خدمت میں حاضر کیا۔ آپ نے ان سے پوچھا: تم کس قبیلے اور کس جگہ سے تعلق رکھتے ہو؟ انہوں نے

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 49

جواب دیا: ہم اہل طائف میں سے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اگر تمہارا تعلق اس شہر کے ساتھ ہوتا تو میں تمہیں سخت سزا دیتا۔ تم حضور ﷺ کی مسجد میں اپنی آوازوں کو بلند کرتے ہو؟ (1)

حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ بنو عمرو بن عوف کے مابین صلح کرانے کے لیے ان کے ہاں تشریف لے گئے۔ (اسی اثناء میں) نماز کا وقت ہو گیا۔ مؤذن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: کیا آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں گے؟ (اگر ایسا ہے تو) میں اقامت کہوں۔ آپ نے جواب دیا: ہاں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز پڑھانا شروع کی۔ لوگ ابھی نماز ہی میں تھے کہ حضور ﷺ تشریف لے آئے۔ آپ صفوں کو چیرتے ہوئے آگے آئے حتیٰ کہ پہلی صف میں کھڑے ہو گئے۔ لوگوں نے (حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آگاہ کرنے کے لیے) تالیاں بجانا شروع کر دیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوران نماز (ادھر ادھر) توجہ نہیں کرتے تھے۔ جب لوگوں نے زیادہ تالیاں بجائیں تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ متوجہ ہوئے اور حضور ﷺ کو دیکھ لیا۔ حضور ﷺ نے ان کو اشارے سے فرمایا کہ وہ اپنی جگہ پر قائم رہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ہاتھ اٹھائے، حضور ﷺ نے آپ کو جس بات کا حکم دیا تھا اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور پھر پیچھے ہٹ کر صف میں کھڑے ہو گئے۔ حضور ﷺ آگے بڑھے اور نماز پڑھائی۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: ابوبکر! جب میں نے تمہیں حکم دیا تھا کہ تم اپنی جگہ پر قائم رہو تو تم وہاں قائم کیوں نہیں رہے؟ انہوں نے عرض کیا: ابن ابی قحافہ کے بیٹے کی یہ مجال نہیں کہ وہ حضور ﷺ کے آگے کھڑے ہو کر نماز پڑھائے۔ حضور ﷺ نے (لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر) فرمایا: کیا وجہ ہے کہ میں نے دیکھا کہ تم کثرت سے تالیاں بجانے لگے تھے؟ اگر کوئی مسئلہ پیش آجائے تو تسبیح کیا کرو کیونکہ جب کوئی تسبیح کہتا ہے تو اس کی طرف توجہ کی جاتی ہے۔ تالیاں بجانا تو عورتوں کے لیے ہے۔ (2)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: حضور ﷺ میرے پاس تشریف لائے۔ میرے پاس دو بچیاں جنگ بعاث کے ترانے گا رہی تھیں۔ حضور ﷺ بستر پر استراحت فرما ہو گئے اور اپنا رخ انور پھیر لیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے۔ انہوں نے مجھے جھڑکا اور فرمایا: یہ شیطانی آلات موسیقی حضور ﷺ کے پاس؟...... الحدیث۔ (3)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ عیدگاہ کی طرف تشریف لے جاتے تھے اور ایک چھوٹا نیزہ (بطور علامت) آپ کے آگے آگے لے جایا جاتا تھا اور عیدگاہ میں

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 67 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 94 3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 130

اس کو آپ ﷺ کے سامنے گاڑا جاتا تھا اور آپ اس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے تھے۔(1)

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک رات میں نے حضور ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔ آپ مسلسل نماز میں کھڑے رہے حتی کہ میں نے ایک برے کام کا ارادہ کیا۔ راوی کہتے ہیں: ہم نے پوچھا: آپ نے کیا ارادہ کیا تھا؟ انہوں نے جواب دیا: میں نے ارادہ کیا تھا کہ بیٹھ جاؤں اور حضور ﷺ (کے ساتھ کھڑا رہنے) کو ترک کر دوں۔(2)

نوٹ: قارئین کرام ملاحظہ فرمائیں کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نفل نماز میں حضور ﷺ کی اقتداء کر رہے تھے اور نفل نماز میں عذر کے بغیر بھی قیام کی جگہ بیٹھنا جائز تھا لیکن حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس جائز کام کو برا کہہ رہے ہیں۔ کیونکہ ان کی نظروں میں یہ کام ادب رسول کے خلاف تھا اس لیے انہوں نے اس ارادے کو برے کام کا ارادہ قرار دیا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ہم ایک سفر میں حضور ﷺ کے ساتھ تھے۔ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک سرکش جوان اونٹ پر سوار تھا۔ وہ میرے قابو سے باہر ہو کر لوگوں سے آگے نکل جاتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کو جھڑکتے تھے اور اس کو پیچھے موڑتے تھے (کیونکہ ان کی نظر میں اونٹ کا حضور ﷺ کی سواری سے آگے نکلنا ادب رسول کے خلاف تھا۔) وہ اونٹ پھر آگے نکل جاتا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسے پھر جھڑکتے اور پیچھے کرتے تھے۔ حضور ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: یہ اونٹ مجھے بیچ دو۔ انہوں نے اونٹ حضور ﷺ کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اے عبداللہ بن عمر! یہ اونٹ تمہارا ہے۔ تم اس کے ساتھ جو چاہو کرو...... الحدیث۔(3)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ کی ایک اونٹنی تھی۔ جس کا نام عضباء تھا۔ وہ دوڑ میں کسی سے پیچھے نہیں رہتی تھی...... ایک اعرابی اپنے ایک نوجوان اونٹ پر آیا اور وہ اس اونٹنی سے آگے نکل گیا۔ مسلمانوں پر یہ بات سخت ناگوار گزری حتی کہ حضور ﷺ نے (ان کی اس ناگواری کو) بھانپ لیا۔ آپ نے فرمایا: یہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے کہ اس دنیا میں جو چیز بھی بلند ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اس کو پست کرتا ہے۔(4)

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ قبیلہ بنو اسلم کی ایک جماعت کے پاس سے گزرے جو تیر اندازی کر رہی تھی۔ آپ نے فرمایا: اے بنو اسماعیل! تیر

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 133
2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 153
3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 284
4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 402

اندازی کرو۔ کیونکہ تمہارے جد امجد (یعنی حضرت اسماعیل علیہ السلام) تیر انداز تھے اور میں بنو فلاں کے ساتھ ہوں۔ راوی کہتے ہیں: دونوں میں سے ایک فریق نے تیر اندازی سے ہاتھ کھینچ لیے۔ حضور ﷺ نے پوچھا: کیا وجہ ہے، تم تیر اندازی کیوں نہیں کر رہے؟ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ ہم تیر اندازی کیسے کریں جب کہ آپ اس (دوسرے فریق) کے ساتھ ہیں۔ آپ نے فرمایا: تیر اندازی کرو، میں تم سب کے ساتھ ہوں۔(1)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ جب حفصہ بنت عمر حضرت خنیس بن حذافہ سہمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جو صحابی تھے اور جن کا مدینہ میں انتقال ہو گیا تھا، سے بیوہ ہوئیں تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گیا اور ان کو حفصہ نکاح میں دینے کی پیشکش کی۔ انہوں نے جواب دیا: میں اس کے متعلق سوچوں گا۔ میں کچھ ایام ٹھہرا۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھ سے ملے اور کہا: یہ بات میرے ذہن میں آئی ہے کہ میں شادی نہ کروں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملا اور کہا: اگر آپ چاہیں تو میں حفصہ کو آپ کی زوجیت میں دے دوں؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاموش رہے اور کوئی جواب نہ دیا۔ مجھے ان کے رویے پر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رویے سے بھی زیادہ دکھ تھا۔ کچھ دن بعد حضور ﷺ نے حفصہ کے لیے پیغام نکاح دیا اور میں نے اس کا آپ کے ساتھ نکاح کر دیا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھ سے ملے اور فرمایا: تم نے جب مجھے حفصہ کی پیشکش کی تھی اور میں نے کوئی جواب نہ دیا تھا تو شاید تم مجھ سے ناراض ہوئے تھے؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں نے جواب دیا: ہاں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: تم نے مجھے جو پیشکش کی تھی اس کا جواب نہ دینے کی وجہ صرف یہ تھی کہ مجھے معلوم تھا کہ حضور ﷺ نے ان کا ذکر کیا ہے۔ اور میں ایسا نہیں تھا کہ حضور ﷺ کے راز کو افشا کرتا۔ اگر حضور ﷺ اس سے نکاح نہ کرتے تو میں اس کو قبول کر لیتا۔(2)

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ان کے والد محترم نے ان سے فرمایا: بیٹے! مجھے معلوم ہوا ہے کہ حضور ﷺ کے پاس کچھ قبائیں آئی ہیں اور آپ ان کو تقسیم فرما رہے ہیں۔ تم مجھے حضور ﷺ کی خدمت میں لے چلو۔ ہم وہاں گئے تو پتا چلا کہ حضور ﷺ کا شانۂ اقدس کے اندر ہیں۔ والد صاحب نے مجھے فرمایا: حضور ﷺ کو میرے لیے آواز دو۔ ان کا یہ کہنا مجھے بہت بڑی بات لگی اور میں نے عرض کیا: کیا میں حضور ﷺ کو آپ کی خاطر بلاؤں؟ انہوں نے جواب دیا: بیٹے!

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 478 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 768

حضور ﷺ کوئی بڑے جابر شخص نہیں ہیں۔ میں نے حضور ﷺ کو بلایا۔ آپ باہر تشریف لائے تو آپ پر دیباج کی ایک قبا تھی جس کو سونے کے بٹن لگے ہوئے تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: مخرمہ! یہ قبا ہم نے تمہارے لیے چھپا کر رکھی تھی۔ پھر آپ نے وہ قبا ان کو عطا فرما دی۔(1)

حضرت ابراہیم بن سوید سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضرت علقمہ نے ہمیں ظہر کی نماز میں پانچ رکعتیں پڑھائیں۔ جب انہوں نے سلام پھیرا تو لوگوں نے کہا: اے ابوشبل! آپ نے پانچ رکعتیں پڑھائی ہیں۔ انہوں نے فرمایا: ہرگز نہیں، میں نے ایسا نہیں کیا۔ لوگوں نے کہا: آپ نے ایسا ہی کیا ہے۔ راوی کہتے ہیں: میں لوگوں سے ایک طرف کونے میں تھا اور میں بچہ تھا۔ میں نے کہا: یہ بات صحیح ہے۔ آپ نے پانچ رکعتیں ہی پڑھائی ہیں۔ انہوں نے فرمایا: اے ایک آنکھ والے! تو بھی یہی کہتا ہے؟ راوی کہتے ہیں: میں نے کہا: ہاں۔ فرماتے ہیں: پھر وہ مڑے اور (سہو کے) دو سجدے کیے پھر سلام پھیرا اور فرمایا: حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ہمیں حضور ﷺ نے نماز میں پانچ رکعتیں پڑھائیں۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں نے آپس میں حرکات کے ذریعے ایک دوسرے سے کچھ کہنا شروع کیا۔ حضور ﷺ نے پوچھا: کیا بات ہے؟ لوگوں نے عرض کیا: آپ نے پانچ رکعتیں پڑھائی ہیں۔ آپ نے رخ انور (قبلہ کی طرف) پھیرا، دو سجدے کیے، سلام پھیرا اور پھر فرمایا: میں بھی تمہاری طرح (ظاہراً) ایک بشر ہوں۔ جس طرح تم یاد رکھتے ہو اسی طرح میں بھی یاد رکھتا ہوں اور جس طرح تم بھول جاتے ہو اسی طرح میں بھی بھول جاتا ہوں۔ ابن نمیر نے اپنی روایت میں ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے: اگر تم میں سے کوئی بھول جائے تو (سہو کے) دو سجدے کر لے۔(2)

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا اور فرمایا: تم شام کے وقت اور رات کو سفر جاری رکھو گے اور کل صبح ان شاء اللہ تم پانی پر پہنچ جاؤ گے۔ لوگ چل دیے۔ کوئی کسی کی طرف توجہ نہیں دے رہا تھا۔ حضرت ابوقتادہ فرماتے ہیں: حضور ﷺ چل رہے تھے کہ آدھی رات کا وقت ہو گیا۔ میں آپ ﷺ کے پہلو میں تھا۔ حضور ﷺ کو اونگھ آ گئی اور آپ اپنی سواری سے ایک طرف جھک گئے۔ میں نے آپ کو بیدار کیے بغیر آپ کو سہارا دیا حتی کہ آپ اپنی سواری پر سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔ راوی کہتے ہیں: آپ نے پھر سفر جاری رکھا حتی کہ رات کا اکثر حصہ گزر گیا اور آپ اپنی سواری سے ایک طرف جھک گئے۔ فرماتے ہیں: میں نے آپ کو جگائے بغیر آپ کو سہارا دیا حتی کہ آپ اونٹنی پر سیدھے بیٹھ گئے...... الحدیث۔(3)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضرت علی بن ابی طالب

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 871 2۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 13-212 3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 39-238

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیبیہ کے دن حضور ﷺ اور مشرکین کے درمیان، صلح کا معاہدہ تحریر کیا۔ آپ نے لکھا: یہ وہ معاہدہ ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ نے تحریر کیا ہے۔ مشرکوں نے کہا: ''رسول اللہ'' کے الفاظ نہ لکھو۔ اگر ہمیں یقین ہوتا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو ہم آپ کے خلاف جنگ نہ کرتے۔ حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا: ان الفاظ کو مٹا دو۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: میرا تو یہ مقام نہیں ہے کہ میں ان الفاظ کو محو کروں۔ پھر حضور ﷺ نے اپنے دست پاک سے ان الفاظ کو محو فرمایا...... الحدیث۔ (1)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں حضور ﷺ کے منبر کے پاس بیٹھا تھا۔ ایک آدمی کہنے لگا: اسلام کے بعد، میں حجاج کرام کو پانی پلانے کے علاوہ کوئی اور عمل نہ بھی کروں تو مجھے اس کی پروا نہیں۔ دوسرے آدمی نے کہا: اسلام کے بعد مسجد حرام کی آبادی کے علاوہ، میں کوئی اور عمل نہ کروں تو بھی مجھے اس کی پروا نہیں۔ ایک اور آدمی نے کہا: جہاد فی سبیل اللہ ان اعمال سے افضل ہے جن کا ذکر تم نے کیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو جھڑکا اور فرمایا: منبر رسول ﷺ کے پاس اپنی آوازوں کو بلند نہ کرو...... الحدیث۔ (2)

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ان کے ہاں قیام فرمایا۔ حضور ﷺ گھر کے نچلے حصے میں ٹھہرے اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اوپر والے حصے میں۔ ایک رات حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیدار ہوئے اور (اپنے جی میں) کہا: ہم تو حضور ﷺ کے سر کے اوپر چلتے رہتے ہیں۔ سو وہ لوگ وہاں سے ہٹ گئے اور انہوں نے رات ایک جانب بسر کی۔ پھر انہوں نے اس بات کا تذکرہ حضور ﷺ سے کیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: مکان کے نیچے والے حصے میں رہائش آسان ہے۔ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ میں اس چھت کے اوپر نہیں چڑھوں گا، جس کے نیچے آپ تشریف فرما ہیں۔ پس حضور ﷺ مکان کے اوپر والے حصے میں منتقل ہو گئے اور حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نیچے والے حصے میں...... الحدیث۔ (3)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ پر جب وحی نازل ہوتی تھی تو آپ سر اقدس جھکا لیتے تھے اور آپ کے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بھی اپنے سروں کو جھکا لیتے تھے۔ اور جب وحی ختم ہوتی تو آپ سر کو اٹھا لیتے۔ (4)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ میرے پاس تشریف

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 104 — 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 134

3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 183 — 4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 257

لائے۔ میں اس وقت بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے ہمیں سلام کیا اور مجھے کسی کام کے لیے بھیج دیا۔ میں نے اپنی ماں کے پاس آنے میں دیر کر دی۔ جب میں آیا تو میری والدہ نے پوچھا: تم کیوں دیر سے آئے ہو؟ میں نے عرض کیا: حضور ﷺ نے مجھے کسی کام کے لیے بھیج دیا تھا۔ انہوں نے پوچھا: آپ کا کام کیا تھا؟ میں نے عرض کیا: وہ راز ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور ﷺ کا راز کسی کو نہ بتانا......الحدیث۔ (1)

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ کی معیت میں ہم ایک جنازہ کے لیے روانہ ہوئے۔ جب ہم قبر کے پاس پہنچے تو قبر ابھی تیار نہیں ہوئی تھی۔ حضور ﷺ بیٹھ گئے۔ ہم بھی آپ کے ارد گرد بیٹھ گئے۔ (ادب رسول اللہ ﷺ کی وجہ سے ہم یوں خاموش تھے) جیسے ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں۔ (2)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں ایک تنگ پہاڑی راستے پر حضور ﷺ کی سواری کے آگے آگے چل رہا تھا کہ حضور ﷺ نے فرمایا: اے عقبہ! کیا تم سوار نہیں ہو جاتے؟ میں نے حضور ﷺ کے مقام کو اس سے بہت بلند سمجھا کہ میں آپ کی سواری پر سواری کروں۔ آپ نے پھر فرمایا: عقبہ! کیا تم سوار نہیں ہو گے؟ میں ڈر گیا کہ کہیں آپ کی یہ حکم عدولی گناہ نہ ہو۔ میں تھوڑی دیر سوار ہوا، پھر اتر گیا اور حضور ﷺ سوار ہو گئے۔ پھر آپ نے فرمایا: کیا میں تمہیں دو ایسی سورتیں نہ سکھاؤں جن کا مقام ان تمام سورتوں سے بلند ہے جو لوگ پڑھتے ہیں؟ پھر آپ ﷺ نے مجھے سورۃ الفلق اور سورۃ الناس سکھائیں۔ پھر نماز کھڑی ہوئی۔ حضور ﷺ آگے بڑھے اور نماز میں یہی دو سورتیں تلاوت کیں۔ پھر فرمایا: عقبہ! کیا خیال ہے؟ تم جب بھی سونے لگو یا سو کر اٹھو تو ان کو پڑھا کرو۔ (3)

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: جب سے میں نے اپنے دائیں ہاتھ کے ساتھ حضور ﷺ کے دست اقدس پر بیعت کی ہے اس وقت سے نہ گانا گایا ہے، نہ جھوٹ بولا ہے اور نہ ہی اس ہاتھ کے ساتھ اپنی شرم گاہ کو چھوا ہے۔ (4)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: جب حضور ﷺ کا انتقال ہوا تو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں اس بات پر اختلاف ہو گیا کہ قبر لحد والی بنائی جائے یا شق والی۔ انہوں نے اس مسئلے پر بحث کی حتی کہ ان کی آوازیں بلند ہو گئیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 299　2۔ سنن النسائی، جلد 1، صفحہ 282
3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 312　4۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 27

نے فرمایا: حضور ﷺ کے پاس اپنی آوازوں کو اونچا نہ کرو۔ نہ آپ ﷺ کی حیات طیبہ میں اور نہ آپ کے انتقال کے بعد...... الحدیث۔(1)

حبیب خدا علیہ التحیۃ والثناء کی خدمت، آپ کی حفاظت اور آپ ﷺ کی عظمت و ناموس صحابہ کرام کی نظروں میں

حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے فطری طور پر ان فقید المثال خوبیوں سے بہرہ ور فرمایا تھا کہ اعلان نبوت سے پہلے مکہ کے چھوٹے اور بڑے سب آپ کی راہوں میں آنکھیں بچھاتے تھے۔ انہی لوگوں نے آپ ﷺ کو صادق اور امین کے معزز القابات دیے تھے۔ لیکن جب حضور ﷺ نے مکہ کی شرک سے آلودہ سرزمین پر نعرۂ توحید بلند کیا تو مکہ کا بچہ بچہ آپ کا دشمن اور آپ کے خون کا پیاسا ہو گیا۔ عداوت رسول اللہ ﷺ کی یہ وبا مکہ سے نکل کر پورے جزیرۂ عرب میں پھیل گئی۔ یہ لوگ آپ کی ذات سے زیادہ آپ کے پیغام کے دشمن تھے اور آپ کو اپنا پیغام اپنی ذات اور اپنی جان سب سے زیادہ عزیز تھا۔

انصار مدینہ نے آپ کے پیغام کو قبول کیا۔ انہوں نے اس پیغام کو صرف قبول ہی نہیں کیا بلکہ اس کی اشاعت کے راستے میں اٹھنے والے ہر طوفان کے سامنے سینہ سپر ہو کر کھڑے ہونے کی ذمہ داری انہوں نے اپنے کندھوں پر لے لی۔ مکہ میں جن خوش نصیبوں نے اس دین متین کو گلے لگایا تھا وہ بھی اس کی عظمتوں کے جھنڈے کو دنیا کے طول و عرض میں لہرانے کی خاطر اپنا سب کچھ چھوڑ کر مدینہ پہنچ گئے اور پھر ان مہاجرین و انصار نے مل کر حبیب خدا ﷺ کے لیے تبلیغ اسلام کے راستے کو یوں ہموار کیا کہ چند سالوں میں یہ دین متین جزیرۂ عرب سے نکل کر دنیا کے دور دراز علاقوں کا رخ کرنے لگا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے حضور ﷺ کی ذاتی ضروریات کو پورا کرنے، آپ کے سکون و آرام کا خیال رکھنے اور آپ ﷺ کی عظمت و ناموس کی حفاظت کے لیے فدا کاری اور جاں نثاری کی ایسی داستانیں اوراق تاریخ پر ثبت کی ہیں کہ جو دیکھتا ہے، ان کی فدا کاریوں کو سلام کرتا ہے۔

آیئے تاریخ اسلام کے اس حسین پہلو کی ایک جھلک احادیث طیبہ کی روشنی میں ملاحظہ کریں:

حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں ایک سفر میں حضور ﷺ کے ساتھ تھا۔ (آپ نے وضو فرمایا تو) میں آپ کے موزے اتارنے کے لیے جھکا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ان کو رہنے دو۔ میں نے طہارت کی حالت میں ان کو پہنا تھا۔ پھر آپ نے ان پر مسح فرمایا۔(2)

حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے عمرہ

1۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 112　　2۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 33

کیا۔ آپ نے بیت اللہ کا طواف کیا اور مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعتیں پڑھیں۔ آپ کے ساتھ صحابی تھے جو لوگوں سے آپ کی حفاظت کر رہے تھے۔ ایک شخص نے ان سے پوچھا: کیا حضور ﷺ خانہ کعبہ میں داخل ہوئے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: نہیں۔ (1)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک عورت ایک بردہ (دھاری دار کپڑا) لے کر حاضر ہوئی۔ تم جانتے ہو بردہ کس کو کہتے ہیں؟ آپ کو جواب دیا گیا: ہاں۔ بردہ چوڑی چادر کو کہتے ہیں جس کے کناروں پر بنائی کی گئی ہو۔ اس عورت نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ یہ چادر میں نے آپ کو پہنانے کی خاطر اپنے ہاتھ سے بنی ہے۔ حضور ﷺ نے وہ چادر لے لی۔ آپ کو اس کی ضرورت بھی تھی...... الحدیث۔ (2)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: حضور ﷺ رات کو نہ سوئے۔ جب آپ مدینہ طیبہ پہنچے تو فرمایا: کاش میرے صحابہ میں سے کوئی مرد صالح آج رات میری چوکیداری کرے۔ اسی اثناء میں ہم نے ہتھیاروں کی آواز سنی۔ آپ نے پوچھا: کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا: میں سعد بن ابی وقاص ہوں اور آپ کی چوکیداری کی خاطر حاضر ہوا ہوں۔ اس پر حضور ﷺ استراحت فرما ہو گئے۔ (3)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: غزوہ عسفان سے واپسی پر ہم حضور ﷺ کے ساتھ تھے۔ حضور ﷺ اپنی سواری پر تھے اور آپ نے حضرت صفیہ بنت حیی کو اپنے پیچھے سوار کیا ہوا تھا۔ اونٹنی کا پاؤں پھسلا اور دونوں ہستیاں نیچے گر گئیں۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی سواری سے چھلانگ لگا دی اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ اللہ تعالیٰ مجھے آپ کا فدیہ بنا دے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: خاتون کا خیال کرو۔ انہوں نے اپنے چہرے پر کپڑا ڈالا، خاتون کے پاس گئے۔ کپڑا ان پر ڈالا اور ان کے لیے ان کی سواری کو درست کیا پھر وہ دونوں سوار ہو گئے اور ہم نے حضور ﷺ کو (حفاظت کی خاطر) گھیرے میں لے لیا...... الحدیث۔ (4)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: مہاجرین و انصار نے مدینہ کے گرد خندق کھودنا شروع کی۔ وہ اپنی پشتوں پر مٹی اٹھا کر لے جاتے تھے اور یہ اشعار پڑھتے تھے: ہم وہ ہیں جنہوں نے محمد ﷺ کے دست اقدس پر اس بات کی بیعت کی ہے کہ جب تک ہم زندہ ہیں ہمیشہ جہاد کرتے رہیں گے...... الحدیث۔ (5)

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 217 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 281 3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 404
4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 434 5۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 588

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: انصار کا معمول تھا کہ ان میں سے کوئی آدمی حضور ﷺ کے لیے کھجوروں کے کچھ درخت مخصوص کر دیتا تھا (کہ آپ ان کو استعمال فرمائیں) حتی کہ جب حضور ﷺ نے بنو قریظہ اور بنو نضیر قبائل پر فتح حاصل کی تو اس کے بعد آپ انصار کو ان کے کھجوروں کے درخت لوٹا دیتے تھے۔(1)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے واقعہ افک کے متعلق ایک طویل حدیث مروی ہے جس میں آپ فرماتی ہیں:...... حضور ﷺ اسی روز کھڑے ہوئے اور عبداللہ بن ابی کے رویے کے خلاف عذر خواہی کی۔ آپ منبر پر کھڑے تھے۔ فرمایا: اے جماعت مسلمین! کون ہے جو ایسے شخص کے خلاف مجھے بے قصور قرار دے جس نے میرے اہل خانہ کے معاملہ میں مجھے اذیت پہنچائی ہے؟ اور خدا کی قسم، مجھے اپنے اہل خانہ کے متعلق اچھائی ہی کا علم ہے۔ اور انہوں نے ایک شخص کا نام لیا ہے جس کے متعلق میں اچھائی ہی کو جانتا ہوں۔ اور وہ میرے گھر میں میرے ساتھ ہی داخل ہوتا ہے۔ فرماتی ہیں: بنو عبدالاشہل کے سعد (بن معاذ) کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ میں آپ کے اس الزام سے پاک ہونے کا اعلان کرتا ہوں۔ اگر وہ شخص (جس نے یہ حرکت کی ہے) قبیلہ اوس سے ہے تو میں اس کی گردن اڑا دوں گا اور اگر اس کا تعلق ہمارے برادر قبیلہ بنو خزرج سے ہے تو آپ ہمیں جو حکم دیں گے ہم اس پر عمل کریں گے...... الحدیث۔(2)

حضرت ہشام اپنے والد (عروہ) سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو برا بھلا کہنے لگا (کیونکہ وہ واقعہ افک میں ملوث تھے) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: ان کو گالیاں نہ دو کیونکہ وہ حضور ﷺ کا دفاع کیا کرتے تھے...... الحدیث۔(3)

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: جب حضور ﷺ نے عمرہ کیا تو ہم آپ کے ساتھ تھے۔ آپ نے طواف کیا تو ہم نے بھی آپ کے ساتھ طواف کیا۔ آپ نے نماز پڑھی تو ہم نے بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھی۔ آپ نے صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی تو ہم نے بھی آپ کے ساتھ سعی کی۔ ہم آپ ﷺ کو اہل مکہ کی نظروں سے اوجھل رکھتے تھے کہ کوئی آپ کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچائے۔(4)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: جنگ حنین کے موقع پر

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 575　　2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 595
3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 597　　4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 602

ہوازن، غطفان اور ان کے علاوہ دیگر قبائل اپنے مویشیوں، عورتوں اور بچوں کو ساتھ لے کر آئے۔ حضور ﷺ کے ساتھ دس ہزار معافی یافتہ نو مسلم بھی تھے۔ وہ آپ کو چھوڑ کر پسپا ہو گئے حتی کہ آپ تنہا رہ گئے۔ آپ نے اس روز دو آوازیں دیں اور ان کے درمیان خلط ملط نہ کیا۔ آپ ﷺ دائیں طرف متوجہ ہوئے اور ندا دی: اے جماعت انصار! انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ ہم حاضر ہیں۔ آپ کو خوشخبری ہو کہ ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ پھر آپ بائیں جانب متوجہ ہوئے اور ندا دی: اے گروہ انصار! انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ ہم حاضر ہیں۔ آپ کو خوشخبری ہو کہ ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ آپ اپنی سفید خچر پر سوار تھے۔ آپ سواری سے اترے اور فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ مشرکین کو شکست ہوئی اور حضور ﷺ کو بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا۔ آپ نے وہ مال مہاجرین اور معاف کردہ نو مسلموں میں تقسیم فرما دیا اور انصار کو کچھ عطا نہیں فرمایا۔ انصار (کے کچھ لوگوں) نے کہا: جب سخت وقت آتا ہے تو ہمیں پکارا جاتا ہے اور مال غنیمت ہمارے سوا دوسروں کو دے دیا جاتا ہے۔ یہ بات حضور ﷺ تک پہنچی۔ آپ نے انصار کو ایک خیمے میں جمع کیا اور فرمایا: تمہاری طرف سے جو بات مجھ تک پہنچی ہے وہ کیا ہے؟ وہ خاموش ہو گئے۔ آپ نے فرمایا: اے گروہ انصار! کیا تم اس بات پر خوش نہیں ہو کہ لوگ مال دنیا لے جائیں اور تم اللہ تعالیٰ کے رسول کو لے کر اپنے گھروں کی طرف جاؤ۔ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ کیوں نہیں؟ ہم ضرور اس بات پر راضی ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اگر سب لوگ ایک وادی میں چلیں اور انصار دوسری گھاٹی کا راستہ اختیار کریں تو میں اس گھاٹی کو منتخب کروں گا جس میں انصار ہوں گے۔ ہشام راوی کہتے ہیں: میں نے (حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے) عرض کیا: اے ابو حمزہ! کیا آپ اس واقعے کے وقت موجود تھے؟ انہوں نے فرمایا: میں حضور ﷺ کی خدمت سے غیر حاضر کیسے رہ سکتا تھا۔(1)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک درزی نے حضور ﷺ کو کھانے کی دعوت دی۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں اس دعوت میں حضور ﷺ کے ساتھ گیا۔ اس نے حضور ﷺ کی خدمت میں جو کی روٹی، شوربا جس میں کدو تھے اور خشک گوشت پیش کیا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ پیالے کے مختلف حصوں سے کدو تلاش فرما رہے تھے۔ اس دن سے میں کدوؤں سے مسلسل محبت کرتا ہوں۔ ثمامہ راوی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: میں کدو کے ٹکڑے جمع کر کے آپ کے سامنے رکھنے لگا۔(2)

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 22-621　　2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 818

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک رات سفر میں میں حضور ﷺ کے ساتھ تھا۔ آپ نے پوچھا: کیا تمہارے پاس پانی ہے؟ میں نے عرض کیا: ہاں، (یا رسول اللہ! ﷺ) آپ سواری سے اترے اور چلنے لگے حتی کہ رات کی تاریکی میں مجھ سے اوجھل ہو گئے۔ پھر آپ تشریف لائے۔ میں نے برتن سے آپ پر پانی ڈالا اور آپ نے چہرہ اور ہاتھ دھوئے۔ آپ نے اونی جبہ زیب تن فرما رکھا تھا۔ آپ اس سے اپنے بازو باہر نہ نکال سکے اور ان کو آپ نے جبے کے نیچے سے باہر نکالا اور بازو دھوئے۔ پھر آپ نے سر کا مسح کیا۔ پھر میں آپ کے موزے اتارنے کے لیے جھکا تو آپ نے فرمایا: ان کو رہنے دو۔ میں نے ان کو پاک پاؤں میں پہنا تھا۔ پس آپ نے ان پر مسح کیا۔(1)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ ایک روز حاجت کے لیے مدینہ طیبہ کے ایک باغ میں تشریف لے گئے۔ میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے چل دیا۔ جب آپ باغ میں داخل ہو گئے تو میں باغ کے دروازے پر بیٹھ گیا اور (اپنے آپ سے) کہا: آج میں حضور ﷺ کا دربان بننے کی سعادت حاصل کروں گا۔ حالانکہ حضور ﷺ نے مجھے اس کا حکم نہیں دیا تھا ......الحدیث۔(2)

حضرت ام حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: حجۃ الوداع میں میں نے حضور ﷺ کے ساتھ حج کیا۔ میں نے حضرات بلال اور اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھا، ان میں سے ایک حضور ﷺ کی اونٹنی کی مہار پکڑے ہوئے تھا اور دوسرے نے حضور ﷺ کو گرمی سے محفوظ رکھنے کی خاطر آپ کے اوپر اپنا کپڑا پھیلایا ہوا تھا حتی کہ آپ نے جمرۂ عقبہ پر کنکریاں ماریں......الحدیث۔(3)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ مدینہ تشریف لائے تو میری عمر دس سال تھی اور آپ کا انتقال ہوا تو میری عمر بیس سال تھی۔ میری مائیں مجھے آپ ﷺ کی خدمت کی ترغیب دیتی تھیں۔ آپ ﷺ نے ہمارے گھر میں قدم رنجہ فرمایا۔ ہم نے آپ کی خاطر ایک گھریلو بکری کو دوہا، اس میں گھر کے کنویں کا پانی ملایا اور اس کو حضور ﷺ نے نوش فرمایا......الحدیث۔(4)

حضرت ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ابو شعیب نامی ایک شخص اپنے ایک غلام کے پاس آیا جو گوشت کا کام کرتا تھا اور اس سے کہا: کھانا تیار کرو جو پانچ آدمیوں کے لیے کافی ہو کیونکہ میں نے حضور ﷺ کے چہرۂ انور پر بھوک کے آثار دیکھے ہیں۔ اس نے کھانا تیار کیا پھر اس نے حضور ﷺ کی طرف آدمی بھیجا اور آپ کو اور ان لوگوں کو جو آپ کی مجلس میں تھے کھانے کی

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 863
2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 1051
3۔ الصحیح لمسلم، جلد 1 صفحہ 419
4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 174

دعوت دی۔ جب حضور ﷺ کھانے کے لیے اٹھے تو ایک ایسا آدمی بھی ان کے ساتھ چل پڑا جو اس وقت موجود نہیں تھا جب ان کو دعوت دی گئی تھی۔ جب حضور ﷺ گھر کے دروازے پر پہنچے تو آپ نے صاحب خانہ سے فرمایا: ایک ایسا آدمی بھی ہمارے ساتھ چلا آیا ہے جو اس وقت موجود نہیں تھا جب تم نے دعوت دی تھی۔ اگر تم اس کو اجازت دو تو وہ بھی اندر آجائے۔ اس نے عرض کیا: اسے اجازت ہے۔ وہ اندر آجائے۔(1)

حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ وہ رات حضور ﷺ کے دروازے کے پاس گزارتے تھے (تاکہ بوقت ضرورت خدمت کی سعادت حاصل ہو سکے) اور حضور ﷺ کو سنتے تھے کہ آپ دیر تک سبحان اللہ رب العالمین کا ورد کرتے رہتے تھے اور پھر آپ سبحان اللہ وبحمدہ پڑھتے تھے۔(2)

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور محبت رسول ﷺ

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی زندگی کی سب سے بڑی متاع حبیب خدا ﷺ کی محبت تھی۔ اسی محبت کے سہارے وہ زندگی کے تمام کٹھن مراحل کو طے کرتے تھے اور اسی محبت کو وہ قیامت کے دن اپنی سرخروئی کا واحد ذریعہ سمجھتے تھے۔ آیئے احادیث طیبہ کی روشنی میں حضور ﷺ کے ساتھ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی محبت کی ایک جھلک ملاحظہ کریں:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ کے اس مرض میں جس میں آپ کا انتقال ہوا حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز پڑھاتے تھے۔ پیر کے دن وہ نماز میں صفیں باندھے کھڑے تھے کہ حضور ﷺ نے کمرے کا پردہ ہٹایا اور ہماری طرف نظر کرم فرمائی۔ آپ کھڑے تھے اور آپ کا چہرۂ انور یوں لگ رہا تھا جیسے قرآن کا ورق ہو۔ پھر آپ نے (اپنے غلاموں کو مصروف نماز دیکھ کر) تبسم فرمایا۔ حضور ﷺ کی زیارت کی خوشی میں ہم نے مبتلائے فتنہ ہونے (یعنی نماز کو توڑ دینے) کا ارادہ کیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ صف میں شامل ہونے کے لیے پیچھے ہٹے۔ ان کا گمان تھا کہ حضور ﷺ نماز کے لیے باہر تشریف لانے والے ہیں۔ حضور ﷺ نے ہمیں اشارہ کیا کہ اپنی نماز مکمل کرو۔ پھر آپ ﷺ نے پردہ ڈال لیا اور اسی روز آپ کا انتقال ہو گیا۔ ﷺ (3)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک طویل حدیث مروی ہے جس میں آیت تخییر نازل ہونے کا ذکر ہے۔ اس حدیث میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ قول مروی ہے ...... انہوں نے فرمایا...... تو آیت تخییر نازل ہوئی۔ حضور ﷺ نے سب سے پہلے مجھ سے آغاز کیا اور

1۔ جامع الترمذی، جلد 1، صفحہ 130 2۔ سنن ابن ماجہ صفحہ 276 3۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 93-94

فرمایا: میں تم سے ایک بات کہنے والا ہوں۔ تم اپنے والدین سے مشورہ کیے بغیر اس کے جواب میں جلدی نہ کرو تو کوئی حرج نہیں۔ فرماتی ہیں: حضور ﷺ جانتے تھے کہ میرے والدین مجھے آپ سے جدائی کا مشورہ کبھی نہیں دیں گے۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ...... الآیہ (احزاب: 28) "یعنی اے نبی! اپنی بیبیوں سے فرما دو کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زیب و زینت کو پسند کرتی ہو تو آؤ میں تمہیں مال و دولت دے کر عمدگی سے علیحدہ کر دوں۔ اور اگر تم اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور دار آخرت کو پسند کرتی ہو تو اللہ تعالیٰ نے تم میں سے جو محسنات ہیں ان کے لیے اجر عظیم تیار کر رکھا ہے"۔ میں نے جواب میں عرض کیا: کیا میں اس مسئلے میں اپنے والدین سے مشورہ کروں گی؟ میں تو اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور دار آخرت کو پسند کرتی ہوں۔ پھر آپ ﷺ نے اپنی دیگر ازواج مطہرات کو اختیار دیا تو انہوں نے بھی وہی جواب دیا جو عائشہ نے دیا تھا۔(1)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ لوگ بارگاہ رسالت میں ہدیہ پیش کرنے کے لیے اس دن کا انتظار کرتے تھے جب حضور ﷺ کا قیام عائشہ کے گھر ہوتا تھا۔ وہ ایسا حضور ﷺ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کرتے تھے۔(2)

حضرت مسور بن مخرمہ اور مروان بن حکم رضی اللہ عنہما سے صلح حدیبیہ کے متعلق ایک طویل حدیث مروی ہے جس میں عروہ بن مسعود کے، بات چیت کے لیے، حضور ﷺ کے پاس آنے کا ذکر ہے۔ اس حدیث پاک کی ان سطور میں صحابہ کرام علیہم الرضوان کی محبت رسول کی ایک جھلک ملاحظہ فرمایئے:

......عروہ نے کہا: اے محمد! (ﷺ) اگر تم اپنی قوم کی بیخ کنی کر دو گے تو کیا تم نے کبھی یہ سنا ہے کہ تم سے پہلے کسی عرب نے اپنی قوم کی بیخ کنی کی ہو۔ اور اگر معاملہ الٹ ہوا تو خدا کی قسم، میں ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں اور مختلف نسلوں کے ایسے لوگ دیکھ رہا ہوں جن سے یہی توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ بھاگ جائیں گے اور تمہیں چھوڑ جائیں گے۔ اس پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: او ئے بتوں کی شرم گاہ چاٹنے والے! کیا ہم حضور ﷺ کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے؟ اس نے پوچھا: یہ کون ہے؟ لوگوں نے جواب دیا: یہ ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ اس نے کہا: اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، اگر تیرا مجھ پر وہ احسان نہ ہوتا جس کا میں نے بدلہ نہیں دیا تو میں تجھے جواب دیتا۔ راوی کہتے ہیں: عروہ نے حضور ﷺ سے باتیں شروع کیں۔ وہ جب بھی آپ سے گفتگو کرتا آپ کی ریش مبارک کو پکڑتا۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کے سر پر کھڑے تھے۔ ان

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 335　　2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 350

کے ہاتھ میں تلوار تھی اور انہوں نے خود پہنا ہوا تھا۔ عروہ جب بھی اپنا ہاتھ حضور ﷺ کی ریش مبارک کی طرف جھکاتا، حضرت مغیرہ تلوار کی میان کا سرا اس کے ہاتھ پر مارتے اور فرماتے: اپنا ہاتھ حضور ﷺ کی ریش مبارک سے دور رکھو۔ عروہ نے اپنا سر اٹھایا اور پوچھا: یہ کون ہے؟ لوگوں نے جواب دیا: یہ مغیرہ بن شعبہ ہیں۔ اس نے کہا: اے دھوکے باز! کیا تمہیں دھوکے کی سزا سے بچانے کے لیے میں کوشش نہیں کرتا رہا ہوں؟ حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زمانہ جاہلیت میں ایک قوم کی مصاحبت کی تھی اور ان کو قتل کر کے ان کے اموال پر قبضہ کر لیا تھا اور پھر آ کر اسلام قبول کر لیا تھا۔ حضور ﷺ نے (ان سے) فرمایا تھا: تمہارا اسلام قبول کرنا ہمیں منظور ہے اور مال کے ساتھ ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے۔ پھر عروہ نے حضور ﷺ کے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو اپنی آنکھوں سے ملاحظہ کرنا شروع کر دیا۔ راوی کہتے ہیں: خدا کی قسم، حضور ﷺ نے جب بھی تھوکا تو آپ کا تھوک مبارک ان میں سے کسی آدمی کی ہتھیلی پر پڑا اور اس نے اس کو اپنے چہرے اور اپنی جلد پر مل لیا۔ آپ نے جب بھی ان کو کوئی حکم دیا تو انہوں نے تعمیل ارشاد میں ایک دوسرے سے پہل کرنے کی کوشش کی۔ آپ نے وضو کیا تو یوں محسوس ہوتا تھا کہ وہ آپ کے آبِ وضو کو حاصل کرنے کے لیے ایک دوسرے سے لڑ پڑیں گے۔ آپ نے کلام کیا تو انہوں نے اپنی آوازوں کو پست کر لیا۔ وہ احترام کی وجہ سے آپ کو نظر بھر کر دیکھتے تک نہ تھے۔ عروہ اپنی قوم کے پاس واپس آیا اور کہا: اے میری قوم! میں بادشاہوں کے پاس گیا ہوں۔ میں قیصر، کسریٰ اور نجاشی کے درباروں میں گیا ہوں۔ خدا کی قسم، میں نے کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا جس کے ساتھی اس کی اتنی تعظیم کرتے ہوں جتنی تعظیم محمد (ﷺ) کے صحابہ ان کی کرتے ہیں۔ وہ تھوکتے ہیں تو ان کا لعاب دہن ان میں سے کسی آدمی کی ہتھیلیوں پر پڑتا ہے اور وہ اس کو اپنے چہرے اور جلد پر مل لیتا ہے۔ وہ حکم دیتے ہیں تو وہ اس کی تعمیل میں جلدی کرتے ہیں۔ وہ وضو کرتے ہیں تو یوں لگتا ہے کہ وہ ان کے آبِ وضو پر لڑ پڑیں گے۔ وہ بات کرتے ہیں تو وہ اپنی آوازوں کو پست کر لیتے ہیں۔ وہ بوجہ احترام ان کو نظر بھر کر دیکھتے بھی نہیں ہیں ......الحدیث۔(1)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: حضور ﷺ کا انتقال ہوا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ''سنح'' یعنی عالیہ کے مقام پر تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے: خدا کی قسم رسول اللہ ﷺ کا انتقال نہیں ہوا۔ فرماتی ہیں: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے: خدا کی قسم، میرے دل میں یہی بات آتی تھی اور میں سمجھتا تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اٹھائے گا اور آپ کے ذریعہ لوگوں کے ہاتھ پاؤں کاٹے گا۔ حضرت ابوبکر

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 79-378

صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے۔ حضور ﷺ کے چہرے سے پردہ ہٹایا اور آپ کو بوسہ دیا۔ پھر عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان، آپ حیات طیبہ میں بھی پاک تھے اور انتقال کے بعد بھی پاک ہیں۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو دو موتیں نہیں چکھائے گا...... الحدیث۔ (1)

امام بخاری نے اسی حدیث کو باب مرضہ و وفاتہ میں بھی روایت کیا ہے۔ اس روایت میں امام زہری نے حضرت سعید بن مسیب کے حوالے سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: خدا کی قسم، جب میں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس آیت کی تلاوت کرتے سنا: یعنی وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ...... الآیہ (آل عمران: 144)۔ تو میں مبہوت ہو گیا حتی کہ میرے پاؤں میرا بوجھ برداشت نہ کر سکے اور میں زمین پر گر گیا۔ جب میں نے حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس آیت کی تلاوت کرتے سنا تو مجھے علم ہوا کہ حضور ﷺ کا انتقال ہو گیا ہے۔ (2)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: جب حضور ﷺ کے مرض میں اضافہ ہوا اور تکلیف بڑھی تو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہنے لگیں: ہائے میرے پدر بزرگوار کی تکلیف! حضور ﷺ نے ان سے فرمایا: آج کے بعد تمہارے باپ پر کوئی تکلیف نہیں آئے گی۔ جب حضور ﷺ کا انتقال ہو گیا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ اشعار کہے: ہائے میرے والد ماجد، انہوں نے اپنے رب کی پکار پر لبیک کہا ہے۔ ہائے میرے والد ماجد، جنت الفردوس ان کا ٹھکانا ہے۔ ہائے میرے والد ماجد، ہم ان کے انتقال کی خبر جبریل امین کو دیتے ہیں۔ جب حضور ﷺ کو دفن کر دیا گیا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: اے انس! کیا تمہارے دلوں نے اس بات کو گوارا کر لیا کہ تم حضور ﷺ پر مٹی ڈالو۔ (3)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: صحرا کے مکینوں میں سے ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ قیامت کب آئے گی؟ آپ نے فرمایا: تجھ پر افسوس، تو نے قیامت کے لیے کیا تیاری کر رکھی ہے؟ اس نے عرض کیا: میں نے قیامت کے لیے اور تیاری تو کچھ نہیں کی البتہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: تم اسی کے ساتھ ہو گے جس کے ساتھ تم محبت کرتے ہو۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ کیا ہمارے لیے بھی یہی حکم ہے؟ فرمایا: ہاں۔ اس روز ہم بہت خوش ہوئے...... الحدیث۔ (4)

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 517
2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 640
3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 641
4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 911

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ہم جب حضور ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھتے تھے تو آپ کی دائیں جانب کھڑا ہونا پسند کرتے تھے تا کہ حضور ﷺ اپنے رخ انور کو ہماری طرف پھیریں۔ میں نے آپ ﷺ کو یہ دعا کرتے سنا: اے اللہ تعالیٰ! مجھے اس دن کے عذاب سے محفوظ رکھو جس دن تو اپنے بندوں کو جمع کرے گا۔ (1)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک روز حضور ﷺ (کاشانۂ اقدس سے) باہر تشریف لائے۔ آپ اس وقت نہ باہر تشریف لایا کرتے تھے اور نہ کوئی آپ سے ملاقات کرتا تھا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے پاس آئے۔ آپ نے ان سے پوچھا: ابو بکر! کیسے آنا ہوا؟ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ آپ سے ملاقات کرنے، آپ کے چہرۂ انور کی زیارت کرنے اور آپ کی خدمت میں سلام عرض کرنے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ زیادہ وقت نہ گزرا تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر خدمت ہوئے۔ آپ نے پوچھا: عمر! کیسے آئے ہو؟ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ بھوک کی وجہ سے حاضر ہوا ہوں۔ آپ نے فرمایا: میں بھی کچھ ایسا ہی محسوس کرتا ہوں۔ پس وہ ابو الہیثم بن التیہان انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر کی طرف چل پڑے۔ ان کی ملکیت میں کھجور کے درخت اور بکریاں بہت تھیں لیکن ان کے پاس کوئی خادم نہیں تھا۔ انہوں نے ابو الہیثم کو گھر پر موجود نہ پایا۔ انہوں نے ان کی اہلیہ سے پوچھا: تمہارے خاوند کہاں ہیں؟ انہوں نے عرض کیا: ہمارے لیے میٹھا پانی لینے گئے ہیں۔ تھوڑا ہی وقت گزرا تھا کہ حضرت ابو الہیثم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشک کو بمشکل اٹھائے ہوئے آ گئے۔ انہوں نے مشک رکھی پھر وہ حضور ﷺ کے ساتھ لپٹ گئے اور عرض کرنے لگے: میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ پھر وہ ان حضرات کو اپنے باغیچے میں لے گئے۔ انہوں نے ان کے لیے کپڑا بچھایا...... الحدیث۔ (2)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضور ﷺ کو بے ابر چاندنی رات میں دیکھا۔ میں کبھی حضور ﷺ کی طرف دیکھتا اور کبھی چاند کی طرف دیکھتا۔ حضور ﷺ نے سرخ حلہ زیب تن فرما رکھا تھا۔ میری نگاہوں میں حضور ﷺ چاند سے زیادہ حسین و جمیل تھے۔ (3)

حضرت علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا: کیا لیلۃ الجن کو تم میں سے کوئی حضور ﷺ کے ساتھ تھا؟ انہوں نے جواب دیا: (اس رات) ہم میں سے کوئی بھی آپ کے ساتھ نہ تھا بلکہ اس رات ہم نے آپ کو موجود نہ پایا۔ اس وقت آپ مکہ میں تھے۔ ہم نے سوچا: آپ کو دھوکے سے پکڑ لیا گیا ہے یا کوئی چیز آپ کو اڑا کر لے گئی

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 247 2۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 60 3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 104

ہے۔آپ کے ساتھ ہوا کیا ہے؟ ہم نے وہ رات اتنی بری حالت میں گزاری جتنی بری حالت میں کسی قوم نے کوئی رات نہ گزاری ہوگی۔اسی حالت میں صبح ہوگئی۔صبح ہوئی تو ہم نے دیکھا کہ آپ حرا کی طرف سے تشریف لارہے تھے......الحدیث۔(1)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے،فرماتے ہیں: ہم حضور ﷺ کے ساتھ ایک غزوے میں شریک ہوئے۔ ہمارے ساتھ کچھ بدو بھی تھے۔ہم پانی پر جلدی پہنچنے کی کوشش کرتے تھے اور بدو ہم سے پہلے پہنچ جاتے تھے۔ایک اعرابی پہلے پانی پر پہنچتا۔وہ حوض سا بنا کر اس میں پانی بھرتا اور اس کے اردگرد پتھر رکھ دیتا اور اس پر چمڑے کی شیٹ ڈال دیتا حتی کہ اس کے ساتھی پہنچ جاتے۔فرماتے ہیں: ایک انصاری ایک اعرابی کے پاس آیا۔اس نے اپنی اونٹنی کی مہار ڈھیلی کی تاکہ وہ اونٹنی پانی پی سکے۔اس نے پانی پینے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا۔انصاری نے پانی کی رکاوٹ توڑ ڈالی۔اعرابی نے لکڑی اٹھائی۔اس نے وہ لکڑی انصاری کے سر پر ماری اور اس کا سر پھوڑ دیا۔وہ شخص رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کے پاس گیا اور اس کو اس واقعے کی خبر دی۔وہ اس کے ساتھیوں میں سے تھا۔عبداللہ بن ابی غصے میں آ گیا اور کہا: رسول اللہ (ﷺ) کے ساتھ جو لوگ یعنی بدو ہیں ان پر خرچ نہ کیا کرو حتی کہ وہ آپ کے اردگرد سے دور چلے جائیں۔اور بدو کھانے پر حضور ﷺ کے ساتھ شریک ہوا کرتے تھے۔عبداللہ بن ابی نے کہا: جب یہ محمد (ﷺ) سے دور ہو جائیں اس وقت آپ کے پاس کھانا لے جایا کرو تا کہ آپ اور آپ کے ساتھی کھالیں۔پھر اس نے کہا: جب ہم لوٹ کر مدینہ جائیں گے تو ہم میں سے جو عزت والے ہیں وہ ان کو وہاں سے نکال دیں گے جو ذلیل ہیں۔حضرت زید فرماتے ہیں: میں حضور ﷺ کے پیچھے سوار تھا اور میں نے عبداللہ بن ابی کی باتیں سن لیں۔میں نے یہ بات اپنے چچا کو بتائی۔وہ گئے اور یہ بات حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کی۔حضور ﷺ نے اس یعنی عبداللہ بن ابی کو بلا بھیجا۔اس نے قسم کھا کر اس بات کا انکار کر دیا۔فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے اس کی تصدیق فرمائی اور مجھے جھٹلا دیا۔فرماتے ہیں: میرے چچا میرے پاس آئے اور کہا: تم نے کس ارادے سے یہ بات کہی کہ اب حضور ﷺ تم سے ناراض ہو گئے ہیں۔آپ نے تمہیں جھٹلا دیا ہے اور مسلمان بھی تمہیں جھٹلا رہے ہیں۔فرماتے ہیں: مجھے اتنا دکھ ہوا جتنا کسی کو کبھی نہیں ہوا ہوگا۔فرماتے ہیں: میں سفر میں حضور ﷺ کے ساتھ چل رہا تھا۔میں نے غم کی وجہ سے اپنا سر جھکا رکھا تھا کہ حضور ﷺ میرے پاس آئے، میرے کان کو رگڑا اور میری طرف رخ انور کر کے تبسم فرمایا۔اگر حضور ﷺ کی اس کرم نوازی کے بدلے مجھے دنیا میں ہمیشہ کی زندگی بھی ملتی تو بھی مجھے خوشی نہ ہوتی۔

1۔جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 158

پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھ سے آ کر ملے اور پوچھا: حضور ﷺ نے تم سے کیا فرمایا، تھا؟ میں نے جواب دیا: آپ نے کچھ بھی نہیں فرمایا آپ ﷺ نے صرف میرا کان مروڑا اور میری طرف دیکھ کر تبسم فرمایا۔ انہوں نے فرمایا: تمہیں مبارک ہو...... الحدیث۔(1)

حضرت حفصہ سے مروی ہے، فرماتی ہیں: حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب بھی حضور ﷺ کا نام لیتیں تو ساتھ کہتیں: میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ میں نے ان سے پوچھا: کیا آپ نے حضور ﷺ سے فلاں حدیث سنی تھی؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں، میرے ماں باپ حضور ﷺ پر قربان...... الحدیث۔(2)

صحابۂ کرام علیہم الرضوان اور برکات رسول ﷺ

سائنس کی ترقی نے انسان کو عقلیت پسند بنا دیا ہے۔ اب اکثر انسان کسی واقعے کے وقوع پذیر ہونے کو صرف اسی صورت میں تسلیم کرتے ہیں جب اس واقعے کی وقوع پذیر ہونے کی عقلی توجیہ ممکن ہو۔ اور جس واقعے کی عقلی توجیہ ان کے نزدیک ممکن نہ ہو اس کو محال کہہ کر وہ مسترد کر دیتے ہیں۔

برکت بھی ایک ایسا روحانی عمل ہے جس کی عقلی توجیہ ہر کسی کے بس کی بات نہیں اسی لیے اب آثار صالحین سے حصول تبرک کو ایک فضول بلکہ غلط کام سمجھا جاتا ہے۔ آیئے احادیث طیبہ کی روشنی میں دیکھتے ہیں کہ برکات رسول ﷺ کے متعلق صحابہ کرام رضوان تعالیٰ علیہم اجمعین کا رویہ اور عقیدہ کیا تھا تاکہ اس کی روشنی میں ہم بھی اپنا عقیدہ اور رویہ منظم کر سکیں۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ ان کے والد ماجد شہید ہو گئے اور ان کے ذمہ ایک یہودی کی تیس وسق کھجوریں قرض چھوڑ گئے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس یہودی سے مہلت مانگی تو اس نے مہلت دینے سے انکار کر دیا۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ﷺ سے گزارش کی کہ آپ اس یہودی کے پاس ان کی سفارش کریں۔ حضور ﷺ تشریف لائے اور اس یہودی سے فرمایا کہ وہ اپنے قرض کے بدلے میں جابر کی کھجوروں کا سارا پھل لے لے لیکن اس نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ حضور ﷺ کھجوروں کے باغ میں داخل ہوئے اور اس کے اندر چکر لگایا۔ پھر آپ نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: کھجوریں اتار کر اس یہودی کا قرض لوٹا دو۔ حضور ﷺ کے واپس تشریف لے جانے کے بعد حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھجوریں تڑوائیں اور اس یہودی کو تیس وسق پورے کر دیے اور سترہ وسق ان کے لیے بچ بھی گئے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ آپ کی خدمت میں ماجریٰ عرض کریں۔

1۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 165 2۔ سنن النسائی، جلد 1، صفحہ 231

انہوں نے حضور ﷺ کو نماز عصر میں پایا۔ حضور ﷺ جب نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ (قرض کی ادائیگی کے بعد) کھجوریں بچ بھی گئی ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: جاؤ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ واقعہ سناؤ۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ واقعہ سنایا تو انہوں نے فرمایا: جب حضور ﷺ ان کھجوروں کے درمیان چلے تھے مجھے اسی وقت یقین ہو گیا تھا کہ ان کھجوروں میں برکت پیدا کر دی جائے گی۔(1)

حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ کی خدمت میں مشروب پیش کیا گیا۔ آپ نے اس مشروب سے کچھ پیا۔ آپ کی دائیں جانب ایک لڑکا بیٹھا تھا اور آپ کی بائیں جانب بزرگ صحابہ بیٹھے تھے۔ حضور ﷺ نے اس لڑکے سے فرمایا: کیا تم مجھے اجازت دیتے ہو کہ میں مشروب (پہلے) ان بزرگوں کو دے دوں؟ اس لڑکے نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ آپ کے جوٹھے میں میرا جو حصہ ہے اس میں میں کسی کو اپنی ذات پر ترجیح نہیں دوں گا۔ تو حضور ﷺ نے وہ پیالہ جھٹکے سے اس کے ہاتھ میں پکڑا دیا۔(2)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں حضور ﷺ کے ساتھ تھا اور آپ مکہ اور مدینہ کے درمیان جعرانہ کے مقام پر پڑاؤ کیے ہوئے تھے۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے ساتھ تھے۔ (اسی اثناء میں) ایک بدو حضور ﷺ کے پاس آیا اور کہا: آپ نے مجھ سے جو وعدہ کیا تھا، کیا آپ اس کو پورا نہیں کریں گے؟ آپ نے اس کے جواب میں فرمایا: تمہیں مبارک ہو۔ اس نے کہا: یہ "مبارک ہو" کے الفاظ آپ نے مجھ سے بار بار کہے ہیں۔ حضور ﷺ حضرات ابوموسیٰ اور بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرف متوجہ ہوئے، گویا کہ آپ غصے میں تھے۔ اور فرمایا: اس (بدو) نے خوشخبری کو مسترد کر دیا ہے، تم اس کو قبول کر لو۔ انہوں نے عرض کیا: ہم اس کو قبول کرتے ہیں۔ پھر آپ نے پیالہ منگایا جس میں پانی تھا۔ آپ نے اس میں ہاتھ اور چہرہ دھویا اور آب دہن کو اس (پیالے) میں ڈال دیا۔ پھر ان دونوں سے فرمایا: اس پانی کو پیو اور اس کو اپنے سینوں اور چہروں پر ڈالو اور تمہیں خوشخبری ہو۔ انہوں نے پیالہ پکڑا اور جو کچھ حضور ﷺ نے فرمایا تھا اس پر عمل کیا۔ پردے کے پیچھے سے ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کو آواز دی اور فرمایا: اس (تبرک) میں سے کچھ اپنی ماں کے لیے بھی بچانا۔ انہوں نے اس سے کچھ پانی ان کے لیے بچا لیا۔(3)

حضرت عتبان بن مالک انصاری بدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ وہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ میری بینائی کمزور ہو گئی ہے اور میں اپنی قوم کو

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 322   2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 331   3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 620

نماز پڑھاتا ہوں۔ جب بارش آتی ہے تو اس وادی میں پانی آ جاتا ہے جو میرے اور میری قوم کے درمیان ہے۔اس لیے میں ان کو نماز پڑھانے کے لیے مسجد میں نہیں آ سکتا۔ یا رسول اللہ! ﷺ میری خواہش ہے کہ آپ میرے گھر تشریف لائیں اور وہاں نماز ادا فرمائیں تا کہ میں آپ کی نماز کی جگہ کو مسجد بنالوں۔ آپ نے فرمایا: انشاء اللہ، میں تمہارے گھر آؤں گا۔ حضرت عتبان فرماتے ہیں: جب دن چڑھ آیا تو حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے۔ حضور ﷺ نے اندر آنے کے لیے اجازت مانگی۔ میں نے اجازت دے دی۔ گھر میں داخل ہو کر آپ ابھی بیٹھے نہیں تھے کہ فرمایا: تم اپنے گھر میں کس جگہ چاہتے ہو کہ میں نماز پڑھوں؟ میں نے گھر کے ایک کونے کی طرف اشارہ کیا۔ حضور ﷺ کھڑے ہوئے اور تکبیر کہی۔ ہم نے صفیں بنائیں اور آپ نے دو رکعتیں (نفل نماز با جماعت) پڑھیں اور پھر سلام پھیر دیا......الحدیث۔(1)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میرا ایک بیٹا پیدا ہوا۔ میں اس کو لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اس کا نام ابراہیم رکھا، ایک کھجور سے اس کو گھٹی ڈالی، اس کے لیے برکت کی دعا کی اور پھر اسے میرے حوالے کر دیا۔ یہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سب سے بڑے بیٹے تھے۔(2)

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ وہ مکہ میں تھیں کہ عبد اللہ بن زبیر کے ساتھ حاملہ ہوئیں۔ فرماتی ہیں: میرے حمل کی مدت ختم ہونے کے قریب تھی کہ میں (مکہ سے) نکلی۔ میں مدینہ آئی اور قبا میں قیام کیا۔ اور قبا ہی میں میں نے اس (عبد اللہ بن زبیر) کو جنم دیا۔ پھر میں اس کو لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اسے آپ کی گود میں رکھ دیا۔ پھر حضور ﷺ نے کھجور منگائی، اسے چبایا اور پھر عبد اللہ کے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈال دیا۔ سب سے پہلے جو چیز اس کے پیٹ میں گئی وہ حضور ﷺ کا لعاب دہن تھا۔ پھر آپ نے کھجور سے اس کو گھٹی ڈالی۔ پھر اس کے لیے دعاء برکت کی۔ وہ عہد اسلام میں پیدا ہونے والا پہلا بچہ تھا۔ اس سے مسلمانوں کو بہت خوشی ہوئی کیونکہ ان سے کہا جاتا تھا کہ یہودیوں نے ان پر جادو کر دیا ہے اس لیے ان کے ہاں بچہ پیدا نہیں ہوگا۔(3)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک بیٹا بیمار تھا۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھر سے باہر تشریف لے گئے تو بچہ فوت ہو گیا۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب گھر واپس لوٹے تو پوچھا: میرے بچے کا کیا حال ہے؟ حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا: وہ اب پہلے کی نسبت زیادہ پر سکون ہے۔ انہوں نے

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 813
2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 821
3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 822

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں کھانا پیش کیا۔ انہوں نے کھانا کھایا۔ پھر ام سلیم سے مجامعت کی۔ جب وہ فارغ ہوئے تو حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا: بچے کو دفن کر دیجیے۔ صبح ہوئی تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو اس واقعے کی اطلاع دی۔ حضور ﷺ نے ان سے پوچھا: کیا آج رات تم نے مجامعت کی تھی؟ انہوں نے عرض کیا: ہاں۔ حضور ﷺ نے دعا کی: اے اللہ تعالیٰ! ان دونوں کو برکت عطا فرما۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک بچے کو جنم دیا۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے فرمایا: اس کو پکڑو اور حفاظت سے اس کو حضور ﷺ کی خدمت میں لے جاؤ۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کو حضور ﷺ کی خدمت میں لے گئے۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کے ہاتھ کچھ کھجوریں بھی بھیجیں۔ حضور ﷺ نے اس بچے کو اٹھایا اور پوچھا: کیا اس کے ساتھ کوئی چیز بھی ہے؟ انہوں نے اثبات میں جواب دیا۔ حضور ﷺ نے کھجوریں پکڑیں۔ انہیں اپنے منہ میں چبایا۔ پھر اس کو اپنے منہ سے نکال کر بچے کے منہ میں ڈال دیا اور اس سے اس کو گھٹی ڈالی اور اس کا نام عبداللہ رکھا۔(1)

حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے جس میں ذکر ہے کہ ایک صحابیہ نے حضور ﷺ کی خدمت میں ایک چادر پیش کی۔ ایک صحابی نے حضور ﷺ سے وہ چادر مانگ لی اور حضور ﷺ نے وہ چادر اس صحابی کو عطا فرمادی۔ اس حدیث کے یہ الفاظ ملاحظہ فرمائیے:

...... جب حضور ﷺ اٹھ کر تشریف لے گئے تو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اس صحابی کو ملامت کی اور کہا: تم نے اچھا نہیں کیا کہ حضور ﷺ نے وہ چادر قبول کی تھی اور آپ کو اس کی ضرورت بھی تھی۔ پھر تم نے وہ چادر حضور ﷺ سے مانگ لی حالانکہ تم جانتے ہو کہ حضور ﷺ سے کوئی چیز مانگی جائے تو آپ انکار نہیں کرتے۔ اس صحابی نے عرض کیا: میں نے اس چادر سے برکت حاصل کرنا چاہی کیونکہ حضور ﷺ نے اسے زیب تن کیا تھا۔ میں نے خواہش کی کہ شاید مجھے اس چادر کو کفن بنانے کی توفیق عطا ہو جائے۔(2)

حضرت ابوعقیل سے مروی ہے کہ ان کے دادا عبداللہ بن ہشام انہیں بازار لے جاتے اور اشیائے خورد و نوش خریدتے۔ حضرت ابن زبیر اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان سے ملتے تو کہتے: ہمیں بھی اپنا شریک بنالو کیونکہ حضور ﷺ نے تمہارے لیے برکت کی دعا کی ہے تو آپ انہیں شریک بنا لیتے۔ کبھی ان کو (منافع میں) پوری سواری مل جاتی اور وہ اسے گھر بھیج دیتے۔(3)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: حضور ﷺ کی خدمت میں

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 822 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 892 3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 940

بچوں کو پیش کیا جاتا تھا۔ آپ ان کے لیے دعا کرتے تھے۔ ایک بچے کو آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ اس نے آپ ﷺ کے کپڑوں پر پیشاب کر دیا۔ آپ نے اس پر پانی بہا دیا اور اس کو (زیادہ محنت سے) نہیں دھویا۔(1)

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ کو چمڑے کے سرخ خیمے میں دیکھا۔ اور میں نے دیکھا کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کا آب وضو لے کر باہر آئے۔ میں نے دیکھا کہ لوگ اس پانی کو حاصل کرنے کے لیے ایک دوسرے سے مقابلہ کر رہے تھے۔ جس کو اس پانی سے کچھ مل جاتا وہ اس کو اپنے جسم پر ملتا اور جس کو کچھ نہ ملتا وہ اپنے کسی ساتھی کے ہاتھ کی نمی سے ہی اس (برکت) کو حاصل کر لیتا...... الحدیث۔(2)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے ہمیں عصر کی نماز پڑھائی۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو قبیلہ بنوسلمہ کا ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ ہم اونٹ ذبح کرنا چاہتے ہیں اور ہماری خواہش ہے کہ اس موقع پر آپ موجود ہوں...... الحدیث۔(3)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے اپنے اس پیالے میں حضور ﷺ کو شہد، نبیذ، پانی اور دودھ ہر قسم کے مشروب پلائے ہیں۔(4)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے جس کا آخری حصہ یہ ہے:...... اس دن حضور ﷺ تشریف لائے اور آپ اور آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سقیفہ بنو ساعدہ میں تشریف فرما ہوئے۔ پھر آپ نے سہل (راوی) سے فرمایا: اے سہل! ہمیں پانی پلاؤ۔ فرماتے ہیں: میں نے ان کے لیے یہ پیالہ نکالا اور اس میں آپ کو پانی پلایا۔ ابو حازم راوی فرماتے ہیں: حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہمارے لیے وہ پیالہ نکالا اور ہم نے اس پیالے میں پانی پیا۔ پھر ان سے وہ پیالہ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مانگ لیا اور انہوں نے وہ پیالہ ان کو دے دیا...... الحدیث۔(5)

حضرت عبد اللہ مولیٰ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک حدیث مروی ہے جس کے آخر میں حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ قول ہے...... انہوں نے فرمایا: یہ (جبہ) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس رہا حتی کہ ان کا انتقال ہو گیا۔ ان کا انتقال ہوا تو میں نے یہ جبہ اپنی تحویل

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 940 2۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 196 3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 225
4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 169 5۔ ایضاً

میں لے لیا۔ حضور ﷺ یہ جبہ پہنا کرتے تھے اور ہم حصول شفاء کے لیے مریضوں کی خاطر اس کو دھوتے ہیں (1) (اور اس کا پانی مریضوں کو استعمال کراتے ہیں۔)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: حضور ﷺ کے گھر کا کوئی فرد بیمار ہو جاتا تو آپ معوذات پڑھ کر اس پر پھونکا کرتے تھے۔ جب حضور ﷺ اس مرض میں مبتلا ہوئے جس میں آپ کا انتقال ہو گیا تو میں (معوذات پڑھ کر) آپ پر پھونکتی تھی اور آپ کا دست مبارک آپ کے جسم پر پھیرتی تھی کیونکہ اس کی برکت میرے اپنے ہاتھ (کی برکت) سے بہت زیادہ تھی...... الحدیث۔ (2)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ جب فجر کی نماز سے فارغ ہوتے تو مدینہ طیبہ کے خدام پانی والے برتن لے کر حاضر ہوتے۔ جو برتن بھی حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا جاتا اس میں آپ اپنا دست مبارک ڈالتے۔ بارہا ایسا بھی ہوا کہ شدید سردی والی صبح کو آپ ﷺ کی خدمت میں برتن پیش کیے گئے اور آپ نے ان میں ہاتھ ڈالا۔ (3)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لے جاتے اور ان کے بستر پر آرام فرما ہو جاتے اور وہ گھر پر موجود نہ ہوتیں۔ فرماتے ہیں: ایک روز آپ ﷺ تشریف لائے اور ان کے بستر پر آرام فرما ہو گئے۔ وہ آئیں تو ان کو بتایا گیا کہ حضور ﷺ ان کے گھر میں ان کے بستر پر آرام فرما ہیں۔ فرماتے ہیں: وہ آئیں تو دیکھا کہ آپ ﷺ کو پسینہ آیا ہوا ہے اور آپ کا پسینہ بستر پر چمڑے کے ٹکڑے پر جمع ہو گیا ہے۔ انہوں نے اپنا صندوقچہ کھولا اور اس پسینہ کو سمیٹ کر اپنی شیشیوں میں نچوڑنے لگیں۔ حضور ﷺ کی اچانک آنکھ مبارک کھلی تو فرمایا: ام سلیم! تم کیا کر رہی ہو؟ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ آپ کے پسینے کی برکت سے اپنے بچوں کو بہرہ ور کرنے کی امید ہے۔ آپ نے فرمایا: تم نے ٹھیک کیا ہے۔ (4)

یہی حدیث حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک دوسری سند سے مروی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ ان کے ہاں تشریف لاتے تھے اور ان کے ہاں قیلولہ فرمایا کرتے تھے۔ وہ آپ کے لیے چمڑے کا بچھونا بچھاتی تھیں اور آپ اس پر قیلولہ فرماتے تھے۔ حضور ﷺ کو پسینہ بہت آتا تھا۔ وہ آپ ﷺ کے پسینے کو جمع کر لیتی تھیں اور اسے اپنی خوشبو والی شیشیوں میں ڈال لیتی تھیں۔ (ایک بار) حضور

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 190
2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 222
3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 256
4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 257

ﷺ نے پوچھا: اے ام سلیم! یہ کیا ہے؟ عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ یہ آپ کا پسینہ مبارک ہے۔ میں اس کو اپنی خوشبو میں ملاؤں گی۔ (1)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور ﷺ سے درخواست کی کہ آپ ان کے ہاں تشریف لائیں اور ان کے گھر میں نماز پڑھیں تا کہ وہ آپ کے نماز پڑھنے کی (متبرک) جگہ کو مسجد بنالیں۔ حضور ﷺ ان کے گھر تشریف لائے۔ انہوں نے ایک چٹائی پر پانی چھڑکا اور حضور ﷺ نے اس پر نماز پڑھی۔ اور انہوں (گھر میں موجود لوگوں) نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔ (2)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: جب عبد اللہ بن ابی (رئیس المنافقین) مر گیا تو اس کا بیٹا (جن کا نام عبد اللہ تھا اور جو مخلص صحابی تھے) حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ مجھے اپنی قمیص عطا فرمایئے تا کہ میں اس میں (برکت کے لیے) اپنے باپ کو کفن دے سکوں۔ آپ نے انہیں اپنی قمیص عطا فرمائی اور فرمایا: جب تم فارغ ہو جاؤ تو مجھے اطلاع کرنا میں اس کی نماز جنازہ پڑھاؤں گا...... الحدیث۔ (3)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں ایک سفر میں حضور ﷺ کے ساتھ تھا۔ میں ایک اونٹ پر سوار تھا۔ حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا: کیا بات ہے؟ تم سب لوگوں سے پیچھے کیوں ہو؟ میں نے عرض کیا: میرا اونٹ تھک گیا ہے۔ آپ نے اس کی دم پکڑی اور اسے جھڑکا۔ (حضور ﷺ کے اونٹ کو چھونے کی برکت سے) میں سب سے آگے چلنے والے لوگوں میں شامل ہو گیا اور مجھے اونٹ کے سر کی طرف دھیان رکھنا پڑا (کہ وہ حضور ﷺ سے آگے نہ نکل جائے۔) جب ہم مدینہ کے قریب پہنچے تو حضور ﷺ نے فرمایا: اونٹ کا کیا بنا؟ وہ مجھے بیچ دو۔ میں نے عرض کیا: نہیں، یا رسول اللہ! ﷺ وہ اونٹ آپ ہی کا ہے۔ آپ نے فرمایا: نہیں، بلکہ تم اسے میرے ہاتھ فروخت کر دو۔ میں نے عرض کیا: نہیں، یا رسول اللہ! ﷺ وہ آپ کا ہے۔ آپ نے فرمایا: نہیں بلکہ یہ مجھے بیچ دو۔ میں نے ایک اوقیہ میں اس کو خرید لیا ہے۔ تم اس پر سوار ہو جاؤ اور جب مدینہ پہنچو تو اسے ہمارے پاس لے آنا۔ مدینہ پہنچ کر میں اس کو حضور ﷺ کی خدمت میں لے گیا۔ آپ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: اے بلال! ان کو ایک اوقیہ وزن کر کے دو اور ایک قیراط زیادہ بھی دینا۔ میں نے (اپنے آپ سے) کہا: یہ وہ زیادہ مال ہے جو حضور ﷺ نے مجھے (بطور احسان) عطا فرمایا ہے۔ یہ مال مجھ سے علیحدہ نہیں ہوگا۔ لہٰذا میں نے اس کو ایک تھیلے میں ڈال لیا اور وہ ہمیشہ میرے

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 257 2۔ سنن النسائی، جلد 1، صفحہ 120 3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 269

پاس رہا حتی کہ حرہ کے دن شام والے آئے اور انہوں نے ہم سے لے لیا جو کچھ کہ لے لیا۔(1)

حضرت انس بن مالک، جو بنو عبد الاشہل سے تعلق رکھتے ہیں، سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کھانا تناول فرما رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: قریب آ جاؤ اور کھانا کھالو۔ میں نے عرض کیا: میں روزے سے ہوں۔ ہائے افسوس، کیوں نہ میں نے حضور ﷺ کے کھانے سے کھانا کھایا۔(2)

حضرت کبشہ انصاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ ان کے ہاں تشریف لائے ان کے ہاں ایک مشک لٹک رہی تھی۔ حضور ﷺ نے کھڑے کھڑے اس مشک سے پانی پیا۔ میں نے اس مشک کا منہ کاٹ کر رکھ لیا۔ وہ حضور ﷺ کے دہن مبارک کے لگنے کی جگہ سے برکت حاصل کرنا چاہتی تھیں۔(3)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ کی خدمت میں دودھ پیش کیا گیا۔ آپ کی دائیں جانب حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور آپ کی بائیں جانب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیٹھے تھے۔ حضور ﷺ نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے فرمایا: کیا تم مجھے اجازت دیتے ہو کہ میں دودھ (پہلے) خالد بن ولید کو پلاؤں؟ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے عرض کیا: میں یہ پسند نہیں کرتا کہ حضور ﷺ کے جوٹھے میں کسی کو اپنے آپ پر ترجیح دوں۔ سو پیالہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے پکڑا۔ انہوں نے دودھ پیا۔ اس کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دودھ پیا۔(4)

نسبتِ رسول ﷺ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی نظر میں

محبت کا ایک بنیادی تقاضا یہ ہے کہ جس سے محبت ہو اس کے ساتھ نسبت رکھنے والی ہر چیز بھی محبوب نظر آئے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی زندگیوں کا واحد اثاثہ محبت رسول تھا۔ انہوں نے حضور ﷺ کے ساتھ دل کی اتھاہ گہرائیوں سے محبت کی جس کے نتیجے میں حضور ﷺ کے ساتھ نسبت رکھنے والی ہر چیز ان کے لیے پیاری ہو گئی۔ آیئے اس حقیقت کی ایک جھلک احادیث طیبہ کی روشنی میں ملاحظہ کریں:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حاضر ہوئی تو انہوں نے فرمایا: تم نے حضور ﷺ کو کتنے کپڑوں میں کفن دیا تھا؟ میں نے عرض کیا: تین سفید سحولی کپڑوں میں جن میں قمیص اور پگڑی نہیں تھی۔ انہوں نے پوچھا: حضور

1۔ سنن النسائی، جلد 2، صفحہ 227　2۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 237　3۔ ایضاً، صفحہ 244　4۔ ایضاً

ﷺ کا انتقال کس روز ہوا تھا؟ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا: پیر کے دن۔ آپ نے پوچھا: آج کون سا دن ہے؟ انہوں نے عرض کیا: آج پیر کا دن ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں امید کرتا ہوں کہ شاید رات سے پہلے میری موت آ جائے۔ پھر آپ نے اس کپڑے کو دیکھا جس میں آپ کی تیمار داری کی جارہی تھی۔ آپ کو اس پر زعفران کا اثر نظر آیا۔ آپ نے فرمایا: اس کپڑے کو دھو لینا اور اس پر دو کپڑے زیادہ کر کے مجھے ان میں کفن دینا۔ میں نے عرض کیا: یہ کپڑا بہت پرانا ہے۔ آپ نے فرمایا: نئے کپڑے کے زیادہ مستحق مردے کی نسبت زندہ لوگ ہوتے ہیں۔ ان کپڑوں کو تو پیپ ہی کے حوالے ہونا ہے۔ آپ کا انتقال جب ہوا تو منگل کی رات ہو چکی تھی اور صبح سے پہلے آپ کو دفن کر دیا گیا۔ (1)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے جس میں ان کی اور حبشہ سے مدینہ آنے والوں کی ہجرت کا ذکر ہے۔ اس حدیث پاک کے یہ الفاظ ملاحظہ فرمائیے: .... کچھ لوگ ہم سے یعنی کشتی پر حبشہ سے آنے والوں سے کہتے تھے: ہم ہجرت میں تم پر سبقت لے گئے ہیں۔ حضرت اسماء بنت عمیس جو ہمارے ساتھ آئی تھیں، وہ ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی زیارت کے لیے ان کے پاس حاضر ہوئیں۔ انہوں نے ہجرت کرنے والوں کے ساتھ نجاشی (حبشہ) کی طرف ہجرت کی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لائے تو حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان کے پاس تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دیکھا تو پوچھا: یہ کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: اسماء بنت عمیس۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کیا وہ حبشہ والی اسماء؟ کیا وہ سمندر والی اسماء؟ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا: ہاں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ہم نے تم سے پہلے ہجرت کی ہے۔ حضور ﷺ پر ہمارا حق تم سے زیادہ ہے۔ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھڑک اٹھیں اور فرمایا: ہرگز نہیں، خدا کی قسم۔ تم حضور ﷺ کے ساتھ تھے آپ اس کو کھلاتے تھے جو تم میں سے بھوکا ہوتا تھا اور آپ اس کو وعظ فرماتے تھے جو تم میں سے جاہل ہوتا تھا۔ اور ہم حبشہ کی سرزمین پر تھے جو بیگانوں اور بغض رکھنے والوں کا ملک تھا۔ اور یہ سب کچھ ہم نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی خاطر برداشت کیا تھا۔ خدا کی قسم، میں اس وقت تک نہ کچھ کھاؤں گی اور نہ کچھ پیوں گی حتی کہ جو کچھ آپ نے کہا ہے اس کا ذکر حضور ﷺ سے نہ کر لوں۔ ہمیں تو اذیتیں دی جاتی تھیں اور ڈرایا جاتا تھا۔ میں اس کا ذکر حضور ﷺ سے کروں گی اور آپ سے پوچھوں گی۔ خدا کی قسم، میں نہ جھوٹ بولوں گی، نہ (حق سے) ادھر ادھر مائل ہوں گی اور نہ کچھ زیادتی کروں گی۔ جب حضور ﷺ تشریف لائے تو انہوں نے عرض کیا: یا نبی اللہ!

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 186

ﷺ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بات کہی ہے۔ آپ نے پوچھا: تم نے ان کو کیا جواب دیا تھا؟ انہوں نے عرض کیا: میں نے یہ یہ کہا تھا۔ آپ نے فرمایا: مجھ پر ان کا حق تم سے زیادہ نہیں ہے۔ انہوں نے اور ان کے ساتھیوں نے ایک ہجرت کی ہے اور تم نے یعنی کشتی والوں نے دو ہجرتیں کی ہیں۔ فرماتی ہیں: میں نے دیکھا کہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور کشتی والے گروہ در گروہ میرے پاس آتے اور مجھ سے اس حدیث کے متعلق پوچھتے۔ دنیا کی کوئی چیز ایسی نہیں تھی جس پر وہ حضور ﷺ کے ان کے متعلق اس قول سے زیادہ خوش ہوتے ہوں یا وہ ان کی نظروں میں اس سے زیادہ عظیم ہو۔ حضرت ابوبردہ فرماتے ہیں: حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: میں نے دیکھا کہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بار بار مجھ سے یہ حدیث سننے کی درخواست کرتے تھے...... الحدیث۔ (1)

حضرت ابن شہاب سے مروی ہے، فرماتے ہیں: مجھے عبداللہ بن ثعلبہ بن صُعیر نے، جن کے چہرے پر حضور ﷺ نے فتح مکہ کے سال ہاتھ پھیرا تھا، بتایا۔ (2)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے جب سے حضور ﷺ سے بنوتمیم کی تین خصلتوں کے متعلق سنا ہے اس وقت سے میں ان کے ساتھ مسلسل محبت کرتا آ رہا ہوں۔ ان میں سے ایک یہ ہے (کہ آپ نے فرمایا:) وہ میری امت میں سے دجال کے مقابلے میں سب سے زیادہ سخت ہوں گے۔ (دوسری یہ کہ) اس قبیلے سے تعلق رکھنے والی ایک لونڈی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تھی۔ حضور ﷺ نے ان سے فرمایا: اس کو آزاد کر دو کیونکہ یہ اولادِ اسماعیل میں سے ہے (اور تیسری یہ کہ) ان کے صدقات آئے تو حضور ﷺ نے فرمایا: یہ میری قوم کے صدقات ہیں۔ (3)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک درزی نے حضور ﷺ کو کھانے کی دعوت دی، فرماتے ہیں: میں حضور ﷺ کے ساتھ گیا۔ میں نے ملاحظہ کیا کہ آپ پیالے کے اطراف سے کدو کے ٹکڑے تلاش فرما رہے تھے۔ فرماتے ہیں: اس دن سے مجھے کدو کے ساتھ محبت ہوگئی ہے۔ (4)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک عورت حضور ﷺ کی خدمت میں اپنا آپ پیش کرنے کے لیے حاضر ہوئی اور عرض کیا: کیا آپ مجھ سے نکاح کرنا پسند فرمائیں گے؟ ان (حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی بیٹی نے کہا: اس عورت میں حیا کی کتنی کمی ہے؟ اس پر حضرت

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 608 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 615

3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 626 4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 810

انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: وہ تم سے بہتر ہے کیونکہ اس نے اپنا آپ حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا ہے۔(1)

رسول اللہ ﷺ کے سامنے اپنی حیثیت کی نفی

ایک امتی پر اپنے نبی اور رسول کی اطاعت غیر مشروط طور پر فرض ہوتی ہے۔ یہ غیر مشروط اطاعت اپنی ذاتی پسند و ناپسند اور اپنی عقل و خرد کے فیصلوں کو ماننے کی گنجائش باقی نہیں چھوڑتی۔ اسی بات کو فیلسوف مشرق علامہ اقبال علیہ الرحمہ نے "عقل قرباں کن بہ پیش مصطفیٰ" کے مصرع میں بیان کیا ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو یہ سعادت حاصل ہے کہ انہوں نے جب شمع جمال مصطفیٰ کی تابانیوں سے اپنے سینوں کو منور کر لیا تو انہوں نے اس ذات سے غلامی کے مقدس رشتے کو مستحکم رکھنے کی خاطر اپنے جذبات، اپنی خواہشات، اپنی صلاحیتوں بلکہ اپنی ذات تک ہر چیز کو نظرانداز کر دیا۔ ان کی پسند وہی تھی جو ان کے حبیب ﷺ کی پسند تھی۔ ان کی فکری رفعتیں ان کے آقا ﷺ کے فرمان کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی تھیں۔ جو ان کے آقا کا دشمن تھا وہ ان کا دشمن تھا اور جو ان کے آقا ﷺ کا دوست تھا وہ ان کا دوست تھا۔ ان کے سارے جذبات ان کے آقا کے اشارۂ ابرو پر قربان تھے۔ آیئے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی زندگیوں کے اس خوبصورت پہلو کی ایک جھلک احادیث طیبہ کی روشنی میں ملاحظہ کریں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ اپنے اونٹ پر سوار ہوئے اور کسی آدمی نے اونٹ کی مہار پکڑی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: آج دن کون سا ہے؟ ہم خاموش رہے حتیٰ کہ ہمیں گمان گزرا کہ آپ آج کے دن کو کوئی دوسرا نام دے دیں گے۔ پھر آپ نے فرمایا: کیا آج یوم النحر نہیں ہے؟ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ یقینا آج یوم النحر ہے۔ پھر آپ نے پوچھا: یہ مہینا کون سا ہے؟ ہم خاموش رہے حتیٰ کہ ہم نے گمان کیا کہ آپ اس مہینے کو کسی دوسرے نام سے موسوم کر دیں گے۔ پھر آپ نے فرمایا: کیا یہ مہینا ذوالحجہ کا نہیں ہے؟ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ یقینا وہی مہینا ہے...... الحدیث۔(2)

نوٹ: صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین حضور ﷺ کے سوالات کے جواب میں خاموش اس لیے نہیں تھے کہ انہیں یہ علم نہیں تھا کہ وہ دن اور مہینا کون سا ہے۔ وہ خاموش محض اس لیے تھے کہ حضور ﷺ کے سامنے وہ اپنے اس علم کو کوئی وقعت نہیں دیتے تھے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا عام معمول ہی یہ تھا کہ حضور ﷺ کے سوال کے جواب میں عرض کرتے تھے: اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ،

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 904 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 16

''یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ ہی زیادہ جاننے والے ہیں''۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: میں جنت میں داخل ہوا۔ یا فرمایا: میں جنت میں گیا تو وہاں میں نے ایک محل دیکھا۔ میں نے پوچھا: یہ محل کس کا ہے؟ انہوں (فرشتوں) نے جواب دیا: یہ محل حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔ میں نے اس محل میں داخل ہونے کا ارادہ کیا۔ میرے اس محل میں داخل نہ ہونے کا واحد سبب یہ تھا کہ میں تمہاری غیرت کو جانتا تھا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ میرے ماں باپ آپ پر قربان، کیا میں آپ پر غیرت کروں گا؟(1)

حضرت عبد المطلب بن ربیعہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضرت ربیعہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک جگہ جمع ہوئے اور (ان میں سے ایک نے) کہا: خدا کی قسم، کیوں نہ ہم ان دو لڑکوں یعنی مجھے اور فضل بن عباس کو حضور ﷺ کی خدمت میں بھیجیں کہ یہ آپ سے گزارش کریں اور آپ ان کو صدقات کی ذمہ داری پر مامور فرما دیں۔ دوسرے لوگ صدقات میں سے جتنا (بیت المال کو) ادا کرتے ہیں اتنا یہ بھی ادا کرتے رہیں اور جتنا دوسرے لوگوں کو ملتا ہے اتنا (مال) ان کو بھی مل جایا کرے۔ فرماتے ہیں: وہ یہی گفتگو کر رہے تھے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لے آئے اور ان کے پاس کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے ان سے اس بات کا ذکر کیا۔ انہوں نے فرمایا: تم ایسا نہ کرو۔ حضور ﷺ ان کو صدقات پر مقرر نہیں فرمائیں گے۔ حضرت ربیعہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: تم ایسا اس لیے کر رہے ہو کہ تم ہم سے حسد کرتے ہو۔ خدا کی قسم، تمہیں حضور ﷺ کا داماد بننے کی سعادت حاصل ہوئی تو ہم نے تم سے حسد نہیں کیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: (ٹھیک ہے) تم ان دونوں کو بھیج دو۔ وہ دونوں چلے گئے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لیٹ گئے۔ فرماتے ہیں: جب حضور ﷺ نے ظہر کی نماز ادا کر لی تو وہ دونوں حضور ﷺ سے پہلے آپ کے حجرے کی طرف چلے گئے اور دروازے پر کھڑے ہو گئے۔ حضور ﷺ تشریف لائے تو آپ نے (شفقت سے) ہمارے کانوں کو پکڑا۔ پھر فرمایا: تم نے اپنے سینوں میں جو بات جمع کر رکھی ہے اس کو باہر نکالو۔ پھر آپ اندر داخل ہوئے۔ ہم بھی آپ کے ساتھ اندر داخل ہوئے۔ اس روز آپ کا قیام حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں تھا۔ پہلے تو ہم نے بات کرنے کی ذمہ داری ایک دوسرے پر ڈالنے کی کوشش کی، پھر ہم میں سے ایک بولا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ آپ

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 786

سب لوگوں سے زیادہ احسان کرنے والے اور سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والے ہیں۔ہم دونوں سن بلوغ کو پہنچ گئے ہیں۔ہم اس لیے حاضر ہوئے ہیں کہ آپ ہمیں صدقات کے کام پر مقرر فرمادیں۔ جس طرح لوگ (عاملین صدقات) آپ کی خدمت میں صدقات پیش کرتے ہیں، ہم بھی پیش کردیا کریں اور جس طرح لوگ کچھ حاصل کر لیتے ہیں ہم بھی حاصل کرلیا کریں۔آپ ﷺ کافی دیر خاموش رہے حتی کہ ہم نے ارادہ کیا کہ ہم دوبارہ عرض کریں۔فرماتے ہیں: حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا پردے کے پیچھے سے ہمیں اشارہ کرنے لگیں کہ تم نہ بولنا۔پھر آپ نے فرمایا: صدقہ آل محمد کے لیے مناسب نہیں ہے۔یہ لوگوں کے ہاتھوں کی میل ہے۔محمیہ کو میرے پاس بلالو۔وہ اموال خمس پر مقرر تھے۔اور نوفل بن حارث بن عبدالمطلب کو بھی بلالاؤ۔فرماتے ہیں: وہ دونوں حاضر ہو گئے۔آپ نے محمیہ سے فرمایا: تم اس لڑکے یعنی فضل بن عباس کے ساتھ اپنی لڑکی کی شادی کردو۔انہوں نے اپنی بیٹی کی شادی فضل سے کردی۔پھر حضرت نوفل بن حارث سے میرے متعلق فرمایا: تم اس لڑکے سے اپنی بیٹی کی شادی کردو۔انہوں نے اپنی بیٹی کی شادی مجھ سے کردی۔پھر محمیہ سے فرمایا: مال خمس سے ان کا اتنا اتنا مہر ادا کردو۔زہری کہتے ہیں کہ راوی نے مجھ سے مہر کی مقدار بیان نہیں کی۔(1)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک طویل حدیث مروی ہے جس میں حضور ﷺ کی، کچھ عرصے کے لیے اپنی ازواج مطہرات سے علیحدگی کا ذکر ہے۔اس حدیث پاک کے یہ الفاظ ملاحظہ فرمائیں: ...... پھر میں نے اپنی آواز بلند کی اور کہا: اے رباح! میرے لیے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضری کی اجازت طلب کرو کیونکہ میرا خیال ہے کہ حضور ﷺ کا گمان یہ ہے کہ میں (اپنی بیٹی) حفصہ کی وجہ سے حاضر ہوا ہوں۔خدا کی قسم، اگر مجھے حضور ﷺ یہ حکم دیں کہ میں حفصہ کی گردن اڑا دوں تو میں اس کی گردن اڑا دوں گا...... الحدیث۔(2)

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: میں نے ابن مغیرہ سے نکاح کیا۔وہ اس وقت قریش کے بہترین جوانوں میں سے ایک تھے۔وہ حضور ﷺ کے ساتھ ابتدائی جہاد میں ہی شہید ہو گئے۔جب میں بیوہ ہوئی تو مجھے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر کئی صحابہ نے پیغام نکاح دیا۔اور حضور ﷺ نے بھی مجھے اپنے آزاد کردہ غلام اسامہ بن زید کے لیے پیغام نکاح بھیجا۔میں نے یہ بات سن رکھی تھی کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جو مجھ سے محبت کرتا ہے وہ اسامہ سے محبت کرتا ہے۔جب حضور ﷺ نے (اس سلسلے میں) مجھ سے بات کی تو میں نے عرض کیا: میرا معاملہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔آپ جس کے ساتھ چاہیں میرا نکاح کردیں...... الحدیث۔(3)

1۔الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 344 2۔ایضاً، جلد 1، صفحہ 480 3۔ایضاً، جلد 2، صفحہ 404

حضرت امیہ بن عبداللہ بن خالد بن اسید سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے عرض کیا: آپ (سفر میں) نماز کو قصر کیسے کر سکتے ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد تو یہ ہے: ''تم پر کوئی حرج نہیں کہ تم نماز قصر کرو، اگر تمہیں خوف ہو'' (یعنی اللہ تعالیٰ نے قصر کو خوف سے مشروط کیا ہے) ان کے جواب میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: اے میرے بھتیجے! حضور ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے تو ہم گمراہ تھے۔ حضور ﷺ نے ہمیں علم سے آراستہ کیا۔ اور جو علم آپ نے ہمیں سکھایا تھا اس میں یہ بات بھی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم سفر میں دو رکعتیں پڑھیں ......الحدیث۔(1)

نوٹ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ مختصر سا بیان حجیت حدیث کی بہت بڑی دلیل ہے۔ آپ فرمارہے ہیں کہ قرآن حکیم کی آیت کے الفاظ یقیناً وہی ہیں جو سائل نے پڑھے ہیں لیکن ان کا مفہوم متعین کرنے کے لیے ہم اپنی زبان دانی پر اعتبار نہیں کریں گے بلکہ اس مقصد کے لیے بیان رسول ﷺ پر اعتبار کریں گے اور بیان رسول کے مقابلے میں کسی چیز کو کوئی اہمیت نہیں دیں گے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ہمیں کچھ علم نہیں تھا کہ ہم کیا پڑھیں، ہم صرف تسبیح وتکبیر کہا کرتے تھے اور اپنے پروردگار کی حمد کیا کرتے تھے۔ اور وہ حضرت محمد ﷺ ہی تھے جن کو خیر کی ابتداؤں اور انتہاؤں کا علم عطا کیا گیا تھا اور آپ نے فرمایا: جب ہر دو رکعتوں کے بعد بیٹھا کرو تو پڑھا کرو: اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّيِّبَاتُ......الحدیث۔(2)

عمرو بن شعیب نے عن ابیہ عن جدہ ایک حدیث روایت کی ہے جس میں قبیلہ بنو ہوازن کے وفد کے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے اور اپنے اسیروں اور اموال کی رہائی کی درخواست کا ذکر ہے۔ اس حدیث پاک کے یہ الفاظ ملاحظہ فرمایئے...... حضور ﷺ نے ان سے فرمایا: جب میں ظہر کی نماز پڑھ چکوں تو تم کھڑے ہو جانا اور کہنا: ہم اپنی بیویوں اور بچوں کے متعلق مسلمانوں اور ایمانداروں سے رسول ﷺ کے وسیلے سے مدد مانگتے ہیں۔ جب ظہر کی نماز سے فارغ ہوئے تو وہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے یہی الفاظ کہے۔ (اس پر) حضور ﷺ نے فرمایا: (تمہارے عزیزوں میں سے) جو میرے اور بنو عبدالمطلب کے حصے میں آئے ہیں، ان کو میں تمہارے حوالے کرتا ہوں۔ مہاجرین نے کہا: جو ہمارے حصے میں آئے ہیں وہ رسول اللہ ﷺ کی ملکیت ہیں۔ انصار نے کہا: جو ہمارے حصے میں آئے ہیں وہ رسول اللہ ﷺ کی ملکیت ہیں......الحدیث۔(3)

1۔ سنن النسائی، جلد 2، صفحہ 79 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 174 3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 136

صحابہ کرام علیہم الرضوان اور رعب رسالت

حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے سراپا رحمت بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین قدم قدم پر حضور ﷺ کی شان رحمت کا مشاہدہ کرتے تھے۔ آپ ان کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے، کھاتے پیتے، ان کے غموں اور ان کی خوشیوں میں شریک ہوتے تھے۔ لیکن آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ان تمام مشفقانہ اداؤں کے باوجود صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو ان عظمتوں اور رفعتوں کا ادراک تھا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو عطا فرمائی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جس ذات سے وہ ٹوٹ کر محبت کرتے تھے، اس ذات کے رعب سے ان کے دل کبھی خالی نہیں ہوئے۔ چند احادیث طیبہ ملاحظہ فرمایئے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان خوش نصیب صحابہ کرام میں سے ہیں کہ جب حضور ﷺ کے سامنے کسی صحابی کو یارائے کلام نہ ہوتا تھا تو وہ بولنے کی ہمت کر جاتے تھے لیکن مخصوص حالات میں رعب رسالت سے جو کیفیت ان کی ہوتی تھی اس کا پتا اس حدیث پاک سے چلتا ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ باہر تشریف لائے تو حضرت عبداللہ بن حذافہ کھڑے ہو گئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ میرا باپ کون ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: تمہارا باپ حذافہ ہے۔ پھر حضور ﷺ بار بار یہ فرمانے لگے کہ مجھ سے پوچھ لو (جو پوچھنا چاہتے ہو۔) حضرت عمر رضی اللہ عنہ (جلال رسالت کی یہ کیفیت دیکھ کر) اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور عرض کرنے لگے: ہم راضی ہیں اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر اور حضرت محمد ﷺ کے نبی ہونے پر۔ انہوں نے تین بار یہ الفاظ کہے تو حضور ﷺ خاموش ہو گئے۔ (1)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے ہمیں ظہر یا عصر کی نماز پڑھائی۔ ابن سیرین راوی فرماتے ہیں: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے تو اس نماز کا نام لیا تھا لیکن میں اسے بھول گیا ہوں۔ آپ نے ہمیں دو رکعتیں پڑھائیں پھر سلام پھیر دیا۔ پھر آپ مسجد میں پڑی ایک لکڑی کے پاس تشریف لے گئے اور اس کا سہارا لے کر کھڑے ہو گئے۔ یوں لگتا تھا جیسے آپ حالت غضب میں ہوں۔ آپ نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا، انگلیوں کو ایک دوسری میں پیوست کیا اور اپنے دائیں رخسار کو بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھا۔ جلد باز لوگ مسجد کے دروازوں سے باہر نکل گئے اور کہنے لگے: نماز مختصر کر دی گئی ہے۔ حاضرین میں حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما بھی موجود تھے لیکن (صورت حال دیکھ کر) وہ بھی بات زبان پر لانے سے خوفزدہ تھے...... الحدیث۔ (2)

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 20   2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 69

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میرے ساتھیوں نے مجھے حضور ﷺ کی خدمت میں یہ عرض کرنے کے لیے بھیجا کہ آپ ان کو سواری کے لیے جانور عطا فرمائیں۔ وہ جیش العسرہ یعنی غزوۂ تبوک میں آپ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ میرے ساتھیوں نے مجھے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے کہ آپ ان کو سواری کے جانور عطا فرمائیں۔ آپ نے فرمایا: خدا کی قسم، میں تمہیں سواری کے لیے کوئی چیز نہیں دوں گا۔ میں جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا تو آپ حالت غضب میں تھے لیکن مجھے اس کا احساس نہیں ہوا۔ میں واپس لوٹا اس غم کے ساتھ کہ حضور ﷺ نے سواریاں دینے سے انکار کر دیا ہے اور اس خوف کے ساتھ کہ حضور ﷺ مجھ سے ناراض ہو گئے ہوں۔ میں اپنے ساتھیوں کے پاس واپس آیا اور حضور ﷺ نے جو کچھ فرمایا تھا وہ ان کے سامنے بیان کیا۔ تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ میں نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ آواز دیتے سنا: اے عبداللہ بن قیس! میں نے ان کی پکار کا جواب دیا تو انہوں نے فرمایا: حضور ﷺ کی خدمت میں حاضری دو۔ آپ تمہیں بلا رہے ہیں۔ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا: تم یہ جوڑا بھی لے لو، یہ جوڑا بھی لے لو اور یہ جوڑا بھی لے لو۔ آپ نے چھ اونٹوں کی طرف اشارہ کر کے یہ الفاظ فرمائے جو اسی وقت آپ نے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خریدے تھے۔ (آپ نے فرمایا:) ان کو اپنے ساتھیوں کے پاس لے جاؤ اور ان سے کہو: اللہ تعالیٰ یا فرمایا: رسول اللہ ﷺ تمہیں یہ اونٹ عطا فرماتے ہیں۔ ان پر سوار ہو جاؤ۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں ان اونٹوں کو اپنے ساتھیوں کے پاس لے گیا اور ان سے کہا: رسول اللہ ﷺ تمہیں ان پر سوار کرتے ہیں۔ لیکن خدا کی قسم، میں اس وقت تک تم کو نہیں جانے دوں گا جب تک کہ تم میں سے کچھ لوگ میرے ساتھ ان لوگوں کے پاس نہ چلیں جنہوں نے حضور ﷺ کا کلام سنا تھا جب میں نے تمہارے لیے آپ ﷺ سے سواریوں کا سوال کیا تھا اور آپ نے پہلی بار انکار کر دیا تھا۔ پھر بعد میں آپ نے مجھے اونٹ عطا فرما دیے تاکہ تم یہ نہ کہو کہ میں نے تمہارے سامنے کوئی ایسی بات بیان کی ہے جو حضور ﷺ نے نہیں فرمائی تھی۔ انہوں نے مجھے جواب دیا: خدا کی قسم، ہم آپ کی تصدیق کرتے ہیں اور ہم وہی کریں گے جو آپ فرماتے ہیں۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان میں سے کچھ لوگوں کے ساتھ روانہ ہوئے اور ان لوگوں کے پاس گئے جنہوں نے حضور ﷺ کا قول سنا تھا کہ آپ نے پہلے ان کو سواریاں دینے سے انکار کیا تھا اور پھر ان کو سواریاں عطا فرما دی تھیں۔ ان لوگوں نے بھی ان کو بالکل وہی بات بتائی جو حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتائی تھی۔ (1)

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 47

حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے ایک ان پڑھ اعرابی سے فرمایا: حضور ﷺ سے پوچھو کہ قرآن حکیم میں جو ذکر ہے کہ ''ان میں سے کچھ وہ ہیں جنہوں نے اپنی نذر پوری کردی ہے''۔ ان سے مراد کون ہیں؟ اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین حضور ﷺ کے احترام اور آپ کی ہیبت کی وجہ سے سوال کرنے کی جرأت نہیں کر سکتے تھے۔ اعرابی نے حضور ﷺ سے یہ سوال پوچھا تو آپ ﷺ نے رخ انور پھیر لیا۔ اس نے پھر پوچھا۔ آپ نے پھر رخ انور پھیر لیا۔ اس نے پھر یہی سوال پوچھا: آپ نے پھر رخ انور پھیر لیا۔ پھر میں مسجد کے دروازے سے داخل ہوا۔ میں نے سبز کپڑے پہن رکھے تھے۔ جب حضور ﷺ نے مجھے دیکھا تو فرمایا: نذر پوری کرنے والے کے متعلق سوال کرنے والا کہاں ہے؟ اعرابی نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ میں حاضر ہوں۔ حضور ﷺ نے (میری طرف اشارہ کر کے فرمایا:) یہ ان لوگوں میں سے ہے جنہوں نے اپنی نذر پوری کردی ہے...... الحدیث۔(1)

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے ایک آدمی کو بھیجا۔ وہ ایک شخص کے پاس گیا۔ اس نے اس کو اونٹنی کا ایک لاغر سا بچہ بطور زکوٰۃ دیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ہم نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے زکوٰۃ وصول کرنے والے آدمی کو بھیجا تھا اور فلاں شخص نے اس کو اونٹنی کا ایک کمزور سا بچہ بطور زکوٰۃ دیا ہے۔ اے اللہ تعالیٰ! نہ اس کی ذات میں برکت عطا فرما اور نہ اس کے اونٹوں میں۔ یہ بات اس شخص تک پہنچی تو وہ ایک خوبصورت اونٹنی لے کر حاضر ہو گیا اور عرض کیا: میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔ حضور ﷺ نے دعا کی: اے اللہ تعالیٰ! اس کی ذات میں اور اس کے اونٹوں برکت عطا فرما۔(2)

صحابۂ کرام علیہم الرضوان اور جذبۂ متابعت رسول اللہ ﷺ

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو حضور ﷺ کے ساتھ سچی محبت تھی۔ ان کی یہ محبت صرف دعویٰ محبت تک محدود نہیں تھی بلکہ ان کی زندگیوں کا ایک ایک لمحہ اس محبت کی صحیح صحیح عکاسی کرتا ہے۔ یہ ایمان باللہ اور ایمان بالرسالت کا بنیادی تقاضا ہے کہ ہر مسلمان حضور ﷺ کے ہر حکم کی تعمیل کرے اور آپ کے اقوال و افعال کو شرعی ضابطے کے طور پر قبول کرے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اطاعت و اتباع رسول ﷺ کا حق ادا کیا ہے لیکن جو بات ان کی محبت کو نمایاں جہت عطا کرتی ہے وہ یہ ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ کے انداز اور آپ کی حرکات و سکنات میں بھی آپ کے نقوش پا پر قدم رکھنے کی مقدور بھر کوشش کی ہے۔ اس کی چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

1۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 152 2۔ سنن النسائی، جلد 1، صفحہ 341

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما آیت قرآنی لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ (قیامہ:16) کی تفسیر میں فرماتے ہیں: حضور ﷺ وحی ربانی (کے حصول) میں مشقت اٹھاتے تھے۔ اکثر آپ اپنے ہونٹوں کو حرکت دیتے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: میں تمہیں اسی طرح اپنے ہونٹوں کو حرکت دے کر دکھاتا ہوں جس طرح حضور ﷺ اپنے ہونٹوں کو حرکت دیتے تھے۔ اور سعید (راوی) نے فرمایا: میں تمہیں اسی طرح اپنے ہونٹوں کو حرکت دے کر دکھاتا ہوں جیسے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو میں نے حرکت کرتے دیکھا ہے۔ پھر انہوں نے اپنے ہونٹوں کو حرکت دی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ''آپ اپنی زبان کو حرکت نہ دیا کریں کہ آپ جلدی سے قرآن کو یاد کر لیں۔ اس کا آپ کے سینے میں جمع کرنا اور اس کی قراءت ہمارے ذمہ کرم پر ہے''۔......الحدیث۔(1)

حضرت عبید بن جریج سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے عرض کیا: اے ابو عبدالرحمن! میں نے آپ کو چار ایسے کام کرتے دیکھا ہے جو کام میں نے آپ کے اصحاب میں سے کسی کو کرتے نہیں دیکھا۔ انہوں نے فرمایا: اے ابن جریج! وہ کام کون سے ہیں! انہوں نے جواب دیا: میں نے دیکھا ہے کہ آپ (کعبہ کے) دو یمنی ارکان کے سوا کسی رکن کو نہیں چھوتے۔ اور میں نے دیکھا ہے کہ آپ ایسے نعلین پہنتے ہیں جن پر بال نہیں ہوتے۔ اور میں نے دیکھا ہے کہ آپ (کپڑوں یا بالوں پر) زرد رنگ استعمال کرتے ہیں اور میں نے دیکھا ہے کہ آپ مکہ میں ہوں تو دوسرے لوگ چاند دیکھتے ہی احرام باندھ لیتے ہیں اور آپ آٹھویں ذوالحجہ تک احرام نہیں باندھتے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (اس کے جواب میں) فرمایا: جہاں تک ارکان کا تعلق ہے تو میں نے دو یمنی ارکان کے علاوہ کسی دوسرے رکن کو چھوتے حضور ﷺ کو نہیں دیکھا۔ اور جہاں تک بالوں کے بغیر نعلین پہننے کا تعلق ہے تو میں نے حضور ﷺ کو بالوں کے بغیر نعلین پہنتے اور ان میں وضو کرتے دیکھا ہے اور میں پسند کرتا ہوں کہ اس قسم کے نعلین پہنوں۔ اور جہاں تک زرد رنگ کا تعلق ہے تو میں نے حضور ﷺ کو زرد رنگ استعمال کرتے دیکھا ہے اور میں اس رنگ کو استعمال کرنا پسند کرتا ہوں۔ اور جہاں تک احرام باندھنے کا تعلق ہے، تو میں نے اس وقت تک آپ ﷺ کو احرام باندھتے نہیں دیکھا جب تک کہ (ارکان حج کی ادائیگی کے لیے) آپ کی سواری آپ کو لے کر روانہ نہیں ہوئی۔(2)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد کے دروازے پر ایک دھاری دار (ریشم ملا) حلہ (دوہری چادر) دیکھا تو عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ (کتنا اچھا ہو) اگر آپ اس حلے کو خرید لیں اور جمعہ کے دن اور جب وفود حاضر خدمت ہوں

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 3 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 28

تو آپ اسے زیب تن فرمایا کریں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اس قسم کے حلوں کو وہ لوگ پہنتے ہیں جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ پھر حضور ﷺ کے پاس اسی قسم کے کچھ حلے آئے تو آپ نے ان میں سے ایک حلہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ آپ نے مجھے یہ حلہ عطا فرمایا ہے حالانکہ عطارد (حلے بیچنے والے کا نام) کے حلے کے بارے میں آپ نے وہ فرمایا جو کچھ آپ نے فرمایا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: میں نے تمہیں یہ حلہ اس لیے نہیں دیا کہ تم اس کو پہنو۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ حلہ اپنے ایک بھائی کو دے دیا جو مکہ میں تھا اور مشرک میں تھا۔(1)

حضرت انس بن سیرین سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب شام سے آئے تو ہم نے ان کا استقبال کیا۔ ہم عین التمر کے مقام پر ان سے ملے۔ میں نے ان کو دیکھا کہ وہ دراز گوش پر سوار نماز پڑھ رہے تھے اور ان کا رخ اس طرف یعنی قبلہ کی بائیں طرف تھا۔ میں نے ان سے عرض کیا: میں نے دیکھا کہ آپ رو بقبلہ ہوئے بغیر نماز پڑھ رہے تھے۔ انہوں نے جواب دیا: اگر میں نے حضور ﷺ کو ایسا کرتے نہ دیکھا ہوتا تو میں ایسا نہ کرتا...... الحدیث۔(2)

سفر زندگی میں اپنے آقا ﷺ کے نقوش پا کی تلاش کے لیے ایک صحابی کا جذبہ ملاحظہ فرمائیے:

حضرت مجاہد سے مروی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی قیام گاہ پر کوئی شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: حضور ﷺ خانہ کعبہ کے اندر تشریف لے گئے ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میں خانہ کعبہ کی طرف گیا تو دیکھا کہ حضور ﷺ خانہ کعبہ سے باہر تشریف لے آئے ہیں۔ اور میں نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خانہ کعبہ کے دروازے پر کھڑا پایا۔ میں نے پوچھا: اے بلال! کیا حضور ﷺ نے خانہ کعبہ کے اندر نماز پڑھی ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں۔ میں نے پوچھا: کہاں پڑھی ہے؟ انہوں نے جواب دیا: آپ نے ان دو ستونوں کے درمیان نماز پڑھی ہے پھر آپ باہر تشریف لائے اور دو رکعتیں کعبہ کے دروازے کے پاس ادا کیں...... الحدیث۔(3)

حضرت ثمامہ بن عبداللہ بن انس سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پالان پر حج کیا حالانکہ آپ کنجوس نہیں تھے۔ (یعنی آپ نے ایسا اپنے آقا ﷺ کی متابعت میں کیا۔) اور آپ نے یہ حدیث روایت کی: حضور ﷺ نے پالان پر حج کیا اور آپ نے جس اونٹنی پر سوار ہو کر حج کیا وہی آپ کا سامان اٹھانے والی اونٹنی تھی۔(4)

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 122
2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 149
3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 156
4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 205

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ وہ حجر اسود کے پاس گئے، اسے بوسہ دیا اور فرمایا: مجھے معلوم ہے کہ تو ایک پتھر ہے۔ تو نہ نفع پہنچا سکتا ہے اور نہ نقصان۔ اگر میں نے حضور ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا۔ (1)

یہی حدیث ایک دوسری سند سے مروی ہے جس میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہ الفاظ زائد ہیں۔ ...... اب ہمیں (طواف کے دوران) رمل کرنے کی حاجت نہیں ہے۔ ہم ایسا مشرکین کو (اپنی قوت) دکھانے کے لیے کرتے تھے اور انہیں اب اللہ تعالیٰ نے ختم کر دیا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا: لیکن یہ کام ایسا ہے جسے حضور ﷺ نے کیا ہے اور ہم اس کو ترک کرنا پسند نہیں کرتے۔ (2)

حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ پر ایک سفید کپڑا تھا اور آپ آرام فرما رہے تھے۔ پھر دوبارہ میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ بیدار ہو چکے تھے۔ آپ نے فرمایا: جو بندہ کہتا ہے: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور پھر اسی پر اس کو موت آ جاتی ہے وہ جنت میں داخل ہو گا۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ اگر چہ وہ بدکاری کا مرتکب ہو اور چوری کرے۔ آپ نے فرمایا: (ہاں) اگر چہ وہ بدکاری کا مرتکب ہو اور چوری کرے۔ میں نے (دوبارہ) عرض کیا: اگر چہ وہ بدکاری کا مرتکب ہو اور چوری کرے؟ آپ نے فرمایا: (ہاں) اگر چہ وہ بدکاری کا مرتکب ہو اور چوری کرے۔ میں نے (پھر) عرض کیا: اگر چہ وہ بدکاری کرے اور چوری کرے؟ آپ نے فرمایا: (ہاں) اگر چہ وہ بدکاری کرے اور چوری کرے، عَلٰی رَغْمِ اَنْفِ اَبِیْ ذَرٍّ، یعنی خواہ اس سے ابوذر کی ناک خاک آلود ہی کیوں نہ ہو۔ راوی کہتے ہیں: حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب بھی اس حدیث کو روایت کرتے تو یہ الفاظ ضرور کہتے: عَلٰی رَغْمِ اَنْفِ اَبِیْ ذَرٍّ ...... الحدیث۔ (3)

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے سونے کی انگوٹھی بنوائی۔ آپ اسے جب پہنتے تو اس کے نگینے کو ہتھیلی کی اندرونی جانب رکھتے۔ اس کے نتیجے میں سونے کی کئی انگوٹھیاں بنوائی گئیں۔ حضور ﷺ منبر پر تشریف لے گئے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی اور فرمایا: میں نے یہ انگوٹھی بنوائی تھی لیکن (اب) میں اس کو نہیں پہنوں گا۔ آپ نے وہ انگوٹھی پھینک دی۔ لوگوں نے بھی اپنی انگوٹھیاں پھینک دیں ...... الحدیث۔ (4)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حضور ﷺ کے حج کے متعلق ایک حدیث مروی ہے

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 217 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 218
3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 867 4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 873

جس کے یہ الفاظ قابل غور ہیں:...... حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یمن سے تشریف لائے اور فرمایا: میں نے اسی نیت سے احرام باندھا جس نیت سے حضور ﷺ نے احرام باندھا ہے...... الحدیث۔(1)

حضرت نافع سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ذوالحلیفہ میں جوریت اور کنکریوں والا وسیع نالا ہے اس میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنی سواری کو بٹھایا کرتے تھے جس جگہ حضور ﷺ اپنی سواری کو بٹھاتے تھے اور آپ وہاں نماز پڑھتے تھے۔(2)

حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ ان کے ہاں قیام فرما ہوئے۔ حضور ﷺ مکان کے نچلے حصے میں قیام پذیر ہوئے اور حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اوپر والے حصے میں۔ ایک رات حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھ کھلی تو انہوں نے (اپنے جی میں) کہا: ہم حضور ﷺ کے سر کے اوپر چلتے ہیں۔ تو وہ اس جگہ سے ایک طرف ہٹ گئے اور انہوں نے ایک جانب رات گزاری۔ پھر انہوں نے اس کا ذکر حضور ﷺ سے کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا: نیچے والا حصہ ہمارے لیے زیادہ آرام دہ ہے۔ حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: میں اس چھت کے اوپر نہیں چڑھوں گا کہ جس چھت کے نیچے آپ ہوں۔ پس حضور ﷺ اوپر والے حصے میں منتقل ہو گئے اور حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نیچے والے حصے میں۔ حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کے لیے کھانا تیار کراتے اور جب (حضور ﷺ کے کھانا تناول فرمانے کے بعد) کھانے کا برتن آپ کے پاس لایا جاتا تو پوچھتے کہ حضور ﷺ کی انگلیاں اس میں کہاں لگی ہیں اور آپ حضور ﷺ کی انگلیوں کے لگنے کی جگہ تلاش کرتے۔ ایک روز انہوں نے کھانا تیار کرایا جس میں لہسن تھا۔ جب کھانے کا برتن آپ کی طرف واپس لایا گیا تو آپ نے حضور ﷺ کی انگلیوں کے لگنے کی جگہ کے متعلق پوچھا۔ آپ کو بتایا کہ حضور ﷺ نے کھانا تناول نہیں فرمایا تو آپ خوفزدہ ہو گئے اور اوپر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ کیا یہ (لہسن) حرام ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: نہیں، یہ حرام نہیں ہے البتہ میں اس کو ناپسند کرتا ہوں۔ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ جس چیز کو آپ ناپسند فرماتے ہیں، میں بھی اس کو ناپسند کرتا ہوں...... الحدیث۔(3)

حضرت ابومجلز سے مروی ہے کہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ اور مدینہ کے درمیان تھے۔ انہوں نے عشاء کی نماز میں دو رکعتیں پڑھیں۔ پھر ایک رکعت وتر پڑھی۔ اس میں سورۃ النساء کی سو آیتیں پڑھیں۔ پھر فرمایا: میں نے حضور ﷺ کے قدموں پر قدم رکھنے (نقش قدم پر چلنے) میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔ اور میں نے اس کام میں بھی کوئی کوتاہی نہیں کی کہ وہی کچھ پڑھوں جو حضور ﷺ نے

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 1073 2۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 435 3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 183

پڑھا تھا۔(1)

حضرت حکیم بن قیس سے مروی ہے کہ حضرت قیس بن عاصم نے فرمایا: مجھ پر نوحہ نہ کرنا کیونکہ حضور ﷺ پر نوحہ نہیں کیا گیا۔(2)

حضرت یزید بن ابی عبید حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ چاشت کی نماز کے لیے جاتے تو صف سے پہلے ایک ستون کا قصد کرتے اور اس کے قریب نماز پڑھتے۔ میں مسجد کے کسی کونے کی طرف اشارہ کر کے عرض کرتا کہ آپ وہاں نماز کیوں نہیں پڑھ لیتے تو وہ فرماتے: میں نے حضور ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ (نماز کے لیے) اس جگہ کا قصد کرتے تھے۔(3)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے ہاں تشریف لائے۔ وہ دستر خوان پر تھے۔ انہوں نے ان کے لیے مرکزی جگہ خالی کر دی اور عرض کیا: بسم اللہ کیجئے۔ انہوں نے کھانے میں ہاتھ ڈالا۔ ایک لقمہ منہ میں ڈالا۔ پھر دوسرا لقمہ لیا اور فرمایا: مجھے یہ کھانا چکنائی والا لگتا ہے اور یہ چکنائی گوشت کی نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: اے امیر المومنین! میں بازار گیا کہ موٹا (جانور) دیکھ کر اس کو خرید لوں۔ میں نے دیکھا کہ موٹے جانور مہنگے ہیں۔ میں نے ایک درہم میں ایک کمزور (جانور) خرید لیا اور اس کے ساتھ ایک درہم کا گھی بھی خرید لیا۔ میں چاہتا تھا کہ میرے اہل خانہ کو بوٹی بوٹی مل جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: یہ دونوں چیزیں (یعنی گوشت اور گھی) جب بھی حضور ﷺ کے پاس اکٹھی ہوئیں آپ نے ان میں سے ایک کو تناول فرمایا اور دوسری کو صدقہ کر دیا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: اے امیر المومنین! (اب) آپ کھانا تناول فرمالیں (میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ) یہ دو چیزیں جب بھی میرے پاس اکٹھی ہوں گی میں وہی کچھ کروں گا جو حضور ﷺ کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں یہ کام کرنے والا نہیں ہوں۔(4)

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ہم حضور ﷺ کی معیت میں "ثنیۃ اذاخر" کی طرف سے آئے۔ آپ نے میری طرف توجہ فرمائی۔ مجھ پر ایک چادر نما کپڑا تھا جو زرد رنگ میں رنگا ہوا تھا۔ آپ نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ میں سمجھ گیا کہ آپ ﷺ نے کس چیز کو ناپسند فرمایا ہے۔ میں اپنے اہل خانہ کے پاس گیا تو وہ تنور گرم کر رہے تھے۔ میں نے اس کپڑے کو تنور میں پھینک دیا۔ پھر اگلے روز میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا:

1۔ سنن النسائی، جلد 1، صفحہ 251 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 262

3۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 103 4۔ ایضاً، صفحہ 241

اے عبد اللہ! اس کپڑے کا کیا بنا؟ میں نے آپ کو بتایا (کہ میں نے اس کو تنور میں پھینک دیا ہے) تو آپ نے فرمایا: کیوں نہ تم نے وہ کپڑا اپنے اہل خانہ میں سے کسی کو پہنا دیا کیونکہ عورتوں کے لیے ایسا کپڑا پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے۔(1)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ کے سفید بال بیس کے قریب تھے۔(2)

سنت رسول اور قول رسول ﷺ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی نظر میں

دین اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے حقائق پر ایمان لانے اور اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے احکام پر عمل کرنے کا نام ہے۔ قرآن حکیم میں بار بار اللہ تعالیٰ نے جہاں اپنی اطاعت کا حکم دیا ہے وہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی اطاعت کا بھی حکم دیا ہے اور مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (النساء:80) فرما کر اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کو واضح کر دیا ہے کہ اطاعت رسول اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے علیحدہ کوئی چیز نہیں بلکہ اطاعت رسول ﷺ دراصل اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہی ہے۔

ہمارے زمانے میں بدقسمتی سے کثرت سے ایسے لوگ موجود ہیں جو احکام خدا پر عمل کرنے کو تو ضروری سمجھتے ہیں لیکن اطاعت رسول ﷺ ان کی نظر میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ دین کے احکام کی صحیح فہم کے لیے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا عمل ہمارے لیے عمدہ نمونہ ہے۔ ذیل میں ہم احادیث طیبہ کی روشنی میں اس بات کو سمجھنے کی کوشش کریں گے کہ زندگی کے معاملات میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین قول رسول اور سنت رسول ﷺ کو کس نظر سے دیکھتے تھے۔

حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے زبیر (اپنے والد ماجد) سے عرض کیا: میں آپ کو حضور ﷺ کی احادیث اتنی تعداد میں بیان کرتے ہوئے نہیں سنتا جتنی تعداد میں فلاں فلاں اصحاب بیان کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا: میں حضور ﷺ سے (سفر و حضر میں (زیادہ) جدا تو نہیں رہا لیکن زیادہ احادیث روایت کرنے سے اس لیے باز رہتا ہوں کیونکہ میں نے آپ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: جو جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ بولے وہ اپنا ٹھکانا دوزخ کو بنانے کے لیے تیار رہے۔(3)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: مجھے کوئی چیز ایسی نظر نہیں آتی جو اسی طرح ہو جس طرح کہ وہ حضور ﷺ کے عہد مبارک میں تھی۔ عرض کیا گیا: کیا نماز کی بھی یہی حالت

1۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 257 2۔ ایضاً، صفحہ 258 3۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 21

ہے؟ فرمایا: کیا تم نے نماز میں بھی وہ کچھ نہیں کر دیا جو کر دیا ہے۔(1)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جمعہ کے دن خطبہ کے لیے کھڑے تھے کہ حضور ﷺ کے ایک صحابی (حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جو مہاجرین اولین میں سے تھے (مسجد میں) آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا: (جمعہ کے لیے آنے کا) یہ کون سا وقت ہے؟ انہوں نے جواب دیا: میں کام میں مصروف ہو گیا تھا اور اسی وقت گھر پہنچا جب اذان کی آواز سنی۔ میں نے اس سے زیادہ کوئی کام نہیں کیا کہ وضو کیا (اور مسجد آ گیا) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اور تم نے محض وضو پر اکتفا کیا ہے؟ حالانکہ تمہیں علم ہے کہ حضور ﷺ غسل کا حکم فرمایا کرتے تھے۔(2)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک حدیث مروی ہے جس میں انہوں نے اپنے ایک خواب کا ذکر کیا ہے۔ اس حدیث کے آخر میں یہ الفاظ ہیں: حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں نے اپنا وہ خواب حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بیان کیا۔ انہوں نے اس کو حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا: عبداللہ اچھا آدمی ہے۔ کتنا اچھا ہوتا اگر وہ راتوں کو (نفلی) نماز ادا کیا کرتا۔ راوی کہتے ہیں: حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کے اس ارشاد کے بعد راتوں کو بہت کم سویا کرتے تھے۔(3)

حضرت زینب بنت ابی سلمہ سے مروی ہے، فرماتی ہیں: جب شام سے حضرت ابو سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال کی خبر آئی (حضرت امام ابن حجر فرماتے ہیں: صحیح یہ ہے کہ حضرت یزید بن ابی سفیان کے انتقال کی خبر آئی) تو ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے (جو کہ حضرت ابو سفیان کی صاحبزادی تھیں) تیسرے دن خوشبو منگائی اور اسے اپنے رخساروں اور بازوؤں پر لگایا اور فرمایا: اگرچہ مجھے اس خوشبو کی حاجت نہیں ہے اور (میں خوشبو استعمال نہ کرتی) اگر میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے نہ سنا ہوتا: کوئی عورت جو اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر ایمان رکھتی ہے اس کے لیے یہ حلال نہیں ہے کہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ منائے سوائے اپنے خاوند کے کہ اس پر وہ چار ماہ اور دس دن سوگ منائے گی۔(4)

حضرت نافع سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے بیان کیا گیا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: جو جنازے کے ساتھ جائے اسے ایک قیراط

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 76
2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 120
3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 151
4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 170

ثواب ملتا ہے۔ (اس پر) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیں بہت زیادہ احادیث سناتے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کی تصدیق کی اور فرمایا: میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے۔ اس پر حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: ہم نے بے شمار قیراط ضائع کر دیے ہیں...... الحدیث۔ (1)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اگر ان لوگوں نے مجھے بکری کا وہ بچہ (زکوٰۃ میں) دینے سے انکار کیا جو حضور ﷺ کو ادا کیا کرتے تھے تو میں اس قدر زکوٰۃ نہ دینے پر بھی ان کے خلاف جنگ کروں گا۔ (اس پر) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں نے دیکھا کہ (ایسے لوگوں کے خلاف) جنگ کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سینے کو کھول دیا ہے تو مجھے یقین ہو گیا کہ یہی حق ہے۔ (2)

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضور ﷺ سے (کچھ عطا فرمانے کا) سوال کیا تو آپ نے مجھے عطا فرمایا۔ میں نے پھر آپ سے سوال کیا تو آپ نے پھر مجھے عطا فرمایا: میں نے پھر آپ سے سوال کیا تو آپ نے پھر مجھے عطا فرمایا۔ پھر آپ نے فرمایا: اے حکیم! یہ مال بڑی دلکش اور لذیذ شے ہے۔ جو شخص اس مال کو عزت نفس کے ساتھ حاصل کرتا ہے اس کے لیے اس میں برکت پیدا کر دی جاتی ہے اور جو اسے نفس کی حرص سے مغلوب ہو کر حاصل کرے اس کے لیے اس میں برکت نہیں رکھی جاتی اور اس کی مثال اس شخص جیسی ہو جاتی ہے جو کھاتا ہے لیکن سیر نہیں ہوتا۔ اور دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے بہتر ہوتا ہے۔ حضرت حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، میں آپ کے بعد کسی (سے کچھ مانگ کر اس) کے مال میں کمی نہیں کروں گا حتی کہ میں اس دنیا سے کوچ کر جاؤں۔ (راوی کہتے ہیں) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مال عطا کرنے کے لیے طلب فرماتے تھے اور وہ مال کو قبول کرنے سے انکار کر دیتے تھے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اے جماعت مسلمین! میں حکیم پر تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میں اس فے کے مال سے اس کو اس کا حق دیتا ہوں اور وہ اس کو قبول کرنے سے انکار کر رہا ہے۔ حضرت حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ﷺ کے بعد کسی سے کچھ نہیں مانگا حتی کہ ان کا انتقال ہو گیا۔ (3)

حضرت مروان بن حکم سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حج تمتع سے اور ان دونوں (حج اور عمرہ) کو جمع کرنے

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 177 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 196 3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 199

سے منع فرماتے تھے۔ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس (حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عمل) کو دیکھا تو آپ نے حج اور عمرہ دونوں کی نیت سے تلبیہ کہا اور فرمایا: میں کسی کے قول کی وجہ سے حضور ﷺ کی سنت کو ترک کرنے والا نہیں ہوں۔(1)

حضرت زبیر بن عربی سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک شخص نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حجر اسود کو چومنے کے متعلق سوال کیا۔ انہوں نے فرمایا: میں نے حضور ﷺ کو حجر اسود کو چھوتے اور بوسہ دیتے ہوئے دیکھا ہے۔ اس شخص نے عرض کیا: اگر میں زیادہ بھیڑ وغیرہ کی وجہ سے حجر اسود کو چومنے میں ناکام رہوں تو اس صورت میں آپ کا کیا خیال ہے؟ انہوں نے جواب دیا: تم اپنے اس ''آپ کا کیا خیال ہے'' کے جملے کو یمن (یعنی اپنے ملک) میں رہنے دو۔ میں نے حضور ﷺ کو اسے چھوتے اور بوسہ دیتے ہوئے دیکھا ہے...... الحدیث۔(2)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: اگر بحرین سے مال آیا تو میں تمہیں اتنا (مال) دوں گا۔ بحرین سے ابھی مال نہیں آیا تھا کہ حضور ﷺ کا انتقال ہو گیا۔ جب بحرین سے مال آیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے منادی نے ندا دی۔ جس سے حضور ﷺ نے کوئی وعدہ فرما رکھا ہو یا جس کا حضور ﷺ کے ذمہ کچھ قرض ہو وہ ہمارے پاس آئے۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضور ﷺ نے مجھ سے یہ بات فرمائی تھی۔ آپ نے مجھے ایک مٹھی بھر کر عطا فرمائی۔ میں نے شمار کیا تو وہ پانچ سو (درہم یا دینار) تھے۔ آپ نے فرمایا: اس سے دوگنا اور لے لو۔(3)

حضرت ظہیر بن رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے ہمیں ایک ایسے کام سے منع فرما دیا جس میں ہمارے لیے بہت سہولت تھی۔ میں نے عرض کیا: جو کچھ حضور ﷺ نے فرمایا ہے وہی حق ہے۔ فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے مجھے طلب فرمایا اور پوچھا: تم اپنے کھیتوں کا کیا کرتے ہو؟ میں نے عرض کیا: ہم ان کو چوتھائی پر یا کھجوروں اور جوؤں کے (مقرر کردہ) وسقوں پر اجرت پر دے دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ایسا نہ کیا کرو۔ یا تو کھیتوں کو خود کاشت کیا کرو یا ان کو کاشت کے لیے دوسروں کو دے دو اور یا ان کو (یوں ہی) رہنے دو۔ رافع (راوی) فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا: ہم حضور ﷺ کا حکم سنیں گے اور آپ کی اطاعت کریں گے۔(4)

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے ابن ابی حدرد سے اپنے اس

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 212
2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 219
3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 307
4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 315

قرض کا جوان کے ذمہ تھا، مسجد میں مطالبہ کیا۔ ان دونوں کی آوازیں بلند ہوگئیں حتی کہ حضور ﷺ نے اپنے کاشانۂ اقدس میں ان کو سن لیا۔ آپ باہر ان کی طرف تشریف لائے اور کمرے کا پردہ ہٹایا اور آواز دی: اے کعب! انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ میں حاضر ہوں۔ آپ نے ان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: تم آدھا قرض معاف کر دو۔ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ معاف کر دیا۔ پھر آپ نے (ابن ابی حدرد سے) فرمایا: اٹھو اور قرض ادا کرو۔ (1)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں لوگوں کو شراب پلا رہا تھا۔ حضور ﷺ نے منادی کو یہ ندا دینے کا حکم دیا کہ شراب حرام کر دی گئی ہے۔ (یہ ندا سن کر) حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: باہر جاؤ اور اس شراب کو (گلی میں) بہا دو۔ میں باہر گیا اور اس شراب کو بہا دیا۔ (اس روز) شراب مدینہ کی گلیوں میں بہنے لگی...... الحدیث۔ (2)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: حضور ﷺ نے دروازے پر دو جھگڑنے والوں کو سنا جن کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔ ان میں سے ایک دوسرے سے کہہ رہا تھا کہ وہ کچھ قرض معاف کر دے اور قرض کے تقاضا میں نرمی کا مظاہرہ کرے۔ دوسرا کہہ رہا تھا: خدا کی قسم، میں ایسا نہیں کروں گا۔ حضور ﷺ باہر ان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا: وہ شخص کہاں ہے جو اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہہ رہا ہے کہ وہ اچھائی نہیں کرے گا؟ اس شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ وہ شخص میں ہوں۔ اور میرے ساتھ خصومت کرنے والا شخص میرے مال سے جو پسند کرے وہ اس کا ہے۔ (3)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے صبح کے وقت خیبر پر یلغار کی۔ (اس وقت) وہ لوگ اپنی کدالیں کندھوں پر رکھے باہر آ گئے تھے۔ انہوں نے حضور ﷺ کو دیکھا تو کہنے لگے: یہ ہیں محمد (ﷺ) اور ان کا لشکر۔ یہ ہیں محمد (ﷺ) اور ان کا لشکر۔ پس انہوں نے اپنے قلعوں میں پناہ لے لی۔ حضور ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے اور فرمایا: اللہ اکبر، خیبر برباد ہو گیا۔ جب ہم کسی قوم کے صحن میں اترتے ہیں تو ڈرائے جانے والوں کی صبح بہت بری ہوتی ہے۔ ہمیں کچھ دراز گوش ملے۔ ہم نے ان کا گوشت پکایا۔ حضور ﷺ کے منادی نے ندا دی: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ تمہیں دراز گوشوں کے گوشت سے منع فرماتے ہیں: پس ہانڈیاں گوشت سمیت الٹ دی گئیں...... الحدیث۔ (4)

حضرت مروان بن حکم اور مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ جب

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 326
2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 333
3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 373
4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 420

حضور ﷺ کے پاس وفد ہوازن اسلام قبول کر کے حاضر ہوا تو انہوں نے آپ سے گزارش کی کہ آپ ان کے اموال اور ان کے قیدی ان کو واپس کر دیں۔ حضور ﷺ نے ان سے فرمایا: میں سچی بات ہی کو پسند کرتا ہوں۔ تم قیدیوں اور اموال میں سے جو چاہو ایک چیز چن لو۔ اور میں نے ان کا انتظار کیا ہے۔ اور (حقیقت بھی یہ تھی) کہ حضور ﷺ نے طائف سے واپسی پر دس سے کچھ راتیں زیادہ ان کا انتظار کیا تھا۔ جب ان پر یہ بات واضح ہوگئی کہ حضور ﷺ ان کو ان میں سے صرف ایک ہی چیز لوٹائیں گے تو انہوں نے کہا: ہم اپنے قیدیوں کو اختیار کرتے ہیں۔ حضور ﷺ مسلمانوں کے درمیان کھڑے ہوئے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی ثناء کی جو اس کے شایان شان ہے۔ پھر فرمایا: اما بعد، تمہارے یہ بھائی تائب ہو کر ہمارے پاس آئے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ ان کے قیدی ان کو لوٹا دوں۔ تم میں سے جو شخص خوشی سے ان کو واپس کر سکتا ہے وہ واپس کر دے اور جو اپنے حصہ پر قائم رہنا چاہتا ہے وہ اس وعدے پر ان کو واپس کر دے کہ ہمارے پاس سب سے پہلے جو مال فے آئے گا ہم اس سے اس کا حصہ اسے ادا کر دیں گے۔ سب لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ ہم خوشی سے ان کو واپس کرتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اس طرح ہمیں اس بات کا پتا نہیں چل سکتا کہ تم میں سے کس نے خوشی سے ایسا کرنے کی اجازت دی ہے اور کس نے خوشی سے ایسا نہیں کیا۔ تم واپس جاؤ حتی کہ تمہارے نمائندے تمہارے معاملے سے ہمیں آگاہ کریں۔ نمائندوں نے لوگوں سے بات کی اور پھر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ لوگوں نے اپنی خوشی سے اجازت دے دی ہے۔ راوی کہتے ہیں: ہوازن کے قیدیوں کے بارے میں ہم تک یہی بات پہنچی ہے۔ (1)

حضرت نافع سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ زمانہ جاہلیت میں میرے ذمے اعتکاف تھا۔ (اب کیا حکم ہے؟) حضور ﷺ نے ان کو اپنی نذر پوری کرنے کا حکم دیا۔ فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حنین کے قیدیوں میں سے دو لونڈیاں ملیں۔ آپ نے ان کو مکہ کے کسی گھر میں رکھا۔ فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے حنین کے قیدیوں پر احسان فرمایا (اور ان کو آزاد کر دیا۔) انہوں نے گلیوں میں دوڑنا شروع کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: عبداللہ! دیکھو یہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: حضور ﷺ نے حنین کے قیدیوں پر احسان فرمایا ہے (اور ان کو آزاد کر دیا ہے) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: جاؤ اور ان دونوں لونڈیوں کو آزاد کر دو...... الحدیث۔ (2)

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ کے ایک ارشاد نے

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 442 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 445

مجھے نفع پہنچایا جو میں نے حضور ﷺ کی زبان سے سنا تھا۔ میں اصحاب جمل کے ساتھ شریک ہونے والا تھا (کہ مجھے یہ بات یاد آ گئی اور میں ان کے ساتھ ملنے اور ان کے ہمراہ جنگ کرنے سے رک گیا۔) فرماتے ہیں: جب حضور ﷺ کو اس بات کا پتا چلا کہ اہل فارس نے اپنے اوپر کسریٰ کی بیٹی کو بادشاہ بنا لیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ قوم کبھی فلاح نہیں پائے گی جو اپنی حکومت کسی عورت کے سپرد کر دیتی ہے۔(1)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں مدینہ کے کسی بازار میں حضور ﷺ کے ہمراہ تھا۔ حضور ﷺ واپس لوٹے تو میں بھی واپس لوٹا۔ حضور ﷺ نے پوچھا: ننھا کہاں ہے؟ آپ نے یہ سوال تین مرتبہ دوہرایا۔ پھر آپ نے فرمایا: حسن بن علی کو بلاؤ۔ حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما اٹھ کر چلنے لگے۔ ان کے گلے میں ہار تھا۔ حضور ﷺ نے اس طرح ہاتھ پھیلائے۔ حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بھی اسی طرح ہاتھ پھیلائے۔ حضور ﷺ نے ان کو اپنے ساتھ چمٹا لیا اور دعا کی: اے اللہ تعالیٰ! میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما اور جو اس کے ساتھ محبت کرے اس کو بھی محبوب رکھے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے جو دعا فرمائی تھی اس کے بعد کوئی بھی مجھے حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے زیادہ محبوب نہیں تھا۔(2)

حضرت ابی اسوار العدوی سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ فرماتے سنا: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: حیا صرف بھلائی ہی لاتی ہے۔ (اس پر) بشر بن کعب نے کہا: حکمت کی کتابوں میں لکھا ہے: حیا میں وقار ہے اور حیا میں تمکنت ہے۔ ان سے حضرت عمران رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں تمہیں حضور ﷺ کی حدیث سناتا ہوں اور تم مجھے اپنی کتابوں کی باتیں سناتے ہو۔(3)

حضرت سالم بن عبداللہ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: تمہاری عورتیں تم سے مسجد جانے کی اجازت طلب کریں تو ان کو منع نہ کیا کرو۔ فرماتے ہیں: (یہ سن کر) حضرت بلال بن عبداللہ نے کہا: خدا کی قسم ہم تو ان کو منع کریں گے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور انہیں شدید لعن طعن کی۔ اتنی شدید کہ اتنی لعن طعن کرتے میں نے ان کو کبھی نہیں سنا۔ انہوں نے فرمایا: میں تمہیں حضور ﷺ کی حدیث سنا رہا ہوں اور تم کہتے ہو ہم ان کو ایسا کرنے سے منع کریں گے۔(4)

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 637
2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 874
3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 903
4۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 183

حضرت سعید بن جبیر سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک رشتہ دار نے کنکریاں پھینکیں تو انہوں نے اس کو ایسے کرنے منع کیا اور فرمایا کہ حضور ﷺ نے کنکریاں پھینکنے سے منع فرمایا ہے کہ اس سے نہ تو شکار ہوتا ہے اور نہ اس سے دشمن کو مارا جاسکتا ہے۔ یہ یا تو دانت توڑتی ہے اور یا آنکھ نکال دیتی ہے۔ فرماتے ہیں: اس شخص نے دوبارہ کنکری پھینکی تو حضرت عبداللہ بن مغفل نے فرمایا: میں تمہیں یہ حدیث سنا رہا ہوں کہ حضور ﷺ نے ایسا کرنے سے منع کیا ہے اور تم پھر کنکریاں پھینک رہے ہو۔ میں کبھی تم سے کلام نہیں کروں گا۔ (1)

حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہمارے ہاں تشریف لائے۔ ایک شخص پھوڑے یا زخم کی تکلیف میں مبتلا تھا۔ انہوں نے پوچھا: تمہیں کیا تکلیف ہے؟ اس نے عرض کیا: پھوڑا ہے جس نے مجھے سخت تکلیف میں مبتلا کر رکھا ہے۔ انہوں نے فرمایا: لڑکے جاؤ اور حجام کو بلا لاؤ۔ اس شخص نے عرض کیا: اے عبداللہ! آپ حجام کو کیا کریں گے؟ فرمایا: میرا ارادہ ہے کہ میں اس پھوڑے میں نشتر چبھاؤں۔ اس شخص نے کہا: خدا کی قسم، مجھے مکھیاں تکلیف پہنچائیں گی یا زخم پر کپڑا لگے گا اور مجھے تکلیف ہوگی۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب دیکھا کہ یہ شخص زچ ہوگیا ہے تو فرمایا: میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: اگر تمہاری دواؤں میں سے کسی شے میں کوئی بھلائی ہے تو وہ یا تو نشتر چبھونے میں ہے، یا شہد کے گھونٹ میں اور یا آگ سے داغ لگوانے میں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: میں داغ لگوانے کو پسند نہیں کرتا۔ راوی کہتے ہیں: وہ حجام کو بلوا لایا۔ اس نے اس کو پچھنے لگائے اور اس کی تکلیف ختم ہوگئی۔ (2)

حضرت ابراہیم بن محمد بن طلحہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضرت ابو اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ابن عتبہ کی موجودگی میں دوران خطبہ یہ فرماتے سنا: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: انصار کے گھرانوں میں سب سے افضل بنو النجار کا گھرانہ ہے۔ پھر بنو عبدالاشہل، پھر بنو الحارث بن خزرج اور پھر بنو ساعدہ کا گھرانہ۔ اور خدا کی قسم اگر میں اس روایت کے ذریعے (جھوٹ بول کر) کسی گھرانے کو ترجیح دیتا تو اپنے گھرانے (بنو ساعدہ) کو ترجیح دیتا۔ (3)

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ جانے والوں کے متعلق، ایک طویل حدیث مروی ہے جس کے مندرجہ ذیل کلمات اس حقیقت کو بیان کر رہے ہیں کہ قول رسول صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے لیے کیا حیثیت رکھتا تھا۔ فرماتے ہیں:...... حضور ﷺ نے مسلمانوں کو پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہم تین کے ساتھ کلام کرنے سے منع فرما دیا۔ فرمایا: لوگوں

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 152 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 225 3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 305

نے ہم سے منہ پھیر لیا، یا فرمایا: ان کا رویہ ہمارے ساتھ بدل گیا حتی کہ مجھے زمین ہی عجیب لگنے لگی اور میں نے محسوس کیا کہ یہ وہ زمین نہیں ہے جس کو میں جانتا تھا۔ ہم نے اس حالت میں پچاس روز گزارے......الحدیث۔(1)

حضرت جندب سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں جرعہ کے دن آیا۔ ایک صاحب بیٹھے تھے۔ میں نے کہا: آج یہاں بہت خونریزی ہوگی۔ اس شخص نے جواب دیا: ہرگز نہیں۔ خدا کی قسم، ایسا نہیں ہو گا۔ میں نے کہا: کیوں نہیں؟ قسم بخدا، ایسا ہوگا۔ اس شخص نے کہا: خدا کی قسم، ایسا نہیں ہوگا۔ یہ حضور ﷺ کی حدیث سے جو آپ نے مجھ سے بیان فرمائی تھی۔ میں نے کہا: تم میرے بہت برے ہم نشین ہو۔ تم سن رہے ہو کہ میں ایسی بات میں تمہاری مخالفت کر رہا ہوں جس کو تم نے حضور ﷺ سے سنا ہے اور تم مجھے ایسا کرنے سے منع نہیں کر رہے۔ پھر میں نے کہا: یہ غصے کا کون سا مقام ہے؟ میں سوال کرنے کے لیے ان کی طرف متوجہ ہوا تو وہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔(2)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے جس میں اس بات کا ذکر ہے کہ حضور ﷺ، حضرات ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ، حضرت ابو الہیثم انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر تشریف لے گئے اور انہوں نے ان معزز مہمانوں کی راہوں میں آنکھیں بچھائیں اور ماکولات و مشروبات سے ان کی تواضع کی۔ اس حدیث کے آخر میں ہے کہ حضور ﷺ نے انہیں ایک غلام عطا فرمایا اور انہیں نصیحت کی کہ اس (غلام) کے ساتھ اچھا سلوک کریں۔ حضرت ابو الہیثم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی اہلیہ کے پاس گئے اور اسے بتایا جو کچھ حضور ﷺ نے فرمایا تھا۔ اس نے کہا: اس کے بارے میں حضور ﷺ نے جو حکم دیا ہے اس کی تعمیل کی ایک ہی صورت ہے کہ تم اس غلام کو آزاد کر دو۔ انہوں نے کہہ دیا: یہ آزاد ہے......الحدیث۔(3)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف تشریف لے گئے۔ حضور ﷺ نے آواز دی: اے ابی! وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ انہوں نے حضور ﷺ (کی آواز سن کر) آپ کی طرف توجہ تو مبذول کی لیکن جواب نہ دیا۔ حضرت ابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز کو مختصر کر کے مکمل کیا پھر حضور ﷺ کی طرف گئے اور عرض کیا۔ السلام علیک یا رسول اللہ حضور ﷺ نے جواب دیا: وعلیک السلام۔ اے ابی! جب میں نے تمہیں آواز دی تھی تو تم نے جواب کیوں نہیں دیا تھا؟ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ میں نماز پڑھ رہا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جو کلام مجھ پر نازل فرمایا ہے، کیا تم نے اس میں یہ حکم

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 361 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 391 3۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 60

نہیں دیکھا ''جب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ تمہیں اس چیز کی طرف بلائیں جس میں تمہاری زندگی ہے تو لبیک کہا کرو؟'' ۔انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ یقیناً کلام خداوندی میں یہ حکم موجود ہے اور ان شاء اللہ میں آئندہ یہ کوتاہی نہیں کروں گا...... الحدیث۔(1)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں عید کے دن حضور ﷺ کے ساتھ نماز میں حاضر ہوا۔ آپ نے خطبہ سے پہلے، اذان اور اقامت کے بغیر، نماز سے آغاز کیا۔ جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑے ہوئے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی، لوگوں کو وعظ و نصیحت کی اور ان کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی ترغیب دی۔ پھر آپ پلٹے اور عورتوں کی طرف تشریف لے گئے۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے ساتھ تھے۔ آپ نے ان (عورتوں) کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا حکم دیا اور ان کو وعظ و نصیحت کی۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی اور پھر عورتوں کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی ترغیب دی۔ پھر فرمایا: تم صدقہ کیا کرو کیونکہ تمہاری اکثریت جہنم کا ایندھن بنے گی۔ ایک عام سی عورت نے، جس کے رخسار سیاہی مائل ہو چکے تھے، عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ اس کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا: تم شکوے بہت کرتی ہو اور اپنے خاوندوں کی ناشکری کرتی ہو۔ (یہ سن کر) ان عورتوں نے اپنے ہار، بالیاں اور انگوٹھیاں اتار کر بطور صدقہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چادر میں ڈالنا شروع کر دیں۔(2)

حضرت حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: جب حضرت قاسم ابن رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہوا تو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ قاسم کی مرضعہ کا دودھ بڑھ گیا ہے۔ کاش اللہ تعالیٰ نے اس کو اتنی زندگی دی ہوتی کہ وہ اپنی شیر خوارگی مکمل کر لیتا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اس کی شیر خوارگی کی تکمیل جنت میں ہوگی۔ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ اگر مجھے اس بات کا یقین ہو تو اس طرح اللہ تعالیٰ قاسم (کی وفات) کے معاملے کو مجھ پر آسان فرما دے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں اور اللہ تعالیٰ تمہیں اس کی آواز سنا دے۔ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ (اس کی ضرورت نہیں۔) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے جو فرمایا ہے (مجھے یقین ہے کہ) وہ حق ہے۔(3)

حضرت سوید بن غفلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ کا عامل صدقات ہمارے پاس آیا۔ میں نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اس کے پاس جو حکمنامہ تھا اس میں یہ الفاظ پڑھے: (مصدق یا مال کا مالک) صدقے میں کمی یا بیشی کے خوف سے نہ تو متفرق مال کو جمع کرے اور

1۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 111 2۔ سنن النسائی، جلد 1، صفحہ 233 3۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 109

نہ یکجا مال کو تقسیم کرے۔ اس کے پاس ایک شخص ایک بہت بڑی اور موٹی اونٹنی لے کر آیا۔ اس نے وہ اونٹنی لینے سے انکار کر دیا۔ وہ شخص دوسری اونٹنی جو اس سے کم تر تھی، لے کر آیا تو اس (مصدق) نے وہ اونٹنی قبول کر لی اور فرمایا: اگر میں حضور ﷺ کے پاس ایک مسلمان کی سب سے اچھی اونٹنی (بطور صدقہ) لے کر گیا تو کون سی زمین مجھے برداشت کرے گی اور کون سا آسمان مجھ پر سایہ کناں ہوگا۔(1)

حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ کے عہد میں ہم حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ہوازن کے خلاف ایک غزوے میں شریک ہوئے۔ آپ نے مجھے بنو فزارہ کی ایک لونڈی بطور عطیہ عطا فرمائی جو عرب کی حسین ترین عورت تھی۔ وہ بوسیدہ پوستین میں ملبوس تھی۔ میں نے اس سے کپڑا نہیں ہٹایا حتی کہ میں مدینہ پہنچ گیا۔ حضور ﷺ مجھے بازار میں ملے اور فرمایا: تمہارا بھلا ہو، یہ لونڈی مجھے ہبہ کر دو۔ میں نے وہ لونڈی آپ کو ہبہ کر دی۔ آپ نے اس لونڈی کو ان مسلمان قیدیوں (کی رہائی) کے لیے بطور فدیہ دے دیا جو مکہ میں تھے۔(2)

حبیب خدا ﷺ کی پیغمبرانہ رفعتوں کے متعلق صحابہ کرام علیہم الرضوان کا عقیدہ

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو ایسی بے مثال عظمتوں اور رفعتوں سے نوازا ہے کہ اپنے اور پرائے سب آپ کی عظمت شان کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ مکہ کے جانی دشمن آپ کو صادق اور امین تسلیم کرنے پر مجبور ہیں۔ یہود و نصاریٰ جو صدیوں سے آپ کے دین کی شمع کو گل کرنے اور آپ ﷺ کے آفتاب عظمت کو گہنانے کی کوششوں میں مصروف ہیں، ان کے ذہین ترین افراد بھی آپ کو بہت بڑا مدبر، واضع قانون، منتظم، فاتح اور کامیاب ترین انسان وغیرہ تسلیم کرنے پر مجبور ہیں۔ یہ سب لوگ آپ کی عظمت کو تسلیم تو کرتے ہیں لیکن وہ آپ ﷺ کی صرف ان رفعتوں کو تسلیم کرتے ہیں جن کو انسانی عقل کے پیمانے سے ماپا جا سکتا ہے۔ آپ ﷺ کی وہ پیغمبرانہ عظمتیں جو عقل کی رسائی سے ماوراء ہیں اور جن پر ایمان لانے کے لیے آپ کے رب کو علی کل شیء قدیر اور آپ کو خدا کا برگزیدہ رسول ماننا پڑتا ہے۔ یہ لوگ آپ ﷺ کی ان عظمتوں کو مسلمانوں کے جوش عقیدت کا ثمرہ قرار دے کر ان کا انکار کر دیتے ہیں۔ جو لوگ حضور ﷺ کی رسالت کو نہیں مانتے ان کا یہ رویہ قابل فہم ہے لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ اب مسلمانوں کی صفوں میں بھی ایسے دانشوروں اور فضلاء کی کثرت ہے جو دین اسلام کو سیکھنے کے لیے ان لوگوں کی تحریروں پر بھروسا کرتے ہیں جن کی زندگی کا مقصد ہی شمع محمدی کی تابانیوں سے کرۂ ارضی کو محروم کرنا ہے۔ حضور ﷺ کے معجزات اور آپ کی رفعتوں کے وہ مظاہر جو آپ ﷺ کی پیغمبرانہ شان کا پتا دیتے ہیں ان کا یا تو وہ اپنے مربیوں کی پیروی میں کلیۃً انکار کر دیتے ہیں اور

1۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 129 2۔ ایضاً، صفحہ 204

یا ان کی ایسی بھونڈی تاویلیں کرتے ہیں کہ ان کا سارا حسن ختم ہو جاتا ہے۔

حضور ﷺ کو رسول ماننا اور آپ کی ان شانوں کا انکار کر دینا جو آپ کی صداقت کی دلیل کے طور پر آپ کے رب نے آپ کو عطا فرمائی ہیں، ہماری سمجھ سے بالاتر ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ہمیشہ یہ سنت رہی ہے کہ جن نفوس قدسیہ کے سروں پر وہ نبوت کا تاج سجاتا ہے، ان کو ایسے معجزات عطا فرماتا ہے کہ ان کی موجودگی میں کسی ذی شعور اور منصف مزاج شخص کے لیے ان کے دعویٰ کا انکار ممکن ہی نہیں رہتا۔ حضور ﷺ کو بھی اللہ تعالیٰ نے یہ شانیں عطا کی ہیں اور آپ ﷺ کی یہی شانیں آپ کی صداقت کی دلیل ہیں۔ ان صفحات میں ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا حضور ﷺ کی ان پیغمبرانہ رفعتوں کے متعلق کیا رویہ تھا۔ کیا وہ حضور ﷺ کی ایسی کسی شان کے ظہور پر اس کو اپنے ایمان کی تازگی کا ذریعہ بناتے تھے یا وہ آپ کی اس قسم کی کسی عظمت کو تسلیم کرنے سے ہچکچاتے تھے اور اس کی کوئی بھونڈی سی تاویل کر کے اس کے حسن کو ختم کرنے کی کوشش کرتے تھے۔

ہم اگر دین اور دنیا کی فلاح کے خواہشمند ہیں تو ہمارے لیے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی پیروی کے بغیر چارۂ کار نہیں ہے۔ ہم اس سلسلے میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے رویے کی تصویر کشی کی خاطر چند احادیث طیبہ قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ کے عہد میں لوگ قحط کا شکار ہوئے۔ ایک جمعہ کو حضور ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ایک اعرابی کھڑا ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ مال (مویشی) تباہ ہو رہے ہیں اور اہل وعیال بھوک میں مبتلا ہیں۔ آپ ہمارے لیے اللہ تعالیٰ سے (بارش کی) دعا کیجیے۔ حضور ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھ اٹھائے۔ اس وقت ہمیں آسمان پر بادل کا کوئی ٹکڑا نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، ابھی حضور ﷺ نے ہاتھ نیچے بھی نہیں کیے تھے کہ بادل پہاڑوں کی طرح چھا گئے۔ پھر حضور ﷺ ابھی منبر سے نیچے تشریف نہیں لائے تھے کہ میں نے بارش کے قطروں کو آپ کی ریش مبارک سے ٹپکتے دیکھا۔ اس روز ہم پر بارش برسی۔ اگلے روز اور اس سے اگلے روز بھی مینہ برسا حتیٰ کہ آئندہ جمعہ تک بارش جاری رہی۔ (اگلے جمعہ کو) وہ اعرابی یا کوئی دوسرا شخص اٹھا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ مکان گر گئے، مال (مویشی) ہلاک ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ سے ہمارے لیے (بارش تھمنے کی) دعا کیجیے۔ حضور ﷺ نے اپنے (مبارک) ہاتھ اٹھائے اور دعا کی: اے اللہ تعالیٰ! ہمارے گرد و نواح میں بارش برسے ہم پر نہیں۔

حضور ﷺ اپنے ہاتھ سے جس سمت بادل کی طرف اشارہ کرتے وہ چھٹ جاتا حتی کہ مدینہ (بادلوں کے گول دائرے میں چھٹ جانے کی وجہ سے) گول حوض کی مانند ہو گیا۔ وادی قناۃ میں مہینا بھر پانی بہتا رہا اور ادھر ادھر سے جو شخص بھی آیا اس نے موسلا دھار بارش برسنے کی خبر دی۔ (1)

نوٹ: اعرابی نے براہ راست اللہ تعالیٰ سے بارش کی التجا کرنے کی بجائے حضور ﷺ سے دعا کی درخواست کی۔ اس پر نہ تو حضور ﷺ نے اسے تنبیہ کی نہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سے کسی نے اس کے اس عمل کو توحید کے تقاضوں کے خلاف قرار دیا۔ جو لوگ براہ راست خدا ہی سے مانگنے پر اصرار کرتے ہیں اور کسی کو وسیلہ بنانے کی مخالفت کرتے ہیں وہ اس حدیث پاک پر بار بار غور کریں۔ وہ اعرابی، ممکن ہے زیادہ علم نہ رکھتا ہو، لیکن اسے یقین تھا کہ بارش خواہ نہ برس کر اہل زمین کو سختی سے مبتلا کرے خواہ اس کی بہتات اہل زمین کے لیے تکلیف دہ ہو، دونوں صورتوں میں اس کا مداوا کرے گا تو اللہ تعالیٰ ہی، لیکن کرے گا اس وقت جب اس کے حبیب ﷺ کے ہاتھ دعا کے لیے اٹھیں گے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ازواج مطہرات کی شکر رنجیوں کے متعلق ایک حدیث پاک مروی ہے۔ اس حدیث پاک کا یہ حصہ ملاحظہ فرمائیے...... حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور ﷺ سے وہ بات کی جو ان امہات المومنین نے کہی تھی۔ آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔ ازواج مطہرات نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے جواب دیا: حضور ﷺ نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ انہوں نے کہا: آپ حضور ﷺ سے (بار بار) یہ بات کرتی رہیں حتی کہ آپ (اس کا) کوئی جواب دیں۔ حضور ﷺ ان کی باری پر ان کے ہاں تشریف لے گئے تو انہوں نے پھر وہ بات عرض کی۔ حضور ﷺ نے ان سے فرمایا: عائشہ کے متعلق مجھے اذیت نہ پہنچاؤ۔ کیونکہ عائشہ کے سوا کسی اور بیوی کے کپڑوں میں مجھ پر کبھی وحی نہیں آئی۔ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ آپ کو اذیت پہنچانے کی غلطی پر میں اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتی ہوں...... الحدیث۔ (2)

نوٹ: حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور ﷺ کی خدمت میں آپ کی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی نمائندگی کرتے ہوئے ایک بات کہہ رہی تھیں جس میں نافرمانی یا گستاخی کا کوئی پہلو نہ تھا۔ لیکن جب ان کو پتا چلا کہ حضور ﷺ کو ان کی اس بات سے اذیت پہنچی ہے تو وہ سہم گئیں اور فوراً بارگاہ خداوندی میں توبہ کی کیونکہ وہ جانتی تھیں کہ اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ کو اذیت پہنچانے کے نتائج کتنے عبرتناک ہو سکتے ہیں۔

جو لوگ حضور ﷺ کی خداداد رفعتوں کا بڑے سوقیانہ انداز میں انکار کرتے ہیں، آپ کے اہل

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 127 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 351

بیت اور آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں، وہ یقینا آپ ﷺ کو اذیت پہنچاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو اپنے انجام کی فکر کرنی چاہیے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سنت ان کے لیے نمونہ ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حدیبیہ کے روز لوگ (پانی دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے) پیاس میں مبتلا ہوئے۔ حضور ﷺ کے پاس ایک چھاگل تھی۔ آپ نے اس سے وضو کیا۔ پھر لوگ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور ﷺ نے پوچھا: کیا بات ہے؟ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ ہمارے پاس آپ کی اس چھاگل کے پانی کے سوا اور بالکل پانی نہیں ہے کہ ہم وضو کر سکیں یا پانی پی سکیں۔ راوی کہتے ہیں: حضور ﷺ نے اپنا دست مبارک چھاگل میں رکھا۔ پانی آپ کی انگلیوں کے درمیان سے چشموں کی طرح ابلنے لگا۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ہم نے پانی پیا اور وضو کیا۔ راوی کہتے ہیں: میں نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا: اس روز آپ لوگوں کی تعداد کتنی تھی؟ انہوں نے جواب دیا: ہم تھے تو پندرہ سو لیکن اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تب بھی وہ پانی ہمارے لیے کافی ہوتا۔(1)

قارئین کرام غور فرمائیں، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین توحید کو بھی سب سے بہتر سمجھتے تھے اور اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کا مفہوم بھی کوئی ان سے بہتر نہیں جانتا تھا لیکن اس کے باوجود پانی کی عدم دستیابی پر وہ بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے اور قلت آب کی شکایت کی۔ حضور ﷺ نے انہیں یہ نہیں فرمایا کہ پانی مانگنا ہے تو اپنے رب سے مانگو، میں تو تمہاری طرح کا ایک بشر ہوں بلکہ آپ نے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو پیغمبرانہ رفعتیں عطا کی تھیں، ان کی ایک جھلک بھی اپنے غلاموں کو دکھا دی اور لشکر کو سیراب بھی کر دیا۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے اس میں حیران ہونے والی کوئی بات نہ تھی کہ حضور ﷺ کی انگلیوں سے ابلنے والے پانی سے پندرہ سو آدمیوں نے اپنی ضروریات پوری کر لیں، ان کا ایمان تو اس بات کی شہادت دیتا تھا کہ جو پانی خدا کے حبیب ﷺ کی مبارک انگلیوں سے پھوٹا تھا اس سے لاکھوں آدمیوں کا سیراب ہو جانا بھی عین ممکن تھا۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ہم حضور ﷺ کی معیت میں خیبر کی طرف روانہ ہوئے۔ ہم رات کو چلتے رہے۔ ایک شخص نے عامر (بن اکوع) سے کہا: کیا آپ ہمیں اپنے کچھ اشعار نہیں سناتے؟ عامر (بن اکوع) ایک شاعر تھے۔ وہ (سواری سے) اتر کر (لوگوں کے اونٹوں کو چلانے کے لیے) حدی خوانی کرنے لگے۔ وہ پڑھ رہے تھے: اے اللہ تعالیٰ!

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 598

اگر تیری توفیق شامل حال نہ ہوتی تو ہم راہ ہدایت کو نہ پا سکتے۔ نہ ہم صدقات دے سکتے اور نہ نماز پڑھتے۔ ہماری جانیں تیرے راستے پر قربان، جب تک تو ہمیں زندہ رکھے ہماری مغفرت فرما۔ ہم دشمن سے (مقابلہ کریں تو ہمیں ثابت قدمی عطا فرما۔ ہم پر سکینہ کا نزول فرما۔ ہمیں جب حق کے خلاف دعوت دی جاتی ہے تو ہم انکار کر دیتے ہیں۔ (دشمن) ہمارے خلاف مدد کے لیے لوگوں کو پکارتے ہیں۔ حضور ﷺ نے پوچھا: یہ حدی خوان کون ہے؟ لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ عامر بن اکوع ہیں۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے۔ لوگوں میں سے ایک شخص (حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ آپ کا ان کے لیے یرحمك الله فرمانے سے ان کے لیے شہادت واجب ہوگئی ہے۔ کاش آپ نے ہمیں کچھ عرصہ اور ان سے محظوظ ہونے دیا ہوتا...... جب لشکر صف آراء ہوئے تو عامر کی تلوار چھوٹی تھی۔ انہوں نے اس سے ایک یہودی کی پنڈلی پر وار کیا۔ تلوار پلٹ کر عامر کے گھٹنے کے بالائی حصہ پر لگی اور اس سے وہ شہید ہو گئے...... الحدیث۔ (1)

نوٹ: حضور ﷺ نے عامر کے لیے صرف دعا کی تھی لیکن نبوت کے مزاج شناس جانتے تھے کہ جس خوش نصیب کو اس دعا سے نوازا جاتا ہے اس کے سر پر شہادت کا تاج سجتا ہے۔ یہ دعا عامر کی شہادت کی پیشگوئی بھی تھی جو اس لشکر کے سامنے پوری ہوئی، ہر صاحب ایمان نے اس سے اپنے ایمان کو تازہ کیا اور کسی کو توحید خطرے میں نظر نہ آئی۔

حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک جنگ میں مسلمانوں اور مشرکوں کا آمنا سامنا ہوا اور ان کے درمیان جنگ ہوئی۔ پھر دونوں لشکر اپنے اپنے پڑاؤ کی طرف پلٹے۔ مسلمانوں میں ایک شخص تھا کہ مشرکین میں سے جو شخص بھی اس کو لشکر سے علیحدہ نظر آتا وہ اس کا پیچھا کرتا اور اس پر تلوار کا وار کرتا۔ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! ﷺ جو کام فلاں شخص نے کیا ہے وہ کسی دوسرے نے نہیں کیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: وہ شخص دوزخیوں میں سے ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے (جی میں) کہا: اگر وہ دوزخی ہے تو پھر ہم میں سے جنتی کون ہے؟ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سے ایک شخص نے (اپنے جی میں) کہا: میں اس شخص کا پیچھا کروں گا۔ وہ تیز چلے یا آہستہ، اس کے ساتھ رہوں گا۔ (اس نے اس کا پیچھا کیا) حتی کہ وہ زخمی ہو گیا اور جلدی مرنے کی تدبیر کی۔ اس نے اپنی تلوار کا دستہ زمین پر رکھا۔ اس کا پھل اپنے سینے کے درمیان رکھا پھر اس پر زور ڈالا اور خودکشی کر لی۔ وہ شخص (صحابی) حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔ آپ نے پوچھا: تمہارے یہ کہنے کا سبب کیا ہے؟ صحابی

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 603

نے سارا واقعہ سنا دیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ایک شخص لوگوں کے خیال کے مطابق جنتیوں والے کام کرتا رہتا ہے حالانکہ وہ دوزخی ہوتا ہے اور ایک شخص لوگوں کے خیال کے مطابق دوزخیوں والے کام کرتا رہتا ہے حالانکہ وہ جنتی ہوتا ہے۔(1)

قارئین کرام غور فرمائیں کہ حضور ﷺ نے ایک شخص کو دوزخی قرار دیا حالانکہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اس کے کارناموں پر رشک کر رہے تھے۔ حضور ﷺ کا یہ فرمان سن کر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو تعجب تو ضرور ہوا لیکن فرمان رسول ﷺ کے سچ ہونے کے متعلق انہیں ذرہ برابر شک نہ تھا۔ جب حقیقت واضح ہوئی تو ان کے دلوں میں حبیب خدا ﷺ کی عظمت کا ایک اور نقش اجاگر ہوا اور ان کے ایمانوں کو تازگی ملی۔ کسی نے یہ کہنے کی جسارت نہیں کی کہ ان کو کسی کے جنتی یا دوزخی ہونے کی کیا خبر یہ تو ہماری طرح بشر ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے مجھے، زبیر اور مقداد کو بھیجا اور فرمایا: تم روانہ ہو جاؤ۔ جب تم روضۂ خاخ کے مقام پر پہنچو تو وہاں تمہیں ایک ہودج سوار عورت ملے گی۔ اس عورت کے پاس ایک خط ہوگا۔ تم وہ خط اس سے لے لینا۔ فرماتے ہیں: ہم روانہ ہو گئے۔ ہم اونٹوں کو دوڑاتے ہوئے چلے حتی کہ روضہ کے مقام پر پہنچ گئے۔ وہاں ہمیں ہودج سوار عورت مل گئی۔ ہم نے اس سے کہا: خط نکال دو۔ اس نے جواب دیا: میرے پاس کوئی خط نہیں ہے۔ ہم نے کہا: خط نکال دو ورنہ ہم تمہارے کپڑے پھینک دیں گے۔ اس نے اپنی مینڈھیوں سے خط نکال دیا...... الحدیث۔(2)

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، ان کے غزوۂ تبوک میں شامل نہ ہو سکنے کے متعلق ایک طویل حدیث مروی ہے۔ اس حدیث پاک کی مندرجہ ذیل سطریں بتاتی ہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی نظروں میں اپنے آقا ﷺ کا روحانی مقام کیا تھا...... فرماتے ہیں: میں چلتے ہوئے آیا اور حضور ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا۔ آپ نے پوچھا: تمہارے غزوے سے پیچھے رہنے کا سبب کیا تھا؟ کیا تم نے سواری خرید نہیں کی تھی۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ سواری ضرور خرید کی تھی۔ خدا کی قسم، اگر میں آپ کے سوا کسی دنیادار کے سامنے بیٹھا ہوتا تو میں اس کے غصے سے بچنے کی کوئی ترکیب ضرور کر لیتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے قوت کلام کی دولت سے نوازا ہے۔ لیکن خدا کی قسم، مجھے یقین ہے کہ اگر میں آج آپ کے سامنے جھوٹ بولوں گا جس سے آپ مجھ سے خوش ہو جائیں گے لیکن یہ بات کوئی بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو مجھ پر ناراض کر دے۔ لیکن اگر میں آپ کی خدمت میں سچی بات عرض کر دوں گا جس سے آپ مجھ پر (بظاہر) ناراض ہوں گے لیکن اس صورت میں مجھے قوی امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 605
2۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 612

معاف فرمادے گا...... ہر گز نہیں، خدا کی قسم، مجھے کوئی عذر نہیں تھا۔ خدا کی قسم، جب میں آپ سے پیچھے رہا، جتنا مضبوط اور خوشحال میں اس وقت تھا، اتنا پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اس نے سچ بات بتائی ہے۔ تم چلے جاؤ حتی کہ اللہ تعالیٰ تمہارے متعلق فیصلہ فرمائے...... میں اٹھ کھڑا ہوا۔ بنو سلمہ کے لوگ میرے پیچھے پیچھے چلے۔ انہوں نے مجھ سے کہا: خدا کی قسم، ہم نہیں جانتے کہ تم نے اس سے پہلے کوئی گناہ کیا ہو۔ تم اتنا بھی نہ کر سکے کہ (اپنی اس غلطی پر) حضور ﷺ کی خدمت میں عذر خواہی کرتے جیسے ان دوسرے لوگوں نے کی تھی جو جنگ میں شامل ہونے سے رہ گئے تھے۔ اگر تم ایسا کرتے تو حضور ﷺ کا تمہارے لیے استغفار کرنا تمہاری مغفرت کے لیے کافی ہوتا...... الحدیث۔(1)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: حضور ﷺ نے، اپنے اس مرض میں جس میں آپ کا انتقال ہو گیا، حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو طلب فرمایا۔ آپ نے ان سے کوئی سرگوشی کی تو وہ رونے لگیں۔ پھر آپ نے دوبارہ ان کو طلب کیا اور ان سے سرگوشی کی تو وہ ہنس دیں۔ ہم نے ان سے ان کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا: حضور ﷺ نے مجھے بتایا تھا کہ اسی مرض میں آپ کا انتقال ہو جائے گا تو میں رونے لگی۔ پھر آپ نے مجھ سے سرگوشی کی کہ آپ کے اہل خانہ میں سے سب سے پہلے میں ہی آپ کے پیچھے آؤں گی (یعنی انتقال کروں گی) تو میں ہنس دی۔(2)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: میں (حضور ﷺ سے) سنا کرتی تھی کہ کسی نبی کو اس وقت تک موت نہیں آتی جب تک کہ اس کو دنیا اور آخرت کے درمیان اختیار نہیں دیا جاتا۔ جس مرض میں حضور ﷺ کا انتقال ہوا، اس میں، جب کہ آپ ﷺ کی آواز بھاری ہو چکی تھی، میں نے آپ کو یہ فرماتے سنا: مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ (النساء:69) ''یعنی مجھے ان لوگوں کی معیت چاہیے جن پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہوا''۔ میں سمجھ گئی کہ حضور ﷺ کو (دنیا اور آخرت کے درمیان) اختیار دیا گیا ہے۔(3)

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی ایک طویل حدیث میں فرماتے ہیں:...... حضور ﷺ نے لوگوں کو مجھ سے اور میرے دو ساتھیوں (جنہوں نے سچی بات عرض کر دی تھی) سے بولنے سے منع فرما دیا۔ حضور ﷺ نے ہم (تین) کے سوا باقی جو لوگ غزوے میں شامل نہیں ہوئے تھے، کسی سے بول چال سے لوگوں کو منع نہیں فرمایا۔ لوگوں نے ہم سے بول چال بند کر دی۔ میں نے کافی عرصہ اسی حال میں گزارا۔ جس بات کی مجھے سب سے زیادہ فکر تھی وہ یہ تھی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھے موت آ جائے اور حضور ﷺ میری نماز جنازہ نہ پڑھیں۔ یا حضور ﷺ انتقال فرما جائیں اور میں اسی حالت میں ہوں تو

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 635 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 638 3۔ ایضاً

لوگوں میں سے کوئی نہ میرے ساتھ بات کرے اور نہ میری نماز جنازہ پڑھے...... الحدیث۔(1)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے حضرت ثابت بن قیس (بن شماس) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غیر حاضری کے متعلق پوچھا تو ایک آدمی نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ میں ان کے متعلق معلوم کر کے آپ کو آگاہ کرتا ہوں۔ وہ گئے تو انہوں نے ان کو اپنے گھر میں سر جھکائے ہوئے بیٹھے پایا۔ انہوں نے ان سے پوچھا: کیا بات ہے؟ انہوں نے جواب دیا: بہت برا حال ہے۔ ان کی آواز حضور ﷺ کی آواز سے بلند ہو جایا کرتی تھی اس لیے ان کے اعمال رائیگاں چلے گئے ہیں۔ (کیونکہ قرآن حکیم کی وہ آیت نازل ہوئی تھی جس میں بتایا گیا تھا کہ اپنی آوازوں کو حضور ﷺ کی آواز مبارک سے بلند نہ کیا کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال اکارت ہو جائیں اور تمہیں خبر تک نہ ہو۔) اور وہ دوزخیوں میں سے ہیں۔ وہ شخص حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کی خدمت میں یہ بات عرض کی۔ موسیٰ (راوی) کہتے ہیں: وہ شخص دوبارہ ان کی خدمت میں ایک عظیم خوش خبری لے کر گیا۔ حضور ﷺ نے ان سے فرمایا: تم ان کے پاس جاؤ اور ان کو بتاؤ کہ تم دوزخیوں میں سے نہیں ہو تم تو جنتیوں میں سے ہو۔(2)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور ﷺ بدر کے دن اپنے خیمہ میں تھے اور یہ دعا کر رہے تھے: اے اللہ تعالیٰ! میں تجھ سے تیرے (انبیاء کی نصرت کے) عہد اور تیرے (کفار کے ایک گروہ پر غلبہ کے) وعدے کا واسطہ دے کر (نصرت کا سوال کرتا ہوں۔) اے اللہ تعالیٰ! اگر تیری منشا یہ ہے (کہ یہ مومنین ہلاک ہو جائیں) تو آج کے بعد کبھی (اس زمین پر) تیری عبادت نہیں کی جائے گی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ﷺ کے دست اقدس کو پکڑا اور عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ آپ نے اپنے رب سے بڑے اصرار کے ساتھ دعا کی ہے۔ آپ کی یہ دعا (آپ کی نصرت کے لیے) کافی ہے۔ حضور ﷺ نے زرہ پہن رکھی تھی۔ آپ باہر تشریف لائے تو یہ آیت پڑھ رہے تھے: سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ (قمر:45)...... الحدیث۔(3)

نوٹ: حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کی، اس تضرع و زاری سے کی جانے والی، دعا کو کبھی رائیگاں نہیں جانے دے گا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ایک طویل حدیث کے یہ الفاظ ملاحظہ فرمائیے...... میں ایک معاملے پر غور کر رہا تھا کہ میری بیوی نے کہا: اگر ایسے کر لیں (تو ٹھیک رہے گا۔) فرماتے ہیں: میں نے اس سے کہا: تمہارا اس سے کیا واسطہ؟ کس وجہ سے ہم ان امور میں تم (عورتوں) کو تکلیف

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 675 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 718 3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 723

دیں۔ اس (بیوی) نے مجھ سے کہا: اے ابن خطاب! تم پر حیرت ہے۔ تم نہیں چاہتے کہ میں تمہاری بات کو لوٹاؤں جب کہ تمہاری بیٹی تو حضور ﷺ کی بات کو لوٹاتی ہے حتیٰ کہ آپ دن بھر ناراضگی کی حالت میں رہتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی وقت اپنی چادر پکڑی اور (چل پڑے۔) حتیٰ کہ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس پہنچے اور فرمایا: بیٹی! کیا یہ سچ ہے کہ تم حضور ﷺ کی بات کو لوٹاتی ہو اور آپ دن بھر غصہ کی حالت میں رہتے ہیں؟ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا: خدا کی قسم، ہم آپ کی بات کو لوٹاتی ہیں۔ میں نے اس سے کہا: تم جانتی ہو کہ میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب اور حضور ﷺ کی ناراضگی سے خبردار کرتا ہوں۔ بیٹی! یہ (عائشہ) جس کو اپنے حسن اور اس سے حضور ﷺ کی محبت پر ناز ہے اس کی وجہ سے تم دھوکے میں نہ آنا...... الحدیث۔ (1)

حضرت زید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ اپنے ایک سفر میں رات کو چل رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آپ کے ساتھ تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ سے کوئی سوال کیا۔ حضور ﷺ نے ان کے سوال کا کوئی جواب نہ دیا۔ انہوں نے پھر سوال کیا۔ آپ نے پھر کوئی جواب نہ دیا۔ انہوں نے پھر سوال کیا۔ آپ نے پھر کوئی جواب نہ دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (اپنے آپ سے) کہا: تیری ماں تجھے روئے، تین بار تو نے حضور ﷺ سے بڑے اصرار سے سوال کیا ہے اور آپ نے تینوں بار جواب نہیں دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں نے اپنے اونٹ کو تیز چلایا حتیٰ کہ لوگوں سے آگے نکل گیا۔ مجھے خوف تھا کہ میرے متعلق قرآن حکیم کی کوئی آیت نازل نہ ہو جائے۔ میں اسی سوچ میں تھا کہ میں نے پکارنے والے کی آواز سنی۔ فرماتے ہیں: مجھے خوف لاحق ہوا کہ میرے بارے میں قرآن حکیم کی آیت نازل ہو گئی ہے۔ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام عرض کیا۔ آپ نے فرمایا: آج رات مجھ پر ایک سورۃ نازل ہوئی ہے۔ وہ مجھے ہر اس چیز سے زیادہ محبوب ہے جس پر سورج طلوع ہوا ہے۔ پھر آپ نے پڑھا: اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا (فتح:1) (2)

حضرت سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میری خالہ مجھے حضور ﷺ کی خدمت میں لے گئیں اور عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ میرا بھانجا بیمار ہے...... حضور ﷺ نے میرے سر پر اپنا دست مبارک پھیرا اور میرے لیے برکت کی دعا کی۔ پھر آپ ﷺ نے وضو فرمایا اور میں نے آپ کے وضو کا پانی پیا۔ اور میں آپ کی پشت مبارک کے پیچھے کھڑا ہوا اور آپ کے کندھوں کے درمیان مہر نبوت کو دیکھا جو حجلہ (چکور نما پرندے) کے انڈے جیسی تھی۔ (3)

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 730 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 750 3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 847

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ میں برباد ہو گیا ہوں۔ آپ نے پوچھا: تجھ پر افسوس (تجھے کیا ہوا ہے؟) اس نے عرض کیا: میں نے رمضان میں (روزے کی حالت میں) اپنی بیوی سے مجامعت کی ہے۔ آپ نے فرمایا: ایک غلام آزاد کر دو۔ اس نے عرض کیا: میرے پاس غلام نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: دو ماہ کے مسلسل روزے رکھو۔ اس نے عرض کیا: میں یہ نہیں کر سکتا۔ آپ نے فرمایا: ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دو۔ اس نے جواب دیا: مجھے یہ بھی میسر نہیں۔ پھر حضور ﷺ کی خدمت میں ایک ٹوکری پیش کی گئی تو آپ نے اس شخص سے فرمایا: یہ لے لو اور اس کو صدقہ کر دو۔ اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ کیا میں اس کو اپنے اہل خانہ کے علاوہ کسی اور پر صدقہ کروں، اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، مدینہ کے اطراف کے درمیان کوئی شخص مجھ سے زیادہ محتاج نہیں ہے۔ حضور ﷺ مسکرا دیے حتی کہ آپ کے دندان مبارک نظر آنے لگے۔ آپ نے فرمایا: یہ ٹوکری لے لو......الحدیث۔ (1)

نوٹ: صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی نظر میں حبیب خدا ﷺ کا بارگاہ خداوندی میں جو مقام تھا اور وہ آپ ﷺ کے جن خدا داد اختیارات پر یقین رکھتے تھے یہ حدیث پاک اس کا ایک خوبصورت بیان ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دیہاتی آدمی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ قیامت کب آئے گی؟ آپ نے فرمایا: تجھ پر افسوس، تو نے قیامت کے لیے کیا تیاری کر رکھی ہے؟ اس نے عرض کیا: میں نے قیامت کے لیے اور تو کوئی تیاری نہیں کی البتہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: (آخرت میں) تم اس کے ساتھ ہو گے جس سے تمہیں محبت ہے۔ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ کیا ہمارے لیے بھی یہی حکم ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ اس روز ہم بہت زیادہ خوش ہوئے......الحدیث۔ (2)

حضرت اسماعیل سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضرت ابن ابی اوفیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا: کیا آپ نے حضرت ابراہیم، فرزند رسول ﷺ، کی زیارت کی تھی؟ انہوں نے جواب دیا: ان کا بچپن ہی میں انتقال ہو گیا تھا۔ اگر حضرت محمد ﷺ کے بعد کسی نبی کا آنا مقدر ہوتا تو وہ زندہ رہتے لیکن آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ (3)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ وہ مدینہ طیبہ کے باغوں میں سے ایک

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 910 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 911 3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 914

باغ میں حضور ﷺ کے ساتھ تھے۔ حضور ﷺ کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی جس کو آپ پانی اور مٹی پر مار رہے تھے۔ ایک آدمی آیا اور دروازہ کھولنے کے لیے کہا: حضور ﷺ نے فرمایا: دروازہ کھولو اور اس (آنے والے) کو جنت کی بشارت دو۔ میں گیا، دیکھا تو وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ میں نے ان کے لیے دروازہ کھولا اور ان کو جنت کی بشارت دی۔ پھر ایک اور آدمی نے دروازہ کھولنے کے لیے کہا: حضور ﷺ نے فرمایا: دروازہ کھولو اور اس کو جنت کی بشارت دو۔ وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ میں نے ان کے لیے دروازہ کھولا اور ان کو جنت کی بشارت دی۔ پھر ایک اور شخص نے دروازہ کھولنے کے لیے کہا۔ حضور ﷺ ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ آپ (سیدھے ہو کر) بیٹھ گئے اور فرمایا: دروازہ کھولو اور اس (آنے والے) کو جنت کی بشارت دو، ساتھ ہی اس مصیبت کی بھی جو اس پر آئے گی۔ میں گیا، دیکھا تو وہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ میں نے ان کے لیے دروازہ کھولا۔ ان کو جنت کی بشارت دی اور حضور ﷺ نے (مصیبت کے متعلق) جو فرمایا تھا، وہ بھی ان کو بتایا۔ فرماتے ہیں: انہوں نے (یہ سن کر) کہا: وہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہی ہے جس سے ہم (اس مصیبت پر ثابت قدم رہنے کے لیے) مدد مانگتے ہیں۔(1)

قارئین کرام غور فرمائیں۔ حضور ﷺ جنت کی بشارتیں دے رہے ہیں۔ زمانہ مستقبل میں آنے والی مصیبت سے خبردار کر رہے ہیں۔ یارانِ مصطفیٰ رضوان اللہ علیہم اجمعین ان میں سے ہر بات پر دل کی گہرائیوں سے ایمان رکھتے ہیں۔ ان میں کسی کے دل کے کسی گوشے میں بھی یہ وسوسہ نہیں ہے کہ یہ (نعوذ باللہ) ہم جیسے بشر ہیں، ان کو کیا خبر کہ کل کیا ہوگا اور کون جنت میں جائے گا۔ ہم گنہگاروں کے لیے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اس رویے میں عمدہ نمونہ ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضرت حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ بدر میں شہید ہو گئے۔ وہ ابھی بچے ہی تھے۔ ان کی ماں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ حارثہ کا میرے دل میں جو مقام ہے اس کا آپ کو علم ہے۔ اگر وہ جنت میں ہے تو میں صبر کروں گی اور اس مصیبت پر اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھوں گی اور اگر معاملہ دوسرا ہوا (یعنی وہ جنتی نہ ہوا) تو آپ دیکھیں گے کہ میں کیا کرتی ہوں (یعنی کتنی آہ و بکا کرتی ہوں۔) حضور ﷺ نے فرمایا: تجھ پر افسوس، کیا جنت ایک ہے؟ جنتیں تو بہت زیادہ ہیں اور وہ (تیرا بیٹا) تو جنت الفردوس میں ہے۔(2)

نوٹ: صحابیہ کو یقین ہے کہ حضور ﷺ بتا سکتے ہیں کہ اس کے بیٹے کا ٹھکانا کہاں ہے۔ وہ سوال کرتی

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 918　　2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 970

ہے۔ نہ آقا ﷺ اس کے اس سوال کو توحید کے منافی قرار دیتے ہیں اور نہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سے کسی کو اس کے اس فعل پر شرک کا گمان ہوتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ قیامت کے دن آپ کی شفاعت کی سعادت سب سے بڑھ کر کس کو عطا ہو گی؟ آپ نے فرمایا: اے ابو ہریرہ! میرا خیال تھا کہ یہ سوال تم سے پہلے اور کوئی نہیں پوچھے گا کیونکہ تمہارے اندر مجھے حصول حدیث کی حرص نظر آتی ہے۔ قیامت کے دن میری شفاعت کی سعادت سب سے زیادہ اس کو عطا ہو گی جو پورے خلوص کے ساتھ پڑھتا ہے: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔(1)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے (صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے) فرمایا: مجھ سے سوال کرو (جو سوال کرنا چاہتے ہو) صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اس بات سے ڈر گئے کہ آپ سے کچھ پوچھیں۔ پھر ایک شخص آیا۔ وہ آپ کے گھٹنوں کے پاس آ کر بیٹھ گیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ اسلام کیا ہے؟...... الحدیث۔(2)

حضور ﷺ رافت و رحمت کے پیکر تھے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو اس حقیقت کا علم تھا اس کے باوجود جب مدنی تاجدار ﷺ نے ان سے فرمایا: ''مجھ سے پوچھ لو جو پوچھنا ہے'' تو وہ خوف زدہ ہو گئے۔ یہ خوف کسی جابر کے جبر کا نہ تھا بلکہ اس خوف کا سبب یہ تھا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین خدا کے حبیب ﷺ کی خداداد عظمتوں کے معترف تھے اور جانتے تھے کہ کوئی بات ایسی زبان سے نکل گئی جو شانِ رسول کے خلاف ہوئی تو دنیا اور آخرت دونوں برباد ہو جائیں گے۔

حضرت ابو ہریرہ یا حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: غزوۂ تبوک کے روز لوگ فاقہ کا شکار ہوئے تو عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ اگر آپ اجازت مرحمت فرمائیں تو ہم بار برداری کے اونٹوں کو ذبح کر کے کھائیں اور ان (کی چربیوں) کو بطور تیل استعمال کریں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: تم ایسے کر لو۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر آپ نے ایسا کرنے کی اجازت دے دی تو بار برداری کے اونٹ کم ہو جائیں گے۔ اس کے بجائے آپ لوگوں کو حکم دیں کہ ان کے پاس جو بچا ہوا زادِ راہ ہے وہ لے آئیں۔ پھر آپ اس پر اللہ سے دعائے برکت فرمائیں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ اس میں برکت پیدا فرما دے گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ٹھیک ہے۔ راوی کہتے ہیں: آپ نے چمڑے کی ایک چادر منگوائی اور اس کو بچھا دیا۔ پھر لوگوں سے فرمایا کہ وہ بچا ہوا زادِ راہ لے آئیں۔ کوئی شخص مٹھی بھر مکئی لا رہا تھا۔ کوئی دوسرا مٹھی بھر کھجوریں لا رہا تھا اور کوئی

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 972 2۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 29

روٹی کا ٹکڑا لا رہا تھا۔ اس طرح چمڑے کی چادر پر تھوڑا سا کھانا جمع ہو گیا۔ راوی کہتے ہیں: پھر حضور ﷺ نے برکت کی دعا کی۔ پھر فرمایا: اپنے اپنے برتنوں میں کھانا لے لو۔ راوی کہتے ہیں: لوگوں نے اپنے اپنے برتنوں میں کھانا ڈال لیا حتی کہ لشکر کے جتنے برتن تھے، انہوں نے ان میں سے کوئی برتن خالی نہ رہنے دیا۔ راوی کہتے ہیں: لوگوں نے سیر ہو کر کھانا کھایا اور کھانا بچ بھی گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور یہ کہ میں اللہ تعالیٰ کا سچا رسول ہوں۔ جو شخص ان دو (شہادتوں) کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا اور ان میں اسے ذرہ برابر شک نہ ہوگا اس کو جنت میں داخل ہونے سے نہیں روکا جائے گا۔(1)

حضرت یزید الفقیر سے مروی ہے، فرماتے ہیں: مجھے خوارج کے عقیدہ (یعنی کبیرہ گناہوں کے مرتکب لوگوں کے ہمیشہ دوزخ میں رہنے) میں دلچسپی تھی۔ ہم کچھ لوگ روانہ ہوئے کہ حج کریں گے اور پھر (عقیدۂ خوارج کی تبلیغ کے لیے) نکلیں گے۔ ہم مدینہ طیبہ سے گزرے۔ ہم نے دیکھا کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایک ستون کے سہارے بیٹھے لوگوں کو حضور ﷺ کی حدیث سنا رہے تھے۔ آپ نے جہنمیوں (وہ لوگ جو شفاعت رسول سے دوزخ سے نکلیں گے) کا ذکر کیا۔ راوی کہتے ہیں: میں نے کہا: اے صحابی رسول! آپ یہ کس قسم کی حدیثیں سنا رہے ہیں، جب کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''جس کو تو نے دوزخ میں داخل کیا اس کو رسوا کیا''۔ اور ارشاد خداوندی ہے: ''جب بھی وہ اس (دوزخ) سے نکلنا چاہیں گے اس میں لوٹا دیے جائیں گے'' (ان آیات کی موجودگی میں) آپ یہ کس قسم کی حدیثیں سنا رہے ہیں؟ انہوں نے مجھ سے پوچھا: کیا تم قرآن پڑھتے ہو؟ میں نے عرض کیا: ہاں۔ انہوں نے پوچھا: کیا تم نے حضرت محمد ﷺ کے مقام کے بارے میں سنا ہے جو اللہ تعالیٰ آپ کو عطا فرمائے گا؟ میں نے عرض کیا: ہاں۔ انہوں نے فرمایا: تو وہ آپ کا مقام محمود ہی ہے کہ (آپ اس پر فائز ہوں گے) تو آپ کی شفاعت سے اللہ تعالیٰ جس کو چاہے گا دوزخ سے نکال لے گا۔ پھر انہوں نے پل صراط بچھائے جانے کا اور اس پر سے لوگوں کے گزرنے کا ذکر کیا۔ راوی کہتے ہیں: مجھے اندیشہ ہے کہ یہاں مجھے حدیث صحیح یاد نہ ہو اتنا یاد ہے کہ انہوں نے فرمایا تھا کہ کچھ لوگوں کو کچھ عرصہ دوزخ میں رہنے کے بعد وہاں سے نکالا جائے گا۔ فرمایا: وہ (دوزخ سے) نکلیں گے تو تل کی شاخوں کی طرح سیاہ ہوں گے۔ پھر انہیں جنت کی نہروں میں سے ایک نہر میں ڈالا جائے گا۔ اس میں وہ غسل کریں گے اور اس سے نکلیں گے تو کاغذ کی طرح (سفید) ہوں گے۔ ہم واپس آئے تو ہم نے (ایک دوسرے سے) کہا: کیا تمہارا خیال ہے کہ یہ بزرگ (صحابی رسول) حضور ﷺ کے متعلق جھوٹ بول رہے

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 42

ہیں۔ ہم واپس آ گئے اور ایک آدمی کے علاوہ ہم میں سے کسی نے خروج نہیں کیا...... الحدیث۔(1)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ میرا باپ کہاں ہے؟ آپ نے جواب دیا: دوزخ میں۔ جب وہ واپس مڑا تو آپ نے اس کو بلایا اور فرمایا: بے شک میرا باپ (چچا) اور تیرا باپ دونوں دوزخ میں ہیں۔(2)

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ زمین پر سب سے پہلے کون سی مسجد بنائی گئی؟ فرمایا: مسجد حرام۔ میں نے پوچھا: پھر کون سی؟ فرمایا: مسجد اقصیٰ۔ میں نے عرض کیا: ان دونوں کے درمیان کتنا عرصہ گزرا؟ فرمایا: چالیس سال۔ اور تمہیں جہاں نماز کا وقت آ جائے نماز پڑھ لیا کرو...... الحدیث۔(3)

نوٹ: حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جانتے تھے کہ جس ہستی سے وہ سوال کر رہے ہیں انہوں نے کسی کے سامنے زانوئے تلمذ تہ نہیں کیا۔ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ وہ جو سوالات کر رہے ہیں ان کے متعلق قرآن حکیم خاموش ہے لیکن اس کے باوجود وہ جانتے تھے کہ ان کے نبی ﷺ اپنے خداداد علوم سے ان سوالوں کے جواب جانتے ہیں۔ اسی لیے انہوں نے اس قسم کے سوالات کیے اور ان کے جوابات پا کر مطمئن ہو گئے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک نابینا شخص حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ کوئی شخص ایسا نہیں جو مجھے لے کر مسجد میں آئے۔ اس نے حضور ﷺ سے درخواست کی کہ آپ اس کو رخصت عطا فرمائیں کہ نماز گھر میں ہی ادا کر لیا کرے۔ حضور ﷺ نے اس کو رخصت عطا فرما دی۔ جب وہ لوٹ کر جانے لگا تو آپ نے اس کو بلایا اور فرمایا: کیا تمہیں اذان کی آواز سنائی دیتی ہے؟ اس نے عرض کیا: جی ہاں۔ فرمایا: پھر اس ندا پر لبیک کہا کرو۔(4)

نوٹ: اگر اس صحابی کو حضور ﷺ کے خداداد اختیارات پر ایمان کامل نہ ہوتا تو وہ ایک شرعی حکم میں تخفیف کی التجا آپ سے نہ کرتا۔ اور اگر اس کا یہ سوال غلط ہوتا تو اس کو بتایا جاتا کہ تمہیں اس قسم کا سوال نہیں کرنا چاہیے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں ایک رات ام المومنین میمونہ (اپنی خالہ) رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں سویا۔ حضور ﷺ کا قیام بھی اس رات ان کے ہاں تھا۔

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 107　2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 114
3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 199　4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 232

حضور ﷺ نے وضو کیا۔ پھر کھڑے ہوئے اور نماز پڑھی۔ میں بھی آپ کی بائیں جانب کھڑا ہو گیا۔ آپ نے مجھے پکڑ کر اپنی دائیں جانب کھڑا کر دیا۔ اس رات آپ ﷺ نے تیرہ رکعتیں پڑھیں۔ پھر آپ سو گئے حتی کہ آپ کے سانسوں کی آواز بلند ہو گئی۔ آپ ﷺ جب سوتے تھے تو آپ کے سانسوں کی آواز بلند ہو جاتی تھی۔ پھر مؤذن آپ کے پاس آیا۔ آپ باہر تشریف لے گئے اور نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا......الحدیث۔(1)

نوٹ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اگر مقام حبیب کبریا ﷺ سے آشنا نہ ہوتے اور آپ کو محض اپنے جیسا بشر سمجھتے تو ضرور عرض کرتے کہ حضور! آپ نے سونے کے بعد وضو نہیں فرمایا اور نماز پڑھ لی۔ انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ صرف اس لیے کہ جانتے تھے کہ یہ بشر تو ہیں لیکن ایسے بشر ہیں جن کی آنکھیں سو رہی ہوتی ہیں لیکن دل جاگ رہا ہوتا ہے۔

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے ایک میت کی نماز جنازہ پڑھائی۔ میں نے آپ کی دعا یاد کر لی۔ آپ دعا کر رہے تھے: اے اللہ تعالیٰ! اس (میت) کی مغفرت فرما۔ اس پر رحم کر۔ اس کو عافیت عطا کر۔ اس کو معاف فرما دے۔ اس کے ٹھکانے کو باوقار بنا۔ اس کی قبر کو وسعت عطا کر۔ اس کو پانی، برف اور اولوں سے دھو دے۔ اس کو گناہوں سے یوں پاک کر دے جس طرح سفید کپڑے کو میل سے پاک کر دیتا ہے۔ اس کو (اس دنیوی گھر کے) بدلے میں ایسا گھر عطا فرما جو اس سے بہتر ہو۔ اس کو اہل و عیال کے بدلے میں ایسے اہل و عیال عطا فرما جو ان سے بہتر ہوں، اس کو شریک حیات کے بدلے میں ایسا شریک حیات عطا فرما جو اس سے بہتر ہو اور اس کو جنت میں داخل فرما اور اس کو قبر اور دوزخ کے عذاب سے بچا لے۔ راوی کہتے ہیں: (میت کے لیے حضور ﷺ کی اس دعا کو سن کر) میرے دل میں تمنا پیدا ہوئی کہ کاش اس میت کی جگہ میں ہوتا (اور حبیب خدا ﷺ یہ دعا میرے لیے کرتے۔) (2)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: ایک آدمی حضور ﷺ کی خدمت میں مسئلہ پوچھنے کے لیے حاضر ہوا۔ آپ دروازے کے پیچھے سے ان کی باتیں سن رہی تھیں۔ اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ نماز کا وقت ہو جاتا ہے۔ (یعنی سحری کا وقت ختم ہو جاتا ہے) اور میں جنابت کی حالت میں ہوتا ہوں اور (اسی حالت میں) روزہ رکھ لیتا ہوں، (اس کا کیا حکم ہے؟) حضور ﷺ نے فرمایا: مجھے بھی نماز کا وقت ہو جاتا ہے اور میں حالت جنابت میں ہوتا ہوں اور (اسی حالت میں) روزہ رکھ لیتا ہوں۔ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ آپ تو ہماری مثل نہیں ہیں۔

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 260 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 311

اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے سارے ذنب معاف فرما دیے ہیں۔ فرمایا: مجھے امید ہے کہ میں تم سب سے زیادہ خدا سے ڈرنے والا اور سب سے زیادہ تقویٰ کو جاننے والا ہوں۔(1)

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: لوگ حضور ﷺ سے خیر کے متعلق سوال کرتے تھے اور میں آپ سے شر کے متعلق سوال کیا کرتا تھا، اس خوف سے کہ کہیں مجھے اس (شر) سے واسطہ نہ پڑ جائے۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ ہم زمانہ جاہلیت اور انتہائی بدتر حالت میں تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ خیر (یعنی دین اسلام) عطا فرمائی۔ کیا اس خیر کے بعد پھر شر ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ میں نے عرض کیا: کیا اس شر کے بعد پھر خیر ہوگی؟ فرمایا: ہاں، لیکن اس میں دھواں سا بھی ہوگا۔ میں نے عرض کیا: اس کا دھواں کیا ہوگا؟ فرمایا: لوگ میرے طریقوں کے علاوہ دیگر طریقوں کی پیروی کریں گے اور جو راہ ہدایت میں نے بتائی ہے اس کے علاوہ دوسرے راستوں پر چلیں گے۔ ان کی کچھ چیزیں تمہیں اچھی لگیں گی اور کچھ بری۔ میں نے عرض کیا: کیا اس خیر کے بعد پھر شر ہوگا؟ فرمایا: ہاں۔ ایسے لوگ ہوں گے جو جہنم کی طرف دعوت دیں گے۔ جو ان کی بات مانے گا اس کو دوزخ میں ڈال دیں گے۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ ہمیں ان کی نشانیاں بتا دیجئے۔ فرمایا: ٹھیک ہے۔ وہ ایسے لوگ ہوں گے جو ہماری نسل سے ہوں گے۔ ہماری زبان بولیں گے۔ عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ مجھے ان لوگوں سے واسطہ پڑے تو میرے لیے کیا حکم ہے؟ فرمایا: مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام کے ساتھ وابستگی قائم رکھو۔ عرض کیا: اگر ان کی نہ کوئی جماعت ہو اور نہ کوئی امام (تو پھر کیا کروں؟) فرمایا: ان تمام فرقوں سے علیحدہ رہو اگرچہ اس کے لیے تمہیں کسی درخت کی جڑ کو دانتوں کے ساتھ مضبوطی سے پکڑنا پڑ جائے۔ اور موت تک اسی حالت پر برقرار رہو۔(2)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک آدمی نے دوران جنگ عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ اگر میں شہید ہو جاؤں تو میرا ٹھکانا کہاں ہوگا؟ فرمایا: جنت میں۔ اس نے ان کھجوروں کو پھینک دیا جو اس کے ہاتھ میں تھیں۔ پھر جنگ کی حتیٰ کہ شہید ہو گیا...... الحدیث۔(3)

حضرت ابوالسائب مولیٰ ہشام بن زہرہ سے مروی ہے کہ وہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس، ان کے گھر میں حاضر ہوئے۔ فرماتے ہیں: میں نے ان کو نماز پڑھتے پایا۔ میں بیٹھ کر انتظار کرنے لگا کہ آپ نماز سے فارغ ہو لیں۔ مجھے گھر کے ایک کونے میں پڑی کھجور کی شاخوں میں کچھ حرکت سنائی دی۔ دیکھا تو سانپ تھا۔ میں اس کو مارنے کے لیے لپکا۔ حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 354 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 127 3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 138

عنہ نے مجھے اشارے سے فرمایا: بیٹھ جاؤ تو میں بیٹھ گیا۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو مکان میں ایک کمرے کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: یہ کمرہ تم دیکھ رہے ہو؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں۔ فرمایا: اس میں ہم میں سے ایک نوجوان رہتا تھا جس کی نئی نئی شادی ہوئی تھی۔ فرماتے ہیں: ہم حضور ﷺ کی معیت میں جنگ خندق کے لیے نکلے۔ وہ نوجوان دوپہر کے وقت حضور ﷺ سے اجازت لے کر اپنے اہل خانہ کی طرف لوٹا کرتا تھا۔ ایک روز اس نے حضور ﷺ سے اجازت طلب کی تو حضور ﷺ نے اس سے فرمایا: اپنے ہتھیار ساتھ لے لو کیونکہ مجھے خدشہ ہے کہ بنو قریظہ تجھے نقصان نہ پہنچائیں۔ اس شخص نے اپنے ہتھیار پکڑ لیے اور اپنے گھر کی طرف لوٹا۔ اس نے دیکھا کہ اس کی بیوی دروازے کے دو کواڑوں کے درمیان کھڑی تھی۔ وہ اس کو نیزہ مارنے کے لیے اس کی طرف بڑھا کیونکہ (بیوی کو یوں دروازے پر کھڑے دیکھ کر) اس کو غیرت آ گئی تھی۔ اس کی بیوی نے کہا: اپنا نیزہ روکو اور اندر داخل ہو کر دیکھو کہ کس چیز نے مجھے باہر نکالا ہے۔ وہ اندر داخل ہوا تو دیکھا کہ ایک بہت بڑا سانپ تھا جو فرش پر کنڈل مارے پڑا تھا۔ وہ نیزے کے ساتھ اس کی طرف بڑھا اور اس کو نیزے میں پرو لیا۔ پھر باہر نکل کر اس کو گاڑ دیا۔ سانپ پھڑک کر اس پر حملہ آور ہوا اور پھر پتا نہ چل سکا کہ پہلے موت سانپ کو آئی یا اس نوجوان کو۔ فرماتے ہیں: ہم حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ سے اس واقعہ کا ذکر کیا اور آپ سے درخواست کی کہ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس نوجوان کو ہماری خاطر زندہ فرمادے۔ آپ نے فرمایا: اپنے ساتھی کے لیے دعائے مغفرت کرو...... الحدیث۔ (1)

نوٹ: صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو پتا تھا کہ جس کی موت آ جاتی ہے وہ واپس نہیں آتا لیکن ان کو یہ بھی یقین تھا کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قم باذن اللہ کہنے سے مردے زندہ ہو سکتے ہیں تو یقیناً حبیب خدا ﷺ اگر اس نوجوان کو زندہ کرنے کی التجا بارگاہ خداوندی میں پیش کریں گے تو ان کی اس التجا کی لاج ضرور رکھی جائے گی۔

حضرت حرشہ بن حر سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں مسجد مدینہ میں لوگوں کے حلقے میں بیٹھا تھا۔ فرماتے ہیں: ان لوگوں میں ایک بزرگ بڑے خوش شکل تھے اور وہ حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ فرماتے ہیں: وہ لوگوں کو بڑی اچھی اچھی باتیں سنانے لگے۔ فرماتے ہیں: جب وہ مجلس سے اٹھے تو لوگوں نے کہا: جس شخص کو کسی جنتی مرد کی زیارت پسند ہو وہ ان کی زیارت کر لے۔ فرماتے ہیں: میں نے (جی میں) کہا: قسم بخدا، میں ان کے پیچھے پیچھے جاؤں گا اور معلوم کروں گا کہ ان کا گھر کہاں ہے۔ فرماتے ہیں: میں ان کے پیچھے پیچھے چل دیا۔ آپ چلتے رہے حتی کہ قریب تھا کہ آپ

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 235

مدینہ کی حدود سے باہر نکل جاتے۔ پھر آپ ایک گھر میں داخل ہوئے۔ فرماتے ہیں: میں نے ان سے (اندر آنے کی) اجازت طلب کی۔ انہوں نے مجھے اجازت دی اور پوچھا: بھتیجے! تمہیں کیا کام ہے؟ فرماتے ہیں: میں نے آپ سے عرض کیا: میں نے لوگوں کو آپ کے متعلق، جب کہ آپ مجلس سے اٹھے، یہ کہتے سنا، ''جس شخص کو کسی جنتی مرد کی زیارت پسند ہو وہ ان کی زیارت کر لے''۔ اس لیے مجھے یہ بات اچھی لگی کہ میں آپ کے ساتھ رہوں۔ فرمایا: یہ تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ جنتی کون ہے البتہ میں تمہیں یہ بتاتا ہوں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے یہ بات کیوں کہی ہے۔ میں محوخواب تھا کہ ایک شخص میرے پاس آیا۔ اس نے مجھ سے کہا: اٹھو۔ اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور میں اس کے ساتھ چل دیا۔ فرماتے ہیں: مجھے اپنی بائیں جانب کئی راستے نظر آئے۔ فرماتے ہیں: میں نے ان راستوں کو اختیار کرنے کا ارادہ کیا۔ اس شخص نے کہا: ان راستوں کو اختیار نہ کرو کیونکہ یہ ان لوگوں کا راستہ ہے جن کو قیامت کے دن اعمال نامے بائیں ہاتھوں میں دیے جائیں گے۔ فرماتے ہیں: پھر مجھے اپنی دائیں جانب انتہائی واضح راستے نظر آئے۔ اس شخص نے کہا: یہ راستے اختیار کرو۔ فرماتے ہیں: مجھے ایک پہاڑ کے پاس لایا گیا۔ اس شخص نے مجھ سے کہا: اس پر چڑھو۔ فرماتے ہیں: (میرے ساتھ یہ صورت حال پیش آئی کہ) میں جب بھی اس پر چڑھتا سرین کے بل نیچے گر پڑتا۔ فرماتے ہیں: میں نے کئی بار ایسا کیا۔ فرماتے ہیں: پھر مجھے لے جایا گیا حتی کہ مجھے ایک ستون کے پاس پہنچایا گیا جس کا سرا آسمان پر تھا اور نچلا حصہ زمین پر تھا۔ اس عمود کے سرے پر ایک حلقہ تھا۔ اس شخص نے مجھ سے کہا: اس ستون پر چڑھو۔ فرماتے ہیں: میں نے جواب دیا: میں اس پر کیسے چڑھوں جب کہ اس کا سرا تو آسمان پر ہے؟ فرماتے ہیں: اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے اچھال دیا۔ فرماتے ہیں: دیکھا تو میں اس حلقے کے ساتھ لٹک رہا تھا۔ فرماتے ہیں: پھر اس نے ستون کو ضرب لگائی اور وہ گر گیا۔ فرماتے ہیں: میں حلقے کے ساتھ لٹکا رہا حتی کہ صبح ہو گئی۔ فرماتے ہیں: میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سارا واقعہ آپ کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ راستے جو تم نے بائیں جانب دیکھے وہ اصحاب شمال (یعنی وہ لوگ جن کو اعمال نامے بائیں ہاتھوں میں دیے جائیں گے) کے راستے ہیں۔ اور جو راستے تم نے دائیں جانب دیکھے وہ اصحاب یمین (یعنی وہ لوگ جو کو اعمال نامے دائیں ہاتھوں میں دیے جائیں گے) کے راستے ہیں۔ وہ پہاڑ شہیدوں کی قرار گاہ ہے اور تم اس کو نہیں پا سکو گے۔ اور وہ جو ستون تھا وہ اسلام کا ستون ہے اور وہ حلقہ اسلام کا حلقہ ہے اور تم تادم مرگ اس کے ساتھ وابستہ رہو گے۔ (1)

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 299

نوٹ: حضور ﷺ نے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خواب کی تعبیر بتاتے ہوئے آپ کو تادم مرگ اسلام پر قائم رہنے کی نوید سنائی تو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو یقین ہو گیا کہ یہ جنتی ہیں اور وہ پورے یقین کے ساتھ ان کو جنتی قرار دینے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میری والدہ مشرکہ تھیں۔ میں ان کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتا تھا۔ ایک روز میں نے ان کو دعوت اسلام دی تو انہوں نے میرے سامنے حضور ﷺ کے متعلق ایسی باتیں کیں جنہیں سننا مجھے پسند نہ تھا۔ میں روتا ہوا حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ میں اپنی والدہ کو اسلام کی دعوت دیتا تھا اور وہ انکار کر دیتی تھیں۔ آج میں نے ان کو اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے میرے سامنے آپ کے متعلق ایسی باتیں کیں جن کو سننا مجھے پسند نہ تھا۔ یا رسول اللہ! ﷺ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ابو ہریرہ کی والدہ کو ہدایت عطا فرمائے۔ حضور ﷺ نے دعا کی: اے اللہ تعالیٰ! ابو ہریرہ کی والدہ کو ہدایت عطا فرما۔ میں حضور ﷺ کی دعا کی وجہ سے خوشی خوشی وہاں سے نکلا۔ جب میں گھر کے قریب پہنچا اور دروازے کے قریب گیا تو وہ بند تھا۔ میری والدہ نے پاؤں کی آہٹ سنی تو کہا: ابو ہریرہ! ٹھہرو۔ مجھے پانی گرنے کی آواز سنائی دی۔ فرماتے ہیں: انہوں نے غسل کیا، قمیص پہنی اور دوپٹہ اوڑھنے سے پہلے جلدی جلدی دروازہ کھولا اور کہنے لگیں: اے ابو ہریرہ! میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور یہ کہ حضرت محمد ﷺ اس کے بندے اور (سچے) رسول ہیں۔ فرماتے ہیں: میں حضور ﷺ کی طرف روانہ ہوا۔ میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں خوشی سے رو رہا تھا۔ فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ آپ کو مبارک ہو اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول کر لی ہے اور ابو ہریرہ کی والدہ کو ہدایت عطا فرما دی ہے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی اور کلمات خیر کہے۔ فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور میری والدہ کو اپنے مومن بندوں کے دلوں میں محبوب بنا دے اور ان کی محبت ہمارے دلوں میں پیدا فرما دے۔ حضور ﷺ نے دعا کی: اے اللہ تعالیٰ! اپنے اس ناچیز بندے یعنی ابو ہریرہ اور اس کی والدہ کو اپنے مومن بندوں کا محبوب بنا دے اور مومنوں کو ان کا محبوب بنا دے۔ (حضور ﷺ کی اس دعا کی برکت سے) کوئی مومن ایسا نہیں جو میرے متعلق سنے یا مجھے دیکھ لے اور مجھ سے محبت نہ کرے۔ (1)

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں حضور ﷺ کے ساتھ تھا۔ آپ جعرانہ کے مقام پر قیام فرما تھے جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 301

آپ کے ساتھ تھے۔ ایک اعرابی شخص حضور ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا: اے محمد! (ﷺ) آپ نے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے، کیا آپ اس کو پورا نہیں کریں گے۔ حضور ﷺ نے اس سے فرمایا: تمہیں خوش خبری ہو۔ اس اعرابی نے کہا: آپ نے مجھ سے یہ جملہ "تمہیں خوش خبری ہو" کئی بار کہا ہے۔ حضور ﷺ حضرت ابوموسیٰ اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرف، اس شخص کی طرح متوجہ ہوئے، جو غصے میں ہو اور فرمایا: اس شخص نے خوش خبری کو مسترد کر دیا ہے تم دونوں اس کو قبول کر لو۔ ان دونوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ ہم اس کو قبول کرتے ہیں۔ پھر حضور ﷺ نے پیالہ منگوایا جس میں پانی تھا۔ آپ نے اس میں اپنے ہاتھ اور چہرہ دھویا اور پھر اس میں کلی کی۔ پھر ان دونوں سے فرمایا: اس پانی کو پیو اور اس کو اپنے چہروں اور سینوں پر ڈالو اور خوشخبری قبول کرو۔ ان دونوں حضرات نے پیالہ لے لیا اور حضور ﷺ نے جو حکم دیا تھا اس پر عمل کیا۔ پردے کے پیچھے سے ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کو آواز دی: برتن میں جو چیز ہے اس میں سے کچھ اپنی ماں کے لیے بھی بچانا۔ انہوں نے ان کے لیے کچھ بچا لیا۔ (1)

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ہم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تھے کہ آپ نے فرمایا: فتنے کے متعلق حضور ﷺ کی حدیث تم میں سے کس کو یاد ہے؟ فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا: مجھے یاد ہے۔ آپ نے فرمایا: تم (حدیث بیان کرنے میں) بہت جری ہو۔ بتاؤ آپ نے کیا فرمایا تھا؟ فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا: میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: آدمی اپنے اہل، مال، جان، اولاد اور پڑوسی کے متعلق جس فتنے کا شکار ہوتا ہے، اس کا کفارہ روزے، نماز، صدقات، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ذریعے ادا ہو جاتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: (سوال کرنے سے) میری مراد یہ فتنہ نہیں بلکہ وہ فتنہ ہے جو سمندر کی موج کی طرح ابھرے گا۔ میں نے عرض کیا: اے امیر المومنین! آپ کو اس فتنے سے کیا واسطہ؟ آپ کے اور اس فتنے کے درمیان ایک دروازہ ہے جو بند ہے۔ آپ نے پوچھا: اس دروازے کو توڑا جائے گا یا کھولا جائے گا؟ فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا: اس دروازے کو کھولا نہیں بلکہ توڑا جائے گا۔ آپ نے فرمایا: یہ دروازہ ٹوٹ گیا تو پھر غالب گمان یہی ہے کہ کبھی بند نہیں ہو سکے گا۔ راوی کہتے ہیں: ہم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا: کیا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو علم تھا کہ وہ دروازہ کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں، آپ اس بات کو اسی طرح جانتے تھے جس طرح یہ جانتے تھے کہ دن کے بعد رات ہوتی ہے۔ میں نے آپ کو ایک ایسی حدیث سنائی تھی جو غلطیوں پر مبنی نہیں تھی۔ راوی کہتے ہیں: ہم

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 303

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ بات پوچھنے سے ڈرے کہ وہ دروازہ کون تھا۔ ہم نے حضرت مسروق سے کہا: تم (حضرت حذیفہ سے) یہ سوال کرو۔ انہوں نے سوال کیا تو آپ نے جواب دیا۔ وہ دروازہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ (1)

نوٹ: حضور ﷺ نے مستقبل کے متعلق ایک پیشگوئی کی تھی۔ اس پیشگوئی کی صداقت پر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ایمان کو ملاحظہ کیجئے کہ کسی کو اس کے وقوع پذیر ہونے کے متعلق ذرہ برابر بھی شک نہیں ہے۔

حضرت ابوبکر بن ابوموسیٰ اشعری سے روایت ہے، فرماتے ہیں: میں نے اپنے والد ماجد کو دشمن کے روبرو یہ کہتے سنا: حضور ﷺ نے فرمایا: بے شک جنت کے دروازے تلواروں کے سائے کے نیچے ہیں۔ لوگوں میں سے ایک شخص، جو پراگندہ حال تھا، کہنے لگا: کیا آپ نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے (خود) سنا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں۔ وہ شخص اپنے دوستوں کے پاس لوٹا۔ اس نے کہا: میں تمہیں سلام کہتا ہوں۔ پھر اس نے اپنی تلوار کے نیام کو توڑ دیا اور لڑائی کرنے لگا حتی کہ شہید ہو گیا...... الحدیث۔ (2)

نوٹ: اس خوش نصیب صحابی کے عمل میں ہمارے لیے دو بہت بڑے سبق ہیں۔ ایک یہ کہ جس بات کو حضور ﷺ کی طرف منسوب کیا جائے، اس کے متعلق یہ تحقیق کی جائے کہ کیا واقعی وہ حضور ﷺ کا فرمان ہے۔ اسی لیے اس صحابی نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے استفسار کیا کہ کیا واقعی انہوں نے اس بات کو حضور ﷺ سے خود سنا ہے۔ اور ان کے عمل میں دوسرا سبق یہ ہے کہ جب حضور ﷺ کے کسی فرمان کے متعلق یہ یقین ہو جائے کہ واقعی وہ آپ کا ارشاد ہے تو پھر اس کے مطابق عمل کرنے میں کسی قسم کے تردد کو روا نہ رکھا جائے۔ جیسے کہ اس صحابی نے حق الیقین کے ساتھ جنت کو تلواروں کے سائے کے نیچے سمجھا اور اس کی تلاش میں جان کی بازی لگا دی۔

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے دو لشکر روانہ فرمائے۔ ایک لشکر پر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر مقرر فرمایا اور دوسرے پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو۔ آپ نے فرمایا: جب جنگ چھڑ جائے تو امیر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں گے۔ فرماتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک قلعہ فتح کیا اور اس (کے مال غنیمت میں) سے ایک لونڈی حاصل کر لی۔ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میرے ہاتھ کوئی تحریر حضور ﷺ کے پاس بھیجی۔ میں وہ تحریر لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے خط پڑھا اور آپ کا رنگ بدل گیا۔ پھر آپ نے فرمایا: اس شخص کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 391 2۔ جامع الترمذی، جلد 1، صفحہ 199

ﷺ سے محبت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ اس سے محبت کرتے ہیں۔ میں نے عرض کیا: میں اللہ تعالیٰ کے غضب اور اس کے رسول ﷺ کے غضب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔ (یا رسول اللہ! ﷺ) میں تو (محض) قاصد ہوں۔ یہ سن کر آپ خاموش ہو گئے۔ (1)

حضرت طفیل بن ابی بن کعب اپنے والد ماجد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: حضور ﷺ دو تہائی رات گزرے اٹھتے اور فرماتے: اے لوگو! اللہ تعالیٰ کو یاد کرو، اللہ تعالیٰ کو یاد کرو۔ صور (اسرافیل) کی پہلی پھونک آ گئی ہے اور اس کے پیچھے آنے والی (دوسری پھونک) آ رہی ہے۔ موت ان تمام چیزوں کے ساتھ آ گئی ہے جو اس کے دامن میں ہیں۔ موت ان تمام چیزوں کے ساتھ آ گئی ہے جو اس کے دامن میں ہیں۔ میرے والد ماجد فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ میں کثرت سے آپ پر درود شریف بھیجتا ہوں۔ میں (اپنے اذکار میں) کتنا حصہ آپ پر درود بھیجنے کا رکھوں؟ فرمایا: جتنی تمہاری مرضی ہو۔ میں نے عرض کیا: چوتھائی حصہ (ٹھیک رہے گا)؟ فرمایا: جیسے تمہاری مرضی، ہاں، اگر اس میں اضافہ کر لو تو بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا: آدھا وقت (آپ پر درود بھیجا کروں)؟ فرمایا: جیسے تمہاری مرضی البتہ اس میں اضافہ کرو تو وہ بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا: دو تہائی حصہ؟ فرمایا: جیسے تمہاری مرضی، البتہ اگر زیادہ کرو تو بہتر ہو گا۔ میں نے عرض کیا: میں سارا وقت آپ پر درود بھیجنے میں ہی صرف کروں گا۔ فرمایا: (اگر ایسا کرو گے) تو تمہاری تمام مرادیں پوری ہوں گی اور تمہارے گناہوں کو معاف کر دیا جائے گا۔ (2)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ ان کو ان کی قوم پر امیر مقرر فرما دیجیے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ ان کو امیر مقرر نہ فرمایئے۔ انہوں نے حضور ﷺ کی موجودگی میں باہم گفتگو کی حتی کہ ان کی آوازیں بلند ہو گئیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: آپ نے یہ بات محض میری مخالفت کے ارادے سے کی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں نے آپ کی مخالفت کے ارادے سے یہ بات نہیں کی۔ راوی فرماتے ہیں: (اس موقع پر) یہ آیت نازل ہوئی، ''اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو نبی ﷺ کی آواز سے بلند نہ کرو''، الآیہ۔ راوی فرماتے ہیں: اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کے پاس بات کرتے تو آپ کی بات سنائی نہ دیتی حتی کہ آپ ان سے سوال کرتے کہ کیا کہا ہے...... الحدیث۔ (3)

1۔ جامع الترمذی، جلد 1، صفحہ 203 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 68 3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 159

حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں حضور ﷺ کی خدمت میں وضو کا پانی اور دیگر اشیائے ضروریہ پیش کیا کرتا تھا۔ (ایک روز) آپ نے فرمایا: مجھ سے مانگ لو (جو مانگنا چاہتے ہو۔) میں نے عرض کیا: میں جنت میں آپ کی رفاقت کا سوال کرتا ہوں۔ فرمایا: کیا اس کے علاوہ اور بھی کچھ مانگنا ہے؟ میں نے عرض کیا: بس یہی التجا ہے۔ آپ نے فرمایا: نمازوں کی کثرت سے میری مدد کرنا کہ میں تمہارے نفس کی اصلاح کے ذریعے تمہارے اس سوال کو پورا کرسکوں۔(1)

نوٹ: آقا ﷺ نے فرمایا: مانگ لو۔ صحابی نے عقل کا گھوڑا دوڑا کر اس بات کا سراغ لگانے کی ضرورت محسوس نہیں کی کہ آیا آپ سے کچھ مانگنا ٹھیک ہے یا نہیں۔ یا کیا جنت کا سوال آپ سے کرنا جائز ہے یا نہیں۔ ان کو زبان رسول سے دعوت سوال ملی تو انہوں نے جنت مانگ لی اور اس پورے یقین کے ساتھ مانگی کہ جس ذات سے یہ سوال کر رہے ہیں وہ ذات اس سوال کو پورا کرنے کا اختیار بھی رکھتی ہے۔ نبوت و رسالت کے فیوض و برکات سے دامن مراد کو بھرنا ہو تو اس کے لیے اس ایمان کی ضرورت ہے جس ایمان کے ساتھ حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سینہ روشن تھا۔ یہ مقام وہ ہے جہاں عقل کو دل کے تابع کرنا پڑتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے نجاشی کی موت کی خبر (مدینہ طیبہ میں) اسی روز دے دی جس روز اس کا (حبشہ میں) انتقال ہوا۔ پھر حضور ﷺ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ساتھ جنازہ گاہ کی طرف تشریف لے گئے، صفیں بنائیں اور نجاشی پر نماز جنازہ کی چار تکبیریں پڑھیں۔(2)

نوٹ: صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا ایمان یہی تھا کہ حضور ﷺ آسمانوں کی خبریں دیں یا زمین کے کسی کونے کی، آپ آغاز تخلیق کی کسی حقیقت کو بیان کریں یا قیامت کے متعلق کسی بات سے آگاہ کریں، ان میں سے کوئی چیز بھی آپ ﷺ کے خداداد علوم کے دائرے سے باہر کی نہیں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: جس نے راہ خدا میں (کسی شے کا) جوڑا صرف کیا اس کو جنت میں ندا دی جائے گی: اے اللہ تعالیٰ کے بندے! یہ تیرے لیے بہتر ہے۔ جو اہل صلوٰۃ میں سے ہوگا اس کو باب الصلوٰۃ سے ندا دی جائے گی۔ جو اہل جہاد میں سے ہوگا اس کو باب جہاد سے ندا دی جائے گی۔ جو اہل صدقہ میں سے ہوگا اس کو باب صدقہ سے پکارا جائے گا۔ اور جو اہل صیام میں سے ہوگا اس کو باب الریان سے پکارا جائے گا۔ حضرت ابوبکر

1۔ سنن النسائی، جلد 1، صفحہ 171 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 280

صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ کسی شخص کو اس بات کی حاجت تو نہیں کہ اس کو ان تمام دروازوں سے پکارا جائے لیکن (پھر بھی) کیا کوئی ایسا خوش نصیب ہوگا جس کو ان تمام دروازوں سے بلایا جائے گا؟ حضور ﷺ نے فرمایا: ہاں، اور مجھے امید ہے کہ تم ان خوش نصیبوں میں سے ہو گے۔(1)

نوٹ: حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے جو سوال کر رہے ہیں اس کا تعلق عالم آخرت سے ہے۔ یہ سوال بتا رہا ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کے علوم اور آپ کی پیغمبرانہ رفعتوں کے متعلق کیا عقیدہ رکھتے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: حضور ﷺ کی ازواج مطہرات آپ کے پاس جمع ہوئیں۔ ہم نے عرض کیا: ہم میں سے کون سب سے پہلے آپ سے ملاقات کرے گی؟ آپ نے فرمایا: وہ جس کے ہاتھ سب سے زیادہ لمبے ہیں۔ (یعنی جو زیادہ سخی ہے۔) ازواج مطہرات رضوان اللہ تعالیٰ علیہن اجمعین نے ایک ٹہنی لی اور اس کے ذریعے (اپنے بازو) ماپنے لگیں۔ حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سب سے پہلے آپ سے ملاقات کی۔ وہ ان سب سے زیادہ سخی تھیں اور یہ اس لیے کہ وہ سب سے زیادہ صدقہ دیتی تھیں۔(2)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: یہ مکہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو حرمت والا بنادیا تھا، جس دن اس نے زمین و آسمان کو پیدا فرمایا تھا۔ یہ نہ مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال ہوا اور نہ میرے بعد کسی کے لیے حلال ہوگا۔ میرے لیے اس کو دن کی ایک گھڑی کے لیے حلال کیا گیا اور یہ وہی گھڑی ہے۔ یہ قیامت تک اللہ تعالیٰ کے حرمت عطا کرنے سے حرمت والا رہے گا۔ نہ اس کی تر گھاس کاٹی جائے، نہ اس کے درختوں کو کاٹا جائے، نہ اس کے شکار کو بھگایا جائے۔ اس کی گری پڑی چیز کسی کے لیے اٹھانا جائز نہیں سوائے اس کے جو اس کا اعلان کرے۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے، وہ ایک تجربہ کار شخص تھے۔ عرض کیا: سوائے اذخر کے کہ وہ ہمارے گھروں اور قبروں میں کام آتا ہے۔ فرمایا: سوائے اذخر کے۔(3)

نوٹ: حضور ﷺ نے ایک شرعی ضابطہ بیان فرمایا۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس ضابطے سے ایک چیز کو مستثنیٰ کرنے کی التجا کر دی۔ حضور ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ آپ شرعی حکم میں تبدیلی کرنے کے مجاز نہیں بلکہ آپ نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی التجا کو پورا کر کے بتادیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو محض پیغام پہنچانے کی ڈیوٹی ہی نہیں سونپی تھی بلکہ آپ کی زبان سے نکلا ہوا حکم شرعی قانون تھا

1۔ سنن النسائی، جلد 1، صفحہ 312 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 352 3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 32

اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ کی اس شان پر کامل ایمان رکھتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے ہم سے غزوۂ ہند کا وعدہ فرمایا تھا۔ اگر مجھے اس غزوے میں شرکت کا موقع ملا تو میں اس میں اپنا مال اور اپنی جان پیش کر دوں گا۔ اگر مجھے شہادت نصیب ہوئی تو میں افضل الشہداء میں سے ہوں گا اور اگر میں زندہ واپس لوٹا تو میں آگ سے نجات یافتہ ابو ہریرہ ہوں گا۔(1)

حضرت عمارہ بن خزیمہ سے مروی ہے کہ ان کے چچا نے، جو صحابی رسول تھے، ان کو یہ حدیث سنائی کہ حضور ﷺ نے ایک اعرابی سے ایک گھوڑا خریدا اور اس سے فرمایا کہ وہ گھوڑے کی رقم وصول کرنے کے لیے آپ کے پیچھے آئے۔ حضور ﷺ جلدی جلدی روانہ ہوئے اور اعرابی پیچھے رہ گیا۔ لوگ اعرابی کے پاس آ کر اس سے گھوڑے کا سودا کرنے لگے۔ ان کو اس بات کا علم نہ تھا کہ حضور ﷺ نے یہ گھوڑا خرید لیا ہے۔ (یہ سلسلہ جاری رہا) حتی کہ ان میں سے کسی نے اس رقم سے زیادہ گھوڑے کی قیمت لگا دی جتنے میں حضور ﷺ نے اس کو خریدا تھا۔ اعرابی نے حضور ﷺ کو پکار کر کہا: اگر آپ نے یہ گھوڑا خریدنا ہے تو ٹھیک ورنہ میں اس کو بیچ دوں۔ حضور ﷺ اس کی پکار سن کر اٹھے اور فرمایا: کیا میں نے تم سے یہ گھوڑا خرید نہیں لیا؟ وہ کہنے لگا: نہیں، خدا کی قسم، میں نے اسے آپ کے ہاتھ نہیں بیچا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: میں نے یہ گھوڑا تم سے خرید لیا ہے۔ لوگ حضور (سید عالم) ﷺ اور اس اعرابی کے قریب آنے لگے۔ وہ دونوں باہم بحث کر رہے تھے۔ اعرابی نے کہا: آپ گواہ لائیں جو یہ گواہی دے کہ میں نے گھوڑا آپ کو بیچ دیا ہے۔ حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ تم نے وہ گھوڑا حضور ﷺ کے ہاتھ بیچ دیا ہے۔ راوی کہتے ہیں: حضور ﷺ حضرت خزیمہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: تم یہ گواہی کیسے دے رہے ہو؟ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ اس لیے کہ میں آپ کے سچا ہونے پر ایمان رکھتا ہوں۔ راوی کہتے ہیں: حضور ﷺ نے حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کو دو گواہوں کی گواہی کے برابر قرار دیا۔(2)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: حضور ﷺ نے دوران مرض فرمایا: میری خواہش ہے کہ میرے صحابہ میں سے کوئی میرے پاس ہو۔ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ کیا ہم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ کے پاس بلا لائیں؟ آپ خاموش رہے۔ ہم نے عرض کیا: کیا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ کے پاس بلا لائیں؟ آپ خاموش رہے۔ ہم نے عرض کیا: کیا حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا لائیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ حضرت عثمان رضی اللہ

1۔ سنن النسائی، جلد 2، صفحہ 63 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 228

تعالیٰ عنہ حاضر خدمت ہوئے اور تنہائی میں آپ کی زیارت کی۔ حضور ﷺ ان سے گفتگو کرنے لگے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرے کا رنگ بدلنے لگا۔ قیس (راوی) کہتے ہیں: مجھے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام ابوسہلہ نے بتایا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جس روز گھر میں محصور کر دیا گیا اس روز انہوں نے فرمایا تھا کہ حضور ﷺ نے مجھے (ایک مصیبت میں مبتلا ہونے کی خبر دی تھی اور اس پر) صبر کرنے کی وصیت کی تھی اور میں آپ ﷺ کے اس فرمان کی طرف جا رہا ہوں......الحدیث۔(1)

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: جب حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شام سے آئے تو انہوں نے حضور ﷺ کو سجدہ کیا۔ حضور ﷺ نے پوچھا۔ معاذ یہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ میں شام گیا تو میں نے ان لوگوں کو دیکھا کہ وہ اپنے علماء اور قائدین کو سجدہ کرتے ہیں۔ میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ ہم بھی آپ کے ساتھ یہ سلوک کیا کریں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ایسا نہ کیا کرو کیونکہ اگر میں کسی کو غیر اللہ کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے......الحدیث۔(2)

نوٹ: محبت کے تقاضوں اور شریعت کے ضابطوں کے درمیان توازن قائم رکھنے کے لیے اس حدیث پاک سے بہت کچھ سیکھا جا سکتا ہے۔ صحابی رسول نے حضور ﷺ کو سجدہ کیا۔ ان کا یہ سجدہ سجدۂ عبادت نہیں تھا کیونکہ ایک صحابی رسول سے شرک کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ ان کا یہ سجدہ سجدۂ تعظیمی تھا۔ حضور ﷺ نے اس فعل پر نہ صحابی سے ناراضگی کا اظہار کیا اور نہ انہیں توبہ کا حکم دیا۔ آپ نے ان کو آئندہ ایسا کرنے سے منع کیا اور اس طرح بتا دیا کہ سجدۂ تعظیمی گو پہلی شریعتوں میں جائز تھا لیکن میری شریعت میں اس کی اجازت نہیں ہے۔ اس لیے اگر جبین محبت سجدے کے لیے بے تاب ہو جائے تو بھی اس کو شریعت کے ضابطوں کے تابع کر کے ایسا کرنے کی اجازت نہ دو۔

پیش نظر ہے نوبہار، دل سجدے کو ہے بے قرار　روکیے ارے سر کو روکیے، ہاں یہی تو امتحان ہے

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: جب حضور ﷺ نے مجھے طائف کا عامل مقرر فرمایا تو مجھے کوئی چیز نماز میں آڑے آنے لگی حتی کہ مجھے پتا ہی نہ چلتا کہ میں کون سی نماز پڑھ رہا ہوں۔ میں نے اس بات کو محسوس کیا تو میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضری کے لیے چل پڑا۔ حضور ﷺ نے (مجھے دیکھ کر) فرمایا: تم ابن ابی العاص ہو؟ میں نے عرض کیا: ہاں، یارسول اللہ! ﷺ آپ نے فرمایا: کیسے آنا ہوا؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ مجھے نماز میں کوئی چیز

1۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 11　2۔ ایضاً، صفحہ 133

آڑے آنے لگی ہے حتی کہ مجھے پتا ہی نہیں چلتا کہ کون سی نماز پڑھ رہا ہوں۔آپ نے فرمایا: یہ شیطان ہے۔نزدیک آ جاؤ۔ میں آپ کے نزدیک جا کر اپنے قدموں پر بیٹھ گیا۔فرماتے ہیں: آپ نے اپنا دست مبارک میرے سینے پر مارا، اپنا لعاب دہن میرے منہ میں ڈالا اور فرمایا: اے دشمن خدا! نکل جا۔آپ نے یہ عمل تین مرتبہ دوہرایا۔ پھر فرمایا: جاؤ، اپنی ڈیوٹی سنبھال لو۔(راوی) کہتے ہیں: حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میری عمر کی قسم، میرا خیال نہیں کہ وہ اس کے بعد کبھی (میری نماز میں) خلل انداز ہوا ہو۔(1)

نوٹ: حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یقین تھا کہ ان کے آقا ﷺ ان کے اس روحانی مرض کا علاج کر سکتے ہیں۔ اسی لیے انہوں نے طائف سے مدینہ کا سفر کیا۔ اگر ان کا عقیدہ یہ ہوتا کہ یہ روحانی مرض ہے اس کا علاج صرف اللہ تعالیٰ ہی کر سکتا ہے اور درمیان میں کسی وسیلے کی ضرورت نہیں تو اپنے پروردگار کے حضور براہ راست دست سوال دراز کرنے کے لیے انہیں یہ سفر کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ آقا ﷺ نے بھی ان کے اس فعل پر کوئی مواخذہ نہیں فرمایا اور ان کے مرض کا علاج کر کے بتا دیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو شانیں عطا فرمائی ہیں ان کے وسیلے سے بندوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت گھٹا بن کر برستی ہے۔

حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں کہ انہوں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا: ایک لشکر اس گھر (بیت اللہ) پر چڑھائی کا ارادہ کرے گا۔ جب وہ چٹیل زمین میں آئیں گے تو ان کے درمیانی حصے کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔ اگلے اور پچھلے حصے والے ایک دوسرے کو پکاریں گے تو ان کو بھی زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔ ان میں سے اتنے ہی لوگ بچیں گے جو ان کی خبر دے سکیں۔ (راوی کہتے ہیں:) جب حجاج کا لشکر آیا تو ہم سمجھے کہ یہ وہی لشکر ہے (جس کی پیشگوئی حضور ﷺ نے کی تھی۔)......الحدیث۔(2)

حضرت عتبہ بن ابی وقاص حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: تم جزیرۂ عرب میں جہاد کرو گے اور اللہ تعالیٰ اس کو فتح کر دے گا۔ پھر تم رومیوں سے جنگ کرو گے اور اللہ تعالیٰ اس (روم) کو بھی فتح کر دے گا۔ پھر تم دجال سے جنگ کرو گے اور اللہ تعالیٰ تم کو اس پر بھی فتح عطا فرمائے گا۔ حضرت جابر (راوی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: روم کی فتح سے پہلے دجال کا خروج نہیں ہوگا۔(3)

نوٹ: صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یقین ہے کہ حضور ﷺ نے مستقبل کے حادثات کے جس ترتیب کے ساتھ وقوع پذیر ہونے کو بیان کیا ہے وہ اسی ترتیب کے ساتھ وقوع پذیر ہوں گے۔ اسی لیے وہ پورے

1۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 253	2۔ ایضاً، صفحہ 295	3۔ ایضاً، صفحہ 301

وثوق سے فرمارہے ہیں کہ فتح روم سے پہلے دجال کا خروج نہیں ہوگا کیونکہ حضور ﷺ نے پہلے فتح روم کا ذکر فرمایا ہے اور اس کے بعد خروج دجال کا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے جس کے آخر میں راوی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے صحابہ کرام سے فرمایا: تمہارا کیا حال ہوگا جب تم (بطور خراج) ایک درہم یا ایک دینار بھی حاصل نہیں کر پاؤ گے؟ آپ سے پوچھا گیا: اے ابوہریرہ! آپ کیسے فرماتے ہیں کہ ایسا ہوگا؟ آپ نے جواب دیا: اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں ابوہریرہ کی جان ہے، میں ایسا اس ہستی کے بیان کی بنا پر کہہ رہا ہوں جو سچے ہیں اور جن کی سچائی مانی ہوئی ہے۔ انہوں نے پوچھا: وہ کیسے؟ آپ نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے عہد کو توڑا جائے گا تو اللہ تعالیٰ ذمیوں کے دلوں کو سخت کردے گا اور وہ اپنا مال اپنے پاس ہی روک لیں گے۔(1)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ (ایک روز) حضور ﷺ سورج ڈھلنے کے وقت باہر تشریف لائے اور لوگوں کو ظہر کی نماز پڑھائی۔ سلام پھیرنے کے بعد آپ منبر پر کھڑے ہوئے۔ آپ نے قیامت کا ذکر فرمایا اور بتایا کہ قیامت سے پہلے بڑے بڑے واقعات پیش آئیں گے۔ پھر آپ نے فرمایا: تم میں سے جو شخص مجھ سے کوئی بات پوچھنا چاہے وہ پوچھ لے۔ خدا کی قسم، جب تک میں اس جگہ پر موجود ہوں تم مجھ سے جو کچھ بھی پوچھو گے۔ میں تمہیں اس کا جواب دوں گا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: حضور ﷺ کی یہ بات سن کر لوگوں نے کثرت سے رونا شروع کردیا۔ حضور ﷺ کثرت سے فرمارہے تھے: مجھ سے پوچھ لو۔ حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ میرا باپ کون ہے؟ فرمایا: تمہارا باپ حذافہ ہے۔ جب حضور ﷺ نے کثرت سے یہ فرمایا کہ مجھ سے پوچھ لو تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھے اور عرض کیا: ہم راضی ہیں اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر اور حضرت محمد ﷺ کے رسول ہونے پر۔ راوی کہتے ہیں: جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ عرض کیا تو حضور ﷺ خاموش ہو گئے۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا: خبردار! اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے، ابھی ابھی جنت اور دوزخ اس دیوار کی چوڑائی کی مقدار میں میرے سامنے پیش کی گئیں۔ میں نے خیر اور شر کے جو مناظر آج دیکھے ہیں اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھے۔ ابن شہاب (راوی) فرماتے ہیں: مجھے عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ نے بتایا: عبداللہ بن حذافہ کی والدہ نے عبداللہ بن حذافہ سے فرمایا: میں نے نہیں سنا کہ کبھی کسی بیٹے نے اپنی ماں کی ایسی نافرمانی

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 451

کی ہو۔ کیا تمہیں اس بات کا خوف نہیں تھا کہ تمہاری ماں نے کسی ایسی غلطی کا ارتکاب کیا جس کا عورتیں زمانہ جاہلیت میں ارتکاب کرتی تھیں اور اس طرح تم اس کو لوگوں کے سامنے ذلیل کر دیتے؟ حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا: اگر حضور ﷺ میرا نسب کسی سیاہ فام غلام سے جوڑ دیتے تو میں اسی کے ساتھ ملحق ہو جاتا۔(1)

نوٹ: جو لوگ اس حقیقت سے آگاہی حاصل کرنا چاہتے ہیں کہ حضور ﷺ کی پیغمبرانہ رفعتوں کے متعلق صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا عقیدہ کیا تھا وہ اس حدیث پاک کو بار بار پڑھیں۔

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 263

حبیب خدا علیہ التحیۃ والثناء اغیار کی نظر میں

کسی انسان کی عظمت کی سب سے بڑی دلیل یہ ہوتی ہے کہ وہ لوگ بھی اس کی عظمت کی شہادت دیں جو اس کے ساتھ عقیدت و محبت کا رشتہ نہیں رکھتے۔ اپنوں کی اس قسم کی شہادت کو عقیدت و محبت کا ثمرہ قرار دیا جا سکتا ہے لیکن جب ایسے لوگ کسی ہستی کی عظمتوں کو سلام پیش کریں جن کے دلوں میں اس ہستی کی مخالفت جاگزین ہو تو ایسے لوگوں کی شہادت کو تسلیم نہ کرنے کا کوئی معقول بہانہ موجود نہیں ہوتا۔

حضور ﷺ کی تعریفیں آپ کے رب کریم نے اپنے مبارک کلام میں بھی کی ہیں۔ آپ کے جاں نثاروں نے آپ کی عظمتوں کے حضور نذرانۂ عقیدت پیش کرنے کے لیے نہ صرف زبان و قلم کے جوہر دکھائے ہیں بلکہ ان گنت خوش نصیبوں نے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر کے آپ کے حضور سلام عقیدت پیش کیا ہے۔ یہ داستان تو بڑی طویل ہے لیکن یہاں ہم نے جس بات کو زیر بحث لانا ہے وہ یہ ہے کہ جو لوگ آپ کی جان کے دشمن تھے، جنہوں نے اپنی ساری زندگیاں آپ کی روشن کی ہوئی شمع کو گل کرنے کے لیے وقف کر دی تھیں، وہ بھی آپ ﷺ کی عظمتوں کا اعتراف کیے بغیر نہ رہ سکے۔

سابقہ الہامی کتابوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کا تعارف اتنی تفصیل کے ساتھ کرا دیا تھا کہ قرآن حکیم علمائے اہل کتاب کے بارے میں فرماتا ہے کہ وہ میرے حبیب ﷺ کو یوں پہچانتے ہیں جیسے اپنے بچوں کو پہچانتے ہیں۔ علمائے اہل کتاب نے اپنی کتابوں میں ان گنت تحریفیں کر کے ان کو ذکر حبیب خدا ﷺ سے خالی کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کی لیکن اس کے باوجود ہر زمانے میں اہل نظر کو الہامی کتابوں میں ذکر حبیب خدا ﷺ کے اشارے ملتے رہے۔ کچھ اہل کتاب وہ تھے جنہوں نے حضور ﷺ کا رخ انور دیکھتے ہی پہچان لیا کہ یہ وہی ہستی ہے جس کا ذکر ان کی کتابوں میں موجود ہے۔ ان میں وہ بھی تھے جنہوں نے اس خواہش کا اظہار تو کیا کہ کاش انہیں حبیب خدا ﷺ کی غلامی کا شرف نصیب ہو لیکن ان کو یہ شرف حاصل نہ ہو سکا، کچھ وہ تھے جنہوں نے حبیب خدا ﷺ کے رخ انور کو دیکھا، آپ کو وہی ہستی سمجھے جس کی آمد کی بشارتیں ان کی کتابوں میں موجود تھیں اور آپ پر ایمان لا کر دنیا اور آخرت کی سعادتوں سے فیض یاب ہوئے اور کچھ وہ تھے جو ایمان کی دولت سے تو محروم رہے لیکن نصف النہار پر چمکتے ہوئے آفتاب رسالت کی تابانیوں کا انکار نہ کر سکے۔

مشرکین عرب جنہوں نے آپ ﷺ کو صادق اور امین تو کہا لیکن کلمہ توحید آپ کی زبان سے سنتے ہی آپ کی جان کے دشمن بن گئے، ان کے بڑے بڑے بھی آپ کی عظمتوں کا اعتراف کیے بغیر نہ رہ

سکے۔ ہم خدا کے حبیب ﷺ کی حیات طیبہ کے اس تابندہ ترین پہلو کی ایک جھلک قارئین کرام کو دکھانے کے لیے چند احادیث طیبہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں:

شان حبیب خدا علیہ التحیۃ والثناء اور الہامی کتابیں

ہم مسلمانوں کا، تعلیمات قرآن کی روشنی میں، یہ ایمان ہے کہ ہر نبی نے اپنی امت کو حضور ﷺ کی آمد کی بشارت دی۔ ان کے سامنے آپ کی نشانیوں کو تفصیل سے بیان کیا اور ان کو حکم دیا کہ اگر ان کی زندگیوں میں خدا کے آخری رسول ﷺ تشریف لائیں تو وہ آپ پر ایمان بھی لائیں اور آپ کے پیغام کی اشاعت میں آپ ﷺ کی نصرت بھی کریں۔ ان رسولان معظم پر اللہ تعالیٰ نے جو کتابیں نازل کی تھیں ان میں آپ کا ذکر کثرت سے موجود تھا۔ اس حقیقت کا ایک بہت بڑا ثبوت انجیل ''برناباس'' ہے جس میں آج بھی حبیب خدا ﷺ کا ذکر کثرت سے موجود ہے۔ جو الہامی کتابیں آج اہل کتاب کے پاس ہیں ان میں انہوں نے تحریفیں کر کے ان کو ذکر حبیب خدا ﷺ سے خالی کرنے کی بہت کوششیں کی ہیں لیکن اس کے باوجود ارباب بصیرت کو آج بھی ان میں آپ کا ذکر مل جاتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور ﷺ کے ایک پیارے صحابی ہیں۔ آپ حلقہ بگوش اسلام ہونے سے پہلے تورات کا مطالعہ کیا کرتے تھے۔ انہوں نے توراۃ میں حضور ﷺ کے ذکر کی موجودگی کے متعلق جو کچھ فرمایا ہے وہ ملاحظہ کیجئے:

حضرت عطاء بن یسار سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ملا اور آپ سے عرض کیا: مجھے بتائیے کہ تورات میں حضور ﷺ کی صفت کن الفاظ میں بیان ہوئی ہے۔ آپ نے جواب دیا: ٹھیک ہے۔ خدا کی قسم، آپ ﷺ کی بعض صفات جن کا قرآن حکیم میں ذکر ہوا ہے وہ تورات میں بھی موجود ہیں۔ قرآن حکیم کی آیت یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا (احزاب: 45) کی طرح تورات میں بھی یہ آیت موجود ہے۔ ''اے نبی معظم! ہم نے آپ کو گواہ، بشارت دینے والا، ڈرانے والا اور امی لوگوں کا محافظ بنا کر بھیجا ہے۔ آپ میرے بندے اور رسول ہیں۔ میں نے آپ کا نام متوکل رکھا ہے۔ آپ نہ بدخلق ہیں اور نہ درشت خو اور نہ بازاروں میں چیخنے چلانے والے۔ آپ بدی کا بدلہ بدی سے نہیں دیتے بلکہ عفو و درگزر سے کام لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس وقت تک اپنے پاس نہیں بلائے گا جب تک آپ کے ذریعہ ٹیڑھی امت کو سیدھا نہیں کر دیتا، اس طرح کہ وہ پڑھ لیں: لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ، یہ وہ کلمہ ہے جس کے ذریعے اندھی آنکھیں، بہرے کان اور غلافوں میں ڈھکے ہوئے دل کھل جائیں گے...... الحدیث۔ (1)

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 285

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشرف باسلام ہونے سے پہلے یہودیت کے بہت بڑے عالم تھے اور اپنی قوم میں بڑی عزت و تکریم کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ انہوں نے حضور ﷺ کو دیکھا تو فوراً پہچان گئے اور اسلام قبول کر لیا۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہودی خواص وعوام سب حضور ﷺ کی آمد سے پہلے آپ کو جانتے تھے لیکن تعصب نے ان کے لیے ہدایت کے راستے بند کر دیے تھے اور ان میں سے اکثر اسلام قبول کرنے سے محروم رہے۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ ملاحظہ فرمائیے:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضور ﷺ کی مدینہ طیبہ تشریف آوری کے متعلق ایک حدیث مروی ہے جس میں یہ الفاظ بھی ہیں:...... حضرت عبداللہ بن سلام نے جب حضور ﷺ کی آمد کے متعلق سنا اس وقت وہ اپنے اہل خانہ کے باغ میں ان کے لیے کھجوریں چن رہے تھے۔ آپ جس برتن میں کھجوریں چن رہے تھے اس کو (اس کی جگہ) رکھے بغیر وہ حضور ﷺ کے پاس حاضر ہوئے جب کہ وہ کھجوریں بھی آپ کے پاس تھیں۔ انہوں نے حضور ﷺ کی باتیں سنیں اور پھر اپنے اہل خانہ کی طرف لوٹ گئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ہمارے احباب میں سے کس کا گھر قریب ہے؟ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: میں (حاضر ہوں۔) یہ میرا گھر ہے اور یہ میرا دروازہ ہے۔ آپ نے فرمایا: چلو اور ہمارے قیلولے کا بندوبست کرو۔ انہوں نے عرض کیا: آپ دونوں اللہ تعالیٰ کے نام کی برکت سے تشریف لے چلیں۔ جب حضور ﷺ وہاں تشریف لے گئے تو حضرت عبداللہ بن سلام حاضر ہوئے اور عرض کیا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور آپ حق کے ساتھ تشریف لائے ہیں۔ یہودی جانتے ہیں کہ میں ان کا سردار ہوں اور ان کے سردار کا بیٹا ہوں۔ میں ان میں سب سے بڑا عالم ہوں اور ان کے سب سے بڑے عالم کا بیٹا ہوں۔ آپ ان (یہودیوں) کو بلائیں اور ان سے میرے متعلق پوچھیں، اس سے پہلے کہ ان کو معلوم ہو کہ میں نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ کیونکہ اگر ان کو پتا چل گیا کہ میں نے اسلام قبول کر لیا ہے تو وہ ایسی باتوں کو میری طرف منسوب کریں گے جو مجھ میں نہیں ہیں۔ حضور ﷺ نے انہیں بلا بھیجا۔ وہ آئے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور ﷺ نے ان سے فرمایا: اے گروہ یہود! تم پر افسوس، اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس کے بغیر کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ تم جانتے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کا سچا رسول ہوں اور میں تمہارے پاس پیغام حق لایا ہوں (لہٰذا) تم اسلام قبول کر لو۔ انہوں نے جواب دیا کہ وہ آپ کو نہیں جانتے۔ حضور ﷺ نے ان سے یہ بات تین بار کہی۔ اور انہوں نے (تینوں بار) یہی جواب دیا۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا: تم میں عبداللہ بن سلام کیسا آدمی ہے؟ انہوں نے جواب دیا: وہ ہمارے سردار ہیں اور ہمارے سردار کے

بیٹے ہیں۔ وہ ہم میں سب سے بڑے عالم ہیں اور ہمارے سب سے بڑے عالم کے بیٹے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اگر وہ اسلام قبول کرلیں تو تم کیا خیال کرو گے؟ کہنے لگے: خدا بچائے، وہ اسلام قبول نہیں کر سکتے۔ آپ نے فرمایا: اگر وہ اسلام قبول کرلیں تو تم کیا کہو گے؟ کہنے لگے: خدا بچائے وہ اسلام قبول کرنے والے نہیں۔ آپ نے (پھر) فرمایا: اگر وہ اسلام قبول کرلیں تو تم کیا کہو گے؟ کہنے لگے: خدا بچائے، وہ اسلام قبول نہیں کرسکتے۔ آپ نے فرمایا: اے ابن سلام! باہر ان کے پاس آؤ۔ وہ باہر آئے اور کہا: اے گروہ یہود! خدا سے ڈرو، اللہ تعالیٰ کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، تم جانتے ہو کہ یہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور پیغام حق کے ساتھ تشریف لائے ہیں۔ وہ کہنے لگے: تم جھوٹ بول رہے ہو۔ حضور ﷺ نے ان کو باہر نکال دیا۔ (1)

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: جب حضور ﷺ مدینہ تشریف لائے تو لوگ جلدی جلدی آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور یہ آواز عام ہوگئی کہ حضور ﷺ تشریف لے آئے ہیں۔ میں بھی لوگوں کے ساتھ آپ کو دیکھنے کے لیے حاضر ہوا۔ جب میں نے حضور ﷺ کا رخ انور دیکھا تو میں سمجھ گیا کہ یہ چہرہ کسی جھوٹے کا نہیں ہوسکتا۔ سب سے پہلی بات جو آپ کی زبان سے نکلی وہ یہ تھی: اے لوگو! سلام کو عام کرو، کھانا کھلاؤ اور راتوں کو نماز پڑھو جب لوگ سو رہے ہوں۔ اس طرح تم سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ (2)

نجاشی عیسائیت کے عالم تھے۔ حضور ﷺ کی دعوت اسلام پر ان کی ریمارکس ملاحظہ فرمائیے:

حضرت ابو بردہ اپنے والد ماجد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: حضور ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم نجاشی کے ملک کی طرف چلے جائیں۔ انہوں نے اپنے سفر کی حدیث بیان کی اور فرمایا: نجاشی نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ (یعنی حضرت محمد ﷺ) اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور آپ وہی ہیں جن کی بشارت حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے دی تھی۔ میں حکومت کی جس مصروفیت میں ہوں اگر میں اس میں نہ ہوتا تو آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تاکہ آپ کے جوتے اٹھانے کی سعادت حاصل کرسکوں۔ (3)

نوٹ: ایک عالم اہل کتاب کا، جس نے حضور ﷺ کی زیارت تک نہیں کی تھی، محض آپ کے متعلق سن کر اس آسانی سے اسلام قبول کرلینا اور پھر عقیدت کے ان جذبات کا اظہار کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ صحف سماوی کا جو علم ان کے پاس تھا اس کی مدد سے انہوں نے آسانی کے ساتھ حضور ﷺ کو پہچان لیا اور پھر توفیق خداوندی نے یاوری کی اور اسلام قبول کرکے وہ محبت رسول کے اس مقام پر فائز

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 556 2۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 94 3۔ سنن ابی داؤد، جلد 2، صفحہ 101

ہو گئے کہ وہاں تک رسائی نہ ہو تو عقیدت و محبت کے مذکورہ بالا جذبات کا اظہار ممکن نہیں ہوتا۔

ورقہ بن نوفل کی شہادت

ورقہ بن نوفل عیسائیت کے عالم تھے۔ انہوں نے حضور ﷺ پر پہلی وحی کے نزول کے موقع پر ہی کہہ دیا تھا کہ آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول بن کر تشریف لائے ہیں۔ انہوں نے آپ کو اس سلوک سے بھی آگاہ کیا تھا جس کا آپ کو اپنی قوم کی طرف سے واسطہ پڑے گا اور بشرط زندگی آپ کی نصرت کا وعدہ بھی کیا تھا۔ بخاری شریف میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے وحی کی ابتداء کے متعلق ایک طویل حدیث مروی ہے۔ اس حدیث میں ورقہ بن نوفل کا تعارف بھی ہے۔ اور پہلی وحی کے نزول کے موقع پر انہوں (ورقہ بن نوفل) نے اس وحی اور صاحب وحی کے متعلق جو کچھ کہا تھا وہ بھی ہے، ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: .... ان (آیات) کو لے کو حضور ﷺ واپس تشریف لائے۔ آپ کا دل (ہیبت الٰہی سے) کانپ رہا تھا۔ آپ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس گئے اور فرمایا: مجھے کمبل اوڑھا دو، مجھے کمبل اوڑھا دو۔ انہوں نے آپ کو کمبل اوڑھا دیا حتی کہ آپ کا خوف جاتا رہا۔ آپ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ساری بات سنائی اور فرمایا: مجھے اپنی جان کا خوف لاحق ہو گیا ہے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا: ہرگز نہیں۔ خدا کی قسم، اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی بے آبرو نہیں کرے گا۔ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، کمزور کا بوجھ اٹھاتے ہیں، ناداروں کو عطا کرتے ہیں، مہمانوں کی ضیافت کرتے ہیں اور حق کے راستے میں پیش آنے والی مصیبتوں پر مدد کرتے ہیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ ﷺ کو لے کر ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبدالعزی کے پاس گئیں جو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے چچا زاد تھے۔ وہ ایک ایسے شخص تھے جنہوں نے زمانہ جاہلیت میں دین عیسائیت قبول کر لیا تھا۔ وہ عبرانی میں لکھتے تھے اور انجیل کا عبرانی میں ترجمہ کرتے تھے جتنا اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تھا۔ وہ بہت بوڑھے تھے اور نابینا ہو گئے تھے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان سے کہا: اے چچا زاد! اپنے بھتیجے (یعنی حضور ﷺ) کی بات سنیے۔ ورقہ نے حضور ﷺ سے پوچھا: بھتیجے! تم نے کس چیز کا مشاہدہ کیا ہے؟ حضور ﷺ نے جو کچھ دیکھا تھا اس کی تفصیل ان کو بتا دی۔ ورقہ نے آپ ﷺ سے کہا: یہ وہی ناموس (فرشتہ) ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل کیا تھا۔ کاش میں آپ کے ایام نبوت میں تنومند جوان ہوتا۔ کاش میں اس وقت تک زندہ موجود رہوں جب آپ کی قوم آپ کو (آبائی شہر مکہ سے) نکال دے گی۔ حضور ﷺ نے پوچھا: کیا وہ لوگ واقعی مجھے (مکہ سے) نکال دیں گے؟ انہوں

نے جواب دیا: ہاں۔ آپ جس قسم کا پیغام لائے ہیں اس قسم کا پیغام لے کر جب بھی کوئی مرد آیا اس سے دشمنی کی گئی۔ اگر مجھے آپ کا زمانہ نبوت نصیب ہوا تو میں آپ کی بھرپور مدد کروں گا۔ پھر کچھ ہی عرصہ کے بعد ورقہ بن نوفل کا انتقال ہو گیا...... الحدیث۔(1)

بحیرہ راہب کی شہادت

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضرت ابوطالب قریش کے کچھ بزرگوں کے ساتھ شام کی طرف روانہ ہوئے۔ حضور ﷺ بھی آپ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ جب وہ راہب (بحیرہ) کے سامنے آئے تو وہ نیچے اترا۔ ان لوگوں نے اپنے کجاوے (وغیرہ) کھولے۔ راہب ان کی طرف آیا، جب کہ اس سے پہلے وہ راہب کے پاس سے گزرتے تھے تو نہ تو وہ ان کی طرف آتا تھا اور نہ ان پر توجہ دیتا تھا۔ وہ کجاوے کھول رہے تھے کہ راہب ان کے درمیان آیا اور ان کے درمیان پھرنے لگا حتی کہ اس نے حضور ﷺ کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا: یہ تمام جہانوں کے سردار ہیں۔ یہ تمام جہانوں کے پروردگار کے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گا۔ قریش کے ایک بزرگ نے اس سے پوچھا: آپ کو اس کا علم کیسے ہوا؟ اس راہب نے جواب دیا: جب تم نے گھاٹی سے جھانکا تھا (یعنی نظر آئے تھے) تو جتنے پتھر اور درخت تھے سب سجدے میں گر گئے تھے اور (درخت اور پتھر) نبی کے سوا کسی کو سجدہ نہیں کرتے۔ اور میں ان کو مہر نبوت سے پہچانتا ہوں جو ان کے کندھے کے نرم حصے کے پیچھے ہے اور سیب کی مانند ہے۔ پھر وہ واپس گیا اور ان کے لیے کھانا تیار کروایا۔ جب وہ کھانا لے کر آیا تو حضور ﷺ اونٹوں کو چرا رہے تھے۔ راہب نے کہا: ان کو بلاؤ۔ آپ آئے تو ایک بادل آپ پر سایہ کناں تھا۔ جب آپ ان لوگوں کے قریب آئے تو دیکھا کہ وہ آپ سے پہلے درخت کے سائے والی جگہ پر بیٹھ چکے تھے۔ جب آپ تشریف فرما ہوئے تو درخت کا سایہ آپ کی جانب جھک گیا۔ راہب کہنے لگا: دیکھو، درخت کا سایہ ان کی جانب جھک گیا ہے۔ راوی کہتے ہیں: راہب ان کے پاس کھڑا تھا اور ان کو قسم دے کر کہہ رہا تھا کہ وہ ان کو لے کر روم نہ جائیں کیونکہ رومی ان کو دیکھیں گے تو نشانیوں کے ذریعے ان کو پہچان لیں گے اور ان کو قتل کر دیں گے۔ اسی اثناء میں انہوں نے دیکھا کہ سات آدمی روم سے آ گئے ہیں۔ وہ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا: تم کس لیے یہاں آئے ہو؟ انہوں نے جواب دیا: ہم اس لیے آئے ہیں کہ "وہ نبی" اس ماہ ظاہر ہونے والے ہیں۔ تمام راستوں پر لوگوں کو بھیجا گیا ہے۔ راہب نے پوچھا: کیا تمہارے پیچھے کوئی شخص ہے جو تم سے بہتر ہو؟ کہنے لگے: ہمیں تمہارے اس راستے پر ان کا پتا چلا ہے۔ راہب نے کہا:

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 3

تمہارا کیا خیال ہے کہ ایک کام جس کو اللہ تعالیٰ نے کرنے کا فیصلہ کیا ہے، کیا انسانوں میں سے کوئی اس کو ٹال سکتا ہے؟ کہنے لگے: نہیں۔ راوی کہتے ہیں: انہوں نے اس کی بیعت کی اور اس کے پاس ٹھہر گئے۔ راہب نے حضور ﷺ کے ہمراہیوں سے کہا: میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں، ان کے سرپرست کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: ابو طالب۔ راہب ابو طالب کو خدا کے واسطے دیتا رہا حتی کہ حضرت ابو طالب نے آپ کو واپس بھیج دیا اور حضرت ابو بکر نے حضرت بلال کو آپ کے ہمراہ بھیجا اور راہب نے روٹیاں اور زیتون کا تیل بطور زادِ راہ پیش کیا۔(1)

نوٹ: بحیرہ کی حضور ﷺ کی رسالت کی یہ شہادت آپ کے اعلانِ نبوت سے بہت پہلے کی ہے۔ قارئین کرام ملاحظہ فرمائیں کہ اہل کتاب کو آپ ﷺ کی آمد کا کتنا یقین تھا اور وہ آپ ﷺ کی نشانیوں کو کتنی گہرائی کے ساتھ جانتے تھے۔

ذوعمرو کی شہادت

حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں یمن میں تھا۔ میں یمن کے دو آدمیوں ذوکلاع اور ذوعمرو سے ملا۔ میں ان کو حضور ﷺ کی باتیں سنانے لگا۔ (میری بات سن کر) ذوعمرو کہنے لگا: تم اپنے ان صاحب کے بارے میں جو باتیں بتا رہے ہو اگر وہ سچ ہیں تو ان کو انتقال کیے تین دن گزر چکے ہیں۔ وہ دونوں میرے ساتھ روانہ ہوئے۔ ہم راستے میں تھے کہ ہمیں مدینہ کی طرف سے آنے والا ایک قافلہ ملا۔ ہم نے ان سے پوچھا تو انہوں نے بتایا: حضور ﷺ کا انتقال ہو گیا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ کا خلیفہ بنایا گیا ہے اور لوگ مطمئن ہیں۔ ان دونوں نے مجھ سے کہا: اپنے ان صاحب (یعنی خلیفہ رسول) کو بتا دینا کہ ہم آئے ہیں اور ہم ان شاء اللہ پھر لوٹیں گے۔ پھر وہ یمن کی طرف لوٹ گئے۔ میں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے متعلق بتایا تو آپ نے فرمایا: کیوں نہ تم ان کو اپنے ساتھ لائے...... الحدیث۔(2)

نوٹ: گو اس بات کا اس حدیث پاک میں ذکر نہیں ہے کہ ذوعمرو کا تعلق کس مذہب سے تھا لیکن اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اس نے حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو بات بتائی اور جس کی صداقت کا انہوں نے خود مشاہدہ کر لیا وہ بات حضور ﷺ کی انہی نشانیوں پر مبنی تھی جن کو کتب سابقہ میں تفصیل سے بیان کیا گیا تھا اور جن کو دین عیسوی اور دین یہودیت کے علماء اچھی طرح جانتے تھے۔

ہرقل کی شہادت

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ابو سفیان بن حرب نے ان کو بتایا کہ

1۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 202 2۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 624

ہرقل (شاہ روم) نے ان کو قریش کے کچھ سواروں کے ساتھ بلا بھیجا۔ وہ شام میں تجارت کی غرض سے آئے تھے اور یہ وہ زمانہ تھا جب رسول اللہ ﷺ نے ابوسفیان اور کفار قریش کے ساتھ معاہدہ (صلح حدیبیہ) کر رکھا تھا۔ وہ اس کے پاس گئے۔ اس وقت وہ لوگ بیت المقدس میں تھے۔ اس نے ان کو اپنی مجلس میں طلب کیا۔ اس کے اردگرد روم کے اکابر موجود تھے۔ اس نے ان کو طلب کیا اور اپنے ترجمان کو بلایا اور کہا: تم میں سے اس شخص کا قریبی رشتہ دار کون ہے جو نبوت کا دعویدار ہے؟ ابوسفیان کہتے ہیں: میں نے کہا: میں نسب میں ان کے سب سے زیادہ قریب ہوں۔ اس نے کہا: اس کو میرے قریب لاؤ اور اس کے دوستوں کو بھی قریب لاؤ اور ان کو اس کی پیٹھ کے پیچھے کھڑا کر دو۔ پھر اس نے ترجمان سے کہا: ان لوگوں سے کہو کہ میں اس (ابوسفیان) سے اس شخص (نبی ﷺ) کے متعلق کچھ پوچھنے والا ہوں۔ اگر یہ میرے سامنے جھوٹ بولے تو تم اس کو جھٹلا دینا۔ ابوسفیان کہتے ہیں: خدا کی قسم، اگر اس بات سے حیا نہ آتی کہ یہ لوگ مجھے جھٹلائیں گے تو میں حضور ﷺ کے متعلق جھوٹ بولتا۔ پھر اس نے سب سے پہلے آپ کے متعلق جو بات مجھ سے پوچھی وہ یہ تھی کہ اس نے کہا: وہ (یعنی حضور ﷺ) تمہارے درمیان نسب کے حساب سے کیا حیثیت رکھتے ہیں؟ میں نے جواب دیا: وہ ہم میں اعلیٰ نسب کے ہیں۔ اس نے پوچھا: کیا یہ دعویٰ تم میں سے کسی نے اس سے پہلے بھی کیا ہے؟ میں نے جواب دیا: نہیں۔ اس نے پوچھا: کیا اس کے آباء و اجداد میں سے کوئی بادشاہ تھا؟ میں نے جواب دیا: نہیں۔ اس نے پوچھا: کیا صاحب حیثیت لوگ ان کے پیروکار بن رہے ہیں یا کمزور لوگ؟ میں نے جواب دیا: بلکہ کمزور لوگ ان کے پیروکار بن رہے ہیں۔ اس نے پوچھا: کیا ان کی تعداد بڑھ رہی ہے یا گھٹ رہی ہے؟ میں نے جواب دیا: بڑھ رہے ہیں۔ اس نے پوچھا: کیا ان میں سے کوئی اس دین میں داخل ہونے کے بعد اس دین سے ناخوش ہو کر (اپنے پہلے دین پر) واپس بھی ہو جاتا ہے؟ میں نے جواب دیا: نہیں۔ اس نے پوچھا: انہوں نے اب (نبوت کا) جو دعویٰ کیا ہے کیا اس دعویٰ سے پہلے بھی تم ان پر جھوٹ کی تہمت لگاتے تھے؟ میں نے جواب دیا: نہیں۔ اس نے پوچھا: کیا وہ عہد شکنی بھی کرتے ہیں؟ میں نے جواب دیا: نہیں۔ البتہ اب ہمارا ان کے ساتھ ایک معاہدہ بھی چل رہا ہے، معلوم نہیں وہ کیا کریں گے۔ ابوسفیان کہتے ہیں: میں اس ایک جملے کے علاوہ اپنی طرف سے کوئی جملہ آپ کے بارے میں نہ کہہ سکا۔ اس نے پوچھا: کیا تم نے ان سے جنگ کی ہے؟ میں نے جواب دیا: ہاں۔ اس نے پوچھا: تمہارے اور ان کے درمیان جنگ کیسی رہی؟ میں نے جواب دیا: ہمارے اور ان کے درمیان جنگ کا نتیجہ بدلتا رہتا ہے کبھی وہ ہم کو نقصان پہنچاتے ہیں اور کبھی ہم ان کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ اس نے پوچھا: وہ تمہیں کس بات کا حکم دیتے ہیں؟ میں نے جواب دیا: وہ کہتے ہیں:

خدائے واحد کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ اور ان چیزوں کو چھوڑ دو جو تمہارے آباء و اجداد کیا کرتے تھے۔ وہ ہمیں نماز، سچائی، پاک دامنی اور صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں۔ اس نے اپنے ترجمان سے کہا: ان سے کہو: میں نے تم سے ان کے نسب کے متعلق پوچھا تو تم نے کہا: وہ تم میں عالی نسب ہیں۔ اسی طرح تمام انبیاء اپنی قوم کے اعلیٰ ترین نسب میں مبعوث ہوتے ہیں۔ میں نے تم سے پوچھا کہ کیا تم میں سے کسی نے یہ دعویٰ پہلے بھی کیا ہے تو تم نے جواب دیا کہ نہیں۔ اگر (تم میں سے) کسی نے یہ دعویٰ پہلے بھی کیا ہوتا تو میں کہتا کہ یہ شخص ایسی بات کی پیروی کر رہا ہے جو پہلے بھی کہی گئی ہے۔ میں نے تم سے پوچھا کہ کیا ان کے آباء میں کوئی بادشاہ تھا تو تم نے جواب دیا کہ نہیں۔ میں نے سوچا: اگر ان کے آباء میں سے کوئی بادشاہ ہوتا تو میں کہتا کہ یہ ایسا شخص ہے جو اپنے آباء کا ملک حاصل کرنا چاہتا ہے۔ میں نے تم سے پوچھا کہ اب جو باتیں وہ کہتے ہیں کیا ان باتوں سے پہلے بھی تم ان پر جھوٹا ہونے کی تہمت لگاتے تھے تو تم نے جواب دیا کہ نہیں۔ میں سمجھ گیا کہ وہ یہ کام نہیں کر سکتے کہ لوگوں کے متعلق تو جھوٹ سے اجتناب کریں اور اللہ تعالیٰ کے متعلق جھوٹ بولنے لگیں۔ میں نے تم سے پوچھا کہ کیا صاحب حیثیت لوگ ان کے پیروکار بن رہے ہیں یا کمزور لوگ تو تم نے جواب دیا کہ کمزور لوگ۔ ایسے لوگ ہی رسولان معظم کے پیروکار ہوتے ہیں۔ میں نے تم سے پوچھا کہ کیا ان کی تعداد بڑھ رہی ہے یا گھٹ رہی ہے تو تم نے جواب دیا کہ ان کی تعداد بڑھ رہی ہے۔ ایمان کی حالت یہی ہوتی ہے حتیٰ کہ وہ مکمل ہو جائے۔ میں نے تم سے پوچھا کہ کیا ایسا بھی ہوتا ہے کہ لوگ ان کے دین میں داخل ہونے کے بعد اس دین سے بدظن ہو کر، اس سے پھر جائیں تو تم نے جواب دیا کہ نہیں۔ اسلام کی لذت سے جب دل آشنا ہو جاتے ہیں تو ان کی حالت ایسی ہی ہوتی ہے۔ میں نے تم سے پوچھا کہ کیا وہ عہد شکنی بھی کرتے ہیں تو تم نے جواب دیا کہ نہیں۔ بات یہی ہے کہ کیونکہ رسول عہد شکنی نہیں کیا کرتے۔ میں نے تم سے پوچھا کہ وہ تم کو کن کاموں کا حکم دیتے ہیں تو تم نے جواب دیا کہ وہ تمہیں حکم دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ۔ اور وہ تم کو بتوں کی پوجا سے منع کرتے ہیں اور تم کو نماز، سچائی اور پاک دامنی کا حکم دیتے ہیں۔ اگر تم نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ سچ ہے تو وہ (یعنی حضرت محمد ﷺ) اس جگہ پر حکمرانی کریں گے جہاں میرے قدم لگے ہوئے ہیں۔ مجھے علم تھا کہ ان کا ظہور ہونے والا ہے لیکن میرا گمان یہ نہیں تھا کہ وہ تم میں ظاہر ہوں گے۔ اگر مجھے یقین ہوتا کہ میں ان کی زیارت کر سکوں گا تو میں ان کی زیارت کے لیے کوشش کرتا۔ اگر میں ان کے پاس ہوتا تو میں ان کے پاؤں دھوتا۔ پھر اس نے حضور ﷺ کا خط منگوایا جو آپ ﷺ نے حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ بصریٰ کے امیر کے پاس بھیجا تھا اور امیر بصریٰ نے وہ خط ہرقل تک

پہنچا دیا تھا۔ اس نے وہ خط پڑھا۔ اس میں لکھا تھا: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ یہ خط رسول خدا محمد ﷺ کی طرف سے ہرقل شاہ روم کے نام ہے۔ سلام ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرتا ہے۔ اما بعد، میں تمہیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ تم اسلام قبول کرلو، سلامت رہو گے اور اللہ تعالیٰ تم کو دوگنا اجر عطا فرمائے گا۔ اور اگر تم روگردانی کرو گے تو زراعت پیشہ لوگوں کا گناہ بھی تمہارے ذمہ ہوگا۔ اور اے اہل کتاب! آؤ اس بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ بنائیں اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ہم ایک دوسرے کو اپنا رب نہ بنائیں۔ اور اگر وہ روگردانی کریں تو کہہ دو: گواہ رہنا کہ ہم مسلمان ہیں۔ ابوسفیان کہتے ہیں: ہرقل نے جب وہ باتیں کیں جو اس نے کیں اور وہ حضور ﷺ کا خط پڑھ کر فارغ ہوا تو اس کے اردگرد شور و غوغا اٹھا اور آوازیں بلند ہونے لگیں: ہمیں دربار سے باہر نکال دیا گیا۔ جب میں باہر نکالا گیا تو میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا: ابن ابی کبشہ (حضور ﷺ) کا معاملہ تو بہت اونچا چلا گیا ہے۔ ان سے تو رومیوں کا بادشاہ بھی ڈرتا ہے۔ اس کے بعد مجھے یہ یقین تھا کہ آپ غالب آ جائیں گے حتی کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اسلام قبول کرنے کی توفیق عطا فرما دی۔ اور ابن الناطور امیر بیت المقدس اور ہرقل شام کے عیسائیوں کے بشپ تھے۔ (ابن الناطور) بیان کیا کرتا تھا کہ ہرقل جب بیت المقدس آیا تو ایک صبح اس کی طبیعت میں بہت ملال پیدا ہوا۔ اس کے کسی مصاحب نے اس سے کہا: آج آپ کا مزاج ہمیں عجیب سا لگتا ہے۔ ابن الناطور کہتے ہیں: ہرقل کاہن تھا اور ستاروں کی گردش کو دیکھا کرتا تھا۔ انہوں نے اس سے پوچھا تو اس نے جواب دیا: آج میں نے ستاروں میں دیکھا تو مجھے نظر آیا کہ ختنہ کرنے والوں کا بادشاہ ظاہر ہو چکا ہے۔ اس زمانہ کے لوگوں میں سے ختنہ کون کراتے ہیں؟ لوگوں نے جواب دیا: ختنہ تو یہودیوں کے سوا کوئی نہیں کراتا۔ یہودیوں کے متعلق آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ اپنے ملک کے شہروں (کے امیروں کے نام) حکمنامہ بھجوا دیں کہ ان کے شہروں میں جو یہودی ہیں ان کو قتل کر دیں۔ اسی اثنا میں ہرقل کے پاس ایک آدمی کو لایا گیا جس کو شاہ غسان نے بھیجا تھا اور جس نے حضور ﷺ کے متعلق ہرقل کو بتایا۔ جب ہرقل نے اس سے سوالات کیے تو اس نے اپنے آدمیوں سے کہا: جاؤ دیکھو کہ یہ ختنہ شدہ ہے یا نہیں؟ انہوں نے دیکھ کر اس کو بتایا کہ وہ ختنہ شدہ ہے۔ اس نے اس سے عربوں کے متعلق پوچھا تو اس نے بتایا کہ وہ ختنہ کراتے ہیں۔ ہرقل نے کہا: یہ اس قوم کے بادشاہ ہیں جن کا ظہور ہو چکا ہے۔ پھر ہرقل نے رومیہ میں اپنے ایک دوست کو خط لکھا۔ وہ علم میں اس کا ہم پلہ تھا۔ پھر ہرقل نے حمص کا قصد کیا لیکن وہ حمص کی طرف اس وقت تک روانہ نہیں ہوا جب تک کہ اس کو اس کے دوست کا خط نہ ملا جس نے حضور ﷺ کے متعلق ہرقل کی رائے کی تائید کی تھی اور

لکھا تھا کہ آپ نبی ہیں۔ ہرقل نے حمص میں روم کے اکابر کو ایک محل میں طلب کیا۔ پھر اس کے دروازے بند کرانے کا حکم دیا۔ پھر سامنے آیا اور کہا: اے رومیو! اگر تمہیں فلاح دارین، ہدایت اور اپنی بادشاہی کو قائم رکھنے میں دلچسپی ہے تو اس نبی ﷺ کی پیروی کر لو۔ وہ لوگ جنگلی گدھوں کی طرح دروازوں کی طرف دوڑے اور ان کو بند پایا۔ جب ہرقل نے ان کی نفرت کو دیکھا اور ان کے ایمان لانے سے ناامید ہو گیا تو کہا: ان کو میرے پاس واپس لاؤ۔ اور کہا: میں نے ابھی ابھی جو بات کہی تھی وہ محض اس لیے کہی تھی کہ دیکھوں کہ تم اپنے دین پر کس حد تک ثابت قدم ہو۔ میں نے تمہاری ثابت قدمی کو دیکھ لیا ہے۔ انہوں نے اس کو سجدہ کیا اور اس سے خوش ہو گئے...... الحدیث۔ (1)

عام یہودیوں کی شہادت

مدینہ طیبہ میں حضور ﷺ کو جن لوگوں کی شدید عداوت سے واسطہ پڑا تھا وہ یہودی تھے۔ مکہ کے مشرکین تو الہامی علم کی روشنی سے محروم تھے۔ انہوں نے اپنے آباء و اجداد کے معتقدات کو معیار بنایا اور اسلام کو اپنے اجداد کے نظریات سے متصادم قرار دے کر مسترد کر دیا۔ مدینہ کے یہودیوں کا معاملہ مختلف تھا۔ وہ اہل کتاب تھے اور ان کی الہامی کتابوں میں حضور ﷺ کی نشانیاں اس وضاحت کے ساتھ بیان کی گئی تھیں کہ حضور ﷺ کو ایک نظر دیکھ کر ہی ان کے لیے آپ کو پہچان لینا عین ممکن تھا۔

درحقیقت وہ آپ کو پہچان بھی چکے تھے لیکن قومی تعصب نے ان کو بنو اسماعیل میں ظاہر ہونے والے اس رسول معظم ﷺ کی صداقت کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کی اجازت نہ دی اور انہوں نے آپ کی مخالفت میں اپنے جملہ وسائل کو استعمال کرنے کو ہی اپنی زندگی کا مقصد بنا لیا۔ وہ زبان سے آپ کی نبوت کو تسلیم نہیں کرتے تھے لیکن اضطراری طور پر، کبھی ان کے اقوال سے اور کبھی ان کے افعال سے، یہ بات واضح ہو جاتی تھی کہ وہ دل سے آپ ﷺ کو خدا کا سچا رسول بھی مانتے تھے اور رب کی بارگاہ میں آپ کو جو مقام حاصل ہے اس کو بھی تسلیم کرتے تھے۔ وہ آپ کی برکات سے مستفیض بھی ہونا چاہتے تھے اور آپ کی ناراضگی کے انجام بد سے کانپتے بھی تھے۔ یہودیوں کے اس رویے کی ایک جھلک احادیث طیبہ کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: جب خیبر فتح ہوا تو حضور ﷺ کی خدمت میں بکری بطور ہدیہ پیش کی گئی جس میں زہر ملا ہوا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: یہاں جتنے یہودی ہیں ان سب کو میرے پاس جمع کرو۔ حضور ﷺ نے ان سے فرمایا: میں تم سے ایک بات پوچھنے والا ہوں، کیا تم مجھ سے سچ بولو گے؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں، اے ابو القاسم! حضور ﷺ نے ان سے

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 5-4

پوچھا: تمہارا باپ کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ہمارا باپ فلاں ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: تم نے جھوٹ بولا ہے، تمہارا باپ تو فلاں ہے۔ انہوں نے جواب دیا: آپ نے سچی اور اچھی بات کہی ہے۔ آپ نے پوچھا: اگر میں تم سے (مزید) کسی چیز کے متعلق پوچھوں تو کیا تم مجھ سے سچ بولو گے؟ کہنے لگے: ہاں، اے ابوالقاسم! کیونکہ اگر ہم آپ سے جھوٹ بولیں گے تو آپ سمجھ جائیں گے جیسے کہ پہلے ہمارے باپ کے متعلق سوال میں ہمارے جواب (کے جھوٹ) کو آپ سمجھ گئے تھے...... الحدیث۔ (1)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن زمین ایک روٹی کی مانند ہوگی جس کو رب جبار اپنے دست قدرت میں ایسے پلٹے گا جیسے مسافر اپنی روٹی کو اپنے دسترخوان پر پلٹتا ہے اور یہ اہل جنت کی ضیافت ہوگی۔ ایک یہودی آیا اور کہا: اے ابوالقاسم! اللہ تعالیٰ آپ کو برکت عطا فرمائے، کیا میں آپ کو روز قیامت جنتیوں کی ضیافت کے متعلق نہ بتاؤں۔ آپ نے فرمایا: ضرور بتاؤ۔ اس نے کہا: زمین ایک روٹی کی مانند ہوگی جیسے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے۔ حضور ﷺ نے ہماری طرف دیکھا اور ہنسے حتی کہ آپ کے دندان مبارک نظر آنے لگے...... الحدیث۔ (2)

نوٹ: حضور ﷺ نے عالم آخرت کے متعلق ایک بات بتائی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے تو اس کی صداقت کو ماننا ہی تھا کہ وہ آپ ﷺ کو خدا کا سچا رسول مان چکے تھے۔ یہودی نے بھی آپ ﷺ کے اس بیان کو حق تسلیم کیا لیکن اپنی زبان سے آپ کو نبی کہنے کے باوجود اس نے دل سے آپ کو نبی تسلیم نہیں کیا حالانکہ وہ جانتا تھا کہ ایسی بات صرف کوئی نبی ہی بتا سکتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں حضور ﷺ کے ساتھ مدینہ کے کھیتوں میں چل رہا تھا۔ آپ ایک ٹہنی کے سہارے چل رہے تھے۔ آپ یہودیوں کے ایک گروہ کے پاس سے گزرے۔ ان میں سے بعض لوگوں نے دوسروں سے کہا: ان سے روح کے متعلق سوال کرو۔ ان میں سے بعض نے کہا: ان سے سوال نہ کرو۔ انہوں نے آپ سے روح کے متعلق سوال کیا۔ آپ اس ٹہنی سے ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے۔ میں آپ کے پیچھے تھا۔ مجھے گمان گزرا کہ آپ پر وحی نازل ہو رہی ہے۔ آپ نے (ان کے جواب میں) یہ آیت پڑھی: "اور یہ (یہودی) آپ سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ آپ فرما دیں کہ روح میرے رب کے امر سے ہے۔ اور تمہیں علم نہیں دیا گیا مگر تھوڑا"۔ ان میں سے بعض دوسروں سے کہنے لگے: ہم نے تم سے کہا نہ تھا کہ ان سے سوال نہ کرو۔ (3)

1۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 860 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 965 3۔ صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 1111

حضور ﷺ کے خادم حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں حضور ﷺ کے پاس کھڑا تھا کہ یہودیوں کا ایک عالم آپ کے پاس آیا اور کہا: اے محمد! السلام علیک۔ میں نے اس کو ایسا دھکا دیا کہ قریب تھا کہ وہ گر جاتا۔ وہ کہنے لگا: تم مجھے دھکے کیوں دے رہے ہو؟ میں نے کہا: تم آپ کو یا رسول اللہ! کے الفاظ سے خطاب کیوں نہیں کرتے؟ یہودی نے کہا: ہم آپ کو اس نام سے پکارتے ہیں جو آپ کے اہل خانہ نے آپ کو دیا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: واقعی میرا نام محمد ہے جس سے میرے اہل خانہ نے مجھے موسوم کیا ہے۔ یہودی کہنے لگا: میں آپ سے کچھ سوالات پوچھنے آیا ہوں۔ حضور ﷺ نے اس سے فرمایا: میں تمہیں جو کچھ بتاؤں گا کیا تمہیں اس سے نفع پہنچے گا؟ اس نے جواب دیا: (بس) میں اس بات کو اپنے کانوں سے سن لوں گا۔ حضور ﷺ کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی۔ آپ اس کے ساتھ زمین کو کریدنے لگے اور فرمایا: پوچھو۔ یہودی نے پوچھا: جب اس زمین کو دوسری شکل میں بدل دیا جائے گا اور آسمانوں کو بھی تو اس وقت لوگ کہاں ہوں گے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: وہ اس تاریکی میں ہوں گے جو پل صراط سے پہلے ہے۔ اس نے پوچھا: پل صراط کو سب سے پہلے کون عبور کرے گا؟ حضور ﷺ نے فرمایا: فقیر مہاجرین۔ یہودی نے پوچھا: جب وہ جنت میں داخل ہوں گے تو ان کے لیے کون سا تحفہ ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: مچھلی کے جگر کا بڑھا ہوا حصہ۔ اس نے پوچھا: اس کے بعد ان کا کھانا کیا ہوگا؟ حضور ﷺ نے فرمایا: ان کے لیے جنت کا بیل ذبح کیا جائے گا جو اطراف جنت میں چرا کرتا تھا۔ اس نے پوچھا: ان کے پینے کے لیے کون سی چیز ہوگی؟ آپ ﷺ نے جواب دیا: وہ ایک چشمے سے پئیں گے جس کا نام سلسبیل ہے۔ یہودی کہنے لگا: آپ نے سچ فرمایا ہے۔ پھر کہنے لگا: میں آپ سے ایک ایسی چیز کے متعلق پوچھنے آیا ہوں جس کو اہل زمین میں سے نبی یا (دوسرے) ایک یا دو آدمیوں کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ آپ نے پوچھا: اگر میں تم کو وہ بتادوں گا تو کیا تمہیں اس سے فائدہ ہوگا؟ کہنے لگا: میں اپنے کانوں سے سن لوں گا۔ پھر کہا: میں آپ سے بچے کے بارے میں پوچھنے آیا ہوں (کہ وہ ماں یا باپ کے مشابہ کیونکر ہوتا ہے) آپ نے جواب دیا: مرد کی منی سفید ہوتی ہے اور عورت کی منی زرد ہوتی ہے۔ جب وہ دونوں جمع ہوں اور مرد کی منی عورت کی منی پر غالب آجائے تو بچہ، اللہ تعالیٰ کے اذن سے، مذکر ہوتا ہے۔ اور اگر عورت کی منی مرد کی منی پر غالب آجائے تو بچہ، اللہ تعالیٰ کے اذن سے، مونث ہوتا ہے۔ یہودی نے کہا: آپ نے سچ کہا ہے اور آپ نبی ہیں۔ پھر وہ پلٹ کر چلا گیا۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا: جب اس نے مجھ سے یہ سوالات پوچھے تھے تو مجھے ان کے متعلق کچھ علم نہیں تھا حتی کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ان چیزوں کا علم عطا فرما دیا۔ (1)

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 1، صفحہ 146

نوٹ: قارئین کرام ملاحظہ فرمائیں کہ اس یہودی نے حضور ﷺ سے جو سوالات کیے تھے ان کے متعلق اسے یقین تھا کہ ان کے جوابات صرف نبی ہی دے سکتا ہے۔ اور آپ ﷺ کی طرف سے ان سوالوں کے صحیح جواب پا کر اس نے یہ بھی کہا کہ آپ نے سچ فرمایا ہے اور یہ بھی کہا کہ آپ نبی ہیں۔ یہ حدیث پاک بتاتی ہے کہ اس یہودی کو حضور ﷺ کے نبی برحق ہونے کا پورا یقین ہو چکا تھا لیکن اس مقام پر پہنچ کر بھی دولت ایمان کسی کا مقدر نہ بنے تو اس کی قسمت۔

حضرت صفوان بن عسال سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک یہودی نے اپنے ساتھی سے کہا: ہمیں اس نبی (یعنی حضرت محمد ﷺ) کے پاس لے چلو۔ اس کے ساتھی نے اس سے کہا: ان کو نبی نہ کہو کیونکہ اگر وہ تمہیں یہ کہتے سن گئے تو ان کو بہت خوشی ہوگی۔ وہ دونوں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ سے نو واضح آیات کے بارے میں سوال کیا۔ آپ نے (ان کے جواب میں) ان سے فرمایا: کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کا شریک نہ بناؤ، چوری نہ کرو، بدکاری نہ کرو، جان جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے اس کو ناحق قتل نہ کرو، بے قصور کو اس لیے بادشاہ کے پاس نہ لے جاؤ کہ وہ اس کو قتل کر دے، جادو نہ کرو، سود نہ کھاؤ، پاکباز عورتوں پر تہمت نہ لگاؤ، میدان جہاد سے فرار اختیار نہ کرو۔ اور تم یہودیوں کے لیے یہ حکم خاص ہے کہ سبت کے احکام میں حد سے تجاوز نہ کرو۔ راوی کہتے ہیں: ان دونوں یہودیوں نے آپ ﷺ کے ہاتھوں اور پاؤں کو بوسے دیے اور کہا: ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں: آپ نے پوچھا: پھر میری پیروی اختیار کرنے کے راستے میں کون سی چیز تمہارے لیے مانع ہے؟ راوی کہتے ہیں: انہوں نے جواب دیا: حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ ہمیشہ ان کی اولاد میں نبی موجود رہے۔ ہمیں ڈر ہے کہ ہم نے آپ کی پیروی اختیار کی تو یہودی ہمیں قتل کر دیں گے۔ (1)

حضرت طارق بن شہاب سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک یہودی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اور کہا: اے امیر المومنین! تمہاری کتاب (قرآن حکیم) میں ایک آیت ہے جس کی تم لوگ تلاوت کرتے ہو۔ اگر یہ آیت ہم یہودیوں پر نازل ہوئی ہوتی تو ہم اس کے نزول کے دن کو عید کا دن بنا لیتے۔ آپ نے پوچھا: وہ آیت کون سی ہے؟ اس نے جواب دیا: وہ آیت یہ ہے: ''آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے اور تم پر اپنی نعمت کو تمام کر دیا ہے اور تمہارے لیے اسلام کے دین ہونے پر راضی ہو گیا ہوں''۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: مجھے اس آیت کے نزول کی جگہ کا بھی علم ہے اور دن کا بھی۔ یہ حضور ﷺ پر میدان عرفات میں جمعہ کے دن نازل ہوئی۔ (2)

1۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 98 — 2۔ سنن النسائی، جلد 2، صفحہ 269

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد بادشاہوں نے تورات اور انجیل کو بدل دیا تھا۔ ان (یہودیوں) میں بعض سچے مومن بھی تھے جو تورات کی تلاوت کرتے تھے۔ بادشاہوں سے کہا گیا: یہ لوگ (سچے مومن) ہمیں جو گالی دیتے ہیں اس سے بڑی گالی کوئی نہیں ہو سکتی۔ یہ تورات کی یہ آیت پڑھتے ہیں: ''جو اس حکم کے مطابق فیصلہ نہ کرے جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے وہ کافر ہے''۔ یہ آیات اور ہمارے اعمال میں جو وہ عیب نکالتے ہیں وہ ان کی قراءت میں شامل ہیں۔ آپ ان لوگوں کو طلب فرمائیں (اور حکم دیں) کہ جس طرح ہم تورات کو پڑھتے ہیں وہ اسی طرح اس کو پڑھا کریں اور جو ہمارا ایمان ہے وہ وہی ایمان رکھیں۔ بادشاہ نے ان کو بلا کر اکٹھا کیا۔ اس نے ان کے سامنے یہ بات رکھی کہ یا تو وہ قتل ہونے کے لیے تیار ہو جائیں اور یا تورات اور انجیل کی تلاوت چھوڑ دیں۔ ہاں، ان کی طرف سے تبدیلی کے بعد تورات اور انجیل جس شکل میں ہیں وہ اس شکل میں ان کو پڑھ سکتے ہیں۔ وہ کہنے لگے: تمہارا اس سے مقصد کیا ہے؟ تم ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ دو۔ ان میں سے ایک گروہ نے کہا: تم ہمارے لیے ایک بلند و بالا ستون تعمیر کرادو۔ پھر ہمیں اس کے اوپر چڑھا دو۔ پھر ہمیں کوئی چیز دے دو جس کے ذریعے ہم کھانے پینے کی چیزیں اوپر لے جاسکیں۔ اس طرح ہم کبھی تمہارے پاس نہیں آئیں گے۔ ان میں سے ایک گروہ نے کہا: ہمیں چھوڑ دو کہ ہم زمین میں سیر و سیاحت کریں اور جس طرح جانور پانی پیتے ہیں اسی طرح ہم بھی پانی پی لیا کریں۔ اگر زمین پر ہم تمہارے نرغے میں آئے تو ہمیں قتل کر دینا۔ ایک گروہ نے کہا: ہمارے لیے صحراؤں میں گھر تعمیر کرادو۔ ہم کنوئیں کھودیں اور کھیتوں میں سبزیاں اگائیں۔ اور اس طرح ہم نہ تمہارے پاس آئیں اور نہ تمہارے پاس سے گزریں۔ کوئی قبیلہ ایسا نہ تھا جن کا کوئی رشتہ دار ان لوگوں میں موجود نہ ہو۔ راوی کہتے ہیں: ان لوگوں (حکمرانوں) نے ایسا ہی کیا۔ اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ''اور رہبانیت تو یہ انہوں نے خود ایجاد کی تھی۔ یہ ہم نے ان پر فرض نہیں کی تھی۔ انہوں نے ایسا رضائے خداوندی حاصل کرنے کے لیے کیا تھا لیکن انہوں نے اس کی کما حقہ رعایت نہیں کی.....'' الآیہ۔ اور کچھ لوگوں نے کہا: ہم فلاں کی طرح عبادت کریں گے اور جس طرح فلاں سیاحت کرتا ہے اسی طرح ہم سیاحت کریں گے اور جس طرح فلاں نے گھر (صوامع وغیرہ) بنائے ہم بھی اسی طرح گھر بنائیں گے جب کہ وہ لوگ اپنے شرک پر قائم تھے اور جن لوگوں کی پیروی کا وہ دعویٰ کرتے تھے ان کے ایمان کے متعلق ان کو کچھ پتا نہ تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا تو ان میں سے بہت کم باقی رہ گئے تھے۔ (لیکن جو باقی رہ گئے تھے) ان میں سے کوئی اپنے صومعہ سے اترا، سیاحت کرنے والا سیاحت سے واپس آیا اور گرجے والا گرجے سے نکلا اور وہ

حضور ﷺ پر ایمان لائے اور آپ کی تصدیق کی۔ انہی کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لے آؤ۔ اللہ تعالیٰ تمہیں دوگنا اپنی رحمت عطا فرمائے گا''۔ یعنی تمہیں دو اجر دے گا۔ ایک اجر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور تورات و انجیل پر ایمان لانے کا اور ایک اجر حضرت محمد ﷺ کی تصدیق کرنے کا۔ اور فرمایا: ''اللہ تعالیٰ تمہیں نور عطا فرمائے گا جس کی روشنی میں تم چلو گے''۔ یعنی قرآن حکیم اور اتباع نبوی کا نور تا کہ اہل کتاب جو تمہاری مماثلت کا دعویٰ کرتے ہیں وہ جان لیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل پر قادر نہیں ہیں۔ (1)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مؤذن اقرع سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے پادری کے پاس بھیجا۔ میں اس کو بلا لایا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے پوچھا: کیا تم میرا ذکر اپنی کتاب (تورات و انجیل) میں پاتے ہو؟ اس نے جواب دیا: ہاں۔ آپ نے پوچھا: تم مجھے کیسا شخص پاتے ہو؟ اس نے جواب دیا: میں آپ کو سینگ جیسا پاتا ہوں۔ آپ نے اس پر درہ اٹھایا اور فرمایا: کس قسم کا سینگ؟ اس نے جواب دیا: ایسا سینگ جو لوہے کی طرح سخت، امانت دار اور شدید ہے۔ آپ نے پوچھا: جو خلیفہ میرے بعد آئے گا، اس کو تم (اپنی کتاب میں) کیسا پاتے ہو؟ اس نے جواب دیا: میں ان کو نیک خلیفہ پاتا ہوں البتہ وہ اپنے رشتہ داروں کو ترجیح دیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تین مرتبہ دعا کی: اللہ تعالیٰ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر رحم فرمائے۔ پھر آپ نے پوچھا: جو خلیفہ ان کے بعد آئے گا اس کو تم کیسا پاتے ہو؟ اس نے جواب دیا: میں ان کو لوہے کے زنگ کی طرح دیکھتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا ہاتھ اس کے سر پر رکھا اور فرمایا: اوئے بدبودار! اوئے بدبوار! وہ کہنے لگا: امیر المومنین! وہ ایک نیک خلیفہ ہیں لیکن ان کو اس وقت خلیفہ بنایا جائے گا جب تلواریں بے نیام ہوں گی اور خون بہایا جا رہا ہوگا...... الحدیث۔ (2)

نوٹ: قارئین کرام ملاحظہ فرمائیں کہ اہل کتاب نہ صرف حضور ﷺ کے متعلق جانتے تھے بلکہ ان کی کتابوں میں حضور ﷺ کے خلفاء کا ذکر بھی ان کے اوصاف سمیت موجود تھا اور علماء اہل کتاب ان کو بھی پہچانتے تھے۔ ارشاد خداوندی: وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (الانشراح: 1) کی صداقت کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے۔

حضرت ابو بردہ اپنے والد ماجد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: یہودی حضور ﷺ کے پاس چھینکا کرتے تھے، اس امید پر کہ حضور ﷺ ان کے چھینکنے پر ان کو یَرْحَمُكَ اللّٰهُ کے الفاظ سے دعا دیں۔ حضور ﷺ ان کو ان الفاظ کے ساتھ دعا دیتے تھے۔ ''اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت عطا فرمائے اور

1۔ سنن النسائی، جلد 2، صفحہ 6-305
2۔ سنن ابی داؤد، جلد 2، صفحہ 292

تمہارے معاملات کو سنوار دے"۔(1)

نوٹ: دشمن بھی جس ہستی کی دعاؤں کے طلبگار ہوں اس ہستی سے بڑی ہستی مخلوق میں کوئی نہیں ہو سکتی۔ اس لیے تو ہمارا ایمان ہے: ع

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

عظمت حبیب خدا ﷺ پر مشرکین کی شہادت

یہودیوں اور عیسائیوں کے پاس تو آسمانی صحیفے تھے جن میں حضور ﷺ کی آمد کی واضح بشارتیں بھی موجود تھیں اور آپ کی نشانیوں اور علامتوں کو اتنی وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا گیا تھا کہ آپ کو دیکھ لینے کے بعد عام اہل کتاب کے لیے بالعموم اور ان کے علماء کے لیے بالخصوص آپ کو نہ پہچاننا ممکن ہی نہیں تھا۔ ان کا حضور ﷺ کا انکار کسی شک وشبہ کی بنیاد پر نہیں بلکہ محض تعصب کی بنیاد پر تھا۔ اسی لیے اس حقیقت کا اظہار ان کے قول وفعل سے اتنی بار ہوا کہ قاری کو حقیقت تک پہنچنے میں مشکل پیش نہیں آتی۔

مشرکین کا معاملہ ان سے مختلف تھا۔ وہ بت پرستی کی غلاظت میں ڈوبے ہوئے تھے۔ ان کے ہاں نہ کوئی رسالت کا تصور تھا اور نہ ہی روز آخرت کا۔ وہ اسی دنیوی زندگی کو سب کچھ سمجھتے تھے۔ ان کی فکر الہامی راہنمائی سے یکسر محروم تھی اور ان کے پاس جو علم تھا وہ ان کے آباء واجداد کے مزعومات پر مبنی تھا اور یا ان باتوں پر جن کا ان کو یہود ونصاریٰ کے ساتھ رابطے کی وجہ سے پتا چلتا رہتا تھا۔ حضور ﷺ نے جس دعوت کو ان کے سامنے پیش کیا تھا وہ ان کی مذہبی اور سماجی زندگی کے پورے ڈھانچے کے ساتھ متصادم تھی اور اس دعوت کو قبول کر لینے کا مطلب یہ تھا کہ وہ اپنے آباء واجداد کے راستے کو کلیۃً ترک کر کے ایک بالکل نئے راستے کو اختیار کر لیں جس کا ان کے آباء واجداد کے ہاں کوئی تصور نہ تھا۔ اس دعوت کی مختلف شقیں انہیں نہ تو قابل فہم نظر آتی تھیں اور نہ قابل عمل۔ یہی وجہ تھی کہ اس دعوت کے مقابلے میں ان کا ردعمل انتہائی شدید تھا۔ اس حقیقت کے باوجود ان کا مسئلہ یہ تھا کہ جس ہستی نے ان کے سامنے اس دعوت کو پیش کیا تھا اس کا بچپن، لڑکپن اور جوانی ان کے سامنے گزری تھی۔ وہ ان کی پاک بازی کے بھی معترف تھے اور ان کی سچائی اور امانت کے بھی۔ یہودیوں اور عیسائیوں سے انہوں نے یہ بھی سن رکھا تھا کہ ایک نبی معظم تشریف لانے والے ہیں۔ دعوت اسلام کے آغاز سے پہلے بھی وہ اس ہستی کی ذات سے عجائب کو ظہور پذیر ہوتے دیکھتے رہتے تھے اور اس دعوت کے اعلان کے بعد بھی اس ہستی نے بارہا اپنی صداقت کے ثبوت کے لیے، باذن اللہ، کئی معجزات ان کو دکھائے تھے۔

1۔ سنن ابی داؤد، جلد 2، صفحہ 339

اس صورت حال میں وہ بڑے مخمصے میں تھے۔ وہ نہ تو دین آباء سے رشتہ توڑ سکتے تھے اور نہ ہی اس حقیقت کا انکار ان کے لیے آسان تھا جو نصف النہار پر چمکتے ہوئے آفتاب کی طرح روشن تھی۔ اسی لیے ان کی حرکات، ان کے اقوال اور افعال سے ظاہر ہوتا رہتا تھا کہ وہ زبان سے تو آپ ﷺ کے منکر تھے لیکن ان کے دماغ اور دل اس آفتاب کی کرنوں سے مسخر ہو چکے تھے۔ اور زبانوں کا یہ انکار بھی زیادہ دیر قائم نہ رہ سکا اور وہ اس ہستی کی دشمنی چھوڑ کر اس کی غلامی کا طوق اپنے گلوں میں سجانے پر مجبور ہو گئے۔ آیئے احادیث طیبہ کی روشنی میں اس کی چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

ابوسفیان کی شہادت

مسلمانوں کے ساتھ کفار مکہ کے جو معرکے ہوئے ان میں سے اکثر معرکوں میں مشرکین مکہ کی قیادت ابوسفیان کے پاس تھی۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ اتنا بڑا دشمن، اندر سے، حضور ﷺ کی عظمتوں کا کس طرح معترف تھا۔

گزشتہ صفحات میں حضور ﷺ کے متعلق ہرقل کی شہادت کے ذکر میں ہم نے بخاری شریف کی ایک طویل حدیث نقل کی ہے جس میں دربار ہرقل میں ابوسفیان کے طلب کیے جانے اور ہرقل کے ان سے سوالات و جوابات کا ذکر ہے۔ اس حدیث کو دوبارہ نقل کرنا تو تکرار کے زمرے میں آئے گا۔ ہم یہاں صرف ان سچائیوں کو بیان کرنا چاہتے ہیں جو دربار ہرقل میں حضور ﷺ کے متعلق ابوسفیان کی زبانی بیان ہوئیں۔ ان سوالات و جوابات کی ایک مختصر سی فہرست ملاحظہ فرمایئے:

ہرقل: ان (محمد ﷺ) کا تمہارے درمیان نسب کیسا ہے؟

ابوسفیان: وہ ہم میں عالی نسب ہیں۔

ہرقل: کیا ان کے پیروکار بڑھ رہے ہیں یا گھٹ رہے ہیں؟

ابوسفیان: بڑھ رہے ہیں۔

ہرقل: کیا کوئی شخص ان کے دین میں داخل ہونے کے بعد، اس دین سے بدظن ہو کر منحرف بھی ہوا ہے؟

ابوسفیان: نہیں۔

ہرقل: کیا اس دعوت نبوت سے پہلے تم ان پر جھوٹا ہونے کی تہمت لگاتے تھے؟

ابوسفیان: نہیں۔

ہرقل: کیا وہ خیانت اور بدعہدی کرتے ہیں؟

ابوسفیان: نہیں۔

ہرقل: وہ تم کو کن چیزوں کا حکم دیتے ہیں؟

ابوسفیان: وہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کا شریک نہ بناؤ۔ اور ان چیزوں کو چھوڑ دو جو تمہارے آباء و اجداد کرتے تھے۔ وہ ہمیں نماز پڑھنے، سچ بولنے، اپنے دامن کو پاک رکھنے اور صلہ رحمی کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ (1)

قارئین کرام! غور فرمائیں کہ ابوسفیان جس ہستی کے بارے میں یہ باتیں کہہ رہے ہیں اس ہستی کو جھٹلانے کی ان کے پاس کوئی معقول وجہ نہیں ہے۔ اسی حدیث کے آخر میں ابوسفیان کا یہ بیان ساری حقیقت کی وضاحت کر دیتا ہے کہ مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم کے جو لوگ بظاہر دشمن تھے ان کے باطن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کس قسم کے خیالات اور جذبات کروٹیں لیتے رہتے تھے۔ ابوسفیان کہتے ہیں: جب ہمیں (دربار ہرقل سے) باہر نکالا گیا تو میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا: ابن ابی کبشہ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) کا معاملہ تو بہت اونچا چلا گیا ہے۔ ان سے تو رومیوں کا بادشاہ بھی ڈرتا ہے۔ مجھے مسلسل یقین رہا کہ وہ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) غالب آئیں گے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اسلام قبول کرنے کی توفیق عطا فرما دی ...... الحدیث۔ (2)

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور حکم دیا: ''آپ فرما دیں کہ میں اس (تبلیغ) پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا اور نہ میں تکلف کرنے والوں میں سے ہوں''۔ الآیہ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دیکھا کہ قریش نافرمانی کر رہے ہیں تو آپ نے ان کے خلاف دعائے ضرر کی: اے اللہ تعالیٰ! ان کے خلاف حضرت یوسف علیہ السلام کے (قحط کے) سالوں جیسے سات سالوں سے میری مدد فرما۔ (اس دعا کے نتیجے میں) قحط نے ان کو اپنی گرفت میں لے لیا حتیٰ کہ اس نے ہر شے کو ختم کر دیا اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ وہ ہڈیاں اور چمڑے کھانے لگے۔ ایک راوی نے یہ الفاظ بھی روایت کیے ہیں: حتیٰ کہ وہ چمڑے اور مردار کھانے لگے۔ اور زمین سے دھواں سا نکلنے لگا۔ ابوسفیان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا: اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کی قوم ہلاک ہو گئی ہے۔ ان کے لیے دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ ان سے اس مصیبت کو ٹال دے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعا کی ...... الحدیث۔

نوٹ: ابوسفیان جو کفار مکہ کا سردار تھا وہ اپنی تمام تر عداوتوں کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غالب آنے کا یقین بھی رکھتا تھا، اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن پر کوئی بدنما دھبا بھی نظر نہ آتا تھا اور اس کو یہ بھی یقین تھا کہ بارش روٹھ جائے تو اس کو منانے کے لیے خدا کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے کی ضرورت پڑتی ہے۔ جب سردار کے دل کی کیفیت یہ تھی تو اس کے پیروکاروں کے دلوں کا کیا حال ہو گا؟

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 5-4 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 715

سراقہ کی شہادت

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے والد ماجد کے پاس ان کے گھر میں تشریف لائے اور ان سے ایک پالان خریدا۔ انہوں نے میرے والد ماجد سے فرمایا: اپنے بیٹے کو میرے ساتھ روانہ کرو کہ وہ اس پالان کو اٹھا کر میرے گھر لے جائے۔ میرے والد ماجد نے مجھ سے فرمایا: اس کو اٹھا کر لے جاؤ۔ میں نے پالان اٹھالیا۔ میرے والد ماجد بھی رقم وصول کرنے کے لیے ان کے ساتھ چل پڑے۔ میرے والد ماجد نے ان سے عرض کیا: اے ابوبکر! رضی اللہ تعالیٰ عنک۔ مجھے سنائیے کہ جس رات آپ نے حضور ﷺ کی معیت میں رات کو سفر (ہجرت) کیا تھا، اس روز کیا واقعات پیش آئے تھے۔ انہوں نے جواب دیا: ہاں، میں تمہیں سناتا ہوں۔ ہم نے ساری رات سفر جاری رکھا حتی کہ (اگلے روز) دوپہر کا وقت ہوگیا۔ وہ راستہ ویران تھا اور اس پر کسی کا گزر نہ تھا۔ ہم نے سفر جاری رکھا حتی کہ ہمیں ایک بلند چٹان نظر آئی جس کا سایہ تھا جس تک دھوپ کبھی نہیں پہنچی تھی۔ ہم نے اس چٹان کے نزدیک پڑاؤ کیا۔ میں اس چٹان کے نزدیک گیا اور اپنے ہاتھ سے اتنی جگہ کو ہموار کیا جس پر حضور ﷺ اس چٹان کے سائے میں آرام فرما سکیں پھر میں نے اس کے اوپر اونٹ کے بالوں سے بنی ہوئی چادر بچھائی۔ پھر عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ آپ آرام فرمائیں اور میں آپ کے اردگرد کی جگہ کو جھاڑ دیتا ہوں۔ آپ استراحت فرما ہو گئے اور میں آپ کے اردگرد کی جگہ جھاڑنے کے لیے نکلا۔ اسی اثناء میں مجھے بکریوں کا ایک چرواہا اپنی بکریاں لیے اس چٹان کی طرف آتا نظر آیا۔ وہ بھی چٹان کے پاس اسی مقصد سے آرہا تھا جس مقصد سے ہم آئے تھے۔ میں اس سے ملا اور اس سے پوچھا: جوان! تم کس کے خدمت گار ہو؟ اس نے مدینہ کے ایک شخص کا نام لے کر کہا کہ میں اس کا غلام ہوں۔ میں نے اس سے پوچھا: کیا تمہاری بکریوں میں کوئی دودھ والی بکری بھی ہے؟ اس نے جواب دیا: ہاں۔ میں نے پوچھا: کیا تم ہمیں بکری کا دودھ دودھ دو گے؟ اس نے جواب دیا: ہاں۔ اس نے ایک بکری پکڑی۔ میں نے اس سے کہا: اس کی کھیری سے بال، مٹی اور گرد وغبار وغیرہ جھاڑ لو۔ راوی کہتے ہیں: میں نے دیکھا کہ حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ الفاظ کہے تو انہوں نے اپنے ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر مار کر انہیں جھاڑا۔ اس نے لکڑی کے ایک پیالے میں مجھے کچھ دودھ دیا۔ میرے پاس ایک برتن تھا جس میں میں پانی رکھتا تھا، جس سے حضور ﷺ پیتے تھے اور وضو فرماتے تھے۔ فرماتے ہیں: میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے آپ ﷺ کو نیند سے بیدار کرنا مناسب نہ سمجھا۔ آپ بیدار ہوئے تو میں حاضر تھا۔ میں نے دودھ پر پانی انڈیلا حتی کہ اس کا نچلا حصہ ٹھنڈا ہوگیا۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ یہ دودھ نوش فرمائیے۔

آپ نے دودھ پیا حتی کہ میں خوش ہو گیا۔ پھر آپ نے پوچھا: کیا کوچ کا وقت نہیں ہوا؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ ہو گیا ہے۔ فرماتے ہیں: ہم زوال آفتاب کے بعد روانہ ہوئے۔ سراقہ بن مالک ہمارے پیچھے پیچھے آیا۔ فرماتے ہیں: ہم سخت زمین پر تھے۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ دشمن نے ہم کو آ لیا ہے۔ آپ نے جواب دیا: غم نہ کرو، بے شک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ حضور ﷺ نے اس کے خلاف دعائے ضرر کی۔ اس کا گھوڑا، میرے خیال کے مطابق، اپنے پیٹ تک زمین میں دھنس گیا۔ وہ کہنے لگا: مجھے یقین ہو گیا ہے کہ تم دونوں نے میرے خلاف دعائے ضرر کی ہے۔ تم میرے لیے دعا کرو۔ میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ جو لوگ تمہاری تلاش میں آئیں گے میں ان کو واپس لوٹا دوں گا۔ انہوں نے اس کے لیے دعا کی اور اس کو نجات مل گئی۔ وہ واپس لوٹ گیا۔ وہ جس سے ملتا اس سے کہتا: میری کوششوں نے تمہیں اس تلاش سے بے نیاز کر دیا ہے۔ وہ یہاں نہیں ہیں۔ وہ جس سے بھی ملتا اس کو واپس لوٹا دیتا۔ اس نے ہم سے جو وعدہ کیا تھا اس کو پورا کر دیا۔(1)

ابوجہل کی گواہی

ابوجہل کا نام حضور ﷺ کی دشمنی کی علامت بن چکا ہے۔ اس نے حضور ﷺ کو تنگ کرنے اور آپ کے دین کی اشاعت کو روکنے کے لیے سر دھڑ کی بازی لگائی لیکن حضور ﷺ کی طرف کذب کی نسبت کرنے کی جرأت وہ بھی نہیں کر سکتا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ابوجہل نے حضور ﷺ سے کہا: ہم آپ کو تو نہیں جھٹلاتے ہم تو (محض) اس دین کو جھٹلاتے ہیں جو لے کر آپ آئے ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: "وہ آپ کو نہیں جھٹلاتے بلکہ وہ ظالم اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں"۔(2)

رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کی گواہی

عبداللہ بن ابی نے اسلام کے خلاف جتنی سازشیں کیں اور حضور ﷺ کے مشن کو نقصان پہنچانے کے لیے اس نے جو تگ و دو کی، اس کو ساری دنیا جانتی ہے۔ حضور ﷺ کا اتنا بڑا دشمن بھی آپ کی روحانی عظمتوں کو سلام پیش کرتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: راس المنافقین عبداللہ بن ابی مدینہ میں مر گیا۔ اس نے وصیت کی کہ اس کی نماز جنازہ حضور ﷺ پڑھائیں اور اس کے کفن کے لیے اپنی قمیص عطا فرمائیں۔ آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی، اس کے کفن کے لیے اپنی قمیص عطا فرمائی اور

1۔ الصحیح لمسلم، جلد 2، صفحہ 419
2۔ جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 132

اس کی قبر پر کھڑے ہوئے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ''ان میں سے جو مر جائے آپ کبھی اس کی نماز جنازہ نہ پڑھائیں اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں''۔(1)

نوٹ: مرتے وقت عبداللہ بن ابی مذکورہ بالا وصیتیں اس لیے کر رہا تھا کہ اسے یقین تھا کہ اگر اس کی نجات کی کوئی صورت ہے تو وہ فقط یہ ہے کہ حضور ﷺ اس کے لیے مغفرت کی دعا کریں۔ حضور ﷺ نے بھی اپنی شان رحمۃ للعالمین کا مظاہرہ فرمایا اور اس کی وصیت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اس کی نماز جنازہ بھی پڑھائی، اس کو اپنی قمیص بھی عطا فرمائی اور اس کی قبر پر کھڑے بھی ہوئے۔ لیکن اللہ تعالیٰ اس قسم کے گستاخان رسول کے ساتھ جو سلوک کرنا چاہتا ہے اس کا علم اسی کو ہے۔ اسی لیے اس نے اپنے حبیب ﷺ کو اس قسم کے لوگوں کی نماز جنازہ پڑھنے سے بھی منع فرما دیا۔

عام مشرکین کی گواہی

مشرکین عرب جو حضور ﷺ کی مخالفت میں آندھی بن کر اٹھے تھے وہ بھی آپ کی سیرت طیبہ کی تابندگی اور آپ کے دین متین کی حیات بخش تعلیمات کے سبب آپ کی عظمتوں کے سامنے سر تسلیم خم کر چکے تھے۔ چند مثالیں ملاحظہ فرمائیے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عمرے کے لیے گئے۔ انہوں نے ابوصفوان امیہ بن خلف کے ہاں قیام کیا۔ امیہ جب شام جاتا اور مدینہ سے گزرتا تو وہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں قیام کیا کرتا تھا۔ امیہ نے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا: تم انتظار کرو حتی کہ دوپہر ہو جائے اور لوگ غافل ہو جائیں، اس وقت تم جانا اور طواف کر لینا۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ طواف کر رہے تھے کہ ابوجہل آ گیا اور کہنے لگا۔ یہ طواف کعبہ کرنے والا کون ہے؟ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا: میں سعد ہوں۔ ابوجہل کہنے لگا: کیا تم بے خوف ہو کر طواف کعبہ کر رہے ہو جب کہ تم نے محمد (ﷺ) اور ان کے ساتھیوں کو پناہ دے رکھی ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں۔ ان دونوں نے ایک دوسرے سے بحث کی۔ امیہ نے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا: ابوالحکم (ابوجہل) کے سامنے تم اپنی آواز بلند نہ کرو کیونکہ وہ اس وادی کا سردار ہے۔ پھر حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اگر تم نے مجھے طواف بیت اللہ سے منع کیا تو میں شام کی طرف تمہاری تجارت کا راستہ ختم کر دوں گا۔ امیہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہہ رہا تھا: تم اپنی آواز بلند نہ کرو اور وہ ان کو روک رہا تھا۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو

1۔ سنن ابن ماجہ، صفحہ 109

غصہ آ گیا اور انہوں نے فرمایا: تم ہم سے دور ہو جاؤ کیونکہ میں نے حضرت محمد ﷺ کو سنا ہے کہ ان کا خیال ہے کہ وہ تمہیں قتل کر دیں گے۔ وہ پوچھنے لگا: مجھے؟ انہوں نے فرمایا: ہاں۔ وہ کہنے لگا، محمد (ﷺ) بات کریں تو جھوٹ نہیں بولتے۔ وہ لوٹ کر اپنی بیوی کے پاس گیا اور کہا: کیا تم جانتی ہو کہ میرے یثربی بھائی نے مجھ سے کیا کہا ہے؟ اس نے پوچھا: اس نے کیا کہا ہے؟ اس نے جواب دیا: اس کا خیال ہے کہ اس نے محمد (ﷺ) کو سنا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے۔ وہ کہنے لگی: خدا کی قسم، محمد (ﷺ) جھوٹ نہیں بولتے۔ راوی کہتے ہیں: جب کفار مکہ بدر کی طرف نکلے اور منادی نے ندا دی تو امیہ سے اس کی بیوی نے کہا: کیا تمہیں وہ بات یاد نہیں ہے جو تم سے تمہارے یثربی بھائی نے کہی تھی؟ راوی کہتے ہیں: امیہ نے ارادہ کیا کہ وہ جنگ کے لیے نہ جائے (لیکن) ابوجہل نے اس سے کہا: تم اس وادی کے سرداروں میں سے ہو اس لیے ایک یا دو دن ہمارے ساتھ ضرور چلو۔ وہ ان کے ساتھ روانہ ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو ہلاک کر دیا۔ (1)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ''اور ڈرایئے اپنے قبیلے کو جو قریب ہیں''۔ اور وہ لوگ جو آپ سے مخلص ہیں تو آپ باہر تشریف لائے حتی کہ آپ کوہ صفا پر چڑھ گئے۔ آپ نے بآواز بلند فرمایا: مدد کرو، مدد کرو۔ لوگ کہنے لگے: یہ کون ہے؟ وہ آپ کے پاس جمع ہو گئے تو آپ نے فرمایا: اگر میں تم سے یہ کہوں کہ ایک گھڑ سوار لشکر اس پہاڑ کے پیچھے سے آ رہا ہے تو کیا تم میری بات مانو گے؟ کہنے لگے: (ہاں) کیونکہ ہم نے آپ کو کبھی جھوٹ بولتے نہیں پایا۔ آپ نے فرمایا: تو میں تمہیں سخت عذاب کے آنے سے پہلے اس سے ڈرانے والا ہوں۔ اس پر ابولہب نے کہا: تمہارے لیے ہلاکت ہو۔ کیا تم نے ہمیں اسی لیے جمع کیا تھا؟ پھر وہ چلا گیا اور یہ سورت نازل ہوئی: تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّ تَبَّ ...... الخ (لہب) ...... الحدیث۔ (2)

جس ہستی کی عظمتوں کا اعتراف اپنے اور پرائے سب کرتے ہوں اور جس کی زبان سے نکلنے والی بات کے وقوع پذیر ہونے پر ان سب کو یقین ہو اس کی عظمتوں کے ثبوت کے لیے مزید کسی دلیل کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى حَبِيْبِكَ مُحَمَّدٍ صَاحِبِ الْوَجْهِ الْجَمِيْلِ وَالْخَدِّ الْاَصِيْلِ وَالطَّرْفِ الْكَحِيْلِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

1۔ صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 13-512   2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 743

کتابیات

نام کتاب	نام مصنف	مطبوعہ	سال طباعت
صحیح البخاری	امام محمد بن اسماعیل بخاری	قدیمی کتب خانہ کراچی	1961ء
الصحیح لمسلم	امام ابوالحسین بن حجاج القشیری	قدیمی کتب خانہ کراچی	1956ء
سنن ابی داؤد	امام ابوداؤد سلیمان بن الاشعث	مکتبہ امدادیہ ملتان	س ن
جامع الترمذی	امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی	فاروقی کتب خانہ ملتان	س ن
سنن النسائی	امام ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب النسائی	قدیمی کتب خانہ کراچی	س ن
سنن ابن ماجہ	امام ابوعبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ	قدیمی کتب خانہ کراچی	س ن


ضیاء
القرآن
پبلیکیشنز